عام فہم اردو تفسیر

انوار البیان

فِی کَشفِ اَسرارِ القُرآن

جلد چہارم

الزُّمَرِ تا النَّاسِ

محقق العصر
حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ اکیڈمی
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

عام فہم اردو تفسیر

انوار البیان

فی کشف اسرار القرآن

جلد چہارم

الزُّمَرِ تا النَّاسِ

محقق العصر
حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

عبد اللہ اکیڈمی
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

۱۲۷۲۷۵
جلد چہارم

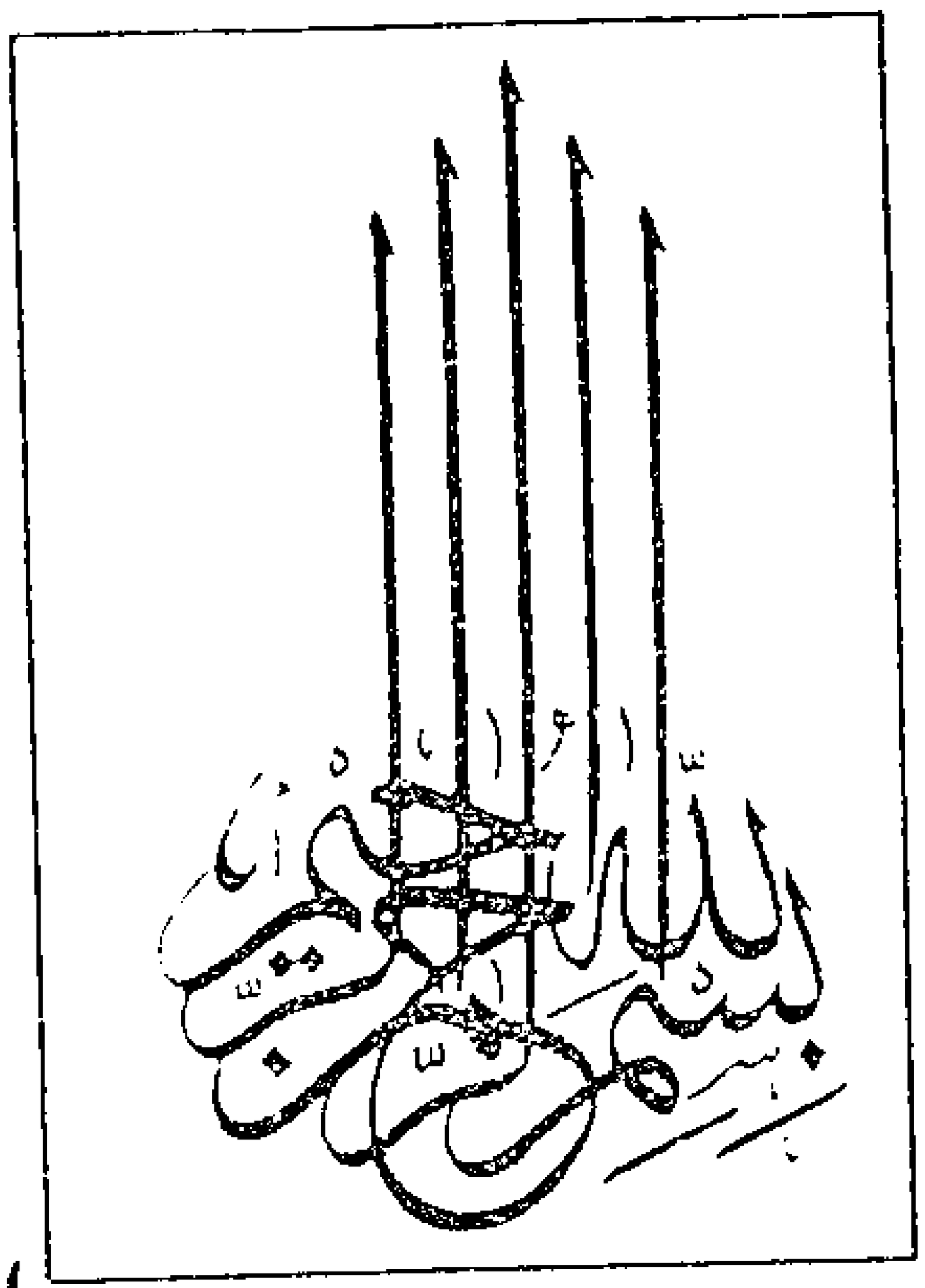

اللہ کے نام شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

جملہ حقوق کمپوزنگ محفوظ ہیں

نام کتاب	تفسیر انوار البیان (جلد چہارم) (سورۃ الزمر تا سورۃ الناس)
مصنف	مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ
پروف ریڈنگ	عرفان الحسن خالد، مفتی عبدالرؤف، مولانا سیف اللہ خالد
ناشر	عبداللہ جہانگیر
اہتمام	سلمان منیر
سن اشاعت	2011ء
پرنٹرز	آر۔آر۔ پرنٹرز، لاہور
قیمت	روپے

استدعاء

پروردگارِ عالم کے فضل وکرم اور مہربانی سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرمادیں ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ شکریہ۔ (ناشر)

Marfat.com

فہرست مضامین

انوارالبیان (جلد چہارم)

سورۃ الزمر

اللہ واحد ہے قہار ہے عزیز ہے غفار ہے اس نے چاند سورج کو مسخر فرمایا انسان کو تین اندھیروں میں پیدا فرمایا ۱۷
اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے کفر سے راضی نہیں شکر اسے محبوب ہے ۱۹
تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اپنے رب کو توجہ کے ساتھ پکارتا ہے اور نعمت کے زمانے میں دعاؤں کو بھول جاتا ہے ۲۰
صالحین کی صفات ۲۱
نماز تہجد کی فضیلت ۲۲
اللہ سے ڈرنے اور خالص اس کی عبادت کرنے کا حکم ۲۳
اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے جس کا سینہ کھول دیا وہ صاحب نور ہے جن کے قلوب اللہ کے ذکر کی جانب سے سخت ہیں ان کے لیے ہلاکت ۲۷
شرح صدر کی دو نشانیاں ۲۷
ذکر اللہ کی فضیلت اور اہمیت ۲۸
مُتَشَابِهاً مَّثَانِيَ کی تشریح ۲۸
ذاکرین کی صفات ۲۸
مشرک و موحد کی مثال ۲۹
قیامت کے دن ادعاء اور اختصام ۳۰
جھوٹوں سے بڑھ کر ظالم کون ہے ۳۱
بندہ کو اللہ کافی ہے اللہ کے سوا تکلیف کو کوئی دور نہیں کر سکتا اور اس کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا ۳۳
اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض فرماتا ہے سفارش کے بارے میں صرف اسی کو اختیار ہے مشرکین کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل منقبض ہوتے ہیں ۳۴
رسول اللہ کو ایک خاص دعا کی تلقین انسان کی بدخلقی اور بدحالی کا ۳۷
اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ کا اعلان انابت الی اللہ کا حکم مکذبین اور متکبرین کی بدحالی ۳۹
آپ فرما دیجیے کہ اے جاہلو میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی ۴۳
وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۴۴
قیامت کے دن صور پھونکے جانے کا تذکرہ ۴۵
إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ کا استثناء ۴۵
اہل کفر اور اہل ایمان کی جماعتوں کا گروہ گروہ اپنے ٹھکانوں تک پہنچنا ۴۷

سورۃ المومن

اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا ہے توبہ قبول کرنے والا ہے سخت عذاب والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۴۹
کافر لوگ اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں شہروں میں ان کا چلنا پھرنا دھوکہ میں نہ ڈالے سابقہ امتوں اور جماعتوں نے جھٹلایا جس کی وجہ سے ان کی گرفت کر لی گئی ۵۰
حاملین عرش کا مومنین کے لیے دعا کرنا اہل ایمان اور ان کی ازواج اور ذریات کے لیے جنت میں داخل ہونے کا سوال ۵۱
کافروں کا اقرار جرم کرنا اور دوزخ سے نکلنے کا سوال کرنے پر جواب ملنا کہ تم نے توحید کو ناپسند کیا اور شرک کی دعوت پر ایمان لائے ۵۲
اللہ تعالیٰ رفیع الدرجات ہے ذوالعرش ہے جس کی طرف چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے قیامت کے دن سب حاضر ہوں گے اللہ سے کوئی بھی پوشیدہ نہ ہوگا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہوگی ۵۴

انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیے جس دن دل گھٹن میں ہوں گے‘ ظالموں کے لیے کوئی دوست یا سفارش کرنے والا نہ ہوگا ۵۵

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو اور دلوں کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ۵۵

کیا زمین میں چل پھر کر سابقہ امتوں کو نہیں دیکھا‘ وہ قوت میں بہت بڑھے ہوئے تھے‘ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی وجہ سے ان کی ۵۶

ہم نے موسیٰ کو فرعون‘ ہامان‘ قارون کی طرف بھیجا‘ انہوں نے ان کو ساحر اور کذاب بتایا‘ فرعون کے برے عزائم کا تذکرہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب کی پناہ مانگنا ۵۷

آل فرعون میں سے ایک مومن بندہ کی حق گوئی نیز تنبیہ اور تہدید ۵۹

بندہ مومن کا سابقہ امتوں کی بربادی کو یاد دلانا اور قیامت کے دن کی بدحالی سے آگاہ کرنا ۶۰

مسرف و مرتاب کا گمراہ ہونا اور ہر متکبر جبار کے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر لگ جانا ۶۱

فرعون کا اوپر چڑھنے کے لیے اونچا محل بنانے کا حکم دینا اور اس کی تدبیر کا بربادی کا سبب بننا ۶۱

مرد مومن کا فناء دنیا اور بقاء آخرت کی طرف متوجہ کرنا‘ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ۶۳

مرد مومن کا قوم کی شرارتوں سے محفوظ ہو جانا اور قوم فرعون کا عذاب قبر کا تذکرہ ۶۴

دوزخیوں کا آپس میں جھگڑنا‘ چھوٹوں کا بڑوں پر الزام دھرنا ۶۵

دوزخیوں کا فرشتوں سے تخفیف عذاب کے لیے عرض معروض ۶۵

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسولوں اور اہل ایمان سے نصرت کا وعدہ فرمانا اور ظالمین کے ملعون ہونے کا اعلان فرمانا ۶۶

صبر کرنے اور استغفار کرنے اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہنے کا حکم ۶۶

اللہ کی آیات میں جھگڑا کرنے والوں کے سینے میں کبر ہے ۶۷

بینا اور نابینا اور مومنین صالحین اور برے لوگ برابر نہیں ہو سکتے ۶۷

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کرنے کا حکم اور قبول فرمانے کا وعدہ ۶۸

دعاء کی ضرورت اور فضیلت ۶۸

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے‘ لیل و نہار‘ ارض و سماء اسی نے پیدا ۶۹

میں تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کر سکتا‘ مجھے حکم ہوا ہے کہ رب العالمین کی فرمانبرداری کروں ۷۰

انسان کی تخلیق اور اس کی زندگی کے مختلف اطوار و ادوار ۷۱

دوزخیوں کا طوقوں اور زنجیروں میں گھسیٹا جانا‘ دوزخ میں داخل ہونا اور ان سے یہ سوال ہونا کہ تمہارے باطل معبود کہاں ہیں ۷۲

ہم نے آپ سے بعض رسولوں کا تذکرہ کر دیا ہے اور بعض کا نہیں کیا‘ کسی نبی کو اختیار نہ تھا کہ اذن الٰہی کے بغیر کوئی نشانی لے آئے ۷۳

چوپایوں اور کشتیوں کی نعمت کا تذکرہ ۷۴

گزشتہ قوموں کی بربادی کا تذکرہ ۷۵

سورۂ حم السجدہ

قرآن کی آیات مفصل ہیں‘ وہ بشیر ہے اور نذیر ہے‘ منکرین اس سے اعراض کرتے ہیں ۷۶

آپ فرما دیجیے میں تمہارے ہی جیسا بشر ہوں‘ میری طرف وحی کی جاتی ہے‘ مشرکین کے لیے ہلاکت ہے اور اہل ایمان کے لیے ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا ۷۷

زمین و آسمان کی تخلیق کا تذکرہ‘ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کا خطاب‘ اور ان کا فرمانبرداری والا جواب ۷۸

قریش کے انکار و عناد پر رسول اللہ ﷺ کا آیات بالا پڑھ کر سنانا ۷۹

حق سے اعراض کرنے والوں کو تنبیہ اور تہدید عاد و ثمود کی بربادی ۸۱

اللہ کے دشمنوں کا دوزخ کی طرف جمع کیا جانا ان کے اعضاء کا ان کے خلاف گواہی دینا اور عذاب سے کبھی چھٹکارا نہ ہونا ۸۳

کافروں کو ان کے گمان بد نے ہلاک کیا ۸۵

مشرکین اور کافرین پر برے ساتھی مسلط کر دیئے گئے ۸۵

کافروں کا قرآن سننے سے روکنا اور شور و شغب کرنے کا مشورہ ۸۶

گمراہ لوگ درخواست کریں گے کہ ہمارے بڑوں کو سامنے لایا جائے‘ تاکہ قدموں سے روند ڈالیں ۸۷

اہل استقامت کو بشارت ۸۷

Marfat.com

فرشتوں کا اہل ایمان سے خطاب ۸۷
غفور رحیم کی طرف سے مہمانی ۸۸
داعی الی اللہ کی فضیلت‘ اخلاق عالیہ کی تلقین‘ شیطان سے محفوظ ہونے کے لیے اللہ کی پناہ لینا ۸۸
رات اور دن چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں ان کے پیدا کرنے والے کو سجدہ کرو ۹۰
زمین کا خشک ہو کر زندہ ہو جانا بھی اللہ کی نشانی ہے ۹۰
ملحدین ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں‘ جو چاہو کر لو اللہ دیکھتا ہے! ۹۱
رسول اللہ ﷺ کو تسلی ۹۲
مکذبین کا عنا ۹۲
قرآن مومنین کے لیے ہدایت ہے اور شفا ہے ۹۳
یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ کی تفسیر ۹۳
ہر شخص کا نیک عمل اس کے لیے مفید ہے اور برے عمل کا وبال برا عمل کرنے والے ہی پر ہے ۹۳
قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے‘ اس دن مشرکین کی حیرانی ۹۴
انسان کا حُبّ دنیا اور ناشکری کا مزاج اور وقوع قیامت کا انکار ۹۵
منکرین کو قرآن حکیم کے بارے میں غور و فکر کی دعوت‘ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے ۹۶

سورۃ الشوریٰ

اللہ تعالیٰ عزیز ہے‘ حکیم ہے‘ اعلیٰ ہے‘ عظیم ہے‘ غفور ہے‘ رحیم ۹۸
مشرکین کی تردید ۱۰۰
تم جس چیز میں اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے اس نے تمہارے جوڑے پیدا فرمائے ۱۰۰
لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۱۰۱
اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں ۱۰۲
اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی وصیت فرمائی نوح‘ ابراہیم‘ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو ۱۰۲
مشرکین کو آپ کی دعوت ناگوار ہے ۱۰۳
اللہ جسے چاہتا ہے اپنا بنا لیتا ہے ۱۰۳
علم آنے کے بعد لوگ متفرق ہوئے ۱۰۳
استقامت اور عدل کا حکم‘ کافروں سے برأت کا اعلان ۱۰۴
معاندین کی دلیل باطل ہے ۱۰۵
اللہ تعالیٰ نے کتاب کو اور میزان کو نازل فرمایا ۱۰۵
عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو ۱۰۵
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے ۱۰۶
طالب آخرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ ہوگا اور طالب دنیا کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا ۱۰۶
قیامت کے دن ظالم لوگ اپنے اعمال بد کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے اور اہل ایمان اعمال صالحہ والے جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے ۱۰۷
دعوت و تبلیغ کے عوض تم سے کچھ طلب نہیں کرتا ۱۰۸
قرآن کو افتراء علی اللہ بتانے والوں کی تردید ۱۰۸
اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے‘ اپنی مشیت کے مطابق روزی نازل فرماتا ہے اور جب ناامید ہو جائیں‘ بارش برساتا ۱۰۹
آسمان و زمین اور چوپایوں کی تخلیق میں اللہ کی نشانیاں ہیں ۱۱۰
جو بھی کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تمہارے اعمال کی وجہ سے ہے ۱۱۰
جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اہل ایمان اور اہل توکل کے لیے بہتر ہے ۱۱۲
برائی کا بدلہ برائی کے برابر لے سکتے ہیں‘ معاف کرنے اور صلح کرنے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے ۱۱۳
قیامت کے دن ظالموں کی بدحالی‘ ہلاکت اور ذلت کا سامنا ۱۱۴
قیامت آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مانو ۱۱۵
انسان کا خاص مزاج رحمت کے وقت خوش اور تکلیف میں ۱۱۵
اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت کا بیان‘ وہ اپنی مشیت کے مطابق اولاد عطا فرماتا ہے ۱۱۶
بندے اللہ تعالیٰ سے کیسے ہم کلام ہو سکتے ہیں؟ ۱۱۶

Marfat.com

سورۂ زخرف

قرآن کتاب مبین ہے‘ عربی میں ہے‘ نصیحت ہے‘ انبیائے سابقین علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا ۱۱۸
آسمان وزمین کی تخلیق‘ زمین کو بچھونا بنانا‘ کشتیوں اور چوپایوں کی نعمت ۱۱۹
سوار ہونے کی دعاء ۱۲۰
سَخَّرَ لَنَا کی تشریح ۱۲۱
اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرنے والوں کی تردید‘ فرشتوں کو بیٹیاں بتانے والوں کی جہالت اور حماقت ۱۲۱
مشرکین کی ایک جاہلانہ بات کی تردید‘ آباواجداد کو پیشوا بنانے کی حماقت اور ضلالت ۱۲۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شرک سے برأت کا اعلان فرمانا اور دعوت حق کا ان کی نسل میں باقی رہنا ۱۲۴
مکہ والوں کا جاہلانہ اعتراض کہ مکہ یا طائف کے بڑے لوگوں میں سے نبی کیوں نہ آیا‘ اہل دنیا کو دنیا ہی محبوب ہے‘ سونے چاندی کے اموال دنیا میں کام آتے ہیں اور آخرت متقیوں کے لیے ہے ۱۲۵
جو رحمٰن کے ذکر سے غافل ہو اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے‘ قیامت کے دن اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا کہ دوسروں کو بھی تو عذاب ہو رہا ہے‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ان پر عذاب آسکتا ہے ۱۲۸
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم فرعون کے پاس پہنچنا اور ان لوگوں کا معجزات دیکھ کر تکذیب اور تضحیک کرنا‘ فرعون کا اپنے ملک پر فخر کرنا اور بالآخر اپنی قوم کے ساتھ غرق ہونا ۱۳۰
قریش مکہ کی ایک جاہلانہ بات کی تردید‘ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی کا تعارف‘ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت ہی صراط مستقیم ۱۳۳
قیامت کے دن دنیا والے دوست آپس میں دشمن ہوں گے‘ نیک بندوں کو کوئی خوف اور رنج لاحق نہ ہوگا انہیں جنت میں جی چاہی نعمتیں ملیں گی جن سے آنکھوں کو بھی لذت حاصل ہوگی ۱۳۶
مجرمین ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے‘ ان کا عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا‘ دوزخ کے داروغہ سے ان کا سوال و جواب ۱۳۸
اللہ جل شانہٗ کی صفات جلیلہ کا بیان اور شرک سے بیزاری ۱۴۰

سورۂ الدخان

قرآن مجید مبارک رات میں نازل کیا گیا‘ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں‘ وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے‘ اگلے پچھلے تمام لوگوں کا رب ۱۴۲
اس دن کا انتظار کیجیے جبکہ آسمان کی طرف سے لوگوں پر دھواں چھا جائے گا ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ۱۴۳
دخان سے کیا مراد ہے؟ ۱۴۴
قوم فرعون کے پاس اللہ تعالیٰ کا رسول آنا‘ اور نافرمانی کی وجہ سے ان لوگوں کا غرق ہونا‘ بنی اسرائیل کا فرعون سے نجات پانا اور انعامات ربانیہ سے نوازا جانا ۱۴۵
مومن کی موت پر آسمان و زمین کا رونا ۱۴۶
بنی اسرائیل پر انعام اور امتنان ۱۴۷
منکرین قیامت کی کٹ حجتی‘ یہ لوگ قوم تبع سے بہتر نہیں ہیں جو ہلاک کر دیئے گئے ۱۴۷
تُبَّع کون تھے؟ ۱۴۸
قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ۱۴۹
دوزخیوں کے لیے طرح طرح کا عذاب ہے‘ زقوم ان کا کھانا ہوگا‘ سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا ۱۵۰
دنیا کی بڑائی کا انجام ۱۵۰
متقیوں کے انعامات‘ باغ اور چشمے‘ لباس اور ازواج‘ ہر قسم کے پھل اور حیات ابدی ۱۵۱
ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے‘ آپ انتظار کریں‘ یہ لوگ بھی منتظر ہیں ۱۵۲

سورۂ الجاثیہ

یہ کتاب عزیز وحکیم کی طرف سے ہے‘ آسمان اور زمین‘ انسان کی تخلیق‘ لیل ونہار کے اختلاف اور بارش کے نزول میں معرفت ۱۵۳

Marfat.com

ہر جھوٹے، گنہگار اور متکبر اور منکر کے لیے عذاب الیم ہے ۱۵۴
تسخیر بحر اور تسخیر ما فی السمٰوٰت والارض میں فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ۱۵۵
آپ اہل ایمان سے فرما دیں کہ منکریں سے درگزر کریں، ہر شخص کا نیک عمل اسی کے لیے ہے اور برے عمل کا وبال بھی عمل کرنے والے پر ۱۵۶
بنی اسرائیل پر طرح طرح کے انعامات، کتاب حکم اور نبوت سے سرفراز فرمانا، طیبات کا عطیہ اور جہانوں پر فضیلت ۱۵۶
ہم نے آپ کو مستقل شریعت دی ہے، کفار آپ کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے، وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اور اللہ متقیوں کا ولی ہے ۱۵۸
کیا گنہگار یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں اہل ایمان اور اعمال صالحہ والوں کے برابر کر دیں گے ۱۵۸
اے مخاطب کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ۱۶۰
اتباع ھَویٰ کے بارے میں ضروری تنبیہ ۱۶۰
دہریوں کی جاہلانہ باتیں اور ان سے ضروری سوال ۱۶۲
منکرین قیامت کی حجت بازی ۱۶۲
قیامت کے دن اہل باطل خسارہ میں ہوں گے، ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی اور اپنی اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی، اہل ایمان رحمت میں اور اہل کفر عذاب میں ہوں گے ۱۶۴
اللہ ہی کے لیے حمد ہے اور اسی کے لیے کبریائی ہے ۱۶۵

سورۃ الاحقاف

مشرکین کے باطل معبودوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا وہ جن کو پکارتے ہیں قیامت تک بھی جواب نہ دیں گے! ۱۶۶
منکرین قرآن کی ایک جاہلانہ بات ۱۶۷
قریش مکہ کی اس بات کا جواب کہ آپ نے قرآن اپنے پاس ۱۶۸
کافروں کی کٹ حجتی کی تردید، توریت شریف کا امام اور رحمت ہونا،
اہل ایمان اور اہل استقامت کا انعام الٰہیہ سے سرفراز ہونا ۱۷۰
والدین کے بارے میں وصیت، نیک بندوں کی دعا اور ان کا اجر،
نافرمانوں کا عناد و انکار اور ان کی سزا ۱۷۲
کافروں سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذت کی چیزیں دنیا میں ختم کر دیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا ۱۷۵
قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت، قوم کا انکار اور تکذیب، پھر ہلاکت اور تعذیب ۱۷۷
جنات کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا، پھر واپس جا کر اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینا! ۱۸۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور صبر کی تلقین ۱۸۲

سورۃ محمد

اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والوں کی بربادی اور اہل حق پر ۱۸۳
جہاد و قتال کی ترغیب، قیدیوں کے احکام، مجاہدین اور مقتولین ۱۸۵
دنیا میں چل پھر کر عبرت حاصل کریں ۱۸۶
اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مولیٰ ہے ۱۸۶
اہل ایمان کا انعام اور کفار کی بدحالی ۱۸۶
اہل مکہ کو تنبیہ ۱۸۷
اہل ایمان اور اہل کفر برابر نہیں ہو سکتے ۱۸۷
اہل جنت کے مشروبات طیبہ اور اہل نار کا مشروب ماء حمیم ۱۸۸
منافقین کی بعض حرکتیں، ان کے قلوب پر مہر ہے، یہ لوگ اپنی خواہشوں کے پابند ہیں ۱۹۰
توحید پر جمے رہنے اور استغفار کرنے کی تلقین ۱۹۰
مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ کی تفسیر ۱۹۱
منافقین کی بدحالی اور نافرمانی ۱۹۱
تدبر قرآن کی اہمیت اور ضرورت ۱۹۳
مرتدین کے لیے شیطان کی تسویل اور موت کے وقت ان ۱۹۳
موت کے وقت کافر کی مار پیٹ ۱۹۴
منافقین کے دلوں میں مرض ہے، طرز کلام سے ان کا نفاق پہنچانا ۱۹۵

Marfat.com

کافرلوگ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے' ان کے اعمال حبط کیے ۱۹۶
نفلی نماز' روزہ فاسد کرنے کے بعد قضاء کا واجب ہونا ۱۹۷
کمزور نہ بنو اور دشمنوں کو صلح کی دعوت نہ دو ۱۹۷
تم ہی بلند رہو گے اگر مومن ہو ۱۹۷
دنیاوی زندگی لہو ولعب ہے' کنجوسی کا وبال بخل کرنے والے پر ہی ہے'
اللہ غنی ہے اور تم فقراء ہو! ۱۹۸
اگر تم دین سے پھر جاؤ تو اللہ دوسری قوم کو لے آئے گا ۱۹۹
عجمی اقوام کی دینی خدمات ۱۹۹

سورۃ الفتح

فتح مبین کا تذکرہ' نصر عزیز اور غفران عظیم کا وعدہ ۲۰۱
صلح حدیبیہ کا مفصل واقعہ ۲۰۲
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت اور جانثاری ۲۰۳
بیعت رضوان کا واقعہ ۲۰۴
صلح حدیبیہ کا متن اور مندرجہ شرائط ۲۰۴
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تردد اور سوال و جواب ۲۰۵
حلق رؤس اور ذبح ہدایا ۲۰۶
حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا واقعہ ۲۰۶
اہل ایمان پر انعام کا اعلان' اور اہل نفاق اور اہل شرک کی بدحالی اور
تعذیب کا بیان ۲۰۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاہد اور مبشر اور نذیر ہیں ۲۰۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا اللہ ہی سے بیعت کرنا ہے ۲۰۹
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نہ جانے والے دیہاتیوں کی بدگمانی اور
حیلہ بازی کا تذکرہ ۲۱۰
جو لوگ حدیبیہ والے سفر میں ساتھ نہ گئے تھے ان کی مزید بدحالی ۲۱۲
حدیبیہ کی شرکت سے پچھڑ جانے والے دیہاتیوں سے مزید ۲۱۳
معذوروں سے کوئی مواخذہ نہیں' فرمانبرداروں کے لیے جنت اور رو
گردانی کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے ۲۱۴
بیعت رضوان والوں کی فضیلت' ان سے فتح و نصرت اور اموال ۲۱۵
اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے ۲۱۷
کافروں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا ان پر
حمیت جاہلیہ سوار ہوگئی' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر سکینہ نازل فرمائی
اور انہیں تقویٰ کی بات پر جما دیا! ۲۱۸
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہدایت اور حق کے ساتھ بھیجا ۲۲۰
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور منقبت ۲۲۱

سورۃ حجرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور خدمت عالی میں حاضری کے احکام و
آداب کی تلقین! ۲۲۵
کوئی فاسق خبر دے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ نادانی کی وجہ
سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو ۲۲۷
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و انعام سے تمہارے دلوں میں ایمان کو
مزین فرما دیا اور کفر و فسوق اور عصیان کو مکروہ بنا دیا ۲۲۸
مومنین کی دو جماعتوں میں قتال ہو تو انصاف کے ساتھ صلح کرا دو'
سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں ۲۲۹
باہم مل کر زندگی گزارنے کے چند احکام ۲۳۱
محض زبانی اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو تنبیہ ۲۳۸

سورۃ ق

اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کا بیان' نعمتوں کا تذکرہ منکرین بعث کی ۲۴۱
اقوام سابقہ ہالکہ کے واقعات سے عبرت حاصل کریں ۲۴۳
اللہ انسان کے وساوس نفسانیہ سے پوری طرح واقف ہے اور انسان
کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ۲۴۴
انسانوں پر اعمال لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں: ۲۴۴
موت کی سختی کا تذکرہ: ۲۴۵
نفخ صور اور میدان حشر میں حاضر ہونے والوں کا ذکر ۲۴۵
ہر ضدی کافر کو دوزخ میں ڈال دو: ۲۴۶
دوزخ سے اللہ تعالیٰ کا خطاب! کیا تو بھر گئی؟ اس کا جواب ہوگا کیا

Marfat.com

کچھ اور بھی ہے ۲۴۷
جنت اور اہل جنت کا تذکرہ: ۲۴۸
جنت میں دیدار الٰہی: ۲۴۸
گزشتہ امتوں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا حکم ۲۴۹
وقوع قیامت کے ابتدائی احوال اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی ۲۵۱

سورۃ الذاریات

قیامت ضرور واقع ہوگی، منکرین عذاب دوزخ میں داخل ہوں ۲۵۲
متقی بندوں کے انعامات کا اور دنیا میں اعمال صالحہ میں مشغول ۲۵۳
زمین میں اور انسانوں کی جانوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں ۲۵۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کا آنا اور صاحبزادہ کی خوشخبری دینا، اور آپ کی بیوی کا تعجب کرنا ۲۵۵
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت ۲۵۶
فرعون اور قوم عاد و ثمود کی بربادی کا تذکرہ ۲۵۷
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت: ۲۵۹
آسمان و زمین کی تخلیق کا ذکر، اور اللہ کی طرف دوڑنے کا حکم ۲۵۹
اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے وہ بڑا رزق دینے والا ہے کسی سے رزق کا طالب نہیں ۲۶۰

سورۃ الطّور

قیامت کے دن منکرین کی بدحالی، انہیں دھکے دے کر دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا ۲۶۲
متقی بندوں کی نعمتوں کا تذکرہ، حور عین سے نکاح آپس میں سوال وجواب ۲۶۵
اہل ایمان کی ذریت ۲۶۵
جام کی چھینا جھپٹی: ۲۶۶
منکرین اور معاندین کی باتوں کا تردید ۲۶۸
قیامت کے دن منکرین کی بدحالی اور بدحواسی ۲۷۰

سورۃ النجم

رسول اللہ ﷺ صحیح راہ پر ہیں، اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، وحی کے مطابق اللہ کا کلام پیش کرتے ہیں، آپ نے جبرائیل کو دوبار ان کی اصلی صورت میں دیکھا ۲۷۲
پہلی بار رویت: ۲۷۳
دوسری بار رویت: ۲۷۴
سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے ۲۷۴
جنۃ المادیٰ کیا ہے؟ ۲۷۵
مشرکین عرب کی بت پرستی، لات، عزیٰ اور منات کی عبادت اور ان کے توڑ پھوڑ کا تذکرہ ۲۷۸
لات و منات اور عزیٰ کیا تھے ۲۷۸
لات کی بربادی ۲۷۹
عزیٰ کی کاٹ پیٹ اور توڑ پھوڑ ۲۷۹
منات کی بربادی اور تباہی: ۲۸۰
مشرکین کی ضلالت اور حماقت: ۲۸۰
مشرکین نے اپنے لیے خود معبود تجویز کیے اور ان کے نام بھی خود ۲۸۰
مشرکین کا خیال باطل کہ ہمارے معبود سفارش کر دیں گے: ۲۸۱
مشرکین نے اپنی طرف سے فرشتوں کا مادہ ہونا تجویز کیا ۲۸۲
ایمان اور فکر آخرت کی ضرورت: ۲۸۲
آخرت کے عذاب سے بچنے کی فکر کرنا لازم ہے: ۲۸۳
گمان کی حیثیت: ۲۸۳
اہل دنیا کا علم دنیا ہی تک محدود ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو اور گمراہوں کو خوب جانتا ہے ۲۸۴
برے کام کرنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا ملے گا اور محسنین کو اچھا بدلہ دیا جائے گا ۲۸۵
اپنا تزکیہ کرنے کی ممانعت: ۲۸۶
کافر دھوکہ میں ہیں کہ قیامت کے دن کسی کا کام یا عمل کام ۲۸۸
اللہ تعالیٰ نے ہی ہنسایا اور رلایا: ۲۹۱
اللہ تعالیٰ ہی نے جوڑے پیدا کیے: ۲۹۱

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہی نے عاد اولیٰ اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور لوط علیہ السلام کی بستیوں کو الٹ دیا ۲۹۲

سورۂ القمر

قیامت قریب آ گئی اس بات سے تعجب کرتے ہو اور تکبر میں مبتلا ہو' اللہ کو سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو ۲۹۲
قیامت قریب آ گئی چاند پھٹ گیا' منکرین کی جاہلانہ بات ۲۹۴
قیامت کے دن کی پریشانی' قبروں سے ٹڈی دل کی طرح نکل کر میدان حشر کی طرف جلدی جلدی روانہ ہونا ۲۹۶
حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب' قوم کا عناد و انکار' پھر قوم کی ہلاکت اور تعذیب ۲۹۷
اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کو آسان فرما دینا: ۲۹۸
قرآن کا اعجاز اور لوگوں کا تغافل ۲۹۸
قرآن کریم کی برکات: ۲۹۹
قرآن کو بھول جانے کا وبال: ۲۹۹
قوم عاد کی تکذیب اور ہلاکت اور تعذیب ۳۰۰
قوم ثمود کی تکذیب اور ہلاکت و تعذیب ۳۰۱
حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا' اور قوم کا کفر پر اصرار کرنا' معاصی پر جمار ہنا اور آخر میں ہلاک ہونا ۳۰۲
آل فرعون کی تکذیب اور ہلاکت و تعذیب ۳۰۴
اہل مکہ سے خطاب تم بہتر ہو یا ہلاک شدہ قومیں بہتر تھیں: ۳۰۴
غزوہ بدر میں اہل مکہ کی شکست اور بڑا بول بولنے کی سزا: ۳۰۵
یوم قیامت کی سخت مصیبت اور مجرمین کی بدحالی: ۳۰۶
ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے: ۳۰۶
پلک جھپکنے کے برابر: ۳۰۶
بندوں نے جو اعمال کیے ہیں صحیفوں میں محفوظ ہیں: ۳۰۷
متقیوں کا انعام و اکرام: ۳۰۷

سورۂ الرحمٰن

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی' انسان کو بیان سکھایا' چاند و سورج' آسمان و زمین اسی کی مخلوق ہیں' اس نے انصاف کا حکم دیا غذائیں پیدا فرمائیں' تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۳۰۸
فضائل قرآن: ۳۰۸
بیان کرنے کی نعمت ۳۰۹
چاند و سورج ایک حساب سے چلتے ہیں: ۳۰۹
نجم اور شجرہ سجدہ کرتے ہیں: ۳۰۹
آسمان کی رفعت اور بلندی: ۳۱۰
انصاف کے ساتھ وزن کرنے کا حکم: ۳۱۰
اللہ تعالیٰ نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے اور جنات کو خالص آگ ۳۱۱
اللہ تعالیٰ مشرقین اور مغربین کا رب ہے' میٹھے اور نمکین دریا اسی نے جاری فرمائے ان سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں' اسی کے حکم سے کشتیاں ۳۱۲
زمین پر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے: ۳۱۳
قیامت کے دن کفار انس و جان کی پریشانی' مجرمین کی خاص نشانی' پیشانی اور اقدام پکڑ کر دوزخ میں ڈالا جانا ۳۱۵
اہل تقویٰ کی دو جنتیں اور اس کی صفات ۳۱۷
متقی حضرات کے بستر: ۳۱۸
دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے: ۳۱۸
اہل جنت کی بیویاں: ۳۱۸
احسان کا بدلہ احسان: ۳۱۹
دوسرے درجہ کی جنتوں اور نعمتوں کا تذکرہ ۳۲۰
لفظ مُدْهَآمَّتٰن کی تحقیق: ۳۲۰
خوب جوش مارنے والے چشمے: ۳۲۰
جنتی بیویوں کا تذکرہ: ۳۲۰
فوائد ضروریہ متعلقہ سورۃ الرحمٰن ۳۲۱

سورۂ واقعہ

قیامت پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہے ۳۲۴
قیامت کے دن حاضر ہونے والوں کی تین قسمیں ۳۲۶

Marfat.com

سابقین اولین کون سے حضرات ہیں؟ ۳۲۶
سابقین اولین کے لیے سب سے بڑا انعام: ۳۲۷
سابقین اولین کی مزید نعمتیں: ۳۲۷
ناگوار کلمات نہ سنیں گے: ۳۲۸
اصحاب الیمین کی نعمتیں: ۳۲۸
بوڑھی مومنات جنت میں جوان بنادی جائیں گی: ۳۲۹
ایک بوڑھی صحابیہ عورت کا قصہ: ۳۲۹
اصحاب الشمال کا عذاب ۳۳۰
دنیا میں کافروں کی مستی اور عیش پرستی: ۳۳۰
بنی آدم کی تخلیق کیسے ہوئی؟ دنیا میں ان کے جینے اور بسنے کے اسباب کا تذکرہ ۳۳۲
کھیتی اگانے کی نعمت: ۳۳۳
بارش برسانے کی نعمت: ۳۳۳
آگ بھی نعمت ہے: ۳۳۳
مَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ کا معنی: ۳۳۴
بلاشبہ قرآن کریم ہے رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ۳۳۴
وتجعلون رزقکم انکم تکذبون ۳۳۵
قرآن مجید کو پڑھنے اور چھونے کے احکام: ۳۳۶
اگر تمہیں جزا ملنی نہیں ہے تو موت کے وقت روح کو کیوں واپس نہیں لوٹا دیتے ۳۳۷
مقربین اور صالحین کا انعام: ۳۳۸
مکذبین اور ضالین کا عذاب: ۳۳۸

سورۃ الحدید

اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے' آسمانوں میں اسی کی سلطنت ہے وہ سب کے اعمال سے باخبر ہے ۳۴۰
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو ۳۴۱
فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور بعد والے برابر نہیں ۳۴۲
کون ہے جو اللہ کو قرض دے: ۳۴۲
قیامت کے دن مؤمنین مؤمنات کو نور دیا جائے گا منافقین کچھ دور ان کے ساتھ چل کر اندھیرے میں رہ جائیں گے ۳۴۴
اعمال صالحہ سراپا نور ہیں: ۳۴۵
کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب خشوع والے بن جائیں ۳۴۶
ایک تاریخی واقعہ: ۳۴۶
اہل کتاب کی طرح نہ ہو جاؤ جن کے دلوں میں قساوت تھی: ۳۴۷
صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اجر کریم کا وعدہ اور شہداء کی فضیلت ۳۴۸
صدیقین کون ہیں؟ ۳۴۸
شہداء سے کون حضرات مراد ہیں؟ ۳۵۰
دنیاوی زندگی لہو ولعب ہے' اور آخرت میں عذاب شدید اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی ہے ۳۵۱
اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت کرنے کا حکم: ۳۵۲
جنت ایمان والوں کے لیے تیار کی گئی ہے: ۳۵۲
جو بھی کوئی مصیبت پیش آتی ہے اس کا وجود میں آنا پہلے سے ۳۵۳
جو کچھ فوت ہو گیا اس پر رنج نہ کرو: ۳۵۳
جو کچھ مل گیا اس پر اتراؤ مت: ۳۵۴
متکبر اور بخیل کی مذمت: ۳۵۴
اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو واضح احکام دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں' اور لوگوں کو انصاف کا حکم دیا ۳۵۵
لوہے میں ہیبت شدیدہ ہے اور منافع کثیرہ ہیں: ۳۵۵
اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا ان کی ذریت میں نبوت جاری رکھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی اور ان کے متبعین میں شفقت اور رحمت رکھ دی ۳۵۶
نصاریٰ کا رہبانیت اختیار کرنا پھر اسے چھوڑ دینا: ۳۵۶
موجودہ نصاریٰ کی بدحالی اور گناہگاری' دنیا کی حرص اور مخلوق خدا پر

Marfat.com

ان کے مظالم: ۳۵۷
یہود ونصاریٰ کا حق سے انحراف اور اسلام کے خلاف متحدہ محاذ ۳۵۸
ایمان لانے والے نصاریٰ سے دوحصہ اجر کا وعدہ' اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل پر کوئی دسترس نہیں رکھتے ۳۶۱

سورۃ المجادلہ

ظہار کی مذمت اور اس کے احکام ومسائل ۳۶۴
آیات ظہار کا شان نزول ۳۶۵
ظہار کی مذمت ۳۶۶
کفارہ ظہار ۳۶۶
مسائل ضروریہ متعلقہ ظہار ۳۶۷
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ۳۶۸
قیامت کے دن سب اٹھائے جائیں گے ۳۶۸
اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہے ہر خفیہ مشورہ کو جانتا ہے ۳۶۸
منافقین کی شرارت' سرگوشی اور یہود کی بیہودہ باتیں ۳۶۹
یہودیوں کی شرارت ۳۷۰
اہل ایمان کو نصیحت کہ یہودیوں کا طریقہ کار استعمال نہ کریں ۳۷۰
مجلس کے بعض آداب اور علماء کی فضیلت ۳۷۱
دوسری نصیحت ۳۷۲
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے صدقہ کا حکم اور اس کی منسوخی ۳۷۳
منافقین کا بدترین طریق کار' جھوٹی قسمیں کھانا' اور یہودیوں کو خبریں پہنچانا ۳۷۴
مخالفین پر شیطان کا غلبہ' آخرت میں خسارہ اور رسوائی: ۳۷۵
ایمان والے اللہ تعالیٰ کے دشمن سے دوستی نہیں رکھتے اگرچہ اپنے خاندان والا ہی کیوں نہ ہو ۳۷۶
غزوۂ بدر میں حضرات صحابہ نے ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کافر رشتہ داروں کو قتل کردیا ۳۷۷
اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے: ۳۷۷

سورۃ الحشر

یہودیوں کی مصیبت اور ذلت اور مدینہ منورہ سے جلاوطنی ۳۷۸
قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا سبب ۳۷۹
یہودیوں کے متروکہ درختوں کو کاٹ دینا یا باقی رکھنا دونوں کام اللہ کے حکم سے ہوئے ۳۸۱
اموال فئی کے مستحقین کا بیان ۳۸۱
رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے ۳۸۳
منکرین حدیث کی تردید: ۳۸۳
حضرات مہاجرین کرام کی فضیلت اور اموال فئی میں ان کا ۳۸۴
حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے اوصاف جمیلہ ۳۸۵
حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی باہمی محبت: ۳۸۵
جو بخل سے بچ گیا وہ کامیاب ہے: ۳۸۶
مہاجرین وانصار کے بعد آنے والے مسلمانوں کا بھی اموال فئی میں استحقاق ہے ۳۸۷
حسد' بغض' کینہ اور دشمنی کی مذمت ۳۸۸
روافض کی گمراہی: ۳۸۹
یہودیوں سے منافقین کے جھوٹے وعدے ۳۹۰
یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کی بیہودگی اور جلاوطنی کا تذکرہ ۳۹۱
شیطان انسان کو دھوکہ دیتا ہے پھر انجام یہ ہوتا ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے والے بن جاتے ہیں ۳۹۲
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور آخرت کے لئے فکرمند ہونے کا حکم ۳۹۳
زندگی کی قدر کرو: ۳۹۳
ذکر اللہ کے فضائل: ۳۹۳
عہد نبوت کا ایک واقعہ: ۳۹۴
ولاتکونوا کالذین نسوا اللہ: ۳۹۵
اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار برابر نہیں ہیں: ۳۹۵
قرآن مجید کی صفت جلیلہ: ۳۹۵
اللہ تعالیٰ کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں جو اس کی صفات جلیلہ کا ۳۹۶

Marfat.com

سورۃ الممتحنہ

اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے کی ممانعت ۳۹۹
حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ: ۳۹۹
جاسوسی کا شرعی حکم: ۴۰۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ قابل اقتداء ہے اور کافر کے لئے استغفار ممنوع ہے ۴۰۲
ہجرت کرنے کے بعد وطن سابق کے لوگوں سے تعلق رکھنے کی ۴۰۴
مومنات مہاجرات کے بارے میں چند احکام ۴۰۵
بیعت کے الفاظ اور شرائط کا بیان ۴۰۸
اہل کفر سے دوستی نہ کرنے کا دوبارہ تاکیدی حکم ۴۱۰

سورۃ الصّف

جو کام نہیں کرتے ان کے دعوے کیوں کرتے ہو؟ ۴۱۲
ان خطباء کی بدحالی جن کے قول و فعل میں یکسانیت نہیں: ۴۱۳
مجاہدین اسلام کی تعریف و توصیف: ۴۱۴
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا اعلان کہ ہم اللہ کے رسول ۴۱۴
نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے مخالف ہیں ۴۱۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت دینا کہ میرے بعد احمد نامی ایک ۴۱۵
تورات و انجیل میں خاتم الانبیاء کی تشریف آوری کی بشارت: ۴۱۶
لفظ فارقلیط کے بارے میں ضروری وضاحت: ۴۱۶
جھوٹے مدعی نبوت کی گمراہی: ۴۱۷
اللہ کا نور پورا ہو کر رہے گا اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو ۴۱۸
ایسی تجارت کی بشارت جو عذاب الیم سے نجات کا ذریعہ اور جنت ملنے کا وسیلہ ہو جائے ۴۱۹
اللہ کے انصار اور مددگار بن جاؤ ۴۲۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت رکھنے والوں کی تین جماعتیں: ۴۲۰

سورۃ الجمعہ

اللہ تعالیٰ قدوس ہے، عزیز ہے، حکیم ہے اس نے تعلیم و تزکیہ کے لئے
بے پڑھے لوگوں میں اپنا رسول بھیجا ۴۲۲
اہل عجم کی اسلام کی خدمتیں: ۴۲۳
یہودیوں کی ایک مثال اور ان سے خطاب کہ جس موت سے بھاگتے ہو وہ ضرور آ کر رہے گی ۴۲۴
یہود کی بدعملی اور اپنے بارے میں خوش گمانی: ۴۲۵
جمعہ کی اذان ہو جائے تو کاروبار چھوڑ دو اور نماز کے لئے روانہ ۴۲۶
جمعہ کے فضائل: ۴۲۷
ترک جمعہ پر وعید: ۴۲۸
ساعت اجابت: ۴۲۸
سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت: ۴۲۸
جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت: ۴۲۸
نماز جمعہ کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو: ۴۲۹
خطبہ چھوڑ کر تجارتی قافلوں کی طرف متوجہ ہونیوالوں کو تنبیہ ۴۲۹

سورۃ المنافقون

منافقین کی شرارتوں اور حرکتوں کا بیان ۴۳۳
رئیس المنافقین کے بیٹے کا ایمان والا طرز عمل: ۴۳۳
منافقوں کی ظاہری باتیں پسند آتی ہیں: ۴۳۴
منافقین کہتے تھے کہ اہل ایمان پر خرچ نہ کرو وہ مدینہ سے خود ہی چلے جائیں گے: ۴۳۵
اللہ اور رسول اور مومنین ہی کے لئے عزت ہے: ۴۳۵
تمہارے اموال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اللہ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو! ۴۳۶

سورۃ التغابن

آسمان و زمین کی کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہے، تم میں بعض کافر اور بعض مومن ہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ۴۳۹
اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا فرمایا اور تمہاری اچھی صورتیں بنائیں: ۴۳۹
اللہ تعالیٰ ما فی السموٰت و ما فی الارض اور ما فی الصدور کو جانتا ہے: ۴۴۰

Marfat.com

گزشتہ اقوام سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین: ۴۴۰
امم سابقہ کی گمراہی کا سبب: ۴۴۰
منکرین قیامت کا باطل خیال: ۴۴۰
ایمان اور نور کی دعوت: ۴۴۰
قیامت کا دن یوم التغابن ہے: ۴۴۱
اہل ایمان کو بشارت اور کافروں کی شقاوت: ۴۴۱
جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے ۴۴۲
اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری اور توکل اختیار کرنے کا حکم ۴۴۳
بعض ازواج اور اولاد تمہارے دشمن ہیں: ۴۴۳
بیوی بچوں کی محبت میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں: ۴۴۳
معاف اور درگزر کرنے کی تلقین: ۴۴۴
اموال و اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں: ۴۴۴
تقویٰ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم: ۴۴۴
بخل سے پرہیز کرنے والے کامیاب ہیں: ۴۴۵
اللہ کو قرض حسن دیدو وہ بڑھا چڑھا کر دے گا اور مغفرت فرما ۴۴۵

سورۃ الطلاق

طلاق اور عدت کے مسائل، حدود اللہ کی نگہداشت کا حکم ۴۴۶
عدت کو اچھی طرح شمار کرو: ۴۴۷
مطلقہ عورتوں کو گھر سے نہ نکالو: ۴۴۸
طلاق رجعی کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو مطلقہ کو روک لو یا
خوبصورتی کے ساتھ اچھے طریقے پر چھوڑ دو ۴۴۸
تقویٰ اور توکل کے فوائد: ۴۴۹
اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا انداز مقرر فرمایا ہے: ۴۵۰
عدت سے متعلق چند احکام کا بیان، حاملہ، حائضہ، آئسہ کی عدت ۴۵۱
مطلقہ عورتوں کے اخراجات کے مسائل ۴۵۲
مطلقہ عورتوں کو رہنے کی جگہ دینے کا حکم: ۴۵۳
ہر صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے: ۴۵۴
اللہ تنگی کے بعد آسانی فرمادے گا: ۴۵۴
گزشتہ ہلاک شدہ بستیوں کے احوال سے عبرت حاصل کرنے ۴۵۵
قرآن کریم ایک بڑی نصیحت ہے: ۴۵۵
اہل ایمان کا انعام: ۴۵۵
اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور انہیں کی طرح زمینیں پیدا ۴۵۶

سورۃ التحریم

حلال کو حرام قرار دینے کی ممانعت ۴۵۷
قسم کھانے کے بعد کیا طریقہ اختیار کیا جائے: ۴۵۸
رسول اللہ ﷺ کا ایک خصوصی واقعہ جو بعض بیویوں کے ساتھ ۴۵۸
رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج سے خطاب ۴۵۹
رسول اللہ ﷺ کے ایلاء فرمانے کا ذکر: ۴۶۰
اپنی جانوں کو اور اہل و عیال کو دوزخ سے بچانے کا اور سچی توبہ ۴۶۱
قیامت کے دن اہل ایمان کا نور: ۴۶۲
کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم: ۴۶۳
حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی بیویاں کافر تھیں اور فرعون کی بیوی اور
حضرت مریم مومنات میں سے تھیں ۴۶۳

سورۃ الملک

اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے سارا ملک اسی کے
قبضہ قدرت میں ہے اسی نے موت و حیات کو پیدا فرمایا تا کہ ۴۶۶
کافروں کا دوزخ میں داخلہ، دوزخ کا غیظ و غضب، اہل دوزخ سے
سوال و جواب اور ان کا اقرار کہ ہم گمراہ تھے ۴۶۸
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے بڑی مغفرت ہے اور اجر ۴۶۹
کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا فرمایا: ۴۶۹
اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے مسخر فرما دیا، اسے قدرت ہے کہ
تمہیں زمین میں دھنسا دے یا سخت آندھی بھیج دے، بلندی پر جو
پرندے اڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کا محافظ ہے ۴۷۰
رحمٰن کے سوا تمہارا کون مددگار ہے؟ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو تم کیا
کر سکتے ہو ۴۷۱
جو شخص اوندھا منہ کر کے چل رہا ہو کیا وہ صراط مستقیم پر چلنے والے کے

Marfat.com

برابر ہوسکتا ہے؟ ۴۷۲

اعضاء وجوارح کا شکر کرو: ۴۷۲

اللہ نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف جمع کیے جاؤ ۴۷۲

منکرین کا سوال کہ قیامت کب آئے گی اور ان کا جواب ۴۷۳

اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک فرمادیں تو کون ہے جو کافروں کو عذاب سے بچائے گا ۴۷۳

اگر پانی زمین میں واپس ہو جائے تو اسے واپس لانے والا ۴۷۴

فضیلت ۴۷۴

سورۂ القلم

رسول اللہ ﷺ سے خطاب کہ آپ کے لیے بڑا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور آپ صاحب خلق عظیم ہیں ۴۷۵

آپ کی تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانیے، وہ آپ سے مداہنت کے خواہاں ہیں ۴۷۷

ایک کافر کی دس صفات ذمیمہ: ۴۷۸

ایک باغ کے مالکوں کا عبرت ناک واقعہ ۴۷۹

متقیوں کے لیے نعمت والے باغ ہیں اور مسلمین و مجرمین برابر ۴۸۱

ساق کی تجلی اور منافقوں کی بری حالت ۴۸۱

مکذبین کے لیے استدراج اور ان کی مہلت ۴۸۲

آپ صبر کیجیے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں ۴۸۳

کافر لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنی نظروں سے پھسلا کر گرا ۴۸۴

سورۂ الحاقہ

کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کو جھٹلانے والوں کی ۴۸۵

فرعون کی بغاوت اور ہلاکت: ۴۸۶

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا ذکر: ۴۸۶

قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا، زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے عرش الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے ۴۸۷

اعمال ناموں کی تفصیل اور دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملنے ۴۸۸

بائیں ہاتھ میں اعمالنامے ملنے والوں کی بدحالی: ۴۸۸

کافروں کی ذلت: ۴۸۸

دنیاوی حکومتیں: ۴۸۹

مجرمین غسلین کھائیں گے: ۴۸۹

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے متقیوں کے لیے نصیحت ہے ۴۹۰

سورۂ المعارج

قیامت کے دن کافروں کی بدحالی اور بے سروسامانی، ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا ۴۹۳

ہزار سال اور پچاس ہزار سال میں تطبیق: ۴۹۴

قیامت کے دن ایک دوست دوسرے دوست کو نہ پوچھے گا، رشتہ داروں کو اپنی جان کے بدلہ عذاب میں بھیجنے کو تیار ہوں گے ۴۹۵

انسان کا ایک خاص مزاج، گھبراہٹ اور کنجوسی، نیک بندوں کی صفات اور ان کا اکرام وانعام ۴۹۷

کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے باطل میں لگے رہیں، قیامت میں ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ۵۰۰

سورۂ نوح

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب، نعمتوں کی تذکیر، توحید کی دعوت، قوم کا انحراف اور باغیانہ روش ۵۰۳

قوم کا کفر وشرک پر اصرار، حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا وہ لوگ طوفان میں غرق ہوئے اور دوزخ میں داخل کر دیئے گئے ۵۰۵

سورۂ الجن

رسول اللہ ﷺ سے جنات کا قرآن سننا اور اپنی قوم کو ایمان کی ۵۰۸

توحید کی دعوت، کفر سے بیزاری، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، نافرمانوں کے لیے دائمی عذاب ہے ۵۱۲

سورۂ مزمل

رات کے اوقات میں قیام کرنے اور قرآن کریم ترتیل سے پڑھنے کا حکم، سب سے کٹ کر اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنے کا فرمان ۵۱۴

رسول اللہ ﷺ کو صبر فرمانے کا حکم، دوزخ کے عذاب کا تذکرہ، وقوع

Marfat.com

قیامت کے وقت زمین اور پہاڑوں کا حال ۵۱۷
فرعون نے رسول کی نافرمانی کی' اسے سختی کے ساتھ پکڑ لیا گیا' قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا' قرآن ایک نصیحت ہے' جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے ۵۱۸
قیام لیل کے بارے میں تخفیف کا اعلان' اقامۃ الصلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا حکم ۵۱۹

سورۃ المدثر

رسول اللہ ﷺ کو دینی دعوت کے لیے کھڑے ہو جانے کا حکم' اور بعض دیگر نصائح کا تذکرہ ۵۲۱
مکہ معظمہ کے بعض معاندین کی حرکتوں کا تذکرہ اور اس کے لیے عذاب کی وعید' عذاب دوزخ کیا ہے؟ ۵۲۳
دوزخ کے کارکن صرف فرشتے ہیں ان کی معینہ تعداد کافروں کے لیے فتنہ ہے' رب تعالیٰ شانہ کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ۵۲۵
دوزخیوں سے سوال کہ تمہیں دوزخ میں کس نے پہنچایا؟ پھر ان کا جواب' ان کو کسی کی شفاعت کام نہ دے گی' یہ لوگ نصیحت سے ایسے اعراض کرتے ہیں جیسے گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں ۵۲۷

سورۃ القیامہ

انسان قیامت کا انکار کرتا ہے تاکہ فسق و فجور میں لگا رہے' اسے اپنے اعمال کی خبر ہے اگرچہ بہانہ بازی کرے' قیامت کے دن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی ۵۳۰
رسول اللہ ﷺ سے مشفقانہ خطاب' آپ فرشتہ سے قرآن کو خوب اچھی طرح سن لیں پھر دہرائیں' ہم آپ سے قرآن پڑھوائیں گے اور بیان کروائیں گے ۵۳۲
قیامت کے دن کچھ چہرے تروتازہ اور کچھ بدرونق ہوں گے' موت کے وقت انسان کی پریشانی ۵۳۳
انسان کی تکذیب کا حال اور اکڑفوں' کیا اسے پتہ نہیں کہ نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے' جس نے یہ تخلیق ہے کیا اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ [illegible] ۵۳۴

سورۃ الدھر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا اور اسے دیکھنے والا سننے والا بنایا اسے صحیح راستہ بتایا' انسانوں میں شاکر بھی ہیں کافر بھی ہیں ۵۳۷
کافروں کے عذاب اور اہل ایمان کے ماکولات' مشروبات اور ملبوسات کا تذکرہ ۵۳۹
حضرت رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہ آپ صبح شام اللہ تعالیٰ ذکر کیجئے اور رات کو نماز پڑھیے اور دیر تک تسبیح میں مشغول رہیے' فاسق یا فاجر کی بات نہ مانیے ۵۴۳

سورۃ المرسلات

قیامت ضرور واقع ہوگی' رسولوں کو وقت معین پر جمع کیا جائے گا' فیصلہ کے دن کیلئے مہلت دی گئی ہے ۵۴۶
پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو' اللہ کی نعمتوں کی قدردانی کرو' جھٹلانے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے ۵۴۷
منکرین سے خطاب ہوگا کہ ایسے سائبان کی طرف چلو جو گرمی سے نہیں بچاتا وہ بڑے بڑے انگارے پھینکتا ہے' انہیں اس دن معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی ۵۴۸
متقیوں کے سایوں' چشموں اور میووں کا تذکرہ ۵۴۹

تیسواں پارہ

Marfat.com

ایاتہا ۷۶ ۳۹ سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۵۹ رکوعاتہا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۷۶ آیات اور ۸ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ
مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۲ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا
نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ
سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۴ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى
النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ
الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝۵ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۶

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو غلبہ والا ہے حکمت والا ہے۔ بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی سو آپ اللہ کی عبادت کیجیے اس طرح سے کہ اسی کے لیے دین خالص ہو، خبردار اللہ ہی کے لیے دین خالص ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ شرکاء بنالیے وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا زیادہ مقرب بنا دیں۔ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں بلاشبہ اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو کافر ہو، اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے تو جسے چاہتا اپنی مخلوق میں سے منتخب فرمالیتا وہ پاک ہے وہ اللہ ہے، تنہا ہے، زبردست ہے اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرمایا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک جاری ہے، خبردار وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنائے، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا فرماتا ہے ایک پیدائش دوسری پیدائش کے بعد ہوتی ہے تین اندھیروں میں۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے اسی کے لیے ملک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں پھرے جارہے ہو۔

اللہ واحد ہے قہار ہے عزیز ہے غفار ہے، اس نے چاند سورج کو مسخر فرمایا، انسان کو تین اندھیروں میں پیدا فرمایا

یہاں سے سورۂ زمر شروع ہو رہی ہے اوپر سات آیات کا ترجمہ کیا گیا ہے ان آیات میں انزال قرآن اور اثبات توحید اور شرک کی

Marfat.com

تردید فرمائی ہے اور اللہ جل شانہٗ کی شان خالقیت کا بیان فرمایا ہے۔

اول تو یہ فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو عزیز یعنی عزت والا اور غلبہ والا ہے اور حکیم یعنی حکمت والا ہے پھر غیبوبت سے تکلم کی طرف التفات فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہاری طرف کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے لہٰذا آپ اپنے دین کو یعنی اعتقاد کو اللہ ہی کے لیے خالص رکھتے ہوئے اللہ ہی کی عبادت کیجیے اس میں بظاہر آپ ﷺ کو خطاب ہے اور اسی کے ذیل میں دوسرے بندوں سے بھی خطاب ہو گیا جب آپ پر لازم ہے کہ توحید پر جمے رہیں تو دوسروں پر توحید اختیار کرنا کیونکر فرض نہ ہوگا، پھر خطاب عام فرمایا ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ خبردار دین خالص اللہ ہی کے لیے (یعنی سب بندوں پر فرض ہے کہ موحد بنے رہیں۔)

اس کے بعد مشرکین کی ایک بڑی گمراہی اور ان کے جھوٹے دعوے کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ جن لوگوں نے اللہ کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں۔ یعنی شرکاء تجویز کر رکھے ہیں وہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں گے یعنی ہماری عبادات کو اللہ کے حضور میں پیش کر دیں گے یا ہماری حاجت روائی کے لیے سفارش کر دیں گے بات یہ ہے کہ شیطان بڑا چالاک ہے گمراہ کرنے میں ماہر ہے اس سلسلہ کے داؤ پیچ خوب جانتا ہے جب لوگوں کو شرک پر ڈالا اور حضرت انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے داعیوں نے توحید کی طرف بلایا اور شرک کی برائی بیان کی تو مشرکین کی سمجھ میں کچھ بات آنے لگی لہٰذا شیطان نے انہیں یہ پٹی پڑھا دی کہ تمہارا یہ غیر اللہ کی عبادت کرنا توحید کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ توحید ہی کی ایک صورت ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی عبادت کرتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں جب تک کوئی واسطہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات عالی تک تم کہاں پہنچ سکتے ہو اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت کرتے ہو یہ تو وسائط ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری سفارش کر دیں گے لہٰذا یہ بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت ہوئی اور اس کی ذات عالی تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہوا، دیکھو دنیا میں چھوٹے موٹے وزیروں سے کام لینا ہو تو سفارش کی ضرورت پڑتی ہے جب بلا واسطہ مخلوق تک بات نہیں پہنچ سکتی تو خالق تعالیٰ کی ذات عالی تک بلا واسطہ تمہاری پہنچ کیسے ہو سکتی ہے شیطان کی یہ بات مشرکین کے دلوں میں اتر گئی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ شرک کو چھوڑ و اللہ کی عبادت کرو تو وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیں گے جو قومیں فرشتوں کو جنات کو بتوں کو پوجتی ہیں اور ان کے علاوہ جو قبر پرست ہیں، یہی بات کہتے ہیں کہ ہم جو ان کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کی نیازیں مانتے ہیں یہ کوئی توحید کے خلاف نہیں یہ قبر والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کر کے ہمیں بخشوا دیں گے انہیں شرک بھاتا ہے جو دوزخ میں لے جانے والا ہے اور توحید کی بات بری لگتی ہے ﴿اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ (لوگ جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا) دلائل کے ذریعہ دنیا میں بھی حق اور باطل کا فیصلہ فرما دیا ہے قیامت کے روز عملی طور پر فیصلہ فرما دے گا کہ اہل حق کو جنت میں اور کفر و شرک والوں کو دوزخ میں بھیج دے گا۔

پھر فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ (بلاشبہ اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو اور کافر ہو) ہدایت کی دو صورتیں ہیں ایک ہدایت کا راستہ بتا دینا وہ تو سبھی کے لیے ہے اور ایک حق قبول کرنے کی حد تک پہنچا دینا یہ ہدایت ان لوگوں کو نہیں ہوتی جن میں عناد ہو اقوال کفریہ اور عقائد کفریہ پر اصرار ہو اور حق کی طلب نہ ہو یہاں وہی ہدایت مراد ہے جسے علمی زبان میں ایصال الی المطلوب سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے بعد ان لوگوں کی تردید فرمائی جو اللہ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ (اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو منتخب فرما لیتا) لیکن اولاد ہونا اس کے لیے عیب ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے لیے کوئی اولاد ہو وہ بالکل ہی یکتا ہے اور قہار ہے یعنی غلبہ والا ہے اسے کسی کی ضرورت اور حاجت نہیں ہے عموماً مخلوق اس لیے اولاد کی آرزو کرتی ہے کہ آڑے وقت میں اور بڑھاپے میں کام آئے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کی ذات و صفات میں کوئی تغیر و تبدل نہیں، نہ اس میں کبھی ضعف آئے گا اسے نہ کسی کی مدد کی ضرورت ہے نہ کبھی ضرورت ہوگی، کوئی اس

Marfat.com

کے مماثل اور مجانس نہیں ہے غیر جنس اولاد ہونا یوں بھی نامعقول بات ہے وہ واحد ہے وحدہٗ لاشریک ہے اس کے لیے اولاد نہیں ہوسکتی۔

پھر لیل ونہار اور شمس وقمر کا تذکرہ فرمایا اس میں بھی شان خالقیت کا مظاہرہ ہے ارشاد فرمایا کہ اس نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا وہ دن کو رات پر اور رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے یعنی دن کی روشنی کو رات چھپا دیتی ہے اور رات کے اندھیرے کو دن چھپا دیتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرما دیا یعنی کام میں لگا دیا ان دونوں کو جس کام میں لگایا ہے اس میں لگے ہوئے ہیں ان کا کام بھی مقرر ہے اور ان کی اجل بھی مقرر ہے مقررہ اجل تک چل رہے ہیں اور چلتے رہیں گے پھر جب خالق جل مجدہٗ کا حکم ہوگا تو بے نور کر دیئے جائیں گے اللہ تعالیٰ عزیز ہے غلبہ والا ہے اس کی مشیت اور ارادہ اور تکوین کے خلاف کوئی نہیں چل سکتا وہ غفار بھی ہے جو لوگ منکر ہیں اگر وہ انکار سے توبہ کرلیں اور مومن ہو جائیں تو انہیں بخش دے گا کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ اتنے لوگوں کو اور اتنے گناہوں کو کیسے بخش دے گا جو شخص ایسا سوال اٹھائے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی صفت الغفار بیان فرما دی کہ وہ بڑا غفار ہے بڑا بخشنے والا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا ﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ (اللہ نے تمہیں ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا) ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (پھر اسی جان سے ان کا جوڑا بنا دیا) یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی انسیت کے لیے حضرت حواء کو پیدا فرمایا ان کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے فرما دی اور دونوں کی نسل دنیا میں پھیلا دی جو کروڑوں کی تعداد میں موجود ہے۔

﴿وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ﴾ (اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ قسمیں پیدا فرما دی ہیں) آٹھ قسموں سے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کے جوڑے نر اور مادہ مراد ہیں جیسا کہ سورۃ الانعام میں آٹھوں قسموں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ﴾ (وہ ماؤں کے پیٹ میں تمہاری ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش فرماتا ہے) یعنی نطفہ کو علقہ یعنی جما ہوا خون لوتھڑے کی شکل میں بنا دیتا ہے پھر اسے مضغہ یعنی بوٹی بنا دیتا ہے پھر اس کو ہڈیاں بنا دیتا ہے پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتا ہے۔

﴿فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ (یہ ساری تخلیق تین اندھیروں میں ہوتی ہے) ایک اندھیری ماں کے پیٹ کی دوسری رحم کی تیسری اس جھلی کی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور علم کامل پر دلالت کرتا ہے ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ (یہ ہے اللہ تمہارا رب) ﴿لَهُ الْمُلْكُ﴾ (اسی کی سلطنت ہے) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں) ﴿فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ (سو تم کہاں پھرے جا رہے ہو) حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف رخ کیے ہوئے ہو خالق کائنات جل مجدہٗ کی توحید سے منہ موڑ کر شرک میں مبتلا ہو رہے ہو جس نے تمہیں تین تاریک کوٹھڑیوں میں پیدا فرمایا اس کی توحید سے منہ موڑ کر غیروں کو لائق عبادت سمجھنا کیا یہ تمہاری حماقت نہیں ہے؟

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اگر تم کفر کرو سو بلاشبہ اللہ تم سے بے نیاز ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سو وہ تمہیں تمہارے سب اعمال جتا دے گا بلاشبہ وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے کفر سے راضی نہیں، شکر اسے محبوب ہے

گزشتہ آیات میں توحید کی دعوت تھی اور شرک اور کفر اختیار کرنے والوں کی حماقت اور ضلالت بیان فرمائی تھی اگر کسی کو یہ وہم اور

Marfat.com

وسوسہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے موحد ہونے کی یا اس کی عبادت کرنے کی ضرورت ہے تو اس وہم اور وسوسہ کو دور فرما دیا کہ اگر تم کفر اختیار کرو اور اسی پر جمے رہو تو اللہ تعالیٰ کے کمالات میں کوئی کمی نہیں آئے گی وہ تم سے بے نیاز ہے تمہارا حاجت مند نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی ہے اگر کوئی شخص کافر ہوگا تو وہ اس کے کفر کی سزا دے گا اور اگر تم شکر کرو گے اس پر ایمان لاؤ گے اس کی توحید کے قائل ہوگے اور دل سے مانو گے تو وہ اس کی قدر دانی فرمائے گا جس پر انعامات دے گا کفر میں تمہارا ہی نقصان ہے اور ایمان لانے میں تمہارا ہی نفع ہے۔

اور یہ جو تم کفر اختیار کرتے ہوئے اپنے سرداروں کے بہکاوے میں آتے ہو اس بارے میں یہ نہ سمجھ لینا کہ ہمارے کفر کا وبال ان ہی لوگوں پر پڑے گا اور ہمارا مواخذہ نہ ہوگا اس بات کو واضح کرنے کے لیے فرمایا ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ ہر شخص کو اپنے کفر کی سزا دائمی عذاب کی صورت میں بھگتنی ہوگی۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ تمہارے اعمال سے آگاہ فرما دے گا کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میرے اعمال کی پیشی نہ ہوگی یا یہ کہ میرے اعمال وجود میں آکر معدوم ہو جائیں گے تو کیونکر پیش ہوں گے بات یہ ہے کہ جس نے پیدا فرمایا ہے جان دی ہے اسے تمہارے سب کاموں کا علم ہے اور نہ صرف ظاہری اعمال کا علم ہے بلکہ دلوں کی باتوں تک کا اسے علم ہے وہ تمہیں بتا دے گا اور جتا دے گا کہ تم نے یہ یہ اعمال کیے ہیں لہٰذا وہاں کی پیشی کے لیے تیار ہو ایمان لاؤ اور اعمال صالحہ اختیار کرو۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨ ع

اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو کر، پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس بات کو بھول جاتا ہے جس کے لیے پہلے پکار رہا تھا اور اللہ کے لیے شریک تجویز کرنے لگتا ہے تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کرے، آپ فرما دیجیے کہ تو اپنے کفر کے ذریعہ تھوڑا سا نفع حاصل کرلے بلاشبہ تو دوزخ والوں میں سے ہے، کیا وہ شخص جو رات کے اوقات میں عبادت میں لگا ہوا ہوتا ہے حالت سجدہ میں اور حالت قیام میں آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے، آپ فرما دیجیے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جاننے والے ہیں اور جو جاننے والے نہیں ہیں۔ عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اپنے رب کو توجہ کے ساتھ پکارتا ہے اور نعمت کے زمانے میں دعاؤں کو بھول جاتا ہے

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں انسان کا مزاج بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچ جائے تو اپنے رب کی طرف رجوع کر کے پکارنا شروع کر دیتا ہے دعا پر دعا کرتا چلا جاتا ہے جو دوسرے معبود بنائے ہوئے رہتا ہے ان سب کو یکسر بھول جاتا ہے اور خالص اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو اس حاجت و ضرورت کو بھول جاتا ہے جس کے لیے پہلے اللہ سے دعا مانگی تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک تجویز کرنے لگتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ

Marfat.com

سے ہٹا تا ہے سورۃ العنکبوت میں فرمایا ﴿فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ وَلِیَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾ (سو جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ ان نعمتوں کی ناقدری کریں جو ہم نے انہیں دی اور تا کہ نفع حاصل کرلیں، سو عنقریب جان لیں گے۔)

ارشاد فرمایا ﴿قُلْ تَمَتَّعْ بِکُفْرِکَ قَلِیْلًا﴾ (آپ فرما دیجیے کہ تو اپنے کفر کے ذریعہ تھوڑا سا نفع حاصل کرلے) ﴿اِنَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ (بے شک تو دوزخ والوں میں سے ہے) اس میں ان لوگوں کو تنبیہ فرمادی جو کفر کو اس لیے نہیں چھوڑتے کہ اس سے دنیا کے قلیل اور کثیر فوائد اور منافع وابستہ ہوتے ہیں کوئی اقتدار کی کرسی کی وجہ سے اور کوئی جائیداد باقی رکھنے کے لیے اور کوئی اعزہ و اقرباء کے تعلقات کے پیش نظر کفر پر جما ہوا ہے، یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دنیا کا تھوڑا سا نفع ہے دوزخ کے دائمی عذاب کے سامنے ان چیزوں کی کچھ بھی حیثیت نہیں، دوزخ کی آگ بہت بڑا عذاب ہے اگر کسی سے یوں کہا جائے کہ دنیا والی آگ کو پانچ منٹ ہاتھ میں لے لو اور اس کے عوض بادشاہ یا وزیر یا بہت بڑے جاگیردار بن جاؤ تو اسے کبھی گوارا نہیں کرسکتا عجیب بات ہے کہ دوزخ کے دائمی عذاب کے لیے تیار ہیں اور حقیر دنیا کا نقصان گوارا نہیں جو تھوڑا ہے اور تھوڑی مدت کے لیے ہے اگرچہ دیکھنے میں بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

صالحین کی صفات

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس طرح رات گزارتا ہو کہ اللہ کی عبادت میں لگا ہوا ہے کبھی سجدہ میں کبھی کھڑا ہوا ہے جو آخرت کے مواخذہ سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے کیا یہ شخص اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو کافر ہو گناہوں میں لگا ہوا ہو۔ (یہ بطور استفہام انکاری ہے) مطلب یہ ہے کہ عبادت گزار شخص جو راتوں رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا ہے جو آخرت سے ڈرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہے یہ شخص اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان کافر بندہ برابر نہیں ہوسکتے، بلکہ مومن صالح اور مسلم فاسق بھی برابر نہیں ہوسکتے جیسا کہ سورۂ ص میں فرمایا ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ﴾ پھر فرمایا ﴿قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (آپ فرما دیجیے کیا جاننے والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟) یعنی برابر نہیں ہوسکتے، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اہل علم ہیں جن کے علم نے انہیں ایمان کی روشنی دکھائی ہے، جس کی وجہ سے انہوں نے ایمان قبول کیا اور عبادت میں لگے اور جو لوگ جاہل ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں جانتے یہ دونوں فریق برابر نہیں ہوسکتے نہ جہل علم کے برابر ہے نہ جاہل عالم کے برابر ہے اور نہ دونوں کا رتبہ برابر ہے جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو اہل علم اصحاب ایمان جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔

﴿اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (جو لوگ عقل والے ہیں وہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) جن لوگوں کو عقل نہیں یا عقل بے جا استعمال کرتے ہیں وہ لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے قرآن سنتے ہیں قرآن کی دعوت اور اس کی تعلیمات پر ایمان نہیں لاتے، بے شمار آدمی ایسے ہیں جو دنیاوی کاموں میں بہت آگے آگے ہیں نئی نئی مصنوعات ایجاد کرتے ہیں انسان کی ترقی کے لیے بہت کچھ سوچتے ہیں طرح طرح کی مشینری مارکیٹ میں لاتے ہیں سائنس اور جغرافیہ کی بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں لیکن کافر، مشرک ہیں اپنے خالق کو نہیں پہچانتے بہت سے لوگ تو خالق تعالیٰ شانہٗ کے وجود ہی کو نہیں مانتے اور جو مانتے ہیں وہ مشرک ہیں اس کے لیے اولاد بھی تجویز کرتے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں یہ عقلمندی بے کار ہے ایسے لوگوں کی عقل پر پتھر پڑے ہوئے ہیں ایسی عقل کا کیا فائدہ جو دوزخ میں لے جائے۔

Marfat.com

نماز تہجد کی فضیلت

آیت کریمہ سے نماز تہجد کی فضیلت معلوم ہوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد افضل ترین نماز وہ ہے جو رات کے درمیانی حصے میں پڑھی جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اشراف (یعنی شرافت والے) وہ لوگ ہیں جو حاملین قرآن ہیں راتوں کو نمازیں پڑھنے والے ہیں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماروں میں اتنا قیام فرمایا کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے کسی نے عرض کیا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں (گناہوں سے وہ لغزش مراد ہیں جن کی خطاء اجتہادی طور پر صادر ہو) آپ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں (رواہ البخاری) یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام کا تقاضا تو یہ ہے کہ اور زیادہ عبادت گزار ہونا چاہیے نہ کہ تھوڑی عبادت پر اکتفا کیا جائے ﴿يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ﴾ سے معلوم ہوا کہ خوف اور امید ساتھ ساتھ ہونا چاہیے یہ مومن کی صفات ہیں سورۃ الانبیاء میں چند حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا﴾ (یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید وبیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے) اور سورۃ الم سجدہ میں فرمایا ﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ (ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں) ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ میں بھی لگے، اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے، امید بھی رکھے، ڈرتا بھی رہے۔ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور عباد صالحین کا طریقہ ہے عمل نہ کرنا اور خالی امید رکھنا یہ ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک جوان شخص کے پاس تشریف لے گئے، یہ ان کی موت کا وقت تھا آپ نے فرمایا کہ تم اپنے کو کس حال میں پاتے ہو، عرض کیا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں پر مواخذہ ہونے سے ڈرتا ہوں آنحضرت ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا اس جیسے موقعہ میں (یعنی موت کے وقت) جس کسی بندہ کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں گی اللہ اس کی امید کے مطابق ضرور اسے (انعام) عطا فرمائے گا اور وہ جس چیز سے ڈر رہا ہے اس سے امن وامان میں رکھے گا۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ
وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا
لَّهُ الدِّيْنَ ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ
الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑮
لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ
فَاتَّقُوْنِ ⑯ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ

۱۲۲۲۷۵

Marfat.com

عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ
أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿١٨﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ
اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا
يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿٢٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ
يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾

آپ فرما دیجیے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو، یہی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کیے اچھا بدلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے، صبر کرنے والوں کو انکا پورا اجر بغیر احساب کے دیا جائے گا، آپ فرما دیجیے کہ بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا کہ اس طرح اللہ کی عبادت کروں اسی کے لیے خالص ہو، اور مجھے حکم ہوا کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، آپ فرما دیجیے کہ بیشک میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، اس طرح سے کہ میری عبادت اسی کے لیے خالص ہے سو اسے چھوڑ کر تم جس کی چاہو عبادت کرو، آپ فرما دیجیے کہ بلاشبہ نقصان میں پڑنے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں سے اور اپنے اہل وعیال سے خسارہ میں پڑ گئے خبردار یہ صریح خسارہ ہے، ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی شعلے ہوں گے، یہ وہ بات ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو سو تم مجھ سے ڈرو، اور جن لوگوں نے اس بات سے پرہیز کیا کہ شیطان کی عبادت کریں اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لیے خوشخبری ہے۔ سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجیے جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں کا اتباع کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل والے ہیں، سو جس شخص کے بارے میں عذاب کی بات طے ہو چکی ہے کیا آپ اسے چھڑا لیں گے جو دوزخ میں ہے لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرے ان کے لیے بالا خانے بنے ہوئے ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اس کو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیا پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے سو تو اسے دیکھتا ہے پیلے زرد رنگ کی حالت میں پھر وہ اسے چورا چورا بنا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

اللہ سے ڈرنے اور خالص اس کی عبادت کرنے کا حکم

ان آیات میں اللہ جل شانہٗ نے رسول اللہ ﷺ کو متعدد باتوں کا اعلان کرنے کا حکم دیا ہے اول تو یہ فرمایا کہ آپ میرے مومن بندوں سے فرما دیجیے کہ تم اپنے رب سے ڈرو، یہ ڈرنا اعمال صالحہ پر ابھارنے اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہوتا ہے جب کوئی شخص اعمال صالحہ ادا کرتا ہے تو اس کی نیکیاں جمع ہوتی رہتی ہیں، ان نیکیوں پر صبر کرنا اور جمے رہنا مبارک ہے صبر کرنے والوں کا پورا پورا اجر وثواب اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے عطا فرما دے گا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ﴿وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ﴾ (اللہ کی زمین فراخ ہے۔)

اس میں یہ بیان فرمایا کہ جو کوئی ایسی جگہ رہتا ہے جہاں کافر رہتے اور بستے ہیں اور ان کے نرغہ میں رہنے کی وجہ سے دین پر نہیں جم سکتا اور اعمال صالحہ انجام نہیں دے سکتا اور ممنوعات شرعیہ سے نہیں بچ سکتا تو وہاں سے چلا جائے اور کسی ایسی جگہ جا کر آباد ہو جائے جہاں احکام اسلام پر عمل کر سکتا ہو، اور کوئی شخص یہ نہ سوچے کہ میں یہاں سے کہاں جاؤں ہمت اور ارادہ کرے گا اور وطن کی محبت سے

Marfat.com

بالاتر ہوکر اللہ تعالیٰ کی محبت کے پیش نظر نکل کھڑا ہوگا تو انشاء اللہ بہت سی جگہ مل جائے گی، سورۃ النساء میں اسی کو یوں بیان فرمایا ﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً﴾ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش۔)

دوم یہ حکم دیا کہ آپ اعلان فرما دیں کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں خالص اسی کی عبادت میں مشغول رہوں اور مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلا مسلمان ہوں چونکہ یہ امت آخری امت ہے اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں لہٰذا آپ اس کی آخری امت میں سب سے پہلے مسلمان ہیں جیسے دیگر تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہونا لازم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا دین پیش کرنے والے پر بھی ان احکام کی فرمانبرداری لازم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ذات سے متعلق ہیں اس اعلان میں یہ بتا دیا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور فرمانبردار ہوں اور صرف دوسروں ہی کو ایمان کی دعوت نہیں دیتا خود بھی مومن ہوں اور احکام پر عمل پیرا ہوں معلوم ہوا کہ ہر داعی کو اپنی دعوت پر خود بھی عمل پیرا ہونا لازم ہے۔

تیسرا حکم یہ دیا کہ آپ فرما دیجیے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں (انبیاء کرام علیہم السلام گنہگار اور نافرمان نہیں ہوتے تھے بطور فرض یہ اعلان کروا دیا گیا کہ میں خود نافرمانی کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں لہٰذا دیگر افراد کو تو زیادہ خوف زدہ ہونے اور مواخذہ سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

چوتھا حکم یہ دیا کہ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ دیکھو میں تو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں (اور تمہیں بھی اسی کی دعوت دیتا ہوں) تم میری دعوت قبول نہیں کرتے تو تم جانو اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کر لو لیکن اس کا انجام برا ہوگا۔

پانچویں حکم میں فرمایا کہ آپ فرما دیجیے اصل خسارہ والے وہ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے خسارہ میں پڑیں گے یعنی اس کفر وشرک کے وبال میں قیامت کے دن جو ابتلا ہوگا وہ سخت خسارہ کی صورت میں سامنے آئے گا اس دن کا خسارہ معمولی نہ ہوگا اس دن اپنی اس جان کو کوئی نفع نہ پہنچا سکیں گے اور نہ عذاب سے بچا سکیں اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہوگا دوزخ میں داخل ہوں گے فرشتے عذاب دیں گے اور جن لوگوں کو انہوں نے کفر وشرک پر ڈالا یعنی ان کے اہل واولاد اور دوسرے لوگ جو اتباع کرنے والے تھے وہ بھی ان کے نہ رہیں گے وہ ان پر لعنت بھیجیں گے ہر ایک دوسرے سے بھاگے گا اور کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا دنیا میں جو اپنے تھے وہ وہاں اپنے نہ رہیں گے۔ جب دنیا میں کفر وشرک پر ڈال کر اپنی جانوں کا ناس کھو دیا تو اپنی جانوں سے بھی گئے اور ان کی جانوں سے بھی ﴿اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ (خبردار خوب سمجھ لو کہ یہ واضح کھلا ہوا خسارہ ہے۔)

اس کے بعد ان کے عذاب کی کچھ تفصیل بیان فرمائی اور وہ یہ کہ ان کے اوپر آگ کے شعلے ہوں گے اور نیچے بھی، آگ کے ان شعلوں کو ظُلل سے تعبیر فرمایا جو ظلۃ کی جمع ہے ظلۃ سائبان کو کہا جاتا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے سورۂ اعراف میں فرمایا ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ اور سورۂ عنکبوت میں فرمایا ﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾ نیچے بھی آگ ہوگی اور اوپر بھی، اوپر سے بھی جلیں گے اور نیچے سے بھی مشاکلۃ نیچے کے بستر کو ظلل سے تعبیر فرمایا ((قال صاحب الروح وتسميتها ظللا من باب المشاكلة))

﴿ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ﴾ (یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، ﴿يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ (اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو) میری ناراضگی کے کام نہ کرو ((قال صاحب الروح ولا تتعرضوا لما يوجب سخطي))

اس کے بعد ان حضرات کی تعریف فرمائی جو کفر وشرک سے بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ارشاد فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ (اور جن لوگوں نے اس بات سے پرہیز کیا کہ شیطان کی عبادت کریں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لیے خوشخبری ہے) لفظ ﴿الطاغوت﴾ فعلوت کے وزن پر ہے بقول صاحب روح المعانی

Marfat.com

اس کی اصل طغیوت یا طغورت ہے اور جمع طغاویت ہے بہت زیادہ شریر اور حد سے زیادہ نافرمان کے لیے یہ لفظ بولا جاتا ہے اسی لیے اسی کا ترجمہ شیطان کیا گیا ہے شیطان لوگوں کو بہکاتا ہے اور توحید سے دور رکھتا ہے اپنی فرمانبرداری کراتا ہے اور ڈراونی صورتیں بنا بنا کر مشرکین کے سامنے آتا ہے وہ ان صورتوں کے مطابق مورتیاں بناتے ہیں جن کی پوجا کرتے ہیں یہ سب باتیں شیطان کی عبادت میں شامل ہیں جو شیطان سے دور اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور دخول جنت کی خوشخبری ہے۔

اس کے بعد مومن بندوں کی ایک خاص صفت بیان فرمائی ارشاد فرمایا ﴿فَبَشِّرْ عِبٰدِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾ (سو آپ میرے بندوں کو خوشخبری دے دیجیے جو کلام کو یعنی قرآن کو سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں کا اتباع کرتے ہیں) یعنی وہ اعمال اختیار کرتے ہیں جن میں زیادہ سے زیادہ ثواب ہے فرائض اور واجبات پر تو عمل کرتے ہی ہیں دوسرے نیک کاموں میں بھی احسن اور افضل کو اختیار کرتے ہیں۔

((قال صاحب الروح ص ۲۵۲: ج ۲۳ مدح لهم بانهم نقاد في الدين يميزون بين الحسن والاحسن والفاضل والأفضل فإذا اعترضهم امران واجب وندب اختاروا الواجب وكذلك المباح والندب))

(تفسیر روح المعانی والے فرماتے ہیں اس آیت میں مومن بندوں کی تعریف ہے کہ وہ دین میں بالغ نظر ہیں اچھے اور سب سے اچھے کی تمیز کر سکتے ہیں افضل اور افضل ترین میں فرق کرتے ہیں جب انہیں دو امر پیش آئیں ایک واجب ہو اور دوسرا مستحب تو وہ واجب کو اختیار کر لیتے ہیں اسی طرح مباح اور مستحب میں بھی فرق کر لیتے ہیں۔)

مذکورہ بالا حضرات کی تعریف میں دو باتیں اور بیان فرمائیں اولاً فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ﴾ کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ثانیاً یوں فرمایا ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ اور یہ لوگ عقل والے ہیں ان کی عقلیں سلیم ہیں صحیح ہیں آباؤ اجداد کی تقلید میں کفر و شرک پر نہ جمے رہے بلکہ اپنی عقلوں کو کام میں لائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی ہدایت آئی اسے قبول کیا۔

فائدہ: روح المعانی میں آیت کریمہ ﴿وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ کا سبب نزول یہ لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تو عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم ان کے پاس آئے اور سوال کیا کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! اور ساتھ ہی ان لوگوں کو نصیحت کی اس پر انہوں نے بھی ایمان قبول کر لیا اور مسلمان ہو گئے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ﴾ (سو کیا جس شخص کے بارے میں عذاب کی بات طے ہو چکی ہے کیا آپ اسے چھڑا لیں گے جو دوزخ میں ہو) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گمراہی پر جمنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طے ہے کہ انہیں دوزخ میں جانا ہے اور وہ بھی اپنے بارے میں یہ طے کر چکے ہیں کہ ہمیں ایمان قبول کرنا نہیں وہ دوزخ کی وعیدیں سنتے ہیں لیکن پھر بھی کفر پر جمے ہوئے ہیں کیا آپ انہیں دوزخ سے بچا دیں گے یعنی یہ آپ کا کام نہیں ہے لہٰذا جو شخص ہدایت قبول نہ کرے اس کی وجہ سے آپ غمگین نہ ہوں، اس کے بعد اس بشارت کا تذکرہ فرمایا جس کا ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰی﴾ میں وعدہ فرمایا ہے ارشاد ہے ﴿لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ﴾ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بالا خانے بنائے ہوئے ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ﴿وَعْدَ اللّٰهِ﴾ (یہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے) ﴿لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ﴾ (اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا) پس متقی بندے یقین کریں کہ انہیں جو بشارت دی گئی ہے وہ حق ہے صحیح ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے گا جو لوگ حق واضح ہونے کے بعد بھی ایمان قبول نہیں کرتے ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنی دنیا اور دنیاوی منافع سے محبت کرنے کی وجہ سے ایمان سے محروم رہتے ہیں اور جانتے ہوئے کہ ایمان سے محروم رہنے کے باعث جنت سے محروم ہوں گے

Marfat.com

دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے حق کو قبول نہیں کرتے عارضی دنیا کی چہل پہل ہی کو سامنے رکھتے ہیں ایسے لوگوں کو تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ اے مخاطب کیا تو نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اس پانی کو زمین کے سوتوں میں داخل فرما دیا یہ پانی زمین میں جاری رہتا ہے پھر ایک جگہ جمع ہو جاتا ہے پھر چشموں کنوؤں سے نکالا جاتا ہے جس سے کھیتوں کی آبپاشی ہوتی ہے اس کے ذریعہ اللہ زمین سے کھیتیوں کو اگا دیتا ہے ان کھیتیوں کی مختلف قسمیں ہیں، کھیتی بڑھ جاتی ہے، سرسبز ہوتی ہے پکتی ہے پھر خشک ہو جاتی ہے رنگ زرد ہو جاتا ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے کھیتی کا جو حال ہے دنیا کا اٹھان اور فنا اسی طرح سے ہے، ساری دنیا ہی فنا ہو گی قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو جو کچھ اس میں ہے تہس نہس ہو جائے گا۔

لوگ بڑے محلات بناتے ہیں قلعے تعمیر کرتے ہیں بڑی آرائش و زیبائش اختیار کرتے ہیں کھیتیاں بوتے ہیں باغ بھی لگاتے ہیں تجارتیں بھی کرتے ہیں نوٹوں کی گڈیوں سے تجوریاں بھرتے ہیں صدارتوں کے امیدوار رہتے ہیں وزیر بن جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بہت زیادہ کامیاب ہیں لیکن ایک دن موت آہی جاتی ہے سب کچھ دھرا رہ جاتا ہے اور جو کچھ حاصل کیا تھا سب دھوکا کا سامان ہوتا ہے جس کے بارے میں سورۂ آل عمران میں فرمایا ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (یعنی دنیا والی زندگی دھوکہ کے علاوہ کچھ نہیں) یہ سب کچھ دیکھتے ہیں پھر بھی اس کے پیچھے پڑے ہیں اور حبّ دنیا کی وجہ سے اپنی آخرت تباہ کر رہے ہیں یہ بیج قابل تعجب ہے اس سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے اسی میں دل دیئے پڑے ہیں حالانکہ دنیا کے حالات میں سب کے لیے بہت بڑی عبرت اور نصیحت ہے اسی کو فرمایا ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لیے ضرور نصیحت ہے) لوگ اپنی عقلوں کو دنیا کی ترقی کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اپنی آخرت کو قصداً و ارادۃً خراب کرتے ہیں، یہ بے عقلی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ سورۂ الکہف میں فرمایا ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئیں، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے جس کو ہوا اڑائے لیے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ
اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ڰ تَقْشَعِرُّ
مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى
اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْۗءَ
الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ
الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۚ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ

Marfat.com

شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع

• سو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے سو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل ذکر اللہ کی جانب سے سخت ہیں، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعہ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرہ کو برے عذاب سے بچائے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم کمائی کرتے تھے اسے چکھ لو، ان لوگوں سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے جھٹلایا سو ان کے پاس اس طور سے عذاب آیا کہ انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا سو اللہ نے انہیں دنیا والی زندگی میں رسوائی چکھا دی اور البتہ آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوتے، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں، وہ قرآن ہے، عربی ہے جس میں کوئی کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں، اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں آپس میں ضد اضدی ہے اور ایک وہ شخص ہے جو ایک ہی آدمی کے لیے سالم ہے کیا یہ دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہیں؟ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بلاشبہ یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں، پھر یقینی بات ہے کہ قیامت کے دن تم اپنے رب کے پاس پیش ہو کر مدعی اور مدعیٰ علیہ بنو گے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے جس کا سینہ کھول دیا وہ صاحب نور ہے جن کے قلوب اللہ کے ذکر کی جانب سے سخت ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے

گزشتہ آیات میں مومنین کے ثواب کا اور کافروں کے عقاب کا ذکر ہے۔ یہ تو دونوں فریق کا انجام کے اعتبار سے فرق ہے جو آخرت میں سب کے سامنے آجائے گا اب یہاں مومن اور کافر کی قلبی کیفیات کو بیان فرمایا، ارشاد فرمایا کہ ایک وہ شخص ہے جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور اس کے دل میں نور ایمان بھر دیا اور دوسرا وہ شخص ہے جس کا دل تنگ ہے نور ایمان سے خالی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تنگی محسوس کرتا ہے اور ذکر اللہ سے مانوس نہ ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں سختی ہے، بتاؤ وہ شخص جس کا دل ایمان سے معمور ہے اور اسے اسلام کے بارے میں شرح صدر ہے کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل میں کفر ہو جو اللہ کے ذکر کو قبول نہ کرتا ہو اس کے دل کی قساوت اور سختی اسے اللہ تعالیٰ کا نام نہ لینے دے۔ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب آسان ہے، سب جانتے ہیں۔

سورۂ انعام میں فرمایا ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت پر ڈالنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو بے راہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔)

شرح صدر کی دو نشانیاں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی نشانی ہے؟

Marfat.com

آپ نے فرمایا ہاں اس کی نشانی ہے اور وہ یہ کہ دارالغرور (دھوکہ کے گھر یعنی دنیا) سے دور رہے اور دارالخلود (ہمیشگی کے گھر یعنی جنت) کی طرف رجوع ہو، یعنی ایسے اعمال کرتا رہے جو دخول جنت کا ذریعہ بن جائیں اور ایک نشانی یہ ہے کہ موت آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری کرلے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اسلام کے لیے شرح صدر ہو جانے کی یہ نشانی ہے کہ دارالغرور سے بچے اور دارالخلود یعنی آخرت کی طرف متوجہ رہے اور موت کے لیے تیاری کرتا رہے۔

سورۂ زمر کی آیت میں شرح صدر والی بات بیان کرنے کے بعد فرمایا ﴿فَوَیْلٌ لِّلْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (سو جن لوگوں کے دل اللہ کے ذکر کی جانب سے سخت ہیں یعنی اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے اور اس کے لیے نرم نہیں ہوگئے ان کے لیے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے دل میں اسلام کے لیے شرح صدر نہیں ہوتا ان کے دل ایسے سخت ہوتے ہیں کہ اللہ کی یاد میں لگنا اور اللہ کا ذکر کرنا انہیں شاق گزرتا ہے ان کے دلوں کی سختی انہیں اللہ کی یاد میں نہیں لگنے دیتی۔ درحقیقت اللہ کا ذکر بڑی نعمت ہے مبارک بندے ہی اس میں لگتے ہیں اور اس میں لذت محسوس کرتے ہیں اور کثرت ذکر ان کی خصوصی غذا بن جاتی ہے۔

ذکر اللہ کی فضیلت اور اہمیت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ مت بولا کرو کیونکہ ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ بولنا دل کی سختی کا سبب بن جاتا ہے اور بلاشبہ لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی شخص ہے جس کا دل سخت ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دین کی باتیں تو بہت ہیں ان سب پر مجموعی حیثیت سے عمل کرنا مجھے دشوار معلوم ہو رہا ہے (کیونکہ فضیلت والے اعمال اس قدر ہیں کہ مجھ سے ان سب پر عمل نہیں ہوسکتا) لہٰذا آپ مجھے ایسی چیز بتا دیجیے کہ میں اسے پکڑے رہوں آپ نے فرمایا کہ تیری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک اعرابی (دیہات کے رہنے والے) نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ تمام اعمال میں افضل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ تیری زبان اللہ کی یاد سے تر ہو۔ (رواہ الترمذی)

مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ کی تشریح

اس کے بعد قرآن مجید کی فضیلت بیان فرمائی، ارشاد فرمایا کہ اللہ نے سب سے اچھا کلام نازل کیا پھر اس کی ایک صفت ﴿كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا﴾ اور دوسری صفت مَّثَانِیَ بیان فرمائی ﴿مُّتَشَابِهًا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ لفظی اعتبار سے فصیح بلیغ بھی ہے اور معجزہ بھی ہے اور معنوی اعتبار سے اس کے مضامین آپس میں مشابہ ہیں اور آیات آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ سب میں عقائد صحیحہ بیان کیے ہیں توحید و رسالت کے اقرار اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں مَّثَانِیَ کا معنی یہ ہے کہ اس میں احکام و مواعظ اور نصائح بار بار دہرائے گئے ہیں نیز بار بار اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں، لیکن طبیعت ملول نہیں ہوتی اور ہر مرتبہ نئی چیزیں معلوم ہوتی ہے۔

ذاکرین کی صفات

پھر فرمایا ﴿تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ (اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں) اس میں ان حضرات کی صفت خاص بیان فرمائی جو قرآن کو پڑھتے اور سنتے ہیں اور اس کا یہ اثر لیتے ہیں کہ ان کے بدن اور دل

Marfat.com

کانپ اٹھتے ہیں ﴿ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) یہ دونوں صفات ان مومن بندوں کی ہیں جن کے دلوں میں خوف وخشیت ہو اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے سے ڈرتے رہتے ہوں، سورۂ انفال میں فرمایا ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) ﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعہ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے) ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ (اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں) ﴿اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ کیا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرے کے ذریعے برے عذاب سے بچ جائے، اور جنت میں داخل ہو جائے کیا اس شخص کے برابر ہے جو دوزخ میں داخل کر دیا جائے؟ چہرہ کے ذریعہ بچنے کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے اہل عذاب کے چہروں کو آگ پہنچے گی وہ چاہیں گے کہ چہروں کو ڈھال بنالیں اور اپنی جانوں کو عذاب سے بچالیں لیکن ایسا نہ ہو سکے گا بلکہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور ہر ہر حصہ عذاب میں ڈالا جائے گا اور طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہوں گے سورۃ الفرقان میں فرمایا ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (جو لوگ اپنے چہروں کے بل دوزخ کی طرف لے جائے جائیں گے وہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بدترین ہیں اور بہت زیادہ گمراہ ہیں) چہروں کا گھسیٹا جانا بھی ایک عذاب ہے اسی طرح گھسیٹتے ہوئے اسے دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا ﴿وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ (اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ تم جو عمل کیا کرتے تھے ان کا عذاب چکھ لو)

﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (الآیتین) ان دونوں آیتوں میں منکرین کی بدحالی بیان فرمائی کہ وہ یوں نہ سمجھیں کہ عذاب کی وعید یوں ہی ایک تہدید ہے ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ وعیدیں سچی ہیں، جھٹلانے والوں کو عذاب پہنچ کر رہے گا ان سے پہلے بھی لوگوں نے جھٹلایا پھر ان کے پاس عذاب پہنچ گیا اور پہنچا بھی اس طرح کہ انہیں اس کے آجانے کا خیال بھی نہ تھا اللہ نے انہیں دنیا میں بھی رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ہی جو دنیا والے عذاب سے بڑھ کر ہے۔

﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾ (الآیتین) ان دو آیتوں میں قرآن مجید کی صفات بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں اور یہ بھی فرمایا کہ قرآن عربی میں ہے (جسے اولین مخاطبین اہل عرب سمجھتے اور جانتے ہیں اور اس کی فصاحت اور بلاغت سے بھی واقف ہیں) تیسری بات یہ بیان فرمائی کہ قرآن میں ذرا بھی کجی نہیں ہے نہ اس میں لفظی رکاکت ہے نہ فصاحت میں اختلال ہے نہ معنوی طور پر اس میں کوئی تناقض ہے آخر میں فرمایا ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ تا کہ یہ لوگ قرآن کی تکذیب سے باز آئیں اور اللہ جل شانہٗ کے عذاب اور پکڑ سے ڈریں اور اپنی جانوں کو اس سے بچائیں۔

مشرک وموحد کی مثال

اس کے بعد مشرک اور موحد کی ایک مثال بیان فرمائی اور وہ یہ ہے کہ ایک غلام ہے اس میں کئی افراد شریک ہیں اور وہ بدخلق بھی ہیں کھینچا تانی میں ان کی بدخلقی کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے ایک اس غلام کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کہتا یہ میرے ماتحت رہے اور میرا ہی کام کرے اور دوسرا اور تیسرا اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس سلسلہ میں ہر ایک بدخلقی کو اختیار کرتا ہے ساجھیوں کی بدخلقی کی لپیٹ میں یہ غلام حیران رہتا ہے اور ساجھیوں کے ساجھے کی سزا بھگتتا رہتا ہے اور ایک غلام وہ ہے جو ایک ہی شخص کا غلام ہے اسے صرف ایک ہی شخص کی خدمت کرنی ہے ان دونوں غلاموں کی زندگی پر نظر ڈالو ایک کی حیرانی اور پریشانی کو دیکھو اور دوسرے کی سلامتی کو دیکھو اور بتاؤ کیا یہ

Marfat.com

دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی سے سمجھ لو کہ جس طرح یہ برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح سے موحد اور مشرک بھی برابر نہیں ہو سکتے موحد پورا پورا معبود واحد اور معبود حقیقی کا بندہ بنا رہتا ہے اس کی عبادت کرتا ہے اسی کی یاد میں مگن رہتا ہے ہر حاجت اسی سے طلب کرتا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے بہت سے معبود بنا رکھے ہیں اس کی بھی عبادت کرتا ہے اور اس کی بھی عبادت کرتا ہے اس کے سامنے بھی سر جھکاتا ہے اور اس کے سامنے بھی جبین نیاز رگڑتا ہے۔ موحد و مشرک میں اتنا عظیم فرق ہے، شرک اختیار کرنے والے سراپا گمراہ ہیں اور سراپا بیوقوف بھی ہیں۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہدایت نازل فرمائی اور توحید کی دعوت دی اور مشرکوں کی گمراہی اور حماقت سے آگاہ فرمایا۔

﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (بلکہ ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے) حق اور ناحق میں تمیز کرنا ہی نہیں چاہتے۔

((قوله تعالیٰ ''متشاكسون'' قال الراغب في مفرداته الشكس: السيئ الخلق وقوله شركاء متشاكسون اى متشاجرون لشكاسة خلقهم...... اھ قال صاحب الروح والمعنى ضرب الله تعالیٰ مثلاً للمشرك حسبما يقود اليه مذهبه من ادعاء كل من معبوديه عبوديته عبدا يتشارك فيه جماعة متشاجرون لشكاسة اخلاقهم وسوء طبائعهم يتجاذبونه ويتعاورونه في مهماتهم المتباينة في تحيره وتوزع قلبه))

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿متشاكسون﴾ اس کے بارے میں امام راغب اپنی کتاب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں ''الشكس'' کا معنی ہے بدخلق اور اللہ تعالیٰ کے قول ﴿شركاء متشاكسون﴾ یعنی ایسے شرکاء جو اپنی بدخلقی کی وجہ سے آپس میں لڑنے والے ہیں (الی الآخر)''

''تفسیر روح المعانی کے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرک کی مثال بیان فرمائی ہے کہ مشرک کو جب اس کا مذہب اپنے معبودوں میں سے ہر ایک کی عبادت کی دعوت دیتا ہے تو اس کی حیرانی اور بے یقینی کی حالت کی مثال اس غلام کی ہے جس کی ملکیت میں ایک گروہ ایک دوسرے کے ساتھ اپنی بدخلقی کی وجہ سے لڑتا رہتا ہو ہر ایک غلام کو اپنی طرف کھینچتا ہو اور ہر کوئی دوسرے کے کام سے مختلف اپنے کام میں استعمال کرنا چاہتا ہو۔''

آخر میں فرمایا ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بلاشبہ یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔)

مطلب یہ کہ آپ منکرین کے بارے میں غمگین نہ ہوں یہ لوگ دنیا میں آپ کی بات نہیں مانتے قیامت کے دن فیصلہ ہو جائے گا اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں ہوں گے جیسا کہ آئندہ آیات میں بیان فرمایا۔

تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ اہل مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انتظار کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ اس شخص کو موت آجائے تو ہماری جان چھوٹ جائے گی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔ دنیا سے تو سب کو ہی جانا ہے اگر یہ لوگ نہ مرتے تو آپ کی وفات ہو جانے سے ان کی جان چھوٹ جاتی۔

سورۃ الانبیاء میں فرمایا ﴿اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ (اگر آپ کی وفات ہو جائے گی تو کیا یہ ہمیشہ رہیں گے) ان کو بھی مرنا ہے اور پیشی بھی ہونی ہے۔

قیامت کے دن ادعاء اور اختصام

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ (پھر یقینی بات ہے کہ قیامت کے دن تم اپنے رب کے پاس پیش ہو کر مدعی اور مدعٰی علیہ بنو گے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ عرصہ دراز تک ہم اس آیت کو پڑھتے رہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا

Marfat.com

کہ ہم میں جھگڑے کیوں ہوں گے جبکہ ہماری کتاب ایک ہے، قبلہ ایک ہے، حرم ایک ہے نبی (ﷺ) ایک ہے۔ پھر جب ہم میں آپس میں قتل وقتال ہوا تو سمجھ میں آ گیا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (درمنثور، از مستدرک حاکم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب جنگ صفین کے موقعہ پر ہم آپس میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اس وقت ہم نے سمجھا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہے۔ (منثور)

حضرت ابن عمر و حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے اپنے زمانہ میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کو آیت شریفہ کا مصداق قرار دیا، لیکن الفاظ کا عموم ان سب جھگڑوں کو شامل ہے جو قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور بارگاہ خداوندی میں پیش ہوں گے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جو لوگ جھگڑے لے کر اٹھیں گے ان میں سب سے پہلے دو پڑوسی ہوں گے جس کا جو حق مارا گیا ہوگا اپنے حق کے لیے جھگڑا کرے گا۔ رعیت امیر وزیر اور بادشاہ پر دعویٰ کرے گی، مالی حق رکھنے والوں پر اصحاب حقوق دعویٰ کریں گے، مظلوم ظالم سے اپنا حق طلب کرے گا جن کے قرضے تھے وہ قرضے طلب کریں گے جن کی غیبت تھی یا جن پر تہمت دھری تھی وہ بھی مدعی بن کر کھڑے ہو جائیں گے اس مضمون میں تفصیل بہت ہے جاننے والے جانتے بھی ہیں بہر حال اگر وہاں مدعیٰ علیہ ہونے سے بچنا ہے تو کسی بندے کا کوئی حق مار کر نہ جائیں۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۴﴾ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جبکہ وہ اس کے پاس آیا۔ کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے، اور جو شخص سچ کو لے کر آیا اور سچ کی تصدیق کی یہ وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہی ہے جو وہ چاہیں یہ بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا تا کہ اللہ ان کے برے کاموں کا کفارہ کر دے اور انہیں ان اعمال کا اچھے سے اچھا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے۔

جھوٹوں سے بڑھ کر ظالم کون ہے

گزشتہ آیات میں مومنین موحدین اور مشرکین معاندین اور کافرین مکذبین کا ذکر تھا ان آیات میں ہر فریق کا انجام بتایا ہے مومنین کے اجر و ثواب سے اور کافروں کے عذاب سے باخبر کیا ہے، ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ﴾ (سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا، جو اللہ پر جھوٹ باندھے) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتائی انہیں باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مشرکین یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شریک بنا لیے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اولاد تجویز کر لی ہے نیز مشرکین کا یہ مزاج بھی ہے کہ جب کسی برے کام سے روکا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے کما فی سورۃ الاعراف ﴿قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا﴾ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ پر تہمت دھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں۔ یہ سب سے بڑا ظلم ہے جس کی سزا بھی بہت بڑی ہے۔

﴿وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ﴾ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو سچی بات کو یعنی قرآن کو جھٹلائے جبکہ وہ اس کے پاس

Marfat.com

آ گیا۔)

﴿اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ﴾ (کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟) یہ استفہام تقریری ہے یعنی کافروں کا ٹھکانہ دوزخ میں ہے۔

اس کے بعد اہل ایمان کا حال بتایا ﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ﴾ (اور جو شخص سچی بات کو لے کر آیا) اس کا عموم تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور جو حضرات ان کے کام میں لگے حق کے داعی بنے ان سب کو شامل ہے ﴿وَصَدَّقَ بِهٖٓ﴾ (اور جس نے سچی بات کی تصدیق کی) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (یہ لوگ پرہیز کرنے والے ہیں) شرک سے کفر سے گناہوں سے بچتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ''الصدق'' (سچی بات) سے کلمہ ((لا اله الا الله)) اور ﴿الذی جآء﴾ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے آگے ان کی جزا ﴿لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے) ﴿ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (اور یہ بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا۔)

﴿لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (تاکہ اللہ ان کے برے کاموں کا کفارہ کر دے اور انہیں ان اعمال کا اچھے سے اچھا اجر دے جو وہ کیا کرتے تھے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کا انعام جو پہلے ہی سے اس دنیا میں بتا دیا ہے یہ اس لیے ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین رکھتے ہوئے اچھے اچھے کام کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے بموجب ان کے برے اعمال کا کفارہ فرما دے اور ان کے اچھے اعمال کا بدلہ دیدے۔ قال صاحب الروح ای وعدهم الله جمیع مایشآء ونه من زوال المضار وحصول المسار لیكفر عنهم بموجب ذلك الوعد اسوأ الذی عملوا...... الخ

''صاحب روح المعانی نے کہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سے ہر تکلیف کو دور کرنے اور ہر راحت کا حصول جسے وہ چاہتے ہیں سب کچھ کا وعدہ کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کے ذریعہ ان کے برے اعمال کا بدلہ کر دے۔''

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ﴿۳۶﴾ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۴۱﴾

کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے، اور وہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں، جو اللہ کے علاوہ ہیں اور اللہ جسے گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور جسے ہدایت دیدے سو اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ عزت والا بدلہ دینے والا نہیں ہے اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو تو ضرور یوں کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا آپ فرما دیجیے کہ تم ہی

Marfat.com

بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کیا یہ اس کی پہنچائی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر وہ مجھے رحمت سے نوازنے کا ارادہ فرمائے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ کافی ہے مجھے اللہ! اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو، بیشک میں عمل کر رہا ہوں سو تم عنقریب جان لو گے کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا اور اس پر ایسا عذاب نازل ہوتا ہے جو ٹھہر کر رہ جائے، بیشک ہم نے لوگوں کے لیے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی ہے سو جو ہدایت پر آ جائے یہ اس کی اپنی جان کے لیے ہے اور جو شخص گمراہی اختیار کرے سو وہ اپنی جان کو ضرر پہنچانے کے لیے گمراہی کو اختیار کرتا ہے، اور آپ ان پر مسلط بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

بندہ کو اللہ کافی ہے، اللہ کے سوا تکلیف کو کوئی دور نہیں کر سکتا اور اس کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا

جب رسول اللہ ﷺ مشرکین کو توحید کی دعوت دیتے تھے وہ لوگ برا مانتے تھے ایک دن ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ دیکھو ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو ورنہ ہم اپنے معبودوں سے کہیں گے کہ تمہیں ایسا کر دیں کہ تمہارے ہوش وحواس قائم نہ رہیں، اس پر آیت کریمہ ﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ نازل ہوئی۔

اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن لید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ عزیٰ بت کو توڑ دیں جب یہ وہاں پہنچے تو وہاں کے بت خانہ کا جو ذمہ دار بنا ہوا تھا اس نے کہا دیکھو میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں اس بت کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے گی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کی کوئی بات نہ مانی آگے بڑھے اور جو کلہاڑا لے کر گئے تھے وہ اس بت کی ناک پر مار کر تیا پانچا کر دیا اس پر ﴿وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ کا نزول ہوا۔ (ذکرھما فی الدر المنثور عن قتادۃ)

مشرکین خود تو اپنے معبودوں سے ڈرتے ہی ہیں مومن بندوں کو بھی ڈراتے ہیں اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ (کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی ہے جو ہر شر اور ضرر اور آفت و مصیبت سے بچائے گا بت تو بے جان ہے ان سے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی جو انسان اور جن کچھ اختیار رکھتے ہیں وہ بھی کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں۔

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ (اور اللہ جسے گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا ہے؟) ﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِی انْتِقَامٍ﴾ (اور جسے اللہ ہدایت دیدے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ عزت والا بدلہ لینے والا نہیں ہے؟) جو لوگ بت پرست ہیں وہ اپنے معبودوں کے ضرر پہنچانے سے ڈرتے ہیں اللہ کے قادر اور کافی اور عزیز (غالب) ہونے اور انتقام لینے کی قدرت ہونے پر ان کی نظر نہیں، جو باطل نے خود تجویز کر رکھے ہیں اپنی گمراہی سے ان میں نفع و ضرور سمجھتے ہیں اور ان سے خود بھی ڈرتے ہیں اور دوسروں کو بھی ڈراتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیے کہ یہ بتاؤ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اس سوال کا جواب ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے جب وہ جواب دے دیں (زبان حال سے یا قال سے) تو آپ ان سے فرمائیں کہ اب یہ بتاؤ کہ تم نے جو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں کیا انہیں ایسی قدرت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ضرر پہنچانا چاہے تو یہ اسے دور کر دیں یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر رحمت فرمانا چاہے تو یہ اس کی رحمت کو روک دیں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دکھ تکلیف کو اس کے سواء کوئی دور نہیں کر سکتا اور اس کی رحمت کو کوئی نہیں روک سکتا، جب یہ بات ہے تو تمہارے معبودوں سے میں کیوں ڈروں؟ مجھے صرف اللہ کافی ہے صحیح معنی میں توکل کرنے والے صرف اسی پر توکل کرتے ہیں اور میرا بھی اسی پر توکل ہے۔

﴿قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ﴾ (آپ فرما دیجیے کہ تم اپنی جگہ پر عمل کیے جاؤ میں اپنے طور پر عمل کر رہا ہوں۔) تم اپنا

Marfat.com

مشرکانہ طرز عمل نہیں چھوڑتے اور مجھے تو اپنا دین بہرحال چھوڑنا ہی نہیں ہے۔ تم جو مجھے غلطی پر سمجھ رہے ہو تو تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے جس پر عذاب آنے والا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور جس پر ایسا عذاب نازل ہوگا جو دائمی ہوگا۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مشرکین کا بدر میں مقتول ہونا مراد ہے، بدر کے مقتولین نے دنیا میں بھی سزا پائی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی ان کے لیے دائمی عذاب ہے اور ہر کافر کے لیے عذاب دائمی ہی ہے۔

قال صاحب الروح فان الاول اشارة العذاب الدنیوی وقدرنا لهم یوم بدر والثانی اشارة الی العذاب الأخروی فان العذاب المقیم عذاب النار

''صاحب روح المعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے عذاب سے دنیوی عذاب کی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ان کے لیے بدر کے دن میں مقرر کیا تھا اور دوسرے عذاب سے مراد آخرت کا عذاب ہے کیونکہ عذاب مقیم جہنم ہی کا عذاب ہے۔''

آخر میں فرمایا ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ (بے شک ہم نے آپ پر لوگوں کے لیے حق کے ساتھ کتاب نازل کی) ﴿فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ﴾ (سو جو ہدایت پر آجائے یہ اس کی اپنی جان کے لیے ہے) ﴿وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ (اور جو شخص گمراہی اختیار کرے سو وہ اسے اپنی جان کو ضرر پہنچانے کے لیے اختیار کرتا ہے) ﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ (اور آپ ان پر مسلط بنا کر نہیں بھیجے گئے) اس میں آپ کو تسلی دی ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذمہ یہ نہیں کیا گیا کہ لوگوں کو زبردستی دین پر لائیں اور اپنی بات منوائیں آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔ عمل کرنا نہ کرنا ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ آپ ان کی وجہ سے غمگین نہ ہوں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت، اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سوتے وقت، پھر اسے روک لیتا ہے جس کے بارے میں موت کا فیصلہ فرما دیا اور دوسری کو اجل مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سفارش کرنے والے تجویز کر رکھے ہیں آپ فرما دیجیے اگرچہ وہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں؟ آپ فرما دیجیے کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہو جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض فرماتا ہے، سفارش کے بارے میں صرف اسی کو اختیار ہے، مشرکین کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل منقبض ہوتے ہیں

یہ تین آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں اللہ جل شانہٗ نے اپنے ان تصرفات کا تذکرہ فرمایا جو انسانوں کی جانوں سے متعلق ہیں، ارشاد فرمایا کہ انسانوں کی جانوں کو اللہ تعالیٰ ان کی موت کے وقت قبض فرما لیتا ہے اور یہ قبض کامل ہوتا ہے اس کے بعد جسم انسانی میں

Marfat.com

کوئی حس وحرکت باقی نہیں رہتی، اور جب بنی آدم سو جاتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ ان کی جانوں کو قبض فرمالیتا ہے لیکن چونکہ قبض کامل نہیں ہوتا روح باقی رہتی ہے (اگرچہ افعال وحرکات پر ارواح کا قبضہ نہیں رہتا) اس لیے ان کی موت کا مقررہ وقت آنے تک سونے والوں کی جانوں کو اللہ تعالیٰ چھوڑ دیتا ہے یعنی جو ہوش گوش اور حس وحرکت اور اختیار والی زندگی عارضی طور پر جا چکی تھی اسے واپس لوٹا دیتا ہے، ان تصرفات میں اللہ بالکل مختار مطلق ہے کسی کو اس میں کوئی دخل نہیں دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور روزانہ اس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے، اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں انسان کو ہر سونے اور جاگنے کے وقت سوچنا چاہیے کہ میں ایسا ضعیف ہوں کہ سونے جاگنے تک پر مجھے قدرت نہیں اگر انسان اپنی عاجزی پر غور کرے تو سمجھ میں آجائے گا کہ واقعی مجھے جس نے پیدا فرمایا ہے میں صرف اسی کا بندہ ہوں۔

دوسری آیت میں مشرکین کی اس بے وقوفی کو بیان فرمایا کہ انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود تجویز کر رکھے ہیں ان شرکاء کو شُفَعَاءَ سے تعبیر فرمایا کیونکہ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ جن کو ہم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں شفاعت کرکے ہماری بخشش کرا دیں گے پہلے تو غیر اللہ کو معبود بنانے کی نکیر فرمائی پھر فرمایا کہ جن کو تم نے سفارشی سمجھا ہے انہیں تو کچھ بھی قدرت نہیں اور کچھ بھی سمجھ نہیں یہ تو پتھر کی مورتیاں ہیں نہ انہیں کچھ قدرت ہے، نہ کسی بات کا علم ہے یہ کیا جانیں کہ سفارش کیا ہوتی ہے اور یہ کہ سفارش کس کی کی جائے اور کس سے سفارش کی جائے جب ان کی عجز اور جہل کا یہ حال ہے تو کیا سفارش کر سکتے ہیں؟

یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ سفارش کے بارے میں ہر طرح کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہ جسے چاہے گا اور جس کے لیے چاہے گا سفارش کرنے کی اجازت دے گا، اس کے یہاں مشرک اور کافر کی بخشش نہیں۔ اس لیے جو بندے اس کے نزدیک شفاعت کرنے کے اہل ہیں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم السلام انہیں کافروں اور مشرکوں کی سفارش کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی لہٰذا شرک وکفر میں مبتلا رہنا اور اپنے معبودوں کی سفارش کا بخشش کے لیے سہارا لینا یہ سراپا جہالت اور حماقت اور گمراہی ہے، اس بیان سے مشرکین کے اس سوال کا جواب بھی واضح ہوگیا ہے کہ ہم نے تو فرشتوں کو اور بعض پیغمبروں کو بھی الوہیت میں شریک کر رکھا ہے وہ تو شفاعت کے اہل ہیں اوپر کے بیان میں واضح ہوگیا کہ جس کی بخشش نہیں اس کے لیے نہ کوئی سفارش کرے گا نہ اس کے لیے سفارش کی اجازت دی جائے گی اور بلا اجازت کسی کو سفارش کا اختیار نہیں سورۂ بقرہ میں فرمایا ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (کون ہے جو اس کی بارگاہ میں سفارش کرے مگر اس کی اجازت سے) اور سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ﴿یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا﴾ (اس روز سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کرلیا ہو) اور سورۃ الانبیاء میں فرشتوں کے بارے میں فرمایا ﴿وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی﴾ (اور وہ بجز اس کے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے) مزید فرمایا ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اسی کے لیے ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا) ﴿ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) اس میں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک الملک ہے دنیا وآخرت سب اسی کی مملوک ہیں اور ہر طرح کا پورا اختیار اور اقتدار اسی کا ہے۔ تیسری آیت میں مشرکین کا مزاج بتایا اور وہ یہ کہ شرک ان کے دلوں میں اس درجہ گھر کر گیا ہے اور انہیں توحید اس قدر ناگوار ہے کہ جب ان کے سامنے صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں لا الہ الا اللہ کی دعوت بھی ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہیں یہ بات ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے تجویز کردہ شرکاء کے بغیر اللہ کا نام کیوں لیا گیا، اور ان لوگوں نے اللہ کے سواء جو دوسرے معبود تجویز کر رکھے ہیں جب ان کا تنہا ذکر ہوتا ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں اللہ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں یوں نہیں کہتے کہ اللہ کا ذکر کیے بغیر ان کو کیوں یاد کیا گیا ان کے دلوں میں اس درجہ شرک رچ بس گیا ہے کہ تنہا اللہ کا ذکر ہو تو انہیں بہت ناگواری ہوتی ہے اور جو باطل معبود انہوں نے تجویز کر رکھے ہیں ان کا ذکر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو تو اس وقت ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی ((قال صاحب الروح فان الا ستبشار أن یمتلئ القلب سرورا حتی

Marfat.com

ینبسط له بشرة الوجه، والا شمئزاز أن یمتلی غیظا وغما ینقبض عنه ادیم الوجه كما یشاهد فی وجه العابس المحزون))

''تفسیر روح المعانی کے مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں استبشار یہ ہے کہ دل خوشی سے بھر جائے یہاں تک کہ دل کی اس خوشی سے چہرہ پر خوشگوار اثرات ظاہر ہو جائیں اور اشمئزاز یہ ہے کہ دل غصہ اور غم سے بھر جائے جس سے چہرہ منقبض ہو جائے جیسا کہ غمگین غصہ کرنے والے کے چہرے پر دیکھا جاتا ہے۔''

یہی حال ان مبتدعین و مشرکین کا ہے جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی اور اتباع سنت کی تلقین کی جاتی ہے تو انہیں اچھی نہیں لگتی بدعتوں کا بیان کیا جائے اور پیروں فقیروں کی جھوٹی کرامات اور خود تراشیدہ قصے بیان کیے جائیں تو اس سے خوش ہوتے ہیں راتوں رات قوالی سنتے ہیں، ہارمونیم اور طبلہ کی آواز پر انہیں وجد آتا ہے اور اسی رات کے اختتام پر جب فجر کی اذان ہوتی ہے تو مسجد کا رخ کرنے کی بجائے بستروں کی طرف رخ کرتے ہیں اور گھروں میں جا کر سو جاتے ہیں۔

قال صاحب الروح وقد رأینا كثیراً من الناس علی نحو هذه الصفة التی وصف الله تعالیٰ بها المشركین یهشون لذكر اموات یستغیثون بهم ویطلبون منهم ویطربون من سماع حكایات كاذبة عنهم توافق هوا هم واعتقادهم فیهم ویعظمون من یحكی لهم ذلك وینقبضون من ذكر الله تعالیٰ وحده، (الی أن قال) وقد قلت یوما لرجال یستغیث فی شدة ببعض الاموات وینادی یا فلان اغثنی فقلت له قل یا الله فقد قال سبحانه ''واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان'' فغضب وبلغنی انه قال فلان منكر علی الاولیاء وسمعت عن بعضهم انه قال الولی اسرع اجابة من الله عزوجل وهذا من الكفر بمكان نسأل الله تعالیٰ أن یعصمنا من الزیغ والطغیان (ص ۱۱: ج ۲۴)

''تفسیر روح المعانی کے مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بہت سارے لوگوں کو ایسی ہی حالت پر دیکھا جو حالت اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی بیان فرمائی ہے کہ وہ فوت شدہ لوگوں کے ذکر پر خوش ہوتے ہیں ان سے مدد مانگتے ہیں ان سے سوال کرتے ہیں اور ان کے بارے میں اپنی خواہشات نفس اور اپنے اعتقاد کے موافق جھوٹے قصے سن کر خوش ہوتے ہیں جو لوگ اسی طرح کی قصہ خوانی کرتے ہیں یہ ان کو عزت و احترام دیتے ہیں اور اکیلے اللہ کے ذکر سے منہ بناتے ہیں مصنف رحمۃ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک آدمی جو مصیبت میں بعض مردوں سے مدد مانگتا تھا اور ''اغثنی یا فلان'' کہہ کر پکارتا تھا ایک دن میں نے اس سے کہا یا اللہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''جب میرا کوئی بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں قریب ہوں جب مجھے کوئی پکارے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں'' تو وہ آدمی غضبناک ہو گیا اور مجھے یہ بات پہنچی کہ اس نے کہا فلاں آدمی اولیاء پر نکیر کرتا ہے بعض لوگوں سے میں نے سنا کہ وہ کہتے ہیں اللہ کی نسبت ولی جلدی دعاء قبول کرتا ہے یہ کفر ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں گمراہی و سرکشی سے محفوظ رکھے۔''

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ ؕ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَ

Marfat.com

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

آپ یوں کہیے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا فرمانے والے غیب اور شہادت کے جاننے والے آپ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے ان باتوں کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر ان کے لیے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور ہو تو قیامت کے دن عذاب کی بدحالی کی وجہ سے وہ ان سب کو جان کے بدلہ میں دے دیں گے اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہو جائے گا جو ان کے گمان میں نہ تھا، اور انہوں نے جو عمل کیے تھے ان کے برے نتیجے ان کے لیے ظاہر ہو جائیں گے اور انہیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق بناتے تھے سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دے دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے ہنر کی وجہ سے ملا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ امتحان ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے، یہ کلمہ ان سے پہلے لوگوں نے کہا سو جو کچھ کمائی کرتے تھے اس نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا، سو انہوں نے جو برے اعمال کیے تھے ان کا بدلہ انہیں پہنچ گیا اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ پہنچ جائے گا اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں، کیا انہوں نے نہیں جانا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو ایک خاص دعا کی تلقین، انسان کی بدخلقی اور بدحالی کا تذکرہ

یہ سات آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تلقین فرمائی کہ آپ یوں دعا کریں:

﴿اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾ (اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے غیب اور شہادۃ کے جاننے والے آپ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے ان باتوں کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں) رسول اللہ ﷺ کے مخاطبین جو رویہ اختیار کرتے، تکلیف پہنچاتے، اور تکذیب کرتے تھے اس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی، تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دعا سکھائی آپ کے توسط سے امت کو بھی یہ دعا معلوم ہوگئی جس کسی کو دین کے دشمنوں سے تکلیف پہنچے یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے اسے سب کا حال معلوم ہے وہ اپنے علم کے مطابق جزا و سزا دے گا اور لوگوں میں جو اختلاف ہے حق بات نہیں مانتے اور باطل ہی کو حق سمجھتے ہیں اس بات کا آخرت کے دن فیصلہ ہو جائے گا اہل کفر دوزخ میں اور اہل ایمان جنت میں چلے جائیں گے۔

دوسری آیت میں اہل کفر کی قیامت کے دن کی بدحالی بیان فرمائی اور فرمایا کہ زمین میں جو کچھ ہے اگر کسی کافر کے پاس یہ سب کچھ ہوا اور اس کے علاوہ اور بھی اسی قدر ہو تو قیامت کے دن کے عذب سے بچنے کے لیے اس سب کو جان کے بدلہ دینے کو تیار ہو جائے گا اس سے ان کی بدحالی معلوم ہوگئی نہ وہاں کسی کے پاس کچھ ہوگا نہ جان کا بدلہ قبول ہوگا ﴿وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾ (نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ کسی کو کوئی سفارش مفید ہوگی اور نہ ان لوگوں کی مدد کی جائے گی۔)

یہ لوگ جب دنیا میں تھے تو قیامت قائم ہونے ہی کے منکر تھے دوزخ پر اجمالی ایمان لانے کو تیار نہ تھے وہاں کی عقوبات اور سزاؤں کی تفصیل کو کیا جانتے اب جب وہاں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو عذاب کی وہ چیزیں ان کے سامنے آجائیں گی جن کا انہیں خیال بھی نہ تھا لہٰذا جان کا فدیہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے لیکن وہاں کچھ پاس نہ ہوگا اور اگر بالفرض کچھ پاس ہو تو قبول نہ ہوگا۔

Marfat.com

تیسری آیت میں یہ فرمایا کہ دنیا میں جو انہوں نے برے عمل کیے وہ وہاں ظاہر ہو جائیں گے اور جس چیز کا مذاق اڑایا کرتے تھے یعنی عذاب جہنم وہ ان کو وہاں گھیر لے گا۔

چوتھی آیت میں انسان کا مزاج بیان فرمایا اور وہ یہ کہ اسے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہو جاتی ہے اور نعمت نصیب ہو جاتی ہے تو یوں نہیں کہتا کہ یہ نعمت مجھے اللہ نے دی ہے بلکہ اس میں بھی اپنا کمال ظاہر کرتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ میں نے اپنے علم کو استعمال کیا اپنے ہنر کو کام میں لایا تدبیریں سوچیں مال......... گر سیکھے یہ نعمت مجھے اسی کے ذریعہ ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ﴿بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ﴾ یہ بات نہیں ہے کہ یہ مال اسے اس کے علم اور ہنر سے ملا یہ مال اللہ نے دیا ہے جب اس کے پاس مال نہیں تھا اس وقت بھی تو علم اور ہنر والا تھا اس وقت کیوں مال حاصل نہیں کر سکا یہ مال جو ہم نے دیا ہے یہ فتنہ ہے یعنی امتحان ہے کہ مال ملنے پر شکر گزار رہتا ہے یا ناشکری اختیار کرتا ہے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو نہیں پہچانتے، شکر کی ضرورت نہیں سمجھتے، ناشکری پر ہی جمے رہتے ہیں اور امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔

قوله تعالیٰ ﴿إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلْمٍۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ﴾ ذكرا لضمير الاول لان النعمة بمعنى الانعام......... المراد بها المال وأنت الضمير الثاني لرجوعها الى النعمة واختير لفظها كما ختير في الال المعنى ....﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ﴾ اس میں پہلی ضمیر کو مذکر اس لیے لایا گیا ہے انعام کے معنی میں ہے اور بعض نے کہا اس لیے کہ یہاں نعمة سے مراد مال ہے اور دوسری ضمیر کو اس لیے مونث لایا نعمة کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہاں نعمة کا لفظ مراد ہے جیسا کہ پہلی ضمیر لوٹانے کے وقت نعمة کا معنی مراد لیا گیا ہے۔

پانچویں آیت میں یہ بیان فرمایا کہ یہ جملہ ایسے شخص نے کہا ہے جسے مال دے کر نوازا گیا اس سے پہلے بھی لوگ اس طرح کہتے رہے ہیں اور اسے زبان پر لاتے رہے ہیں وہ سمجھتے تھے کہ ہمارا یہ مال ہمیں فائدہ پہنچا دے گا لیکن یہ مال نہ دنیا کے عذاب سے بچا سکا اور نہ انہیں آخرت کے عذاب میں اس سے کوئی فائدہ پہنچے گا۔

چھٹی آیت میں فرمایا ان لوگوں نے جو برے اعمال کیے انہیں کا بدلہ مل گیا اور جو موجودہ لوگ ہیں ان میں جو ظالم ہیں وہ بھی عنقریب اپنے اعمال کا بدلہ پالیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی چنانچہ بدر میں سرداران قریش میں سے ستر آدمی مقتول ہوئے اور ستر قیدی ہوئے اور جو زندہ بچ گئے تھے بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ واپس ہوئے، ساتھ ہی ﴿وَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ﴾ بھی فرمایا یعنی ہم جن لوگوں کو عذاب دینا چاہیں عذاب دے دیں گے ایسا نہیں ہے کہ مشرکین کافرین میں سے کوئی شخص کہیں بھاگ کر چلا جائے اور ہمارے قبضہ قدرت سے نکل جائے۔

ساتویں آیت میں فرمایا کیا انہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے یہ سب اس کی مشیت اور حکمت پر مبنی ہے ہنر مند کو بھی دیتا ہے اور بے ہنر کو بھی، علم والے تنگی اٹھاتے ہیں اور جاہل جٹ سیٹھ جی بنے رہتے ہیں جس کے پاس جو کچھ ہے اللہ کے فضل سے ہے اس میں اپنے کسب اور ہنر کا دخل نہ جانیں۔

بنادانان چناں روزی رساند
کہ دانا اندراں حیراں بماند

قُلْ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿۵۳﴾ وَأَنِيبُوٓا۟ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا۟ لَهُۥ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ

Marfat.com

الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ
الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَ
إِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ
تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا
وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ
مُسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا
يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٢﴾ لَهُ
مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٣﴾

آپ فرما دیجیے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ، بلاشبہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے نہایت رحم والا ہے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو، کبھی کوئی جان یوں کہنے لگے کہ ہائے میری حسرت اس چیز پر جو میں نے اللہ کے بارے میں تقصیر کی، اور بے شک بات یہ ہے کہ میں مذاق بنانے والوں میں سے تھا، یا کوئی جان یوں کہنے لگے کہ اگر میری واپسی ہوجاتی تو میں نیک کام کرنے والوں میں سے ہوجاتا، ہاں بات یہ ہے کہ تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو نے انہیں جھٹلا دیا اور تو نے تکبر اختیار کیا اور تو کافروں میں سے تھا اور اے مخاطب تو قیامت کے دن دیکھے گا جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے کیا دوزخ میں تکبر والوں کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ اور اللہ تقوے والوں کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا انہیں تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے، اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا یہ لوگ تباہ ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ کا اعلان، انابت الی اللہ کا حکم، مکذبین اور متکبرین کی بدحالی

اللہ تعالیٰ حکیم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، علیم ہے، خبیر ہے، قہار ہے، غفار ہے، وہ گناہوں پر مواخذہ بھی فرماتا ہے اور معاف بھی فرما دیتا ہے اس کی مغفرت بہت بڑی ہے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کا عام اعلان کیا اور فرمایا۔

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ﴾ (آپ میرے ان بندوں سے فرما دیجیے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں) کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں تو بہت بڑا گنہگار ہوں میری بخشش کیسے ہوگی جتنا بڑا بھی جو شخص گنہگار ہو اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم میں آیت شریفہ ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ﴾ سے بڑھ کر کوئی دوسری آیت نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کا اعلان ہو۔ (روح المعانی)

Marfat.com

البتہ کافر اور مشرک کی مغفرت ہونے کے لیے اسلام قبول کرنا شرط ہے کفر پر برقرار رہتے ہوئے معافی اور مغفرت نہیں ہو سکتی جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا﴾ (بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا اس کے گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا) اور سورۂ آل عمران میں فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰی بِهٖ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ﴾ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ مر گئے حالت کفر ہی میں سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کو دینا بھی چاہے ان لوگوں کو دردناک سزا ہوگی اور ان کے حامی بھی نہ ہوں گے) کوئی کتنا ہی بڑا کافر و مشرک ہو اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے بشرطیکہ توبہ کر لے یعنی اسلام قبول کر لے۔ مشرکین میں سے بہت سے لوگوں نے بہت سارے قتل کیے تھے اور اس میں بہت زیادہ آگے بڑھ گئے تھے اور ان میں سے بہت سے لوگوں سے زنا بھی کثرت سے صادر ہوا تھا یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ تو اچھی چیز ہے لیکن ہمیں یہ تو بتائیے کہ ہم نے جو بڑے بڑے گناہ کیے ہیں کیا ان کا کفارہ ہو سکتا ہے اس پر سورۂ فرقان کی آیت کریمہ ﴿وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ﴾ اور سورۂ زمر کی آیت ﴿یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری ص ۷۱۰: ج ۲)

جب کسی شخص نے اسلام قبول کر لیا کفر و شرک سے توبہ کر لی تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو گئے البتہ حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر کرے اور جو شخص پہلے سے مسلمان ہے وہ کتنے ہی گناہ کر لے جب توبہ کر لے گا اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں البتہ حقوق العباد کی تلافی کریں یہ بھی توبہ کا جز ہے اگر توبہ سچی ہو اور صحیح ہو تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت شریفہ ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا﴾ کی تلاوت کی پھر فرمایا ولا یبالی کہ اللہ تعالیٰ کچھ پرواہ نہیں کرتا (وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس بڑے گناہ کو بخش دے اور جتنے بڑے گنہگار کو بخش دے اس کے لیے کچھ بھاری نہیں ہے اور اس کے کرم اور فضل اور رحمت اور مغفرت سے اسے کوئی روکنے والا نہیں) صحیح طریقہ یہی ہے کہ برابر توبہ کرتے رہیں اگر توبہ ٹوٹ جائے پھر کر لیں توبہ ٹوٹتی رہے، بار بار کرتے رہیں۔ سورۂ زمر کی مذکورہ بالا آیت بندوں کے لیے بہت بڑی ڈھارس ہے اور اس میں بندوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں کروڑوں گناہ بھی اللہ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے سورۂ یوسف میں ارشاد ہے۔

﴿وَ لَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ اور سورۂ حجر میں ارشاد ہے: ﴿قَالَ وَ مَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے گفتگو فرماتے ہوئے) کہا کہ گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔

صغیرہ گناہوں کی مغفرت اور ان کا کفارہ تو اعمال صالحہ سے بھی ہوتا رہتا ہے لیکن کبیرہ گناہوں کی یقینی طور پر مغفرت ہو جانا توبہ کے ساتھ مشروط ہے اگر توبہ نہ کی اور اسی طرح موت آ گئی تو بشرط ایمان مغفرت تو پھر بھی ہو جائے گی لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ بلا عذاب کے مغفرت ہو جائے، اللہ تعالیٰ بلا توبہ بھی مغفرت فرما سکتا ہے اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ گناہوں کی سزا دینے کے لیے دوزخ میں ڈال دے پھر عذاب کے ذریعہ پاک و صاف کر کے جنت میں بھیجے چونکہ عذاب کا خطرہ بھی لگا ہوا ہے اس لیے پکی توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت کی امید رکھیں اس کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہوں تاکہ اس حال میں موت آئے کہ توبہ کے

Marfat.com

ذریعہ سب کچھ معاف ہو چکا ہو۔

وفادار بندوں کا یہ شعار نہیں کہ مغفرت کا وعدہ سن کر بے خوف ہو جائیں بلکہ مغفرتوں کی بشارتوں کے بعد اور زیادہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر کسی کے لیے بشارتیں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی سب لغزشوں کی مغفرت فرما دی جس کا اعلان سورۃ الفتح کے شروع میں فرما دیا اس کے باوجود آپ راتوں رات نمازیں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے قدم مبارک سوج گئے تھے جب کسی نے عرض کیا کہ آپ عبادت میں اتنی محنت فرماتے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے آپ کا سب کچھ اگلا پچھلا (لغزش والاعمل) معاف فرما دیا اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا (کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟) (رواہ البخاری ص ۱۵۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اتنی بڑی مہربانی فرمائی کہ میرا سب کچھ معاف فرما دیا تو اس کی شکر گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ میں مزید طاعت اور عبادت کے ذریعہ اللہ کے قرب میں ترقی کرتا چلا جاؤں۔

کتنے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے تھے جن کو حضور اقدس ﷺ نے اسی دنیا میں خوشخبری دے دی تھی کہ وہ جنتی ہیں عشرہ مبشرہ (دس جنتی) تو مشہور ہی ہیں عموماً ان کو سب جانتے ہیں اور غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے حضرات کو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے حضور اقدس ﷺ نے یہ خوشخبری دی کہ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم یعنی تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا۔

ان حضرات کے علاوہ اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ نے جنت کی بشارت دی لیکن ان حضرات نے اس کا یہ اثر بالکل نہیں لیا کہ گناہ کرتے چلے جائیں اور فرائض کو ضائع کرتے رہیں بلکہ یہ حضرات برابر گناہوں سے پرہیز کرتے رہتے تھے اور نیکیوں میں ترقی کے لیے کوشاں رہتے تھے اور معمولی سا گناہ ہو جانے پر فکر مند ہو جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے ہم کو انہی حضرات کا اتباع کرنا لازم ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ﴿وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ (اور میں ایسے لوگوں کے لیے بڑا بخشنے والا ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرتے رہیں پھر راہ پر قائم رہیں) یعنی مزید عمل صالح پر مداومت کریں۔

معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح اور توبہ پر استقامت ضروری ہے یہ تفصیل اس لیے لکھی گئی ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور عموم مغفرت کی بات سن کر گناہوں میں ترقی نہ کرتا چلا جائے اور توبہ میں دیر نہ لگائے کیونکہ احادیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بہت سے اہل ایمان بھی اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گے پھر عذاب بھگت کر حضرات ملائکہ کرام اور حضرات انبیاء عظام علیہم السلام اور دیگر اہل ایمان کی شفاعت سے اور محض ارحم الراحمین جل مجدہٗ کی رحمت سے دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کردیئے جائیں گے۔ (کمافی مشکوٰۃ المصابیح ۴۹۰، ۴۹۱)

پھر فرمایا ﴿وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ﴾ (اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے) اس آیت میں اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اس کا فرمانبردار بننے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے گا تو اس وقت مدد نہ کی جائے گی۔ لفظ "وَاَنِیْبُوْٓا" اِنَابَةٌ سے مشتق ہے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ انابۃ اور توبہ میں یہ فرق ہے کہ توبہ کرنے والا عذاب کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور انابت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے متاثر ہو کر شرما جاتا ہے اور یہ حیاء اسے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے پر آمادہ کرتی ہے پھر ﴿وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ کا مطلب بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت میں اخلاص کے ساتھ لگا رہے۔

﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (اور اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو) اس آیت میں قرآن کریم کا اتباع کرنے کا حکم دیا ہے لفظ احسن اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ حسن کے معنی ہیں اور بعض

Marfat.com

حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے عزائم مراد ہیں جو رخصتوں اور اجازتوں کے مقابلے میں اختیار کیے جاتے ہیں اور ان کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر عبادت میں جو افضل ترین اعمال ہیں ان پر عمل کر کے ثواب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جو احکام منسوخ ہیں ان کی جگہ اس حکم پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے جو منسوخ نہیں ہے حضرت عطا بن یسار رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا کہ قُلْ یٰعِبَادِیَ سے لے کر وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ تک تینوں آیات مدینہ منورہ میں وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ اور ان کے جیسے افراد کے بارے میں نازل ہوئیں (وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنہوں نے بحالت کفر غزوۂ احد کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔)

'آیات' بالا کا مضمون سامنے رکھنے سے معلوم ہوا کہ کتنا بھی کوئی بڑا گناہ کرے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اس کی رحمت اور مغفرت کا یقین رکھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو۔ احکام قرآنیہ پر عمل کرتے رہیں اور اس بات سے ڈرتے رہیں کہ گناہوں کی وجہ سے عذاب نہ آجائے انیبوا واسلموا میں بتا دیا کہ باوجود وعدہ مغفرت کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور اعمال خیر میں لگے رہیں۔

﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ﴾ (الآیات الثلاث) ان آیات میں یہ بتا دیا کہ اسی دنیا میں اپنے اعمال درست کر لیے جائیں گناہوں سے پرہیز کیا جائے تا کہ قیامت کے دن کوئی شخص پچھتاتے ہوئے یوں نہ کہے کہ ہائے ہائے میں نے کیا کیا اللہ تعالیٰ شانہٗ کے احکام کے بارے میں تقصیر کی اب مجھے یہاں اس کی سزا مل رہی ہے اور نہ صرف یہ کہ میں نافرمان تھا بلکہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے دین کا مذاق بنانے والوں میں سے تھا اور اس کے نیک بندوں کی ہنسی اڑاتا تھا اور کوئی شخص میدان قیامت میں یوں نہ کہنے لگے کہائے اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا یعنی گناہ نہ کرتا (اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج دیا قرآن نازل فرما دیا ایمان کی دعوت دے دی اور اس کی جزا بھی بتا دی اور کفر کا جرم عظیم ہونا بیان کر دیا اور اس کی سزا بھی بتا دی اب یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا اس بات کے کہنے کا موقعہ نہیں رہا۔)

قیامت کے دن کسی کے لیے یہ بات کہنے کا موقعہ نہیں رہا کہ مجھے واپس لوٹا دیا جائے اگر مجھے واپسی مل جائے تو دنیا میں جا کر خوب نیک بن جاؤں، جس نے پہلی زندگی ضائع کر دی اب دوسری زندگی میں کیا ہدایت قبول کرے گا جبکہ اس مرتبہ بھی اموال اور اولاد کا فتنہ موجود ہوگا اسی لیے سورۃ الانعام میں فرمایا ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (اور اگر انہیں واپس کر دیا جائے تو ضرور پھر ہی عمل کریں گے جس سے منع کیا گیا اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (وہاں تیرے پاس میری آیات آئیں سو تو نے انہیں جھٹلا دیا اور تو کافروں میں سے تھا۔)

اس کے بعد قیامت کے دن کی بدحالی بیان فرمائی جو کافروں کو پیش ہوگی، فرمایا تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا کفر اختیار کیا اور وہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیں جن سے وہ بری اور بیزار ہے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے ہدایت سامنے آجانے کے بعد ہدایت کو قبول نہ کرنا چونکہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی کافر آدمی حق کو اس لیے قبول نہیں کرتا کہ میری قوم اور سوسائٹی کے لوگ کیا کہیں گے اس لیے فرمایا ﴿اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ (کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا نہیں ہے) یعنی اہل تکبر کا تکبر انہیں لے ڈوبے گا جس نے دنیا میں ایمان قبول نہ کرنے دیا، تکبر کی وجہ سے یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

اس کے بعد اہل ایمان کا ثواب بیان فرمایا ﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ (الآیة) ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا کفر اور شرک سے بھی بچے اور گناہوں سے بھی، اللہ تعالیٰ انہیں ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا اور اہل تکبر کے ٹھکانہ یعنی دوزخ سے بچالے گا انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

Marfat.com

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے) چونکہ ہر چیز کو اس نے پیدا فرمایا ہے ہر چیز میں اس کا تصرف بھی پورا پورا ہے۔

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں) وہ تصرف کرنے والا بھی ہے اور محافظت فرمانے والا بھی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا یہ لوگ تباہ ہونے والے ہیں۔)

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

آپ فرما دیجیے کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کروں؟ اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے جو رسول تھے ان کی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اے مخاطب اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل حبط ہو جائے گا اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا۔

آپ فرما دیجیے کہ اے جاہلو میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہیں کر سکتا

مفسر ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مشرکین نے اپنی جہالت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ ہمارے معبودوں کی عبادت کرنے لگو اگر ایسا کرو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ تمہارے معبود کی عبادت کرنے لگیں گے، اس پر آیت کریمہ ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ﴾ آخر تک نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو حکم دیا ان مشرکوں سے کہہ دیجیے کہ اے جاہلو! کیا مجھے حکم دے رہے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے لگوں؟ مزید فرمایا ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ﴾ کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف ہم نے یہ وحی بھیجی ہے کہ اگر بالفرض اے مخاطب تو نے شرک اختیار کر لیا تو اللہ جل شانہٗ تیرا عمل حبط فرما دے گا یعنی بالکل اکارت کر دیا جائے گا جس پر ذرا بھی ثواب نہ ملے گا ﴿وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا) یعنی اعمال کا بھی کچھ نہ ملے گا اور جان بھی ضائع ہوگی اس کی کچھ قیمت نہ ملے گی، جان کی مکمل بربادی ہوگی، کیونکہ دوزخ میں داخلہ ہوگا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو گناہوں سے بھی معصوم تھے شرک اور کفر کا ارتکاب ان سے ہو ہی نہیں سکتا لیکن بر سبیل فرض اگر کسی نبی نے بھی شرک کر لیا تو اس کی بھی جان بخشی نہ ہوگی غیروں کا تو سوال ہی کیا ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو خطاب کر کے ان کی امتوں کو بتا دیا کہ دیکھو شرک ایسی بری چیز ہے کہ اگر کسی نبی سے بھی صادر ہو جائے تو اس کے اعمال صالحہ برباد ہو جائیں گے اور وہ تباہ و برباد ہوگا لہٰذا امتیوں کو تو اور زیادہ شرک سے دور رہنا اور بیزار رہنا لازم ہے۔

﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ﴾ (بلکہ آپ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں) ﴿وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِيْنَ﴾ (اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں) اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرک کے ماحول میں پیدا فرمایا لیکن شرک سے بچایا موحد بنایا توحید کی دعوت کا کام آپ کے سپرد کیا لہٰذا آپ پر شکر ادا کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کیجیے اور اس کا شکر بھی ادا کرتے رہیے یہ لوگ جو آپ کو اپنے معبودوں کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں ان کی طرف متوجہ نہ ہو جائیے اور ان کی باتوں میں نہ آیئے اللہ کی عبادت کرانے کے لیے خود غیر اللہ کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے جو لوگ حق قبول نہیں کرتے ان کا وبال ان پر پڑے گا۔

Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْۗءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہیں کی جیسی عظمت کرنا لازم تھا حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں۔ اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہوں گے سب بیکار ہو جائیں مگر جنہیں اللہ چاہے پھر اس میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو وہ اچانک سب کھڑے ہوئے دیکھتے ہونگے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے اور پیغمبروں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے سامنے حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہر جان کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ذات بہت بڑی ہے اس کو اس دنیا میں دیکھا نہیں جا سکتا لیکن اس کی صفات کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے اس کی صفت خالقیت کو سب عقل مند جانتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ سب کچھ اسی نے پیدا کیا ہے اس کا حق ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے جن لوگوں نے کسی کو اس کا ساجھی ٹھہرایا اور عبادت میں شریک بنایا اور نہ صرف یہ کہ خود مشرک بنے بلکہ اس کے رسول کو بھی شرک کی دعوت دے دی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ تعظیم نہیں کی جس تعظیم کا وہ مستحق ہے اس کی ذات پاک کے لیے شریک تجویز کرنا بہت بڑی حماقت اور ضلالت ہے، دنیا میں اس کی قدرت کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے اور قیامت کے دن ایک مظاہرہ اس طرح سے ہوگا کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ ہر عیب سے پاک ہے اور ان لوگوں کے شرکیہ اقوال و افعال سے بھی پاک ہے۔

چونکہ سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ (اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے) اس لیے اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم سے اور اعضاء سے پاک ہے اگر آیت کریمہ کا معنی ہاتھ کی مٹھی لیا جائے اور بیمینہ سے داہنا ہاتھ مراد لیا جائے تو اس سے جسمیت اور مثلیت لازم آتی ہے اس لیے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ آیت شریفہ کے مضمون کے بارے میں یوں عقیدہ رکھو کہ اس کا جو بھی مطلب اللہ کے نزدیک ہے وہ حق ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کا معنی اور مفہوم اسی کی طرف تفویض کرتے ہیں بعض علماء نے تاویل بھی کی ہے لیکن محققین تاویل کے بجائے تفویض کو اختیار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم سے اور اعضاء سے پاک ہے اور جو کچھ بھی قرآن و حدیث میں آیا ہے وہ سب حق ہے اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ہم اپنی طرف سے مطلب تجویز نہیں کرتے اس طرح کا مضمون جہاں کہیں بھی آئے اس کے معنی کی تفویض بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اے محمد ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، اور زمینوں کو ایک انگلی پر، اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر، اور (باقی) ساری مخلوق کو ایک انگلی پر روک لے گا پھر فرمائے گا

Marfat.com

اَنَا الْمَلِكُ (میں بادشاہ ہوں) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کو ہنسی آ گئی یہاں تک کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں اس کے بعد آپ نے آیت بالا ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ تلاوت فرمائی آپ کا ہنسنا اس یہودی کی تصدیق کے طور پر تھا۔ (صحیح بخاری ۱۱۰۲، ۱۱۰۳)

قیامت کے دن صور پھونکے جانے کا تذکرہ

پھر فرمایا ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ (الآیۃ) (اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے پھر صور میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے) جب قیامت قائم ہو گی تو اس کی ابتداء صور پھونکے جانے سے ہو گی اور دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسرافیل علیہ السلام کان لگائے ہوئے ہیں اور پیشانی کو جھکائے ہوئے انتظار میں ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہو آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صور ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ البتہ قیامت ضرور اس حالت میں قائم ہو گی کہ دو شخصوں نے اپنے درمیان (خرید و فروخت کے لیے) کپڑا کھول رکھا ہو گا ابھی معاملہ طے کرنے اور کپڑا لپیٹنے بھی نہ پائیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی (پھر فرمایا کہ) البتہ قیامت ضرور اس حال میں قائم ہو گی کہ ایک انسان اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر لے جا رہا ہو گا اور پی بھی نہ سکے گا اور قیامت یقیناً اس حال میں قائم ہو گی کہ انسان اپنا حوض لیپ رہا ہو گا اور ابھی اس میں مویشیوں کو پانی پلانے بھی نہ پائے گا اور واقعی قیامت اس حال میں قائم ہو گی کہ انسان اپنے منہ کی طرف لقمہ اٹھائے گا اور اسے کھا بھی نہ سکے گا۔ (رواہ البخاری)

پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ زندہ ہوں گے وہ مر جائیں گے اور ان پر بیہوشی طاری ہو جائے گی اور جو اس سے پہلے مر چکے تھے وہ بے ہوش ہو جائیں گے آسمانوں میں اور زمینوں میں جو لوگ ہوں گے سب پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے، قبروں سے نکل کر موقف (یعنی حساب کی جگہ) کی طرف چل دیں گے، دونوں بار جو صور پھونکا جائے گا ان کے درمیان کتنا فاصلہ ہو گا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے چالیس کا عدد ذکر کیا حاضرین نے عرض کیا اے ابو ہریرہ کیا چالیس دن کا فاصلہ ہو گا؟ فرمایا مجھے پتہ نہیں عرض کیا گیا کہ چالیس مہینے کا فاصلہ ہو گا؟ فرمایا مجھے پتہ نہیں، عرض کیا گیا چالیس سال کا فاصلہ ہو گا؟ فرمایا مجھے پتہ نہیں۔

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ کا استثناء

﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ میں کن حضرات کا استثناء ہے اس کے بارے میں احادیث مرفوعہ صحیحہ میں کوئی واضح بات نہیں ملتی البتہ ایک حدیث میں یوں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان کچھ گالی گلوچ ہو گئی، باتوں باتوں میں مسلمانوں نے یوں کہہ دیا کہ قسم اس ذات کی جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو سارے جہانوں پر فضیلت دی ہے یہ سن کر یہودی نے یوں کہا قسم اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہانوں پر فضیلت دی ہے یہ سن کر اس مسلمان نے یہودی کے منہ پر طمانچہ مار دیا وہ یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چلا گیا اور واقعہ بیان کیا نبی اکرم ﷺ نے اس مسلمان کو بلایا جس نے طمانچہ مار دیا تھا اور اس سے صورت حال معلوم کی، اس نے صورت حال بیان کر دی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو (یعنی اس طرح کی کوئی بات نہ کہو جس سے ان کے مرتبہ کی تنقیص ہوتی ہو) کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے اور میں بھی ان کے ساتھ بیہوش ہو جاؤں گا پھر سب سے پہلے مجھے ہی ہوش آئے گا میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کی جانب کو پکڑے کھڑے ہیں، میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ان لوگوں میں ہوں گے جو بے ہوش ہو گئے تھے اور انہیں مجھ سے پہلے ہوش آ گیا یا وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کا استثناء کیا گیا ہے یعنی ﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ کے عموم میں وہ بھی شامل ہوں گے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ طور پر

Marfat.com

انہیں جو بیہوشی طاری ہوئی تھی اس کو اس وقت کی بیہوشی کے حساب میں لگا دیا گیا (اور ان پر بیہوشی ہی نہ ہو) یا بے ہوش تو ہوں گے لیکن مجھ سے پہلے ہوش میں آچکے ہوں گے۔ (رواہ البخاری ص ۴۸۵: ج ۱، ص ۹۶۵: ج ۲، ص ۶۸۸: ج ۲)

چونکہ اس کی تصریح نہیں ہے کہ ﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ کا مصداق کون ہے اس لیے مفسرین میں سے کسی نے یوں کہا کہ جو حضرات بے ہوش نہ ہوں گے ان سے جبرائیل، اسرافیل اور میکائیل اور ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے حاملین عرش مراد ہیں اور یوں بھی لکھا ہے کہ پہلی بار صور پھونکے جانے پر جو حضرات بیہوشی سے محفوظ رہیں گے بعد میں ان کو بھی موت آجائے گی۔

﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا﴾ (اور زمین روشن ہو جائے گی اپنے رب کے نور سے) یعنی شمس وقمر کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین میں روشنی پھیل جائے گی۔

﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ﴾ (اور کتاب رکھ دی جائے گی) یعنی اعمال نامے سامنے آجائیں گے اور عمل کرنے والوں کے ہاتھوں میں ان کے اعمالنامے رکھ دیئے جائیں گے ﴿وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ﴾ (اور نبیوں کو لایا جائے گا) تاکہ وہ اپنی امتوں کے بارے میں گواہی دیں اور خود ان سے تبلیغ کے بارے میں سوال کیا جائے جیسا کہ سورۃ الاعراف میں فرمایا ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

﴿وَالشُّهَدَآءِ﴾ (اور شہداء کو لایا جائے گا) لفظ الشہداء کا عموم تمام گواہی دینے والوں کو شامل ہے جن میں تمام امتوں کے انبیاء کرام علیہم السلام اور اعمالنامے لکھنے والے فرشتے اور انسانوں کے اپنے اعضاء ہاتھ پاؤں اور زبانیں سب داخل ہیں۔ ﴿وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ (اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ یعنی انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا) ﴿وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾ (اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔)

﴿وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾ (اور ہر جان کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا) ﴿وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ﴾ (اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ لوگ کرتے ہیں) یعنی اسے سب کے اعمال معلوم ہیں وہ اپنی حکمت کے مطابق جزا وسزا دے گا، یہ جو فرمایا کہ ہر شخص کو پورا بدلہ دیا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کے بدلے میں کمی نہ ہوگی البتہ نیکیوں میں اضافہ کر کے ثواب میں اضافہ کر دیا جائے گا جیسا کہ ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ میں بیان فرمایا ہے اور برے اعمال کا پورا بدلہ دینے کا یہ مطلب ہے کہ جس قدر برے عمل ہوں گے ان کے بقدر عذاب دیا جائے گا اور ان کی جزائے موعود میں اضافہ نہ کیا جائے گا جس کو ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا﴾ اور ﴿وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ
اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰی
وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ قِیْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ
فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَی الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا
وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ

Marfat.com

لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾ ع

اور کافر لوگ گروہ گروہ بنا کر دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم ہی میں سے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات سناتے تھے جو تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے لیکن عذاب کا کلمہ کافروں پر ثابت ہو کر رہا، کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں تم ہمیشہ رہو گے سو برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انہیں جنت کی طرف گروہ گروہ بنا کر روانہ کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اس حال میں کہ اس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سے جنت کے محافظ کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوشی کے ساتھ رہو، سو تم اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف ہے اللہ کے لیے جس نے ہم سے سچا وعدہ کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا ہم جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں، سو اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرداگرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ سب تعریف ہے اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے۔

اہل کفر اور اہل ایمان کی جماعتوں کا گروہ گروہ اپنے ٹھکانوں تک پہنچنا

اس رکوع میں اہل کفر اور اہل ایمان کا انجام بیان فرمایا ہے۔ اول کافروں کا حال بیان فرمایا کہ کافروں کو گروہ گروہ بنا کر دوزخ کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا سورۃ الطور میں فرمایا ﴿یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾ (جس روز انہیں دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دے کر لایا جائے گا) جب دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا تو ان کے مختلف گروہ ہوں گے کیونکہ کفر کی بہت سی اقسام ہیں اور کفر کے مراتب بھی جدا جدا ہیں اس لیے ایک ایک طرح کے کافروں کا ایک ایک گروہ ہوگا۔ ((قال صاحب الروح ای سیقوا الیها بالعنف والا هانة افواجاً متفرقة بعضها اثر بعض مترتبة بحسب ترتب طبقاتهم فی الضلالة والشرارة)) ''صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں: یعنی جہنم کی طرف سختی اور ذلت کے ساتھ ہانکے جائیں گے مختلف گروہوں کی شکل میں گمراہی و شرارت میں اپنے اپنے درجہ کے مطابق ترتیب سے'' اسی طرح چلائے جاتے رہیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے قریب پہنچ جائیں گے تو اس میں داخل کرنے کے لیے اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اس سے پہلے دوزخ کے دروازے بند ہوں گے جیسے کہ دنیا میں بھی جیل خانوں کے دروازے بند رہتے ہیں جب کوئی قیدی لایا جاتا ہے تو کھول دیئے جاتے ہیں دوزخ کے جو ذمہ دار فرشتے ہوں گے وہ ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم ہی میں سے تھے (جن سے علم حاصل کرنا اور عمل سیکھنا اور ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا تمہارے لیے آسان تھا) وہ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتے تھے اور آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ ہاں اللہ ﷻ کے رسول آئے تھے انہوں نے ہمیں پروردگار جل مجدہٗ کی آیات بھی سنائیں اور آج کے دن کی ملاقات سے بھی ڈرایا لیکن عذاب کا کلمہ کافروں کے حق میں ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ فرمایا تھا کہ کافر دوزخ میں جائیں گے اس کے مطابق ہمیں یہاں آنا پڑا نہ کافر ہوتے نہ یہاں آتے، ان سے کہا جائے گا کہ تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ تم اس میں ہمیشہ رہو گے اس میں داخل ہونے کے بعد تمہیں یہاں سے نکلنا نہ ہوگا۔

Marfat.com

﴿فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ (سو برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا) تکبر نے ان لوگوں کا ناس کھویا اور حق قبول کرنے نہ دیا، کافر جب دوزخ میں داخل کردیئے جائیں گے تو اس کے دروازے بند کردیئے جائیں گے اور وہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ ﴿وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾ اس کے بعد اہل ایمان کے انعام کا تذکرہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ ہوکر جنت کی طرف لے جائیں گے تقویٰ کا ابتدائی درجہ تو یہ ہے کہ کفر کو چھوڑ کر ایمان قبول کرے پھر اعمال صالحہ اختیار کرنے اور گناہوں سے بچنے کے اعتبار سے اہل تقویٰ کے مختلف درجات ہیں اور ان میں فرق مراتب ہے ان درجات کے مراتب کے اعتبار سے گروہ گروہ بنا دیئے جائیں گے جنت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے پائیں گے جیسا کہ مہمان کے اکرام کے لیے ایسا ہی کیا جاتا ہے اور وہاں کے محافظ فرشتے ان سے کہیں گے ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ تم پر سلامتی ہو تم اچھی طرح رہو مزے میں رہو اور اس جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہوجاؤ، یہاں سے کہیں جانا اور نکلنا نہیں ہے، نہ یہاں سے نکلو گے نہ نکالے جاؤ گے ﴿لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ﴾

اہل جنت، جنت میں داخل ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں مشغول ہوجائیں گے اور عرض کریں گے ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ﴾ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا یعنی جو وعدہ فرمایا تھا پورا فرمادیا ﴿وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ﴾ اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانہ بنائیں ہمیں بہت بڑی اور عمدہ جگہ ملی ہے جہاں چاہیں چلیں پھریں قیام کریں۔

﴿فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ (سو اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا) جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں یہاں آنا نصیب ہوا۔

سورت کے ختم پر روز قیامت کے فیصلوں کو مختصر الفاظ میں بیان فرما دیا کہ آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوئے ہوں گے اپنے رب کی تسبیح وتحمید بیان کرتے ہوں گے ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا ﴿وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ اور کہا جائے گا کہ ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے خاص ہیں جس نے حق کے ساتھ فیصلے فرما دیئے)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک سورۂ زمر اور سورۂ بنی اسرائیل (رات کو) نہیں پڑھ لیتے تھے اس وقت تک نہیں سوتے تھے۔ (رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات)

وقد تم تفسیر سورۃ الزمر والحمد للہ اولا و آخرًا والسلام علی من ارسل طیبا وطاھرًا

Marfat.com

ایاتھا ۸۶ ۴۰ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ۶۰ رکوعاتھا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ المومن مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۸۶ آیات اور ۹ رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

حٰمٓ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا ہے، توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت عذاب والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں

یہاں سے سورۃ المومن شروع ہو رہی ہے جس کا دوسرا نام سورۃ الغافر بھی ہے یہ پہلی سورت ہے جو حٰمٓ سے شروع ہوئی ہے اس کے بعد حٰمٓ سجدہ اور سورۃ الشوریٰ اور سورۃ الزخرف اور سورۃ الدخان اور سورۃ الجاثیہ اور سورۃ الاحقاف بھی حٰمٓ سے شروع ہیں انہیں حوامیم سبعہ کہا جاتا ہے روح المعانی نے بحوالہ فضائل القرآن لابی عبید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے اور بلاشبہ قرآن کا خلاصہ وہ سورتیں ہیں جو حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صبح کو سورۃ المومن اول سے لے کر اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک تلاوت کی اور ساتھ ہی آیۃ الکرسی بھی پڑھی تو یہ شخص شام تک اس کی وجہ سے (مصائب اور تکالیف سے) محفوظ رہے گا اور جس نے ان دونوں کو شام کے وقت پڑھا وہ صبح ہونے تک محفوظ رہے گا حٰمٓ حروف مقطعات میں سے ہے جو متشابہات ہیں ان کا معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اوپر سورۃ المومن کی دو آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے اول تو یہ فرمایا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی چھ صفات بیان فرمائیں اول یہ کہ وہ عزیز ہے یعنی زبردست دوم یہ کہ وہ علیم ہے یعنی ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے سوم یہ کہ وہ گناہوں کا بخشنے والا ہے اور چہارم یہ کہ وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے پنجم یہ کہ وہ گناہ بھی بخشتا ہے توبہ بھی قبول فرماتا ہے مومن بندہ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے حضور میں توبہ کرے اور اپنے گناہ معاف کرائے اگر کوئی شخص گناہ کرتا رہے توبہ کی طرف متوجہ نہ ہو تو یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں اور آخرت میں میری کوئی گرفت نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا بھی اور سخت سزا دینے والا بھی ہے نیز وہ قدرت والا بھی ہے وہ جسے جو سزا دینا چاہے اسے اس پر پوری طرح قدرت ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو لوگ اس کے سوا کسی کو معبود بناتے ہیں وہ سخت عذاب کے مستحق ہیں ان پر لازم ہے کہ شرک سے توبہ کریں تاکہ عذاب شدید سے بچ جائیں ﴿اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (سب کو اسی کی طرف واپس ہو کر جانا ہے) دنیا میں تو آ گئے ہیں لیکن ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آئے مرنا ہے یہاں سے جانا ہے اسی وحدہ لاشریک لہ کے سامنے پیش ہونا ہے لہٰذا دنیا سے ایسی حالت میں جائیں کہ عقائد، اعمال و احوال درست ہوں جن پر اجر و ثواب ملے اور وہاں کے عذاب سے محفوظ رہ سکیں۔

Marfat.com

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ
قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ
لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶ۘ

اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا سو آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا، ان سے پہلے نوح کی قوم نے ان کے بعد دوسری جماعتوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے اردہ کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعہ جھگڑا کریں تا کہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کر دیں، سو میں نے ان کو پکڑ لیا سو کیسا تھا میرا عذاب، اور اسی طرح آپ کے رب کا قول کافروں پر ثابت ہو چکا کہ وہ دوزخ والے ہیں۔

کافر لوگ اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، شہروں میں ان کا چلنا پھرنا دھوکہ میں نہ ڈالے، سابقہ امتوں اور جماعتوں نے جھٹلایا جس کی وجہ سے ان کی گرفت کر لی گئی

قرآن مجید کی آیات نازل ہوتی تھیں تو جو لوگ ایمان نہیں لاتے تھے اور اپنے کفر پر جمے رہتے تھے ان آیات کے بارے میں یہ لوگ طرح طرح کی باتیں نکالتے تھے اور جھگڑے کی باتیں کرتے تھے ان لوگوں کی باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی یہ لوگ دنیاوی اعتبار سے کھاتے پیتے اور مالدار تھے ان کے پاس سواریاں بھی تھیں اس شہر سے دوسرے شہر میں جاتے تھے اور زمین میں گھومتے پھرتے تھے، جو لوگ آپ کے ساتھی تھے ان کو خیال ہو سکتا تھا کہ ہم اہل ایمان ہیں غریب ہیں اور یہ لوگ کافر اور منکر ہیں ان کے پاس دنیا ہے عیش کے اسباب ہیں مال کی فروانی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان شہروں میں گھومنا پھرنا آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے یہ ان کی چند روزہ زندگی ہے آخرت میں تو ہر کافر کو عذاب ہی ہے اور دنیا میں بھی انبیائے کرام علیہم السلام کے معاندوں اور منکروں اور جدال کرنے والوں پر عذاب آتا رہا ہے اور ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم گزری ہے اور ان کے بعد بہت سی جماعتیں گزری ہیں مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور مبتلائے عذاب ہوئے۔

جو امتیں پہلے گزری ہیں ان میں سے ہر امت نے اپنے نبی کو پکڑنے کا اردہ کیا تا کہ قتل کر دیں اور بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو تو قتل بھی کر دیا اور ان لوگوں نے باطل کے ذریعہ جھگڑا کیا تا کہ حق کو مٹا دیں کچھ دن ان کا یہ طریقہ کار رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی انہیں پکڑ لیا اور عذاب چکھا دیا اور عذاب بھی معمولی نہیں ان پر سخت عذاب آیا، ہلاک اور برباد ہوئے اسی کو فرمایا ﴿فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ (سو میں نے ان کی گرفت کر لی، سو کیسا ہوا میرا عذاب) اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی ہے کہ ان لوگوں کے جدال اور عناد اور کفر و انکار کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں سابقہ امتوں نے بھی اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ جدال و عناد کا معاملہ کیا ہے۔

دنیا میں کافروں کو جو عذاب ہوگا اسی پر بس نہیں ہے کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ثابت ہو چکا ہے کہ ان کو دوزخ میں ضرور جانا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

Marfat.com

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۗ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٨﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۗ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٩﴾

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے ان کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے استغفار کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب آپ کی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے، سو ان لوگوں کو بخش دیجیے جنہوں نے توبہ کی اور آپ کے راستے کا اتباع کیا اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے اے ہمارے رب اور انہیں ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل فرمایئے جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے آباء ازواج ذریتوں میں جو صالح ہوئے ان کو بھی داخل فرمایئے بلاشبہ آپ زبردست ہیں، حکمت والا ہیں اور ان کو تکلیفوں سے بچایئے اور اس دن جسے آپ نے تکلیفوں سے بچا لیا سو آپ نے اس پر رحم فرما دیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

حاملین عرش کا مومنین کے لیے دعا کرنا، اہل ایمان اور ان کی ازواج اور ذُریات کے لیے جنت میں داخل ہونے کا سوال

اوپر اہل کفر کی سزا کا بیان ہوا، ان آیات میں اہل ایمان کی فضیلت بیان فرمائی اور یہ فرمایا کہ اہل ایمان کے لیے حاملین عرش اور وہ فرشتے جو ان کے آس پاس ہیں دعاء کرتے ہیں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور دنیا میں جو اہل ایمان ہیں ان کے لیے استغفار کرتے ہیں اور یوں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے لہٰذا آپ ان لوگوں کو بخش دیجیے جنہوں نے شرک و کفر سے توبہ کی اور آپ کے راستہ پر چلتے رہے ان کو آپ عذاب جہنم سے بھی بچا لیجیے اور ان کو ان بہشتوں میں داخل فرمایئے جو ہمیشہ رہنے کے لیے ہیں جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے یہ لوگ اہل ایمان ہیں اور رحمت کے مستحق بھی ہیں لہٰذا ان کو بخش ہی دیا جائے۔

حاملین عرش اور ان کے آس پاس جو فرشتے ہیں ان کی دعا اہل ایمان کے آباؤ اجداد اور ازواج و اولاد کے لیے بھی ہے کہ ان کو بھی ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل فرمایئے اس مضمون کو ﴿وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ﴾ میں بیان فرمایا صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ وَمَنْ صَلَحَ کا عطف ادخلهم کی ضمیر منصوب پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے ساتھ ان کے آباؤ ازواج اور ذریات کو بھی جنات عدن میں داخل فرمایئے ان میں سے جو جنت میں داخل ہونے کے قانون میں آسکیں ان کی صلاحیت اگرچہ متبوع کی صلاحیت سے کم ہو پھر بھی انہیں ان کے ساتھ داخل جنت فرما دیجیے تا کہ ان کی خوشی مکمل ہو بلکہ خوشی میں خوب زیادہ اضافہ ہو جائے۔

اٰبَاء اَبٌ کی جمع ہے جس سے باپ دادے مراد ہیں اور اَزْوَاجٌ زَوْجٌ کی جمع ہے یہ لفظ جوڑے کے لیے بولا جاتا ہے اس کا عموم مرد اور عورت دونوں کے لیے شامل ہے اور ذریّٰت ذُرِّيَّت کی جمع ہے ذریت آل و اولاد کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔

سورۃ الطور میں فرمایا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ (اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہم ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے) اس میں جو ﴿وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ﴾ فرمایا ہے یہاں سورۃ المومن میں اسی کو ﴿وَمَنْ صَلَحَ﴾ سے تعبیر فرمایا ہے جو شخص با ایمان نہ ہو وہ دخول جنت کا مستحق نہیں ہے لہٰذا کسی کے

Marfat.com

تعلق کی وجہ سے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اہل ایمان کی اہل ایمان اولاد ہی جنت میں داخل ہو گی اسی طرح آباؤ ازواج بھی وہی جنت میں داخل ہو سکیں گے جو اہل ایمان ہوں۔

﴿وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ﴾ اور ان کو بدحالیوں سے بچائیے ﴿وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ﴾ (اور اس دن آپ نے جسے بدحالیوں سے بچالیا تو آپ نے اس پر رحم فرمادیا) ﴿وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (اور یہ بڑی کامیابی ہے) یَوْمَئِذٍ سے قیامت کے دن کی اور اس کے بعد عذاب جہنم کی تکلیفیں مراد ہیں بعض حضرات نے یَوْمَئِذٍ سے دنیا والی زندگی مراد لی ہے اور اس صورت میں سیات کے معروف معنی مراد ہوں گے اور مطلب یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو دنیا میں گناہوں سے بچائیے اور جسے آپ نے دنیا میں گناہوں سے بچالیا آپ اس پر آخرت میں رحم ہی فرمادیں گے۔

جن حضرات سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے ان کے لیے داخل جنت ہونے کی دعا ان لوگوں کے اظہار فضیلت اور تقرب الی اللہ کے لیے ہے، مومنین کو ہمیشہ اپنے لیے اور اپنے متعلقین کے لیے خیر ہی کی دعا کرتے رہنا چاہیے جن حضرات صحابہ کو رسول اللہ ﷺ نے دخول جنت کی بشارت دے دی تھی وہ بھی اعمال صالحہ اور دعاؤں سے غافل نہیں ہوئے اور ارتکاب سیات سے بچتے رہے، بندگی کا تقاضا یہی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿۱۰﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۚ وَإِنْ يُّشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿۱۲﴾

بلاشبہ جنہوں نے کفر کیا ان کو پکارا جائے گا کہ یہ بات واقعی ہے کہ اللہ کا جو تم سے بغض ہے وہ اس بغض سے بہت بڑا ہے جو تمہیں خود اپنی جانوں سے ہے تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو کفر اختیار کرتے تھے وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبار زندگی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تھا تو اسے مان لیتے تھے سو فیصلہ اللہ ہی کے لیے ہے جو بلند ہے بڑا ہے۔

کافروں کا اقرار جرم کرنا اور دوزخ سے نکلنے کا سوال کرنے پر جواب ملنا کہ تم نے توحید کو ناپسند کیا اور شرک کی دعوت پر ایمان لائے

دنیا میں اہل کفر اپنے کو اچھا جانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اچھے ہیں ایمان والوں سے بہتر ہیں اور برتر ہیں، لیکن جب قیامت کے دن اپنی بدحالی دیکھیں گے تو خود اپنے نفسوں سے اور اپنی جانوں سے بغض کرنے لگیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تمہیں جتنا اپنے نفسوں سے بغض ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے نفسوں سے اس بغض سے بھی زیادہ بغض ہے اور یہ بغض اب سے نہیں ہے جب سے تم دنیا میں تھے اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کو تم سے بغض ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب دنیا میں تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم اس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اور کفر پر جمے رہتے تھے تمہیں بار بار ایمان کی دعوت دی گئی لیکن تم نے ہر بار حق کے قبول کرنے سے انکار کیا۔

Marfat.com

﴿مَقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ کا ایک مطلب تو وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا اور بعض حضرات نے فرمایا وجوّز ان یراد بہ مقت بعضھم بعضا یعنی آپس میں تم میں جو آج ایک دوسرے سے بغض اور نفرت ہے کہ بڑے چھوٹوں کو اور چھوٹے بڑوں کو الزام دے رہے اور ایک دوسرے سے برأت ظاہر کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو تم سے اس سے زیادہ بغض ہے یہ تفسیر ﴿يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ کے ہم معنی ہے جو سورۂ عنکبوت میں مذکور ہے۔

کافر عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دو مرتبہ موت دی پہلی بار جب ہمیں پیدا کیا اس وقت ہم بے جان تھے کیونکہ منی کا نطفہ تھے آپ نے ہمیں زندہ فرما دیا ماؤں کے پیٹوں میں روح پھونک دی پھر ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اور آپ کی مشیت کے مطابق زندگی بڑھتی رہی پھر آپ نے ہمیں موت دے دی جس کی وجہ سے ہم قبروں میں چلے گئے پھر آج آپ نے ہمیں قیامت کے دن زندہ فرمایا ہم پر دو موتیں طاری ہوئیں اور دو زندگیاں آئیں ایک پہلے اور ایک اب یہ آپ کے تصرفات ہیں ہمیں چاہیے تھا کہ ہم دنیا والی زندگی میں ایمان قبول کرتے اور شرک اور کفر سے بچتے ہم یہی سمجھتے رہے کہ دنیا والی زندگی کے بعد جو موت آئے گی اس کے بعد پھر زندہ ہونا نہیں ہے یہ ہماری غلطی تھی اب ہم اس زندگی میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اب تو ہمیں عذاب سے چھٹکارا مل جائے اور دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہاں ایمان قبول کریں گے اور نیک اعمال اختیار کریں گے اور اس کے بعد پھر جب موت آئے تو اچھی حالت میں میدان حشر میں حاضر ہوں۔ وھذا کما حکی اللہ تعالیٰ فی قولہ فی سورۃ الم السجدۃ ربنا ابصرنا وسمعنا

اللہ کا ارشاد ہوگا ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا﴾ (تمہارا یہ عذاب میں مبتلا ہونا اس وجہ سے ہے کہ جب دنیا میں اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارا جاتا تھا تو تمہیں اچھا نہیں لگتا تھا تم اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتے تھے اور اسی انکار پر جمے رہتے تھے اور اگر تمہارے سامنے کوئی ایسا موقع آجاتا کہ اللہ کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم اسے مان لیتے تھے اور اسے صحیح کہتے تھے اور اس کے اقراری ہو جاتے تھے، وہ دنیا گزر گئی تم اس میں برابر کافر ہی رہے آج چھٹکارا کا راستہ نہیں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ تمہیں عذاب میں ہی رہنا ہے اللہ تعالیٰ برتر بھی ہے اور بڑا بھی ہے اس کے سارے فیصلے حق ہیں حکمت کے مطابق ہیں اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا اس کی صفت علو اور کبریا کی طرف تم نے نہیں دیکھا اور اپنے من مانے خیالات اور اعتقادات میں منہمک رہے اب عذاب اور عقاب کے سوا تمہارے لیے کچھ نہیں۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ڬ لَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے، اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہ لوگ جو رجوع کرتے ہیں سو تم اللہ کو پکارو دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو، وہ رفیع الدرجات ہے عرش والا ہے وہ اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے جس دن وہ لوگ ظاہر ہوں گے اللہ تعالیٰ پر ان میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہ ہوگی آج کس کے لیے ملک ہے اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ آج کے دن ہر

Marfat.com

جان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا آج کے دن ظلم نہیں ہے بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ رفیع الدرجات ہے، ذوالعرش ہے، جس کی طرف چاہتا ہے، وحی بھیجتا ہے، قیامت کے دن سب حاضر ہوں گے، اللہ سے کوئی بھی پوشیدہ نہ ہوگا، صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہی ہوگی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے بعض انعامات اور صفات جلیلہ اور قیامت کے دن کے بعض مناظر بیان فرمائے ہیں، اول تو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اس کی مخلوق میں بیشمار نشانیاں ہیں جو اس کے قادر مطلق اور وحدہ لاشریک ہونے پر دلالت کرتی ہیں پھر فرمایا کہ وہ تمہارے لیے آسمانوں سے رزق نازل فرماتا ہے اس میں بیان قدرت بھی ہے اور اظہار انعام بھی پھر بھی ﴿وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيبُ﴾ (اور نشانیوں کو دیکھ کر وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو رجوع کرتے ہیں) یعنی اپنی عقل کو استعمال کرتے ہیں اور فکر کو کام میں لاتے ہیں اور نشانیوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں ان کا یہ غور وفکر انہیں قبول حق تک پہنچا دیتا ہے۔

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (سوتم اللہ کو پکارو اسی کی عبادت کرو اور دین کو اس کے لیے خالص رکھو) یعنی اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بناؤ ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو) تم اللہ کے بندے ہو خالص اسی کی عبادت کرو توحید اور ایمان پر مستقیم رہنا اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا یہ تمہارا فریضہ ہے جو لوگ تمہارے دین کو قبول نہیں کرتے وہ تم سے اور تمہارے عقیدہ توحید اور اخلاص فی العبادۃ سے راضی نہیں انہیں ناراض رہنے دو ان کی ناراضگی اور ناگواری کی کوئی پروا نہ کرو۔

﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مفسرین نے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں اول یہ کہ وہ درجات کو بلند فرمانے والا ہے جو بندے مومن ہیں اور نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں قیامت کے دن ان کے درجات بلند فرمائے گا اور اس دنیا میں بھی اس نے اپنے بندوں میں فرق مراتب رکھا ہے کما قال تعالیٰ ﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وقال تعالیٰ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ یہ معنی زیادہ واضح ہے اس میں رفیع بمعنی رافع ہوگا (گو صاحب روح المعانی نے فرمایا ہے کہ اس میں بعد ہے) اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرتفع الدرجات ہے یعنی عظیم الصفات ہے۔ ((وقال صاحب الروح عن ابی زید انه قال ای عظیم الصفات و کانه بیان لحاصل المعنی الکنائی))

﴿ذُو الْعَرْشِ﴾ (عرش والا ہے) ﴿يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (وہ نازل فرماتا ہے روح کو یعنی وحی کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے) وحی کو روح اس لیے فرمایا کہ اس کے ذریعہ قلوب کو حیات حاصل ہوتی ہے اور لفظ من امرہ کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ روح کا بیان ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ من ابتدائیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ روح یعنی وحی کا نازل ہونا اس کے حکم سے ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ روح سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو اپنا حکم پہنچانے کے لیے نازل فرماتا ہے۔

﴿عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ جو فرمایا ہے اس میں یہ بتا دیا کہ وہ خود ہی اپنی رسالت کے لیے اپنے بندوں میں سے اشخاص اور افراد کو چن لیتا ہے کما قال تعالیٰ فی سورۃ الحج ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ نبوت اور رسالت کوئی ایسا عہدہ نہیں ہے جسے ہنر اور کسب کے ساتھ حاصل کرلیا جائے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک جس کو چاہا منتخب فرمایا اور نبوت اور رسالت سے نواز دیا۔

﴿لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ﴾ (تا کہ اللہ کا یہ بندہ جس کی طرف وحی بھیجی ملاقات کے دن سے ڈرائے) لفظ التلاق لَقِيَ يَلْقٰى سے باب تفاعل کا مصدر ہے جو جانبین سے ملاقات کرنے پر دلالت کرتا ہے اس کے آخر سے یا حذف کردی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندہ پر چاہا وحی بھیج دی تا کہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرائے اس دن نیک بندے اپنے اچھے اعمال کی جزاء سے اور

Marfat.com

برے بندے اپنی بداعمالیوں کی سزا سے ملاقات کریں گے۔

﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ (آج کے دن ہر جان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ اس نے کسب کیا) یعنی جو کچھ کمایا یا خیر ہو یا شر ہو اس کا بدلہ دیا جائے گا ﴿لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ (آج کے دن کوئی ظلم نہیں) نہ کسی کی کوئی نیکی ضائع جائے گی اور نہ کسی کے اعمالنامے میں کسی برائی کا اضافہ کیا جائے گا جو اس نے نہ کی ہو ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے) وہ سب کا حساب بیک وقت لینے پر قادر ہے ایسا نہیں ہے کہ ترتیب وار حساب لینے کی ضرورت ہو اور ایک کا حساب لینا دوسرے کے حساب سے مانع ہو۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۖ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾

اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیے جس وقت قلوب گلوں کے پاس ہوں گے گھٹن میں پڑے ہوئے ہوں گے ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جس کی بات مانی جائے وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور ان چیزوں کو جنہیں سینے پوشیدہ رکھتے ہیں اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیے جس دن دل گھٹن میں ہوں گے، ظالموں کے لیے کوئی دوست یا سفارش کرنے والا نہ ہوگا

ان آیات میں بھی قیامت کا منظر بتایا ہے ارشاد فرمایا کہ آپ انہیں یوم الآزفۃ سے ڈرائیے یہ ازف یازف سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو قرب کے معنی پر دلالت کرتا ہے سورۃ النجم میں فرمایا ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ (قریب آنے والی قریب آ گئی) اس سے قیامت مراد ہے جو جلد ہی آ جانیوالی ہے آیت بالا میں فرمایا کہ آپ ان کو قیامت کے دن سے ڈرائیے یہ ایسا دن ہوگا کہ قلوب حلقوم کو پہنچے ہوئے ہوں گے اور ایسا معلوم ہوگا کہ دل اندر سے اٹھ کر گلوں میں آ کر پھنس گئے ہیں اور باہر آنا چاہتے ہیں یہ قلوب بڑی گھٹن میں ہوں گے اس وقت سخت تکلیف ہوگی گھٹن اور غم اور بے چینی بہت زیادہ ہوگی جو لوگ دنیا میں ظلم والے تھے وہ وہاں مصیبت سے چھٹکارا کے لیے دوست اور سفارشی تلاش کریں گے تو کوئی بھی دوست نہ ملے گا اور نہ کوئی سفارشی ملے گا جس کی بات مانی جائے، صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ ظالمین سے کافر مراد ہیں کیونکہ ظلم میں کامل ہونا انہیں کی صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو اور دلوں کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے

﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ﴾ قیامت کے دن محاسبہ ہوگا نیکیوں کی جزا ملے گی اور برائیوں پر سزایاب ہوں گے اعضائے ظاہرہ کے اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور سینوں میں جو چیزیں پوشیدہ ہیں برے عقیدے، بری نیتیں، برے جذبات، اللہ تعالیٰ ان سب سے بھی باخبر ہے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میرے باطن کا حال پوشیدہ ہے اس پر مواخذہ نہ ہوگا اعضاء ظاہرہ میں آنکھیں بھی ہیں بری جگہ نظر ڈالنا جہاں دیکھنے کی اجازت نہیں اور بداعمالیوں میں آنکھوں کا استعمال کرنا یہ سب گناہ ہے آنکھوں کے اعمال میں سے ایک عمل خیانت بھی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آنکھوں کی خیانت کو اور دلوں میں پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے آنکھ کے گوشے سے نامحرم کو دیکھ لیا چپکے

Marfat.com

سے گناہ کی نظر کہیں ڈال لی آنکھ کے اشارہ سے کسی کی غیبت کردی یہ سب گناہ میں شمار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ یوں دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر کما فی المشکوٰۃ ص ۲۲۰) ترجمہ دعاء یہ ہے۔

(اے اللہ میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دے کیونکہ آپ آنکھوں کی خیانت اور ان چیزوں کو جانتے ہیں جنہیں سینے چھپائے ہوئے ہیں۔)

﴿وَاللّٰهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ﴾ (اور اللہ حق کے ساتھ فیصلے فرماتا ہے) ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ﴾ (اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں یعنی معبودان باطلہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کرسکتے) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (بلاشبہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے) اسی کا فیصلہ حق ہے جو واقعی علم کے مطابق ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٢١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تاکہ دیکھ لیتے ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ قوت کے اعتبار سے ان سے زیادہ سخت تھے اور زمین میں نشانوں کے اعتبار سے بھی بڑھ کر تھے، سو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کی گرفت فرمائی اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ تھا، یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے سو انہوں نے کفر کیا پھر اللہ نے ان کو پکڑ لیا، بے شک وہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

کیا زمین میں چل پھر کر سابقہ امتوں کو نہیں دیکھا، وہ قوت میں بہت بڑھے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی وجہ سے ان کی گرفت فرمائی

کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے تھے جب یہ کہا جاتا تھا کہ ایمان لاؤ ورنہ کفر پر عذاب آجائے گا تو اس کا بھی مذاق بناتے تھے حالانکہ ایک سال میں دو مرتبہ تجارت کے لیے ملک شام جاتے تھے راستے میں ان قوموں کی تباہ شدہ عمارتوں اور کھنڈروں پر گذرتے تھے جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک ہوئیں آیت بالا میں ان کو اسی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ عاد اور ثمود کی بستیوں پر گزرتے ہیں وہ لوگ ان سے بہت زیادہ طاقتور تھے اور بڑی قوت رکھتے تھے زمین میں ان کے بڑے بڑے نشان تھے جو اب بھی ٹوٹی پھوٹی حالت میں نظروں کے سامنے ہیں انہوں نے بڑے بڑے قلعے بنائے، شہروں کو آباد کیا لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کی بات نہ مانی، ایمان نہ لائے اور کفر ہی کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہوئے ان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑ لیا ان کا گھمنڈ رکھا رہ گیا جو یوں کہتے تھے کہ ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟) ان کی ساری قوت دھری رہ گئی، عذاب آیا اور ہلاک ہوئے، جب اللہ تعالیٰ نے عذاب کو بھیجا تو کوئی بھی انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں تھا، اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے جو ان کی گرفت ہوئی اور مبتلائے عذاب

Marfat.com

ہوئے اس کا یہی سبب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول ان کے پاس بھیجے وہ کھلی ہوئی نشانیاں معجزات لے کر آئے انہوں نے ان کی دعوت پر کان نہ دھرا برابر انکار کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے پکڑا تو کہاں بچ سکتے تھے اللہ تعالیٰ قوی ہے اور شدید العقاب ہے، گذشتہ امتوں کے حالات اور واقعات سے ہر زمانے کے کافروں کو عبرت لینا ضروری ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢٣﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے، سو جب ان کے پاس ہمارے پاس سے حق لے کر آیا تو کہنے لگے کہ جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی، اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارے بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے یا زمین میں فساد پھیلا دے اور موسیٰ نے کہا بلاشبہ میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔

ہم نے موسیٰ کو فرعون، ہامان، قارون کی طرف بھیجا، انہوں نے ان کو ساحر اور کذاب بتایا، فرعون کے برے عزائم کا تذکرہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب کی پناہ مانگنا

گزشتہ آیات میں اجمالی طور پر بعض اقوام کی تکذیب اور ہلاکت و تعذیب کا تذکرہ فرمایا آیات بالا میں اور ان کے بعد ڈیڑھ رکوع تک فرعون اور اس کی قوم کے عناد اور تکذیب کا اور بالآخر ان کے غرق اور تعذیب کا تذکرہ فرمایا درمیان میں ایک ایسے شخص کی نصیحتوں کا تذکرہ بھی فرمایا، جو آل فرعون میں سے تھا، یہ شخص ایمان لے آیا تھا اور اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات یعنی معجزات کے ساتھ اور واضح حجت کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو معجزات دکھائے توحید کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے جمود اور عناد اور انکار سے کام لیا کہنے لگے یہ تو جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی تکذیب کی کوئی پرواہ نہ کی اور برابر تبلیغ فرماتے رہے۔

فرعونیوں نے جب دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بات اثر کر رہی ہے اور کچھ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اور کچھ لوگ متاثر ہوتے جا رہے ہیں تو باہم مشورہ کر کے کہنے لگے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لڑکوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو باقی رکھو، یعنی وہی عمل لڑکوں کے قتل کرنے کا پھر شروع کر دو جو کاہنوں کے خبر دینے پر بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا تاکہ ان کا کوئی بچہ ایسی پرورش نہ پا جائے جو فرعونی حکومت کو تہہ و بالا کرنے کا ذریعہ بن جائے ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت توحید کو دبانے کے لیے مشورہ تو کر لیا اور ممکن ہے اس پر عمل بھی کر لیا ہو لیکن ان کی سب تدبیریں ضائع ہوئیں جیسے ﴿وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾ میں

Marfat.com

بیان فرمایا ہے۔

فرعون نے اپنی قوم کے سرداروں سے کہا کہ تم مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کردوں اور جب میں اسے قتل کرنے لگوں تو وہ اپنے رب کو پکارے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کی قوم کے سرداروں نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے روکا اور یہ سمجھایا کہ تو انہیں قتل کردے گا تو عامۃ الناس یہ سمجھ لیں گے تو دلیل سے عاجز آگیا اس لیے قتل کے درپے ہوگیا لیکن وہ سمجھتا تھا کہ ان کے قتل کردینے ہی سے میرا ملک بچ سکتا ہے۔

فرعون نے یہ جو کہا کہ میں جب اسے قتل کرنے لگوں تو یہ اپنے رب کو پکارے یہ ظاہری طور پر ڈینگ مارنے والی بات ہے اندر سے گھبرایا ہوا تھا اور ان کی بد دعاء سے ڈر رہا تھا اور ظاہر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانے کے لیے یہ الفاظ بول رہا تھا۔

فرعون نے اپنے ماننے والوں سے یہ بھی کہا کہ اگر موسیٰ کو چند دن اور چھوڑ دیا تو ڈر ہے کہ تمہارے دین کو بدل دے میرے عبادات کو چھڑا دے اور بتوں کی عبادت سے ہٹا دے اور یہ بھی ڈر ہے کہ یہ زمین میں کوئی فساد کھڑا کردے کیونکہ جب اس کی بات بڑھے گی اس کے ماننے والے تعداد میں بہت ہو جائیں گے تو اس کے ماننے والوں میں اور میرے ماننے والوں میں لڑائی جھگڑے ہوں گے اور اس سے نظام معطل ہوگا۔ جو لوگ دنیا دار ہوتے ہیں اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان کے سوچنے کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے مقابل کو قتل کرا دیں اور خود دنیاوی مال و جائیداد اور اختیار و اقتدار پر قابض رہیں اور یہ اس بارے میں عوام کو یہ سمجھاتے ہیں کہ میں تمہارے بھلے کے لیے ایسا کر رہا ہوں اس شخص کے وجود سے تمہارے دین دنیا کو خطرہ ہے لہٰذا اس کو قتل کردینا ضروری ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی بات کا جب علم ہوا تو فرمایا کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو تمہارا رب ہے اور میرا بھی رب ہے کہ وہ مجھے ہر متکبر سے محفوظ رکھے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی حفاظت کی دعا کی اور لوگوں کو بتا دیا کہ جو میرا رب ہے وہی تمہارا رب ہے جو بھی کوئی شخص تکبر کرے آخرت کے دن کو نہ مانے ایسا منکر اور معاند کافر ہے اللہ تعالیٰ مجھے محفوظ رکھے گا، مجھے اس کی دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہیں۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۗ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

اور آل فرعون میں سے ایک مومن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمہیں بعض وہ مصائب پہنچ جائیں گے جن کی وہ بطور پیشین گوئی خبر دے رہا ہے بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا ہو بہت جھوٹا ہو اے میری قوم آج زمین میں تمہاری حکومت ہے تم غلبہ پائے ہوئے ہو سو اگر اللہ کا عذاب ہم تک آپہنچا تو ہمیں اس سے بچانے کے لیے کون مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا میں تو تمہیں وہی رائے دوں گا جسے میں خود ٹھیک سمجھ رہا ہوں اور میں تمہیں راہ بتاؤں گا جو ہدایت کا راستہ ہے۔

Marfat.com

آل فرعون میں سے ایک مومن بندہ کی حق گوئی نیز تنبیہ اور تہدید

آل فرعون میں سے ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا (جیسا کہ فرعون کی بیوی مسلمان ہوگئی تھی) کہا جاتا ہے کہ یہ شخص فرعون کے چچا کا لڑکا تھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ فرعون کا ولی عہد سمجھا جاتا تھا اور محکمہ پولیس کا ذمہ دار تھا یہ مومن تو تھا لیکن اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اس نے بطور ہمدردی فرعون سے اور اس کے ساتھیوں سے جو اس کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے یوں کہا کہ تم جو اس شخص کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہو یہ کوئی سمجھداری کی بات نہیں اول تو اس کا کوئی قصور نہیں کوئی چوری نہیں کی کوئی ڈاکہ نہیں ڈالا اس نے ایک حق بات کہی اور یوں کہا کہ میرا رب اللہ ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے قتل کرنے کا سبب بنالیا جائے پھر وہ جو کچھ کہتا ہے وہ اس کے لیے دلائل بھی پیش کرتا ہے دلائل واضح اور معجزات دیکھتے ہوئے جو تمہارے رب کی طرف سے اسے دیئے گئے ہیں قتل کردو گے تو تمہارا کیا بنے گا؟ سمجھداری کی بات یہ ہے کہ اسے قتل نہ کرو اگر یہ اپنی باتوں میں جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑ جائے گا یعنی اسی دنیا میں اس کی سزا پالے گا تمہیں اس کے قتل میں ہاتھ ملوث کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ تو ایک رخ کی بات ہوئی اب دوسرے رخ پر بھی غور کرلو اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ اپنے دعوے میں سچا ہو واقعی پروردگار جل مجدہٗ کا پیغمبر ہو اور تم برابر اسے جھٹلاتے رہے اور جھٹلانے کی وجہ سے پروردگار جل مجدہٗ کی طرف سے تم پر عذاب آگیا جس کا اس شخص نے اپنی باتوں میں تذکرہ کیا ہے اور تمہیں یہ بتایا ہے کہ میری بات نہ مانو گے تو ایسے ایسے عذابوں میں مبتلا ہوگے، تو تم کہیں کے نہ رہو گے یہ دنیا بھی برباد ہوگی اور موت کے بعد بھی عذاب کا سامنا ہوگا۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بندہ مومن نے یہ بھی کہا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ (بلاشبہ اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا ہو بہت جھوٹا ہو) اس میں یہ بتادیا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اگر یہ سچے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کے ذریعے ان کی تائید نہ کی جاتی اور یہ جو دلائل پیش کرتے ہیں یہ دلائل ان کو نہ دیئے جاتے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ فرعون مسرف ہے حد سے بڑھنے والا ہے بات بات میں لوگوں کو قتل کرتا ہے فساد پر تلا ہوا ہے اپنے معبود ہونے کا دعویٰ کر کے بہت بڑا کذاب یعنی جھوٹا بھی ہے اس کی سب تدبیریں فیل ہوں گی اور یہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کرسکے گا بندہ مومن نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے یوں بھی کہا کہ آج تم لوگ اس سرزمین یعنی مصر میں حکومت والے ہو تمہارا غلبہ ہے لیکن اللہ کی گرفت کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں اگر ہم پر اللہ کا عذاب آئے تو یہ ساری حکومت اور سلطنت دھری رہ جائے گی اور ہمیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا وعید اور تہدید کو استفہام کے پیرائے میں بیان کیا جو اصحاب موعظت کا طریقہ ہے فرعون پر یہ باتیں سن کر مزید خوف طاری ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بات بڑھتی رہی تو لوگوں میں اسلام پھیل جائے گا اور میری حکومت اور دعوائے خدائی سب کچھ خاک میں مل جائے گا اس لیے بندہ مومن کی بات سن کر حاضرین سے کہنے لگا کہ میں تو تمہیں وہی بات بتاتا ہوں جسے اپنی رائے میں درست سمجھتا ہوں میرے نزدیک تو موسیٰ کو قتل ہی کردینا چاہیے میں جو تمہیں رائے دے رہا ہوں یہی رائے ٹھیک ہے جو مصلحت کے موافق ہے۔ (لعنہ اللہ تعالیٰ)

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

اور اس شخص نے کہا کہ جو ایمان لایا تھا کہ اے میری قوم میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر سابقہ جماعتوں جیسا دن نہ آپڑے جیسا کہ قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا اور اللہ بندوں پر کسی طرح بھی ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا، اور اے میری قوم بلاشبہ میں تمہارے بارے میں یوم التناد کا اندیشہ رکھتا ہوں جس دن تم پشت پھیر کر واپس لوٹو گے تمہارے لیے اللہ سے بچانے والا

Marfat.com

کوئی بھی نہ ہوگا اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔

بندہ مومن کا سابقہ امتوں کی بربادی کو یاد دلانا اور قیامت کے دن کی بدحالی سے آگاہ کرنا

بندہ مومن نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے تہدید اور تخویف سے بھی کام لیا اور یوں کہا کہ اے میری قوم تم جو حق کے انکار پر اور اس شخص کی تکذیب پر تلے ہوئے ہو تمہارا یہ رویہ خود تمہارے حق میں صحیح نہیں ہے تم سے پہلے بھی قومیں گزری ہیں ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے تو قوموں نے ان کی تکذیب کی اور برباد ہوئے اس طرح کی ہلاک شدہ جو جماعتیں گزری ہیں ان میں سے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بھی گزری ہے عاد اور ثمود بھی اس دنیا میں آئے اور بسے یہ سب قومیں حق کو ٹھکرانے کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہوئیں ان کے بعد بہت سی قومیں آئیں جنہوں نے اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور جھٹلانے کا مزہ پایا یعنی ہلاکت اور بربادی کے گھاٹ اتر گئے اللہ تعالیٰ نے جن قوموں کو ہلاک کیا ہے ان لوگوں کی بری حرکتوں کی وجہ سے ہلاک فرمایا ہے وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

بندہ مومن نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید یوں کہا کہ دیکھو تمہیں ہمیشہ دنیا میں نہیں رہنا ہے مرنا بھی ہے قیامت کے دن پیشی بھی ہونی ہے وہاں حساب کتاب ہوگا، فیصلے ہوں گے اور پکارا جائے گا (اسی پکارے جانے کی وجہ سے یوم القیامہ کو یوم التناد کے نام سے موسوم کیا، اس دن بہت سی ندائیں ہوں گی)

پہلی پکار نفخ صور کے وقت ہوگی جسے ﴿یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِیْ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ﴾ میں بیان فرمایا اور میدان حشر میں مختلف قسم کے لوگ ہوں گے انہیں ان کے اپنے اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا جسے ﴿یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾ میں بیان فرمایا ہے اور جب اہل ایمان کو داہنے ہاتھ میں کتاب دی جائے گی تو پکار اٹھیں گے ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ﴾ نیز اہل جنت دوزخ والوں کو اور اہل دوزخ جنت والوں کو اور اہل اعراف بہت سے لوگوں کو پکاریں گے جیسا کہ سورۂ اعراف رکوع ۵ اور ۶ میں ذکر فرمایا ہے۔

جب پکار پڑے گی تو تم پشت پھیر کر چل دو گے یعنی محشر سے دوزخ کی طرف روانہ ہو جاؤ گے دوزخ سے بھاگنا چاہو گے تو بھاگ نہ سکو گے اس میں داخل ہونا ہی پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ جب فیصلہ فرما دے گا کہ تمہیں دوزخ میں جانا ہی ہے تو کوئی بھی چیز تمہیں عذاب سے نہیں بچا سکتی اور اس کے حکم کو نہیں ٹال سکتی۔

دیکھو تم راہ حق قبول کر لو ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری گمراہی کا فیصلہ ہو ہی چکا ہے تو پھر تمہیں کوئی ہدایت دینے والا نہیں ﴿وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ بندہ مومن نے اپنے مخاطبین کی ہدایت سے ناامید ہو کر ایسا کہا۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۳۴ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۳۵

اور یہ بات واقعی ہے کہ یوسف تمہارے پاس اس سے پہلے واضح معجزات لے کر آئے سو وہ جو کچھ تمہارے پاس لائے تم اس میں برابر شک کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ اللہ ان کے بعد کسی کو مبعوث نہ فرمائے گا اللہ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا ہو شک میں پڑنے والا ہو جو اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑے بازی کرتے ہیں اللہ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک یہ بڑے بغض کی چیز ہے اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر

Marfat.com

متکبر جبار کے دل پر۔

مسرف و مرتاب کا گمراہ ہونا اور ہر متکبر جبار کے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر لگ جانا

مرد مومن کا سلسلہ کلام جاری ہے اس نے پہلے فرعون اور اس کی قوم کو ڈرایا اور یاد دلایا کہ دیکھو تم سے پہلے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلا کر گزشتہ امتیں ہلاک ہو چکی ہیں اس کے بعد ان سے خصوصی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی بعثت کا تذکرہ کیا جو اہل مصر کی طرف مبعوث ہوئے تھے انہیں یاد دلایا کہ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام دلائل کے ساتھ تمہارے پاس آئے لیکن تم نے ان کو بھی جھٹلایا اور انہوں نے جو دعوت پیش کی اور اللہ تعالیٰ کے احکام بتلائے تم اس میں برابر شک کرتے رہے تم نے یہ تسلیم نہ کیا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی دعوت حق ہے اور تم نے نہ صرف یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا بلکہ ان کی وفات ہو جانے پر یوں کہہ دیا کہ اگر بالفرض رسول تھے تو اب ان کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہ بھیجے گا اللہ کے رسول کی رسالت کا انکاری ہونا اور اپنی طرف سے یہ تجویز کر دینا کہ اللہ تعالیٰ اب کوئی بھی رسول نہ بھیجے گا عناد در عناد اور بغاوت در بغاوت ہے۔

جو لوگ بغاوت اور سرکشی میں حد سے بڑھ جائیں اور ان کا مزاج شک کرنے کا بن جائے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ گمراہ فرما دیتا ہے ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ بلا دلیل اللہ کی آیات میں جھگڑے کرتے رہیں ان کی یہ جھگڑے بازی اللہ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک بہت زیادہ بغض اور نفرت کی چیز ہے۔

مرد مومن نے مزید کہا کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اب تمہیں حق قبول کرنا نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ہے وہ اسی طرح ہر متکبر مغرور اور جابر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے ایسے شخص کے دل میں ذرا بھی حق قبول کرنے کی طرف جھکاؤ نہیں رہتا، اس میں حق سمجھنے اور حق قبول کرنے کی بالکل ہی گنجائش نہیں رہتی۔

فائدہ: صاحب روح المعانی نے اول تو حضرت یوسف علیہ السلام کے نام سے ساتھ یعقوب لکھ دیا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام جو کنعان سے آ کر مصر میں صاحب اقتدار ہو گئے تھے اور ان کے سامنے ہی ان کے والدین اور بھائی تمام اہل و عیال کے ساتھ مصر میں آ کر بس گئے تھے انہیں یوسف علیہ السلام کو مراد لیا ہے اور ﴿جَآءَكُمْ﴾ میں جو ضمیر خطاب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اہل مصر کے آباؤ اجداد مراد ہیں پھر ایک یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت بالا میں جس یوسف کا ذکر ہے وہ حضرت یوسف الصدیق علیہ السلام کے پوتے تھے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا تھا انہوں نے بھی مصر میں بیس سال قیام کیا اور یہ لوگ ان کی دعوت میں شک ہی کرتے رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان میرے لیے ایک محل بنا دے ہو سکتا ہے کہ میں راستوں میں پہنچ جاؤں یعنی آسمان کے راستوں تک میری رسائی ہو جائے پھر میں موسیٰ کے معبود کا پتہ چلاؤں اور بے شک میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا اور وہ راستہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر ہلاکت ہی میں لے جانے والی تھی۔

فرعون کا اوپر چڑھنے کے لیے اونچا محل بنانے کا حکم دینا اور اس کی تدبیر کا بربادی کا سبب بننا

جب فرعون کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعوت پیش کی تو اس نے سوال و جواب کیے قتل کی دھمکی دی بڑی ڈینگیں ماریں اور

Marfat.com

اپنے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے طرح طرح کی باتیں نکالیں انہیں باتوں میں سے ایک یہ بات تھی کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ ذرا ایک محل یعنی اونچی عمارت تو بناؤ میں اوپر چڑھوں گا۔ آسمانوں کے راستوں میں پہنچوں گا اور موسیٰ علیہ السلام کے معبود کا پتہ چلاؤں گا جھوٹے معبود ایسے ہی ہوتے ہیں دعویٰ تو اس کا یہ تھا کہ میں سب سے بڑا رب ہوں اور حال اس کا یہ تھا کہ آسمانوں کی خبر جاننے کے لیے اونچی عمارت کا اور سیڑھیوں کا محتاج تھا چونکہ صرف عوام کو دھوکا دینا مقصود تھا اس لیے بلند عمارت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اس نے پہلے ہی سے یوں کہہ دیا کہ میں موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ فرعون نے جو اونچا محل بنانے کو کہا تھا اس کا ذکر سورۃ القصص میں بھی گزر چکا ہے ﴿فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ﴾ (ع ۴) کی تفسیر کا مطالعہ بھی کرلیا جائے۔ (جلد کے شروع میں گزر چکی ہے)

﴿وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ﴾ اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کی بدکرداری مزین کردی گئی جسے وہ اچھی سمجھتا تھا۔

﴿وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ اور وہ راہ حق سے روک دیا گیا موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے تدبیریں سوچتا رہا مگر کوئی تدبیر کام نہ آئی ﴿وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ﴾ اور فرعون کی تدبیر ہلاکت ہی میں لے جانے والی تھی جو سوچا سب الٹا پڑا بالآخر ہلاک ہوا خود بھی ڈوبا اپنے لشکروں کو بھی لے ڈوبا۔

قال تعالىٰ في سورة طٰهٰ، ﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى﴾ (سو فرعون نے ان (بنی اسرائیل) کا پیچھا کیا اپنے لشکروں کے ساتھ سو ان کو سمندر کے ایک بڑے حصہ نے ڈھانپ لیا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور صحیح راہ نہ بتائی۔)

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۚ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ
صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ
يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ؕ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا
لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ
دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾
فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ
سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَ
يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

اور جو شخص ایمان لایا اس نے کہا کہ اے میری قوم میرا اتباع کرو میں تمہیں ہدایت والا راستہ بتاؤں گا اے میری قوم یہ دنیا والی زندگی تھوڑے سے نفع کی زندگی ہے اور بلاشبہ آخرت ہی رہنے کی جگہ ہے جس نے کوئی بھی برائی کی تو اس کا بدلہ صرف اسی قدر دیا جائے گا اور جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت اور حال یہ ہو کہ وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا اور اے میری قوم کیا بات ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس

Marfat.com

بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور میں تمہیں عزیز غفار کی طرف بلاتا ہوں، یہ یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس چیز کی دعوت دیتے ہو اس کی دعوت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں اور بلاشبہ ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور بلاشبہ جو لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں وہ دوزخ والے ہیں سو تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہتا ہوں، اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے، سو اللہ نے اس شخص کو ان لوگوں کی تدبیروں کی مضرتوں سے بچالیا اور آل فرعون پر برا عذاب نازل ہوا صبح شام یہ لوگ آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔

مرد مومن کا فناء دنیا اور بقاء آخرت کی طرف متوجہ کرنا، اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا

مرد مومن کا سلسلہ کلام جاری ہے درمیان میں فرعون کی اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ اس نے اپنے وزیر ہامان کو ایک اونچی عمارت بنانے کا حکم دیا اور یوں کہا کہ میں اس عمارت پر چڑھ کر موسیٰ کے معبود کا پتہ چلاؤں گا، مرد مومن نے فرعون کی بات سنی اور قوم فرعون کو مزید نصیحت کی اول تو اس نے یہ کہا کہ تم لوگ میرا اتباع کرو میں تمہیں ہدایت کا راستہ بتاؤں گا جیسے میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا ایسے ہی تم بھی ایمان لاؤ اور یہ دنیا جس پر تم دل دیئے پڑے ہو اور اسی کو سب کچھ سمجھ رہے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے ہماری دنیا جاتی رہے گی اس کے بارے میں تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ دنیا والی زندگی تھوڑی سی ہے چند روزہ ہے اس میں جو کچھ سامان ہے وہ بھی تھوڑا سا ہے اور تھوڑے دن کام آنے والا ہے اس ذرا سی دنیا کے لیے تم اپنی آخرت برباد نہ کرو، جو شخص کفر پر مرے گا اس کے لیے وہاں دائمی عذاب ہے وہاں کے عذاب کے لیے اپنی جان کو تیار کرنا ناسمجھی کی بات ہے۔ سب کو مرنا ہے میدان آخرت میں جانا ہے جو لوگ ایمان کے ساتھ پہنچیں گے وہ وہاں جنت میں جائیں گے اور جنت ایسی جگہ ہے جو دار القرار ہے حقیقت میں وہی رہنے کی جگہ ہے۔ مرد مومن نے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ دے گا برائی کا بدلہ تو اتنا ہی ملے گا جس قدر برائی کی تھی اور نیک عمل کا بدلہ بہت زیادہ ملے گا کسی بھی مرد یا عورت نے بحالت ایمان کوئی بھی نیک عمل کرلیا تو اس کے لیے اللہ نے یہ صلہ رکھا ہے کہ ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا تم لوگ اسی جنت کے لیے فکر مند بنو اور ایمان قبول کرو۔

مرد مومن نے یوں بھی کہا کہ میں تمہیں ایسے کام کی طرف بلاتا ہوں جس میں آخرت کی نجات ہے اور تم مجھے اس چیز کی طرف بلاتے ہو جو دوزخ کے داخلے کا سبب ہے میں ایمان کی دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے یہ دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بناؤں جبکہ شرک کے جائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس میں ﴿مَا لَيْسَ لِي بِهٖ عِلْمٌ﴾ کہا اور انہیں یہ بتا دیا کہ تمہارے پاس بھی شرک کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بات رکھی اپنے اوپر اور سمجھا دیا ان کی قوم کو خطاب کرتے ہوئے مزید کہا ﴿وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ﴾ یعنی میں تمہیں اپنے معبود کی طرف بلاتا ہوں وہ عزیز ہے زبردست ہے بہت مغفرت کرنے والا ہے اگر کسی کو عذاب دینا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور وہ غفار بھی ہے کوئی شخص کیسے ہی گناہ کرلے وہ معاف کرنا چاہے تو اسے کوئی بھی روکنے والا نہیں لہٰذا تم کفر سے توبہ کرلو اور بخشش کے دائرہ میں آجاؤ یہ نہ سوچو کہ ہم نے جواب تک کفر و شرک کیا ہے اور اعمال بد کا ارتکاب کیا ہے اس کی معافی کیسے ہوگی۔

مرد مومن نے یہ بھی کہا کہ تم لوگ جو مجھے کفر و شرک کی طرف بلاتے ہو یہ باطل چیز ہے اور اس میں بربادی ہے یہ جو تم شرک اور کفر کی دعوت دے رہے ہو یہ محض ایک جاہلانہ بات ہے تم نے جو بت تراش رکھے ہیں یہ تو ذرا بھی نہیں سنتے ہیں نہ ہاں کرتے ہیں نہ کسی نفع اور ضرر کے مالک ہیں یہ تو دنیا میں تمہاری دعوت کی حقیقت ہے اور آخرت میں اس کا کوئی نفع پہنچنے والا نہیں ہے۔ ((قال صاحب الروح فالمعنى ان ما تدعونني اليه من الاصنام ليس له استجابة دعوة لمن يدعوه اصلا اوليس له دعوة مستجابة اى لا

یدعی دعا یستجیبه لداعیه فالکلام اما علی حذف المضاف او علی حذف الموصوف)) ''تفسیر روح المعانی کے مصنف رحمۃ اللہ لکھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جن بتوں کی طرف تم مجھے بلاتے ہو انہیں جو پکارے وہ اس کی پکار کا جواب ہرگز نہیں دے سکتے یا ان کو پکارنے والے کی کوئی دعاء مقبول نہیں ہے یعنی کوئی ایسی دعاء نہیں ہے جو مانگنے والے کے لیے قبول ہو، یہاں ﴿لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ﴾ میں یا تو مضاف محذوف ہے یا موصوف محذوف ہے۔

﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَا اِلَی اللّٰهِ﴾ مردمومن نے مزید کہا کہ ہم سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے ﴿وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ (اور بلاشبہ حد سے آگے بڑھ جانے والے ہی دوزخی ہوں گے) اس میں ترکیب سے یہ بتا دیا کہ تم لوگ مسرف ہو حد سے آگے بڑھنے والے ہو ایمان قبول کرو تاکہ آگ کے عذاب سے بچ سکو۔

﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ﴾ (سو تم عنقریب جان لو گے کہ جو میں تم سے کہتا ہوں) ﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰهِ﴾ (اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں) اگر تم نے مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کیا تو میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری حفاظت فرمائے گا۔

مردمومن کا قوم کی شرارتوں سے محفوظ ہو جانا اور قوم فرعون کا برباد ہونا

یہاں تک مردمومن کا کلام تھا آگے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس کی حفاظت کا اور آل فرعون کے مبتلائے عذاب ہونے کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا ﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا﴾ (سو اللہ نے اس کو ان لوگوں کے مکر اور تدبیر کی مصیبتوں سے محفوظ فرما دیا) ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾ (اور فرعون اور آل فرعون پر برا عذاب نازل ہو گیا) یہ لوگ دریا میں غرق ہوئے اور ڈوب مرے اگر ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ سے اسی غرق کو مراد لیا جائے تو سیاق کلام سے بعید نہیں ہے گو صاحب روح المعانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب مردمومن کو قتل کرنے کا فرعون نے منصوبہ بنایا (جس کا مومن ہونا بعد میں ظاہر ہو گیا تھا) تو وہ ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے ان کے پیچھے فرعون نے ہزار آدمی بھیج دیئے ان آدمیوں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور ان لوگوں کو درندے کھا گئے اور ان میں سے بعض پہاڑ میں پیاسے مر گئے اور بعض لوگ فرعون کے پاس واپس آ گئے اس نے ان کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ تم قصداً اس شخص کو لے نہیں آئے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آخر میں فرمایا ﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا﴾ (یہ لوگ صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں) آل فرعون غرق ہو گئے، مر گئے، برزخ میں پہنچ گئے وہاں وہ صبح شام دوزخ کی آگ پر پیش کیے جاتے ہیں اس پیش کرنے میں ان کی سزا بھی ہے آگ پر پیش کیے جاتے ہیں تو اس کی لپیٹ پہنچتی ہے اور انہیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ تمہیں اسی میں داخل ہونا ہے یہ تو برزخ کا معاملہ ہوا اور قیامت کے دن انہیں اصلی دوزخ میں داخل کیا جائے گا ارشاد فرمایا ﴿وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (اور جس دن قیامت قائم ہو گی فرشتوں سے کہا جائے گا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔)

عذاب قبر کا تذکرہ

کافروں اور فاسقوں کے لیے عذاب قبر میں مبتلا ہونا احادیث شریفہ سے ثابت ہے حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ آیت کریمہ ﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا﴾ اور دوسری آیت ﴿مِمَّا خَطِیْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ سے برزخ کا عذاب ثابت ہوتا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر اہل جنت میں سے ہوتا ہے تو جنت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر اہل دوزخ میں سے ہے تو دوزخ کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے ہر ایک کا ٹھکانہ پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا اصلی ٹھکانہ ہے جب تک کہ اللہ تجھے قیامت کے دن اس میں داخل کرنے کے لیے نہ اٹھائے۔ (اس وقت تک یہاں رہنا ہے۔) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵ عن صحیحین)

Marfat.com

وَإِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ
مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا إِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ
الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾
قَالُوْٓا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ إِلَّا
فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے سو جو لوگ کمزور تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے بیشک ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو جو لوگ بڑے تھے وہ کہیں گے بیشک ہم سب دوزخ میں ہیں بیشک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کر دو وہ ہم سے ایک دن عذاب کا کچھ حصہ ہلکا کر دے وہ جواب دیں گے کیا تمہارے پاس رسول کھلے ہوئے دلائل لے کر نہیں آئے تھے، وہ لوگ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے پر داروغہ ہائے دوزخ جواب دیں گے کہ پھر تو تم ہی دعا کر لو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔

دوزخیوں کا آپس میں جھگڑنا، چھوٹوں کا بڑوں پر الزام دھرنا

دوزخی لوگ آپس میں جھگڑے بازی کریں گے جو لوگ چھوٹے تھے دنیا میں خوب بڑھ چڑھ کر اپنے بڑوں کی بات مانتے تھے اور ان کے کہنے سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے اور ان کے متبعین سے لڑتے تھے اور ان کی تکذیب کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ایمان قبول کرنے سے روکتے تھے، جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو بڑے چھوٹے سب آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اور دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو یہی اتباع یعنی چھوٹے لوگ جو دنیا میں سرداروں اور لیڈروں کے کہنے اور تھپکی دینے سے حق اور اہل حق سے دشمنی کرتے تھے اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم نے تمہاری بات مانی اب تم یہاں ہمیں کچھ فائدہ پہنچا دو بالکل تو دوزخ سے کیا نکلوا سکتے آگ کا تھوڑا سا عذاب ہی ہٹوا دو، ان کے بڑے جواب میں کہیں گے کہ بلاشبہ ہمیں اور تم کو اسی میں رہنا ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا ہے یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تم بھی یہیں رہو گے اور ہم بھی یہیں رہیں گے جب یہاں رہنا ہے تو یہاں کے قانون کے مطابق رہنا ہوگا (اور قانون یہ ہے کہ کوئی دوزخی کسی کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا) سورۂ ابراہیم میں بھی یہ مضمون مذکور ہے کہ چھوٹے وہاں اپنے بڑوں سے یہ بات کہیں گے اور وہ اس کا یہ جواب دیں گے ﴿لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ﴾ (اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتاتا تو ہم بھی تم کو وہ راہ بتا دیتے) ﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ أَجَزِعْنَآ أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ہمارے حق میں برابر ہے ہم پریشانی کا اظہار کریں یا صبر کریں ہمارے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہیں۔)

دوزخیوں کا فرشتوں سے تخفیف عذاب کے لیے عرض معروض کرنا

دوزخی عذاب ہلکا کروانے کے لیے دوزخ پر مقرر فرشتوں سے بھی عرض معروض کریں گے اور ان سے کہیں گے تم اپنے رب سے دعا کر دو کہ وہ ایک ہی دن ہمارا عذاب ہلکا کر دے وہ سوال کریں گے کہ یہاں تمہارے آنے کا جو سبب بنا ہے وہ کیا ہے؟ تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے تمہارے پاس رسول بھیجے تھے انہوں نے ایمان کی دعوت دی تھی وہ جب تمہارے پاس آئے تم نے ان کو جھٹلایا اور ان

Marfat.com

کی بات نہ مانی بولو کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ اس پر وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں واقعی یہ بات صحیح ہے داروغہ ہائے دوزخ کہیں گے کہ ہم ایسے لوگوں کے لیے کچھ بھی سفارش نہیں کر سکتے تم ہی دعا کر لو، وہاں ان کا دعا کرنا بیکار ہوگا ان کی دعا ضائع ہوگی، کافروں کی کوئی دعا وہاں قبول نہیں ہو سکتی۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا والی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے، جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کام نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرے گھر میں رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسولوں اور اہل ایمان سے نصرت کا وعدہ فرمانا اور ظالمین کے ملعون ہونے کا اعلان فرمانا

دو آیتوں کا ترجمہ ہے ان میں دو باتیں بتائی ہیں اول یہ کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا والی زندگی میں مدد کرتے ہیں، مدد تو ہوتی ہے بعض مرتبہ دیر لگنے میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں انہی حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کافروں کو مہلت دی جاتی ہے جو ان کے حق میں استدراج ہوتا ہے اور اسی استدراج کی وجہ سے اور زیادہ بڑھ چڑھ کر شرارت اور بغاوت کرتے ہیں پھر دنیا میں ان سے انتقام لے لیا جاتا ہے۔

﴿وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ اور ہم اس دن بھی رسولوں اور ایمان والوں کی مدد کریں گے جس دن گواہ کھڑے ہوں گے یعنی فرشتے گواہی دیں گے کہ رسولوں نے تبلیغ کی اور کافروں نے جھٹلایا۔

دوسری بات یہ واضح فرمائی کہ قیامت کے دن ظالموں کو ان کی عذر خواہی نفع نہ دے گی وہ دنیا میں بھی مستحق لعنت ہیں اور آخرت میں بھی ملعون ہوں گے۔ اور جو انہیں رہنے کا گھر ملے گا وہ برا گھر ہوگا یعنی دوزخ میں جائیں گے جو آگ والا گھر ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۵۶﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا، یہ کتاب ہدایت اور نصیحت تھی عقل والوں کے لیے، سو آپ صبر کیجیے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنے گناہ کے لیے استغفار کیجیے اور صبح شام اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے جو حمد کے ساتھ ہو بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیت کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں تکبر ہی ہے وہ کبھی بھی اس تک پہنچنے والے نہیں، سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجیے بلاشبہ وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

صبر کرنے اور استغفار کرنے اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہنے کا حکم

ان آیات میں اول تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ (یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے واسطہ سے انہیں ملی تھی جو سراپا ہدایت تھی) یہ کتاب ہدایت تھی اور عقل

Marfat.com

والوں کے لیے نصیحت بھی تھی انہوں نے (قدردانی نہ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایذائیں پہنچائیں اور توریت شریف پر بھی عمل نہ کیا) جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجیے اور اپنے گناہ کے لیے بھی استغفار کیجیے اگر صبر میں کمی آجائے تو اس کی استغفار کے ذریعہ تلافی کردیجیے کیونکہ صبر کی کمی آپ کے شان عالی کے لائق نہیں ہے اس لیے مجازاً اس کو گناہ سے تعبیر فرمایا اور استغفار سے اس کے تدارک کا حکم دیا اور صبح شام یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل میں لگے رہیے۔

اللہ کی آیات میں جھگڑا کرنے والوں کے سینے میں کبر ہے

پھر فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی آیات میں بغیر کسی دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں قرآن کو نہیں مانتے اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں ان کے سینوں میں بس تکبر گھسا ہوا ہے وہ اپنے تکبر کی وجہ سے خیال کرتے ہیں کہ ہم غالب ہوجائیں گے حالانکہ وہ غالب ہونے والے نہیں ہیں آپ اللہ کی پناہ لیجیے بلاشبہ وہ سمیع اور بصیر ہے۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہمارا مسیح یعنی دجال آخر زمانے میں نکلے گا اس کے ذریعہ ہمارا ملک واپس مل جائے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ ان کے سینوں میں تکبر نے جگہ پکڑ رکھی ہے اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم غالب ہوجائیں گے حالانکہ وہ غالب نہیں ہوسکتے ان کے لیے تو یہ فرمایا کہ وہ جس چیز کا لالچ کررہے ہیں اس تک نہیں پہنچ سکتے اور آپ کو حکم دیا کہ آپ اللہ کی پناہ لیں اس میں دجال سے پناہ لینا بھی داخل ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

البتہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، اور برابر نہیں نابینا اور دیکھنے والا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے برے لوگوں کے برابر نہیں ہیں، لوگ کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بلاشبہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

بینا اور نابینا اور مومنین صالحین اور برے لوگ برابر نہیں ہوسکتے

ان آیات میں قیامت کا آنا ثابت فرمایا ہے اور جو لوگ وقوع قیامت کو مستبعد سمجھتے تھے ان کا استبعاد دور فرمایا قیامت کا انکار کرنے والے یوں کہتے تھے کہ قبروں سے نکل کر دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے یہ ان لوگوں کی ناسمجھی اور بیوقوفی کی بات تھی اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ آسمان اور یہ زمین اتنی بڑی بڑی چیزیں ہم نے پیدا کیں ایک سمجھ دار منصف آدمی غور کرے گا اس کی سمجھ میں یہی آئے گا کہ مردہ جسم میں جان ڈالنا خالق ارض وسماء کے لیے ذرا بھی بڑی بات نہیں ہے بات تو سیدھی سادی ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ مردوں میں روح دوبارہ آسکتی ہے مزید فرمایا کہ نابینا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہوسکتے اس کو تو سبھی سمجھتے ہیں اہل ایمان اور اعمال صالحہ والوں کے مقابلے میں بدکردار برابر نہیں ہوسکتے جب یہ بات سمجھتے ہو تو یہ بھی سمجھو کہ اچھوں کو اچھا بدلہ ملنا ہے اور بروں کو برا بدلہ ملنا ہے لہٰذا قیامت قائم ہونا ضروری ہے تاکہ ہر ایک اپنے اپنے کیے کا بدلہ پالے حقائق سامنے رکھ دیئے جاتے ہیں لیکن تم لوگ کم نصیحت حاصل کرتے ہو بلاشبہ قیامت ضرور قائم ہوگی اس کے آنے میں ذرا شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

Marfat.com

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝۶۰

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب بحالت ذلت جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کرنے کا حکم اور قبول فرمانے کا وعدہ

اس آیت کریمہ میں حکم فرمایا ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے کہ بندوں کو اپنی ذات عالی سے مانگنے کی اجازت دے دی اور پھر قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمالیا دعا مانگنے میں جو کیف ہے اسے وہی بندے جانتے ہیں جو دعا کے طریقہ پر دعا کرتے ہیں دعا سراپا عبادت ہے جیسا کہ آیت کے ختم پر فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں (یعنی دعا سے منہ موڑتے ہیں) وہ عنقریب ذلیل ہونے کی حالت میں جہنم میں داخل ہوں گے۔

دعاء کی ضرورت اور فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الدُّعاء مخ العبادة (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۴) کہ دعاء عبادت کا مغز ہے چھلکے کے اندر جو اصل چیز ہوتی ہے اسے مغز کہتے ہیں اور اسی مغز کے دام ہوتے ہیں اگر بادام کو پھوڑو تو اس میں سے گری نکلتی ہے اسی گری کی اصل قیمت ہوتی ہے اگر چھلکوں کے اندر گری نہ ہو تو بادام بے دام ہو جاتے ہیں عبادتیں بہت سی ہیں اور دعا بھی ایک عبادت ہے لیکن یہ ایک بہت بڑی عبادت ہے عبادت ہی نہیں عبادت کا مغز ہے اور اصل عبادت ہے عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے حضور میں بندہ اپنی عاجزی اور ذلت پیش کرے اور خشوع وخضوع یعنی ظاہر اور باطن کے جھکاؤ کے ساتھ بارگاہ بے نیاز میں پوری نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہو اور چونکہ یہ عاجزی والی حضوری دعا میں سب عبادتوں سے زیادہ پائی جاتی ہے اس لیے دعا کو عین عبادت اور عبادت کا مغز فرمایا دعا کرتے وقت بندہ اپنی عاجزی اور حاجت مندی کا اقرار کرتا ہے اور سراپا نیاز ہو کر بارگاہ خداوندی میں اپنی حاجت پیش کر کے للچاتا اور للکتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ صرف اللہ ہی دینے والا ہے وہ داتا ہے اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے وہ قادر ہے کریم ہے جتنا چاہے دے سکتا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے وہ بے نیاز ہے اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے اور مخلوق سراسر عاجز اور محتاج ہے جب اپنے اس یقین کے ساتھ قادر وقیوم کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر سوال کرتا ہے تو اس کا یہ شغل سراپا عبادت بن جاتا ہے اور یہ دعا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی کا سبب بن جاتی ہے اس کے برعکس جو شخص دعا سے گریز کرتا ہے وہ اپنی حاجت مندی کے اقرار کو خلاف شان سمجھتا ہے چونکہ اس کے اس طرز عمل میں تکبر ہے اور اپنی بے نیازی کا دعویٰ ہے اس لیے اللہ جل شانہٗ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

چونکہ دعا عبادت ہی عبادت ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۴ عن الترمذی) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز بزرگ و برتر نہیں ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے: مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۹۵) جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔)

انسان اپنی بھلائی اور بہتری کے لیے جتنی تدبیریں کرتا ہے اور دکھ تکلیف نقصان اور ضرر سے بچنے کے لیے جتنے طریقے سوچتا ہے

Marfat.com

ان میں سب سے زیادہ کامیاب اور آسان اور موثر طریقہ دعا کرنا ہے نہ ہاتھ پاؤں کی محنت نہ مال کا خرچہ، بس دل کو حاضر کر کے دعا کر لی جائے، غریب امیر، بیمار اور صحت مند، مسافر اور مقیم بوڑھا اور جوان مرد ہو یا عورت مجمع ہو یا تنہائی ہر شخص دعا کر سکتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لا تعجزوا فی الدعاء فانه لن یهلك مع الدعاء احد (الترغیب والترهیب للحافظ المنذری) (دعا کے بارے میں عاجز نہ بنو کیونکہ دعا کے ساتھ ہوتے ہوئے ہرگز کوئی شخص ہلاک نہ ہوگا۔)

جو لوگ دعا سے غافل ہوتے ہیں گویا اپنے کو اللہ تعالیٰ کا محتاج نہیں سمجھتے اور ان سے بڑھ کر وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خناس گھسا ہوا ہے وہ دعا کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں آیت بالا میں فرمایا کہ جو لوگ میری عبادت سے یعنی مجھ سے دعا کرنے میں اپنی ذلت محسوس کرتے ہیں اور دعا نہ کرنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں، ایسے لوگ ذلت کی حالت میں جہنم میں داخل ہوں گے لوگوں کا یہ طریقہ رہ گیا ہے کہ دنیاوی اسباب ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اگر دعا کرتے بھی ہیں تو بس ذرا نام کو ہاتھ اٹھا لیتے ہیں نہ دل حاضر نہ آداب دعا کا خیال، ہاتھ اٹھائے اور منہ پر پھیر لیے، یہ بھی پتہ نہیں کہ زبان سے کیا کلمات نکلے اور کیا دعا مانگی، فضائل دعا کے بارے میں ہم نے مستقل کتاب لکھ دی ہے اس کا مطالعہ کر لیا جائے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾

اللہ وہی ہے جس نے رات کو پیدا فرمایا، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو ایسی چیز بنائی جس میں دیکھتے بھالتے ہیں، بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں الٹ کر جا رہے ہو، اسی طرح الٹے چلائے جاتے ہیں وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے ٹھہری ہوئی چیز بنا دیا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری اچھی صورتیں بنا دیں اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے۔ سو بابرکت ہے اللہ جو رب العلمین ہے وہ زندہ ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا تم اسے پکارو اس طرح سے کہ خالص اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہو سب تعریف ہے اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، لیل و نہار، ارض و سماء اسی نے پیدا فرمائے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کبیرہ اور اللہ تعالیٰ کی صفات جلیلہ بیان فرمائیں، ارشاد فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رات دن بنائے رات میں آرام کرتے ہو سکون اور چین سے رہتے ہو اور دن کو ایسی چیز بنا دی جس میں دیکھتے بھالتے ہو آتے جاتے ہو رزق تلاش کرتے ہو، رات اور دن دونوں اس کی بڑی نعمتیں ہیں لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رب ہے وہ ہر چیز کو پیدا فرمانے والا ہے اسی کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ان باتوں کا تقاضا ہے کہ تم اسی کی طرف متوجہ ہو اسی کی عبادت کرو اس کو چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو تمہارا کدھر کو رخ ہے معبود برحق کی طرف سے ہٹ کر تمہارا کدھر کو جانا ہے؟ اس کے بعد یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے وہ لوگ ہٹا دیئے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں یہ اس کی آیات کا انکار کرنا اس بات کا ذریعہ بن جاتا ہے کہ شیاطین الانس والجن ان کو حق سے ہٹا کر دوسری طرف لے جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی مزید چند نعمتوں کا ذکر فرمایا، اول یہ کہ اللہ نے تمہارے لیے زمین بنائی جس پر آرام سے رہتے سہتے ہو وہ ہلتی جلتی نہیں ہے اور اس نے آسمان کو تمہارے لیے ایک چھت بنا دیا اوپر دیکھتے ہو تو دل خوش ہوتا ہے اور فرمایا کہ اللہ نے تمہاری صورتیں بنائیں اور اچھی صورتیں بنائیں پھر مزید یہ کرم فرمایا کہ پاکیزہ عمدہ چیزیں عطاء فرمائیں جو کھانے کی چیزیں بھی ہیں اور پہننے کی بھی ہیں اور دوسرے مواقع پر بھی استعمال ہوتی ہیں جس نے تمہیں ان چیزوں سے نوازا یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے بابرکت ہے رب العلمین ہے وہ زندہ ہے اس کی حیات ذاتی ہے حقیقی ہے ازلی وابدی ہے ان باتوں کو سمجھو اور یقین کرو کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا اسی کو پکارو اسی سے مانگو اسی کی عبادت کرو اور ایسی عبادت کرو کہ عبادت اور طاعت خالص اسی کے لیے ہو آخر میں فرمایا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔)

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَاُمِرْتُ
اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ
يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ
لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع

آپ فرما دیجیے بلاشبہ میں اس سے منع کیا گیا کہ ان کی عبادت کروں جن کی اللہ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے ہو جبکہ میرے رب کی طرف سے میرے پاس واضح نشانیاں آ چکی ہیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین ہی کا فرمانبردار بنوں اللہ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا پھر تمہیں اس حالت میں نکالتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو پھر تاکہ اپنی طاقت کو پہنچ جاؤ تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض کو اس سے پہلے اٹھا لیتا ہے اور تاکہ تم اجل مسمّٰی کو پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سمجھ حاصل کرو، اللہ وہی ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی حکم کا فیصلہ فرماتا ہے تو یہی فرما دیتا ہے کہ ہو جا لہٰذا وہ ہو جاتا ہے۔

میں تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کر سکتا، مجھے حکم ہوا ہے کہ رب العالمین کی فرمانبرداری کروں

یہ تین آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ مشرکین سے فرما دیں کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلائل آ چکے ہیں میں تو صرف اللہ جل مجدہٗ ہی کی عبادت کروں گا تم اللہ تعالیٰ شانہٗ کو چھوڑ کر جو غیروں کی عبادت کرتے ہو میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں شرک اختیار کروں مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ رب العالمین جل مجدہٗ کی خالص فرمانبرداری کروں یہ اعلان کر کے مشرکین کو یہ بتا دیا کہ تم جو یہ امید لیے بیٹھے ہو کہ میں اپنی توحید کی دعوت کو چھوڑ دوں گا یا تمہاری

Marfat.com

طرف کچھ جھک جاؤں گا یہ تمہارا جھوٹا خیال ہے۔

دوسری آیت میں انسان کی تخلیق کے مختلف ادوار بتائے اول تو یہ فرمایا کہ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا یعنی انسان کی ابتدائی تخلیق مٹی سے ہے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرما دیا اس طرح سے ان کی پوری نسل کی اصل مٹی سے ہوگئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی نسل کی پیدائش کا اللہ تعالیٰ نے یوں سلسلہ چلایا کہ ہر فرد مرد کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں جاتا ہے کچھ عرصے کے بعد یہ نطفہ علقہ یعنی جما ہوا خون بن جاتا ہے پھر یہ جما ہوا خون چبانے کے قابل ایک گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ وہیں رحم مادر میں اس کی صورت بنا دیتا ہے اور وہیں پر ہڈیاں بنا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتا ہے پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق وہ باہر آجاتا ہے جب باہر آجاتا ہے تو اس وقت طفل ہوتا ہے اس شان طفولیت سے ہر بچہ گزرتا ہے اس تفصیل کو ﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

انسان کی تخلیق اور اس کی زندگی کے مختلف اطوار و ادوار

اس تفصیل اور تفسیر کو بیان کرتے ہوئے سورۃ الحج کے پہلے رکوع اور سورہ المومنون کے پہلے رکوع کو سامنے رکھا گیا ان دونوں جگہ اجمال کی تفصیل ہے اس کے بعد زندگی کے مزید ادوار بیان فرمائے۔ اولاً فرمایا ﴿ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ﴾ ای ثم یبقیکم لتبلغوا اشدکم یعنی اللہ نے تمہیں حالت طفلی میں پیدا فرمایا پھر تم کو اتنی زندگی دی کہ طاقت کے زمانہ یعنی جوانی کے زمانہ کو پہنچ گئے جسمانی قوت بھی دی سمجھ بھی دی عقل بھی عنایت فرمائی اور قوت گویائی بھی عطا فرمائی ﴿ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا﴾ پھر تمہاری جوانی آگے بڑھتی رہی بڑھاپا قریب آتا چلا گیا حتیٰ کہ تم بوڑھے ہوگئے۔

پھر یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص جوان ہو یا ہر شخص بوڑھا ہو اللہ تعالیٰ بعض کو پہلے ہی اٹھا لیتا ہے بہت سے لوگ بڑھاپا پانے سے پہلے ہی یا جوانی آنے سے پہلے ہی اس دنیا سے اٹھا لیے جاتے ہیں اور موت ان کا صفایا کر دیتی ہے اس کو ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ﴾ میں بیان فرمایا پھر فرمایا ﴿وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى﴾ یعنی مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے آخر میں سب کو مقررہ اجل یعنی قیامت کے دن تک پہنچنا ہے یعنی اس دن حاضر ہونا ہے وہاں سب کی حاضری ہوگی اور جو زندگی دی گئی تھی اس میں جو اعمال کیے ان کا محاسبہ ہوگا۔

﴿وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ اور تا کہ تم سمجھ لو کہ مختلف ادوار سے جو گزرتے ہو یہ کیوں گزارے جا رہے ہیں اور اس میں حکمتوں اور عبرتوں کی کیا کیا باتیں ہیں۔

تیسری آیت میں یہ بتایا کہ اللہ ہی موت دیتا ہے اور وہی زندہ فرماتا ہے اور اس کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں ہے جب کسی چیز کو وجود میں لانا ہو تو اس کا کُن (ہوجا) فرما دینا ہی کافی ہے اس کا حکم ہوا اور چیز وجود میں آئی ﴿فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ جو فرمایا اس میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا فرمانے میں اسباب اور آلات کا محتاج نہیں ہے کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اس کا ارادہ ہی کافی ہے مزید توضیح کے لیے انوار البیان ص ۱۹۵: ج ۱ کا مطالعہ کیا جائے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝۶۹ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ
اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۣ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۰ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۝۷۱ فِي
الْحَمِيْمِ ۥ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝۷۲ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝۷۳ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا

Marfat.com

ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ
فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ
اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں کہاں الٹے پھرے جا رہے ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو جھٹلایا جس کو ہم نے رسولوں کے واسطہ سے بھیجا سو عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جبکہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی وہ گھیٹے جائیں گے گرم پانی میں پھر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ معبود غیر اللہ کہاں گئے جنہیں تم شریک بناتے تھے وہ جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کی عبادت کرتے ہی نہ تھے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو گمراہ فرماتا ہے یہ اس وجہ سے کہ تم زمین میں ناحق اتراتے تھے اور اس وجہ سے تم اکڑ مکڑ کرتے تھے داخل ہو جاؤ، جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہو گے سو برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا سو آپ صبر کیجیے بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے سو اگر ہم آپ کو اس میں سے بعض چیزیں دکھا دیں جس کے بارے میں ہم نے انہیں پہلے سے بتا دیا ہے یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

دوزخیوں کا طوقوں اور زنجیروں میں گھسیٹا جانا، دوزخ میں داخل ہونا اور ان سے یہ سوال ہونا کہ تمہارے باطل معبود کہاں ہیں

اوپر چند آیات کا ترجمہ ذکر کیا گیا ہے اولاً ان لوگوں کی وعید ذکر فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑے بازی کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اور اللہ کے پیغام کو جھٹلاتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ عنقریب اپنی سزا کو جان لیں گے جبکہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی اسی حالت میں فرشتے انہیں گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لے جائیں گے پھر یہ لوگ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے وہاں ان سے دریافت کیا جائے گا کہ اللہ کے سوا تم نے جو معبود بنا رکھے تھے وہ سب کہاں گئے یہ لوگ اول تو یوں کہیں گے کہ وہ سب غائب ہو گئے ہمیں ان سے کچھ نفع نہیں پہنچا پھر کہیں گے کہ ہم تو کسی کو پوجتے ہی نہ تھے صاحب روح المعانی نے اس کے دو مطلب لکھے ہیں اول یہ کہ آج ہمیں پتہ چلا کہ ہم اللہ کے سوا جن لوگوں کی پوجا کرتے تھے وہ لوگ کچھ بھی نہ تھے معلوم ہوا کہ ہم سب غلطی پر تھے ایسی چیز کی پرستش کی جو لاشی محض تھی دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ وہاں غیر اللہ کی پرستش سے انکاری ہو جائیں گے اور قصداً وارادۃً جھوٹ بولیں گے جیسا کہ سورۂ انعام میں ہے کہ وہ یوں کہیں گے۔ ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾

ان لوگوں کے جواب ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو گمراہ کرتا ہے یہاں اس دنیا میں جس چیز کے نافع ہونے کا خیال باندھے ہوئے ہیں اور اسی خیال سے غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں قیامت کے دن ان معبود ان باطلہ کو لاشی محض قرار دے دیں گے بلکہ ان کی پوجا ہی سے منکر ہو جائیں گے حیرت اور پریشانی کی وجہ سے جھوٹ پر اتر آئیں گے ﴿ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (یہ عذاب اس لیے ہے کہ تم ناحق زمین پر اتراتے پھرتے تھے) ﴿وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ﴾ (اور اس وجہ سے یہ عذاب ہے کہ تم اکڑ مکڑ کرتے تھے) دنیا میں جو نعمتیں تمہیں دی گئیں ان میں لگ کر تم منعم حقیقی سے غافل ہو گئے اور آخرت کو بھول گئے، فرح اور مرح دونوں نے تمہارا ناس کھو دیا ﴿اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ (تم دوزخ

Marfat.com

کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے) ﴿فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ (سو برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا جب تمہارے سامنے حق آتا تھا توحید پیش کی جاتی تھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تمہارے پاس دعوتِ حق لے کر آتے تھے تو تم ان کی بات قبول کرنے میں اپنی ہیٹی سمجھتے تھے اور انسلٹ جانتے تھے آج اس تکبر کا بدلہ چکھ لو جہنم میں عذاب بھی ہے اور ذلت بھی۔

اوپر جو ﴿يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾ فرمایا ہے اس پر بعض اہل علم نے یہ اشکال کیا ہے کہ سورۂ دخان کی آیت ﴿ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ جحیم کا عذاب حمیم سے پہلے ہے حقیقت میں اس میں کوئی تعارض اور تنافی نہیں ہے کیونکہ سورۂ زمر کی آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ بالکل ابتداء میں داخل جحیم سے پہلے حمیم کا عذاب ہوگا دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کبھی حمیم ہو کبھی جحیم ہو اس طرح تقدم اور تاخر ہوتا رہے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو صبر کی تلقین فرمائی ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ﴾ آپ صبر کیجیے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے کفر پر جو کافروں کو عذاب ہوگا وہ یقینی ہے ﴿فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ﴾ ہم ان سے جس عذاب کا وعدہ کر رہے ہیں اگر ہم آپ کے سامنے اس میں سے کچھ حصہ آپ کو دکھلا دیں آپ کی حیات میں اس کا نزول اور ظہور ہو جائے یا اس کے نزول سے پہلے ہی ہم آپ کو وفات دے دیں تو یہ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں جو بھی صورت ہو بہرحال ان سب کو ہمارے ہی پاس آنا ہے لہٰذا ہم ان کو آخرت میں کفر کی سزا دے دیں گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان کر دیا اور ان میں بعض ایسے ہیں جن کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، اور کسی رسول کو یہ قدرت نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے اذن سے، پھر جب اللہ کا حکم آ جائے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت باطل والے خسارہ میں رہ جائیں گے۔

ہم نے آپ سے بعض رسولوں کا تذکرہ کر دیا ہے اور بعض کا نہیں کیا، کسی نبی کو اختیار نہ تھا کہ اذن الٰہی کے بغیر کوئی نشانی لے آئے

آیت بالا میں دو باتیں ذکر فرمائیں اولاً رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بڑی تعداد میں رسول بھیجے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ سے کر دیا اور بعض کا تذکرہ نہیں کیا۔ جن حضرات کا تذکرہ فرمایا ہے سورہ بقرہ، سورۂ مائدہ، سورۂ انعام اور سورۂ اعراف و سورۂ ہود اور سورۂ الانبیاء میں اور بعض دیگر سورتوں میں مذکور ہیں یہ اس کے معارض نہیں ہے کہ اجمالی طور پر ان حضرات کی تعداد سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو باخبر فرما دیا ہو تفصیلی اخبار و آثار کا بیان نہ فرمانا اجمالی عدد جاننے کے لیے منافی نہیں، مسند احمد میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ انبیاء علیہم السلام کرام کی کتنی تعداد ہے آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار (مزید فرمایا کہ) ان میں تین سو پندرہ رسول تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۱)

چونکہ یہ حدیث متواتر نہیں ہے اس لیے علماء نے فرمایا کہ ایمان لانے میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا خاص عدد ذکر نہ کرے بلکہ یوں عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں اور نبیوں پر ایمان رکھتا ہوں۔

Marfat.com

دوسری بات یہ بتائی کہ کسی نبی کو یہ قدرت نہ تھی اور نہ یہ اختیار تھا کہ خود سے کوئی معجزہ لے آئے جتنے بھی معجزات امتوں کے سامنے لائے گئے وہ سب اللہ کے اذن اور مشیت سے تھے سابقین انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی ان کی امتوں نے اپنی خواہشوں کے مطابق معجزات طلب کیے وہ حضرات خود مختار نہ تھے جو خود سے معجزات پیش کر دیتے اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ چاہا ظاہر فرما دیا آپ سے بھی امت کے لوگ خود تراشیدہ معجزات طلب کرتے ہیں اور اس کے ظاہر نہ ہونے پر آپ کی تکذیب کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے انبیائے سابقین علیہم السلام کے ساتھ بھی ایسا ہوتا رہا ہے آپ تسلی رکھیے اور ان حضرات کی طرح صبر کیجیے ﴿فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ﴾ پھر جب اللہ کا حکم آئے گا یعنی دنیا میں یا آخرت میں عذاب کا نزول ہو جائے گا تو اس وقت فیصلہ کر دیا جائے گا جو حضرات حق پر ہوں گے ان کی نجات ہوگی اور اجر و ثواب ملے گا اور اہل باطل عذاب میں مبتلا ہوں گے ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ﴾ اور اس وقت باطل والے خسارہ یعنی ہلاکت اور بربادی میں پڑ جائیں گے لہٰذا آپ انتظار فرمائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور فیصلہ ہوگا اور حق فیصلہ ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا
عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ
تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ كَانُوْا
اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا
رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ
لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۗ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو، اور ان میں بعض کو کھاتے ہو اور تمہارے لیے ان میں منافع ہے اور تاکہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت پر پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر لدے ہوئے پھرتے ہو اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے سو اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے کیا وہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو وہ دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے زیادہ تھے اور ان سے قوت میں بھی سخت تھے اور زمین میں بھی ان کی نشانیاں بہت ہیں سو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی سو جب ان کے پاس ہمارے رسول دلیلیں لے کر آئے تو جو علم ان کے پاس تھا اس کی وجہ سے بڑے اترائے اور ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا مذاق بنایا کرتے تھے، سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اللہ پر جو تنہا ہے اور ہم جن چیزوں کو اللہ کا شریک بناتے تھے ان کے منکر ہیں سو ان کے ایمان نے ان کو کچھ نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا، اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے اور اس موقع پر کفر کرنے والے خسارہ میں رہ گئے۔

چوپایوں اور کشتیوں کی نعمت کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں یاد دلائی اور مخاطبین کو توجہ دلائی کہ زمین میں چل پھر کر پرانی امتوں کے نشانات دیکھیں اور ان کی ہلاکت سے عبرت حاصل کریں فرمایا اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا فرمائے ان چوپایوں پر سوار بھی ہوتے ہو اور ان کا گوشت بھی کھاتے ہو اور ان میں دیگر منافع بھی ہے مثلاً دودھ پیتے ہو ان کے بالوں سے اور اون سے اور چمڑوں سے نفع حاصل

Marfat.com

کرتے ہو ان پر جو سفر کرتے ہو یا اسفار ایسے نہیں کہ صرف تم ہی کو یہ جانور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیں بلکہ تم انہیں بوجھ منتقل کرنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہو ان پر مال لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے ہو پھر اسے وہاں فروخت کرتے ہو پھر وہاں سے مال خرید کر ان کی کمروں پر باندھ کر لے آتے ہو اس طرح سے تمہاری حاجتیں پوری ہوتی ہیں صاحب روح المعانی نے بعض مفسرین سے نقل کیا ہے کہ چونکہ اس پہلی آیت میں جانوروں پر سوار ہونے کا ذکر آچکا ہے اس لیے یہاں بچوں اور عورتوں کے سوار کیے جانے کا ذکر ہے کیونکہ یہ دونوں ضعیف مخلوق ہیں بڑے تو ہمت کر کے ایک شہر سے دوسرے شہر بھی جا سکتے ہیں لیکن ان دونوں جنسوں کے افراد سفر نہیں کر سکتے اس لیے اس میں مجہول کا صیغہ تحملون لایا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم چھوٹے چھوٹے تھے تم کو ان جانوروں پر سوار کیا جاتا تھا۔

﴿وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ اور اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے ﴿فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ﴾ سو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بہت ہیں اور وہ خوب ظاہر بھی ہیں سب کے سامنے ہیں انکار کرنے کا کوئی موقع نہیں صحیح عقل والا انسان ان کا انکار نہیں کر سکتا جب ان سے انکار نہیں تو توحید کے کیوں قائل نہیں ہوتے اور شرک پر کیوں جمے ہوئے ہو۔

گزشتہ قوموں کی بربادی کا تذکرہ

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ (الیٰ اخر السورة) کیا ان لوگوں نے سفر نہیں کیا اور نافرمان پرانی امتوں کے مکان اور کھنڈر اور کنوئیں اور اینٹ پتھر نہیں دیکھے؟ دیکھے ہیں اور بار بار دیکھے ہیں ان امتوں کا انجام بھی دیکھ چکے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ لوگ ان سے عدد میں بڑھ کر تھے اور طاقت میں بھی زیادہ تھے اور زمین میں ان کے نشانات بھی بہت ہیں انہوں نے مضبوط قلعے بنائے پتھروں کو تراش کر گھر بنائے لیکن رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے عذاب آیا تو سب چیزیں دھری رہ گئیں جو کچھ کماتے تھے وہ کچھ بھی کام نہ آیا۔

جب اللہ کے رسول کھلے ہوئے معجزات اور آیات واضحات لے کر آئے تو ان لوگوں نے رسولوں کی باتوں کی طرف دھیان نہیں دیا اور اپنے پاس جو دنیاوی چیزوں کا علم تھا یا جہل کو علم سمجھ رکھا تھا اسی پر اتراتے رہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف سے جو تکذیب پر عذاب آنے کی خبر دی گئی تھی اس کا مذاق اڑاتے تھے اس نے ان کو تباہ کر دیا قرآن کے مخاطبین پر لازم ہے کہ ان لوگوں کے حالات اور ان لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

جب ان لوگوں پر عذاب آیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے سوا ہم نے جن کی عبادت کی اور انہیں عبادت الٰہیہ میں شریک کیا آج ہم اس کے منکر ہوتے ہیں لیکن جب انہوں نے عذاب دیکھ لیا تو ایمان کی باتیں کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا ایمان اس وقت نافع ہوتا ہے جب عذاب آنے سے پہلے ایمان قبول کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی یہی عادت رہی کہ تکذیب کی وجہ سے جب بندوں پر عذاب آیا تو اس وقت ان کا ایمان لانا مقبول نہ ہوا بہر حال ہلاک کر دیئے گئے ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُوْنَ﴾ (آیت نمبر ۸۵) (اور اس موقعہ پر کافر لوگ ہی خسارہ میں پڑ گئے) ولا يستثنى من ذلك الا قوم يونس عليه السلام كما جاء مصرحاً في سورة يونس عليه السلام پس مخاطبین قرآن پر لازم ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک پر اور اس کے آخری نبی پر اور اس کے دین پر ایمان لائیں تاکہ سابقہ امتوں کی طرح ہلاک نہ ہو جائیں۔

وهذا آخر تفسير سورة الغافر، والحمد لله العزيز الغافر
والصلوٰة على النبي الطيب الطاهر، وَعَلٰى من اتبع سنة من كل ذاكر و شاكر

Marfat.com

ایاتہا ۵۵ ۴۱ سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۱ رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۂ حٰمٓ السجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۵۵ آیات اور ۶ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۱ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۲ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۳
بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا
اِلَیْہِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۵

حٰمٓ یہ کلام ہے نازل کیا گیا ہے رحمٰن رحیم کی طرف سے یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل طریقہ پر بیان کی گئی ہیں یعنی یہ قرآن ہے جو عربی ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، سو ان میں سے اکثر لوگوں نے اعراض کیا سو وہ لوگ نہیں سنتے، اور انہوں نے کہا جس چیز کی طرف ہمیں بلاتے ہیں اس کے بارے میں ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے، سو تم کام کیے جاؤ بیشک ہم کام کرنے والے ہیں۔

قرآن کی آیات مفصل ہیں، وہ بشیر ہے اور نذیر ہے، منکرین اس سے اعراض کرتے ہیں

حٰمٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہے اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اس کے بعد دو آیتوں میں قرآن مجید کی صفات بیان فرمائی، اول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو رحمٰن ہے اور رحیم ہے یعنی بہت بڑا مہربان ہے بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے اس کی رحمت کا تقاضا ہوا کہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے کتاب نازل فرمائے دوم یہ کہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی آیات مفصل ہیں یعنی خوب صاف صاف بیان کی گئی ہیں سوم یہ فرمایا کہ یہ قرآن کی آیات ہیں جو عربی ہے اس کے اولین مخاطب اہل عرب ہیں اس کا سمجھنا ان کے لیے آسان ہے اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے چونکہ بہت اعلیٰ ہے اس لیے بطور معجزہ اہل عرب پر اس کے ذریعہ حجت قائم ہو چکی ہے اب جو شخص ایمان نہ لائے گا اپنا برا کرے گا یوں تو قرآن سب ہی کو حق کی دعوت دیتا ہے اور سب ہی پر اس کا ماننا اور اس پر ایمان لانا فرض ہے لیکن اہل علم ہی اس سے مستفید اور منتفع ہوتے ہیں اس لیے ﴿لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ﴾ فرمایا چہارم ﴿بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ فرمایا کہ قرآن اپنے ماننے والوں کو بشارت دینے والا ہے اور منکرین کو ڈرانے والا ہے اس کے بعد لوگوں کی روگردانی کا تذکرہ فرمایا باوجود یہ کہ قرآن اپنے ماننے والوں کو بشارت دینے والا ہے اور منکرین کو ڈرانے والا ہے اس کے بعد لوگوں کی روگردانی کا تذکرہ فرمایا باوجود یہ کہ قرآن خوب اچھی طرح واضح طور پر بیان فرماتا ہے بشیر بھی ہے اور نذیر بھی اکثر لوگ اس کی طرف سے اعراض یعنی روگردانی کرتے ہیں اور ساری سنی ان سنی کر دیتے ہیں گویا کہ انہوں نے سنا ہی نہیں اسی کو فرمایا ﴿فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ﴾ اور نہ صرف یہ کہ ایمان نہ لائے اور جو کچھ سنا تھا اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے یوں کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے تمہاری دعوت نہ ہمارے کان سننے کو تیار ہیں اور نہ ہمارے دلوں کو اس کا قبول کرنا گوارا ہے اور مزید یوں کہا کہ تم اگرچہ حسی اور جسمانی طور پر قریب ہو لیکن حقیقت میں ہمارے اور تمہارے درمیان بُعد ہے اور پردہ ہے جو کچھ کہو ہم سننے اور ماننے والے نہیں ان لوگوں نے یہ بھی کہا ﴿فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ﴾ کہ آپ اپنا عمل کرتے رہیں ہم اپنے دین کے مطابق عمل کرتے رہیں گے اس میں یہ بھی داخل ہے کہ تمہارا کاٹ کریں گے یہ کہہ کر دعوت حق

Marfat.com

سننے اور قبول کرنے سے بالکل ہی انکاری ہوگئے۔ ان لوگوں نے جو یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں اور کانوں میں ڈاٹ ہے چونکہ اس سے اصرار علی الکفر مقصود تھا اس لیے ﴿وَ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ اس کے منافی نہیں ہے جس میں جَعْلُ الْاَكِنَّةِ عَلَی الْقُلُوْبِ کی نسبت اللہ جل شانہٗ کی طرف کی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ ع

آپ فرما دیجیے میں تو تمہارے ہی جیسا بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے لہٰذا تم ٹھیک طریقہ پر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے استغفار کرو، اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو شرک کرنے والے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں، بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

آپ فرما دیجیے میں تمہارے ہی جیسا بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، مشرکین کے لیے ہلاکت ہے اور اہل ایمان کے لیے ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا

قرآن کے مخاطبین جو یہ کہتے تھے کہ ہم تمہیں کیسے اللہ کا نبی مانیں تم تو ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اس کا جواب دے دیا کہ میں ہوں تو تمہارے ہی جیسا آدمی لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی فضیلت اور خصوصیت عطاء فرمائی ہے جو تم میں نہیں ہے اور وہ یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے نوازا ہے چونکہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اس لیے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی بات پہنچاتا ہوں تمہارا معبود ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ شانہٗ، جس نے سب کو پیدا فرمایا عقل صحیح کا بھی تقاضا ہے کہ خالق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوں اور اس کے حکموں کو مانیں اور ہر طرح کی کجی اور بے راہی اور ٹیڑھے پن سے دور رہا جائے تم سیدھی راہ چلو اللہ تعالیٰ کو واحد مانو اور صحیح طریقہ پر اس کا دین اختیار کرو اور یہ نہ سمجھو کہ ہماری بخشش کیسے ہوگی، شرک اور کفر ہے تو بہت بڑی بغاوت لیکن جب کوئی کافر اور مشرک توبہ کر لے یعنی کفر اور شرک کو چھوڑ کر ایمان قبول کر لے تو پچھلا سب کچھ معاف ہو جاتا ہے لہٰذا تم ایمان قبول کرو اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔

اس کے بعد مشرکین کی ہلاکت اور بربادی بیان فرمائی ﴿وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ﴾ اور بربادی ہے مشرکوں کے لیے ﴿الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ (جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے) نماز کی تو کیا پابندی کریں گے جو بڑا کام ہے وہ تو مال خرچ نہیں کر سکتے جو معمولی چیز ہے ہاتھ کا میل ہے بخل ان پر مسلط ہے ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

بعض حضرات نے ﴿لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ کا معروف معنی نہیں لیا لغوی معنی لے کر اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ وہ اپنے نفسوں کو شرک سے پاک نہیں کرتے اور ایمان سے متصف نہیں ہوتے اس کے بعد اہل ایمان کا ثواب بتایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا

Marfat.com

طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ⑪ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ
سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫

آپ فرما دیجیے کیا تم ایسی ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اس کے لیے شریک تجویز کرتے ہو وہ سارے جہانوں کا رب ہے، اور اس نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے، جو اس کے اوپر موجود ہیں اور اس نے زمین میں برکت دی، اور اس نے زمین میں اس کی غذائیں مقرر کر دیں چار دن میں، یہ پورے ہیں پوچھنے والوں کے لیے، پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اس حال میں کہ وہ دھواں تھا سو اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہیں، سو اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا، اور ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دے دی اور حفاظت کی چیز بنا دی یہ تقدیر ہے عزیز کی علیم کی۔

زمین وآسمان کی تخلیق کا تذکرہ، ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کا خطاب، اور ان کا فرمانبرداری والا جواب

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید کی دعوت دی ہے اور شرک کی شناعت اور قباحت بیان فرمائی نیز آسمان اور زمین کے پیدا فرمانے اور آسمان اور زمین سے متعلقہ امور بیان فرمائے۔

ارشاد فرمایا کیا تم اس ذات پاک کی توحید کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرما دیا اتنی بڑی زمین کا وجود سمجھدار عقلمند انسان کے لیے یہ یقین دلانے کے لیے کافی ہے کہ اس کا پیدا فرمانے والا وحدہ لاشریک ہے اس کی توحید کے قائل ہونے کی بجائے تم نے یہ کر رکھا ہے کہ اس کے لیے شریک ٹھہرا دیئے جنہیں تم اس کے برابر سمجھتے ہو انہوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا اور وہ خود پیدا فرمانے والے کے پیدا کرنے سے وجود میں آئے ہیں وہ اپنے خالق کا برابر اور ہمسر اور شریک اور مقابل کیسے ہو سکتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے جس ذات پاک نے زمین کو پیدا فرمایا ہے وہ سارے جہانوں کا مالک ہے اور پروردگار ہے تم اور تمہارے باطل معبود اسی خالق جل مجدہٗ کی مخلوق اور مملوک ہیں۔

خالق کائنات جل مجدہ نے صرف زمین ہی کو پیدا نہیں فرمایا زمین میں طرح طرح کی چیزیں پیدا فرمائیں دیکھو اس نے زمین کے اوپر بوجھل اور بھاری پہاڑ پیدا فرما دیئے اور زمین میں برکت رکھ دی۔ صاحب روح المعانی ارشاد فرماتے ہیں: ((قدر سبحانه ان يكثر خيرها بان يكثر فيها النباتات وانواع الحيوانات التي من جملتها الانسان)) (یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں خیر و برکت رکھ دی اور وہ اس طرح سے کہ اس میں طرح طرح کے نباتات اور حیوانات پیدا فرما دیئے جاندار چیزوں میں انسان بھی ہے۔

زمین میں غذائیں بھی رکھ دیں جو انسان اور حیوانوں کے کام آتی ہیں یہ غذائیں زمین سے نکلتی ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے پھل میوے سبزیاں اور دیگر کھانے کی چیزیں پیدا فرمائیں اور پہلے سے تجویز فرما دیا کہ کتنی کتنی چیزیں پیدا ہوں گی اور کہاں کہاں کس کس علاقہ میں پائی جائیں گی اور کس کے حصہ میں کتنی خوراک آئے گی ((فی روح المعانی بين كميتها واقدارها وقال في الارشاد اى حكم بالفعل بأن يوجد فيما سيأتي لاهلها من الانواع المختلفة اقواتها المناسبة لها على مقدار معين تقتضيه الحكمة)) (روح المعانی میں ہے کہ روزی کی مقدار و اندازہ واضح فرما دیا اور الارشاد میں ہے یعنی بالفعل حکم دے دیا کہ اہل زمین کے لیے مختلف انواع کی روزی جو ان کے مناسب ہوگی حکم کے مطابق معین مقدار میں موجود رہے گی۔)

﴿فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ﴾ یہ مذکورہ کام چار دن میں ہوئے یعنی دو دن میں زمین پیدا فرمائی اور دو دن میں پہاڑوں کی پیدائش فرمائی اور برکت کا رکھ دینا اور روزیوں کا مقرر فرمانا ہوا چونکہ دیگر آیات میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان چیزوں کی تخلیق چھ دن بتائی ہے

Marfat.com

اس لیے مفسرین کرامؒ نے مذکورہ بالا تفسیر اختیار کی ہے دو دن زمین کے پیدا فرمانے کے اور دو دن دوسری چیزوں کے (جو مذکور ہوئیں) اور دو دن آسمانوں کی تخلیق کے جن کا ذکر ابھی آتا ہے۔ انشاء اللہ۔

﴿سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ یہ پورے چار دن ہیں پوچھنے والوں کے لیے۔ تفسیر درمنثور میں بحوالہ حاکم اور بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سوال کیا آپ نے انہیں جواب دیا پھر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا نازل فرمائی اور اس کے آخر میں فرمایا ﴿سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ کہ یہ چار دن ہیں پورے ان لوگوں کے جواب میں جو سوال کرنے والے ہیں۔

اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا ﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾ (الآیتین) پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ اس وقت دھواں تھا یعنی اس کا مادہ دخان کی صورت میں تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا فرمایا اور زمین اور آسمان دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں کو ہمارے حکم کے مطابق آنا لازم ہوگا خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، یعنی ہمارے احکام تکوینیہ جو تم دونوں میں جاری ہوں گے ان کے مطابق ہی تمہیں رہنا لازم ہوگا۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ ﴿طَوْعًا اَوْ كَرْهًا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو تمہارے اندر تاثیر ہوگی اسی کے مطابق ہوگا تم اس کے خلاف نہیں کر سکتے اور یہ مقصد نہیں ہے کہ انہیں ماننے نہ ماننے کا اختیار دے دیا ﴿قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ﴾ آسمانوں اور زمین دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی کے ساتھ فرمانبرداری کے لیے حاضر ہیں۔

﴿فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ (سو اللہ تعالیٰ نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے) ﴿وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا﴾ (اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا) یعنی جن فرشتوں سے جو کام لینا تھا وہ ان کو بتا دیا۔

﴿وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا﴾ (اور ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور ان ستاروں کو حفاظت کا ذریعہ بنا دیا) شیاطین اوپر کی باتیں سننے کے لیے اوپر جاتے ہیں تو یہ ستارے انہیں مارتے ہیں جیسا کہ سورۃ الملک کی آیت ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

﴿ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (یہ تقدیر ہے یعنی طے کردہ امر ہے اس ذات پاک کی طرف سے جو عزیز یعنی زبردست ہے اور علیم ہے۔)

سورۂ بقرہ کی آیت ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ ان سب کو ملانے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کا مادہ بنایا اور اس کے اوپر بھاری پہاڑ پیدا فرما دیئے پھر سات آسمان بنا دیئے جو بنانے سے پہلے دھوئیں کی صورت میں تھے اس کے بعد زمین کے مادہ کو موجودہ صورت میں پھیلا دیا۔

قریش کے انکار و عناد پر رسول اللہ ﷺ کا آیات بالا پڑھ کر سنانا

قرطبی ص ۳۳۸: ج ۱۵ میں لکھا ہے کہ ایک دن قریش نے آپس میں یوں کہا جن میں ابوجہل بھی تھا کہ محمد ﷺ کا معاملہ ہمارے لیے اشکال کا باعث بن گیا ہے (واضح طور پر ہم اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں) تم ایسا کرو کہ ایسے شخص کو تلاش کرو جو شاعر بھی ہو اور کاہن بھی اور ساحر بھی، ایسا شخص ان کے پاس جائے اور گفتگو کر کے واپس آئے اور ہمیں واضح طور پر بتا دے کہ ان کے دعویٰ کی کیا حقیقت ہے یہ سن کر عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں کہانت اور شعر اور سحر تینوں سے واقف ہوں اگر ان تینوں میں سے کوئی چیز ہوگی تو مجھے پتہ چل جائے گا اور ان لوگوں نے کہا کہ اچھا تم محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور بات چیت کرو۔

عتبہ بن ربیعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمد آپ بہتر ہیں یا قصی بن کلاب؟ آپ بہتر ہیں یا ہاشم؟ آپ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبداللہ؟ (مطلب یہ تھا کہ یہ آپ کے آباؤ اجداد ہیں آپ ان کے دین کو باطل بتاتے

Marfat.com

ہیں) آپ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اور ہمارے باپ دادوں کو گمراہ بتاتے ہیں اور ناسمجھ بتاتے ہیں اور ہمارے دین کو برا کہتے ہیں ان سب باتوں سے آپ کا مقصد کیا ہے اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سردار بنا لیتے ہیں جب تک آپ زندہ رہیں اور اس کے اظہار اور اعلان کے لیے جھنڈے کھڑے کردیتے ہیں اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی شادی ہوجائے تو ہم قریش کی دس لڑکیوں سے آپ کا نکاح کردیتے ہیں جنہیں آپ چاہیں اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کردیں گے کہ اس کی وجہ سے آپ اور آپ کے بعد آنے والے آل اولاد سب کو بے نیاز کردیں گے اور اگر یہ بات ہے کہ جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا ہے یہ جنات کا کوئی اثر ہے تو بتا دیجیے ہم مال جمع کریں گے اور آپ کا علاج کرا دیں گے، رسول اللہ ﷺ یہ سب باتیں خاموشی کے ساتھ سنتے رہے جب عتبہ اپنی باتیں کہہ چکا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوالولید تو اپنی باتوں سے فارغ ہوگیا؟ (ابوالولید عتبہ کی کنیت تھی) عتبہ نے کہا کہ ہاں میں کہہ چکا! آپ نے فرمایا سن! کہنے لگا سنایئے آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ حٰمٓ السجدۃ پڑھنا شروع کیا اور ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ تک پڑھتے چلے گئے آپ یہاں تک پہنچے تھے کہ عتبہ کود پڑا اور آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور اللہ کی قسم دی کہ آپ خاموش ہوجائیں اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا اور قریش کی مجلس میں نہ آیا ابوجہل نے اس سے کہا کیا تو بے دین ہوکر محمد ﷺ کی طرف ڈھل گیا یا تجھے محمد ﷺ کا کھانا پسند آگیا، یہ سن کر عتبہ غصہ ہوگیا اور اس نے قسم کھائی کہ محمد ﷺ سے کبھی بھی بات نہ کروں گا۔

اس کے بعد عتبہ نے کہا اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مال والے لوگوں میں سے ہوں (مال یا طعام کی وجہ سے میں خاموش نہیں ہوا) لیکن بات یہ ہے کہ جب میں نے محمد ﷺ سے گفتگو کی انہوں نے جو مجھے جواب دیا اس سے میں نے یہ سمجھ لیا کہ نہ وہ شعر ہے، نہ کہانت ہے نہ جادو ہے۔ اس کے بعد عتبہ نے ﴿مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ تک آیات سنا دیں جو رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں اور اس نے بتایا کہ میں نے ان کا منہ پکڑ لیا اور قسم دی کہ آگے نہ پڑھیں، سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے عتبہ نے مزید کہا کہ تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ نے جب کبھی بھی کوئی بات کہی ہے جھوٹ نہیں بولا میں ڈر گیا کہ تم لوگوں پر عذاب نازل نہ ہوجائے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کے سامنے سورۂ حٰمٓ سجدہ کے شروع سے آیت سجدہ تک تلاوت کی، عتبہ کان لگا کر سنتا رہا آنحضرت ﷺ نے جب قرأت ختم کردی تو فرمایا اے ابوالولید تو نے سن لیا جو میں نے کہا آگے تو جانے (یا تو ایمان لائے یا نہ لائے، عذاب میں گرفتار ہو تو ہوجائے۔)

عتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے اٹھا اور قریش کی مجلس میں پہنچا وہ اس کی صورت دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ابوالولید کا رخ بدلا ہوا ہے یہ دوسرا چہرہ لے کر آیا ہے اس کے بعد عتبہ سے قریش نے کہا اے ابوالولید تو کیا خبر لایا؟ کہنے لگا اللہ کی قسم محمد ﷺ سے میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس جیسا کبھی نہیں سنا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ نہ شعر ہے نہ کہانت ہے لہٰذا اس مسئلہ میں تم میری بات مان لو محمد کو ان کے حال پر چھوڑ دو (ﷺ) اور انہیں کچھ نہ کہو اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ ان کی باتوں کا ضرور چرچا ہوگا۔ اگر اہل عرب نے ان کو ختم کردیا تو دوسروں کے ذریعہ تمہارا کام چل جائے گا اور اگر محمد ﷺ بادشاہ بن گئے یا ان کی نبوت کا مظاہرہ ہوگیا تو تمہیں اس کی سعادت پوری طرح نصیب ہوجائے گی کیونکہ ان کا ملک تمہارا ہی ملک ہوگا اور ان کا شرف تمہارا ہی شرف ہے یہ سن کر قریش کہنے لگے۔ اے ابوالولید محمد ﷺ نے تجھ پر جادو کردیا ہے عتبہ نے کہا کہ یہ میری رائے ہے آگے تم جو چاہو کرو۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ

Marfat.com

اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ
الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى
فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾

پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ فرما دیجیے کہ میں تمہیں ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی آفت عاد وثمود پر آئی جبکہ ان کے پاس ان کے آگے سے اور پیچھے سے رسول آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے نازل فرما دیتا سو بلاشبہ ہم اس چیز کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے ہو، پھر وہ لوگ جو عاد والے تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ قوت میں ہم سے زیادہ کون ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس ذات نے انہیں پیدا فرمایا وہ قوت میں ان سے زیادہ ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، سو ہم نے ان کے اوپر منحوس دنوں میں تیز ہوا بھیج دی تاکہ ہم انہیں دنیا والی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھا دیں، اور یہ بات واقعی ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر رسوائی والا ہے اور ان کی مدد نہ کی جائے گی، اور وہ لوگ جو قوم ثمود والے تھے سو ہم نے انہیں ہدایت دی تو انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھے پن کو پسند کیا سو انہیں عذاب کی آفت نے پکڑ لیا جو سراپا ذلت تھا ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے، اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لائے اور ڈرا کرتے تھے۔

حق سے اعراض کرنے والوں کو تنبیہ اور تہدید عاد وثمود کی بربادی کا تذکرہ

ان آیات میں قرآن کریم کے مخاطبین کو تنبیہ فرمائی ہے کہ تمہارے سامنے واضح طور پر دلائل آچکے ہیں نشانیاں دیکھ چکے ہو ان سب کے باوجود پھر بھی اعراض کرتے ہو ایمان نہیں لاتے لہٰذا سمجھ لو کہ عذاب آجائے گا تم سے پہلے ایسی امتیں گزری ہیں جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا پھر ان کو عذاب نے آدبایا، عاد وثمود دو قومیں گزر چکی ہیں انہوں نے اپنے اپنے رسول کی تکذیب کی پھر مبتلائے عذب ہوئے اور ہلاک ہوئے ان پر جو عذاب کی مصیبت آئی میں تمہیں اس جیسی آفت سے ڈراتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام ان کے پاس آئے انہوں نے ان کو توحید کی دعوت دی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہ لوگ دلیل سے دین توحید کی تردید نہ کر سکے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شخصیات پر اعتراض کرنے لگے، کہنے لگے کہ تم تو آدمی ہو جیسے ہم ویسے تم اگر اللہ تعالیٰ کو رسول بھیجنے ہی تھے تو کیا اس کے لیے تم ہی رہ گئے ہو اگر وہ چاہتا تو فرشتوں کو رسول بنا کر بھیج دیتا تم جو یہ کہتے ہو کہ ہم اللہ کے پیغمبر ہیں اور ایسے ایسے احکام لے کر آئے ہیں اور توحید کی دعوت ہمارا کام ہے ہم ان سب باتوں کے منکر ہیں۔

یہ تو دونوں قوموں کی مشترکہ باتیں تھیں اب الگ الگ بھی ان کا حال سنیں قوم عاد بڑے ڈیل ڈول والے تھے انہیں اپنی قوت اور طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا اس کی وجہ سے انہوں نے تکبر کی راہ اختیار کی اور بڑے غرور کے ساتھ کہنے لگے کہ ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (کہ وہ کون ہے جو طاقت میں ہم سے بڑھ کر ہے) انسان کے بے وقوفی دیکھو کہ وہ دنیا میں اموال و اولاد اور قوت اور طاقت پر گھمنڈ کر لیتا ہے اور تکبر میں آکر بڑی بڑی باتیں کہہ جاتا ہے فرض کرو موجودہ مخلوق میں کوئی بھی مقابل نہ ہو تو جس نے پیدا فرمایا اس کی قوت تو بہرحال سب سے زیادہ ہے اور بہت زیادہ ہے الٰہی لوگوں نے اپنے خالق تعالیٰ شانہٗ پر نظر نہ کی اور تکبر کی بات کہہ دی ان کی اس بیوقوفی کو ظاہر

Marfat.com

فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ (کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ طاقت کے اعتبار سے بہت زیادہ ہے جس نے انہیں پیدا فرمایا۔)

﴿وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ (اور یہ لوگ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے) واضح دلائل دیکھتے ہوئے اور جانتے بوجھتے انہوں نے حق سے منہ موڑا اور اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا﴾ (سو ہم نے ان پر تیز ہوا بھیج دی) ﴿فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾ (منحوس دنوں میں) ﴿لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (تاکہ انہیں دنیا والی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں) اور اسی عذاب پر بس نہیں ان کے لیے آخرت میں بھی عذاب ہے اور وہ اس دنیا والے عذاب سے بڑھ کر زیادہ ذلت اور رسوائی والا ہوگا ﴿وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ اور وہاں ان کی مدد نہ کی جائے گی یہ جو مال و دولت اور افراد و اولاد پر گھمنڈ ہے سب دھرا رہ جائے گا سورۃ الحاقہ میں فرمایا ہے ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ (قوم عاد پر جو تیز ہوا بھیجی تھی وہ سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط فرما دی تھی سوائے مخاطب تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں) یہ لوگ بڑے ڈیل ڈول والے تھے اپنی قوت پر گھمنڈ کیے ہوئے تھے تند و تیز ہوا نے بالکل ہی ان کا ناس کھو دیا کھجوروں کے تنوں کی طرح زمین پر گر گئے سورۃ القمر میں اسی کو ﴿كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ﴾ فرمایا ہے۔

احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نحوست کوئی چیز نہیں ہے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھر میں اور گھوڑے میں اور عورت میں ہوتی (رواہ ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ ۳۹۲) قوم عاد کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ منحوس دنوں میں ان پر تیز ہوا بھیج دی یہ ان کے ساتھ خاص ہے یہ بات نہیں ہے کہ وہ دن سب کے لیے منحوس ہیں اگر ایسا ہوتا تو سارے ہی دن منحوس ہوتے کیونکہ ان پر ایک ہفتہ سے زیادہ تیز ہوا چلی۔

اس کے بعد قوم ثمود کا حال بیان فرمایا ﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ﴾ اور رہے ثمود سو ہم نے انہیں ہدایت دی یعنی ان کی طرف نبی بھیجا جس نے انہیں حق کا راستہ بتایا اور توحید کی دعوت دی انہوں نے سمجھ سے کام نہ لیا ہدایت کو اختیار نہ کیا اور اندھا رہنے کو یعنی گمراہی کو ترجیح دی جب ہدایت کو نہ مانا تو انہیں عذاب کی مصیبت نے پکڑ لیا اور وہ اپنے برے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے، صاعقہ کا اصل معنی بجلی کا ہے، جو بارش کے دنوں میں چمکتی ہے اور کبھی کبھی اس سے مطلق آفت بھی مراد لے لیتے ہیں۔

﴿وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے) یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف کھاتے تھے۔)

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۱۹ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۰ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۱ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۲ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳

Marfat.com

فَاِنۡ یَّصۡبِرُوۡا فَالنَّارُ مَثۡوًی لَّہُمۡ ۚ وَ اِنۡ یَّسۡتَعۡتِبُوۡا فَمَا ہُمۡ مِّنَ الۡمُعۡتَبِیۡنَ ﴿۲۴﴾ وَ قَیَّضۡنَا لَہُمۡ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوۡا لَہُمۡ مَّا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ وَ حَقَّ عَلَیۡہِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ۚ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا خٰسِرِیۡنَ ﴿۲۵﴾

اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس آ جائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے بولنے والا بنا دیا جس نے ہر چیز کو بولنے والا بنایا ہے اور اس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور تم اس وجہ سے پوشیدہ نہیں ہوتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور لیکن تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ بہت سے ان اعمال کو نہیں جانتا جنہیں تم کرتے ہو، اور تمہارا یہ گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا اس نے تمہیں ہلاک کر دیا، سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے، سو اگر صبر کریں تو آگ ٹھکانہ ہے ان کے لیے، اور اگر راضی کرنا چاہیں تو ان کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی، اور ہم نے ان کے لیے ساتھیوں کو مسلط کر دیا سو انہوں نے ان کے لیے ان چیزوں کو مزین کر دیا جو ان کے آگے اور پیچھے ہیں اور ان پر بات ثابت ہو گئی ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکی ہے بے شک وہ خسارہ والے ہیں۔

اللہ کے دشمنوں کا دوزخ کی طرف جمع کیا جانا ان کے اعضاء کا ان کے خلاف گواہی دینا اور عذاب سے کبھی چھٹکارا نہ ہونا

ان آیات میں اللہ کے دشمنوں یعنی کافروں کی مصیبت بیان فرمائی کہ قیامت کے دن انہیں دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا جماعتیں جماعتیں بن کر اس کے قریب پہنچیں گے ایک جماعت آئے گی وہ روک لی جائے گی پھر دوسری جماعت آئے گی وہ بھی روک لی جائے گی جب یہ جماعتیں جمع ہو جائیں گی اور دوزخ کے قریب پہنچ جائیں گے تو ان کے خلاف ان کے کان اور آنکھیں اور کھالیں گواہی دیں گی دنیا میں جو جو حرکتیں کی تھیں یہ اعضاء سب بتا دیں گے کہ اس شخص نے ہمیں ایسے ایسے کاموں میں استعمال کیا آنکھیں اور کان تو اعضاء ہیں اس دن کھالیں یعنی چمڑے بھی گواہی دیں گے کہ یہ لوگ ایسے ایسے اعمال کرتے تھے۔ چمڑا تو پورے بدن کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ ہر گناہ میں استعمال ہوتا ہے سورۃ النور اور سورۃ یٰسین میں ہاتھوں اور پاؤں کی گواہی کا بھی ذکر ہے جب کافروں کے اعضاء ہی ان کے خلاف گواہی دے دیں گے جن کے بارے میں انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا تو وہ کہیں گے کہ ﴿لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا﴾ کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی اس گواہی کا نتیجہ یہ ہے کہ تمہیں بھی عذاب ہوگا اور ہمیں بھی، کیونکہ ہمارے جسم کے اجزاء میں تم بھی شامل ہو ہمارے بڑے اعمال سے منکر ہونا تمہارے بچانے کے لیے ہی تو تھا اگر گواہی دے کر تم عذاب سے بچ جاتے تو تمہیں گواہی دینے کا کچھ فائدہ پہنچ جاتا۔ اعضاء کہیں گے کہ ہماری کیا مجال تھی کہ نہ بولتے اور خاموش رہ کر گواہی کو چھپا لیتے؟ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں زبان دے دی اور حکم دے کر کہلوایا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم گواہی نہ دیتے تمہارا جو خیال تھا کہ ہم بول نہیں سکتے یہ خیال غلط تھا اللہ جسے چاہے بولنے کی قوت دے سکتا ہے جس نے ہر ہر بولنے والی چیز کو بولنے والا بنایا اسی نے ہمیں بھی قوت گویائی عطا فرما دی۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ کو ہنسی آ گئی آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو میں کس بات سے ہنس رہا ہوں ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں آپ

Marfat.com

نے فرمایا (قیامت کے دن) بندہ جو اپنے رب سے مخاطب ہوگا اس کی وجہ سے مجھے ہنسی آ گئی بندہ کہے گا اے رب کیا آپ نے مجھے اس بات کا وعدہ نہیں دے دیا کہ مجھ پر ظلم نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا ہاں تجھ سے یہ وعدہ ہے اس پر وہ کہے گا کہ بس تو میں اپنے خلاف کسی کی گواہی کو تسلیم نہیں کرتا سوائے ایسے گواہ کے جو مجھ ہی میں سے ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ آج تیرا نفس ہی تیرے خلاف گواہی دینے کو کافی ہے، اور کراماً کاتبین بھی تیرے خلاف گواہی دینے کو کافی ہیں، اس کے بعد اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ بولو لہٰذا اس کے اعضاء اس کے اعمال کی گواہی دیں گے پھر اسے بولنے کی قوت دے دی جائے گی۔ لہٰذا وہ اپنے اعضاء سے کہے گا کہ دور ہو تمہارے لیے ہلاکت ہے تمہاری ہی طرف سے تو میں جھگڑا کر رہا تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۵) یعنی میں نے جو یہ کہا تھا کہ اپنے نفس کے خلاف کسی کی گواہی قبول نہیں کروں گا الا یہ کہ میرے اندر کی کوئی چیز ہو اس کا مقصد ہی تو یہ تھا کہ تم عذاب سے بچ جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافق قیامت کے دن یوں کہے گا کہ اے رب میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی کتاب اور آپ کے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور صدقات دیئے اور جہاں تک ممکن ہوگا اپنی تعریف کرے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا یہاں ابھی پتہ چل جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ ہم ابھی گواہ پیش کرتے ہیں اس پر وہ اپنے نفس میں سوچے گا کہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے گا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران سے اور گوشت اور ہڈیوں سے کہا جائے گا کہ بولو! لہٰذا اس کی ران اور اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال پر گواہی دیں گی یہ گفتگو اس لیے کرائی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہ رہے یہ جو کچھ مذکور ہوا منافق سے متعلق ہے اس سے اللہ تعالیٰ کو ناراضگی ہوگی۔ (صحیح مسلم ص ۴۰۹)

یہاں جو سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۃ النور میں فرمایا کہ مجرمین کی زبانیں بھی گواہی دیں گی اور سورۃ یٰسین میں اور مسلم شریف کی حدیث میں فرمایا کہ منہ پر مہریں لگا دی جائیں گی اس میں بظاہر تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مختلف احوال کے اعتبار سے ہے بعض احوال میں زبانیں گواہی دیں گی اور بعض مواقع میں ان پر مہر لگا دی جائے گی۔

﴿وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلی بار دنیا میں پیدا فرمایا پھر مر جاؤ گے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے) اسی نے دنیا میں زبان کو بولنا سکھایا آخرت میں دوسرے اعضاء کو بھی بولنے کی طاقت دیدے گا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ﴾ (الآیۃ) یہ بھی کافروں سے خطاب ہے وہاں ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں جو کام کرتے تھے اس کا تمہیں ذرا بھی احتمال نہ تھا کہ قیامت کے دن تمہارے کان اور آنکھیں چمڑے تمہارے خلاف گواہی دیدیں گے لہٰذا تم ان سے نہ چھپتے تھے نہ چھپ سکتے تھے جس کی وجہ سے تم دلیری کے ساتھ گناہ کرتے تھے تم سمجھتے تھے کہ ہمارے خلاف گواہی دینے والا کوئی نہ ہوگا مخلوق کے بارے میں تو تمہارا خیال تھا ہی تم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی یہی خیال کر رکھا تھا کہ وہ تمہارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا۔

قال القرطبی و معنی ''تَسْتَتِرُوْنَ'' تستخفون فی قول اکثر العلماء أی ما کنتم تستخفون من أنفسکم حذرًا من شهادة الجوارح علیکم، لأن الانسان لایمکنه أن یخفی من نفسه علمه، فیکون الاستخفاء بمعنی ترك المعصیة وقیل: الاستتار بمعنیٰ الاتقاء أی ما کنتم تتقون فی الدنیا أن تشهد علیکم جوار حکم فی الاخرة فتترکوا المعاصی خوفا من هذه الشهادة (علامہ قرطبی نے کہا اکثر علماء کے قول کے مطابق ''تَسْتَتِرُوْنَ'' کا معنی ہے ''تم چھپتے تھے'' یعنی تم جو اپنے آپ سے چھپتے تھے اعضاء کی اپنے خلاف گواہی کے خوف سے، چونکہ انسان کے لیے اپنے عمل کو اپنے آپ سے چھپانا ممکن نہیں ہے اس لیے یہاں استخفاء معصیت کے ترک کے معنی میں ہوگا، اور بعض نے کہا الاستتار بمعنی اتقاء ہے یعنی تم جو دنیا میں بچتے تھے اس سے کہ آخرت میں

Marfat.com

تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں لہٰذا اس گواہی کے خوف سے تم نے گناہ چھوڑ دیئے۔)

صحیح بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں کعبہ شریف کے پردوں میں چھپا ہوا تھا تین آدمی آئے ان میں سے ایک ثقفی تھا اور دو قریشی تھے ان کے پیٹ بھاری تھے اور کم سمجھ تھے انہوں نے کچھ ایسی باتیں کیں جنہیں میں (ٹھیک سے) نہ سن سکا ان میں سے ایک نے کہا کہ بتاؤ اللہ ہماری باتوں کو سنتا ہے دوسرے نے کہا بلند آواز ہو تو سنتا ہے اور بلند نہ ہو تو نہیں سنتا تیسرے نے کہا کہ اگر وہ سنتا ہے تو سب کچھ سنتا ہے میں نے یہ قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ﴾ سے ﴿مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ تک آیت کریمہ نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے اور اس کے سننے اور جاننے کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ تمہارے اعضاء بھی تمہارے خلاف گواہی دے دیں گے لہٰذا ایمان اور اعمال صالحہ سے متصف ہونا ضروری ہے۔

کافروں کو ان کے گمان بد نے ہلاک کیا

﴿وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ﴾ اور یہ تمہارا گمان کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا اس نے تمہیں ہلاک کر دیا ﴿فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (سو تم خسارے والے ہو گئے) تم نے جو یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے بہت سے اعمال کا علم نہیں ہے اسی گمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہے اگر اللہ تعالیٰ کو علم والا جانتے اور یہ یقین کرتے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے تو خلوتوں میں اور جلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے اور اس نے جو اعضاء کی نعمتیں دی تھیں ان کو نیکیوں میں استعمال کرتے، تم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط گمان کیا اور اعضاء کو بھی غلط استعمال کیا آج یہاں خسارہ میں یعنی پوری ہلاکت میں پڑ گئے۔

﴿فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ سو یہ لوگ جو دوزخ میں داخل کرنے کے لیے جمع کر دیئے گئے ہیں ان کو دوزخ میں داخل ہونا ہی ہے اور انہیں اس میں رہنا ہی ہے اور ہمیشہ رہنا ہے صبر کریں یا نہ کریں دوزخ ہی ان کا ٹھکانہ ہے یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں تکلیف پر صبر کر لیتے تھے تو بعد میں اچھی حالت آجاتی تھی وہاں صبر کرنا کوئی کام نہیں دے گا ﴿وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾ (اور اگر وہ چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں اور اس کے لیے درخواست کریں تو ان کی یہ درخواست منظور نہیں کی جائے گی) راضی کرنے کا موقع موت سے پہلے تھا، ایمان لاتے اعمال صالحہ کرتے نافرمانیوں سے بچتے تو آج عذاب کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔

مشرکین اور کافرین پر برے ساتھی مسلط کر دیئے گئے

﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ﴾ (اور ہم نے ان کے اوپر ساتھی مسلط کر دیئے) جو انسانوں میں سے بھی ہیں اور جنات میں سے بھی اور ان کے ساتھ لگے رہتے ہیں ﴿فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ان ساتھیوں نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا اور ان کو اچھا بتا کر پیش کیا گناہوں کو اچھا کر کے دکھایا لذتوں پر ابھارا شہوتوں میں پڑنے کی ترغیب دی اور انہیں یہ بھی سمجھایا جو مزے اور اڑا سکتے ہو اڑا لو موت کے بعد نہ جی اٹھنا ہے نہ جنت ہے نہ دوزخ، ان ساتھیوں کی باتوں میں آکر کفر و شرک اختیار کیا گناہوں میں منہمک رہے۔ لہٰذا عذاب کے مستحق ہوئے ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پہلے لفظ سے آخرت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ انہیں یہ سمجھایا کہ حساب کتاب اور جنت دوزخ کچھ نہیں اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے دنیا والی زندگی مراد ہے انہوں نے اس دنیا میں کفر کو اچھا بتایا اور خواہشوں اور لذتوں پر ڈالا اور ابھارا۔

سورۃ الزخرف میں فرمایا ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (اور جو شخص اندھا بنتا ہے رحمٰن کی یاد سے ہم اس پر تعینات کر دیا کرتے ہیں ایک شیطان سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے شیاطین ان کو روکتے ہیں راہ سے اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ راہ پر ہیں) ﴿وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ اور ان پر عذاب والی بات ثابت ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طے کر دیا گیا کہ ان کو عذاب میں داخل ہونا

Marfat.com

ہے، ان سے پہلے جو امتیں جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکی ہیں یہ بھی انہیں میں شامل کر دیئے گئے یعنی وہ بھی عذاب میں داخل ہوئے، اور یہ بھی ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ (بلاشبہ یہ سب لوگ خسارے والے تھے) دنیا میں آئے زندگی ملی جان ملی اعضا دیئے گئے، اموال کے مالک ہوئے لیکن سب کچھ کھو دیا اور ضائع کر دیا اب تو عذاب ہی عذاب ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿٣١﴾ ۭ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ ۧ

اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس کے درمیان شور مچایا کرو، شاید تم غالب رہو، سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم انہیں ضرور ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے اور ضرور ضرور انہیں برے کاموں کی سزا دیں گے جنہیں وہ کیا کرتے تھے۔ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی جو آگ ہے، ان کے لیے اس میں ہمیشہ کا رہنا ہے اس بات کے بدلہ میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنات میں سے اور انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم کو انہیں دکھا دیجیے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے کر لیں تاکہ یہ دونوں گروہ زیادہ ذلیلوں میں سے ہو جائیں، بلاشبہ جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے کہ تم خوف نہ کرو اور رنج نہ کرو اور خوش ہو جاؤ جنت کی خبر سے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم دنیا والی زندگی میں تمہارے رفیق ہیں اور آخرت میں بھی، اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کی تمہارے نفسوں کو خواہش ہوگی اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے، یہ مہمانی کے طور پر ہے غفور رحیم کی طرف سے۔

کافروں کا قرآن سننے سے روکنا اور شور وشغب کرنے کا مشورہ دینا

یہ سات آیات کا ترجمہ ہے اول کی چار آیتوں میں کافروں کی شرارت اور حماقت کا اور ان کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپس میں جو وہاں بڑوں اور چھوٹوں میں دشمنی کا مظاہرہ ہوگا اس کو بیان کیا ہے، رسول اللہ ﷺ جب قرآن مجید تلاوت کرتے اور لوگوں کو سناتے تو مکہ کے مشرکین میں سے جو بڑے بڑے لوگ تھے وہ اپنے نیچے والوں کو حکم دیتے تھے کہ اس قرآن کو نہ تو خود سنو اور نہ دوسروں کو سننے دو جب محمد رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھیں تو تم لوگ اس میں شور وغل مچاؤ، لایعنی باتیں کرو، بے تکی آوازیں نکالو لہٰذا وہ لوگ آنحضرت ﷺ کی تلاوت کے وقت سیٹیاں بجاتے تھے اور تالیاں پیٹتے تھے اور شور کرتے تھے اور اونچی آواز سے اشعار بھی پڑھتے تھے روسا مشرکین جو اپنے نیچے کے لوگوں کو ان باتوں کو حکم دیتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کی آواز دب جائے اور چیخ پکار کرنے والے غالب ہو جائیں تاکہ قرآن آگے نہ بڑھے اور اس کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہو۔

Marfat.com

مشرکین کی حرکتوں کو بیان فرمانے کے بعد جن کا وہ دنیا میں ارتکاب کرتے تھے ان کی سزا بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے یہ لوگ جو برے اعمال کیا کرتے تھے انہیں ضرور ان کی سزا دیں گے آیت کریمہ میں عذاب دنیا یا عذاب آخرت کا ذکر نہیں ہے مطلق عذاب کی وعید ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ اس سے دونوں جہان کا عذاب بھی مراد ہوسکتا ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کا بھی پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ﴿عَذَابًا شَدِیْدًا﴾ سے غزوہ بدر کا عذاب مراد ہے اور ﴿اَسْوَاَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ سے آخرت کا عذاب مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اپنی حرکتوں کی وجہ سے دنیا میں بھی سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے اور آخرت میں بھی برے اعمال کی سزا پائیں گے۔

پھر فرمایا کہ اللہ کے دشمنوں کو (آخرت میں جو) سزا ملے گی آگ کی صورت میں ان کے سامنے آئے گی یعنی نار جہنم میں داخل ہوں گے اور ایسا نہیں کہ تھوڑے سے دن سزا بھگت لیں تو جان بخشی ہوجائے بلکہ انہیں اس آگ میں ہمیشہ رہنا ہوگا ان کا یہ عذاب اس کا بدلہ ہوگا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔

گمراہ لوگ درخواست کریں گے کہ ہمارے بڑوں کو سامنے لایا جائے، تاکہ قدموں سے روند ڈالیں

دنیا میں تو یہ حال تھا کہ چھوٹے موٹے لوگ اپنے بڑے اور سرداروں کے بہکانے سے کفر پر جمے رہے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے رہے ان کے بہکانے والوں میں جنات بھی تھے اور انسان بھی تھے جو انہیں حق قبول نہیں کرنے دیتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ قرآن پڑھا جائے تو تم شور وغل کرو یہ لوگ ان کی بات مان لیتے تھے یہ تو ان کا دنیا میں حال تھا پھر جب آخرت میں حاضر ہوں گے تو اپنے بڑوں پر غصہ ہوں گے اور دانت پیسیں گے کہ انہوں نے ہمارا ناس کھویا لہٰذا بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنات میں سے اور انسانوں میں سے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا انہیں ہمارے سامنے لایئے آج ہم انہیں بہکانے اور ورغلانے کا مزہ چکھا دیں، بتایئے وہ لوگ کہاں ہیں ہم انھیں اپنے پاؤں میں روند ڈالیں۔ انہوں نے ہمارا ناس کھویا آج ہم ان سے بدلہ لے لیں انہیں اپنے پاؤں کے نیچے مسل دیں اور کچل دیں تاکہ وہ خوب زیادہ ذلت والوں میں سے ہوجائیں۔

اہل استقامت کو بشارت

اس کے بعد اہل ایمان کی فضیلت بیان فرمائی اور ان کی اجمالی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا، ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر ایمان پر جمے رہے یعنی اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کو بشارت دیتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور رنج نہ کرو اور جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم سے اللہ کے نبی نے اور اللہ کی کتاب نے وعدہ کیا ہے۔

فرشتوں کے جس نزول اور بشارت کا ذکر ہے اس کا وقوع کب ہوتا ہے؟ صاحب روح المعانی نے حضرت زید بن اسلم تابعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ موت کے وقت اور قبر میں نازل ہوتے وقت فرشتے آتے ہیں اور مذکورہ بالا بشارت دیتے ہیں اور قیامت کے دن جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے اس وقت بھی فرشتے یہ بشارت دیں گے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بشارت مذکورہ بالا تینوں احوال کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ عام حالات میں بھی اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا رہتا ہے کہ فرشتے بطریقہ الہام ان کے دلوں میں سکون اور اطمینان کا القاء کرتے رہتے ہیں جس سے وہ اور زیادہ خیر کے کاموں میں آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ﴿اَلَّا تَخَافُوْا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری نیکیاں مقبول ہیں یہ خوف نہ کرو کہ وہ رد کردی جائیں گی اور ﴿وَلَا تَحْزَنُوْا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کے بارے میں رنجیدہ مت ہو وہ بخش دیئے جائیں گے۔

فرشتوں کا اہل ایمان سے خطاب

﴿نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ﴾ فرشتے اہل استقامت مومنین سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم دنیا اور آخرت میں

Marfat.com

تمہارے ولی ہیں یعنی ہم تمہارے مددگار ہیں تمہارے دلوں میں حق کی بات ڈالتے ہیں اور تمہیں خیر و صلاح کا مشورہ دیتے رہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ موت سے پہلے بھی ملائکہ کا نزول ہوتا رہتا ہے جو اہل ایمان کو تسلی دیتے ہیں اور خیر و صلاح کی باتیں بتاتے ہیں اور شرور سے بچاتے ہیں دنیا میں ان کی یہ دوستی ہے اور آخرت میں بھی دوستی کا ظہور ہوگا، شفاعت بھی کریں گے اور اکرام کے ساتھ پیش آئیں گے اور ان کے پاس پہنچیں گے اور ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ کہہ کر سلامتی کی دعا بھی دیں گے اور مبارکباد بھی۔

فرشتے جو جنت کے داخلے کی پیشگی بشارت دیں گے اس بشارت کے ساتھ اجمالی طور پر نعمتوں کا تذکرہ بھی فرمایا وہ کہیں گے کہ آخرت میں تمہیں جو جنت کا داخلہ ملے گا وہ داخلہ بہت بڑی نعمت ہے وہ ہر قسم کی خواہش پوری ہونے کی جگہ ہے جنت میں تمہاری جو بھی خواہش ہوگی وہ سب پوری کر دی جائے گی اور وہاں جو بھی کچھ مانگو اور طلب کرو گے سب کچھ موجود ہوگا ایسا نہ ہوگا کہ کوئی خواہش رد کی رہ جائے اور کوئی مطلوبہ شے عطا نہ کی جائے۔

غفور رحیم کی طرف سے مہمانی

آخر میں فرمایا ﴿نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ﴾ وہاں جو کچھ عطا کیا جائے گا غفور رحیم کی طرف سے بطور مہمانی کے ہوگا دیکھو سب سے بڑی ذات کے مہمان بن رہے ہو جس نے تمہارے سب گناہ اور خطائیں معاف فرما دی ہیں اور مہربانی فرما کر تمہیں یہاں داخلہ دے دیا ہے جس ذات عالی کے مہمان ہو اس کی مہمانی اسی کے شان کے لائق ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ مہمان کی جو خواہش ہو پوری کی جائے اور جو کچھ طلب کرے وہ اسے دیا جائے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

اور اس سے اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور یوں کہا کہ بلاشبہ میں مسلمین میں سے ہوں، اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتی آپ ایسے برتاؤ کے ساتھ دفع کیجیے جو اچھا طریقہ ہو پھر یکایک ایسا ہوگا جس شخص کو آپ سے دشمنی تھی گویا کہ وہ خالص دوست ہے، اور اس بات کا صرف انہیں لوگوں کو القا کیا جاتا ہے جو صبر والے ہیں اور اس بات کا القا اسی شخص کو ہوتا ہے جو بڑے نصیب والا ہو، اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ لیجیے، بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

داعی الی اللہ کی فضیلت، اخلاق عالیہ کی تلقین، شیطان سے محفوظ ہونے کے لیے اللہ کی پناہ لینا

ان آیات میں داعی الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے اشخاص و افراد کی فضیلت بیان فرمائی اور بعض امور پر تنبیہ کی ہے ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یوں کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں، اس میں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو شخص بلائے یعنی توحید کی دعوت دے اور اس کے دین اور احکام دین قبول کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے اسے خود بھی اعمال صالحہ میں لگنا چاہیے جب خود عمل کرے گا تو دوسروں کو اعمال صالحہ کی دعوت دینا بھی

Marfat.com

مفید اور نافع ہوگا اور جو شخص داعی ہو اس میں تواضع بھی ہونی چاہیے حق کی دعوت بھی دے اور اپنے کو بڑا بھی نہ سمجھے اپنے بارے میں یوں کہے کہ میں بھی مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں اپنے علم کو تکبر اور غرور کا ذریعہ نہ بنالے جب کوئی شخص حق کی دعوت لیے کھڑا ہوتا ہے تو تکے بے تکے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے معاندین اور متکبرین سامنے آتے ہیں زبان سے اور ہاتھ سے تکلیف دیتے ہیں ایسے مواقع پر صبر کرنا درگزر کرنا مناسب ہوتا ہے اور ترکی بہ ترکی جواب دینا برائی کا بدلہ برائی سے دینا مناسب نہیں ہوتا، اگر برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے اور اسی قدر دیا جائے جتنی زیادتی دوسرے نے کی ہے تو یہ جائز تو ہے لیکن خوبی اور بہتری حلم اور برداشت ہی میں ہے۔

اسی کو فرمایا ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ﴾ کہ اچھا برتاؤ اور برا برتاؤ برابر نہیں ہے پھر فرمایا ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ جو اچھی خصلت ہے اور عمدہ طریقہ ہے اس کو اختیار کیجیے اس کے ذریعہ مخالف کی بدمعاملگی اور برے برتاؤ کو دفع کیجیے ﴿فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ جب ایسا کرو گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس شخص سے آپ کی دشمنی تھی وہ آپ کا خالص دوست بن جائے گا۔

اس کے بعد اچھی خصلت یعنی حلم اور بردباری، حسن خلق عفو اور درگزر کے بارے میں فرمایا کہ یہ بہت عمدہ اور بہت بلند صفت ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ ﴿وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ (اور یہ بلند اخلاقوں کی صف انہیں لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور انہی کو دی جاتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں)

﴿حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ (بڑا نصیب) کیا ہے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے ثواب کا بڑا حصہ مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے جنت مراد ہے۔ (ذکرہما فی الروح)

جب کوئی شخص نیک کاموں میں لگتا ہے تو شیطان اس کے نفس میں برے برے وسوسے ڈالتا ہے اس کے بارے میں فرمایا ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ (اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو آپ اللہ کی پناہ مانگیں) ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔)

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ لفظ نزغ عربی زبان میں کسی لکڑی یا انگلی سے چبھانے کے لیے بولا جاتا ہے جسے اردو کے محاورے میں کچوکہ دینا کہہ سکتے ہیں ذرا ذرا سے وسوسے تو آتے ہی رہتے ہیں شیطان کبھی زوردار وسوسہ بھی ڈال دیتا ہے اسی لیے اسے نزغ سے تعبیر فرمایا جب کوئی شخص دعوت حق دے گا خیر کی بات کرے گا اور مخالف اور منکر کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرے گا تو شیطان اس موقع پر کچوکا دے گا مثلاً یوں سمجھائے گا کہ تم تو حق بات کہہ رہے ہو۔ تمہیں جھوٹا بننے اور دبنے کی کیا ضرورت ہے ایسے موقع پر اللہ کی پناہ لے اور ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھ کر آگے بڑھ جائے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا
لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ
لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا
عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن ہے اور چاند ہے اور سورج ہے مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو، اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو پیدا فرمایا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو، سو اگر وہ تکبر کریں تو جو تیرے رب کے مقرب ہیں وہ رات دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اکتاتے نہیں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو دبی ہوئی حالت میں دیکھتا ہے پھر جب ہم اس

Marfat.com

پر پانی نازل کر دیتے ہیں تو وہ ابھر آتی ہے اور بڑھتی ہے بلاشبہ جس نے اس کو زندہ فرمایا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

رات اور دن چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں ان کے پیدا کرنے والے کو سجدہ کرو

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر بعض دلائل قائم فرمائے ہیں اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے رات بھی ہے اور دن بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہتے ہیں اور سورج اور چاند بھی اس کی نشانیوں میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا اور روشنی بخشی اور ان کے گردش کرنے کا مدار مقرر فرمایا اور طلوع وغروب کے اوقات مقرر فرمائے جس ذات پاک نے ان کو پیدا فرمایا صرف وہی مستحق عبادت ہے۔

﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ﴾ یہ مشرکین کو خطاب ہے مطلب یہ ہے کہ تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو ان کو بڑی چیزیں سمجھ کر سجدہ کرتے ہو حالانکہ جس نے انہیں پیدا کیا وہ سب سے بڑا ہے اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اسی کو فرمایا ﴿وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ﴾ (اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا) ﴿اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (اگر تم ان کے پیدا کرنے والے کی عبادت کرتے ہو) مطلب یہ ہے کہ اگر خالق کی عبادت کرتے ہو تو مخلوق کی عبادت نہ کرو خالق کی وہ عبادت معتبر نہیں جس کے ساتھ مخلوق کی بھی عبادت کی جاتی ہو لہٰذا شرک اختیار کرتے ہوئے تمہارا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم اللہ کے عبادت گزار ہیں یہ غلط ہے۔

﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا﴾ (الآیۃ) سو اگر وہ لوگ تکبر اختیار کریں اور آپ کی بات ماننے میں عار سمجھیں اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے باز نہ آئیں تو انہیں بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت اور سجود کا محتاج نہیں ہے تم اسے سجدہ کرو یا نہ کرو اس کی ذات عالی صفات بہر حال بلند اور برتر ہے اس کی بارگاہ اقدس میں جو فرشتے حاضر ہیں وہ ہمہ تن اور ہر وقت تسبیح میں مشغول رہتے ہیں ذرا بھی نہیں اکتاتے اور اسے ان کی تسبیح اور عبادت کی بھی حاجت نہیں ہے۔

زمین کا خشک ہو کر زندہ ہو جانا بھی اللہ کی نشانی ہے

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی نشانیوں میں سے زمین بھی ہے جس پر یہ لوگ رہتے ہیں اور اس پر جن تغیرات کا ظہور ہوتا رہتا ہے انہیں یہ لوگ دیکھتے رہتے ہیں انہی تغیرات میں سے ایک یہ ہے کہ زمین خشک ہو جاتی ہے سبزی بالکل نہیں رہتی سوکھی ہوئی حالت میں پڑی رہتی ہے پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے بارش برستی ہے زمین پر پانی پڑتا ہے اور اندر پہنچتا ہے جیسے ہی یہ زمین پانی سے متاثر ہوتی ہے اس میں تازگی آجاتی ہے زمین پھولتی ہے اندر سے پودے زور لگاتے ہیں باہر نکلتے ہیں تھوڑا ہی سا وقت گزرتا ہے کہ زمین ہری بھری ہو جاتی ہے اس میں کھیتیاں بھی ہوتی ہیں جن سے انسانوں کو غذائیں ملتی ہیں بڑے بڑے درخت بھی ہوتے ہیں جن پر کچھ عرصے کے بعد پھل آتے ہیں ان میں سے انسان کھاتے ہیں اور گھاس بھی نکلتی ہے جو مویشیوں کی غذا بنتی ہے اس میں کئی طرح سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی ظاہر ہوتی ہے اور توحید بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان تصرفات کا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس سے وقوع قیامت کا استبعاد بھی دور ہو جاتا ہے قیامت قائم ہونے اور زندہ ہو کر قبروں سے نکلنے اور دوبارہ زندگی حاصل ہونے کو جو لوگ بعید اور عجیب سمجھتے ہیں ان کے لیے زمین کی حالت بدلنا خشک زمین کا تروتازہ ہو جانا اس میں پودے نکل آنا یہ اس بات کی نظیر ہے کہ انسان بھی مر کھپ کر اسی طرح زندہ ہو کر قبروں سے باہر آجائیں گے اسی کو فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی﴾ (بلاشبہ جس نے اس زمین کو زندگی بخشی وہی مردوں کو زندہ فرمانے والا ہے) ﴿اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا
يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٤٠ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا
جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝٤١ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ
حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝٤٢ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ
وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝٤٣ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ
قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ
اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝٤٤ ع

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں، کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا، تم کرلو جو چاہو بے شک وہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے، بیشک جن لوگوں نے ذکر کے ساتھ کفر کیا جب وہ ان کے پاس آگیا اور بے شک حال یہ ہے کہ وہ کتاب عزیز ہے اس کے پاس باطل نہیں آتا آگے سے اور نہ پیچھے سے، وہ اتاری ہوئی ہے حکمت والے کی طرف سے جو ستودہ اوصاف ہے، آپ سے نہیں کہا جاتا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کے لیے کہا گیا بلاشبہ آپ کا رب مغفرت والا ہے اور درد ناک عذاب دینے والا ہے، اور اگر ہم اس کو قرآن عجمی بنا دیتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات کو کیوں واضح طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا، یہ کیا بات ہے کہ رسول عربی ہے اور کتاب عجمی ہے، آپ فرما دیجیے کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت ہے اور شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان پر گمراہی کا سبب بنا ہوا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دور سے پکارا جاتا ہے۔

ملحدین ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں، جو چاہو کرلو اللہ دیکھتا ہے!

قرآن مجید سے نفع حاصل کرنے والے اہل ایمان ہیں اور دو جماعتیں ایسی ہیں جو قرآن کی دشمن ہیں ایک جماعت تو وہ ہے جو قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہی نہیں یہ لوگ منکرین ہیں اور دوسری جماعت وہ ہے جو یوں تو نہیں کہتے کہ قرآن اللہ کی کتاب نہیں ہے لیکن ان کی دشمنی اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ وہ قرآن کا مطلب اپنی طرف سے تجویز کرتے ہیں اور اپنی خواہشوں کے مطابق آیات اور کلمات کا مطلب بتاتے ہیں یہ لوگ ملحدین ہیں جو قرآن میں کجروی نکالتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الحاد کا یہی مطلب بتایا اور فرمایا یَضَعُوْنَ الکلام فی غیر موضعہ یعنی آیات کا مطلب اپنی طرف سے تجویز کرتے ہیں متشابہات کے پیچھے پڑنا اپنی نکالی ہوئی بدعتوں اور خواہشوں کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنا یہ سب الحاد کی صورتیں ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ مسائل سلوک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں ودخل فیہ غلاۃ الصوفیۃ نفیھم التفسیر المنقول و اختراھم ما یخالف الاصول یعنی اس میں غلو والے صوفی بھی داخل ہیں جو منقول تفسیر کی نفی کرتے ہیں اور اپنے پاس سے وہ چیزیں نکالتے ہیں جو اصول کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا کہ جو لوگ ہماری آیات میں کجروی اختیار کرتے ہیں ان کا حال ہم پر پوشیدہ نہیں ہے انہیں الحاد اور بے دینی کی سزا ملے گی۔ اس کے بعد فرمایا ﴿اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ﴾ قیامت کے دن دو قسم کے لوگ ہوں گے جو امن و اطمینان کے ساتھ بے خوف ہوں گے اور جنت میں داخل کردیئے جائیں گے اور بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو حیرانی پریشانی اور گھبراہٹ کے

Marfat.com

ساتھ قبروں سے نکل کر میدان حشر میں حاضر ہوں گے پھر دوزخ میں داخل کردیئے جائیں گے اب بتانے والے بتائیں اور سمجھدار لوگ جواب دیں کہ جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص بہتر ہے جو امن وچین اور اطمینان اور سکون سے قیامت کے دن حاضر ہوگا اور پھر جنت میں بھی اسی شان سے داخل ہوگا قیامت کے دن بھی سکون اور اطمینان اور اس کے بعد بھی امن وچین کے ساتھ خوش وخرم رہے گا۔ جَعَلَنَا اللہ منھم

﴿اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (کرلو جو چاہو بیشک اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے اس میں تہدید ہے کہ قرآن کے مخالفین اور منکرین جو چاہیں کرلیں، اپنے کیے کی سزا پائیں گے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو کچھ کرلیں گے اس کی خبر نہ ہوگی اللہ جل شانہٗ ان کے اعمال کو دیکھتا ہے وہ ان کے اعمال کی سزا دے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ﴾ (الآیۃ) (بلاشبہ جن لوگوں نے ذکر یعنی قرآن کا انکار کیا، جب کہ وہ ان کے پاس آگیا تو انہوں نے غور وفکر نہ کیا) اگر غور وفکر کرتے تو منکر نہ ہوتے ﴿وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ﴾ (اور بلاشبہ وہ عزت والی کتاب ہے) ﴿لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾ (باطل بات نہ اس کے آگے سے آسکتی ہے نہ اس کے پیچھے سے) یعنی کسی پہلو اور کسی جہت سے اس کا احتمال نہیں ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ وہ اتاری گئی ہے حکمت والے کی طرف سے جس کی ذات وصفات محمود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو تسلی

﴿مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے بارے میں جو کافر لوگ معاندانہ طریقے پر کچھ کہتے ہیں جس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے آپ سے پہلے جو رسول گزرے ہیں ان کے بارے میں ایسی باتیں کہی گئی ہیں ان حضرات نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ﴾ (بلاشبہ آپ کا رب بڑی مغفرت والا ہے) ﴿وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (اور دردناک عذاب والا ہے) آپ کے مخالفین اگر اپنی حرکتوں سے باز آگئے اور ایمان قبول کرلیا تو دیگر اہل ایمان کے ساتھ ان کی بھی مغفرت ہوجائے گی اور اگر ان لوگوں نے توبہ نہ کی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے ایمان قبول نہ کیا تو دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

مکذبین کا عنا

﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ (اور اگر ہم اس کو قرآن عجمی بنا دیتے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی آیات کو کیوں واضح طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا)

جس کو حق سے بیزار ہو اور عناد پر کمر باندھ لے اس کا نفس اور شیطان طرح طرح کے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں قریش مکہ نے ایک یہ شوشہ چھوڑا کہ یہ قرآن عربی ہی میں کیوں ہے عجمی یعنی غیر عربی زبان میں بھی ہوتا تو اس کا معجزہ ہونا اور زیادہ ظاہر ہوجاتا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں ارشاد فرمایا کہ اگر ہم قرآن عجمی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ پھر بھی ایمان لانے والے نہ تھے۔ یہ لوگ اس وقت یہ حجت نکالتے کہ ہم تو عرب ہیں ہمارے سامنے تو عربی ہی میں آیات ہوتیں جن میں صاف صاف بیان ہوتا اور یہ اعتراض اٹھاتے ﴿ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ﴾ یعنی یوں کہتے کیا بات ہے کتاب عجمی اور رسول عربی ہے؟ اب جو قرآن عربی میں ہے تو کہتے ہیں کہ عربی کیوں ہے اور عجمی ہوتا تو کہتے کہ عربی کیوں نہیں مقصود محض اعتراض ہے قبول حق نہیں اسی لیے بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ ((قال صاحب الروح وحاصله انه لو نزل کما یریدون لانکروا ایضًا وقالوا مالك وللعجمة اومالنا وللعجمة)) ''صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اور حاصل یہ ہے کہ اگر قرآن انہیں کی خواہش کے مطابق نازل کیا جاتا تو بھی یہ انکار کرتے اور کہتے آپ کیا لگیں اور عجمی کیا لگے یا کہتے ہمیں غیر عربی زبان سے کیا واسطہ؟'' (ص ۱۲۹: ج ۲۴)

Marfat.com

قرآن مومنین کے لیے ہدایت ہے اور شفا ہے

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ﴾ (آپ فرما دیجیے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے) ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان کے حق میں اندھے پن کا سبب بنا ہوا ہے ﴿اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ (یہ لوگ دور جگہ سے بلائے جاتے ہیں) یعنی یہ لوگ ایسے ہیں کہ جیسے کسی کو پکارا جائے وہ آواز تو سنے لیکن بات نہ سمجھے حق کی آواز کانوں میں پڑتی ہے لیکن اسے سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے۔

يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ کی تفسیر

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں ﴿اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ کا یہ مطلب (جو اوپر لکھا گیا ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد سے مروی ہے، اور بعض مفسرین نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ قیامت کے دن یہ لوگ کفر اور اعمال بد کی وجہ سے برے ناموں کے ساتھ پکارے جائیں گے اور یہ پکار دور سے ہوگی تاکہ اہل موقف بھی اس آواز کو سن لیں جس سے ان لوگوں کی شہرت ہو جائے کہ یہ لوگ ایسے ایسے تھے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے طے ہو چکی ہے تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ یہ لوگ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، جس نے نیک عمل کیا سو وہ اس کی جان کے لیے ہے اور جس نے برا عمل کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے

ہر شخص کا نیک عمل اس کے لیے مفید ہے اور برے عمل کا وبال برا عمل کرنے والے ہی پر ہے

اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ معاندین کی طرف سے آپ کے بارے میں وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہی گئیں اس کے بعد گذشتہ رسولوں میں سے ایک رسول یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی توریت شریف دی اس کتاب میں اختلاف کیا گیا کسی نے اس کی تصدیق کی اور کسی نے اسے جھٹلایا آپ کے ساتھ اور قرآن کے ساتھ جو آپ کے مخاطبین کا معاملہ ہے یہ پہلے بھی ہو چکا ہے پھر فرمایا کہ آپ کے رب کی طرف سے ایک بات طے ہو چکی ہے اور وہ یہ کہ جھٹلانے والوں پر مقررہ وقت پر عذاب آئے گا اگر یہ طے شدہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا یعنی گذشتہ امتوں کی طرح عذاب بھیج کر ان کو ختم کر دیا جاتا ﴿وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ اور یہ لوگ قرآن کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ شک باعث تردد اور باعث اضطراب بنا ہوا ہے۔

بعض حضرات نے مِنْهُ کی ضمیر عذاب کے فیصلے کی طرف راجع کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ عذاب موعود کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اس شک نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے عذاب کی وعید سنتے ہیں لیکن یقین نہیں کرتے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ (جو شخص نیک کام کرے گا اس کا یہ عمل اس کے لیے نفع مند ہوگا اور اس پر ثواب ملے گا) ﴿وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ (اور جو شخص برا عمل کرے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا) ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (اور آپ کا رب

Marfat.com

بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے) وہ ہر چھوٹی بڑی نیکی کا بدلہ دے گا اور ایسا نہ ہوگا کہ جو کوئی برائی نہ کی ہو وہ اس کے اعمال نامہ میں لکھ دی جائے اور پھر اس کی وجہ سے عذاب دیا جائے۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۴۷ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۴۸

اسی کی طرف قیامت کا علم حوالہ کیا جاتا ہے، اور پھل اپنے خولوں سے نکلتے ہیں اور جو کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے اور جو بچہ جنتی ہے یہ سب اس کے علم میں ہے، اور جس دن وہ پکارے گا کہاں ہیں میرے شرکاء وہ کہیں گے کہ ہم اعلان کے ساتھ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی دعویدار نہیں ہے، اور اس سے پہلے وہ جن کو پکارا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے اور یہ لوگ یقین کرلیں گے کہ ان کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس دن مشرکین کی حیرانی و بربادی

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف حوالہ کیا جاتا ہے یعنی قیامت کب واقع ہوگی اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں سورۃ الاعراف میں فرمایا ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ﴾ (وہ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ کب ہے اس کا واقع ہونا، آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے اس کو ظاہر نہیں فرمائے گا مگر وہی) ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس انسانی صورت میں آئے اور متعدد سوالات کیے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ قیامت کے بارے میں ارشاد فرمایئے وہ کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ (کہ جس سے دریافت کیا گیا وہ دریافت کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں) یعنی اس معاملہ میں میں اور تم برابر ہیں نہ مجھے اس کے وقوع کا وقت معلوم ہے اور نہ تمہیں پس اگر کسی سے پوچھا جائے کہ قیامت کب آئے گی تو یہی جواب دے دو کہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ ''ای اذا سئل عنها قیل اللّٰه تعالیٰ یعلم او لا یعلمها الا اللّٰه عزوجل'' ''یعنی جب قیامت کے بارے میں پوچھا جائے تو کہا جائے اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا کہا جائے اسے نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ ہی''

اس کے بعد بعض دیگر اشیاء کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جب درخت پر پھل آتے ہیں اولاً ایک غلاف کی سی صورت بنتی ہے ابتداء میں پھل ذرا سا ہوتا ہے پھر بڑھتا رہتا ہے اور بڑھتے بڑھتے اپنے غلاف سے باہر آجاتا ہے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی پھل اپنے غلاف سے باہر نکلتا ہے اور جس کسی عورت کو حمل قرار پاتا ہے اور جو بھی کوئی عورت بچہ جنتی ہے اللہ تعالیٰ کو ان سب کا علم ہے اس میں چند چیزوں کا ذکر ہے۔ دوسری آیات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

جو لوگ دنیا میں شرک کرتے ہیں دلائل قدرت کو دیکھ کر بھی توحید کے قائل نہیں ہوتے یہ لوگ قیامت کے دن حاضر ہوں گے اور ان سے اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کہ تم نے جو اپنے خیال میں میرے شرکاء بنا رکھے تھے، وہ کہاں ہیں وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم آپ کو خبر دے رہے ہیں کہ یہاں اس وقت ہم میں کوئی بھی اس بات کی گواہی دینے والا نہیں کہ آپ کا کوئی شریک تھا دنیا میں تو پوری ضد کے ساتھ شرک کرتے تھے اور جب سمجھایا جاتا تھا تو حق نہیں مانتے تھے لیکن میدان قیامت میں شرک سے منکر ہو جائیں گے اور یوں کہیں گے ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ اور جب سمجھ لیں گے کہ ان کا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا تو اقراری ہو کر یوں کہیں گے ﴿هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ﴾ کہ (یہ وہ ہیں جن کی ہم آپ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے) اور ان سے جو مدد کی امید رکھتے تھے وہ

Marfat.com

کوئی بھی مدد نہ پہنچا سکیں گے ﴿وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ﴾ (اور یقین کرلیں گے کہ ان کے لیے بھاگنے کا کوئی موقع نہیں ۔)

لَا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿۵۰﴾ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ﴿۵۱﴾

انسان خیر کی دعا کرنے سے نہیں اکتاتا، اور اگر اسے تکلیف پہنچ جائے تو پوری طرح ناامید ہوجاتا ہے، اور تکلیف پہنچ جانے کے بعد اگر ہم اسے اپنی رحمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چاہیے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے، اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو میرے لیے اس کے پاس بہتری ہوگی، سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم ضرور ضرور ان کے اعمال سے انہیں باخبر کردیں گے، اور ہم انہیں ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے، اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور ایک جانب کو دور چلا جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعا والا ہوجاتا ہے۔

انسان کا حُبِّ دنیا اور ناشکری کا مزاج اور وقوعِ قیامت کا انکار

ان آیات میں انسان کا ایک مزاج بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ انسان برابر اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کرتا ہے مال بھی مانگتا ہے اور صحت بھی اور دوسری چیزیں بھی، جب تک یہ چیزیں پاس رہتی ہیں تو خوب خوش رہتا ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچ جائے، مریض ہوجائے تنگ دستی آجائے تو اس پر ناامیدی چھا جاتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ بس اب تو میں مصیبت ہی میں رہوں گا کبھی میری حالت ٹھیک ہونے والی نہیں ہے یہ ان لوگوں کا حال ہوتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نہیں پڑھا اس کے رسول ﷺ کی ہدایات پر عمل نہیں کیا، نیک بندوں کی صحبت نہیں اٹھائی۔

پھر فرمایا کہ اگر ہم انسان کو اپنی رحمت چکھا دیں خیر اور عافیت اور مالداری سے نواز دیں اس کے بعد کہ اسے تکلیف پہنچ چکی تھی تو کہتا ہے کہ ہاں مجھے یہ چاہیے اور میں اس کا حق دار ہوں اللہ تعالیٰ کی جو نعمت ملی اسے اللہ کا فضل نہیں بلکہ اپنے ہنر کا نتیجہ سمجھتا ہے جیسا کہ قارون نے کہا تھا ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي﴾ (یہ تو مجھے میرے علم کی وجہ سے دیا گیا) حالت ٹھیک ہوتی ہے اور مال مل جاتا ہے تو انسان قیامت ہی کا منکر ہوجاتا ہے کہتا ہے کہ میرے خیال میں تو قیامت آنے والی نہیں ہے اور اگر بالفرض قیامت آ ہی گئی اور میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو میں وہاں بھی عزت اور کرامت سے نوازا جاؤں گا جیسا کہ دنیا میں مجھے نوازا گیا ہے وہاں بھی میرا حال اچھا ہوگا دنیا میں بھی اچھی حالت کا مستحق ہوں اور آخرت میں بھی، یعنی یہ ناشکرا انسان یہ نہیں مانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فضل فرمایا ہے دنیا اور آخرت میں اچھی حالت میں رہنے کو اپنا ذاتی استحقاق مانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کو ہم ان کے اعمال سے باخبر کردیں گے اور بتا دیں گے کہ تم نے غلط سمجھا تھا تم اپنے اعمال کے اعتبار سے عزت اور کرامت کے مستحق نہیں ہو، ذلت اور اہانت کے مستحق ہو ﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ (اور ہم انہیں ضرور ضرور سخت عذاب چکھائیں گے) اس وقت جھوٹے باتوں اور جھوٹے دعووں کا پتہ چل جائے گا۔

اس کے بعد انسان کے مزاج کی ایک حالت بتائی اور وہ یہ کہ جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں یعنی جب اسے نعمتیں دیتے ہیں تو تکبر کے انداز میں ایک طرف کو دور چلا جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوتا یہ مال اور نعمتیں جو موجب شکر تھیں ان کو تکبر کا ذریعہ

Marfat.com

بنالیتا ہے نعمتوں کے زمانے میں اس کا یہ حال ہوتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو لمبی چوڑی[1] دعائیں کرنے لگتا ہے انسانوں کا جو حال ان آیات میں بیان فرمایا ہے عموماً مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

آپ فرما دیجیے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی مخالفت میں پڑ گیا۔ ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور ان کے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ بلاشبہ وہ حق ہے، کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے، خبردار وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے شک میں ہیں خبردار اس میں شک نہیں کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

منکرین کو قرآن حکیم کے بارے میں غور و فکر کی دعوت، اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے

سورہ ﴿حٰمٓ السجدہ﴾ ختم ہو رہی ہے شروع سورت میں قرآن مجید کی تنزیل اور تفصیل بیان فرمائی اور درمیان میں بھی قرآن مجید کی توصیف فرمائی اب آخر میں ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے مخاطبین سے فرما دیجیے کہ تم عقلمندوں کے طریقے پر سوچ لو اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھ لو یہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے میرا یہ دعویٰ ہے اور دلیل سے ثابت ہو چکا تم اس کے منکر ہو اب تم غور کر لو اور سوچ کر بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہوا (یعنی آخرت میں اس کا من عند اللہ ہونا ثابت ہو گیا) اور تم اس کا انکار کر بیٹھے تو یہ مخالفت تم پر کس قدر بھاری پڑے گی تم عناد کی وجہ سے آج اس کے منکر ہو رہے ہو اور یہ صریح گمراہی ہے بتاؤ اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو حق سے دور ہوتا چلا جائے، جو شخص حق سے دور ہوگا وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوگا آخرت میں پہنچنے سے پہلے اسی دنیا میں غور کر لو اور اپنے انکار کا انجام خود سوچ لو۔ ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ (ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور ان کے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے)

آفاق جمع ہے اُفق کی، افق کنارے کو کہتے ہیں اس سے آسمانوں اور زمین کے کنارے چاند سورج ستارے اشجار و انہار مراد ہیں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے امم سابقہ کے واقعات مراد ہیں یعنی زمین میں جو سفر کرتے ہیں اور ہلاک شدہ اقوام کے کھنڈروں پر گزرتے ہیں یہ بھی آفاق میں داخل ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں دکھا دیں گے اور ان کے نفسوں میں بھی انسانوں کے نفسوں میں جو امراض آتے رہتے ہیں اور حالات بدلتے رہتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے یہ سب چیزیں سامنے آتی ہیں اور سامنے آتی رہیں گی سمجھدار انسان کا کام ہے کہ وہ آیات آفاقیہ سے بھی عبرت حاصل کرلے اور آیات انفسیہ سے بھی۔

﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ قرآن حق ہے) قرآن کا حق ہونا سمجھداروں پر ظاہر ہو گیا، ماننا نہ ماننا اور بات ہے دشمن بھی جانتے ہیں گو مانتے نہیں۔

[1] صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ دعا کی جو صفت بیان کی گئی ہے اس سے لازم آتا ہے کہ دعا لمبی بھی ہو کیونکہ دعا طویل جب ہی ہوتی ہے جب کہ وہ چوڑائی سے زیادہ لمبی بھی ہو ورنہ تو طویل نہ ہوگی۔

Marfat.com

﴿اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ (کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے) اس نے آپ کی رسالت کی بار بار گواہی دی ہے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کا گواہی دینا کافی ہے آپ ان لوگوں کے انکار اور عناد سے مغموم نہ ہوں۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ﴾ (الآیۃ) (خبر دار یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے شک میں پڑے ہیں) انہیں وقوع قیامت کا یقین نہیں اس لیے انکار پر کمر باندھ رکھی ہے لیکن یہ نہ سمجھیں کہ ان کی حرکتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے وہ ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لیے ہوئے ہے لہٰذا وہ ان کی حرکتوں اور کرتوتوں پر سزا دے گا۔

وهذا اخر ما یسر اللّٰه تعالیٰ لنا فی تفسیر سورة حٰمٓ السجدہ لیلة الثانی والعشرین فی محرم الحرام سنة ۱۴۱۸ھ

من هجرة سید الانام البدر التمام صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم

الیٰ یوم القیام وعلیٰ اٰله واصحابه البررة الکرام

Marfat.com

ایاتها ٥٤ ‏ ٤٢ سُورَةُ الشُّورٰى مَكِّيَّةٌ ٦٢ ‏ رکوعاتها ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ الشوریٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۵۴ آیات اور ۵ رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ
الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ
بِوَكِيْلٍ ﴿۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ
الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴿۷﴾ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً
وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۸﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۹﴾ ع

حٰم۔ عسق۔ اسی طرح وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ جو عزیز ہے حکیم ہے، اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ برتر ہے بڑا ہے، کچھ بعید نہیں کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور اہل زمین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں خبردار! اللہ ہی مغفرت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز تجویز کر رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن عربی کی وحی بھیجی تاکہ آپ ام القریٰ اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا اور لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے ظالموں کے لیے کوئی دوست ہے نہ کوئی مددگار، کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیز ہے، حکیم ہے، اعلیٰ ہے، عظیم ہے، غفور ہے، رحیم ہے

یہ سورۃ الشوریٰ کے پہلے رکوع کا ترجمہ ہے جو سات آیات پر مشتمل ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات جلیلہ بیان فرمائی ہیں پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا کہ جس طرح یہ سورہ اپنے فوائد پر مشتمل ہو کر آپ کی طرف نازل کی جا رہی ہے اسی طرح آپ پر دوسری سورتوں کی بھی وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تھے ان پر وحی کی گئی یہ وحی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے بھیجی جو عزیز یعنی زبردست اور غالب ہے اور حکیم یعنی حکمت والا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے اس کی مخلوق بھی ہے اور مملوک بھی ہے وہ برتر ہے اور عظیم الشان ہے ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ﴾ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اس میں مشرکین کی حرکت بد کی شناعت اور قباحت بیان فرمائی ہے کیونکہ آگے مشرکین کے شرک کا ذکر آ رہا ہے اس لیے پہلے ہی ان کی تردید فرما دی اور یہ ایسا ہی ہے جیسے سورۂ مریم میں فرمایا ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ (اور کہتے ہیں کہ رحمٰن اولاد رکھتا ہے یہ تو تم ایسی بھاری بات لائے کہ عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں اس کے باعث اور زمین شق ہو جائے اور گر پڑیں پہاڑ ٹوٹ کر، کہ ثابت کیا رحمٰن کے لیے فرزند) آیت کی یہ تفسیر صاحب معالم التنزیل نے اختیار کی بعض دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بہت بڑی کثیر تعداد میں ہیں وہ آسمانوں میں سجدہ کیے ہوئے پڑے ہیں اور بہت سے فرشتے دوسرے کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان فرشتوں کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ اس کی وجہ سے آسمانوں کا پھٹ پڑنا کوئی بعید نہیں، آیت کا یہ معنی لینا بھی بعید نہیں ہے چونکہ اس کے بعد فرشتوں کی تسبیح تحمید کا ذکر ہے اس لیے اس کا یہ معنی بھی مرتب ہوتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اطت السماء وحق لها ان تاط والذی نفسی بیده ما فیها موضع اربع أصابع الا وملك واضع جبهته ساجد الله (آسمان چر چر بولتا ہے اور لازم ہے کہ وہ ایسی آوازیں نکالے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں کسی فرشتے نے سجدہ میں اپنی پیشانی نہ رکھی ہو) (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ کما فی المشکوٰۃ ص ۴۵۷)

اور ﴿مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ جو فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ آسمان پھٹنا شروع ہوں تو اوپر سے پھٹیں گے پہلے سب سے اوپر والا آسمان پھر اس سے نیچے والا پھر اس سے نیچے والا۔

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ (اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی شان عالی کے لائق نہیں ان سے اس کی تنزیہ اور پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کی صفات عالیہ بیان کرتے ہیں جن سے وہ متصف ہے۔ تفسیر قرطبی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ تسبیح کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعجب سے سبحان اللہ کہتے ہیں کہ مشرکین کو کیا ہو گیا وحدہ لا شریک کے ساتھ غیروں کو شریک کرتے ہیں اور خالق جل مجدہ کی ناراضگی اپنے سر لیتے ہیں۔

﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ (اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں) یعنی اہل ایمان جو دنیا میں بستے ہیں ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

﴿اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (خبردار اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ غفور ہے رحیم ہے) اس کے بعد مشرکین کا تذکرہ فرمایا کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے لیے کارساز بنا لیے یعنی یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا نگران ہے یعنی ان کے اعمال سے باخبر ہے وہ ان کو سزا دے گا اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا اللہ تعالیٰ ہی جب چاہے گا سزا دیدے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے آپ کو یہ قرآن وحی کے ذریعہ دیا جو عربی میں ہے تاکہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ والوں کو ڈرائیں (جو آپ کے اولین مخاطب ہیں) اور ان لوگوں کو بھی ڈرائیں جو مکہ کے چاروں طرف رہتے ہیں یعنی دیگر اہل عرب ان سب کو کفر کی سزا سے ڈرائیں اور بتا دیں کہ اگر ایمان نہ لائیں تو اس کی سخت سزا ہے، اور آپ ان سب کو جمع ہونے کے دن سے بھی ڈرائیں اس سے قیامت کا دن مراد ہے جس کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اس دن بندوں کے درمیان فیصلے کیے جائیں گے اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا اس کے فیصلے کو کوئی رد کرنے والا نہیں، پہلے سے اس کا فیصلہ ہے ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ (ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا) یہ اجمالی فیصلہ دنیا میں سنا دیا ہے اور قیامت کے دن ہر فریق کو الگ الگ کر دیا جائے گا اہل ایمان جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں چلے جائیں گے۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ (الآیة) یعنی ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا یعنی سب اہل ایمان ہی ہوتے، وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرما دیتا ہے اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اس دنیا میں اہل ایمان بھی رہیں اور اہل کفر بھی۔ سورۂ الم سجدۃ میں فرمایا ﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا﴾ اور اگر ہم چاہتے ہر نفس کو اس کی ہدایات دے دیتے۔

﴿وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ﴾ (اور ظالموں کے لیے کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا) اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت اپنی جگہ ہے لیکن انسانوں کو ہوش اور گوش اختیار دیا ہے اور ایمان و کفر کا فرق بتا دیا ہے اور دونوں کی جزو سزا بھی بتا دی ہے اس لیے قیامت کے دن اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے کی وجہ سے پکڑے جائیں گے کفر شرک ظلم ہے جب ظلم کی سزا ملے گی تو کوئی بھی حمایتی اور مددگار نہ ملے گا۔

مشرکین کی تردید

اس کے بعد شرک کا ابطال کیا اور اس کی قباحت بیان فرمائی اور فرمایا ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ﴾ (کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز بنالیے) یہ انہوں نے برا کیا ﴿فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ﴾ (کارساز اللہ ہی ہے) ﴿وَهُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰى﴾ (اور وہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے بلکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو قادر مطلق ہے اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو کارساز بنانا حماقت کی بات ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ⑩
فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ
یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ⑪ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ⑫

اور جس کسی چیز میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، وہ اللہ میرا رب ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس نے تمہارے نفسوں میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں میں سے جوڑے بنائے وہ تمہیں مادر رحم میں پیدا فرماتا ہے، اس جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے، اسی کے اختیار میں ہیں آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں، وہ رزق بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور کم کر دیتا ہے بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

تم جس چیز میں اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے اس نے تمہارے جوڑے پیدا فرمائے

ان آیات میں اللہ جل شانہٗ کی صفات جلیلہ عظیمہ بیان فرمائی ہیں، پہلے تو یہ فرمایا کہ تم جن چیزوں میں اختلاف کرتے ہو انہیں اللہ کی طرف لوٹا دو یعنی اس کی کتاب جو فیصلہ دے اسے مان لو اور اسی کے مطابق عمل کرو، پھر رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ فرما دیں کہ اللہ ہی میرا رب ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، توحید کی دعوت دینے میں تمہاری طرف سے کسی تکلیف کے پہنچ جانے سے میں نہیں ڈرتا۔

مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس کی تخلیق میں کوئی بھی شریک نہیں ہے اور اس نے تم کو بھی پیدا فرمایا ہے تمہاری جانوں سے تمہارے جوڑے بنائے ہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام سے لے کر آج تک جو نسلاً بعد نسل بنی آدم پیدا ہو رہے ہیں اور جو پیدا ہوں گے ان میں یہ سلسلہ رکھا ہے کہ مرد بھی پیدا فرمائے ہیں اور عورتیں بھی، مرد عورتوں کے جوڑے ہیں

Marfat.com

اور عورتیں مردوں کے، اسی طرح اس نے مویشیوں میں بھی کئی قسمیں پیدا فرمائیں اور ان میں بھی نر و مادہ پیدا کیے جن سے ان کی نسلیں چل رہی ہیں۔

﴿یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ﴾ (وہ اس تخلیق کے ذریعے تمہاری تکثیر فرماتا ہے) اور اس کی قدرت سے تمہاری نسلیں چلتی ہیں۔

قال القرطبی رحمہ اللہ أی یخلقکم وینشئکم "فیه" أی فی الرحم، وقیل فی البطن، وقال الفراء وابن کیسان "فیه" بمعنی به وکذلك قال الزجاج معنی "یذرؤکم فیه" یکثرکم به، أی یکثرکم یجعلکم أزواجا، أی حلائل، لانهن سبب النسل، وقیل ان الهآء فی "فیه" للجعل ودل علیه جعل فکانه قال یخلقکم ویکثرکم فی الجعل (علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی تمہیں پیدا کرتا ہے اور ماں کے رحم میں پرورش دیتا ہے اور بعض نے کہا "فیه" سے مراد ہے پیٹ میں، فراء اور ابن کیسان نے کہا ہے "فیه" به کے معنی میں ہے اور اسی طرح زجاج کہتے ہیں "یَذْرَءُكُمْ فِیْهِ" کا معنی ہے تمہیں اس کے ذریعہ بڑھاتا ہے یعنی تمہیں خاوند بیوی جوڑے بنا کر بڑھاتا ہے کیونکہ بیویاں نسل کا سبب ہیں بعض نے کہا "فیه" میں "ھاء" جعل کے لیے ہے اور جعل اس پر دلالت کرتا ہے گویا کہ فرمایا وہ تمہیں پیدا کرتا ہے اور بنانے میں تمہیں زیادہ کرتا ہے۔)

لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ

﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ (اللہ کی طرح کوئی بھی چیز نہیں ہے) خالق تعالیٰ شانہٗ کا وجود حقیقی ہے وہ ہمیشہ سے ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں وہ ہمیشہ رہے گا جس کی کوئی انتہا نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں تنہا ہے بے مثال ہے اس کی ذات کی طرح کوئی ذات نہیں اس کی صفات کی طرح کسی کی صفات نہیں صفات کے اعتبار سے اگر کوئی لفظ کسی کے لیے بول دیا گیا ہے تو وہ محض اشتراک لفظی کے اعتبار سے ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی متوحد اور یکتا ہے اور اپنی صفات میں بھی متفرد ہے اور اپنے اسماء میں بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف تجسیم کی نسبت کرتے ہیں یا اس کے لیے مکان اور زمان اور جہت تجویز کرتے ہیں اور جو اسے تشبیہ اور تعطیل سے متصف کرتے ہیں وہ سب گمراہ ہیں خالق شانہٗ کی توحید کے منکر ہیں خالق اور مخلوق کی صفات میں کوئی مشابہت نہیں۔

قال القرطبی رحمہ اللہ والذی یعتقد فی هذا الباب أن الله جل اسمه فی عظمته وکبریائه وملکوته وحسنی أسمائه وعلی صفاته لا یشبه شیئا من مخلوقاته ولا یشبه به فلا تشابه بینهما فی المعنی الحقیقی، اذ صفات القدیم جل وعز بخلاف صفات المخلوق اذ صفاتهم لا تنفك عن الاعراض والاغراض، هو تعالیٰ منزه عن ذلك، بل لم یزل باسمائه وبصفاته علی ما بیناه فی (الکتاب الاسنی فی شرح اسماء الله الحسنیٰ) وکفی فی هذا قوله الحق: لیس کمثله شیءٌ وقد قال بعض العلماء المحققین: التوحید اثبات ذات غیر مشبهة للذوات ولا معطلة من الصفات، وزاد السیوطی رحمه الله بیانا فقال: لیس کذاته ذات، لا کاسمه اسم، ولا کفعله فعل، ولا کصفته صفة الامن جهة موافقة اللفظ، وجلت الذات القدیمة ان یکون لها صفة حدیثة، کما استحال ان یکون للذات المحدثة صفة قدیمة، وهذا کله مذهب أهل الحق والسنة والجماعة رضی الله عنهم (علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس بات میں جو اعتقاد رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام بزرگی والا ہے اپنی عظمت و کبریائی اور مالکیت میں اور اپنے اسماء حسنیٰ میں اور اپنی صفات میں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوقات کے بالکل مشابہ نہیں ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے مشابہ ہے لہٰذا حقیقت کے لحاظ سے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے کہ قدیم ذات کی صفات بلند ہیں اور بزرگی والی ہیں بخلاف مخلوق کی صفات کے کیونکہ مخلوق کی صفات تو اعراض ہیں اور اغراض جدا نہیں ہو سکتیں اور اللہ تعالیٰ اعراض و اغراض سے منزہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات تو قدیم ہے جیسا کہ ہم نے الکتاب الأسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ میں بیان کیا ہے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی حق ذات کا یہ ارشاد کافی ہے کہ ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ بعض محققین علماء نے کہا ہے توحید ایسی ذات کو یقین سے مان لینے کا نام ہے کہ

Marfat.com

جو ذات کسی اور ذات کے مشابہ نہیں ہے اور کسی صفت سے معطل ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے ایک اور بیان کا اضافہ کیا ہے کہتے ہیں اللہ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں ہے نہ اس کے نام جیسا کوئی نام ہے اور نہ اس کے فعل جیسا کوئی فعل ہے اور نہ اس کی صفت جیسی کوئی صفت ہے مگر صرف لفظی موافقت۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند ہے کہ اس میں کوئی صفت نئی پیدا شدہ ہو جیسا کہ یہ محال ہے کہ کسی فانی ذات کی کوئی قدیم صفت ہو یہ اہل حق اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔)

﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (اور وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے) وہ ہر بات کو سنتا ہے ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں

آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں یعنی سارے خزانوں کا وہی مالک ہے ﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ وہ پھیلا دیتا ہے رزق جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو وصیت فرمائی اور جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجا اور ہم نے جس کی وصیت کی ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو کہ تم دین کو قائم کرو اس میں تفرقہ نہ ڈالو! مشرکین کو وہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف سے ہدایت دے دیتا ہے اور یہ لوگ متفرق نہیں ہوئے مگر ضد اضدی میں اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے وقت متعین تک ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بلاشبہ ان کے بعد جنہیں کتاب دی گئی وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی وصیت فرمائی نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو

اللہ تعالیٰ کی توحید اور فرمانبرداری اور اس کے رسولوں اور کتابوں اور فرشتوں اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان لانا یہ اصل دین ہے اور یہی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین ہے اور ان امور پر متفق ہوتے ہوئے مسائل فرعیہ متعلقہ عبادات اور معاشرت وغیرہ میں اختلاف رہا ہے اس بات کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے اسی دین کو مشروع یعنی مقرر فرمایا جس کی نوح کو وصیت کی اور ابراہیم کو اور موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی (علیہم السلام) اور یہی دین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کے ذریعے بھیجا اسی دین پر قائم رہو اسی دین کی انبیائے کرام علیہم السلام دعوت دیتے رہے حتیٰ کہ آخر الانبیاء محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کامل عطا فرما دیا ہے جو عقائد کے اعتبار سے ان بنیادی عقائد پر مشتمل ہے جو انبیائے سابقین علیہم السلام کے تھے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے احکام

Marfat.com

واخلاق وآداب پر مشتمل ہے۔

﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ﴾ کے ساتھ ﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ﴾ بھی فرمایا جس کا معنی یہ ہے کہ دین کو قائم رکھو اس کو ترک مت کرو اس میں تبدیلی نہ کرو ایسا نہ کرو کہ کسی بات پر ایمان لائے کسی پر نہ لائے اور کسی بات کو مانا کسی کو نہ مانا اور بنی اسرائیل ایسا کیا کرتے تھے جنہیں تنبیہ فرمائی تھی ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾

مشرکین کو آپ کی دعوت ناگوار ہے

﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾ مشرکوں کو یہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں ان کو ناگوار گزرنا دو طرح سے تھا اول اس طرح کہ مشرکین نے توحید کو چھوڑ دیا تھا اور اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا لیے تھے رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں توحید کی دعوت دی تو انہیں بڑی ناگوار گزری اور بری لگی اور دوسری بات یہ تھی کہ وہ لوگ یوں کہتے تھے کہ اللہ نے آپ ہی کو نبی کیوں بنایا ہم میں سے کسی مالدار کو نبی بنانا چاہیے تھا ان کے جواب میں فرما دیا۔

اللہ جسے چاہتا ہے اپنا بنا لیتا ہے

﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے یعنی اپنا بنا لیتا ہے اور جو کوئی فضیلت کسی کو دینا ہو اس کے لیے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے ﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ اور جو شخص اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے اسے اپنا راستہ بتا دیتا ہے یعنی اسے ہدایت دے دیتا ہے اِرَائَةُ الطریق کے بعد ایصال الی المطلوب بھی فرما دیتا ہے یعنی قبول ہدایت کی توفیق دے دیتا ہے۔

علم آنے کے بعد لوگ متفرق ہوئے

﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ﴾ اور لوگ ضدا ضدی کے باعث اس کے بعد متفرق ہوئے جبکہ ان کے پاس علم آچکا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ قریش مکہ کے بارے میں فرمایا ہے یہ لوگ آرزو کرتے تھے کہ ان کی طرف کوئی نبی بھیجا جائے اور قسمیں کھاتے تھے کہ ہمارے پاس کوئی نبی آگیا تو ہم پرانی امتوں سے بڑھ کر ہدایت والے ہوں گے جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوگئی تو منکر ہوگئے آپس کی ضدا ضدی نے ان کے فرقے بنا دیئے کچھ لوگوں نے ایمان قبول کیا اور کچھ لوگ کفر و شرک پر جمے رہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب مراد ہیں یہودیوں کو حسد کھا گیا اور جانتے بوجھتے ایمان نہ لائے اور نصاریٰ بھی انہیں کی راہ پر چل پڑے ان لوگوں کا متفرق ہونا اور رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کرنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ کے بیان میں اور اظہار حجت میں کوئی کمی تھی حُبِّ دنیا اور مال و جاہ کی طلب نے انہیں ایمان سے روکا۔ هذا ما ذكره القرطبي ص ۱۲ ج ۲۲ وذكر قولا ثالثا قال قيل اُمم الانبياء المتقدمين فانهم في بينهم اختلفوا لما طال بهم المدى فامن قوم وكفر قوم اھ (یہ وہ ہے جو علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے اور تیسرا قول بھی ذکر کیا ہے کہ بعض نے کہا ہے سابقہ انبیاء کی امتوں میں اختلاف ہوا جب لمبا عرصہ گزرا تو ایک گروہ ایمان والا رہا اور ایک کافر ہو گیا۔)

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے بات طے نہ کی جاتی (یعنی یہ فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا کہ انہیں قیامت کے دن عذاب دینا ہے دنیا) میں عذاب نہیں دینا تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا یعنی عذاب آچکا ہوتا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اَجَلٍ مُّسَمًّى سے دنیا میں عذاب بھی آ گیا كما كان في بدر ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ (اور بلاشبہ جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا

Marfat.com

ہے۔) علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں جنہیں ان لوگوں کے بعد کتاب دی گئی جو حق میں ان سے پہلے اختلاف کر چکے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ﴿اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ﴾ سے قریش مراد ہیں جن کے پاس قرآن مجید آیا اور ﴿مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں اور ''منہ'' کی ضمیر قرآن کریم کی طرف یا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿١٦﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۖ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۖ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿١٨﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾

سو آپ اس کی طرف بلایئے اور جیسا آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے، اور ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجیے، اور آپ فرمایئے کہ اللہ نے جو کتابیں نازل فرمائیں میں ان پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں، اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں اللہ ہمیں اور تمہیں جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف جانا ہے، اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد اس کی دعوت کو مان لیا گیا ہے ان کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے، اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اور میزان کو نازل فرمایا اور آپ کو کیا پتہ ہے عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو، جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے، خبردار اس میں شک نہیں کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ بندوں پر مہربان ہے وہ رزق دیتا ہے جسے چاہے اور وہ قوی ہے عزیز ہے۔

استقامت اور عدل کا حکم، کافروں سے برأت کا اعلان

اوپر جس دین کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اس کی نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو وصیت کی اور آپ کی طرف اس کی وحی بھیجی اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ آپ اسی کی طرف دعوت دیتے رہیں اور آپ کو جس طرح حکم دیا گیا ہے اسی طرح مستقیم رہیں اور مشرکین کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں انہیں آپ کا دین ناگوار ہے اور یہ بھی ناگوار ہے کہ آپ انہیں دین توحید کی دعوت دیں اگر آپ کی دعوت میں ذرا سی بھی لچک آ گئی اور ان کی کسی بات کو مان لیا تو استقامت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

مزید فرمایا کہ آپ ان کو بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتابیں نازل فرمائی ہیں سب پر ایمان لاتا ہوں جن میں قرآن مجید بھی ہے

Marfat.com

اور ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ تم سے کوئی بات کہوں اور خود عمل نہ کروں اور تمہیں تکلیف میں ڈالوں اور خود آزاد رہوں لہٰذا تم میری بات مانو، اسے ﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ﴾ میں بیان فرمایا

﴿اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ﴾ اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے جب سب اسی کے بندے ہیں تو لازم ہے کہ یہ سب ایمان لائیں اور اس کے بھیجے ہوئے دین کا اتباع کریں گے اگر تم نہیں مانتے تو دیکھ لو سامنے آخرت کا دن بھی ہے سب اپنے اپنے اعمال لے کر حاضر ہوں گے، ہمیں جو کچھ پیغام پہنچانا تھا پہنچا دیا ہمارا کام پورا ہو گیا اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع فرمائے گا اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے وہ اصحاب توحید کو جزا دے گا اور اصحاب شرک کو سزا دے گا ہم اظہار حق اور دعوت توحید کے سوا کیا کر سکتے ہیں نہ ماننے کا وبال تمہیں پڑے گا۔

معاندین کی دلیل باطل ہے

﴿وَالَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰہِ﴾ (الآیة) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں یعنی اس کے بھیجے ہوئے دین کو قبول کرنے میں حجت بازی کر رہے ہیں حالانکہ بہت سے عقل و فہم والے لوگوں نے اسے مان لیا ہے ان جھگڑا کرنے والوں کی دلیلیں باطل ہیں ان کی کوئی دلیل ایسی نہیں جو توحید کے خلاف عقیدہ رکھنے کو ثابت کر دے اگرچہ اپنی جہالت سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری دلیل کام دینے والی ہے لیکن جب بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اس وقت پتہ چل جائے گا کہ ان کی دلیل باطل تھی اس پر باطل بھروسہ کیے رہے اور دنیا میں کفر و شرک پر جمے رہے اللہ تعالیٰ کا ان پر بڑا غصہ ہے اور قیامت کے دن سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

﴿مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَہٗ﴾ میں یہ بتایا کہ اللہ کے نبی نے جو توحید کی دعوت دی بہت سے لوگوں نے اسے قبول کیا آپ کے معجزات دیکھ کر دین اسلام میں داخل ہو گئے معاندین کو بھی غور کرنا چاہیے کہ جن لوگوں نے توحید کی دعوت قبول کر لی ہے کوئی دیوانے تو نہیں ہیں یہ بھی تو سمجھدار ہیں ہم ہی کو ضد کرنے کی کیا ضرورت ہے، قال فی معالم التنزیل ای استجاب له الناس فاسلموا ودخلوا فی دینه لظهور معجزته.

اللہ تعالیٰ نے کتاب کو اور میزان کو نازل فرمایا

﴿اَللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ﴾ اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتابیں نازل فرمائیں اور میزان کو نازل فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور کثر مفسرین نے فرمایا کہ میزان سے عدل و انصاف مراد ہے کیونکہ میزان یعنی ترازو عدل و انصاف کا آلہ ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے جزا و سزا مراد ہے یعنی طاعت پر جو ثواب ملے گا اور معصیت پر جو عذاب ہوگا اسے میزان سے تعبیر فرمایا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ میزان سے ترازو ہی مراد ہے کیونکہ اس کے ذریعے وزن کیا جاتا ہے اور کمی بیشی کا پتہ چلایا جاتا ہے۔

عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو

﴿وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ﴾ (اور آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو) اس میں بظاہر رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے لیکن واقعی طور پر ہر مکلف اس کا مخاطب ہے ہر شخص فکر مند ہو کہ قیامت آنے پر میرا کیا بنے گا عقائد اور اعمال کا حساب ہوگا تو میں کن لوگوں میں ہوں گا قیامت کی تاریخ نہیں بتائی گئی ہو سکتا ہے کہ عنقریب ہی واقع ہو جائے لہٰذا ہر وقت فکر مند ہونا چاہیے۔

﴿یَسْتَعْجِلُ بِہَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہَا﴾ (جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے وہ قیامت آنے کی جلدی مچاتے ہیں) چونکہ اس کے آنے کا یقین نہیں ہے اس لیے بار بار یوں کہتے ہیں کہ کیوں نہیں آجاتی جلدی آجانی چاہیے ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْہَا وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہَا الْحَقُّ﴾ (اور جو لوگ ایمان لائے وہ وقوع قیامت سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے) ﴿اَلَآ اِنَّ الَّذِیْنَ

Marfat.com

﴿يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ (خبردار جو لوگ شک کرتے ہیں قیامت کے بارے میں وہ دور کی گمراہی میں ہیں) دلائل کے قائم ہو جانے کے باوجود بھی انکار پر اصرار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے

﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ قوی ہے عزیز ہے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے نیک بندوں کو بھی کھلاتا ہے اور کفار و فجار کو بھی کھانے کی چیزیں دیتا ہے، کفار کی معصیت کی وجہ سے وہ اپنا رزق نہیں روکتا مہربانی کی یہ ایک صورت ہے اور اس کے علاوہ اس کی بہت سی مہربانیاں ہیں دنیا میں بھی ان کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی مہربانی کا مظاہرہ ہوگا، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے لطیف کی تشریح کرتے ہوئے آٹھ دس معانی لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تھوڑے عمل پر بہت زیادہ ثواب دیتا ہے اور ایک یہ ہے کہ اس نے طاقت سے زیادہ اعمال کا مکلف نہیں بنایا اور ایک یہ ہے کہ وہ سوال رد نہیں فرماتا اور امیدوار کو نا امید نہیں کرتا۔

﴿وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ (وہ قوی ہے اور عزیز ہے) اس کی مہربانی اور داد و دہش کو کوئی نہیں روک سکتا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے، ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس میں سے اسے دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی بھی حصہ نہیں۔

طالب آخرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اضافہ ہوگا اور طالب دنیا کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا

اس آیت کریمہ میں آخرت کے طلب گاروں اور دنیا داروں کی نیتوں کا اور اعمال کا اور ان کا جو بدلہ ملے گا اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔
ارشاد فرمایا کہ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے یعنی دنیا میں ایمان سے متصف ہے اور اعمال صالحہ میں لگا رہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ میرے اعمال کا آخرت میں ثواب دیا جائے اللہ تعالیٰ اسے بہت زیادہ ثواب دے گا ایک نیکی کی کم از کم دس نیکیاں تو لکھی ہی جاتی ہیں اور ایک نیکی کا عوض سات سو گناہ دینے کا قرآن مجید میں ذکر ہے ﴿كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾ سات سو گناہ ثواب بتانے کے بعد ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ بھی فرمادیا حضرت علماء کرام نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ نیکیوں میں اضافہ ہونا اور بڑھا چڑھا کر ان کا ثواب ملنا کوئی سات سو پر منحصر نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دے گا جس کی تفصیلات احادیث شریف میں وارد ہوئی ہیں علم و عمل پھیلانے والوں اور دین کا چرچا کرنے والوں اور اعمال صالحہ کو آگے بڑھانے والوں کا ثواب تو بہت ہی زیادہ ہے، جب تک معلمین و مبلغین کے بتائے ہوئے اعمال اور پڑھائے ہوئے امور کے مطابق لوگ عمل کرتے رہیں گے ان حضرات کو ان کے عمل کا بھی ثواب ملتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی جس طرح دانہ ڈالنے کے بعد کھیتی بڑھتی ہے اور ایک دانہ بونے سے بہت سے دانے حاصل ہو جاتے ہیں اسی طرح آخرت کے اعمال میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے اسی لیے آخرت کے لیے عمل کرنے والوں کے عمل کو آخرت کی کھیتی سے تعبیر فرمایا کہ یہ لوگ دنیا کے طالب ہیں دنیا ہی کو چاہتے ہیں اسی کے لیے عمل کرتے ہیں ہم انہیں دنیا میں سے کچھ دے دیں گے جتنا وہ چاہتے ہیں اتنا دیں یا اس سے کم و بیش دیں بہرحال جو کچھ ملے گا تھوڑا ہی ہوگا آخرت کے اجر و ثواب کے مقابلے میں تو کسی دنیا دار کا بڑے سے بڑا حصہ پاسنگ کے درجہ میں بھی نہیں آسکتا جتنی بھی دنیا

Marfat.com

مل جائے تھوڑی ہی ہوگی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ طالب دنیا کو دنیا مل ہی جائے جو کچھ ملے گا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور چونکہ اصلی دنیا دار مومن نہیں ہوئے اس لیے آخرت میں انہیں کچھ بھی نہیں ملنا۔ سورۃ الاسراء کی آیت کی تصریح اور تشریح دوبارہ پڑھ لیں ارشاد فرمایا ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ (جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے لیے چاہیں گے دے دیں گے پھر ہم اس کے لیے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ ہوا داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لیے کوشش کرے گا جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہیے اور وہ مومن بھی ہوگا سو یہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدردانی کی جائے گی۔)

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

کیا ان کے لیے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین میں وہ چیزیں مشروع کر دی ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی، اگر فیصلہ کی بات طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے، آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا، اور وہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا یہ بڑا فضل ہے۔ یہ ہی ہے جس کی بشارت اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے آپ فرما دیجیے کہ میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے، اور جو کوئی شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس میں زیادہ خوبی کر دیں گے اور بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے قدردان ہے۔ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے سو اگر اللہ چاہے آپ کے دل پر مہر لگا دے، اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ ثابت کرتا ہے، بلاشبہ وہ سینوں کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔

قیامت کے دن ظالم لوگ اپنے اعمال بد کی وجہ سے ڈر رہے ہونگے اور اہل ایمان اعمال صالحہ والے جنتوں کے باغیچوں میں ہونگے

اوپر چار آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے پہلی آیت میں مشرکین کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جنہوں نے اللہ کے لیے شریک تجویز کر رکھے ہیں کیا انہوں نے ان آیات کے لیے ایسے دینی احکام مشروع و مقرر کیے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہ دی ہو؟ یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ

Marfat.com

ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جو مخلوق کے لیے کوئی دین مشروع ومقرر کردے نہ کوئی ایسا کرسکتا ہے اور نہ کسی کو اس کا حق ہے اللہ تعالیٰ ہی کو اس کا حق ہے کہ اپنی مخلوق کے لیے دین مشروع فرمائے جب ان بنائے ہوئے شریکوں میں سے کسی نے ان کے لیے دین مشروع نہیں کیا تو ان کی عبادت کرنا حماقت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ مشرکین پر لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ عبادت کریں اور اسے وحدہ لاشریک جانیں۔

ان لوگوں نے شرک اختیار کرکے اپنی جانوں کو عذاب کا مستحق بنا دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے طے فرما دیا ہے کہ عذاب دنیا میں فلاں وقت ہوگا اور آخرت میں ضرور ہوگا اگر یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان کو دنیا میں ابھی عذاب دے دیا جاتا، عذاب کی تاخیر سے خوش نہ ہوں سمجھ لیں کہ ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے جس میں ضرور ہی مبتلا ہوں گے۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ ایک وہ وقت بھی آنے والا ہے (یعنی قیامت کا دن) جب ظالمین یعنی مشرکین اور کافرین اپنے کرتوتوں کی وجہ سے عذاب سے ڈر رہے ہوں گے لیکن یہ ڈرنا کچھ مفید نہیں ہوگا ان پر عذاب ضرور واقع ہوکر رہے گا اور اہل ایمان اعمال صالحہ والے بہشتوں کے باغوں میں نعمتوں میں مشغول ہوں گے وہاں جو کچھ چاہیں گے ان کے پاس ان کے لیے موجود ہوگا یہ جنتوں کا دخلہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے (یہ دنیا کی چھل پہل اس کے سامنے کچھ بھی نہیں)

تیسری آیت میں اول تو مومنین اعمال صالحہ والوں کی فضیلت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بشارت دیتا ہے کہ ان کو ایسی نعمتیں ملیں گی۔

دعوت وتبلیغ کے عوض تم سے کچھ طلب نہیں کرتا

اس کے بعد فرمایا ﴿قُلْ لَّا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (آپ فرما دیجیے کہ میں اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے) اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جو کچھ تمہیں توحید کی دعوت دیتا ہوں اور ایمان لانے کی باتیں کرتا ہوں میری یہ محنت اور کوشش صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے میں تم سے کچھ بھی نہیں چاہتا ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میری تمہاری رشتہ داریاں ہیں رشتہ داری کے اصول پر جو تمہاری ذمہ داری ہے اسے پورا کرو، صلہ رحمی کو سامنے رکھ کر مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ تو یہ دوسری بات ہے فهو استثناء منقطع وليس بمتصل حتى تكون المودة في القربى أجراً في مقابلة اداء رسالة

رشتہ داری کے اصول پر تم میرے حق کو پہچانو اور ایذا رسانی سے باز آؤ تم اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان بھی نہیں لاتے اور رشتہ داری کا بھی خیال نہیں کرتے ایذا رسانی پر تلے ہوئے ہو یہ تو عربوں کی روایت کے بھی خلاف ہے۔

﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ کا ایک مطلب معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ میرا تم سے بس یہی سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو، عمل صالح اختیار کرکے اس کی دوستی کی طرف بڑھتے رہو (جب ایسا کرو گے تو میرا اجر بھی چند در چند ہوکر مجھے ملے گا اور تم لوگ بھی اللہ کی رحمت کے مستحق ہوگے)

﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا﴾ (اور جو کوئی شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس میں خوبی کا اضافہ کردیں گے) یعنی اسے چند در چند کرکے اس کا ثواب بڑھا دیں گے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ (بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے) لہٰذا گناہوں سے توبہ کرو اور نیکیوں میں لگ جاؤ اور خوب زیادہ ثواب پاؤ۔

قرآن کو افتراء علی اللہ بتانے والوں کی تردید

چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ (کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا

Marfat.com

ہے) یہ استفہام تقریری ہے یعنی یہ لوگ ایسا کہتے ہیں، اس کے جواب میں فرمایا ﴿فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ﴾ (سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے) یعنی آپ کو قرآن بھلا دے۔ لیکن وہ آپ پر برابر قرآن نازل فرما رہا ہے جو رحمتیں ابتدائے نبوت سے جاری تھیں وہ اب بھی جاری ہیں لہٰذا ان لوگوں کے قول سے رنجیدہ نہ ہوں آپ پر برابر وحی آتی رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ لوگ اپنی اس بات میں جھوٹے ہیں کہ آپ نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

﴿وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ﴾ (اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا دیتا ہے) لہٰذا وہ ان کی باتوں کو مٹا دے گا ﴿وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ﴾ اور وہ حق کو اپنے کلمات کے ذریعے غالب کر دیتا ہے) لہٰذا وہ اپنے دین حق کو کلمات کے ذریعہ ثابت فرما دے گا۔

﴿إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ (بلاشبہ اللہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے) اگر کسی نے کوئی اچھی یا بری بات سینہ میں چھپا کر رکھی تو اللہ تعالیٰ اس کی جزا و سزا دیدے گا۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾

اور وہ ایسا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو، اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے اعمال میں اضافہ فرماتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے، اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے روزی فراخ کر دے تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں اور لیکن وہ نازل فرماتا ہے ایک اندازہ کے ساتھ وہ جو چاہتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے، اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے نا امید ہونے کی بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے، اور وہ ولی ہے مستحق حمد ہے۔

اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے، اپنی مشیت کے مطابق روزی نازل فرماتا ہے اور جب نا امید ہو جائیں، بارش برساتا ہے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفات جلیلہ اور نعمت ہائے عظیمہ بیان فرمائی ہے، اول تو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ دوم یہ فرمایا کہ تم جو بھی کچھ عمل کرتے ہو وہ اسے جانتا ہے (اسے سچی توبہ کا بھی علم ہے اور صرف زبانی توبہ کو بھی جانتا ہے) سوم یہ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے (نیک اعمال میں یہ بھی داخل ہے کہ دعا کرنے والا احرام روزی سے بچتا ہو) چہارم یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اہل ایمان کے اعمال میں اضافہ فرماتا یعنی مختصر سے عمل کا بہت زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور ایک عمل کئی گنا کر کے خوب بڑھا چڑھا کر ثواب عطا فرماتا ہے۔ پنجم یہ فرمایا کہ کافروں کے لیے سخت عذاب ہے وہ دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہ کھائیں اور آخرت کے عذاب سے ڈریں۔ ششم یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے خاص اندازہ کے مطابق رزق عطا فرماتا ہے اگر وہ بندوں کے لیے رزق کو پھیلا دے یعنی بہت زیادہ دے دے اور سبھی کو بہت زیادہ مال مل جائے تو زمین میں بغاوت کرنے لگیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتا کچھ لوگ زیادہ پیسے والے ہیں کچھ کم پیسے والے ہیں کچھ فقیر ہیں اور مسکین ہیں سب کو اس نے اپنی حکمت کے مطابق پیدا فرمایا ہے اور ہر ایک کو اپنی حکمت کے مطابق موجودہ حال میں

Marfat.com

رکھا ہے وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ ہفتم یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے اس وقت بارش برساتا ہے جب وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں وہ بارش بھی برساتا ہے رحمت بھی پھیلاتا ہے بارش میں دیر ہوتی ہے تو بندے ناامید ہو جاتے ہیں اور جب بارش ہو جاتی ہے تو خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت پھیل جاتی ہے اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہشتم دو عظیم صفات بتاتے ہوئے فرمایا ﴿وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ﴾ (اللہ تعالیٰ ولی ہے کارساز ہے) مخلوق کی حاجتیں پوری فرماتا ہے اور اس کے سارے افعال لائق ستائش ہیں وہ بہرحال تعریف کا مستحق ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ
قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ اَنْتُمْ
بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي
الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ
اٰيٰتِنَا ۚ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا، اور ان جانوروں کا پیدا فرمانا جو اس نے ان دونوں میں پھیلا دیئے ہیں، اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے، اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے سو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے۔ اور تم زمین میں عاجز بنانے والے نہیں ہو، اور تمہارے لیے اللہ کے سواء کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے، اور اس کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے، سو یہ کشتیاں سمندر کی پشت پر رکی ہوئی رہ جائیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے یا وہ انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک فرما دے، اور بہت سوں کو معاف کر دے اور وہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں ان کے لیے کوئی بھی بچنے کی جگہ نہیں ہے۔

آسمان و زمین اور چوپایوں کی تخلیق میں اللہ کی نشانیاں ہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی شان تخلیق اور شان ربوبیت بیان فرمائی ہے ارشاد فرمایا کہ انسانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا اور ان کے اندر جو جاندار چیزیں پیدا فرمائی اور پھیلائی ہیں ان کو وجود بخشنا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ہے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ مخلوق جو آسمانوں میں اور زمین میں پھیلی ہوئی ہے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ان کو جمع کرنا کیسے ہو سکتا ہے؟ ان کو جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے اسے اس پر قدرت ہے کہ ان سب کو جمع فرما دے اور قیامت کے دن ایسا ہو گا۔

جو بھی کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تمہارے اعمال کی وجہ سے ہے

پھر فرمایا کہ تم سے جس کسی کو جو بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے پہنچ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر گناہ پر تکلیف نہیں بھیجتا اگر ہر گناہ کی وجہ سے مصیبت بھیجی جائے تو ہو سکتا ہے کہ آرام و راحت کا نمبر ہی نہ آئے بہت سے گناہوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرماتا ہے لہٰذا ان کی وجہ سے کوئی مصیبت نہیں آتی۔

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی بندہ کو کوئی ذرا سی تکلیف یا بڑی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو وہ گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ جن گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے وہ ان گناہوں سے زیادہ ہوتے ہیں جن پر مواخذہ ہوتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن مرد اور مومن عورت کو جان و مال اور اولاد میں تکلیف پہنچتی رہتی ہے یہاں تک کہ جب وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس کا کوئی گناہ بھی باقی نہ ہوگا۔ (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ اہل ایمان پر جو تکلیفیں آتی ہیں ان سے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ آخرت میں گناہوں پر جو عذاب ہے وہ بہت سخت ہے دنیا میں جو تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں وہ معمولی چیزیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لیے کوئی بلند مرتبہ دینے کا فیصلہ فرما دیتا ہے لیکن وہ اپنے عمل سے اس مرتبہ تک پہنچنے سے قاصر رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تکلیف میں مبتلا فرما دیتا ہے یہ تکلیف اس کے مال جان اور اولاد میں پہنچ جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس پر صبر عطا فرما دیتا ہے یہاں تک کہ اس مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے لیے پہلے سے مقرر کر دیا گیا تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۸ از احمد وابوداؤد)

یاد رہے کہ ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ﴾ میں جو خطاب ہے یہ عام مومنین سے ہے لہٰذا یہ اشکال پیدا نہیں ہوتا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تو معصوم تھے ان پر تکلیفیں کیوں آئیں ان حضرات کو جو تکلیفیں پہنچیں گناہوں کی وجہ سے نہیں بلکہ رفع درجات کی وجہ سے پہنچیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ تم زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں جس حال میں رکھے اس میں رہو گے اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے، اور غیر اللہ سے امیدیں باندھنا بھی فائدہ مند نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی (یعنی کارساز) نصیر (یعنی مددگار) نہیں ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کشتیاں بھی ہیں، پہاڑوں کے برابر بڑی بڑی کشتیاں سمندر میں چلتی ہیں جنہیں آج کل باخرہ اور بحری جہاز کہتے ہیں ان کشتیوں میں خود بھی سوار ہو کر سفر کرتے ہیں اور ان پر مال بھی لے جاتے ہیں بھاری بھاری کشتیاں سامان سے لدی ہوئی سمندر میں جا رہی ہیں کشتیاں ہوا کے ذریعہ ان کو چلاتے ہیں یہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا کو روک دے اور یہ کشتیاں سمندر میں کھڑی کی کھڑی رہ جائیں اس میں صبر اور شکر کرنے والے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

شاید کسی کے دل میں وسوسہ آئے کہ اب تو بڑے بڑے جہاز پٹرول سے چلتے ہیں، ہواؤں کا ان کے چلنے میں دخل نہیں ہے اس وسوسہ کا جواب یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور بندوں کو احتیاج بیان کرنا ہے پٹرول بھی تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی بتایا اور مشینوں اور انجنوں کی سمجھ اور ان کے چلانے کے طریقہ بھی تو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمائے ہیں۔

﴿اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ﴾ میں یہ فرمایا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ ہوا کو روک دے جس کی وجہ سے کشتیاں سمندر میں کھڑی رہ جائیں تو اسے یہ بھی قدرت ہے کہ جو لوگ کشتیوں میں سوار ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے کشتیوں کو تباہ کر دے جس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہوائیں خوب تیز چلنے لگیں اور اس کی وجہ سے کشتیوں میں بھونچال آ جائے اور جو لوگ کشتیوں میں سوار ہیں اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ بہت سوں کو معاف فرما دے یعنی غرق نہ فرمائے دنیا میں مواخذہ نہ فرمائے پھر اپنے قانون کے مطابق جسے چاہے آخرت میں سزا دے۔

﴿وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ (اور جب کشتی والوں کی ہلاکت ہونے لگے تو وہ لوگ جان لیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑے کرتے ہیں کہ ان کے لیے بچاؤ کی کوئی جگہ نہیں ہے جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے مشرک ہیں بتوں کی دہائی دیتے ہیں ان کے سامنے جب کشتیوں اور کشتیوں میں سوار ہونے والوں کی تباہی کا منظر سامنے آ جائے تو وہ سمجھ لیں کہ اللہ کے

Marfat.com

عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں اور غیر اللہ کو پکارنے کا کوئی نفع نہیں۔

قال البغوي في معالم التنزيل (ويعلم) قرأ أهل المدينة والشام ويعلم برفع الميم على الاستئناف كقوله عزوجل في سورة براءة ''وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ'' وقرأ الاخرون بالنصب على الصرف والجزم اذا صرف عنه معطوفه نصب، وهو كقوله تعالىٰ ''وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ'' صرف من حال اجزم الى النصب استخفافاً وكراهية لتوالي الجزم (علامہ بغوی رحمہ اللہ نے معالم التنزیل میں کہا ہے ﴿وَيَعْلَمُ﴾ کو مدینہ اور شام کے قراء نے ﴿وَيَعْلَمُ﴾ میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اس لیے یہ نیا جملہ ہے جیسا کہ سورۂ براءۃ میں ہے ﴿وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ﴾ اور دوسروں نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے صرف کی بنیاد پر کیونکہ جب جزم سے اس کا معطوف پھیرا جاتا ہے تو نصب دی جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ہے۔ جزم سے نصب کی طرف اس لیے پھیرا گیا ہے تاکہ تخفیف بھی ہو جائے اور مسلسل دو جزم بھی نہ آئیں۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور تم کو جو بھی چیز دی گئی ہے سو وہ دنیا والی زندگی کا سامان ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب انہیں غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں اور جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا اور نماز قائم کی اور ان کے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو ظلم پہنچ جاتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔

جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اہل ایمان اور اہل توکل کے لیے بہتر ہے

ان آیات میں دنیا کے بے ثباتی بتائی ہے اور آخرت کے اجور اور ثمرات کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بہتر ہیں اور زیادہ باقی رہنے والے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ یہ اجور وثمرات اہل ایمان کو ملیں گے پھر اہل ایمان کے اوصاف بیان فرمائے (۱) یہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (۲) کبیرہ گناہوں سے اور فحش باتوں اور فحش کاموں سے پرہیز کرتے ہیں (۳) اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں (۴) اور یہ لوگ اپنے رب کا حکم مانتے ہیں یعنی دل وجان سے قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں (۵) اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے امور آپس میں باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں (۶) انہیں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (۷) اور جب ان پر کوئی ظلم ہوتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں (ظلم نہیں کرتے جتنا ہوا اسی قدر بدلہ لیتے ہیں) یہ ایسے امور ہیں جن کا پابند ہونا اور زندگی بھر نباہتے چلے جانا اہم کام ہے ان میں توکل کرنا بھی اور گناہوں اور فحش کاموں سے بچنا بھی، اور غصہ آجائے تو معاف کرنا بھی اور مشورے سے کاموں کو انجام دینا بھی ہے صحیح طریقے پر نماز ادا کرنا ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ اور مالی فرائض اور واجبات

Marfat.com

ادا کرنا ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ میں بیان فرمادیا ایسے جامع الاوصاف اہل ایمان کے لیے آخرت کے اجر وثواب کا خیر ہونا اور باقی ہونا ظاہر ہے۔

دنیا کے بارے میں یہ جو فرمایا کہ تمہیں جو کوئی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی میں کام آنے والی ہے اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا اول یہ کہ جو لوگ دنیا میں جیتے اور بستے ہیں ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں دنیا سے فائدہ حاصل کرنے میں مومن یا کافر اور نیک و بد کی کوئی تخصیص نہیں سب اس سے متمتع اور مستفید ہوتے ہیں اور دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ دنیا میں جسے جو کچھ ملا ہو وہ دنیا کی حد تک ہے جب دنیا سے چلے جائیں گے سب یہیں دھرا رہ جائے گا ہاں جو کچھ اللہ کے لیے خرچ کیا اس کا ثواب وہاں مل جائے گا جسے ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ میں بتادیا۔

آخر میں فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ (جب ان کو ظلم پہنچتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں) اس میں مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینے کی اجازت دی ہے سیاق کلام سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ جتنا ظلم ہوا ہے اسی قدر بدلہ لیا جاسکتا ہے مزید تفصیل آئندہ آیات کی تفسیر کے ذیل میں پڑھیے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰
وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۱ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ
النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ
ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳

اور برائی کا بدلہ ہے اسی جیسی، سو جو شخص معاف کردے اور صلح کر لے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بلاشبہ وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا اور البتہ جو شخص مظلوم ہو جانے کے بعد بدلہ لے سو یہ ایسے لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں، الزام انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے، اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کردیا بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

برائی کا بدلہ برائی کے برابر لے سکتے ہیں، معاف کرنے اور صلح کرنے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے

پہلے جو آیات مذکور ہوئیں ان میں سے آخری آیت میں نیک بندوں کی صفات میں یہ بتایا تھا کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو بدلہ لے لیتے ہیں اس میں چونکہ کمی و بیشی کا ذکر نہیں ہے اور یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ معاف کردینا اور بدلہ نہ لینا افضل ہے اس لیے بطور استدراک ان آیات میں اولاً تو یہ بتایا کہ برائی کا بدلہ بس اسی قدر لینا جائز ہے جتنی زیادتی دوسرے فریق نے کی ہو، اگر کسی نے اس سے زیادہ بدلہ لے لیا جو اس پر زیادتی کی گئی تھی تو اب وہ اسی قدر ظلم کرنے والا ہو جائے گا۔ ثانیاً یہ فرمایا کہ بدلہ لینا جائز تو ہے لیکن افضل یہ ہے کہ بدلہ نہ لیا جائے معاف کردیا جائے، جو شخص معاف کردے گا اس کا یہ معاف کردینا ضائع نہ جائے گا اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے اس کا اجر عطا فرمائے گا معاف نہ کرے تو زیادتی بھی نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ ثالثاً یہ فرمایا کہ جس شخص پر کوئی ظلم کیا گیا اور اس نے اسی قدر بدلہ لے لیا جتنا اس پر ظلم ہوا تھا تو اب اس کا مواخذہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس نے اپنا حق لیا ہے ظالم یا ظالم کی مدد کرنے والا دوست احباب کنبہ وقبیلہ کے لوگ اب اگر اس سے بدلہ لیں گے تو یہ لوگ ظالم ہو جائیں گے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ ان کی گرفت ہوگی یہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں ان کے

Marfat.com

لیے دردناک عذاب ہے۔ رابعاً ایک عام اعلان فرمادیا کہ صبر کرنا اور معاف کرنا بڑی ہمت اور صبر کے کاموں میں سے ہے، ہر شخص اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہوتا حالانکہ اس کا اجر و ثواب بہت بڑا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے رب آپ کے بندوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص (بدلہ لینے کی قدرت رکھتے ہوئے معاف کردے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۳۴)

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

اور اللہ جس کو گمراہ کرے اس کے لیے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اے مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ یوں کہہ رہے ہوں گے کیا واپس کیے جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اور تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ دوزخ پر پیش کیے جا رہے ہوں گے ذلت کی وجہ سے جھکے ہوئے چھپی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوں گے، اور ایمان والے کہیں گے بلاشبہ پورے خسارہ میں پڑ جانے والے وہ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے گھر والوں سے قیامت کے دن خسارہ میں پڑ گئے، خبردار اس میں شک نہیں کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں رہیں گے، اور ان کے لیے اللہ کے سوا مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر، اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے لیے کوئی راستہ ہی نہیں۔

قیامت کے دن ظالموں کی بدحالی، ہلاکت اور ذلت کا سامنا

یہ چار آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کردے یعنی ہدایت سے محروم فرمادے تو اس کے لیے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کا ولی اور کارساز بنے، کوئی شخص اسے ہدایت نہیں دے سکتا اور کوئی اس کی مدد نہیں کرسکتا پھر ظالموں یعنی کافروں کی بدحالی کا تذکرہ فرمایا کہ قیامت کے دن جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے کہ کیا ایسا کوئی راستہ ہے کہ ہم واپس کردیئے جائیں یعنی دنیا میں چلے جائیں پھر وہاں ایمان لائیں کفر اختیار نہ کریں، لیکن وہاں سے واپسی کا کوئی قانون نہیں مزید فرمایا کہ یہ لوگ جب دوزخ پر پیش کیے جائیں گے یعنی اس میں داخل کیے جانے لگیں گے تو ذلت سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نیچی نظر سے دیکھ رہے ہوں گے اہل ایمان کہیں گے کہ آج تو علی الاعلان پتہ چل گیا کہ اہل کفر سراسر خسارہ میں ہیں یہ اپنی جانوں کا بھی نقصان کر بیٹھے اور اپنی اہل و عیال کا بھی ان کی جانیں بھی ہلاک ہوئیں اور ان کے متعلقین کی بھی، تمام کافروں کے لیے دوزخ ہے چھوٹے درجہ کے لوگ ہوں یا سردار ہوں یہ لوگ اپنی جانوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور اہل و عیال سے بھی اور وہاں کا عذاب تھوڑا سا نہیں اور تھوڑے سے دن کا نہیں ان کے لیے بڑا عذاب ہے اور دائمی ہے اور اسی کو فرمایا ﴿اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾ اور اس کے بعد فرمایا ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (اور ان کے لیے مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر) یعنی کوئی شخص اگر یہ چاہے کہ اللہ کے فیصلے کے خلاف کوئی ان کی مدد کرے یعنی انہیں دوزخ سے چھڑا دے تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ

Marfat.com

سَبِيْلٍ﴾ (اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے لیے کوئی راستہ ہی نہیں)

یعنی اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں کما قال تعالیٰ فی سورۃ الکہف ﴿وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ اس آیت میں سابق مضمون کو دہرادیا ہے جو تاکید کے لیے ہے۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

تم اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں اللہ کی طرف سے واپس کرنا نہ ہوگا، تمہارے لیے اس دن پناہ لینے کی جگہ نہ ہوگی نہ کوئی نکیر کرنے والا ہوگا، پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے، اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھا دیتے ہیں تو اس پر خوش ہوتا ہے اور اگر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو بلاشبہ انسان ناشکری کرنے لگتا ہے، اللہ ہی کے لیے آسمانوں کا اور زمین کا ملک ہے وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے بیٹے دیتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں جنسوں کو جمع کردیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے، بلاشبہ وہ جاننے والا ہے اور قدرت والا ہے۔

قیامت آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مانو

ان آیات میں اولاً یہ ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو واپس نہیں کیا جائے گا وہ واقع ہوگیا سو ہوگیا اس دن کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بات مان لو، ایمان بھی قبول کرو اور عمل صالحہ بھی اختیار کرو جب قیامت کا دن ہوگا تو کسی کے لیے کوئی پناہ نہ ہوگی اللہ جس کو پناہ دے اسی کو پناہ مل سکے گی اور کافروں کے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہیں، اس دن جس شخص کے ساتھ جو بھی معاملہ ہوگا اس میں کسی کو بھی کسی کے بارے میں یہ کہنے کا اختیار نہ ہوگا کہ یہ کیوں ہوا اور کیوں ہو رہا ہے۔

قولہ تعالیٰ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ قال القرطبی رحمہ اللہ ای لا یجدون منکرا یومئذ بما ینزل بکم من العذاب

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی دعوت اور تبلیغ کے بعد مخاطب لوگ اگر اعراض کریں تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ فکر نہ کریں اور غم میں نہ پڑیں آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا اگر ایمان نہ لائیں تو آپ سے اس کی کوئی باز پرس نہیں ہے آپ نے پہنچا دیا آپ کا کام ختم ہوا آپ کی ذمہ داری اتنی سی ہے کہ آپ پہنچا دیں اور بس۔

انسان کا خاص مزاج رحمت کے وقت خوش اور تکلیف میں ناشکرا!

اس کے بعد انسان کا ایک مزاج بتایا اور وہ یہ ہے کہ جب اسے نعمت ملتی ہے اور رحمت الٰہی کا مظاہرہ ہوتا ہے تو خوب خوش اور مگن ہوجاتا ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے جو انسانوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پہنچتی ہے تو وہ ناشکرا بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

ناشکری کرتا ہے اور ایسے بول بولتا ہے کہ جو سابقہ نعمتیں تھیں گویا وہ اسے ملی ہی نہ تھیں، اللہ تعالیٰ کی موجودہ نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور معاصی سے توبہ بھی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت کا بیان، وہ اپنی مشیت کے مطابق اولاد عطا فرماتا ہے

اس کے بعد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا ملک اللہ ہی کے لیے ہے وہی ان کا خالق اور مالک ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے انسانوں کی جو اولاد ہوتی ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی سے ہوتی ہے کسی کو مجال نہیں جو اس کی مشیت کے سامنے دم مار سکے، دیکھو اللہ تعالیٰ نے جو جوڑے بنائے ہیں یعنی مرد اور عورت ان میں کسی کے ہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں اور کسی کے ہاں صرف لڑکے پیدا ہوتے ہیں اور کسی کو اللہ تعالیٰ بیٹا، بیٹی دونوں جنسیں عطا فرما دیتا ہے اور ضروری نہیں کہ مرد عورت کا میل ملاپ ہوجائے تو اولاد ہو ہی جائے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے وہ علیم بھی اور قدیر بھی ہے وہ سب کے حال جانتا ہے حکمت کے مطابق عطا فرماتا ہے اور جو چاہے کرسکتا ہے اسے ہر چیز پر قدرت ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اس کی قدرت سب پر غالب ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

اور کسی بشر کے لیے یہ موقعہ نہیں ہے کہ وہ اللہ سے بات کرے ہاں وحی کے ذریعہ یا وہ پردہ کے پیچھے سے یا اس طرح بات ہوسکتی ہے کہ اللہ کسی رسول کو بھیج دے پھر وہ رسول اس کی اجازت سے اس کی مشیت کے مطابق وحی پہنچا دے، بیشک وہ برتر ہے حکمت والا ہے، اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان؟ اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا ہے اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں جو اللہ کا راستہ ہے جس کے لیے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے خبردار اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔

بندے اللہ تعالیٰ سے کیسے ہم کلام ہوسکتے ہیں؟

معالم التنزیل ج،ص ۱۳۲ میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ اللہ سے بات کیوں نہیں کرتے اور اللہ کو دیکھتے کیوں نہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا آپ کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی بشر کے لیے یہ بات حاصل نہیں کہ اللہ سے بات کرے بجز تین طریقوں کے، ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو الہام فرما دے یعنی قلب میں کوئی بات ڈال دے یا خواب میں کوئی بات بتا دے (مفسرین نے وحیاً کا مصداق بتاتے ہوئے یہ دو صورتیں لکھی ہیں) یا اللہ تعالیٰ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر کلام فرمایا تھا یا کسی فرشتہ کو بھیج دے جو اللہ کا پیغام لے کر آجائے اور اللہ کے حکم سے اللہ کی مشیت کے مطابق کسی رسول کو بطور وحی پیغام پہنچا دے یہ تین صورتیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہم

Marfat.com

کلام ہونے کی ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تھے ﴿اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ﴾ (بیشک اللہ برتر ہے) مخلوق کو اس سے بات کرنے کا معائنہ کے طور پر تحمل نہیں ہے اور وہ حکیم بھی ہے اپنی حکمت کے مطابق مذکورہ تین طریقوں میں سے اس نے جس طرح چاہا کلام فرمایا۔

فائدہ نمبر ۱: وَحْیًا کی تفسیر منام اور الہام سے جو کی گئی ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا منام اور الہام تو قطعی ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کو جو خواب میں بتایا گیا یا بطور الہام دل میں ڈالا گیا ہو وہ ظنی ہے اور کسی کو اس پر شریعت کے خلاف عمل کرنا اور دوسروں سے عمل کرانا جائز نہیں ہے۔

فائدہ نمبر ۲: آیت کریمہ میں جو ﴿اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ فرمایا ہے اس سے نورانی حجاب مراد ہے صحیح مسلم میں ہے:

حجابه النور (اس کا پردہ نور ہے) لو کشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهیٰ الیه بصره من خلقه (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۱) اگر وہ اسے کھول دے تو اس کی وجہ کریم کے انوار اس کی مخلوق کو وہاں تک جلا دیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پردہ کے پیچھے سے کلام کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا تحمل نہیں دیا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں اور دیکھنے کی حالت میں بات چیت کرلیں جنت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ قوت برداشت عطا فرمادے گا وہاں اللہ کو دیکھیں گے۔

اس کے بعد فرمایا ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ اور جس طرح ہم نے آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی اسی طرح آپ کی طرف بھی روح یعنی نبوت کی وحی بھیجی۔ بعض مفسرین نے روح سے نبوت اور بعض حضرات نے روح سے قرآن مراد لیا ہے ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ﴾ (آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے) یعنی نبوت ملنے سے پہلے آپ کو یہ پتہ نہ تھا کہ اللہ کی کتاب کیا ہے اور نہ آپ کو ایمانیات کا تفصیلی علم دیا گیا تھا جب آپ کو نبوت عطا کی گئی اللہ کی کتاب نازل ہوئی اور ایمان کی تفصیلات بتا دی گئیں اس وقت آپ کو اللہ کی کتاب کا اور ایمانیات کا علم ہوا گو اجمالی ایمان پہلے سے حاصل تھا۔

قال القرطبی والصواب انهم معصومون قبل النبوة من الجهل بالله وصفاته والتشكك فی شیٔ من ذلك وقد تعاضدت الاخبار والاثار علی الانبیاء بتنزیههم عن هذه النقیصة منذولدوا، نشأتهم علی التوحید والایمان بل علی اشراق انوار المعارف ونفحات ألطاف السعادة ومن طالع سیرهم منذصباهم الی مبعثهم حقق ذلك (علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت ملنے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جہالت اور کسی قسم کے شک وشبہ سے پاک ہوتے ہیں۔ ولادت سے ہی اس قسم کی نقائص سے پاک ہونے کے بارے میں خود انبیائے کرام سے احادیث وآثار کثرت سے مروی ہیں۔ ان کی نشوونما توحید وایمان ہی پر ہوتی ہے بلکہ انوارات ومعارف اور سعادت کے الطاف کے ساتھ ہوتی ہے جس نے ولادت سے نبوت تک ان کی سیرتوں کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔)

﴿وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ (اور لیکن ہم نے آپ کو قرآن دیا اور اس قرآن کو ایک نور بنا دیا جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں ہدایت دیں) ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (اور بلاشبہ آپ سیدھے راستہ کی ہدایت بتاتے ہیں جس میں کوئی کجی نہیں ہے۔)

﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ (جو اللہ کا راستہ ہے جس کے لیے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) یہ راستہ اسی کا تجویز کیا ہوا ہے اور وہ اس پر چلنے والوں سے راضی ہے لہٰذا اسی پر چلیں ﴿اَلَآ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾ (خبردار تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے) وہ اپنے علم اور حکمت کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔

ولقد تم تفسیر سورة الشوریٰ بحمد الله تعالیٰ وحسن توفیقه والحمد لله تعالیٰ علی التمام وحسن الختام والصلوٰة والسلام علی سید الانام وعلیٰ اٰله وصحبه البررة الكرام

Marfat.com

آیاتہا ۹۰ ۴۳ سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۳ رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الزخرف مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۹۰ آیات اور ۷ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۞ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ
لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۞ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۞ وَكَمْ اَرْسَلْنَا
مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ
بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۞

حٰمٓ۔ قسم ہے واضح کتاب کی بلاشبہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تاکہ تم سمجھو اور بلاشبہ وہ ام الکتاب میں ہمارے پاس ہے بلند ہے حکمت والا ہے، کیا ہم نصیحت کو تم سے اس وجہ سے ہٹالیں گے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے ہو، اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے، اور ان کے پاس جو بھی کوئی نبی آتا تھا اس کا مذاق بناتے تھے پھر ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو زور آوری میں خوب بڑھ کر تھے اور پہلے لوگوں کی یہ حالت گزر چکی ہے۔

قرآن کتاب مبین ہے، عربی میں ہے، نصیحت ہے، انبیائے سابقین علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا

اولاً قرآن ہی کی قسم کھا کر قرآن کی تعریف فرمائی کہ کتاب مبین کی قسم ہے ہم نے اپنی اسی کتاب کو عربی زبان کا قرآن بنایا یعنی یہ قرآن عربی زبان میں ہے اس کے اولین مخاطبین عرب ہیں یہ لوگ قرآن کو پڑھیں اور سمجھیں، سمجھنا چاہیں گے تو سمجھ لیں گے اور ہدایت پالیں گے۔ اس کے بعد قرآن کی برتری بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وہ ہمارے پاس ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں محفوظ ہے وہ بلند بھی ہے اور حکمتوں سے پر ہے اور بعض حضرات نے حکیم کا ترجمہ ''محکم'' کیا ہے مطلب یہ ہے کہ لفظی اور معنوی اعتبار سے استحکام ہے یعنی اس میں کوئی اختلاف اور تناقض نہیں ہے۔ سورۃ الواقعہ میں فرمایا ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ اور سورۃ البروج میں فرمایا ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ اس کے بعد فرمایا کہ ہم جو قرآن نازل کر رہے ہیں جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے، یہ قرآن نازل ہوتا رہے گا تم یہ نہ سمجھنا کہ چونکہ ہم قرآن کو نہیں مانتے اس لیے قرآن کا نازل ہونا بند ہو جائے گا تمہارا یہ خیال غلط ہے اس میں تمہارے لیے نصیحت بھی ہے اور اس کے نازل ہونے میں تم پر حجت بھی قائم ہوتی ہے اور اہل ایمان کے لیے نافع اور مفید ہے۔

قال القرطبی وانتصب ''صفحًا'' علی المصدر لان معنی افنضرب افنصفح وقیل التقدیر افنضرب عنکم الذکر صافحین (علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ''صفحًا'' مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ ﴿اَفَنَضْرِبُ﴾ معنی ہے ﴿اَفَنَصْفَحُ﴾ بعض نے کہا اصل عبارت یوں ہے ﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكر صافحين﴾

اس کے بعد فرمایا ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے ہیں (لفظ ''کم'' تکثیر کے لیے ہے) مطلب یہ ہے کہ ہم نے کثیر

Marfat.com

تعداد میں نبی بھیجے لیکن امتوں کا طریقہ یہ رہا کہ جو بھی نبی بھیجا جاتا اس کا مذاق بناتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں جو لوگ بہت زیادہ زور آور تھے، موجودہ مخاطبین سے قوت میں بڑھ کر تھے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، ان مخاطبین کی ان لوگوں کے سامنے کچھ حیثیت نہیں ﴿وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ اور پہلے لوگوں کی حالت گزر چکی ہے ان میں سے بعض کا انہیں علم بھی ہے پھر بھی قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں اپنے انجام کی طرف نظر نہیں کرتے وھذا مثل قولہ تعالیٰ ﴿وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ (اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے جھٹلایا اور انہیں ہم نے جو کچھ دیا تھا یہ لوگ اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا سو کیسا عذاب ہوا میرا۔)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ﴿۱۰﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ انہیں عزیز علیم نے پیدا فرمایا جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنا دیا اور تمہارے لیے اس نے راستے بنا دیئے تاکہ تم ہدایت پاؤ اور جس نے ایک اندازے سے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے، اور جس نے تمام اقسام کو پیدا فرمایا اور تمہارے لیے کشتیاں اور جانوروں میں سے وہ چیزیں پیدا فرمائیں جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پشتوں پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر بیٹھ جاؤ اور تم یوں کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر فرما دیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

آسمان وزمین کی تخلیق، زمین کو بچھونا بنانا، کشتیوں اور چوپایوں کی نعمت عطا فرمانا

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت اور مالکیت بیان فرمائی اور بندوں کے لیے جو نفع کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان میں سے بعض چیزوں کا تذکرہ فرمایا ان سب چیزوں کو وجود بخشنے اور بندوں کے لیے مسخر کرنے میں توحید کے دلائل ہیں، ارشاد فرمایا کہ اگر آپ ان سے یہ دریافت کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا تو یہ لوگ خود ہی اقراری ہوں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے جو عزیز بھی ہے یعنی غالب اور زبردست ہے اور علیم بھی ہے جو سب کچھ جانتا ہے پھر فرمایا ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا﴾ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا جس پر آرام سے رہتے ہو اور بستے ہو ﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا﴾ (اور اس نے تمہارے لیے اس میں راستے بنائے) ﴿لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (تاکہ تم ہدایت پاؤ) یعنی تم اپنے اسفار میں جاؤ تو ان راستوں سے گزرو اور اپنے مقاصد پورے کرو اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ تم فکر کرو اور ہدایت پاؤ اور توحید پر آؤ کہ جس ذات پاک نے یہ زمین پیدا فرمائی اور اس میں راستے بنائے وہ وحدہ لاشریک ہے۔

Marfat.com

مزید فرمایا ﴿وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ﴾ (اور وہ ذات پاک ہے جس نے آسمان سے ایک خاص مقدار کے ساتھ پانی نازل فرمایا) ﴿فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا﴾ (پھر ہم نے اس کے ذریعے زمین کے مردہ حصہ کو زندہ کر دیا) ﴿كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ جیسے اس نے مردہ زمین کو زندگی بخشی خشک ہونے کے بعد سرسبز اور شاداب ہوگئی اسی طرح سے تم قبروں سے نکالے جاؤ گے یعنی قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اس کا نمونہ تمہارے سامنے ہے زمین کی موت اور حیات کو دیکھ لو اور اس سے سمجھ لو کہ تمہارا زندہ فرمانا کوئی مشکل نہیں ہے۔

پھر فرمایا ﴿وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ (اور وہی ذات ہے جس نے مخلوق میں طرح طرح کے انواع واقسام پیدا فرما دیئے) مذکر بھی ہیں مونث بھی ہیں میٹھی چیزیں بھی ہیں اور کھٹی بھی، سفید بھی ہیں اور سیاہ بھی، اوپر بھی ہیں اور نیچے بھی، دائیں جانب بھی ہیں اور بائیں جانب بھی وغیرہ وغیرہ۔

﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ﴾ (اور اس نے کشتیاں اور سواریاں پیدا فرمائیں جن پر تم سوار ہوتے) ﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ﴾ (تاکہ تم اچھی طرح ان کی پشتوں پر بیٹھ جاؤ) جب خوب اچھی طرح جم کر جانوروں کی پشت پر بیٹھ جاتے ہیں تو اس کو ایڑھ مار کر چلاتے ہیں اور ان کی پشتوں پر بیٹھنے اور جمنے کے طریقے بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیئے ہیں، گھوڑے پر زین کستے ہیں اور اونٹ پر کجاوہ باندھتے ہیں اس کے اٹھے ہوئے کوہان کے باوجود اس کی کمر پر بیٹھتے ہیں اور اس پر سفر کرتے ہیں۔

وقولہ تعالیٰ ما ترکبون ما موصولة والعائد محذوف والضمیر المجرور فی ظهوره عائد الی لفظ ما وجمع الظهور رعاية للمعنى

(اللہ تعالیٰ کے ارشاد مَا تَرْكَبُوْنَ میں ماصولہ ہے اور اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے اور ظہورہ کی ضمیر مجرور لفظ ما کی طرف لوٹتی ہے اور ظہور کو معنی کی رعایت کرتے ہوئے جمع لایا گیا ہے۔)

سوار ہونے کی دعاء

﴿ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ﴾ (پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب ان پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ) یہ یاد کرنا زبان سے اور دل دونوں سے ہونا چاہیے زبان سے یاد کرنے کی دعا بھی بتا دی فرمایا ﴿وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ﴾ (اور تم یوں کہو، پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کر دیا اور ہم اسے قابو میں کرنے والے نہ تھے) ﴿وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ (اور بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں) اس میں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور ساتھ ہی اس بات کا بھی دھیان رکھیں اور بار بار مراقبہ کریں کہ اسی دنیا میں نہیں رہنا مرنا ہے، اور یہاں سے جانا ہے زندگی کا اور نعمتوں کا حساب بھی ہونا ہے۔

جب جانور پر سوار ہو تو اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے سنن ترمذی (کتاب الدعوات) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سواری کے لیے جانور لایا گیا، جب رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ کہا پھر جب اس کی پشت پر بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا پھر یہ آیت پڑھی ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ (اللہ پاک ہے جس نے اس کو ہمارے قبضہ میں دے دیا اور اس کی قدرت کے بغیر ہم اسے قبضہ میں کرنے والے نہ تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے) اس کے بعد تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تین بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا پھر یہ دعا پڑھی سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (اے اللہ تو پاک ہے بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے کیونکہ گناہوں کو صرف تو ہی بخشتا ہے) اس کے بعد آپ ہنسے عرض کیا گیا امیر المومنین آپ کیوں ہنسے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا جیسا میں نے کیا آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ

Marfat.com

کس بات سے ہنسے؟ آپ نے فرمایا رب تعالیٰ شانہٗ کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے جب بندہ رب اغفرلی کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔ (وھو فی المشکوٰۃ ص ۲۱۴)

سَخَّرَ لَنَا کی تشریح

سواری کی جو دعا قرآن وحدیث میں بتائی اس میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اے انسانو! اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے جو فائدہ اٹھاتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جانور پیدا فرمائے۔ پھر جانوروں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، یہ مستقل نعمت ہے ان پر سواری کرو، سامان لادو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاؤ، اگر اللہ تعالیٰ ان کو مسخر نہ فرماتا تو ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے (جانور بدک جاتا ہے قابو سے باہر ہو جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی تسخیر کا پتہ چلتا ہے۔)

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ؕ ۱۵ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۱۶ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۱۷ اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَ هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۱۸ وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ ۱۹

اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے جز ٹھہرا دیا، بلاشبہ انسان واضح طور پر ناشکرا ہے، کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور جب ان میں سے کسی ایک کو اس کی بشارت دی جاتی ہے جسے اس نے رحمان کے لیے تجویز کیا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا ہے، کیا جو زیور میں نشو ونما پائے اور وہ مباحثہ میں واضح بیان نہ دے سکے، اور ان لوگوں نے فرشتوں کو عورتیں قرار دے دیا جو اللہ کے بندے ہیں، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے، ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرنے والوں کی تردید، فرشتوں کو بیٹیاں بتانے والوں کی جہالت اور حماقت

مشرکین عرب اور دیگر مشرکین جو دنیا میں پھیلے ہوئے تھے اور اب بھی پائے جاتے ہیں جن میں نصاریٰ بھی ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کر لی، سب جانتے ہیں کہ اولاد اپنے باپ کا جزو ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرنا اس کے لیے جزو تجویز کرنا ہوا۔ اہل عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے جیسا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتاتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مشرکین کا یہ عقیدہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (بلاشبہ انسان صریح ناشکرا ہے) اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے لیکن وہ تو توحید کے خلاف بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتا ہے۔ یہ منعم حقیقی کی شکر گزاری کے تقاضوں کے خلاف ہے اور صریح ناشکری ہے۔

اس کے بعد فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتانے والوں کی تردید کی اور بطور استفہام انکاری ارشاد فرمایا کہ تم کیسی باتیں کرتے ہو کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کر لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اس کے لیے اولاد ہونا عیب کی بات ہے وہ اس عیب سے پاک ہے لیکن تم اپنی بیوقوفی تو دیکھو کہ رحمان جل مجدہٗ کے لیے اولاد تجویز کرنے بیٹھے تو اس کے لیے بیٹیاں تجویز کر دیں اسی کو سورۃ النجم میں فرمایا ﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ (کیا تمہارے لیے بیٹے اور اس کے لیے بیٹیاں یہ تو اس

Marfat.com

حالت میں بے ڈھنگی تقسیم ہے۔)

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان کا اپنا یہ حال ہے کہ جب انہیں خبر دی جاتی ہے کہ تمہارے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس خبر سے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور غم میں گھٹنے لگتا ہے۔ جس چیز کو اپنے لیے اتنا زیادہ مکروہ سمجھتے ہیں اس کو اللہ کے لیے تجویز کرتے ہیں اور یہ نہ سوچا کہ جو چیز زینت میں اور زیور میں نشو ونما پاتی ہے یعنی لڑکی اور کسی سے جھگڑا ہو جائے تو ٹھیک طرح اپنا دعویٰ بھی بیان نہ کر سکے کیا ایسی چیز کو اللہ کی اولاد قرار دیتے ہیں؟ ایسی کمزور چیز کو اللہ کی اولاد تجویز کر بیٹھے، حماقت پر حماقت کرتے چلے گئے۔

﴿اَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ﴾ (کیا یہ اس وقت حاضر تھے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا) یعنی یہ تو موجود نہیں تھے انہوں نے اللہ کی مخلوق کے بارے میں کیسے تجویز کر لیا کہ وہ عورتیں ہیں یہ ان کی جرأت جاہلانہ اور مشرکانہ ہے ﴿سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ﴾ ان کا جو یہ دعویٰ ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں لکھا جاتا ہے قیامت کے دن اسے اپنے اعمال نامہ میں پائیں گے ﴿وَيُسْئَلُوْنَ﴾ (اور ان سے سوال کیا جائے گا) کہ تم نے جو یہ بات کہی تھی اس کی کیا دلیل تھی۔ والسین فی قوله تعالیٰ ستكتب زيدت للتاكيد كما ذكره صاحب الروح ص ۲۷: ج ۲۵ (اور ﴿سَتُكْتَبُ﴾ میں جو سین ہے یہ تاکید کے لیے زیادہ کی گئی ہے جیسا کہ صاحب روح المعانی نے ذکر کیا ہے۔)

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْ
اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى
اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ
اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿٢٣﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا
وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾

اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس بات کی کچھ بھی تحقیق نہیں وہ محض انکل سے بات کرتے ہیں، کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کتاب دی ہے جس سے وہ دلیل پکڑتے ہیں؟ بلکہ انہوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کے مطابق راہ یاب ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کا اقتداء کرنے والے ہیں، ان کے پیغمبر نے کہا کیا اگر چہ میں تمہارے پاس اس سے بڑھ کر ہدایت والی چیز لایا ہوں جس پر تم نے اپنے دادوں کو پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کو دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں، سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو دیکھ لیجیے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

مشرکین کی ایک جاہلانہ بات کی تردید، آباواجداد کو پیشوا بنانے کی حماقت اور ضلالت

جب مشرکین کو متنبہ کیا جاتا اور بتایا جاتا تھا کہ تم جو شرک میں پڑے ہوئے ہو یہ گمراہی ہے اور تمہارا خالق اور مالک جل مجدہٗ اس سے راضی نہیں ہے تو کٹ حجتی کے طور پر یوں کہتے تھے کہ اگر ہمارے اس عمل سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے تو ہمیں اپنے علاوہ دوسروں کی

Marfat.com

عبادت کیوں کرنے دیتا ہے ان لوگوں کے نزدیک بت پرستی کا عمل صحیح ہونے کی یہ ایک بڑی دلیل تھی اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ﴿مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾ (ان کو اس بات کی کچھ تحقیق نہیں) ﴿اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (یہ لوگ صرف اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں) مشرکین کی یہ بات سورۂ انعام کی آیت ﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا﴾ (الآیۃ) اور سورۂ نحل کی آیت ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الآیۃ) میں بھی گزر چکی ہے ان لوگوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا جب اس نے ہمیں غیر اللہ کی عبادت کا موقع دیا یعنی ہمیں جبراً اس عمل سے نہیں روکا تو معلوم ہو گیا کہ وہ ہمارے عمل سے راضی ہے یہ ان لوگوں کی جاہلانہ اور احمقانہ دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسانوں کو ابتلاء اور آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے اور آزمائش جب ہی ہو سکتی ہے جب حق اور ناحق بیان کردیا جائے اور اچھے برے اعمال بتا دیئے جائیں اور کرنے نہ کرنے کا اختیار دے دیا جائے اگر جبراً کوئی کام کروالیا جائے تو اس میں امتحان نہیں ہوتا لہٰذا ان لوگوں کا یہ کہنا کفر و شرک کے اعمال پر ہم کو قدرت اور اختیار دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے اس عمل سے اللہ تعالیٰ راضی ہے یہ ان لوگوں کی جہالت کی بات ہے کیونکہ امتحان کے لیے قدرت دے دینا راضی ہونے کی دلیل نہیں یہ لوگ اپنے کفر و شرک کو جائز کرنے کے لئے اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ﴾ (کیا ہم نے انہیں اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جس سے وہ اس پر استدلال کرتے ہیں) یعنی مشرکین عرب کے پاس ہم نے قرآن مجید سے پہلے کوئی کتاب نازل نہیں کی اگر اس سے پہلے ان پر کوئی کتاب نازل کی جاتی اور اس میں شرک کی اجازت ہوتی تو اس کی دلیل میں پیش کرتے، ان کے پاس باپ دادوں کی تقلید کے علاوہ کچھ نہیں ہے، جب انہیں تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم باطل پر ہو تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے ہم انہیں کے پیچھے چل رہے ہیں اور اسی کو ہدایت سمجھ رہے ہیں۔

دلائل صحیحہ قاہرہ کو نہ ماننا اور باپ دادوں کا اتباع کرنا دنیا میں پرانی رسم ہے اسی کو فرمایا ﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ﴾ اور جس طرح یہ لوگ جواب دیتے ہیں یہی حال ان لوگوں کا تھا جن کی طرف ہم نے آپ سے پہلے ڈرانے والے بھیجے تھے ان کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور انہیں کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں وہ ہمارے امام تھے، اور ہم ان کے مقتدی ہیں۔

لوگوں کی یہ جاہلانہ بات سورۂ بقرہ اور سورۂ مائدہ اور سورۂ لقمان میں بھی ذکر فرمائی سورۂ بقرہ میں ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ (کیا اپنے باپ دادوں کا اتباع کریں گے اگرچہ وہ سمجھ نہ رکھتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں) سورۂ لقمان میں فرمایا ﴿اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ (کیا اپنے باپ دادوں کا اتباع کریں گے اگرچہ شیطان انہیں دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو) خلاصہ یہ کہ باپ دادوں کی تقلید کوئی چیز نہیں، ہاں اگر وہ ہدایت پر ہوں تو ان کا اتباع کیا جائے گمراہی میں کسی کا بھی اتباع کرنا گمراہی ہے، اتباع اس کا کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہو کما قال تعالیٰ ﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾

﴿قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى﴾ (الآیۃ) سابقہ امتوں کی طرف جو نذیر بھیجے گئے ان کے مالدار لوگوں نے جو انہیں جواب دیا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہیں اسی کا اقتداء کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے حضرات نے سوال کیا کہ تم نے جن طریقوں پر اپنے دادوں کو پایا ہے اگر ہم اس سے بڑھ کر اور بہتر ہدایت لے کر آئے ہوں کیا پھر بھی تم اپنے باپ دادوں کا اتباع کرتے رہو گے اس پر ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم جو کچھ لے کر آئے ہو ہم اسے نہیں مانتے جب ان لوگوں نے حق کو نہ مانا اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں مبتلا فرما دیا ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا سو دیکھ لیجیے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟)

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ
سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ
حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا، سو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھے ہدایت دیتا ہے، اور اس نے اپنے بعد میں آنے والی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ چھوڑ دیا تاکہ وہ باز آئیں، بلکہ میں نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو سامان دے دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور رسول مبین آ گیا، اور جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے اور بیشک ہم اس کے منکر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شرک سے برأت کا اعلان فرمانا اور دعوت حق کا ان کی نسل میں باقی رہنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل کے قریب مشرکین کے علاقے میں پیدا ہوئے تھے ان کے علاقہ کے لوگ بت پرست بھی تھے اور ستارہ پرست بھی، ان کا باپ بھی مشرک بت پرست تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں کو توحید کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے نہ مانا اور حق کو قبول نہ کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واضح طور پر اعلان فرما دیا کہ میں تمہارے معبودوں سے بری اور بیزار ہوں، میں تو صرف اس ذات کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا اسی نے مجھے ہدایت دی اور مجھے ہدایت پر رکھے گا لفظ فَطَرَنِيْ میں تعریض ہے کہ تم لوگ حماقت کے کام میں لگے ہوئے ہو تمہیں بھی اسی نے پیدا کیا جس نے مجھے پیدا کیا لہٰذا پیدا کرنے والے کی عبادت کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اپنی بیوی کو لے کر فلسطین چلے گئے راستہ میں ایک اور بیوی بھی مل گئی (جس کی تفصیل سورۃ الانبیاء میں بھی گزر چکی ہے) دونوں بیویوں سے اولاد ہوئی بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل ان کی اولاد ہیں وہ جو انہوں نے کلمہ توحید کی دعوت دی اور شرک سے بیزاری کا اعلان کیا ان کی یہ بات ان کی اولاد میں بھی باقی رہی ہے جسے یہاں ﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ﴾ اور سورۂ بقرہ میں ﴿وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید کی دعوت دی اور اسے اپنی نسل میں باقی رکھا تاکہ ان کی نسل کے لوگ شرک سے باز آئیں ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ میں یہ بات بتائی ہے۔

قریش مکہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور شرک اختیار کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید پر جمنے کی وصیت فرما کر اپنی ذمہ داری پوری فرما دی تھی لیکن اہل عرب اکثر مشرک ہو گئے تھے پھر جب نبی عربی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت دی تو برس ہا برس کی محنت کے بعد قریش مکہ نے شرک چھوڑا اور توحید پر آ گئے۔ فصلی اللّٰہ علی خلیلہ وحبیبہ۔

اس کے بعد فرمایا ﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ﴾ (الآیۃ) ان لوگوں کے پاس حق تو آ گیا ہے لیکن قبول کرنے سے گریز کر رہے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان کو اور ان کے باپ دادوں کو میں نے دنیا کا سامان دے دیا یہ لوگ اس میں مشغول ہیں اس مشغولی نے ان کو یہاں تک پہنچا دیا کہ جب ان کے پاس حق آ گیا اور رسول مبین یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے جنہوں نے واضح طور پر توحید کی دعوت دے دی جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بعد میں آنے والوں کے لیے باقی رکھا تھا تب بھی حق کو قبول کرنے سے اعراض کر رہے ہیں۔

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ (اور جب ان کے پاس حق آ گیا تو کہنے لگے یہ جادو ہے ہم اسے نہیں مانتے) قرآن کو ان لوگوں نے جادو بتا دیا اور اس کی دعوت حق کو ماننے سے منکر ہو گئے۔

Marfat.com

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ
رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ
لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ
النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا
يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے ان کے درمیان دنیا والی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کر رکھی ہے، اور ہم نے بعض کو بعض پر درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لیتا رہے، اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ پر ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں کے لیے جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں اور گھروں کے لیے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں اور سونے کے لیے بھی، اور یہ سب کچھ صرف دنیا والی زندگی کا سامان ہے۔ اور آپ کے رب کے پاس آخرت متقیوں کے لیے بہتر ہے۔

مکہ والوں کا جاہلانہ اعتراض کہ مکہ یا طائف کے بڑے لوگوں میں سے نبی کیوں نہ آیا، اہل دنیا کو دنیا ہی محبوب ہے، سونے چاندی کے اموال دنیا میں کام آتے ہیں اور آخرت متقیوں کے لیے ہے

دنیا دار دنیا ہی کو بڑی چیز سمجھتے ہیں جس کے پاس دنیاوی مال و اسباب زیادہ ہوں یا چودھری قسم کا آدمی ہو کسی قسم کی سرداری اور بڑائی حاصل ہو اسی کو بڑا آدمی سمجھتے ہیں، خواہ کیسا ہی بڑا ظالم، خائن، سود خور، کنجوس مکھی چوس ہو، جب کسی بستی یا محلہ میں داخل ہو اور دریافت کرو کہ یہاں کا بڑا آدمی کون ہے تو وہاں کے رہنے والے کسی ایسے ہی شخص کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو مالدار اور صاحب اقتدار ہو، اخلاق فاضلہ والے انسان، اللہ کے عبادت گزار بندے، علوم و معارف کے حاملین کی بڑائی کی طرف لوگوں کا ذہن جاتا ہی نہیں، عموماً انسانوں کا یہی مزاج اور حال رہا ہے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور خصائل حمیدہ کے سب معتقد اور معترف تھے لیکن جب آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان کیا تو جہاں تکذیب اور انکار کے لیے لوگوں نے بہت سے بہانے ڈھونڈے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ پیسے والے آدمی نہیں اور آپ کو دنیاوی اعتبار سے کوئی اقتدار بھی حاصل نہیں لہٰذا آپ کیسے نبی اور رسول ہو گئے؟ اگر اللہ کو رسول بھیجنا ہی تھا اور قرآن نازل کرنا ہی تھا تو شہر مکہ یا شہر طائف کے بڑے آدمیوں میں سے کسی شخص کو رسول بنانا چاہیے تھا وہی رسول ہوتا اسی پر قرآن نازل ہوتا اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو رسول بنایا جو پیسہ کوڑی کے اعتبار سے برتر نہیں اور جسے کوئی اختیار اور اقتدار کی برتری حاصل نہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کا اشارہ ولید بن المغیرۃ اور عروہ بن مسعود ثقفی کی طرف تھا پہلا شخص اہل مکہ میں اور دوسرا شخص اہل طائف میں سے تھا یہ دونوں دنیاوی اعتبار سے بڑے سمجھے جاتے تھے ان ناموں کی تعیین میں اور بھی اقوال ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان لوگوں کی بات کی تردید فرمائی اور جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اَهُمْ

Marfat.com

﴿یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ (کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت یعنی نبوت کو تقسیم کرتے ہیں) یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ انہیں کیا حق ہے کہ منصب نبوت کو اپنے طور پر کسی کے لیے تجویز کریں رسول بنانے کا اختیار انہیں کس نے دیا ہے کہ یہ جس کے لیے چاہیں عہدہ نبوت تجویز کریں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے اللہ بندوں میں سے جسے چاہے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے وہ جسے منصب نبوت عطا فرماتا ہے اسے ان اوصاف سے متصف فرما دیتا ہے جن کا نبوت کے لیے ہونا ضروری ہے سورۂ انعام میں فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (اللہ خوب جاننے والا ہے اپنے پیغام کو جہاں بھیجے) ان لوگوں کو نہ کسی کو نبی بنانے کا اختیار ہے نہ نبی کے اوصاف تجویز کرنے کا۔ پھر فرمایا ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ (ہم نے ان کے درمیان معیشت یعنی زندگی کا سامان دنیا والی زندگی میں بانٹ دیا) ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ (اور درجات کے اعتبار سے ہم نے بعض کو بعض پر فوقیت دے دی) کسی کو غنی بنایا کسی کو فقیر کسی کو مالک اور کسی کو مملوک ﴿لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا﴾ تاکہ بعض لوگ بعض لوگوں کو اپنے کام میں لاتے رہیں) اگر سبھی برابر کے مالدار ہوتے تو کوئی کسی کا کام کیوں کرتا، اب صورت حال یہ ہے کہ کم پیسے والے مالداروں کے باغوں اور کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرتے ہیں اور طرح طرح کے کاموں کی خدمت انجام دیتے ہیں اس طرح سے عالم کا نظام قائم ہے مالدار کام لیتے ہیں کم پیسے والے مزدوری لیتے ہیں دنیا اس طرح چل رہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ شانہٗ نے دنیاوی معیشت کو انسانوں کی رائے پر نہیں رکھا جو ادنیٰ درجہ کی چیز ہے اور اپنی حکمت کے موافق بندوں کی مصلحتوں کی رعایت فرماتے ہوئے خود ہی مال تقسیم فرما دیا تو نبوت کا منصب کسی کو لوگوں کی رائے کے موافق کیسے دے دیا جاتا، جو بہت ہی بلند و بالا چیز ہے۔ قال القرطبی فاذا لم یکن امر الدنیا الیھم فیکف یفوض امرا لنبوۃ الیہ، ﴿وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ﴾ (علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب دنیا کا معاملہ ان کے سپرد نہیں تو نبوت اس کے اختیار میں کیسے دی جا سکتی ہے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں) یعنی جن لوگوں کو دنیاوی چیزیں دی گئی ہیں وہ انہیں جمع کرنے سمیٹنے میں لگے ہوئے ہیں انہیں سمجھنا چاہیے کہ پروردگار جل مجدہٗ کی رحمت یعنی جنت اور وہاں کی نعمتیں اس سے بہتر ہیں۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ﴾ (الآیۃ الثلث) ان تینوں آیتوں میں دنیا کی حقارت بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی طریقہ اختیار کرلیں گے اور ایک ہی جماعت بن جائیں گے یعنی دنیا کی رغبت رکھنے کی وجہ سے عام طور سے لوگ کفر ہی اختیار کرلیں گے تو ہم کافروں کو اتنا سونا چاندی دیتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور ان کے زینے اور سیڑھیاں جن کے ذریعے وہ اوپر چڑھتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے اور ان کے تخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں ان سب کو سونے چاندی کا بنا دیتے انسان کا مزاج چونکہ دنیا کی چیزوں کو ترجیح دیتا ہے اس لیے یہ دیکھ کر کہ کافر ہونے میں دولت ملتی ہے ایمان قبول نہ کرتے اور کفر کو اختیار کیے رہتے اس لیے ایسا نہیں کیا گیا کہ مال و دولت صرف کافروں ہی کو دیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام رکھا ہے کہ اہل ایمان بھی مالدار رکھے ہیں اور کافروں میں بھی اور دونوں جماعتوں میں تنگدست بھی ہیں اور فقیر بھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بہت ہی زیادہ حقیر ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بھیڑ کے ایک بچہ کے پاس سے گزرے جو مرا ہوا تھا اور اس کے کان بھی کٹے ہوئے تھے اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ ایک درہم کے عوض اس کو لے لے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ اسے تو ہم مفت میں لینا بھی پسند نہیں کرتے! آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے نزدیک پوری دنیا اس سے زیادہ ذلیل ہے جتنا یہ (بھیڑ کا مرا ہوا بچہ) تمہارے نزدیک ذلیل ہے۔ (رواہ مسلم) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ کما فی المشکوٰۃ ص ۴۴۱)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اتنی زیادہ ذلیل ہے اگر وہ اسے اپنے دشمنوں کو بھی دیدے تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے پھر کافر بھی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی مخلوق ہیں انہیں آخرت میں کوئی نعمت نہیں ملتی لہٰذا انہیں دنیا میں بہت کچھ دے دیا جاتا ہے مومن بندوں کا کافروں کی دنیا دیکھ کر رال ٹپکانا مومنانہ سمجھداری کے خلاف ہے۔

حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! یہ بات بلاشک وشبہ ہے کہ دنیا ایک سامان ہے جو سب کے سامنے حاضر ہے اس میں سے نیک و بدسب کھاتے ہیں اور بلاشبہ آخرت کا وعدہ سچا ہے اس میں وہ بادشاہ فیصلہ کرے گا جو عادل ہے قادر ہے وہ حق ثابت فرمائے گا اور باطل کو باطل کردے گا تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے مت بنو کیونکہ ہر ماں کا بچہ اس کے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۴۵)

قوله تعالیٰ (وَزُخْرُفًا) قال القرطبی الزخرف هنا الذهب والنتصب زُخْرُفًا علی معنی وجعلنا لهم مع ذلك زخرفًا. وقيل بنزع الخافض والمعنی فجعلنا لهم سُقُفًا وابوابا وسررا من فضة ومن ذهب فلما حذف ''من'' قال ''وَزُخْرُفًا'' فنصب (اللہ تعالیٰ کا قول زخرفا کے بارے میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں زخرف سے مراد سونا ہے اور زخرفا اس لیے منصوب ہے کہ معنی یہ بنے گا اور ہم نے ان کے لیے اس کے علاوہ سونا بنایا ہے۔ بعض نے کہا حرف جر کے محذوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے معنی اس طرح ہے کہ ہم نے ان کے لیے چھتیں، دروازے اور تخت چاندی وسونے کے بنائے بھی (من ذهب) جب من حذف کیا تو زخرفا کو نصب دے دی گئی۔

﴿وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (اور یہ سب دنیا والی زندگی کے سامان کے سوا کچھ نہیں دنیا حقیر ہے اور فانی ہے یہ چیزیں بھی حقیر ہیں اور فانی ہیں۔

﴿وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (اور آخرت یعنی اس کی باقی رہنے والی نعمتیں آپ کے رب کے نزدیک متقین کے لیے ہیں) وہ وہاں ان سے متمتع ہوں گے اور وہ نعمتیں دائمی ہوں گی۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ
السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ
الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾
اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ
مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ
اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ
مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع

اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں، سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور بلاشبہ وہ ان کو راستہ سے روکتے ہیں، اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ اے کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب والی دوری ہوتی سو تو برا ساتھی تھا، اور جب تم نے ظلم کیا تو آج تمہیں یہ بات ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم عذاب میں شریک ہو، کیا آپ بہروں کو سنادیں گے یا اندھوں کو ہدایت دے دیں گے اور ان لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں،

Marfat.com

سو اگر ہم آپ کو لے جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا ہم آپ کو وہ چیز دکھا دیں، جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے سو بلاشبہ ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں، سو آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہیے، بلاشبہ آپ صراط مستقیم پر ہیں، اور بلاشبہ یہ قرآن شرف ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا اور اپنے رسولوں میں سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے دریافت کرلیجیے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود تجویز کیے ہیں جن کی عبادت کی جائے؟

جو رحمٰن کے ذکر سے غافل ہو اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا کہ دوسروں کو بھی تو عذاب ہو رہا ہے، آپ ﷺ کی زندگی میں بھی ان پر عذاب آسکتا ہے

لفظ ﴿یَعْشُ﴾ عَشٰی یَعْشُوْ سے ﴿یَدْعُوْ﴾ کے وزن پر مضارع کا صیغہ ہے من شرطیہ داخل ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے جس کی وجہ سے واؤ حذف ہو گیا اس کا لغوی معنی یہ ہے کہ آنکھوں میں کوئی بیماری نہ ہو تب بھی نظر نہ آئے اور بعض حضرات نے اس کا یہ معنی بتایا ہے کہ نظر کمزور ہو جائے جس سے اچھی طرح نظر نہ آئے آیت کا مطلب یہ ہے بہت سے لوگوں کے پاس حق آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آئی یعنی انہوں نے قرآن کو سنا اور سمجھا لیکن قصداً و ارادۃً اس کی طرف سے اندھے بن گئے جو لوگ اس طریقے کو اختیار کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے اب یہی شیطان ان کا ساتھی بنا رہتا ہے اور ان کو حق قبول نہیں کرنے دیتا اور حق پر نہیں آنے دیتا یہ شیاطین جو اس قسم کے لوگوں کے ساتھی بن جاتے ہیں ان گمراہی اختیار کرنے والے لوگوں کو راہ حق سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ جن کے ساتھی شیاطین بن جاتے ہیں راہ حق سے ہٹ جانے اور گمراہی میں پڑ جانے کے باوجود یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں، یہ شیطان اس قرین کے علاوہ ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک قرین فرشتہ اور ایک قرین شیطان مقرر ہے۔ (رواہ مسلم)

ان گمراہوں کی دنیا میں تو شیاطین سے دوستی ہے لیکن جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو گمراہ ہونے والا آدمی اپنے ساتھی یعنی شیطان سے کہے گا کہ تو نے میرا ناس کھویا کاش دنیا میں میرے اور تیرے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مغرب اور مشرق کے درمیان ہے تو میرا برا ساتھی تھا تو نے مجھے گمراہ کیا اور کفر و شرک اور برے اعمال کو اچھا کر کے بتایا۔ کما فی السورۃ حم السجدہ ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ (اور ہم نے ان کے لیے کچھ ساتھ رہنے والے مقرر کر رکھے تھے سو انہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں اچھے بنا کر دکھا رکھے تھے۔)

دنیا میں تو گمراہوں کا دوستانہ تھا شیاطین بھی کافر تھے اور جن انسانوں کو بہکاتے تھے وہ بھی ان کے بہکانے کی وجہ سے کفر پر جمے رہتے تھے پھر جب قیامت کے دن موجود ہوں گے تو سب کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا وہاں ایک دوسرے کو عذاب میں دیکھیں گے لیکن اس بات سے کسی کو کچھ نفع نہ ہو گا کہ سب دوزخ میں ہیں اور سب عذاب میں ہیں یعنی جس طرح دنیا میں ایک دوسرے کو مصیبت میں دیکھ کر تسلی ہو جاتی ہے کہ ہم تنہا مصیبت میں نہیں ہیں، دوسرے لوگ بھی اس مصیبت میں مبتلا ہیں جو ہم پر آئی ہے وہاں اس بات سے کسی کو کچھ نفع نہ ہو گا کہ سب عذاب میں شریک ہیں کیونکہ وہاں کا عذاب بہت سخت ہے۔

دنیا میں جو بہت سے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی جاتی ہے تو حق کو جانتے اور پہچانتے ہوئے اسلام قبول نہیں کرتے اور نفس و شیطان ان کو یہ سمجھا دیتا ہے کہ اور بھی تو کروڑوں ایسے لوگ ہیں جو مسلمان نہیں ہیں جو ان کا حال ہو گا وہی ہمارا ہو جائے گا ایسے لوگوں کو بتا دیا کہ عذاب میں پڑنے والوں کے ساتھ عذاب میں جانا یہ کوئی سمجھداری نہیں ہے جب سب عذاب میں جائیں گے تو یہ دیکھ کر کچھ فائدہ نہ ہو گا کہ دوسرے لوگ بھی عذاب میں ہیں۔

بہت سے وہ لوگ جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں ان کا بھی یہ طریقہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فرائض انجام دو، حرام

Marfat.com

سے بچو اور گناہوں کو چھوڑو تو کہہ دیتے ہیں کہ اور کون شریعت پر چل رہا ہے جو ہم چلیں، یہ جاہلانہ جواب ہے یہاں تو گنہگاروں کی جماعت میں شریک ہونا نفس کو اچھا لگ رہا ہے لیکن روز قیامت جب گنہگاروں کی صف میں کھڑے ہوں گے اور عذاب میں مبتلا ہوں گے اس وقت اس بات سے کسی کو کچھ فائدہ نہ ہوگا کہ ہم بھی عذاب میں ہیں تو کیا ہوا اور ہزاروں آدمی بھی تو عذاب میں ہیں اس بات کا خیال کرنے سے کسی کا عذاب ہلکا نہیں ہو جائے گا۔

﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ﴾ (الآیۃ) کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو راہ پر لا سکتے ہیں جو صریح گمراہی میں ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ جو لوگ بہرے اور اندھے ہیں اور صریح گمراہی میں ہیں آپ انہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے یعنی ان کو ہدایت دینا آپ کے اختیار سے خارج ہے اور آپ اپنی دعوت کا کام جاری رکھیں آپ کی اتنی ہی ذمہ داری ہے۔

﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ﴾ (الآیۃ) (سو اگر ہم آپ کو لے جائیں) یعنی دنیا سے اٹھالیں یا مکہ معظمہ سے نکال کر لے جائیں تو ان لوگوں کا پھر بھی عذاب سے چھٹکارہ نہیں، ہم ان سے انتقام لے لیں گے آپ کے سامنے ہو جسے ہم آپ کو دکھا دیں یا آپ کے بعد ہو ہمیں سب پر قدرت ہے، یعنی انہیں کفر کی سزا ضرور ملے گی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ غزوہ بدر میں جو مشرکین مکہ کو شکست ہوئی قتل بھی ہوئے قیدی بھی ہوئے آیت کریمہ میں اس انتقام کا تذکرہ ہے۔

﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ﴾ (سو جو وحی آپ کی طرف بھیجی ہے یعنی قرآن نازل کیا گیا، اس پر آپ مضبوطی سے قائم رہیے) آپ سیدھے راستے پر ہیں دعوت کے کام میں لگا رہنا اور جما رہنا یہ آپ کی ذمہ داری ہے اس میں اللہ کی رضا ہے کوئی مانے نہ مانے آپ اپنا کام کیے جائیں۔ (کذا فسرہ القرطبی)

﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ (اور بلاشبہ یہ قرآن شرف ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ہے) اس آیت میں اللہ جل شانہٗ نے امتنان فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرمایا ہے کہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے باعث شرف ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ مالک الملک ہے اور ملک الملوک ہے سب کا بادشاہ ہے اس کا کسی سے خطاب فرمانا یہ بہت بڑا شرف ہے محمد رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور بار بار آپ کو مخاطب فرمایا اس میں آپ کے لیے بڑے شرف اور فخر کی بات ہے پھر آپ کے واسطہ سے آپ کی قوم کو خطاب فرمایا اور ان کی زبان میں اور ان کی لغت میں قرآن مجید نازل فرمایا ان کے لیے بھی یہ بات بڑے شرف کی ہے بہت سوں نے اس کی قدر دانی نہ کی اور کفر پر مر گئے اور بہت سوں نے قدر دانی کی اس پر ایمان لائے اس کی تلاوت کی اس کو پڑھا اور پڑھایا اور آگے بڑھایا یہ سب اہل عرب کے لیے بڑے شرف اور فخر کی چیز ہے، نزول قرآن سے لے کر آج تک پورے عالم میں قرآن مجید پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے جتنے بھی پڑھانے والے ہیں سب کی سند حضرات صحابہ تک پہنچی ہے جنہوں نے قرآن کو سیکھا اور سکھایا اور اس کی قرأت اور روایات اور طرق ادا کو آگے بڑھایا۔ قرآن مجید کی وجہ سے عربی زبان کی پوری دنیا میں اہمیت ہوگئی اس کے قواعد لکھے گئے بلاغت پر کتابیں تصنیف کی گئیں قرآن کی وجہ سے خود عرب بھی بلند ہو گئے ورنہ نزول قرآن سے پہلے دنیا میں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی یمن میں کسریٰ کا اقتدار تھا اور شام میں قیصر نصرانی کا اور مدینہ منورہ میں یہودی صاحب اقتدار بنے ہوئے تھے۔

﴿لِقَوْمِكَ﴾ سے بعض حضرات نے قریش مکہ کو مراد لیا کیونکہ قرآن مجید ان کی لغت میں نازل ہوا اور بعض حضرات نے مطلقاً عربی بولنے والوں کو مراد لیا ہے یہ تفسیر اس صورت میں ہے جبکہ ذکر سے تذکرہ مراد لیا جائے جس کا حاصل ترجمہ شرف اور فخر کیا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے ﴿قَوْمِكَ﴾ سے عام مومنین مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم یعنی اہل ایمان کے لیے نصیحت ہے۔

﴿وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ﴾ (اور تم لوگوں سے سوال ہوگا) کہ اس قرآن کا کیا حق ادا کیا اور اس پر کیا عمل کیا اور اس کی کیا قدر کی۔

﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ (اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان سے دریافت کر لیجیے کیا ہم نے رحمٰن

Marfat.com

کے علاوہ معبود ٹھہرائے جن کی عبادت کی جائے) یعنی ایسا نہیں ہے اس میں بظاہر آپ کو خطاب ہے لیکن اصل مخاطب یہود اور نصاریٰ اور مشرکین ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام سے دریافت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کتابوں کے بعض حصے جو موجود ہیں انہیں دیکھ کر تحقیق کرلی جائے تحقیق کریں گے تو یہ واضح ہوجائے کہ کسی بھی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ توریت اور انجیل جاننے والوں میں سے جو حضرات ایمان لے آئے تھے ان سے سوال کرنا مراد ہے۔ کما ذکر القرطبی، وقال ایضا والخطاب للنبی ﷺ والمراد امته (جیسا کہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا اور یہ بھی کہ خطاب حضور ﷺ سے ہے اور مراد امت محمدیہ ہے۔)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ؗ وَ
اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ
اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ
قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا
خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ
مَعَهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ
اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ ۙ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اس کی قوم کے بڑے لوگوں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا لہٰذا موسیٰ نے کہا کہ بیشک میں رب العالمین کا رسول ہوں، سو جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو یکایک وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے، اور ہم انہیں جو بھی کوئی نشانی دیتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب کے ساتھ پکڑا تاکہ وہ باز آجائیں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر تو ہمارے لیے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کیا ہے بلاشبہ ہم ہدایت پانے والے بن جائیں گے، سو جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا تو یکایک وہ عہد کو توڑ رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرادی، اس نے کہا کہ اے میری قوم کیا میرے لیے مصر کا ملک نہیں ہے؟ اور یہ نہریں جاری ہیں میرے نیچے، کیا تم نہیں دیکھتے؟ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلت والا ہے، اور وہ واضح طور پر بات بھی نہیں کرسکتا، سو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے ساتھ فرشتے آجاتے لگا تار جماعتیں بنا کر، سو اس نے اپنی قوم کو مغلوب کرلیا سو انہوں نے اس کی اطاعت کی، بلاشبہ وہ لوگ فاسقین تھے، سو جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو ہم نے ان سب کو غرق کردیا پھر ہم نے انہیں آئندہ آنے والوں کے لیے سلف اور نمونہ بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم فرعون کے پاس پہنچنا اور ان لوگوں کا معجزات دیکھ کر تکذیب اور تضحیک کرنا، فرعون کا اپنے ملک پر فخر کرنا اور بالآخر اپنی قوم کے ساتھ غرق ہونا

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت و رسالت اور فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں اور چودھریوں کی تکذیب پھر ہلاکت اور

Marfat.com

تعذیب کا ذکر ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے اشراف قوم کے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں یعنی معجزات لے کر پہنچے تو ان لوگوں نے ان کا مذاق بنایا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ اژدھا بن گئی تو فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا کہ اجی یہ کیا معجزہ ہے یہ تو جادو کا کرشمہ ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے جادوگر بلائے ان سے مقابلہ کرایا جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں جو حاضرین کو دیکھنے میں دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہو رہی تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ ان کے بنائے ہوئے دھندے کو چٹ کرنے لگا اس پر جادوگر ہار مان گئے جس کا واقعہ سورۃ الاعراف، سورۃ طٰہٰ اور سورۃ الشعراء میں مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ ید بیضا تھا اس کا مقابلہ کرنے کی تو ہمت ہی نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی تھی، کیونکہ وہ امر غیر اختیار تھا ان کے علاوہ اور بھی معجزات تھے جو فرعونیوں کے لیے بھیجے گئے تھے، جن کا ذکر سورۂ اعراف میں یوں بیان فرمایا ہے ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ﴾ یعنی ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیج دیا) (توضیح وتشریح کے لیے آیت بالا کی تفسیر ملاحظہ کرلی جائے) یہ چیزیں ان پر عذاب کے طور پر تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعدد معجزات تھے جب کوئی نشانی ظاہر ہوتی تھی تو وہ اپنی ساتھ والی دوسری نشانی سے بڑھ چڑھ کر ہوتی تھی عذاب آتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم تو اسے جادو ہی سمجھ رہے ہیں تم کہتے ہو یہ میرے رب کی طرف سے ہے جو مجھے بطور معجزہ عطاء کیا ہے اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ اگر تم ایمان لے آؤ گے تو میرا رب تمہارے اس عذاب کو ہٹا دے گا ہماری سمجھ میں یہ بات آتی تو نہیں ہے ہم تو تمہیں جادوگر ہی سمجھ رہے ہیں لیکن اگر تمہارے رب نے ہمارا عذاب ہٹا دیا تو ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہٹا دیا جاتا تھا تو اپنا عہد توڑ دیتے تھے اور کافر کے کافر ہی رہتے تھے فرعون کو فکر لگی ہوئی تھی کہ یہ شخص بڑے بڑے معجزات دکھاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری قوم کے لوگ اس بات کو قبول کرلیں اور میری حکومت اور سلطنت جاتی رہے اور یہی بڑا بن جائے لہٰذا اس نے اپنی قوم میں ایک منادی کرادی اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے کہا کہ دیکھو میں مصر کا بادشاہ ہوں میرے نیچے نہریں بہتی ہیں میں اس شخص سے بہتر ہوں جو نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے یہ میرے مقابلے میں ذلت والا ہے اس کی مالی حیثیت بھی نہیں اور یہ اور اس کا بھائی اس قوم میں سے ہے جو ہمارے خدمت گزار ہیں فرمانبردار ہیں ﴿فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ یہ اول تو دنیاوی اعتبار سے مجھ سے کم ہے اس کی کچھ حیثیت نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اچھی طرح بیان بھی نہیں کرسکتا (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں جو لکنت تھی اس کی طرف اشارہ کیا) اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر یہ شخص نبی ہے تو بہت بڑا مالدار ہونا چاہیے اگر نبی ہوتا تو اس پر سونے کے کنگن ڈالے جاتے اور چوتھی بات یہ ہے کہ اس کی تائید کے لیے فرشتے آنے چاہئیں تھے جو لگاتار صفیں بنا کر آجاتے اس کی تائید اور مدد کرتے۔

ہر قوم کے چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کی طرف دیکھا کرتے ہیں بڑے لوگ فرعون کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے ان کی دیکھا دیکھی قوم کے دوسرے لوگ بھی مغلوب ہوگئے اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے فرعون کی اطاعت کا دم بھرتے رہے اس کی قوم کے چھوٹے بڑے لوگ فاسق اور نافرمان تھے شرارت سے بھرے ہوئے تھے انہوں نے کفر پر رہنے کا فیصلہ کیا سمجھانے سے باز نہ آئے، موسیٰ علیہ السلام کی اور معجزات کی بے ادبی کی اور معجزات کو جادو بتایا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کا غضب نازل کرنے والی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے بدلہ لے لیا اور ان سب کو ڈبو دیا غرق کرنے تک کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا﴾ کہ ہم نے انہیں بعد میں آنے والوں کے لیے سلف یعنی پہلے گزر جانے والا نمونہ بنا دیا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں پہلے آئے سرکشی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے ڈبو دیئے گئے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کا واقعہ عبرت اور نصیحت ہے قصص الاولین مواعظ للآخرین، پہلے لوگوں کے واقعات جنہیں سلف کہا جاتا ہے بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت ہوتے ہیں اور اس بات کا نمونہ بن جاتے ہیں کہ جو قوم ان کی طرح اعمال کرے گی ان کے ساتھ پرانے لوگوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔

قوله تعالیٰ ﴿ام انا خیر﴾ قال ابو عبیدة ام بمعنی بل لیس بحرف عطفٍ، وقال الفراء ان شئت جعلتها من

Marfat.com

الاستفهام وان شئت جعلتها من النسق على قوله ﴿اليس لى ملك مصر﴾ وقيل هي زائدة وقوله مقترنين معناه قال ابن عباس رضي الله عنهما يعاونونه على من خالفه وقال قتادة متتابعين قال مجاهد رحمه الله يمشون معه والمعنى هل ضم اليه الملائكة التي يزعم أنها عند ربه حتى يتكثر بهم يصرفهم على امره ونهيه فيكون ذلك اهيب في القلوب۔

وقوله تعالىٰ ﴿فاستخف قومه﴾ قال ابن الاعرابى المعنى فاستجهل قومه لنخفة احلامهم وقلة عقولهم، وقيل استخف قومه قهرهم حتى اتبعوه يقال استخفه خلاف استثقله واستخف به اهانه۔

قوله تعالىٰ ﴿فلما اسفونا﴾ عن ابن عباس أى غاظونا واغضبونا والغضب من الله اما ارادة العقوبة فيكون من صفات الذت اما عين العقوبة فيكون من صفات الفعل۔ (من القرطبى ص ۱۰۱: ج ۱٦)

(ارشاد الٰہی ﴿اَمْ اَنَا خَیْرٌ﴾ ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے کہا ام، بل کے معنی میں ہے، حرف عطف نہیں ہے، فراء کہتے ہیں اگر چاہو تو استفہام کے لیے سمجھو چاہو تو ﴿اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ﴾ پر عطف مان لو، بعض نے کہا زائد ہے۔

﴿مُقْتَرِنِیْنَ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی ہے وہ مخالفوں کے خلاف اس کی مدد کرتے، قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا معنی ہے متتابعین یعنی اس کی پیروی کرتے، مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کے ساتھ چلتے مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ فرشتے ہوتے جو اس بات کی دلیل ہوتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان فرشتوں سے کثرت حاصل کرتا اور امر و نہی کا ان پر تصرف کرتا تو اس سے دلوں میں رعب پڑتا۔

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ﴾ ابن الاعرابی کہتے ہیں اس کا معنی ہے اس کی قوم کم عقلی و بے وقوفی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نا سمجھ سمجھتی رہی، بعض نے کہا معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فرعونیوں کے ظلم کو ہلکا سمجھا اور اس کی اطاعت میں لگے رہے کہا جاتا ہے مخالفت نے اسے ہلکا کر دیا، اور اس نے اس کی اہانت کی۔

﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کا معنی ہے انہوں نے ہمیں غضبناک کیا اور غصہ دلایا، اور اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مطلب اگر سزا دینے کا ارادہ ہو تو یہ ذات الٰہی کی صفت ہے اگر مراد سزا ہے تو یہ فعل کی صفت ہے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا
ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا
لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ
لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ
تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ
مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾

Marfat.com

اور جب ان کے سامنے ابن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا تو اچانک آپ کی قوم کے لوگ اس کی وجہ سے چیخ رہے ہیں، اور انہوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ ان لوگوں نے یہ بات جو آپ سے بیان کی ہے صرف جھگڑنے کے طور پر ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں، وہ نہیں ہیں مگر ایک ایسا بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک نمونہ بنا دیا، اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا کر دیتے جو یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور بیشک وہ قیامت کے علم کا ذریعہ ہیں سو تم لوگ اس میں شک نہ کرو اور میرا اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے، اور شیطان تمہیں ہرگز نہ روک دے بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تاکہ میں تمہارے لیے بعض وہ باتیں بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، بلاشبہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، سو تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے، سو جماعتوں نے آپس میں اپنے درمیان اختلاف کر لیا۔ سو جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے ہلاکت ہے اس دن کے عذاب سے جو دردناک ہوگا، یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔

قریش مکہ کی ایک جاہلانہ بات کی تردید، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی کا تعارف، اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت ہی صراط مستقیم ہے

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ قریش نے عبداللہ بن زبعری سے کہا (اس وقت اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا) کہ محمد ﷺ یہ سناتے ہیں۔ ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ بلاشبہ تم لوگ اور وہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو (یہ سورۃ الانبیاء کی آیت ہے) تو عبداللہ بن زبعری یہ سن کر کہنے لگا کہ میں موجود ہوتا تو اس کی تردید کر دیتا قریش نے کہا کہ تو کیا کہتا، اس پر عبداللہ نے کہا کہ میں یوں کہتا کہ یہ مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) ہیں جن کی نصاریٰ عبادت کرتے ہیں اور یہ عزیر ہیں جن کی یہود عبادت کرتے ہیں تو کیا یہ دونوں دوزخ کا ایندھن ہیں قریش کو یہ بات پسند آئی اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ لاجواب کرنے والا سوال ہے یہ بات سن کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور خوشی کے مارے چیخنے لگے سورۃ الانبیاء میں ان لوگوں کا جواب گزر چکا ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾ (بلاشبہ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن یوں فرمایا یَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ لَا خَيْرَ فِي اَحَدٍ يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اے قریش کی جماعت اس میں کوئی خیر نہیں ہے اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہو) یہ سن کر قریش کہنے لگے کیا آپ یہ نہیں فرماتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے اور عبد صالح تھے آپ کے کہنے کے مطابق وہ بھی دوزخ میں جانے والوں میں شمار ہوئے کیونکہ ایک جماعت نے ان کی عبادت کی ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ کے سوا جن لوگوں کی عبادت کی گئی، اگر وہ سب دوزخ میں ہوں گے تو ہم اس پر راضی ہیں کہ ہمارے معبود بھی عیسیٰ اور عزیر اور ملائکہ (علیہم السلام) کے ساتھ ہو جائیں یعنی ان حضرات کا جو انجام ہوگا وہی ہمارے معبودوں کا ہو جائے گا۔

ان لوگوں کا مقصد صرف جھگڑنا اور الزام دینا تھا حق اور حقیقت سے انہیں کچھ واسطہ نہ تھا یہ تو ایک سیدھی بات ہے کہ جو حضرات اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب ہیں وہ دوزخ میں کیوں جانے لگے؟ لیکن محض جھگڑے بازی کے لیے انہوں نے ایسی بات کہی، اس کو سامنے رکھ کر اب پہلی دو آیتوں کا مطلب سمجھ لیں ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ اور جب ابن مریم یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک اعتراض کرنے والے نے ایک عجیب مضمون بیان کیا یعنی یوں کہا کہ ہمارے معبودوں میں ہوں گے اور عیسیٰ بھی دوزخ میں ہوں گے تو اس بات کو سن کر قریش مکہ خوشی میں چیخنے لگے اور حضرت رسول اکرم ﷺ سے کہنے لگے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰ؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ جب

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام خیر ہیں حالانکہ ان کی عبادت کی گئی تو ہمارے جو دوسرے معبود ہیں وہ خیر ہوں یہ کیوں نہیں ہوسکتا ان لوگوں کا چونکہ صرف جھگڑنا ہی مقصود تھا اسی لیے فرمایا ﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا﴾ کہ ان لوگوں نے جو آپ کے سامنے ابن مریم کی بات بیان کی ہے یہ محض جھگڑے کی غرض سے ہے ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ یعنی ان کا جھگڑنا کچھ اسی مضمون کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں، ان کا طریقہ یہ ہے کہ حق باتوں میں جھگڑتے رہتے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہدایت کے بعد جن لوگوں نے بھی گمراہی اختیار کی انہیں جھگڑے بازی دے دی گئی یعنی ان کا مزاج جھگڑے بازی کا بن گیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ تلاوت فرمائی۔ (رواہ الترمذی)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ (عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے انعام کیا) یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر ہم نے انعام کیا انہیں نبوت سے سرفراز کیا نبی تو اس لیے آتے تھے کہ وہ اللہ کی توحید کی دعوت دیں نہ یہ کہ وہ اپنی عبادت یا کسی بھی غیر اللہ کی طرف بلائیں جن لوگوں نے ان کی عبادت کی وہ ان کی حماقت ہے ان کے اعمال کی سزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں ملنے لگی؟ جنہوں نے ان کی عبادت کی وہی دوزخ میں جانے والے ہیں اور جن بتوں کی عبادت کی گئی وہ بھی دوزخ میں داخل ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح اللہ کے نزدیک منعم ومکرم ہیں۔

﴿وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ (اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے ایک نمونہ بنا دیا تھا) انہیں بغیر باپ کے پیدا کیا جس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کاملہ کا لوگوں کو علم ہوگیا کہ وہ بغیر باپ کے بھی پیدا فرمانے پر قدرت رکھتا ہے۔ قال القرطبی ای اٰیة وعبرةً یستدل بها علی قدرة اللّٰه تعالٰی فان عیسٰی کان من غیر اب

اس کے بعد فرمایا ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ﴾ (الآیۃ) (اور اگر ہم چاہتے تو زمین میں تم سے فرشتے پیدا کردیتے جو یکے بعد دیگرے زمین میں رہا کرتے) یعنی انسانوں سے فرشتے پیدا کردیتے جو زمین میں رہتے ان کی پیدائش بھی آدمیوں کی طرح ہوتی اور موت بھی یعنی وہ دنیا میں آتے جاتے رہتے یہ الفاظ کا ظاہری ترجمہ ہے وهو قبول فی تفسیره اس کا دوسرا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو زمین میں آباد کردیتے اپنی مخلوق کو ہم جہاں چاہیں آباد کریں مخلوق مخلوق ہی ہے، کہیں بھی رہے وہ عبادت کے لائق نہیں ہوسکتی فرشتوں کا آسمان میں ٹھہرانا کوئی ایسا شرف نہیں ہے کہ وہ معبود ہوگئے یا یہ کہ انہیں اللہ کی بیٹیاں کہا جاسکے والمعنی لو نشآء لاسکنا الارض الملئکة ولیس فی اسکاننا ایاهم السماء شرف حتی یعبدوا اویقال لهم بنات اللّٰه (معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہم فرشتوں کو زمین میں ٹھہرا دیتے، ان کے آسمان میں ٹھہرانے میں کوئی ان کا ایسا شرف نہیں ہے کہ ان کی عبادت شروع کردی جائے یا انہیں اللہ کی بیٹیاں قرار دیا جائے۔

آیت بالا کا ایک مطلب معالم التنزیل ج ۴: ص ۱۴۳ میں یہ لکھا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو تمہیں ہلاک کردیں اور تمہارے بدلہ زمین میں فرشتے پیدا کردیں جو زمین کے آباد کرنے میں تمہارے خلیفہ ہوجائیں اور میری عبادت اور فرمانبرداری کریں فیکون لفظة منکم بمعنی بدلا منکم قال القرطبی ناقلا عن الزهری ان من قدتکون للبدل بدلیل هذه الاٰیة

﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (اور بلاشبہ وہ قیامت کے علم کا ذریعہ ہے)

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ انه کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے اور مراد یہ ہے کہ قرآن مجید قرب قیامت کی نشانی ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اب قیامت قریب ہے کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعة کهاتین (میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جیسے یہ دونوں انگلیاں قریب قریب ہیں۔)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ انه کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے

Marfat.com

قریب آسمان سے نازل ہوں گے ان کا نزول قرب قیامت کی دلیل ہوگا (یاد رہے کہ قرب اور بعد امور اضافیہ میں سے ہیں۔)

اور بعض حضرات نے آیت کا مطلب یہ بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں مردوں کا زندہ کرنا بھی تھا جسے ان کے زمانہ کے لوگوں نے دیکھا یہ مردوں کا زندہ ہونا قیامت کے دن اموات کے زندہ ہونے کا نمونہ بن گیا۔

﴿فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ﴾ (سو تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو) ﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (یہ سیدھا راستہ ہے) ﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ﴾ (اور تمہیں ہرگز شیطان صراط مستقیم سے نہ روک دے) ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے ﴿اِتَّبِعُوْنِ﴾ سے پہلے لفظ قل مقدر ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ﴾ (الآیۃ) اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت یعنی نبوت اور اس کی کتاب یعنی انجیل لے کر آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو بیان کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو یعنی امور شرعیہ دینیہ بیان کرتا ہوں جن کی تمہیں ضرورت ہے اور تم نے جو توریت شریف میں تحریف کرلی ہے اسے واضح کرتا ہوں۔ (من روح المعانی)

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ (سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ﴾ (بلاشبہ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور میرا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو) ﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ (یہ سیدھا راستہ ہے)

معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو معجزات ظاہر فرمائے تھے (جن میں مردوں کا زندہ کرنا اور مٹی کی چڑیا بنا کر اس میں روح پھونک کر اڑا دینا بھی تھا) ان کی وجہ سے اندازہ فرمالیا تھا کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد لوگ میرے معبود ہونے کا عقیدہ بنا سکتے ہیں لہٰذا انہوں نے پہلے ہی تردید کردی، نصاریٰ پر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا رب ہے اور تم اسی کی عبادت کرو پھر بھی ان کو معبود مانتے ہیں۔

﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ﴾ (آپس میں جماعتوں کے درمیان اختلاف ہوگیا) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عقیدت رکھنے والوں نے ان کے بارے میں گروہ بندی کردی اور مختلف جماعتیں بن گئیں ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ تین معبود ہیں (جیسا کہ سورۂ مائدہ میں ان کے قول نقل فرمائے ہیں) اور ان میں سے ایک جماعت کہتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (جیسا کہ سورۃ التوبہ میں نصاریٰ کا یہ قول نقل فرمایا ہے) پھر جن لوگوں نے ان تینوں باتوں کو نہیں مانا انہوں نے بھی اس اعتبار سے کفر اختیار کرلیا کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی رسالت کے منکر ہوگئے جن لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی وہ مسلمان ہوگئے جیسا کہ شاہ حبشہ نجاشی اور وہاں کے دوسرے افراد کا واقعہ مشہور ہے۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ﴾ سو جن لوگوں نے ظلم کیا یعنی شرک اور کفر کو اختیار کیا ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جو دردناک عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگی یعنی قیامت کے دن عذاب میں جائیں گے ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ (بس یہ لوگ اسی بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے پاس اچانک قیامت آجائے اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہو) ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ﴾ کی ضمیر مستتر کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ احزاب کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو لوگ اختلاف رکھتے ہیں راہ حق پر نہیں آتے حق کو قبول نہیں کرتے ان کا طریقہ کار ایسا ہے کہ انہیں قیامت کا انتظار ہے اچانک قیامت آجائے (جس کا انہیں پتہ بھی نہ ہو کیونکہ پہلے سے اس کی آمد کا وقت نہیں بتایا گیا) تو اس وقت توحید پر آئیں گے اور کفر و شرک چھوڑ دیں گے لیکن اس وقت ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ فعل مضارع ینظرون کی ضمیر قریش کی طرف راجع ہے ان کے سامنے توحید کے دلائل ہیں قرآن

Marfat.com

کا معجزہ سامنے ہے پھر بھی توحید پر نہیں آتے انہیں اس کا انتظار ہے کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے اور انہیں پتہ بھی نہ ہو کہ وہ بھی اچانک آنے والی ہے چونکہ وہ لوگ وقوع قیامت کو مانتے ہی نہ تھے۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ اس میں ان لوگوں کی کم فہمی بیان فرمائی، جیسے کوئی شخص اس چیز کے انتظار میں ہو جو ضرور واقع ہونے والی ہو اور جب وہ واقع ہو جائے تو مصیبت بن جائے حالانکہ وہ اس کے وقوع کو اپنے لیے خیر سمجھتا رہا ہو۔

﴿قوله تعالیٰ اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾

قال القرطبی ج ۱٦: ص ۱۰۳ قرأ نافع وابن عامر الكسائی ''يَصُدُّونَ'' (بضم الصاد) ومعناه يعرضون، قاله النخعی، وكسر الباقون، قال الكسائی: هما لغتان، مثل يَعْرُشون، ويَنمُّون وينمُّون، ومعناه يضجُّون، قال الجوهری: وصَدَّيَصُدّ صديدا، أی ضَجّ وقيل انه بالضم من الصدود وهو الاعراض، وبالكسر من الضجيج، قاله قُطْرُب، قال أبوعبيد: لو كانت من الصدود عن الحق لكانت: اذا قومك عنه يصدون قال الفراء هما سواء، منه وعنه، ابن المسيب: يصدون يضجون، الضحاك يعجون، ابن عباس: يضحكون، أبو عبيدة: من ضم فمعناه يعدلون، فيكون المعنى: من أجل الميل يعدلون ولا يُعَدّى ''يصدون'' بمن، ومن كسر فمعناه يضجون، ''فمِن'' متصله به ''يصدون'' والمعنى يضجون منه، انتهیٰ وقوله تعالیٰ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ متعلق بمقدر وجئتكم لِاُبين لَكُمْ (ذكره فی الروح)

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾

اس دن دوست آپس میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے، اے میرے بندو آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم رنجیدہ ہو گے، جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے تم اور تمہاری بیویاں جنت میں خوشی خوشی داخل ہو جاؤ۔ ان پر سونے کی رکابیاں اور آبخورے لائے جائیں گے اور اس میں وہ چیزیں ہوں گی جنہیں نفس چاہتے ہوں گے اور جن سے آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اور یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے اعمال کے بدلہ میں ہے جو تم کرتے تھے، تمہارے لیے اس میں بہت میوے ہیں ان میں سے تم کھا رہے ہو۔

قیامت کے دن دنیا والے دوست آپس میں دشمن ہوں گے، نیک بندوں کو کوئی خوف اور رنج لاحق نہ ہوگا انہیں جنت میں جی چاہی نعمتیں ملیں گی جن سے آنکھوں کو بھی لذت حاصل ہوگی

ان آیات میں قیامت کے دن کے بعض انعامات کا اور اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں دوست تھے قیامت کے دن آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائے گے ایک دوسرے پر لعنت کریں گے ﴿يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ یہ جو دنیا میں دوستی ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے کو ایمان پر نہیں آنے دیتے قیامت کے دن وبال بن جائے گی اور آپس کی دوستی کرنے

Marfat.com

والے ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے ﴿اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ ہاں جولوگ متقی تھے کفر وشرک سے بچتے تھے یعنی اہل ایمان تھے ان لوگوں کی دوستی قائم رہے گی خاص کر وہ متقی حضرات جو چھوٹے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے تھے وہ تو مسلمانوں کو بخشوانے کی کوشش کریں گے اوران کے لیے سفارش کریں گے، مومنین قیامت کے دن حاضر ہوں گے اللہ تعالیٰ شانہٗ کا اپنے بندوں کے لیے مہربانی کا اعلان ہوگا کہ اے میرے بندو! آج تمہارے اوپر کوئی خوف نہیں اور نہ تم رنجیدہ ہوگے نہ غمگین ہوگے آئندہ خوشی ہی خوشی ہے ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ (یہ وہ لوگ ہوں گے جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرمانبردار تھے) پھر فرمایا ﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ﴾ (یعنی فرمانبرداروں سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہوجاؤ) وہاں داخل ہوکر جو بہت سے انعامات سے نوازے جائیں گے ان میں سے ایک یہ انعام بھی ہوگا کہ نوعمر لڑکے ان کے پاس ماکولات سے بھری ہوئی سونے کی رکابیاں (پلیٹیں) اور مشروبات سے بھرے ہوئے سونے کے آبخورے لے کر آتے جاتے رہیں گے یہ تو ایک جزوی نعمت ہوتی پھر ایک قاعدہ کلیہ کے ارشاد فرمایا ﴿وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ﴾ (اور جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی نفسوں کو خواہش ہو اور جس سے آنکھیں لذت پائیں) دنیا میں کوئی شخص کتنا بھی مالدار اور صاحب اقتدار ہوجائے اسے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی کہ جو بھی کوئی نفس چاہے وہ سب کچھ مل جائے بلکہ یہ لوگ تو مختلف احوال کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان رہتے ہیں ان کو کھانے پینے اور اوڑھنے بچھانے کی چیزیں منگانی پڑتی ہیں جو بعض مرتبہ حاصل بھی نہیں ہوتیں اور حاصل ہو بھی جائیں تو صحت کی خرابی کی وجہ سے اچھی نہیں لگتیں اور ہر خواہش کے پورا ہونے کا تو کسی کے لیے بھی دنیا میں موقعہ نہیں ہے، یہاں سونے کی پلیٹوں اور پیالیوں کا ذکر ہے اور سورۃ الدھر میں چاندی کے برتنوں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے یہ سونا چاندی وہاں کا ہوگا یہاں کے حقیر سونے چاندی پر قیاس نہ کیا جائے جسے صاف کرنا اور مانجھنا پڑتا ہے دنیا میں مردوں اور عورتوں کے لیے سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہے جنت میں اہل ایمان کے لیے ماکولات اور مشروبات سونے چاندی کے برتنوں میں پیش کیے جائیں گے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں مت پیو اور نہ ان میں کھاؤ اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ ہی بھرتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ نہ پیو کیونکہ وہ کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔

اہل جنت کے انعامات بتاتے ہوئے ﴿وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ﴾ بھی فرمایا کہ جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی یعنی جنت میں ایسی کوئی چیز سامنے نہ آئے گی جس کا دیکھنا ناگوار ہو، جو بھی کچھ ہوگا جس پر نظر پڑے گی آنکھوں کو مزہ ہی آئے گا وہاں ایسے مواقع نہ ہوں گے کہ کوئی چیز سامنے آئے اور اس کے دیکھنے سے روکا جائے یہ ابتلا اور امتحان دنیا میں ہی ہے وہاں بدنظری کا کوئی موقعہ نہ ہوگا بلکہ نظر ہی بد نہ ہوگی مزید فرمایا ﴿وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (اور تم اس جنت میں ہمیشہ رہوگے)

اہل جنت کے ایمان اور اعمال صالحہ کی قدردانی کرتے ہوئے ارشاد ہوگا ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (اور یہ جنت ہے جو تمہیں تمہارے اعمال کے عوض دی گئی ہے۔)

آخر میں فرمایا ﴿لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ﴾ (تمہارے لیے جنت میں بہت سارے میوے ہیں) ﴿مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ (جن میں سے تم کھا رہے ہو)

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۗ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ

Marfat.com

جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

بلاشبہ مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا، اور وہ اسی میں نا امید ہو کر پڑے رہیں گے، اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک تیرا پروردگار ہمارا کام تمام کر دے، وہ جواب دیں گے کہ بے شک تم اسی میں رہو گے، بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لائے اور لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے ہیں، کیا انہوں نے کوئی مضبوط تدبیر کر لی ہے، سو ہم مضبوط تدبیر اختیار کرنے والے ہیں، کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کی چپکی باتوں کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو، وہاں ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرستادے) ان کے پاس لکھتے ہیں۔

مجرمین ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، ان کا عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا، دوزخ کے داروغہ سے ان کا سوال و جواب

اہل ایمان کی نعمتیں بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں کافروں کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ مجرمین یعنی کافر لوگ دوزخ کے عذاب میں پڑے ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ عذاب بہت سخت ہوگا جیسا کہ دوسری آیت میں ذکر فرمایا ذرا دیر کو بھی ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں نا امید ہو کر پڑے رہیں گے یہ مبلسون کا ایک ترجمہ ہے اور بعض حضرات نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے حَزِيْنُوْنَ مِنْ شِدَّةِ الْبَاْسِ یعنی سخت عذاب کی وجہ سے رنجیدہ ہوں گے۔

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ ہی ظلم کرنے والے تھے) دنیا میں ان کے پاس حق آیا ایمان کی دعوت پیش کی گئی انہوں نے اسے قبول نہیں کیا اپنی جانوں کو انہوں نے خود ہی مبتلائے عذاب کیا۔

اس کے بعد ان کی ایک درخواست کا ذکر ہے۔ حضرت مالک علیہ السلام جو دوزخ کے خازن یعنی ذمہ دار ہیں ان سے عرض معروض کریں گے ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ اور اہل دوزخ پکار کر کہیں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے) یعنی ہمیں موت ہی دیدے تاکہ ہم اس عذاب سے چھوٹ جائیں وہ جواب دیں گے ﴿اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ (بلاشبہ تم کو اسی میں رہنا ہے۔)

سنن ترمذی میں ہے کہ اہل دوزخ آپس میں مشورہ کریں گے کہ داروغہائے دوزخ سے عرض معروض کریں، لہٰذا وہ ان سے کہیں گے ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ﴾ (تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی ایک دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے) وہ جواب دیں گے ﴿اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ (کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے تھے اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے تھے؟) اس پر دوزخی جواب دیں گے کہ بَلٰی یعنی ہاں آتے تو تھے لیکن ہم نے ان کا کہنا نہ مانا، فرشتے جواب میں کہیں گے ﴿فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ (تو پھر ہم تمہارے لیے دعا نہیں کر سکتے تم ہی دعا کر لو اور وہ بھی بے نتیجہ ہوگی) کیونکہ کافروں کی دعا (آخرت میں) بالکل بے اثر ہے ﴿يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا﴾ اے مالک (تم دعا کرو کہ) تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام تمام کر دے وہ جواب دیں گے ﴿اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے (نہ نکلو گے نہ مرو گے)

حضرت اعمش رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ مالک علیہ السلام کے جواب میں اور دوزخیوں کی درخواست میں ہزار برس کی مدت کا فاصلہ ہوگا۔

عزاہ صاحب المشکوٰۃ الی الترمذی وقال قال عبد اللہ بن عبد الرحمن والناس لا یرفعون ھذا الحدیث، قال علی القاری فی المرقاۃ ای یجعلون موقوفاً علی ابی الدارء لکنہ فی حکم المرفوع فان امثال ذلک لیس مما یمکن أن یقال من

Marfat.com

قبل الرای اھ

﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ مشرکین کو خطاب ہے کہ ہم نے تمہارے پاس حق پہنچا دیا حق واضح کر دیا توحید کی دعوت سامنے رکھ دی اس کے دلائل بیان کر دیئے لیکن تم نہیں مانتے تم میں سے اکثر لوگ حق کو برا جانتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں یہ حق سے دور بھاگنا انہی حالات کا پیش خیمہ ہے جو اہل دوزخ کے احوال میں بیان کیے گئے ہیں۔

قریش مکہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کے مشورے کرتے رہتے تھے موقع ملنے پر تکلیف بھی پہنچاتے تھے آپ کو شہید کرنے کا بھی مشورہ کیا آپ کی دعوت انہیں بہت ہی ناگوار تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا﴾ (کیا انہوں نے کوئی مضبوط تدبیر کر لی ہے اور اس کے مطابق آپ کو تکلیف دینے کا پختہ مشورہ کر چکے ہیں) ﴿فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾ (سو ہم مضبوط تدبیر کرنے والے ہیں) یعنی ان لوگوں کا اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ہم آپ کی مخالفت میں کامیاب ہو جائیں گے یا آپ کو شہید کر دیں گے یہ ان کی ناسمجھی ہے بے وقوفی کی باتیں ہیں ہماری مدد آپ کے ساتھ ہے ہمارے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوں گی۔ سورۃ الطور میں بھی اس مضمون کو بیان فرمایا وہاں ارشاد فرمایا ﴿اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ﴾ (کیا یہ لوگ تدبیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں سو جن لوگوں نے کفر کیا وہی تدبیر میں گرفتار ہونے والے ہیں۔)

پھر فرمایا ﴿اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى﴾ (کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی خفیہ باتیں اور وہ مشورے جو چپکے چپکے کرتے ہیں ہم نہیں سنتے) ان کا یہ سمجھنا غلط ہے۔ بلیٰ۔ ہم ان کی باتیں سنتے ہیں اور خفیہ باتوں کو اور سرگوشیوں کو جانتے ہیں ﴿وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ (اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے پاس موجود ہیں جو لکھ رہے ہیں) لہٰذا ایسا خیال کرنا کہ چپکے چپکے جو باتیں کر لیں گے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں یہ جہالت کی بات ہے اللہ تعالیٰ کو ظاہر کا اور باطن کا زور کی آواز کا اور آہستہ کی آواز کا سب کا علم ہے وہ اپنی حکمت کے موافق سزا دے گا۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ
الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ
الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ
وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

آپ فرما دیجیے کہ اگر رحمٰن کے لیے اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں، آسمانوں اور زمین کا رب جو عرش کا بھی ہے وہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، سو آپ ان کو چھوڑ دیجئے باتوں میں لگیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ اس دن سے ملاقات کر لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، اور اللہ وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ حکمت والا ہے اور علم والا ہے اور بابرکت ہے وہ ذات جس کے لیے ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کے

Marfat.com

پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے، اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں، اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا یہی کہیں گے کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا، سو یہ لوگ کدھر الٹے جارہے ہیں، اور اسے رسول کی اس بات کی خبر ہے کہ اے میرے رب بلاشبہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ سو آپ ان سے اعراض کیجیے اور کہہ دیجیے کہ میرا اسلام ہے سو وہ عنقریب جان لیں گے۔

اللہ جل شانہٗ کی صفات جلیلہ کا بیان اور شرک سے بیزاری کا اعلان

چند آیات پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اور اس سے پہلے یہ ذکر آیا تھا کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے ہیں ان لوگوں کی تردید وہیں کردی گئی تھی یہاں مکرر تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر رحمٰن جل شانہٗ کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا رحمٰن جل شانہٗ کے لیے کوئی اولاد نہیں ہے اس لیے صرف رحمٰن جل مجدہٗ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اسی کی دعوت دیتا ہوں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان کی کہ وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور عرش کا رب ہے وہ ان سب باتوں سے پاک ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو آپ چھوڑ دیں یہ اپنی بیہودہ باتوں میں لگے رہیں اور دنیا میں کھیلتے رہیں دنیا میں ساری لہو ولعب ہے جیسا کہ سورۃ الحدید میں فرمایا ﴿اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾ ان لوگوں کا باطل میں لگا رہنا اور کھیل میں مشغول رہنا یہاں تک آگے بڑھتا رہے گا کہ یہ لوگ اس دن سے ملاقات کریں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے بعض حضرات نے موت کا دن اور بعض حضرات نے یوم بدر اور بعض حضرات نے یوم القیامۃ مراد لیا ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے یعنی معبود حقیقی وہی ہے اور مستحق عبادت بھی وہی ہے جو لوگ اس کے علاوہ کسی کی عبادت کرتے ہیں وہ بے جگہ جبین فرسائی کرتے ہیں اور غلط جگہ پیشانی کو رگڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے یعنی بڑی حکمت والا ہے اور علیم بھی ہے یعنی بڑے علم والا ہے اس کے علاوہ کوئی ان صفات سے متصف نہیں اور اس کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں۔

پھر فرمایا ﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ﴾ اور وہ ذات عالی شان ہے جس کے لیے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کی سلطنت ہے اور اس کے پاس قیامت کا یعنی اس کے وقت مقرر کا علم ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے وہاں ایمان اور اعمال صالحہ کی جزا اور کفر و معاصی کی سزا سامنے آجائے گی۔

مشرکین سے جب یہ کہا جاتا تھا کہ شرک بری چیز ہے تو شیطان کے پٹی پڑھا دینے سے یوں کہہ دیتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیک ہمارے لیے سفارش کردیں گے۔

یہ ان کا ایک بہانہ تھا اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جن کو شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دی وہ کیا سفارش کرسکتے ہیں اور بے جان کیسے سفارش کریں گے جس کی بارگاہ میں سفارش کی ضرورت ہوگی اس نے کب فرمایا کہ یہ میرے ہاں سفارشی بنیں گے، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اس کے نبیوں نے توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا ان کی بات نہ مانی مشرک بنے اور جواز شرکت کا حیلہ بھی تراش لیا ان لوگوں کو واضح طور پر بتا دیا کہ جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو اور اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو یہ اللہ کی بارگاہ میں کوئی سفارش نہیں کرسکیں گے ہاں اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے ہیں وہ شفاعت کرسکیں گے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت دی جائے گی لیکن وہ بھی ہر شخص کی سفارش نہیں کریں گے جس کے حق میں سفارش کرنے کی اجازت ہوگی اس کی سفارش کریں گے اس

Marfat.com

مضمون کو یہاں سورۂ زخرف میں ﴿اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ اور سورۂ بقرہ میں ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ میں اور سورۂ انبیاء کی آیت ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ ﴿اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ سے حضرات ملائکہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام اور ان جیسے حضرات مراد ہیں گو ان حضرات کی عبادت کی گئی لیکن اس میں ان کا کوئی دخل نہ تھا یہ حضرات شفاعت کرسکیں گے لیکن کافروں کے لیے شفاعت نہ کریں گے اور نہ ہی انہیں اس کی اجازت ہوگی۔

پھر فرمایا ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ﴾ (الآیۃ) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو یہ لوگ یہی جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اس بات کے بھی اقراری ہیں کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر اپنی حماقت سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اسی کو فرمایا ﴿فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ سو یہ لوگ کہاں الٹے جارہے ہیں پیدا کیا اللہ نے اور عبادت کریں غیر اللہ کی یہ تو عقل اور فہم سے بہت دور ہے۔

ختم سورت پر فرمایا ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ اس میں لفظ قیلہ قول سے لیا گیا ہے یعنی قاف کے کسرہ کی وجہ سے واؤ یا سے بدل گیا ہے حضرت امام عاصم کی قرأت میں وقیلہ جر کے ساتھ ہے کہ ضمیر مجرور مضاف الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح راجع ہے صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یہ ﴿وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ میں لفظ ﴿السَّاعَةِ﴾ (مضاف الیہ مجرور) ہے اس پر عطف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قیامت کے وقت کا بھی علم ہے اور وہ اپنے رسول کی اس بات کو بھی جانتا ہے کہ جو انہوں نے اپنے مخاطبین کا حال بتاتے ہوئے عرض کیا کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی درخواست کے جواب میں فرمایا ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ﴾ (سو آپ ان سے اعراض کیجیے) یعنی ان کے ایمان لانے کی امید نہ رکھیے (کما فی الروح) ﴿وَقُلْ سَلٰمٌ﴾ اور آپ ان سے فرمایئے کہ میرا اسلام ہے یہ سلام وہ نہیں جو ملاقات کے وقت دعا دینے کے لیے کیا جاتا ہے بلکہ سلام متارکت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں اسی کو سورۂ القصص میں فرمایا ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں تمہارے لیے تمہارے اعمال تم پر سلام ہو ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ سو یہ لوگ عنقریب جان لیں گے یعنی کفر و شرک کا عذاب ان کے سامنے آجائے گا۔

ولقد تم تفسیر سورۃ الزخرف والحمد للّٰہ اولاً واخرًا

والصلوٰۃ والسلام علی من ارسل طیباً وطاھراً وعلی من تبعہ باطناً وظاھراً

Marfat.com

ایاتہا ٦٠ — ٤٤ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ٦٤ — رکوعاتہا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ دخان مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۶۰ آیات اور ۳ رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾

حٰمٓ۔ قسم ہے کتاب مبین کی بلاشبہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ہے، بلاشبہ ہم ڈرانے والے ہیں، اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کیا جاتا ہے جو ہماری طرف سے بطور حکم کے صادر ہوتا ہے، بلاشبہ ہم بھیجنے والے ہیں آپ کے رب کی طرف سے رحمت کے طور پر بلاشبہ وہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تم سے پہلے جو تمہارے باپ دادے گزر گئے ان کا رب ہے بلکہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں۔

قرآن مجید مبارک رات میں نازل کیا گیا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے، اگلے پچھلے تمام لوگوں کا رب ہے

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا مبارک رات سے کون سی رات مراد ہے اس بارے میں محققین نے فرمایا ہے کہ اس سے شب قدر مراد ہے کیونکہ سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ اور سورۂ قدر میں فرمایا ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں کہ اس سے شعبان کی پندرھویں شب مراد ہے جسے لیلۃ البرأۃ کہا جاتا ہے چونکہ بعض روایت حدیث میں شب برأت کے بارے میں یہ آیا ہے کہ اس میں آئندہ سال کے ارزاق و آجال لکھ دیئے جاتے ہیں حدیث مرفوع صحیح نہیں ہے اس لیے بعض حضرات نے لیلۃ المبارکۃ کا مصداق شب برأت یعنی شعبان کی پندرہ تاریخ کو بتا دیا ہے لیکن کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا کہ قرآن مجید شب برأت میں نازل کیا گیا اور شب برأت میں ارزاق و آجال لکھے جانے کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

یہ جو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن تو ۲۳ سال میں نجماً یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا پھر رمضان میں اور شب قدر میں نازل ہونے کا کیا معنی؟ اس کا ایک جواب تو بعض علماء نے یہ دیا ہے کہ قرآن مجید نازل ہونے کی ابتداء شب قدر میں ہوئی اور اکثر حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ پورا قرآن مجید شب قدر میں لوح محفوظ سے سماء دنیا یعنی قریب والے آسمان میں نازل کیا گیا اس کے بعد ۲۳ سال میں وقتاً فوقتاً حسب احوال نازل ہوتا رہا کیونکہ شب قدر خیرات اور برکات والی رات ہوتی اس لیے اسے لیلۃ مبارکۃ سے تعبیر فرمایا ﴿اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾ بلاشبہ ہم ڈرانے والے ہیں یعنی رسول اور قرآن کے ذریعے اپنے بندوں کو اعمال صالحہ کی جزا اور برے اعمال کی سزا سے

Marfat.com

آگاہ کرنے والے ہیں تاکہ خیر کو اختیار کریں اور شر سے بچیں۔

﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ اس رات میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ صاحب معالم التنزیل نے حکیم کو محکم کے معنی میں لیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ شب قدر میں ام الکتاب (لوح محفوظ) سے وہ چیزیں علیحدہ کرکے لکھ دی جاتی ہیں جو آئندہ پورے سال میں وجود میں آئیں گی۔ خیر اور شر اور ارزاق و آجال سب کچھ لکھ دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا اور علیحدہ لکھ کر تکوین الٰہی کے مطابق کام کرنے والوں یعنی فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے۔

﴿أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا﴾ (یہ فیصلہ ہماری طرف سے امر کے طور پر صادر کیا جاتا ہے۔)

قال الفراء: علی معنی "فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ" فرقًا وامرًا ای نامرا مرًا ببیان ذلك (معالم التنزیل ج ۴: ص ۱۴۹) ﴿إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ﴾ بے شک ہم رسالت کے طور پر آپ کو اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھیجنے والے تھے۔

﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ﴾ یعنی اس قرآن کا نازل فرمانا آپ کے رب کی طرف سے رحمت فرمانے کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنی مخلوق پر رحم فرمایا ان کی ہدایت کے لیے اپنی کتاب نازل فرمائی فی معالم التنزیل ناقلًا عن الزجاج انزلنه فی لیلة مبٰرکة للرحمة

﴿إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (بلاشبہ وہ سننے والا، جاننے والا ہے) ﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ (وہ آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا بھی رب ہے) ﴿إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ﴾ اگر تم یقین کرنے والے ہو تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل فرمایا۔

﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے) ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ﴾ وہ تمہارا رب ہے اور جو تم سے پہلے تمہارے باپ دادے گزرے ہیں ان کا بھی رب ہے۔

﴿بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ﴾ بلکہ یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں نہ آخرت کے فکر مند ہیں نہ دلائل میں غور کرتے ہیں اور نہ اپنی جان کو نقصان اور ضرر سے بچانے کا دھیان ہے بچوں کی طرح کھیل کود میں مصروف ہیں۔ انجام کی فکر نہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿۱۰﴾ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴿۱۴﴾ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا ۚ إِنَّكُمْ عَآئِدُونَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ﴿۱٦﴾

سو آپ اس دن کا انتظار کیجیے جس دن آسمان کی طرف دیکھنے والے کو واضح طور پر دھواں نظر آئے گا، وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ درد ناک عذاب ہے، اے ہمارے رب ہم سے عذاب کو دور کردیجیے، بلاشبہ ہم ایمان لے آئیں گے، کہاں ہے ان کو نصیحت حالانکہ ان کے پاس رسول مبین آگیا، پھر اس سے انہوں نے اعراض کیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص سکھایا ہوا دیوانہ ہے، بلاشبہ ہم عذاب کو تھوڑے وقت کے لیے ہٹا دیں گے بے شک تم لوٹنے والا ہو، جس روز ہم بڑی پکڑ کریں گے، بلاشبہ ہم انتقام لینے والے ہیں۔

اس دن کا انتظار کیجیے جبکہ آسمان کی طرف سے لوگوں پر دھواں چھا جائے گا ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں

یہ سات آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں فرمایا آپ اس دن کا انتظار کیجیے جس میں آسمان کی طرف ایک دھواں نظر آئے گا جو لوگوں

Marfat.com

پر چھا جائے گا۔ اسے دخان مبین کہتے ہیں۔

دخان سے کیا مراد ہے؟

اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ دھواں قیامت کی نشانیوں میں سے ہوگا جب ظاہر ہوگا تو زمین میں چالیس دن رہے گا اور آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دے گا۔ اس کی وجہ سے اہل ایمان کی کیفیت زکام جیسی ہو جائے گی اور کفار اور فجار کی ناکوں میں گھس جائے گا اور سانس لینے میں انہیں سخت تکلیف ہوگی۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور زید بن علی اور حسن اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ کا یہی فرمانا ہے کہ دھواں اب تک ظاہر نہیں ہوا قیامت کے قریب ہوگا۔ صحیح مسلم میں دس نشانیوں کے ذیل میں دھوئیں کا تذکرہ موجود ہے۔ جس کے راوی حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ ہیں (صحیح مسلم ص ۳۹۲: ج ۲) جن حضرات نے فرمایا ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں جس دھوئیں کا ذکر ہے وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا ان حضرات کا استدلال اسی حدیث سے ہے۔

دوسرا قول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ جسے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا گیا کہ مذکورہ دخان سے قرب قیامت کا دھواں مراد ہے، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر نا گواری ہوئی اور فرمایا کہ جسے علم ہو وہ علم کی بات بتا دے اور جسے علم نہ ہو وہ یوں کہہ دے کہ اللہ کو معلوم ہے کیونکہ نہ جاننے کا اقرار کرنا علم کی بات ہے اس کے بعد فرمایا جب قریش مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کو بددعا دے دی اَللّٰھم اَعنی علیھم بسبع کسبع یوسف (اے اللہ ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما ان پر سات سال تک قحط بھیج دے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط آیا تھا) اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی جب قحط پڑا اور قریش مصیبت میں مبتلا ہوئے تو ان کی ہر چیز ختم ہوگئی یہاں تک کہ وہ مردار اور ہڈیاں کھانے لگے بھوک کی مصیبت کی وجہ سے ان کا یہ حال ہو گیا کہ آسمان کی طرف دیکھتے تو دھواں نظر آتا تھا اسی کو اللہ تعالیٰ نے پہلے فرما دیا تھا ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ جب قریش مکہ عذاب میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے دعا کی ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾ اے ہمارے رب عذاب دور فرما دیجئے بلاشبہ ہم ایمان لے آئیں گے۔

حضرت عبداللہ نے ﴿إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ﴾ کی تلاوت کی پھر فرمایا کیا قیامت کے دن عذاب بھی دور کر دیا جائے گا؟ یعنی آیت کریمہ میں عذاب دور کرنے کا ذکر ہے اور قیامت کے دن کا عذاب دور نہیں کیا جائے گا لہٰذا معلوم ہوا کہ سورت الدخان میں دخان مبین سے قیامت کے دن کا عذاب مراد نہیں، اس کے آگے قصہ یہ ہے کہ جب قریش مکہ بہت زیادہ مصیبت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں ابو سفیان کو بھیجا وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ اس عذاب کو ہٹا دے آپ نے دعا کر دی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش بھیج دی گئی وہ لوگ اچھی حالت میں ہو گئے لیکن کفر پر ہی باقی رہے جیسے ﴿إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ﴾ میں بیان فرمایا جب کفر پر ہی جمے رہے تو آیت کریمہ ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ نازل ہوئی جس دن ہم پکڑیں گے بڑی پکڑ، بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں بڑی پکڑ سے غزوہ بدر مراد ہے ان لوگوں نے وعدہ تو کیا تھا کہ ہم عذاب دور ہونے پر مومن ہو جائیں گے لیکن عذاب ٹل جانے کے باوجود ایمان نہ لائے اس لیے فرمایا ﴿أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾ کہاں ہے ان کو نصیحت اور حال یہ ہے کہ ان کے پاس رسول آ چکا ہے جس کی دعوت و دلائل سب واضح ہیں ﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾ (الآیۃ) پھر انہوں نے اس کی طرف سے روگردانی کی اور اعراض کیا۔ اور کہنے لگے کہ اس کو دوسروں نے سکھایا ہے اور یہ دیوانہ ہے یعنی رسول مبین کی واضح دعوت اور دلائل سے اعراض کر چکے ہیں اور اس کے بارے میں کہہ چکے ہیں کہ دوسروں کا پڑھایا ہوا ہے اور دیوانہ ہے ان سے یہ امید کرنا کہ عذاب چلے جانے پر ایمان لے آئیں گے بے جا امید ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ
رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ
وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ
مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ
مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا
فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا
كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ
بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور ان کے پاس رسول کریم آیا تم اللہ کے بندوں کو میرے حوالہ کردو بلاشبہ میں تمہارے لیے رسول امین ہوں، اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو بلاشبہ میں تمہارے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں اور بلاشبہ میں اپنے رب سے اور تمہارے رب سے اس بات کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کردو، اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ رہو، پھر موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم قوم ہیں، سو تم میرے بندوں کو رات کو لے کر روانہ ہو جاؤ، بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا، بلاشبہ یہ لشکر غرق کر دیا جانے والا ہے، ان لوگوں نے کتنے ہی باغ و چشمے اور کھیتیاں اور اچھے مکانات اور عیش کے سامان چھوڑ دیئے جن میں وہ خوشی کی حالت میں رہا کرتے تھے، اور ہم نے ان چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا، سو ان پر آسمان رویا نہ زمین، اور ان کو مہلت نہیں دی گئی، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی جو فرعون کی طرف سے تھا، بیشک وہ بڑا سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا، اور یہ بات واقعی ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے جہاں والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں انعام تھا واضح طور پر۔

قوم فرعون کے پاس اللہ تعالیٰ کا رسول آنا، اور نافرمانی کی وجہ سے ان لوگوں کا غرق ہونا، بنی اسرائیل کا فرعون سے نجات پانا اور انعامات ربانیہ سے نوازا جانا

ان آیات میں فرعون کی نافرمانی کا اور بطور سزا لشکروں سمیت سمندر میں ڈوب جانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان سے یعنی قریش مکہ سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا ان کے پاس رسول کریم یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم و معظم تھے انہوں نے فرعون سے اور اس کی جماعت سے کہا کہ بنی اسرائیل کو تم دکھ تکلیف دیتے ہو انہیں مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے ان اللہ کے بندوں کو تم میرے حوالے کردو اور میرے ساتھ بھیج دو میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے میں اس کا رسول

Marfat.com

امین ہوں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ سرکشی نہ کرو۔ اللہ کے مقابلے میں مت آؤ۔ اس کی اطاعت کرو میں تمہارے پاس واضح دلیل یعنی معجزات کثیرہ لے کر آیا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ فرمائی اور حق بات پہنچائی تو فرعون اور اس کی جماعت نے ان کے قتل کے مشورے شروع کر دیئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرو یعنی مجھے پتھروں سے مار کر ہلاک کرو۔ مزید فرمایا کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم یہ کرو کہ مجھ سے دور رہو مجھے کسی قسم کی تکلیف مت پہنچاؤ کیونکہ اس سے تمہارا جرم اور زیادہ شدید ہو جائے گا وہ لوگ ہدایت پر نہ آئے اور سرکشی کرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم ہیں ان کو سزا دی جائے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہو جاؤ آبادی سے نکل جاؤ اور سمندر کی راہ لے لو جب تم روانہ ہو جاؤ گے تو تمہارا پیچھا کیا جائے گا یعنی فرعون اور اس کا لشکر تمہارے پیچھے آ پہنچے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت روانہ ہو گئے، فرعون کو پتہ چلا تو وہ بھی اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چل دیا اللہ تعالیٰ شانہٗ نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے سے ہی ہدایت کر دی تھی کہ جب سمندر پر پہنچو تو سمندر میں اپنی لاٹھی مار دینا اس کا معجزہ والا اثر یہ ہوگا کہ پانی رک جائے گا اور جگہ خشک ہو جائے گی اور اس میں راستے نکل آئیں گے تم اس سمندر کو اس کی حالت پر ٹھہرا چھوڑ کر پار ہو جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا کہ ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں راستے بن گیا جگہ خشک ہو گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ان راستوں میں داخل ہو گئے اور سمندر اپنی ہیبت اور حالت پر سکون کے ساتھ ٹھہرا ہوا رہ گیا پیچھے سے فرعون اپنے لشکر کو لے کر آیا اور بنی اسرائیل کے پیچھے اپنی فوجیں ڈال دیں بنی اسرائیل پار ہو گئے اور فرعون اپنے لشکروں سمیت ڈوب گیا سمندر میں راستے بن جانے کی وجہ سے جو قرار و سکون ہو گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا پانی آپس میں مل گیا جیسا کہ پہلے ہی فرما دیا تھا جو راستے بن گئے تھے وہ ختم ہو گئے اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا اسی کو فرمایا ﴿وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ﴾

اہل دنیا کو اپنی دنیا اور حالت پر کھیتیوں پر باغوں پر مال و خزانوں پر بہت غرور اور گھمنڈ ہوتا ہے فرعونیوں کو بھی بڑا گھمنڈ تھا جب ڈوب گئے تو سب کچھ دھرا رہ گیا فرمایا ﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ اور وہ لوگ کتنے ہی باغ کتنے ہی چشمے اور کتنی ہی کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ مکانات اور کتنے ہی آرام کے سامان چھوڑ گئے جن میں وہ خوش رہا کرتے تھے۔ ﴿كَذٰلِكَ﴾ (یہ اسی طرح ہوا) ﴿وَاَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ﴾ (اور ان چیزوں کا وارث دوسری قوموں کو بنا دیا، دوسری قوم سے بنی اسرائیل مراد ہے جیسا کہ سورۃ الشعراء میں ﴿وَاَوْرَثْنَاهَا بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ﴾ فرمایا ہے۔ اس کے بارے میں ضروری بحث سورۃ شعراء کی آیات بالا کی تفسیر میں دیکھ لی جائے۔

پھر فرمایا ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ (سو ان پر آسمان اور زمین کو رونا نہ آیا اور وہ مہلت دیئے جانے والے نہ تھے) یعنی اللہ تعالیٰ نے مبغوض اور مغضوب علیہم ہونے کی وجہ سے ہلاک فرما دیا اور یہ لوگ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے مبغوض تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بھی ان سے بغض تھا گو تکوینی طور پر بامر الٰہی ان پر بارش ہوتی تھی اور زمین بھی ان کا رزق اگاتی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے عظیم آسمان و زمین ان سے راضی نہ تھے لہٰذا ان کے بیک وقت غرق ہونے پر انہیں ذرا بھی ترس نہ آیا اور ان کی ہلاکت کی وجہ سے وہ ذرا بھی نہ روئے۔

مومن کی موت پر آسمان و زمین کا رونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی کوئی مومن بندہ ہے اس کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک دروازے سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے اور ایک دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے۔ جب اس کی موت ہو جاتی

Marfat.com

ہے تو دونوں دروازے اس پر رونے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی کو فرمایا ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ الدخان)

بنی اسرائیل پر انعام اور امتنان

اس کے بعد بنی اسرائیل پر امتنان کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی یعنی فرعون سے اور یہ بھی فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے دنیا جہان والوں پر فوقیت دی۔ یعنی ان کے زمانے میں جو لوگ تھے ان سب کے مقابلے میں انہیں برتری عطا فرمائی۔ في معالم التنزيل على عالمي زمانهم

مزید فرمایا کہ ہم نے انہیں اپنی قدرت کی ایسی بڑی بڑی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا۔ یعنی وہ ایسی چیز تھی جو ان کے لیے نعمت تھیں، اور قدرت الٰہی کی بڑی نشانیاں تھیں۔ مثلاً انہیں فرعون کے چنگل سے نکالنا جو ان کے لڑکوں کو ذبح کردیتا تھا اور ان کے لیے سمندر کو پھاڑ دینا اور بادلوں کا سایہ کرنا اور من وسلویٰ نازل کرنا پھر انہیں زمین میں اقتدار بخشنا ان میں انبیاء اور ملوک پیدا فرمانا۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝۳۴ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝۳۵ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۶ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۳۷ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۳۸ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۴۰ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۴۲

بلاشبہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس یہی ہماری پہلی موت ہے اور ہم دوبارہ زندہ کیے جانے والے نہیں ہیں، سو تم ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو، کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، ہم نے ان کو ہلاک کیا بلاشبہ وہ مجرم تھے اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں، ہم نے ان کو پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ، اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ فیصلہ کا دن ان سب کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی تعلق رکھنے والا کسی تعلق رکھنے والے کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی مگر جس پر اللہ رحم فرمائے بیشک وہ عزیز ہے رحیم ہے۔

منکرین قیامت کی کٹ حجتی، یہ لوگ قوم تبع سے بہتر نہیں ہیں جو ہلاک کردیئے گئے

ان آیات میں اول تو منکرین بعث کا قول نقل فرمایا ہے، پھر ان کی بات کی تردید فرمائی ہے منکرین نے یہ کہا کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ مرنا ہے اور مر کر جی اٹھنا ہے اور حساب و کتاب ہے یہ ہم نہیں مانتے ہمارے نزدیک بس یہی بات طے شدہ ہے کہ ہم پہلی بار جو مریں گے تو بس مر گئے اس کے بعد دوبارہ زندہ ہونے والی بات نہیں مانتے، ان لوگوں نے مزید یوں بھی کہا کہ تم دوبارہ زندہ ہونے کی خبر دیتے ہو تو چلو ہمارے باپ دادوں کو لا کر دکھا دو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو (کہ دوبارہ اٹھنا ہے اور قیامت قائم ہونی ہے) ان کی تردید میں فرمایا ﴿اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ کیا یہ لوگ بہتر ہے یا تبع کی قوم بہتر تھی اور جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بہتر تھے ہم نے انہیں ہلاک کردیا بلاشبہ وہ مجرم تھے یعنی یہ جو ایسی باتیں کر رہے ہیں کہ اللہ کے رسول کی

Marfat.com

رسالت اور دعوت کے منکر ہیں اپنے کو دنیاوی طور پر بڑی قوت والا سمجھ رہے ہیں اور اسی بنیاد پر منکر ہو رہے ہیں یہ سوچنا اور سمجھنا بالکل ہی غلط ہے ان کی کیا حیثیت ہے ان سے پہلے (یمن کے بادشاہ) تبع کی قوم گزر چکی ہے اور ان میں بھی بہت سی قومیں گزری ہیں جنہیں اپنی قوت اور شوکت پر بڑا گھمنڈ تھا رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے جب ان پر عذاب آیا تو شوکت وقوت نے کچھ بھی کام نہ دیا سورۂ سبا میں فرمایا ﴿وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ (اور ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا اور حال یہ ہے کہ یہ لوگ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دیا تھا سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا سو کیسا تھا میرا عذاب۔)

تُبّع کون تھے؟

یہ تبع کون تھا جس کی قوم کا تذکرہ فرمایا ہے اس کے بارے میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے صاحب معالم التنزیل ص ۱۵۳ ج ۴ نے اس پر لمبا مضمون سپرد قلم فرمایا ہے اتنی بات تو تقریباً سبھی نے لکھی ہے کہ تبع یمن کے بادشاہ کا لقب تھا جیسے قیصر وکسریٰ، اور نجاشی اپنے اپنے علاقوں کے بادشاہوں کے القاب تھے اسی طرح یمن کے بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا یہ کون سا تبع تھا جس کا آیت بالا میں ذکر ہے؟ اس کا نام اسعد بن ملیک اور کنیت ابو کرب لکھی ہے محمد بن اسحٰق (صاحب السیرۃ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ تبع مدینہ منورہ کے راستے سے گزر رہا تھا اس نے اہل مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا جب اہل مدینہ کو اس کا پتہ چلا تو یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ میں سے دو عالم کعب اور اسد نامی اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اے بادشاہ تو ایسا نہ کر اگر تو ہماری بات نہیں مانتا تو جان ہمیں ڈر ہے کہ تجھ پر جلد ہی عذاب نازل ہو جائے گا کیونکہ یہ ایک نبی کا دار الہجرۃ ہے وہ قریش سے ہوں گے نام محمد ہوگا ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی یہ سن کر وہ اپنے ارادے سے باز آ گیا پھر ان دونوں عالموں نے اسے اپنے دین کی دعوت دی اس نے ان کا دین قبول کر لیا یعنی یہودیت کو اپنا دین بنا لیا اس کے بعد وہ مدینہ منورہ سے چلا گیا اس کے ساتھ کچھ یہودی جن میں وہ دونوں عالم بھی تھے (جنہوں نے اسے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے سے روکا تھا) یمن جانے کے لیے روانہ ہو گئے راستے میں قبیلہ بنی ہذیل کے کچھ لوگ ملے انہوں نے تبع سے کہا کہ ہم تمہیں ایک ایسا گھر بتاتے ہیں جس میں موتی زمرد اور چاندی کا خزانہ ہے اس نے سوال کیا کہ وہ کون سا گھر ہے انہوں نے بتایا کہ وہ گھر مکہ معظمہ میں ہے بنی ہذیل کا مقصد اس کی خیر خواہی نہ تھی بلکہ اسے ہلاک کروانا مقصود تھا وہ جانتے تھے کہ اس بیت پر جس نے بھی حملہ کا ارادہ کیا وہ ضرور ہلاک ہوا۔

تبع نے لوگوں کی بات سن کر انہیں یہودی علماء سے مشورہ لیا جو اس کے ساتھ تھے ان لوگوں نے کہا تو اس پر حملہ آور مت ہو ہمارے علم میں صرف یہی ایک گھر ہے جس کی اللہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو وہاں نماز بھی پڑھ، قربانی بھی کر، اور سر بھی مونڈ یہ لوگ تیری دشمنی کے لیے ایسا مشورہ دے رہے ہیں، علماء یہود نے جب اسے ایسا مشورہ دیا تو اس نے بنی ہذیل کے چند لوگوں کو پکڑا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے اور اندھا کرنے کے لیے ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی اور انہیں سولی پر چڑھا دیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر اس نے کعبہ شریف کو پردہ پہنایا اور وہاں جانور ذبح کیے وہاں چند دن قیام بھی کیا، طواف بھی کیا اور حلق بھی کیا جب تبع مکہ معظمہ سے جدا ہوا اور یمن کے قریب پہنچا تو قبیلہ بنی حمیر کے لوگ آڑے آ گئے تبع اسی قبیلہ سے تھا اور کہنے لگے کہ تو ہمارے پاس ہرگز نہیں آ سکتا کیونکہ تو ہمارے دین سے جدا ہو گیا، تبع نے انہیں اپنے دین کی دعوت دی اور ان سے کہا کہ میں نے جو دین اختیار کیا ہے تمہارے دین سے بہتر ہے پھر انہوں نے آگ کو حکم یعنی فیصلہ کرنے والی چیز بنایا اس پر آگ نے اہل یمن کے بتوں کو اور جو کچھ انہوں نے بتوں پر چڑھاوے چڑھائے تھے ان سب کو جلا دیا اور یہودی علماء کو دیکھ کر آگ پیچھے ہٹ گئی یہاں سے یمن میں دین یہودیت پھیلنے کی ابتداء ہوئی تبع نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی بعثت سے سات سو سال پہلے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً ایک سو سال پہلے ایمان لے آیا حضرت

Marfat.com

عائشہؓ فرماتی تھیں کہ تبع کو برا نہ کہو وہ نیک آدمی تھے۔ اس کے بعد صاحب معالم التنزیل نے حضرت سہل بن سعدؓ سے یہ حدیث نقل کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تبع کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ یہ حدیث مسند احمد ص ۳۴۰ جلد ۵ میں مذکور ہے۔ پھر بحوالہ مصنف عبدالرزاق حدیث نقل کی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا غیر نبی۔

ان روایات سے یہ تو ثابت ہوا کہ تبع اچھے آدمی تھے لیکن ان کی قوم کب اور کیسے ہلاک ہوئی اس کا پتہ نہیں چلتا جب کہ سورۂ ق میں اور سورۂ دخان میں قوم تبع کے ہلاک کیے جانے کی تصریح ہے اگر معالم التنزیل کے بیان سے یہ سمجھ لیا جائے کہ باوجود یہ کہ آگ نے فیصلہ کردیا تھا پھر بھی تبع کی قوم ایمان نہ لائی اور کفر پر جمی رہی اور اس کی وجہ سے ہلاک ہوئی تو یہ قرین قیاس ہے یہاں تک لکھنے کے بعد تفسیر ابن کثیر میں دیکھا انہوں نے اس تبع کا نام اسعد بتایا ہے اور کنیت ابو کریب لکھی ہے اور باپ کا نام ملیکہ لکھا ہے اور یہ بھی لکھا کہ اس نے ۳۲۶ سال تک حکومت کی اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی قوم نے اس کی دعوت پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ لیکن جب اس کی وفات ہوگئی تو وہ لوگ مرتد ہوگئے آگ اور بتوں کی پوجا کرنے لگے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا فرمادیا جیسا کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے مفسر ابن کثیر کا فرمانا ہے کہ قوم تبع اور سبا ایک ہی قوم کا مصداق ہے۔ (ابن کثیر ص ۱۴۳، ۱۴۴: جلد ۴ اللہ اعلم بحقیقۃ احوال)

پھر فرمایا ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ﴾ اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس طور پر پیدا نہیں کیا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں۔

﴿مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (ہم نے ان دونوں کو حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) ان کے بنانے میں جو حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ اس سے ان کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کریں سورۂ یٰسین میں فرمایا ﴿اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾ (کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے جیسے پیدا فرمادے، ہاں وہ قادر ہے اور بہت پیدا کرنے والا بڑے علم والا ہے۔)

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا

﴿اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ (بلاشبہ فیصلوں کا دن ان سب کا وقت مقرر ہے) یہ مانیں یا نہ مانیں بہرحال قیامت اپنے مقررہ وقت پر آجائے گی اور حساب کتاب ہوگا۔ ﴿یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْــًٔا﴾ اس دن کوئی تعلق والا کسی تعلق والے کو کچھ بھی نفع نہ دے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ﴾ ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اہل ایمان کا تعلق ایک دوسرے کو نفع دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا آپس میں ایک دوسرے کی سفارش کردیں گے ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ بے شک وہ زبردست ہے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے الرَّحِیْمُ وہ مومن بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔

لفظ مَوْلٰی وَلِیَ یَلِیْ سے ماخوذ ہے آپس میں جن دو آدمیوں میں دوستی ہو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مولیٰ ہوتا ہے دنیاوی تعلقات قیامت کے دن ختم ہوجائیں گے کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکے گا اور دوستی اور قریبی تعلق کچھ کام نہ دے گا ہاں اللہ کی رحمت جس پر ہوجائے گی اسی کے لیے خیر ہوگی اور وہ صرف اہل ایمان کے لیے مخصوص ہے اس دن کوئی کافر کسی کافر کو نفع نہیں پہنچا سکتا ساری دوستیاں ختم ہوجائیں گی اہل ایمان میں سے جس سے اور جس کے لیے شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی اس کو نفع پہنچ جائے گا۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾
خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ اِنَّكَ

Marfat.com

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾

بلاشبہ زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ پیٹوں میں ایسا کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے اس کو پکڑو پھر اسے گھسیٹتے ہوئے دوزخ میں بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اس کے سر پر گرم پانی کے عذاب سے ڈال دو، تو چکھ لے بے شک تو تو معزز مکرم ہے۔ بیشک یہ ہی عذاب ہے جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔

دوزخیوں کے لیے طرح طرح کا عذاب ہے، زقوم ان کا کھانا ہوگا، سروں پر گرم پانی ڈالا جائے گا

گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کا انکار ذکر فرمایا پھر قیامت کا اثبات فرمایا قیامت قائم ہونے پر جو کافروں کی دوزخ میں بدحالی ہوگی ان آیات میں اس کو بیان فرمایا۔ دوزخیوں کو جہنم میں سخت بھوک لگے گی اور وہ کھانے کے لیے طلب کریں گے انہیں کھانے کے لیے جو چیزیں دی جائیں گی ان میں سے زقوم کا درخت بھی ہوگا۔ سورۂ صافات میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ درخت دوزخ کے درمیان میں سے نکلے گا اس کے گچھے ایسے ہوں جیسے سانپوں کے پھن ہوتے ہیں یہ بہت زیادہ کڑوا ہوگا جب ان کو کھانے کو دیا جائے گا تو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا (کسی بوتل وغیرہ میں ایک عرصہ تک تیل رکھا جائے اور تیل میں دوسری کسی چیز کے ذرات تیل کے گاڑھے حصے میں جم جائیں اسے تلچھٹ کہتے ہیں) زقوم دیکھنے میں بھی زیادہ بدنما ہوگا اور مزے میں بھی بہت زیادہ برا ہوگا لیکن بھوک کی مجبوری میں دوزخیوں کو کھانا ہی پڑے گا وہ پیٹ میں پہنچ جائے گا تو وہاں جا کر تیز گرم پانی کی طرح کھولے گا اس سب کے باوجود پیٹ بھر کر کھائیں گے جیسا کہ سورۂ الواقعہ میں فرمایا ﴿فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپک جائے تو دنیا والوں کی کھانے کی چیزوں کو بگاڑ کر رکھ دے اب غور کرلو کہ اس کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا زقوم ہوگا۔ (الترغیب والترہیب ج ۴: ص ۴۸۰)

اہل دوزخ کو دوزخ میں جو زقوم کھانے کو ملے گا وہ پیٹ میں جا کر گرم پانی کی طرح کھولے گا پھر اوپر سے ان کے سر پر گرم پانی ڈالنے کا حکم ہوگا یہ گرم پانی ڈالا جانا مستقل عذاب ہوگا یہاں فرمایا ﴿ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ﴾ اور سورۂ حج میں فرمایا ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ﴾ (ان کے سروں کے اوپر سے گرم پانی ڈالا جائے گا جو کاٹ دے گا ان چیزوں کو ان کے پیٹوں میں ہوں گی اور ان کے چمڑوں کو۔)

قال القرطبي والعتل أن تأخذ بتلابيب الرجل فتعتله أي تجرة اليك لتذهب به الى حبس أوبلية عتلت الرجل اعتله وأعتله عتلًا اذا جذبته جذبا عنيفا (علامہ قرطبی کہتے ہیں عتل کا معنی یہ ہے کہ تو کسی آدمی کو اس کے گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچے تاکہ اسے جیل میں یا آزمائش میں لے جائے۔ عتلت الرجل اعتله وأعتله عتلًا (جب تو اسے سختی کے ساتھ کھینچے۔)

دنیا کی بڑائی کا انجام

دوزخی وہاں ایسے عذاب میں مبتلا ہوگا حالانکہ دنیا میں بڑا عزت والا سمجھا جاتا تھا اس کا بڑا نام تھا اور شہرت تھی بادشاہ تھا صدر تھا یا وزیر تھا بڑے بڑے القاب تھے وہ اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھتا تھا دوزخ میں سخت عذاب کی وجہ سے اس کا برا حال ہوگا اس کی دنیا والی حالت یاد دلانے کے لیے (جس کو بہت بڑی کامیابی سمجھتا تھا) کہا جائے گا ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ تو یہ عذاب چکھ لے دنیا میں تو بڑی عزت والا اور بڑے اکرام والا سمجھا جاتا تھا یہ چند دن کی بڑائی اور چہل پہل پر جو لوگ جان اور دل سے فدا ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔

Marfat.com

﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾ (اہل دوزخ سے یہ بھی کہا جائے گا کہ یہ وہی عذاب ہے جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾

بلاشبہ متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے، باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے، وہ سندس، اور استبرق کا لباس پہنے ہوں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، یہ بات اسی طرح ہے، اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کردیں گے وہ لوگ اس میں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگائیں گے پہلی موت جو انہیں دنیا میں آچکی تھی اس کے سوا موت کو نہ چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا، جو آپ کے رب کی طرف سے فضل ہوگا یہ بڑی کامیابی ہے۔

متقیوں کے انعامات، باغ اور چشمے، لباس اور ازواج، ہر قسم کے پھل اور حیات ابدی

دوزخیوں کے عذاب بتانے کے بعد اہل جنت کے بعض انعامات ذکر فرمائے۔ اولاً تو یہ فرمایا کہ متقی لوگ۔ امن و امان کی جگہ میں ہوں گے یعنی جنت ایسی جگہ ہے کہ جہاں کسی قسم کا خوف و ہراس، بے اطمینانی، بے چینی نہیں ہوگی اور ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے انہیں کبھی خوف یا غم نہ ہوگا نہ وہاں سے نکالے جانے کا خطرہ ہوگا۔ ثانیاً فرمایا کہ یہ متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ثالثاً یہ فرمایا کہ سندس اور استبرق کا لباس پہنیں گے سندس باریک ریشم کو اور استبرق موٹے ریشم کو کہتے ہیں۔ رابعاً یہ فرمایا کہ آپس میں مقابل ہوکر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے گے مفسرین نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا لا یریٰ بعضهم قفا بعض یعنی اس ترتیب سے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کہ کسی کی پشت کسی کی طرف نہ ہوگی۔ خامساً یہ فرمایا کہ ہم حورعین سے ان کا نکاح کردیں گے لفظ حور حوراء کی جمع ہے (اگرچہ اردو استعمال میں حور کو مفرد سمجھا جاتا ہے) حوراء گورے رنگ کی عورت کو کہتے ہیں جس کا رنگ خوب آنکھوں میں جچ رہا ہو اور اچھا لگ رہا ہو اور عین عیناء کی جمع ہے اس کا معنی ہے بڑی آنکھوں والی عورت، اللہ تعالیٰ حورعین کو اہل جنت کے نکاح میں دے دیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے اگر کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان اور زمین کو روشن کردے اور ان دونوں کے درمیان کو خوشبوؤں سے بھردے اور فرمایا کہ یہ واقعی بات ہے کہ اس کے سر کا دوپٹہ دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے۔ (رواہ البخاری)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ ہر جنتی کی (کم از کم[1]) دو بیویاں ہوں گی ان میں سے ہر ایک ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوگی اس کی پنڈلی کا گودا باہر سے نظر آئے گا۔ (رواہ الترمذی)

سادساً یہ فرمایا کہ اہل جنت ہر قسم کے میوے طلب کریں گے۔ سابعاً فرمایا کہ وہاں انہیں کبھی بھی موت نہیں آئے گی دنیا میں جو موت آگئی تھی اس کے بعد اور کسی موت کا خطرہ نہ ہوگا۔ ثامناً یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دوزخ سے بچالے گا عذاب دوزخ سے بچانا اور جنت میں داخل فرمانا یہ سب محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا (اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی کا کچھ واجب نہیں ہے یہ اس کا فضل ہے کہ اس

[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ ہر جنتی کے لیے کم از کم دو بیویاں ہوں گی۔

Marfat.com

نے ایمان پر اور اعمال صالحہ پر جنت دینے کا اور دوزخ سے محفوظ فرمانے کا وعدہ فرمالیا ہے۔)

آخر میں فرمایا ہے ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (یہ جو کچھ مذکور ہوا بڑی کامیابی ہے اس میں اہل دنیا کو تنبیہ ہے کہ تم جس چیز کو کامیابی سمجھ رہے ہو وہ فانی چیزیں ہیں جنت کی طرف رخ کرو، اور اس کے اعمال میں لگو وہاں جو ملے گا وہ بڑی کامیابی ہے۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

سو بات یہی ہے کہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں سو آپ انتظار کیجیے، بلاشبہ وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے، آپ انتظار کریں، یہ لوگ بھی منتظر ہیں

یہ سورۃ الدخان کی آخری دو آیتیں ہیں یہ سورت قرآن کریم کی قسم کھانے اور مبارک رات میں نازل فرمانے کے ذکر سے شروع ہوئی تھی آخر سورت میں پھر قرآن کا تذکرہ فرمایا کہ ہم نے اس کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے آپ کی زبان عربی ہے یہ بھی عربی ہے آپ اسے پڑھیں اور ان کے سامنے بیان کریں تا کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں نیز یہ فرمایا کہ آپ انتظار فرمائیں یہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں یعنی اگر یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کرتے اور اس انتظار میں ہیں کہ آپ کو تکلیف پہنچ جائے تو آپ سمجھ لیں ان کے انتظار اور آرزو سے کچھ ہونے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا جیسا کہ سورۃ الطور میں فرمایا ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ﴾ (بلکہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہم اس کے بارے میں موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں آپ فرما دیجیے تم انتظار کرو سو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔)

وھذا آخر ما وفق اللّٰہ تعالیٰ فی تفسیر سورۃ الدخان والحمد للّٰہ الرحمن المنان، والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید ولد عدنان، وخیر الانس والجان، وعلی اله وصحبه أصحاب العلوم والعرفان، من تبعهم باحسان الی ان یتناوب الملوان ویتعاقب النیران۔

(وکان ذلك فی الیوم الرابع من الشهر الثالث من ۱۴۱۸ھ)

Marfat.com

ایاتہا ۳۸ ۴۵ سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۵ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۂ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۳۸ آیات اور ۴ رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ
لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾ وَ فِیْ خَلْقِکُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ
النَّهَارِ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ
اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ
یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾

حٰمٓ۔ اتارنا ہے کتاب کا اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے، بلاشبہ آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں مومنین کے لیے، اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جو چوپائے اللہ تعالیٰ پھیلاتا ہے ان کے پیدا کرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں، اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں اور جو رزق اللہ نے آسمان سے اتارا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ فرما دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں، یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں، سو یہ لوگ اللہ کے اور اس کی آیات کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

یہ کتاب عزیز و حکیم کی طرف سے ہے، آسمان اور زمین، انسان کی تخلیق، لیل و نہار کے اختلاف اور بارش کے نزول میں معرفت الٰہیہ کی نشانیاں ہیں

ان آیات میں اول تو یہ فرمایا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ عزیز بھی ہے حکیم بھی ہے، اس کے بعد توحید کی نشانیاں بیان فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، اہل ایمان ان کو دیکھتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ تمہارے پیدا کرنے میں اور جو چوپائے زمین میں پھیلا رکھے ہیں ان سب میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں اور دلائل ہیں جو لوگ یقین رکھتے ہیں اس طرح رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو آسمانوں سے رزق نازل فرمایا یعنی بارش جس کے ذریعے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ فرمایا یعنی اس کی خشکی کو دور فرما کر اس میں لہلہاتی ہوئی کھیتیاں اور سبزیاں پیدا فرما دیں اور ہوا کو بھیج کر جو مختلف کاموں میں لگایا جو کبھی پورب کو جاتی ہیں اور کبھی پچھم کو کبھی گرم ہے، کبھی ٹھنڈی، کبھی نفع دینے والی ہے، کبھی ضرر پہنچانے والی ان سب چیزوں میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں عقل والے دیکھتے اور سمجھتے ہیں یہ سب امور قادر مطلق جل شانہٗ کی مشیت اور ارادہ سے وجود میں آتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ آیات جن کو ہم حق کے ساتھ آپ پر تلاوت کرتے ہیں جو وحی کے ذریعے آپ تک پہنچتی ہیں یہ آپ کو فرشتہ سناتا ہے پھر آپ کے ذریعے آپ کے مخاطبین کو پہنچتی ہیں لیکن یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ان آیات کو سننے کے بعد ان کو کیا

Marfat.com

انتظار ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل سامنے آ گئے۔ اس کی آیات جو وحی کے ذریعے آپ تک پہنچیں آپ سے ان لوگوں نے سنیں ان پر وہ ایمان نہیں لائے اس سب کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٧﴾ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩﴾ مِّن وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يُغْنِي عَنْهُم مَّا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾ هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿١١﴾

بڑی خرابی ہے ہر جھوٹے کے لیے جو نافرمان ہے اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے روبرو پڑھی جاتی ہے۔ پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اصرار کرتا ہے گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو آپ دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیے، اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کو جان لیتا ہے تو ان کا مذاق بناتا ہے ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، ان کے آگے دوزخ ہے انہوں نے دنیا میں جو کچھ کمایا اور اللہ کے سوا انہوں نے جو کارساز بنائے ان میں سے انہیں کوئی بھی کچھ بھی نفع نہیں دے گا، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے یہ ایک بڑی ہدایت ہے۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے عذاب ہے سختی والا دردناک۔

ہر جھوٹے، گنہگار اور متکبر اور منکر کے لیے عذاب الیم ہے

قریش مکہ میں جو لوگ ایمان نہیں لائے ان میں بعض لوگ کفر و شرک کے سرغنہ ہوئے تھے۔ جو اسلام قبول نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی قبول نہیں کرنے دیتے تھے ان میں سے ابوجہل بھی تھا اور نضر بن حارث بھی، معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی یہ عجمیوں کی باتیں (قصے کہانیاں) خرید کر لاتا تھا اور لوگوں کو سناتا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ جائیں اور قرآن شریف نہ سنیں۔ جس کا کچھ بیان سورۂ لقمان کے پہلے رکوع میں آیت کریمہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ شان نزول خواہ کسی ایک شخص کے بارے میں ہو، لیکن الفاظ کا عموم ہر اس شخص کو شامل ہے جو اپنے عمل اور کردار سے آیت کے مفہوم کے مصداق ہو ارشاد فرمایا کہ ہر اَفَّاکٍ یعنی خوب جھوٹ بولنے والے اور ہر اثیم یعنی بڑے گنہگار کے لیے ویل ہے یعنی خرابی اور بربادی اور ہلاکت ہے (جس شخص کے بارے میں آیت نازل ہوئی وہ چونکہ بہت جھوٹا اور بہت بڑا گنہگار تھا اس لیے یہ دونوں لفظ لائے گئے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تھوڑا جھوٹ اور تھوڑے گناہ جائز ہیں۔)

اس بڑے جھوٹے اور بڑے گنہگار کی صفت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ﴾ (یہ اللہ کی آیات کو سنتا ہے جو اس پر پڑھی جاتی ہیں) ﴿ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا﴾ پھر وہ اپنے کفر پر اور شرارت پر اور گنہگاری پر اصرار کرتا ہے اس کا یہ اصرار تکبر کرنے کی حالت میں ہے ﴿كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا﴾ (وہ تکبر کرتے ہوئے اس طرح بے رخی اختیار کر لیتا ہے کہ گویا اس نے اللہ کی آیات کو سنا ہی نہیں) ﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (سو آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں) یہ شخص یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں بڑا ہوں سردار بنا ہوا ہوں ہمیشہ اس حال میں رہوں گا یہ دنیا فانی ہے تھوڑی سی ہے پھر مرنا بھی ہے، موت کے بعد اللہ کے رسول ﷺ اور کتاب کو جھٹلانے

Marfat.com

والے دردناک عذاب میں داخل ہوں گے۔

اَفَّاك اور اثیم (جس کا ذکر اوپر ہوا) کی مزید بے ہودگی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا﴾ (یعنی ہماری آیات میں سے کوئی آیت اس کے پاس پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کا مذاق بناتا ہے یعنی تمسخر کرتا ہے) ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ﴾ (ان کے آگے دوزخ ہے اپنے شرک کی وجہ سے اس میں داخل ہوں گے) ﴿وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ اور انہوں نے جو بھی کچھ کمایا وہ انہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا اور اللہ کے سوا جو انہوں نے اپنے خیال میں اولیاء یعنی کارساز بنا رکھے تھے وہ بھی کچھ نفع نہ دیں گے ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔)

﴿هٰذَا هُدًى﴾ (یہ قرآن سراپا ہدایت ہے اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا لازم ہے) مذکورہ صفات سے متصف ہونے والوں کے لیے تینوں طرح کا عذاب بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ (الآیۃ) اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب کا بڑا حصہ ہوگا جو دردناک ہوگا وہاں کا عذاب الیم بھی ہے یعنی دردناک اور ﴿مُّهِيْنٌ﴾ ہے یعنی ذلیل کرنے والا اور عظیم یعنی بڑا بھی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو، اور جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر بنا دیا، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔

تسخیر بحر اور تسخیر مافی السموٰت والارض میں فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور دلائل توحید بیان فرمائے ہیں۔

اولاً سمندر کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر فرما دیا یعنی تمہاری ضرورتوں میں کام آنے والا بنا دیا اس تسخیر کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلتی ہیں ان کشتیوں میں سفر کرتے ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سامان بھی لے جاتے ہو اور اللہ کا فضل بھی تلاش کرتے ہو تجارت کے ذریعے فائدہ اٹھاتے ہو سمندر میں غوطے مارتے ہو موتی نکالتے ہو شکار پکڑتے ہو یہ سب اللہ کا فضل ہے تمہیں چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرو، ثانیاً یہ فرمایا کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں جو چیزیں ہیں اللہ نے ان کو تمہارے کام میں لگا دیا یعنی ان چیزوں کو تمہارے کام میں آنے والا بنا دیا، یہ چیزیں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے مسخر ہیں اللہ کی مشیت اور ارادہ کے مطابق تمہارے منافع کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں بعض منافع آخرت سے متعلق ہیں آخر میں فرمایا کہ یہ جو سب کچھ مذکور ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں فکر کرنے والے لوگوں کے لیے (جو لوگ فکر کرتے ہیں وہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔)

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

Marfat.com

آپ ایمان والوں سے فرما دیجیے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے ایام کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللہ ہر قوم کو اس کی جزا دے جو کماتے ہیں، جو شخص نیک کام کرے سو وہ اسی کی جان کے لیے ہے اور جو شخص کوئی برا کام کرے اس کا وبال اسی کے نفس پر ہے، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آپ اہل ایمان سے فرما دیں کہ منکریں سے درگزر کریں، ہر شخص کا نیک عمل اسی کے لیے ہے، اور برے عمل کا وبال بھی عمل کرنے والے پر ہے

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ ﴿یَغْفِرُوْا﴾ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے تقدیر عبارت یوں ہے قُلْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا غَفِرُوْا یَغْفِرُوْا یعنی آپ اپنے ایمان والوں سے فرما دیں کہ درگزر کر وہ اس پر عمل کرتے ہوئے ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں کرتے یعنی کافر لوگ جنہیں اس کا خیال نہیں کہ اللہ تعالیٰ دنوں کو پلٹ دیتا ہے ہمیشہ یکساں زمانہ نہیں رہتا وہ دشمنوں سے انتقام لے لیتا ہے، صاحب روح المعانی نے اس کی دوسری تفسیر حضرت مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے یوں نقل کی ہے کہ ان لوگوں سے درگزر فرمائیں جنہیں ان اوقات کی امید نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ثواب دینے کے لیے مقرر فرمائے ہیں جن میں مومنین کو کامیابی حاصل ہوگی یعنی وہ لوگ آخرت کو مانتے ہی نہیں ان سے درگزر کریں، پھر بعض علماء کا یہ قول بھی لکھا ہے کہ یہ آیت قتال کا حکم نازل ہونے سے پہلے نازل ہوئی تھی جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور بعض علماء کا قول نقل کیا ہے کہ نسخ نہیں ہوا بلکہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو دشمنوں کی طرف سے ہوتی رہتی ہیں جن سے ایذا پہنچتی ہے یا وحشت ہوتی ہے ان باتوں سے درگزر کرنا مراد ہے۔

﴿لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾ (یعنی آپ ایمان والوں کو درگزر کرنے کا حکم دیں وہ درگزر کریں، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی انہیں جزا دے گا اور کافروں کے عمل کی کافروں کو سزا دے گا۔)

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ (جو شخص نیک عمل کرے سو وہ اسی کی جان کے لیے ہے) ﴿وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا﴾ (اور جس نے برے کام کیے ان کا وبال اسی پر ہوگا) ﴿ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ (پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) اہل ایمان کو ایمان کا، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا ثواب ملے گا اور ان کے مخالفین کافرین اور مشرکین اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اور حکم عطا کیا اور نبوت دی، اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور جہانوں پر فضیلت دی، اور ہم نے دین کے بارے میں انہیں کھلی کھلی دلیلیں عطا کیں، سو انہوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آگیا آپس کی ضدا ضدی کی وجہ سے، بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور میں ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے۔

بنی اسرائیل پر طرح طرح کے انعامات، کتاب حکم اور نبوت سے سرفراز فرمانا، طیبات کا عطیہ، اور جہانوں پر فضیلت

یہ دو آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اور حکم دیا۔ بعض حضرات نے حکم کا ترجمہ فقھہ

Marfat.com

فی الدین. کیا ہے اور بعض حضرات نے اس سے حکمتیں مراد لی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت بھی دی یعنی ان میں کثرت سے نبی بھیجے سورۂ مائدہ میں فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بہت سے پیغمبر بنائے اور تم کو صاحب ملک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔)

﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ﴾ (اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزیں دیں) یعنی عمدہ اور حلال اور لذت والی چیزیں عطا فرمائیں ﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ﴾ (اور ہم نے انہیں جہانوں پر فضیلت دی ان کے زمانہ میں جو لوگ تھے بنی اسرائیل کو ان پر فضیلت عطا فرمائی۔)

﴿وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ (اور ہم نے انہیں دین کے بارے میں کھلے ہوئے واضح دلائل عطا فرمائے) جن میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات بھی تھے۔ صاحب روح المعانی نے بعض حضرات کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی نشانیاں مراد ہیں یہودیوں کو آپ کی بعثت کی نشانیاں معلوم تھیں لیکن جب آپ تشریف لائے تو یہ لوگ جانتے ہوئے آپ کی بعثت اور رسالت کا یقین ہوتے ہوئے منکر ہو گئے۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ (پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ پہچانتے ہیں اس کا انکار کر بیٹھے۔)

﴿فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ﴾ (سو انہوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد ان کے پاس علم آ گیا آپس کی ضد اضدی کی وجہ سے)

﴿بَغْیًا﴾ کا ایک مطلب تو یہی ہے کہ آپس کی ضد اضدی کی وجہ سے اختلاف میں لگ گئے دلائل واضح سامنے ہوتے ہوئے حق سے منہ موڑا اور ریاست اور چوہدراہٹ کی وجہ سے اختلافات میں پڑ گئے اور ایک معنی یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد کرتے ہوئے آپس میں اختلاف کیا پہلے تو آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ جب آپ تشریف لے آئے تو کہنے لگے کہ عرب میں سے کیسے کوئی شخص نبی ہو سکتا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا ہے کہ تم میں سے ہمیشہ نبی آتا رہے گا ان میں سے صرف چند ہی آدمی مسلمان ہوئے اور آج تک اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے دنیاوی ریاست اور چوہدراہٹ کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے بغاوت کی اور انبیاء کرام کو قتل کر دیا یہی حال آپ کے زمانہ کے مشرکین کا ہے ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آ گئی ہیں لیکن دنیاوی ریاست کے چلے جانے کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کرتے ﴿اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾ (بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے۔)

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

پھر ہم نے آپ کو ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اس کا اتباع کیجیے اور ان لوگوں کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجیے جو نہیں جانتے، بلاشبہ

Marfat.com

وہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کو کچھ نفع نہیں دے سکتے اور بے شک ظلم کرنے والے ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور اللہ متقیوں کا دوست ہے یہ قرآن لوگوں کے لیے دانشمندیوں کا اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

ہم نے آپ کو مستقل شریعت دی ہے، کفار آپ کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے، وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، اور اللہ متقیوں کا ولی ہے

یہ تین آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے بعد ہم نے آپ کو ایک شریعت دی ہے جو دین سے متعلق ہے قال القرطبی أی علی منهاج واضح من امر الدین یشرع بك من الحق (علامہ قرطبی فرماتے ہیں یعنی آپ کو دین حق کی جو شریعت (قانون) دی ہے اس کے واضح راستہ پر چلتے رہیں) سو آپ اس کا اتباع کریں اور ان لوگوں کا اتباع نہ کریں جو نہیں جانتے یعنی قریش مکہ جو آپ کا دین قبول کرنے کے بجائے اپنے باپ دادوں کا دین قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں ان کا اتباع نہ کیجیے۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ یہ لوگ آپ کو اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتے یعنی اگر آپ نے ان کے دین کا اتباع کرلیا اور اس پر اللہ کی طرف سے گرفت ہوگئی تو یہ لوگ ذرا بھی آپ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ﴾ ظالم لوگ یعنی کفار، مشرکین اور منافقین اور یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی نیت رکھتے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ اور اللہ متقیوں کا ولی ہے وہ دنیا میں بھی ان کی مدد فرماتا ہے اور آخرت میں بھی مدد فرمائے گا۔

تیسری آیت میں قرآن مجید کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگوں کے لیے دانشمندیوں کا ذریعہ ہے اس میں غور کریں تو بصیرت کی باتیں پائیں گے۔ مزید فرمایا کہ قرآن ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

جن لوگوں نے برے کام کیے کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے، یہ برا فیصلہ کرتے ہیں، اور اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کے ساتھ اور تاکہ ہر جان کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے، اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

کیا گنہگار یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں اہل ایمان اور اعمال صالحہ والوں کے برابر کردیں گے

یہ دو آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں اہل باطل کے اس گمان کی تردید فرمائی کہ جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ہم سے بڑھ کر درجے والے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمیں مال دیا ہے آخرت میں بھی ہمیں نعمتیں دی جائیں گی جیسا کہ سورۂ حم سجدہ میں بعض لوگوں کا قول نقل کیا ہے ﴿وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْۤ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی﴾ (اور اگر میں اپنے رب کی طرف واپس کردیا گیا تو بلاشبہ میرے لیے اچھی حالت ہوگی۔)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجرمین کفار و مشرکین یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم میں اور ان لوگوں میں کوئی فرق نہیں جو ایمان لائے اور

Marfat.com

اعمال صالحہ کیے ان کا یہ خیال غلط ہے یہ بات نہیں ہے کہ ہم دونوں فریق کی زندگی اور موت کو برابر کردیں گے دنیا میں مومنین کی زندگی اور ہے اور وہ فرمانبردار ہیں اور موحد ہیں اللہ کے دین پر ہیں اگر چہ مال نہ ہو اور کافر منکر ہیں اپنے خالق کے باغی اور نافرمان ہیں پھر موت کے بعد مومن کو نعمتیں ملیں گی جنت میں داخل ہوں گے اور کافر عذاب میں مبتلا ہوں گے، دوزخ میں جائیں گے لہٰذا نہ دونوں کی زندگی برابر ہے اور نہ دونوں کی موت برابر۔ مومن دنیا میں بھی کافر سے بہتر ہے اور آخرت میں بھی کافر سے بہتر ہوگا کافروں کا یہ خیال کرنا کہ موت کے بعد ہم مومنین سے اچھی حالت میں رہیں گے یہ ان کی جہالت کی بات ہے جھوٹا اور غلط خیال ہے اسی کو فرمایا ﴿سَاءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ (برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں) قال صاحب الروح قوله عزوجل سواء بدل من الكاف بناء على انها بمعنى مثل وقوله تعالىٰ محياهم ومماتهم فاعل سواء اجرى مجرى مستو كما قالو مررتُ برجل سواء هو والعدم اھ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں سواءً بدل ہے کاف سے اس بنیاد پر کہ کاف مثل کے معنی میں ہے۔ اور مَحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سواءً کا فاعل ہے جو کہ مُستو کا قائم مقام ہے جیسا کہ کہتے ہیں مررت برجل سواء هو والعدم میں ایسے آدمی کے پاس سے گذرا کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔)

دوسری آیت میں فرمایا کہ ہر نفس کو اور زمینوں کو حق (یعنی حکمت) کے ساتھ پیدا فرمایا اور اس لیے پیدا فرمایا کہ انہیں دیکھنے والے یہ سمجھ لیں کہ ہر نفس کو اس کے اپنے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو دیکھنے والے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کریں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ جس ذات نے ان کو پیدا فرمایا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ فرمادے حساب کتاب کے لیے حاضر کردے اور ان کے اعمال کی جزاء، سزا دیدے۔ سورۃ الاحقاف میں فرمایا ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور اُن کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے کیوں کر نہیں بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

وقوله تعالىٰ لتجزىٰ كل نفس بما كسبت معطوف على لفظة بالحق اى خلقها ليدل سبحانه وتعالىٰ بها على قدرته وليعلم الناس أنه تعالىٰ يجزى كلَّ نفس بما كسبت فان الخالق جل مجده لم يخلق السمٰوٰت والارض عبثا بلا حكمةٍ ولا الانس والجان عبثاً بل خلقهم ليجزيهم باعمالهم قال تعالىٰ ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾

﴿لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ بِالْحَقِّ کے لفظ پر معطوف ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس لیے پیدا کیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنی قدرتؐ کی دلیل دے اور تا کہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کے کیے کا بدلہ دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمینوں کو بے فائدہ اور بے حکمت پیدا نہیں فرمایا اور نہ انسان وجن بے کار پیدا ہوئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا تا کہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ

Marfat.com

اللّٰہُ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یَجۡمَعُکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ع

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا اور اس کے کانوں پر اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، سوکون ہے جو اللہ کے بعد اس شخص کو ہدایت دے گا، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اور ان لوگوں نے کہا کہ نہیں ہے یہ مگری ہماری دنیا والی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرے گا مگر زمانہ، اور انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں، یہ لوگ صرف گمان کرتے ہیں، اور جب ان کے اوپر ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی حجت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر موت دیتا ہے پھر تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اے مخاطب کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا

ان آیات میں مشرکین کی گمراہی بتلائی کہ وہ غیر اللہ کی بھی عبادت کرتے ہیں اور وقوع قیامت کا بھی انکار کرتے ہیں ان لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کی خواہش ہی کو معبود بنا رکھا ہے جس کی عبادت کرنے کو جی چاہتا ہے اسی کی عبادت کرنے لگ جاتے ہیں کبھی پتھر کے سامنے جھکے عاجزی کررہے ہیں کبھی اس پتھر کو سجدہ کیے ہوئے نظر آتے ہیں، علامہ قرطبی نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ عرب کے مشرکین کا یہ طریقہ تھا کہ کسی پتھر کو پوجنے لگتے تھے پھر جب اس سے اچھا پتھر نظر آجاتا تھا تو پہلے پتھر کو پھینک دیتے تھے اور دوسرے پتھر کو پوجنے لگتے تھے یعنی ان کا معبود ان کی نفس کی خواہش کے مطابق ہوتا تھا۔

آیت کا دوسرا معنی مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ آپ نے انہیں دیکھا جو اپنے نفس کے پابند ہیں؟ انہیں ہدایت سے کوئی محبت نہیں اور گمراہی سے کوئی نفرت نہیں جو نفس چاہتا ہے وہی کہتے ہیں اور وہی کرتے ہیں یہ تفسیر پہلے مفہوم کو بھی شامل ہے عربی میں ھَوٰی خواہش نفس کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن مجید میں جتنی جگہ بھی ھَوٰی کا ذکر ہے مذمت کے ساتھ ہی ہے سورۃ القصص میں فرمایا ﴿وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰہُ بِغَیۡرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ﴾ (اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جس نے اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کا اتباع کیا)

اتباع ھَوٰی کے بارے میں ضروری تنبیہ

جیسا کہ نفس کی خواہش کفر پر جما کر رکھتی ہے اور اسلام قبول کرنے سے باز رکھتی ہے اسی طرح بہت سے مدعیان اسلام بھی نفس کے پابند ہونے کی وجہ سے بڑھ چڑھ کر گناہ کرتے ہیں جو نفس کی خواہش ہوتی ہے وہی کرتے ہیں نمازیں بھی چھوڑتے ہیں، زکوتیں بھی حساب کرکے نہیں دیتے حرام مال بھی کماتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں دشمنوں کی طرح شکل وصورت بناتے ہیں اور ان جیسا لباس پہنتے ہیں اور طرح طرح کے گناہوں کے مرتکب رہتے ہیں اتباع ھَوٰی یعنی نفس کی خواہش پر چلنا برباد کردینے والی چیز ہے اور نفس کی مخالفت کرنا کامیابی کا راستہ ہے سورۃ النازعات میں فرمایا ﴿وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفۡسَ عَنِ الۡھَوٰی فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ھِیَ الۡمَاۡوٰی﴾ (اور لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔)

مؤمن بندہ پر لازم ہے کہ نفس کی خواہشوں سے خبردار رہے جائز اور حلال خواہش پوری کرنے کی اجازت ہے لیکن اگر نفس کی ہر خواہش پورا کرنے کے پیچھے پڑا تو نفس تباہ کرکے چھوڑے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو کرے اور

Marfat.com

موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگا دیا اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھتا رہا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں نجات دینے والی یہ چیزیں ہیں۔

(۱) پوشیدہ اور ظاہر طریقے پر اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا۔

(۲) رضامندی اور ناراضگی میں حق بولنا۔

(۳) مالداری اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرنا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔

(۱) نفس کی خواہش جس کا اتباع کیا جائے۔

(۲) کنجوسی جس کی اطاعت کی جائے۔

(۳) انسان کا اپنے نفس پر اترانا اور یہ ان میں سب سے زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۴)

مومن پر لازم ہے کہ نفس کی خواہشوں کو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے تابع کردے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے ﴿لَایُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰) البتہ اس کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے نفس کو دبانا پڑتا ہے اور اسے خیر کے لیے آمادہ کرنا پڑتا ہے۔

﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ﴾ (اور اسے اللہ نے علم والا ہوتے ہوئے گمراہ کر دیا) ﴿وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً﴾ یہ تینوں جملے پہلے جملہ پر معطوف ہیں چاروں جملوں کا ترجمہ یوں ہوا کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ فرما دیا اور اس کے کانوں پر اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ﴿فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ﴾ (سو اللہ کے گمراہ کرنے کے بعد اسے کون ہدایت دے گا) ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے) درحقیقت نفس کی خواہشوں کے پیچھے چلنا انسان کی بربادی کا سب سے بڑا سبب ہے اتباع ھویٰ کرتے کرتے اور جی چاہی زندگی پر چلتے چلتے قبول حق کی استعداد ختم ہو جاتی ہے پھر علم بھی کام نہیں دیتا جانتے اور سمجھتے ہوئے حق کو قبول نہیں کرتا کان بھی حق سننے کو تیار نہیں اور دل بھی قبول نہیں کرتا اور آنکھوں پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے اتنی دور کی گمراہی میں پڑ جانے کے بعد ہدایت پر آنے کی کوئی بھی امید نہیں رہتی۔

قولہٗ تعالیٰ: ''علی عِلْمٍ'' یجوز ان یکون حالا من الفاعل ای اضله الله عالما بانهٗ من اهل الضلال فی سابق علمه، ویجوزان یکون حالا من المفعول أی أضله عالما بطریق الهدی۔

﴿عَلٰی عِلْمٍ﴾ یہ بھی جائز ہے کہ یہ فاعل سے حال ہو یعنی اللہ نے اسے گمراہ کیا اپنے ازلی علم سے یہ جانتے ہوئے کہ یہ گمراہوں میں سے ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مفعول سے حال ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کیا اس حال میں یہ ہدایت کا راستہ جانتا تھا۔ ﴿فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو گمراہ کرنے کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔

وقوله تعالیٰ: فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ای من بعد اضلال الله اياه وقيل معناه فمن يهديه غير الله

Marfat.com

دہریوں کی جاہلانہ باتیں اور ان سے ضروری سوال

اس کے بعد مشرکین کے انکار قیامت کا تذکرہ فرمایا ﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا﴾ ان لوگوں نے کہا کہ جس کا نام زندگی ہے وہ ہماری اس دنیا والی زندگی کے سوا کچھ نہیں ہے ہمیں ایک ہی بار یہ زندگی ملی ہے مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا نہیں ﴿نَمُوْتُ وَنَحْيَا﴾ موت وحیات کا یہ سلسلہ جاری ہے ہم مرجائیں گے اور ہماری اولاد اس دنیا میں پیچھے زندہ رہ جائے گی پھر وہ بھی مرجائیں گے اور ان کی اولاد زندہ رہ جائے گی یہ قیامت کا آنا اور حساب کتاب ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ﴾ اور ہمیں ہلاک نہیں کرے گا مگر زمانہ۔ عموماً منکرین اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ زمانہ ہی سب کچھ کرتا ہے دنیا میں آتے ہیں مرجاتے ہیں قیامت اور حساب و کتاب کچھ نہیں ان میں بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بھی قائل ہیں لیکن موت اور حیات اور انقلابات اور حوادث اور مصائب کو زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جب تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ زمانہ نے ایسا کیا اور زمانہ کو جو برا کہتے ہیں یہ برا کہنا اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچتا ہے کیونکہ سب کچھ حوادث اور انقلابات اسی کی مشیت اور ارادہ سے وجود میں آتے ہیں اور زمانہ خود اسی کی مخلوق ہے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کو نہیں مانتے اور ہر نشیب وفراز کو زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں نہ عالم کی ابتداء کے قائل ہیں اور نہ انتہا کے، ان کو عرف عام میں دہریہ کہا جاتا ہے ان لوگوں سے اگر بات کی جائے کہ زمانہ تو رات دن گزرنے کا نام ہے اس میں کوئی تاثیر نہیں پھر زمانہ میں تو خود تغیرات ہیں وہ فاعل مختار کیسے ہوسکتا ہے اور یہ جو مخلوق کی انواع واقسام ہیں اور آپس میں امتیازات ہیں انسانوں میں قلب ہے اور جوارح ہیں، اور درخت ہیں ان کے پھل مختلف ہیں مزے مختلف ہیں، جانور کی صورتیں اور ان کے اعمال مختلف ہیں اور اس طرح کے ہزاروں امتیازات ہیں یہ صرف رات دن کے گزرنے سے وجود میں سے کیسے آگئے، آم کا پھل بڑا اور جامن کا چھوٹا کیوں ہے کھجور کا تنا لمبا کیوں ہے اس کے پھل چھوٹے کیوں ہیں بڑے بڑے سمندروں کا پانی شور کیوں ہے میٹھا کیوں نہیں ہوتا، کسی کے اولاد ہوتی ہی نہیں کسی کے صرف لڑکے ہوتے ہیں کسی کے صرف لڑکیاں ہوتی ہیں تو ان سب باتوں کے جواب سے دہریہ عاجز رہ جاتے ہیں۔

﴿وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾ (اور انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے بارے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے) ﴿اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ (بس اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں) ان لوگوں کی ان باتوں کی وجہ سے قیامت رک نہ جائے گی، وہ ضرور واقع ہوگی جو اس کے منکروں کے لیے عذاب شدید کا باعث بنے گی۔

منکرین قیامت کی حجت بازی

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ﴾ اور جب ان کے اوپر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جن میں قیامت واقع ہونے کا بھی تذکرہ ہوتا ہے اور اس کے امکان اور وقوع کے دلائل دیئے جاتے ہیں تو اصلی دلیل سے عاجز ہوکر کٹ حجتی پر اتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت آنے کی جو خبر دے رہے ہو اگر تمہارا یہ خبر دینا سچ ہے تو ہمارے باپ دادوں کو سامنے لے آؤ جنہیں مرے ہوئے زمانہ دراز گزر چکا ہے اگر وہ لوگ زندہ ہوکر سامنے آجائیں تو ایک تو ہمیں موت کے بعد زندہ ہونے کا یقین آجائے گا دوسرے ہم ان سے پوچھ لیں گے کہ موت کے بعد کیا کیا ہوا اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ﴾ (آپ فرما دیجیے کہ اللہ تمہیں زندگی دیتا ہے) یعنی بے جان نطفہ سے پیدا فرماتا ہے ﴿ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ﴾ (پھر تمہیں موت دے گا) ﴿ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں یعنی تم مانو یا نہ مانو ایسا ہونا ہی ہے اللہ تعالیٰ کسی کا پابند نہیں جو تمہارے کہنے کے مطابق تمہارے باپ دادوں کو زندہ فرمائے، اس نے وقوع قیامت کی خبر دے دی امکان اور وقوع کے دلائل بیان فرما دیئے سب پر حجت پوری ہوگئی

Marfat.com

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے نبیوں نے جو وقوع قیامت کی خبر دی ہے وہ سچ ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

اور اللہ ہی کے لیے ملک آسمانوں اور زمین کا، اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ میں پڑ جائیں گے، اور اے مخاطب تو ہر امت کو دیکھے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی، ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی، آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے، یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے بارے میں حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھوا لیتے تھے جو تم کرتے تھے، سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا کیا تمہارے پاس میری آیات نہیں آئیں جو تم پر پڑھی جاتی تھیں؟ سو تم نے تکبر کیا اور تم مجرم قوم تھے، اور جب کہا گیا کہ بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم نے کہا ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے ہم تو بس یوں ہی خیال کرتے ہیں اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں، اور جو عمل انہوں نے کیے تھے ان کے برے نتیجے ظاہر ہو گئے اور وہ جس چیز کا مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان پر نازل ہوگئی اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھولتے ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی ملاقات کو بھول گئے، اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیات کو مذاق کی چیز بنالیا اور دنیا والی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا، سو آج وہ اس میں سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ان سے یوں کہا جائے گا کہ راضی کرلو، سو اللہ ہی کے لیے ہے سب تعریف جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمینوں کا اور رب ہے سارے جہانوں کا، اور اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

Marfat.com

قیامت کے دن اہل باطل خسارہ میں ہوں گے، ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی اور اپنی اپنی کتاب کی طرف بلائی جائے گی، اہل ایمان رحمت میں اور اہل کفر عذاب میں ہوں گے

یہ سورۃ الجاثیہ کے آخری رکوع کی آیات میں، اول تو یہ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا ملک صرف اللہ ہی کے لیے ہے اسی نے سب کچھ پیدا فرمایا وہی خالق ہے اور مالک ہے اور بادشاہ ہے ملک اور ملکوت سب اسی کا ہے پھر آخری دو آیتوں میں بھی اس مضمون کو دہرایا ہے درمیان میں قیامت کے احوال واہوال بیان فرمائے اور مومنین اور کافرین میں جو قیامت کے دن امتیاز ہوگا اس کا تذکرہ فرمایا اور مجرمین سے جو گفتگو ہوگی اس کو بتایا

ارشاد فرمایا ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی باطل والے یعنی مجرمین، منکرین، مشرکین، اور کافرین نقصان میں پڑ جائیں گے) ان لوگوں نے دنیاوی اغراض کے لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی اور اس انداز سے زندگی گزاری جیسے ہمیشہ اسی دنیا میں رہیں گے، جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو تنہا ہوں گے نہ اولاد ہوگی نہ اصحاب ہوں گے نہ احباب ہوں گے جو جرم کیے تھے ان کی سزا ملے گی جو کچھ کمایا تھا وہ دنیا میں دھرارہ گیا اب جرم ہی جرم ہے خسارہ ہی خسارہ ہے بربادی ہی بربادی ہے۔

﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ (اور جو بھی امتیں دنیا میں گزریں ان میں سے ہر امت گھٹنوں کے بل پڑی ہوئی ہوگی) یعنی ہر شخص خائف اور پریشان ہوکر مذکورہ صورت اور حالت میں ہوگا یہ جاثیہ کالفظی ترجمہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جاثیہ یعنی مُجْتَمِعَة ہے یعنی سب امتیں جمع ہوں گی۔

﴿كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا﴾ (ہر امت کو اس کی کتاب یعنی اعمالنامے کی طرف بلایا جائے گا) جو پہلے سے فرشتوں نے لکھ رکھے ہوں گے) یہ بلانا ہر ایک کا اعمالنامہ ہاتھ میں دینے کے لیے ہوگا جس کے بعد حساب کتاب شروع ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان ہوگا ﴿اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے) مزید ارشاد ہوگا ﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ (یہ ہماری کتاب ہے (یعنی تمہارے اعمال نامے ہیں) جو تمہارے اعمال کے بارے میں بالکل صحیح گواہی دے رہے ہیں) ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (بے شک ہم لکھوا لیتے تھے جو تم کرتے تھے) جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور تھے بندوں کے اعمال لکھنا ان کے سپرد تھا یہ انہیں کے لکھے ہوئے اعمالنامے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔

فائدہ: لفظ جاثیہ کا ترجمہ اگر مُجْتَمِعَة ہو تو اس پر بھی کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا اور اگر یہ معنی لیے جائیں کہ حساب کے وقت سب ادب سے دوزانوں بیٹھے ہوں گے تو اس پر بھی کوئی اشکال نہیں اگر یہ معنی لیے جائیں کہ حساب کے ڈر اور گھبراہٹ کی وجہ سے سب گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے اور حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں کے صالحین کو ان میں سے عام مخصوص منہ البعض کے طور پر مستثنیٰ مان لیا جائے تب بھی اشکال باقی نہیں رہتا اگر لفظ کُلّ کا مصداق سب ہی کو لیا جائے تو یہ بظاہر ﴿وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾ کے معارض معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کیفیت کی مدت اور مقدار بیان نہیں کی گئی اس لیے اگر ذرا دیر کو صالحین کی بھی یہ کیفیت ہو جائے تو یہ بھی معارض نہیں ہے۔

اس کے بعد اہل ایمان کی جزا بیان فرمائی ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں یعنی جنت میں داخل فرمائے گا، جہاں رحمت ہی رحمت ہوگی یہ جنت اور رحمت کھلی ہوئی کامیابی ہے پھر کافرین کی سزا کا تذکرہ فرمایا ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (الآیات) جن لوگوں نے کفر کیا قیامت کے دن عذاب میں داخل ہوں گے جب مصیبت میں گرفتار ہوں گے تو چھٹکارہ کے لیے معذرت کریں گے اس وقت ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کیا جائے گا ﴿اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

Marfat.com

﴿عَلَيْكُمْ﴾ کیا تمہارے اوپر میری آیات تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ جب یہ آیات تمہارے پاس پہنچیں تو تم نے تکبر کیا اور حق قبول کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھا، کفر پر قائم رہنے ہی میں تم اپنی بڑائی سمجھتے رہے، ﴿وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ (اور تم جرم کرنے والے لوگ تھے) تم نے تکبر کیا حق کو ٹھکرایا مجرمانہ زندگی اختیار کی آج تمہارے لیے اسی جرم کی سزا کا فیصلہ کیا گیا ہے ان سے مزید خطاب ہوگا کہ دنیا میں تمہارا یہ حال تھا کہ جب تم سے یہ کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے قیامت ضرور آئے گی اس میں شک نہیں ہے تو جواب یوں دے دیتے تھے۔

﴿مَا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ﴾ (ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے) ﴿اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا﴾ (ہم خیال نہیں کرتے مگر تھوڑا سا) مطلب یہ تھا کہ ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا کہ قیامت قائم ہوگی لوگوں کے کہنے سے یوں ہی چلتا ہوا خیال دل میں آجاتا ہے ﴿وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾ (اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں۔)

یہ لوگ قیامت کا صرف انکار ہی نہیں کرتے تھے۔ اس کا مذاق بھی بناتے تھے اس لیے فرمایا ﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا﴾ (اور انہوں نے جو برے کام کیے تھے ان کے برے نتائج وہاں ان کے سامنے آجائیں گے) ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (اور ان پر وہ عذاب نازل ہو جائے گا جس کا استہزا اور تمسخر کیا کرتے تھے) جب ان سے کہا جاتا تھا کہ قیامت پر ایمان لاؤ اور برے اعمال سے بچو تو حق کی دعوت کا مذاق بناتے تھے اس کا نتیجہ سامنے آ گیا۔

﴿وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ﴾ (مجرمین سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلا دیتے ہیں) یعنی تمہیں عذاب میں ڈال کر چھوڑ دیتے ہیں جیسے کوئی چیز بھول بھلیاں کر دی جاتی ہیں، یہ نہ سمجھنا کہ کبھی عذاب سے چھٹکارہ ہو جائے گا جیسے تم نے آج کے دن کو بھلایا ایسے ہی ہمیشہ کے لیے تمہیں رحمت سے محروم کر دیا گیا اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔

مجرمین سے مزید خطاب ہوگا کہ یہ جو کچھ نتیجہ (عذاب کی صورت میں) تمہارے سامنے ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کا مذاق بنایا تھا اور تمہیں دنیا والی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا تھا، آج جب یہاں دوزخ میں ڈال دیئے گئے تو نہ عذاب سے نکالے جاؤ گے اور نہ یہ موقعہ دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو یہ موقعہ دنیا میں تھا وہاں توبہ کر سکتے تھے اور اپنے رب کو راضی کر سکتے تھے، جب موت آ گئی اور اس کے بعد میدان حشر میں پہنچ گئے تو کوئی طریقہ خالق و مالک جل مجدہٗ کے راضی کرنے کا نہیں رہا۔

اللہ ہی کے لیے حمد ہے اور اسی کے لیے کبریائی ہے

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾ (الی آخر السورۃ) (سو اللہ ہی کے لیے حمد ہے، جو آسمانوں کا بھی رب ہے اور زمین کا بھی رب ہے اور سارے جہانوں کا رب ہے اور اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں میں زمین میں اور وہ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی ہے اس کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں۔)

وهذا أخر تفسير سورة الجاثية، والحمد لله رب كل راكبة وما شية
والسلام على من علم اعمالًا لها اُجورٌ باقية، وعلى اٰله واصحابه
الذين جاهدوا كل باغية وطاغية

Marfat.com

آیاتها ۳۶ | ۴۶ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ٦٦ | رکوعاتها ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الاحقاف مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۳۶ آیات اور ۴ رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ
اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝٣ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ
بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝٥ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا
لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝٦ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ۭ

حٰمٓ- یہ کتاب ہے اتاری ہوئی اللہ کی طرف سے جو عزیز ہے حکیم ہے ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو مگر حق کے ساتھ اور ایک معیاد معین کے لیے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کیے ہوئے ہیں جس سے ڈرائے گئے، آپ فرما دیجیے کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو ان کے بارے میں بتاؤ مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کے اجزاء میں سے کیا پیدا کیا؟ کیا ان کے لیے آسمانوں میں کوئی ساجھا ہے؟ لے آؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے ہو یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو منقول ہو کر آیا ہو اگر تم سچے ہو، اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا اسے پکارتا ہو جو قیامت کے دن تک اس کا جواب نہ دے اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں، اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے، اور جب ان پر واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کے بارے میں کہتے ہیں جب ان کے پاس آ گیا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔

مشرکین کے باطل معبودوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا وہ جن کو پکارتے ہیں قیامت تک بھی جواب نہ دیں گے!

یہاں سے سورۃ احقاف شروع ہو رہی ہے اس سورت کے تیسرے رکوع میں احقاف کا ذکر ہے اس لیے یہ سورت اس نام سے موصوف اور مشہور ہوئی اوپر جن آیات کا ترجمہ کیا گیا اس میں تنزیل قرآن اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ان سب کی تخلیق حکمت کے ساتھ ہے اور اجل مسمی یعنی مقررہ وقت تک کے لیے ہے جب مقررہ معیاد پوری ہو جائے گی تو یہ چیزیں فنا ہو جائیں گی قال فی معالم التنزیل یعنی یوم القیامة وهو الاجل الذی تنتهی الیه السمٰوٰت والارض، وهو اشارة الی فنائها (معالم التنزیل میں ہے ''یعنی قیامت کا دن ہی وہ مقررہ وقت ہے جس پر آسمان و زمین اپنی انتہاء کو

Marfat.com

پہنچ جائیں گے اور یہ ان کے فناء ہونے کا اشارہ ہے'' یہ سب کچھ تو توحید کے دلائل میں سے ہیں اس کے بعد مشرکین کی حماقت اور ضلالت بتائی کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں سے ان چیزوں کو پکارتے ہیں جو قیامت تک ان کا جواب نہیں دے سکتیں بلکہ انہیں خبر بھی نہیں ہے کہ ہمیں کوئی پکار رہا ہے۔

جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں اور انہیں اپنی حاجات کے لیے پکارتے ہیں ان سے دریافت کیجیے کہ بتاؤ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا؟ کیا زمین کا کوئی حصہ انہوں نے پیدا کیا ہے یا زمین میں جو چیزیں ہیں ان میں سے کوئی چیز پیدا کی ہے۔ آپ ان سے یہ بھی دریافت کریں کیا ان کا آسمانوں میں کوئی ساجھا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ نہ انہوں نے زمین میں کچھ پیدا کیا اور نہ آسمانوں میں ان کی شرکت ہے پھر وہ لائق عبادت کہاں سے ہوگئے (ان میں سے کوئی خالق نہیں اس کو تو تم بھی مانتے ہو اور خالق تعالیٰ شانہٗ کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کرنا بہت بڑی حماقت ہے اس کو تو تمہاری عقل بھی تسلیم کرے گی اگر اسے کام میں لاؤ گے، عقل کے علاوہ کسی بات کے ماننے کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ تمہارے پاس کوئی کتاب ہو جو قرآن سے پہلے تمہارے پاس آئی ہو جس نے غیر اللہ کی عبادت کی تعلیم دی ہو یا تمہارے پاس کوئی بات اکابر و اسلاف سے نقل در نقل پہنچی ہو جس نے شرک کی تعلیم دی ہو ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے بھی کوئی بات نہیں ہے پھر شرک کرنا انتہاء درجہ کی گمراہی ہوئی یا نہیں۔ قوله تعالىٰ ﴿اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ في معالم التنزيل اى بقية من علم يوثر عن الاولين اى يسند اليهم قال مجاهد وعكرمة ومقاتل رواية عن الانبياء وقال قتادة خاصة من علم واصل الكلمة من الاثر وهو الرواية (معالم التنزیل میں ہے ''یعنی باقی رہا ہوا علم جو پہلے لوگوں سے روایت کیا جائے یعنی جس کی سند اولین تک پہنچی ہو عکرمہ، مجاہد اور مقاتل نے کہا مراد ہے انبیاء کرام سے روایت، قتادہ کہتے ہیں مخصوص علم اور اس کلمہ کی اصل اثر سے ہے جو کہ روایت ہی کو کہتے ہیں)

اس کے بعد فرمایا ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ﴾ (الآیة) (اور جب قیامت کے دن لوگ جمع کیے جائیں گے تو یہ عبادت کرنے والے اپنے معبودوں کے دشمن ہو جائیں گے یہ مفہوم اس صورت میں ہے جبکہ ﴿كَانُوْا﴾ کی ضمیر مرفوع ﴿عَابِدِيْنَ﴾ کی طرف اور ﴿لَهُمْ﴾ کی ضمیر معبودین کی طرف راجع ہو اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اس کا عکس مراد ہو اور مطلب یہ کہ معبودین اپنے عابدوں کے دشمن ہو جائیں جیسا کہ سورۂ قصص میں ہے ﴿تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾

منکرین قرآن کی ایک جاہلانہ بات

اس کے بعد منکرین قرآن کی ایک جاہلانہ بات نقل فرمائی اور وہ یہ کہ جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو قرآن کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے جب دلیل نہ دے سکے اور قرآن کے مقابلے میں کوئی سورت بنانے سے عاجز رہ گئے تو اسے جادو بتا دیا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے سورۃ الذاریات میں فرمایا ﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے پاس جو بھی رسول آیا اس کے بارے میں یہ ضرور کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹ قُلْ

Marfat.com

أَرَءَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَـَٔامَنَ وَٱسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠﴾

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا، آپ فرما دیجیے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا تم مجھے اللہ سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے، وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم رہتے ہو، میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے وہ بڑی مغفرت والا ہے اور بڑی رحمت والا ہے، آپ فرما دیجیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں، آپ فرما دیجیے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو گئے اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آئے اور تم تکبر کرو، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

قریش مکہ کی اس بات کا جواب کہ آپ نے قرآن اپنے پاس سے بنالیا ہے

قریش مکہ کے سامنے جب قرآن مجید پڑھا جاتا تھا تو طرح طرح کی باتیں بناتے تھے ان میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ یہ قرآن مجید محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس سے بنالیا ہے اور اس کی نسبت اللہ کی طرف کر دی ہے یہ اللہ پر افتراء ہے اللہ تعالیٰ نے کچھ نازل نہیں کیا (العیاذ من ذالک) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیں کہ اگر میں نے اپنی طرف سے بنالیا ہے تو اللہ تعالیٰ میرا مواخذہ فرمائے گا اور مجھے اس کی سزا دے گا جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں فرمایا ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾ میں صحیح راستہ پر ہوں اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر وحی بھیجی ہے وہی سناتا ہوں اگر میں اس کا حکم نہ پہنچاؤں اور تمہیں راضی رکھنے کے لیے اس کی نافرمانی کروں تو تم مجھے اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتے جب مجھے تم سے کوئی نفع پہنچ ہی نہیں سکتا تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ تمہیں راضی کروں۔ هذا ما ظهر لي في معنى الآية الكريمة قال صاحب روح المعاني جواب ان في الحقيقة محذوف وهو عاجلني وما ذكر مسبب عنه اقيم مقامه أو تجوز به عنه (یہ وہ ہے جو آیت کریمہ کے معنی میں مجھ پر واضح ہوا، صاحب روح المعانی فرماتے ہیں درحقیقت اِنْ کا جواب محذوف ہے اور وہ عاجلني ہے اور جو مذکور ہے وہ اس کا مسبب ہے جسے محذوف کا قائم مقام بنایا گیا ہے یا اس مذکور کی وجہ سے محذوف سے صرف نظر کیا ہے۔)

﴿هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ﴾ (وہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جن میں تم لگے رہتے ہو) یعنی اللہ کی وحی کے بارے میں جو تم باتیں بناتے ہو خوب سمجھ لو کہ اللہ ان کا بدلہ لے گا اور سزا دی جائے گی۔

﴿كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ﴾ (میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے) وہ میرے بارے میں اس بات کا گواہ ہے کہ میں اس کا رسول ہوں اور اس کی کتاب لایا ہوں اور تمہارے بارے میں اس کا گواہ ہے کہ تم حق کو جھٹلا رہے ہو اور اس کے قبول کرنے سے انکاری ہو میرے امر کا بدلہ مجھے ملے گا اور تمہاری تکذیب کی سزا تمہیں ملے گی ﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (وہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی) تم توبہ کرو ایمان لاؤ وہ بخش دے گا یہ جو کفر کے ساتھ تمہیں رزق مل رہا ہے اور زندگی گزر رہی ہے یہ اس کی رحمت ہے اگر وہ رحم نہ فرماتا تو تمہیں جلدی سزا دے دیتا)

﴿قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (آپ فرما دیجیے کہ میں رسولوں میں سے انوکھا رسول نہیں ہوں) مجھ سے پہلے بھی رسول آئے جن کے بارے میں تمہیں علم ہے اور تواتر کے ساتھ ان کی خبریں پہنچی ہیں توحید کی جو دعوت انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے وہی دعوت میں تمہیں دیتا ہوں ان سے بھی معجزات ظاہر ہوئے تم نے بھی میرے معجزات دیکھ لیے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے

Marfat.com

بندوں کے تجویز کردہ معجزات کا ظہور ہونا نہ ان کے نبی ہونے کے لیے ثبوت شرط تھا نہ میری نبوت کے لیے شرط ہے اگر تم غیب کی خبریں پوچھنا چاہتے ہو تو میں غیب دانی کا مدعی نہیں ہوں اور نہ غیب جاننا نبوت اور رسالت کے لیے شرط ہے ﴿وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ﴾ اور چونکہ میں غیب نہیں جانتا اس لیے مجھے یہ علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا یعنی دنیا میں کیا حالات پیش آئیں گے اور میں نہیں جانتا کہ میری تکذیب کرنے کی وجہ سے تمہارا کیا حال ہوگا گذشتہ امتیں مختلف عذابوں کے ذریعے ہلاک کی گئیں اگر تم میری مخالفت پر قائم رہے ایمان نہ لائے تو تمہیں دنیا میں کیا سزا ملے گی میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ﴾ (میں تو بس اسی کی اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے) ﴿وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں میں نے حق واضح کر دیا دلائل پیش کر دیئے اب نہ مانو تو تم جانو۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ﴾ (آپ فرما دیجیے کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب کے صدق پر گواہی دے کر ایمان لے آئے اور تم تکبر ہی میں رہو بلاشبہ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔) اس آیت میں مشرکین مکہ سے ایک سوال فرمایا اگر وہ اس میں غور کرتے اور جواب کے فکرمند ہوتے تو انہیں ایمان لانے کا راستہ مل جاتا اور کفر پر نہ جمے رہتے اس آیت سے پہلے گزر چکا ہے کہ مشرکین یوں کہتے تھے کہ یہ قرآن انہوں نے خود بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر دی ہے اس آیت میں ان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تم اس قرآن کے منکر ہو رہے ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس کی گواہی دے دی کہ اس جیسی کتاب اللہ ہی کی طرف سے ہو سکتی ہے اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم تکبر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کفر پر اڑے رہے تو کیا یہ گمراہی نہیں ہے گمراہی پر جمے رہنا اور بڑی گمراہی ہے۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا اور تم اپنے انکار و تکذیب کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہو عذاب آ جائے گا تو کچھ نہ کر سکو گے لہٰذا سوچو اور غور کرو اور ایمان لے آؤ۔ مزید تشریح یہ ہے کہ اے منکرو تمہارے سامنے محمد رسول ﷺ کی نبوت کے ثابت کرنے اور قرآن اللہ کی کتاب ہونے کی بہت سی دلیلیں آ چکی ہیں، اب ایک اور بات تمہارے سامنے پیش کی جا رہی ہے اور وہ یہ کہ بنی اسرائیل یعنی یہودی توریت شریف کے حامل تھے توریت شریف کو گم کرنے کے باوجود اس کے منتظر تھے کہ عرب میں سے ایک نبی شریف لائیں گے ان میں سے کئی آدمی ایمان لا چکے ہیں اور وہ گواہی دے رہے ہیں کہ قرآن جیسی کتاب اللہ ہی کی طرف سے ہو سکتی ہے اپنی اس معرفت کی وجہ سے انہوں نے اسلام قبول کیا تم مانتے ہو کہ یہودی اہل علم ہیں اور ان سے پوچھ کر سوالات بھی کر چکے ہو مثلاً یہ کہ روح کیا ہے اور اصحاب کہف کون تھے اور ذوالقرنین کون تھے تمہیں ان سوالات کے جوابات بھی مل گئے بنی اسرائیل میں سے جو لوگ ایمان نہ لائے انہوں نے بھی جوابوں کی تصدیق کی اب تمہیں ایمان سے روکنے والی کیا چیز ہے یہ روکنے والی چیز تکبر ہے جو تمہارے دلوں میں گھسا ہوا ہے اس تکبر کو چھوڑ دو ایمان قبول کرو ورنہ تمہارا انجام برا ہوگا جب حق سامنے آ گیا تو بنی اسرائیل کے نیک دل افراد نے اسلام قبول کر لیا تمہیں بھی قبول کرنا لازم ہے اگر کفر پر جمے رہے حق کو نہ مانا تو اسی پر مر جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر نہ آئے تو گمراہی کی سزا ملے گی۔

قال صاحب الروح: ای وشهد شاهد عظیم الشان من بنی اسرائیل الواقفین علی شئون اللّٰہ تعالیٰ واسرار الوحی بما أوتوا من التوراة علی مثل القرآن من المعانی منطویة فی التوراة من التوحید والوعد والوعید وغیر ذلک فانها فی الحقیقیة عین ما فیه کما یعرب عنه قوله تعالیٰ (وانه لفی زبر الاولین) علی وجه و کذا قوله سبحانه: (ان هذا لفی الصحف الاولیٰ) ﴾ (صاحب روح المعانی نے کہا ہے: یعنی بنی اسرائیل میں عظیم الشان گواہ نے گواہی دی جو بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی سنتوں اور وحی کے اسرار سے توراۃ ملنے کی وجہ سے واقف تھے توراۃ میں قرآن کریم جیسے مضامین تھے۔ مثلاً توحید، وعدہ وعید وغیرہ بلکہ توراۃ کے مضامین بعینہٖ قرآن کریم کے مضامین تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد نے بھی اسے بیان فرمایا کہ ﴿وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ﴾ اور جیسا کہ یہ ارشاد

Marfat.com

الٰہی ہے کہ ﴿اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی﴾

﴿عَلٰی مِثْلِهٖ﴾ کے بارے میں صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ لفظ مثل زائد ہے اور مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے گواہی دے دی کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے اور ان کا من عند اللہ کے بارے میں فرمایا کہ اس کی جزا محذوف ہے وھو الیس قد ظلمتم یدل علیٰ ھذا المحذوف قولہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اور وہ اَلَیْسَ قَدْ ظَلَمْتُمْ ہے اس پر ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ دلالت کرتی ہے۔

اس کے بعد حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ اس کی جزا محذوف ہے اور وہ فَمَنْ اضل منکم ہے جیسا کہ سورۂ حم سجدہ کی آخری دو آیتوں سے پہلے فرمایا ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ﴾ (آپ فرما دیجیے کہ یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو کیا اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو دور دراز کی مخالفت میں پڑ گیا۔)

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓی اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَ بُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور کافروں نے ایمان والوں کے بارے میں یوں کہا کہ اگر یہ ایمان لانا کوئی اچھی بات ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے کیوں بڑھ جاتے، اور جب قرآن کے ذریعہ انہوں نے ہدایت نہ پائی تو یوں کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے، اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو پیشوا تھی اور رحمت تھی اور یہ کتاب ہے جو تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے، تاکہ ظالموں کو ڈرائے، اور خوشخبری ہے اچھے کام کرنے والوں کے لیے، بلاشبہ جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے، یہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔

کافروں کی کٹ حجتی کی تردید، توریت شریف کا امام اور رحمت ہونا، اہل ایمان اور اہل استقامت کا انعام الٰہیہ سے سرفراز ہونا

انسانوں میں چھوٹائی بڑائی کو دیکھنے کا مزاج ہے مالدار لوگ اپنے آپ کو غریبوں سے بہتر اور زیادہ سمجھدار سمجھتے ہیں اسی طرح بعض قبائل اپنے قبیلے کو دوسرے قبیلے سے برتر جانتے ہیں اسی سلسلہ کی ایک بات اللہ نے یہاں نقل فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید پر جب کچھ لوگ ایمان لے آئے تو جو لوگ کفر پر جمے رہے، انہوں نے کہا کہ عقل و فہم اور احوال دنیاویہ کے اعتبار سے ہم ان لوگوں سے بہتر ہیں ہم ہر خیر کے مستحق ہیں اگر یہ دین اچھا ہوتا جو محمد رسول اللہ ﷺ پیش کرتے ہیں تو ہم اس کی طرف سے سبقت کرتے جب اس کی طرف آگے نہ بڑھے اور یہ لوگ آگے بڑھ گئے جو دنیاوی احوال کے اعتبار سے پھسڈی ہیں اور ہم سے پیچھے ہیں تو معلوم ہوا کہ جس دین کو ان لوگوں نے قبول کیا ہے وہ بہتر نہیں ہے کوئی شخص ہم سے خیر میں آگے بڑھ جائے اس کا تصور بھی نہیں

Marfat.com

ہو سکتا۔ جن کافروں نے یہ بات کہی انہوں نے اپنی جانوں کو بہت بڑا سمجھا، تکبر نے ان کا ناس کھو دیا اور ہدایت پر نہ آنے دیا اپنی جہالت اور حماقت سے کفر پر ہی جمے رہے اور ایمان قبول کرنے والوں کو حقیر سمجھا۔ جب قرآن کے ذریعے ہدایت کا راستہ نہ پایا تو قرآن کے بارے میں کہہ دیا کہ یہ پرانا جھوٹ ہے وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ یہ پرانے لوگوں کی باتیں ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے لکھوالی ہیں۔

﴿یہ سب کچھ عناد کے طور پر تھا۔ قرآن کے چیلنج ﴿فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ کا جواب تو نہ دے سکے البتہ اسے ﴿اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ کہہ کر کفر میں مزید ترقی کرلی دوسری آیت میں توریت شریف کا تذکرہ فرمایا کہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے مخاطبین کے لیے امام یعنی پیشوا اور رحمت بنایا تھا یہ کتاب یعنی قرآن گذشتہ کتب الٰہیہ کی تصدیق کرنے والا ہے عربی زبان میں ہے تاکہ یہ قرآن ظالموں کو یعنی مکہ معظمہ کے مشرکوں کو ڈرائے، نیز اچھے کام کرنے والوں کے لیے بشارت ہے۔ صاحب روح المعانی نے اس آیت کریمہ کا مطلب لکھا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ یہ قرآن پرانا جھوٹ ہے تمہارا یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ تم یہ مان چکے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی اور قرآن اس کی تصدیق کرنے والا ہے دونوں کے مضامین متحد ہیں جیسے توریت شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی قرآن بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادیا اللہ تعالیٰ کی کتاب تسلیم کرنے سے کیا چیز مانع ہے جبکہ وہ عربی زبان میں ہے اس کے مضامین کو سمجھتے ہو اس جیسا بنا کر لانے سے عاجز ہو چکے ہو﴾ انتھی مع زیادۃ شرح من ھذا العبد الفقیر

یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی اور یہ مطلب ہو کہ اس کتاب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر بھی کتاب نازل ہوئی تھی وہ پیشوا تھی اور رحمت تھی اس کو ماننے والے بھی تھے اور عمل کرنے والے بھی تھے اور ان کے مخالفین بھی تھے اسی طرح آپ پر جو کتاب نازل کی گئی اس کے ماننے والے بھی ہیں اور منکرین بھی، پس منکرین و مکذبین کی طرف سے جو ایذا پہنچے مثلاً اس کتاب کو پرانا جھوٹ بتائیں تو آپ صبر کریں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا۔

اس کے بعد اصحاب استقامت کے بارے میں فرمایا کہ جن لوگوں نے ﴿رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ کہا اللہ تعالیٰ کو رب ماننے کا اقرار کیا اور یہ اقرار زبانی نہیں تھا دل سے تھا اور محض وقتی طور پر نہ تھا اس پر وہ استقامت کے ساتھ جمے رہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے ان لوگوں کے لیے وعدہ ہے کہ انہیں کوئی خوف لاحق نہ ہوگا اور رنجیدہ بھی نہ ہوں گے۔ درحقیقت استقامت بہت بڑی چیز ہے حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اسلام کے احکام تو بہت ہیں مجھے آپ ایک بتادیں جسے میں مضبوطی سے تھامے رہوں آپ نے فرمایا قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ کہ تم اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ (میں اللہ پر ایمان لایا) کہہ دو پھر اس پر جمے رہو

ان حضرات کو بشارت دیتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ جنت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے دنیا میں جو نیک اعمال کرتے ہیں انہیں ان کا بدلہ دیا جائے گا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ

Marfat.com

أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدَانِنِىٓ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِىْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ
إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٧﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
الْقَوْلُ فِىْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ
دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾

اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے اسے مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کا حمل میں رہنا اور دودھ چھڑانا تیس ماہ کی مدت میں ہے، یہاں تک کہ وہ جب اپنی جوانی کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے اس بات پر قائم رکھیے کہ میں آپ کی نعمت کا شکر ادا کروں جس کا آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمایا ہے، اور اس بات پر بھی مجھے قائم رکھیے کہ میں نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں، اور میری اولاد میں بھی میرے لیے صلاحیت پیدا فرما دیجیے! بے شک میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں، اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے کاموں کو ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کردیں گے جنت والوں میں شامل کرتے ہوئے سچے وعدہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا، اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اف ہے تمہارے لیے کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے امتیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لے آ، بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچ ہے اس پر وہ کہتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکے ہیں، بلاشبہ یہ لوگ خسارہ والے ہیں، اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کی وجہ سے درجات ہیں، اور تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کی پوری جزا دیدے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

والدین کے بارے میں وصیت، نیک بندوں کی دعا اور ان کا اجر، نافرمانوں کا عناد و انکار اور ان کی سزا

یہ پانچ آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسانوں کو تاکید کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ یہ مضمون سورۃ العنکبوت رکوع اول اور سورۃ لقمان رکوع دو میں بھی گزر چکا ہے ماں باپ چونکہ ظاہری طور پر دنیا میں آنے کا سبب ہیں اور اپنے بچے کی دیکھ بھال اور پرورش اور پرداخت میں جان و مال لگاتے ہیں اپنا آرام کھوتے ہیں ان کے لیے مشقت برداشت کرتے ہیں اس لیے ان کی اطاعت کا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔

انسان کی والدہ جو تکلیف اٹھاتی ہیں اس کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ انسان کو اس کی والدہ مہینوں پیٹ میں رکھتی ہے حمل کے زمانے میں مشقت برداشت کرتی ہے پھر جب بچہ پیدا ہونے لگتا ہے تو عموماً وہ بھی مشقت اور تکلیف کے ساتھ پیدا ہوتا ہے بچہ جننے والی ماں کو دردزہ کی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑتی ہے اور عین ولادت کے وقت بھی مصیبت سہنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد یہ فرمایا کہ انسان کا ماں کے پیٹ میں رہنا پھر پیٹ سے باہر آ کر دودھ پینا اس میں تیس مہینے لگ جاتے ہیں یہ عام حالات کے اعتبار سے ہے۔ دودھ پلانے کے زمانہ میں بھی والدہ کو دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے باپ ضرورت کی چیزوں کا اہتمام کرتا ہے مال کما کر لاتا ہے یہ دونوں بھی ماں باپ کے مشقت اور تکلیف سے گزرتے ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد ان انسانوں کا حال بیان فرمایا جو اہل ایمان ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی احساس ہے اور ماں باپ کی خدمتوں کا بھی، ان کے بارے میں فرمایا کہ جب یہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتے ہیں اور جوانی سے آگے بڑھ کر چالیس سال عمر ہو جاتی ہے (جو ہوش گوش سمجھ کے اعتبار سے بہت اچھی عمر ہوتی ہے نہ اس میں جوانی کی بہکانے والی امنگیں ہوتی ہیں اور نہ بڑھاپے والا ضعف ہوتا ہے)

ایسے نیک آدمی کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں یوں دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب مجھے اس بات کا پابند رکھیے اور استقامت دیجیے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر ادا کروں جن سے آپ نے مجھے بھی نوازا ہے اور میرے والدین کو بھی (والدین کے نوازنے سے بھی ظاہری اسباب کے طور پر میں وجود میں آیا) اور مجھے یہ بھی توفیق دیجیے اور اس پر قائم رکھیے کہ میں ایسے عمل کروں جن سے آپ راضی ہوں اور یہ نیک عمل کرنا جن میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی ہے مجھ ہی تک محدود نہ رہے میری ذریت میں بھی میرے نفع کے لیے صلاحیت پیدا فرما دیجیے (اس میں اولاد کے لیے اور اپنے لیے دنیا اور آخرت کی خیر کی دعا ہے، اولاد میں صلاحیت ہوگی تو نیک عمل کریں گے جن سے ماں باپ کی خوشی ہوگی اور ماں باپ کی جو خدمت کریں گے اس سے انہیں راحت ہوگی) اولاد مومن نیک صالح ہوگی (جن کے نیک بنانے میں ماں باپ کو بھی دخل ہوگا) تو آخرت میں بھی ان کے اعمال کا ثواب ماں باپ کو ملے گا (جبکہ اولاد کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئے گی) نیز صالح اولاد ماں باپ کے لیے نیک دعا بھی کرتی ہے والدین کو اس کا نفع بھی پہنچے گا لفظ ﴿وَاَصْلِحْ لِیْ﴾ میں لام ہے اس کے معنی کی طرف یہ تھوڑا سا اشارہ کیا ہے نیک انسان اللہ تعالیٰ سے نیک عمل کی بھی دعا کرتا ہے اور نیک اولاد کی بھی، اور اللہ کے حضور میں توبہ بھی کرتا رہتا ہے، نیز اپنی فرمانبرداری کا بھی اقرار کرتا رہتا ہے۔ اسی کو ان الفاظ میں نقل فرمایا ﴿اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (اے رب بے شک میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔)

جن مومن بندوں کا اوپر تذکرہ ہوا ان کو خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ (یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اچھے کاموں کو ہم قبول کریں گے) ﴿وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ﴾ (اور ہم ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے) ﴿فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ﴾ (یہ لوگ جنت والوں میں شمار ہوں گے۔)

قال صاحب روح: کائنین فی عدادھم منتظمین فی سلکھم (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اہل جنت کے شمار میں ہوں گے اور انہیں کے نظم سے وابستہ ہوں گے) ﴿وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ﴾ (ان کا یہ جنت کا داخلہ اس وعدہ کے مطابق و موافق ہوگا جو وعدہ ان سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانی کیا جاتا تھا، یہ وعدہ اللہ کی طرف سے تھا۔ سچا تھا پورا ہونا ہی تھا۔

فائدہ اولیٰ: آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی جوانی میں خاص کر جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، یوں تو ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر واجب ہے لیکن ہوش گوش اور وقت و طاقت کے زمانہ میں اس طرف توجہ کرنا اور زیادہ ضروری ہے جو نعمت اپنی ذات پر ہے اور جو نعمت والدین پر ہے اس کا بھی شکر ادا کرے اور اپنی اولاد اور صلاح اور فلاح کے بارے میں فکر مند ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لیے دعا گو رہے۔

فائدہ ثانیہ: آیت کریمہ میں مدت حمل اور مدت رضاع (یعنی دودھ پلانے کا زمانہ) تیس ماہ بتایا ہے عامۃ الفقہا نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ اس میں چھ ماہ حمل کے اور چوبیس ماہ دودھ پلانے کے زمانے کے ہیں لہٰذا حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینہ اور دودھ پلانے کی مدت زیادہ سے زیادہ چوبیس ماہ یعنی دو سال ہوئی دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اس کے بارے میں سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے۔ ﴿وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ (اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال پورے دودھ پلائیں (یہ اس کے لیے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے) نیز سورۂ لقمان میں فرمایا ﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ﴾ (اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے) اس میں بھی یہ بتا دیا کہ دودھ پلانے

Marfat.com

کا زمانہ دو سال ہے۔

قرآن حکیم میں حمل کی اکثر مدت نہیں بتائی صاحب ہدایہ نے فرمایا حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے استدلال کیا ہے کہ بچہ پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں رہتا اگرچہ تکلہ کے سایہ کے برابر ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول امام دارقطنی نے روایت کیا ہے لیکن جب امام مالک رحمہ اللہ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات کون کہتا ہے؟ یہ ہماری پڑوسن ہے اس کا ہر بچہ چار سال میں پیدا ہوتا ہے خود حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تین سال رہے وہیں ان کے دانت نکل آئے تھے چونکہ اس پر عامۃ الورود مسائل میں سے کوئی مسئلہ موقوف نہیں ہے اس لیے زیادہ بحث میں پڑنے کی ضرورت بھی نہیں۔

مدت حمل جو چھ ماہ بتائی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چھ ماہ سے زیادہ حمل نہیں رہ سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ پورا ہونا تو ضروری ہی ہے اس سے زیادہ بھی حمل کی مدت ہوسکتی ہے جیسا کہ عام طور پر نو ماہ میں بچے پیدا ہوتے ہیں۔

حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اس پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور تاریخ نکاح سے (چاند کے حساب سے) چھ ماہ پورے ہونے سے پہلے اس عورت کے بچہ پیدا ہوگیا تو یہ بچہ اس مرد کا نہیں مانا جائے گا اور اس شخص کی میراث کا مستحق نہیں ہوگا۔

فائدہ ثالثہ: ﴿كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ (کہ ماں نے مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور مشقت کے ساتھ جنا) پھر اس کے بعد دودھ پلانے کا ذکر فرمایا ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ دودھ پلانا اور اس میں بچہ کی خدمت کرنا یہ بھی ماں پر پڑتا ہے باپ کا کام اتنا ہے پیسے کما کر لے آئے اور تھوڑی بہت بچے کی دیکھ بھال کرلیا کرے اور ماں کو بہت دیکھنا سنبھالنا پڑتا ہے اسی لیے حدیث شریف میں ماں کی خدمت کرنے کی زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد فرمایئے میری حسن مصاحبت (اور خدمت) کے اعتبار سے سب سے زیادہ کون مستحق ہے آپ نے فرمایا تیری والدہ، اس نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری والدہ! اس نے کہا پھر کون؟ فرمایا تیری والدہ! سائل نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ۔ (صحیح البخاری، ص ۸۸۳)

علماء کرام نے فرمایا کہ تین بار ماں کا حق اس لیے بیان فرمایا کہ وہ تین تکلیفیں اٹھاتی ہے۔ جن کا اوپر ذکر ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ مال خرچ کرنے میں والدہ کا زیادہ خیال رکھنا لازم ہے۔

نیک بندوں کا جو اپنے والدین سے حسن تعلق ہونا چاہیے اس کا تذکرہ کرنے کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جن میں بغاوت کی شان ہوتی ہے بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو نہ صرف یہ کہ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں بلکہ ایمان ہی نہیں لاتے جب والدین ان میں سے کسی سے کہتے ہیں کہ تو اللہ پر اور قیامت کے قائم ہونے پر ایمان لا تو وہ برے انداز میں انہیں جواب دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تف ہے تم دونوں پر کیا باتیں کرتے ہو تم مجھ سے کہہ رہے ہو کہ میں قیامت کے دن قبروں سے نکالا جاؤں گا یہ بھی کوئی ماننے والی بات ہے مجھ سے پہلے کتنی امتیں گزر چکی ہیں ان کو بھی تمہارے جیسے لوگوں نے یہی کہا تھا کہ مر کر زندہ ہوجاؤ گے آج تک تو ان میں سے کوئی زندہ ہوا نہیں میرے نزدیک تو یہ صرف باتیں ہی باتیں ہیں، اس کی یہ بات سن کر ماں باپ اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ اسے ایمان کی توفیق دے اور اس سے کہتے ہیں ﴿وَيْلَكَ اٰمِنْ﴾ (تیرے لیے ہلاکت ہے ایمان لے آ) یعنی ان باتوں سے تو ہلاکت کے دہانہ پر کھڑا ہے ایمان لے آتا کہ ہلاکت سے بچ جائے۔ ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ (بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے) اس نے جو بتایا ہے اور پیشگی خبر دی ہے کہ مردے زندہ ہوں گے قبروں سے اٹھیں گے یہ وعدہ حق ہے ضرور پورا ہوگا قیامت ضرور آئے گی قبروں سے نکلنا ہوگا پیشی ہوگی حساب ہوگا، یہ جو تو کہتا ہے کہ بہت سی امتیں گزر گئیں کوئی زندہ ہوکر نہیں آیا یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس کا جو وقت مقرر فرمایا ہے وہ اسی وقت آئے گی اس کے واقع ہونے میں دیر لگنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ آنی ہی نہیں

Marfat.com

ہے، یہ بات سن کر وہ شخص کہتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت قائم ہونے کی باتیں پرانے لوگوں کی باتیں ہیں نقل در نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں سچائی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے (العیاذ باللہ) ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ (یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی بات ثابت ہوگئی یعنی ان کا عذاب میں مبتلا ہونا لازم ہوگیا) ﴿فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ (یہ لوگ جنات میں اور انسانوں کی اس جماعت میں شامل ہیں جن کو عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔) ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ (بلاشبہ یہ لوگ خسارہ والے ہیں) ایمان لاتے تو جنت میں جاتے اور نعمتیں ملتیں اور کامیابی کی زندگی گزارتے، جب ایمان نہ لائے تو عذاب نار کے مستحق ہوئے ان کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہے۔

پھر فرمایا ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾ اور ہر ایک کے لیے درجات ہیں، اہل ایمان کو ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت عالیہ میں درجات ملیں گے اور اہل کفر کو دوزخ کے طبقات سافلہ میں جانا ہوگا۔

قال فی الجلالین فدرجات المؤمن فی الجنة عالیہ و درجات الکافر فی النار سافلة (تفسیر جلالین میں ہے کہ جنت میں مومن کے درجات اوپر سے اوپر کو ہوں گے اور جہنم میں کافر کے درجات نیچے سے نیچے ہوں گے) ﴿وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ﴾ (اور ان کے لیے درجات اس لیے مقدر اور مقرر کردیئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کی جزا پوری پوری دیدے) ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (اور ان پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا) نہ کسی مومن کی نیکی ضائع جائے گی اور نہ کسی غیر مجرم کو سزا دی جائے گی۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ؑ ۲۰

اور جس دن کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذتوں کو اپنی دنیا والی زندگی میں ختم کرلیا اور ان سے نفع حاصل کرلیا سو آج تمہیں سزا کے طور پر ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس سبب سے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس سبب سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے۔

کافروں سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی لذت کی چیزیں دنیا میں ختم کردیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا

اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ قیامت کے دن جب کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا یعنی دوزخ میں داخل کرنے کے لیے آگ کے سامنے لائے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اب تمہارے لیے عذاب ہی عذاب ہے تمہیں یہاں آنے کا یقین نہیں تھا دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے دنیا ہی کے لیے جیے اسی کے لیے مرے لذت کی چیزوں کے پیچھے پڑے انہیں کو سب کچھ سمجھا، حلال سے حرام سے نفس کی ہر لذت پوری کی، اب تمہارے لیے لذت کی چیزوں میں سے کچھ نہیں ہے، جب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ایمان کی دعوت دیتے تھے اور قیامت پر ایمان لانے کو فرماتے تھے تو تم ایمان لانے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے اور برابر نافرمانی کرتے چلے جاتے تھے زمین میں ناحق تکبر کرنے اور نافرمانیوں میں بڑھتے چلے جانے کی وجہ سے آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا دنیا میں کفر پر جمے رہنے میں اپنی عزت سمجھی۔ آج اس کے عوض تمہارے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی توبیخ فرمائی کہ انہوں نے دنیا میں لذتوں سے استمتاع کیا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور دیگر نیک بندوں نے دنیا کی لذتوں سے بچنے ہی کو ترجیح دی تا کہ آخرت میں ثواب ملے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک چٹائی پر

Marfat.com

لیٹے ہوئے تھے اس پر کوئی بستر نہ تھا آپ کے جسم مبارک میں چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے اور آپ چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائے تھے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے تا کہ آپ کی امت کو وسعت دیدے۔ فارس اور روم کے لوگوں کو مالی وسعت دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب کیا تم اب تک اسی میں ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے مزے کی چیزیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ تو اس پر راضی نہیں ہے کہ ان کو دنیا مل جائے اور ہمیں آخرت مل جائے۔ (رواہ البخاری ومسلم کما فی المشکوٰۃ ص ۴۴۷)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پینے کے لیے کچھ طلب کیا لہٰذا آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا جس میں شہد ملا ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا یہ تو عمدہ چیز ہے لیکن میں اسے پیوں گا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے خواہشیں پوری کرنے والی قوم کی خواہشوں کا برا انجام بتا دیا ہے ان سے کہا جائے گا ﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾ (تم نے اپنی مزے کی چیزوں کو دنیا میں ختم کر دیا اور ان سے نفع حاصل کیا) لہٰذا میں لذت کی چیزیں استعمال کرنے سے ڈرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں دنیا ہی میں دے دی جائیں یہ فرمایا اور اس شہد کے ملے ہوئے پانی کو نہیں پیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ میں گوشت دیکھا تو فرمایا اے جابر! یہ کیا ہے میں نے عرض کیا گوشت کھانے کی خواہش ہوئی تھی لہٰذا میں نے گوشت خریدا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ہر چیز خرید لو گے جس کے لیے جی چاہے گا کیا تم اس آیت سے نہیں ڈرتے۔ ﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ (معالم التنزیل)

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا
تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ
فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ
بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا
عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ
بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ
فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ڮ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ
اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْ
لَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجیے جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور حال یہ ہے کہ ان سے پہلے اور پیچھے ڈرانے والے گزر

Marfat.com

چکے ہیں، یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں، وہ لوگ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے سو تو جس کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اسے لے آ اگر سچوں میں سے ہے، انہوں نے جواب میں فرمایا کہ علم اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں وہ بات پہنچاتا ہوں جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت کی باتیں کر رہے ہو، سو جب انہوں نے بادل کی صورت میں اسے اپنی وادیوں کے سامنے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا، بلکہ یہ ہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، ہوا ہے جس میں درد ناک عذاب ہے، وہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کردے گی سو وہ اس حال میں ہوگئے کہ ان کے گھروں کے سوا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا، ہم ایسے ہی مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں، اور ہم نے انہیں ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو سننے کی قوت دی اور آنکھیں بھی اور دل بھی سو انہیں فائدہ نہ دیا ان کے کانوں نے اور ان کی آنکھوں نے اور ان کے دلوں نے کچھ بھی، اس لیے کہ وہ اللہ کی آیت کا انکار کرتے تھے اور انہیں اسی چیز نے آگھیرا جس کا وہ مذاق کرتے تھے، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کردیا جو تمہارے آس پاس تھیں اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بیان کردیں تاکہ وہ باز آجائیں سو اللہ کے سوا ان لوگوں کی انہوں نے کیوں مدد نہیں کی جنہیں انہوں نے تقرب حاصل کرنے کے لیے معبود بنا رکھا تھا بلکہ وہ لوگ ان سے غائب ہوگئے، اور یہ ان کی تراشی ہوئی بات ہے، جس کو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔

قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت، قوم کا انکار اور تکذیب، پھر ہلاکت اور تعذیب

یہ پورے ایک رکوع کا ترجمہ ہے اس میں قوم عاد کے کفر و عناد کا اور حضرت ہود علیہ السلام کے تبلیغ کرنے کا پھر قوم عاد کے ہلاک ہونے کا تذکرہ ہے اس قوم کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام تھے جن کو یہاں ﴿اَخَاعَادٍ﴾ کے عنوان سے ذکر ہے چونکہ حضرت ہود علیہ السلام عاد ہی کی قوم میں سے تھے اس لیے ﴿اَخَاعَادٍ﴾ فرمایا لفظ ﴿اَلْاَحْقَاف﴾ حِقْفٌ کی جمع ہے۔ قوم عاد کا رہنا سہنا اور بود و باش یمن میں تھی جس علاقہ میں یہ لوگ رہتے تھے وہاں ریت کے پہاڑ تھے اس لیے اسے احقاف سے تعبیر فرمایا ﴿حِقفٌ﴾ اس پہاڑی کو کہتے ہیں جو گولائی لیے ہوئے اور نیچے جھکی ہوئی ہو ریت کی پہاڑیاں ایسی ہی ہوتی ہیں چونکہ ریت میں مضبوطی سے ٹھہرنے اور قرار پانے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے ڈھلتی چلی جاتی ہے۔

﴿اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ﴾ جبکہ ہود علیہ السلام نے احقاف کے علاقہ میں اپنی قوم کو ڈرایا اور انہیں سمجھایا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ان سے پہلے بھی اللہ کی طرف سے پیغمبر آئے تھے جنہوں نے اپنی قوموں کو تبلیغ کی توحید کی دعوت دی اور انکار پر عذاب کی وعید سنائی حضرت ہود علیہ السلام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچائے اسی کو ﴿وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ﴾ سے تعبیر فرمایا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ (میں تم سے بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں) یعنی اگر تم نے حق کو قبول نہ کیا تو تم پر بڑا عذاب آئے گا۔

﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا﴾ کیا تم اس لیے آئے ہو کہ ہمارے جو معبود ہیں ہم ان کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور تم ہمیں ان کی عبادت سے ہٹا دو تم ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہو کہ میری دعوت پر عمل نہ کیا تو عذاب آجائے گا تم نے عذاب کی بڑی رٹ لگائی اگر تمہارا یہ ڈرانا صحیح ہے اور واقعی تمہاری بات صحیح ہے کہ نہ ماننے پر ہم عذاب میں گرفتار ہوجائیں گے تو بس لے آؤ.......... اگر قول سچا ہے تو دیر کی کیا ضرورت ہے؟

﴿قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے وہی جانتا ہے کہ کسی قوم پر کب عذاب

Marfat.com

آئے گا اور کب ہلاک ہوگی میرا کام عذاب لانا نہیں ہے مجھے اللہ نے جو پیغام دے کر بھیجا ہے میں تو اس کے پہنچانے کا پابند ہوں اور تمہیں اسی کی تبلیغ کرتا ہوں میں تو تمہیں حق کی دعوت دیتا ہوں اور تم جہالت کی باتیں کرتے ہو۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ﴾ (الآیۃ) ان لوگوں پر عذاب آنے کی یہ صورت ہوئی کہ سخت گرمی کی وجہ سے گھروں کو چھوڑ کر باہر میدان میں آگئے اسی حال میں انہیں ایک بادل آتا ہوا نظر آیا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ بادل تو ہم پر پانی برسائے گا وہ پانی برسانے والا بادل کہاں تھا وہ تو وہی عذاب تھا جس کی جلدی مچا رہے تھے وہ عذاب ہوا کی صورت میں آ گیا یہ ہوا بہت سخت تھی جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کرتی جا رہی تھی۔

سورۂ ذاریات میں فرمایا ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾ (وہ ہوا جس چیز پر پہنچتی تھی اسے ایسا بنا کر رکھ دیتی تھی جیسے چورا ہو) سورۃ الحاقہ میں فرمایا ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴾ (اور لیکن عاد سو ہلاک کیے گئے تیز ہوا کے ذریعہ، اللہ نے ان پر اس ہوا کو سات دن آٹھ رات لگاتار مسخر فرما دیا، اے مخاطب! تو دیکھے قوم کو اس ہوا میں پچھاڑے ہوئے پڑے ہیں گویا کہ وہ گری ہوئی کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں، کیا تو ان میں دیکھتا ہے کوئی باقی رہا۔)

﴿فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ﴾ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ اس حال میں ہوئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔

﴿كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ (ہم اسی طرح مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان میں کوئی بادل دیکھتے تھے تو آپ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کبھی اندر جاتے اور کبھی باہر آتے، جب بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ کیفیت جاتی رہتی تھی میں نے اس بات کو پہچان لیا اور اس بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! میں ڈرتا ہوں ایسا نہ ہو جیسا قوم عاد نے بادل دیکھ کر کہا جو ان کی وادیوں کی طرف آ رہا تھا کہ یہ بارش برسانے والا ہے لیکن بارش برسانے والا بادل نہ تھا بلکہ ہوا کی صورت میں عذاب تھا جو ان پر نازل ہوا۔ (رواہ مسلم ۲۹۵/ ۲۹۵، ج ۱)

قوم عاد کی ہلاکت کا تذکرہ کرنے کے بعد اہل مکہ کو توجہ دلائی ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ﴾ (الآیۃ) اور ہم نے قوم عاد کو ان چیزوں کی قوت دی تھی جن کی قوت و قدرت تمہیں نہیں دی، ان کے پاس جو مالی وجسمانی قوتیں تھیں وہ تم سے کہیں زیادہ تھیں، جب وہ کفر پر جمے رہنے کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے تو تمہاری کیا حیثیت ہے......؟ وہ لوگ نہ بہرے تھے نہ اندھے تھے نہ باولے بے وقوف تھے ہم نے انہیں کان بھی دیئے تھے اور آنکھیں بھی اور دل بھی لیکن جب ان پر عذاب آیا ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی نہ ان کے حواس ظاہرہ بچا سکے اور نہ کسی تدبیر سے عذاب سے محفوظ ہو سکے جس کا دل اور دماغ سے ادراک ہوتا ہے یہ عذاب کا ابتلاء اور عدم اغناء الجوارح والا معاملہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے کوئی دنیاوی مصیبت عام حالات میں آ جائے تو کچھ حواس ظاہرہ سے اور کچھ عقل وفہم کے ذریعہ سوچ بچار کر کے اور کوئی تدبیر نکال کر بھی کبھار مصیبت سے نکلنے کا کچھ راستہ نکل آتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے کی وجہ سے عذاب آتا ہے تو آنکھ کان سوچ سمجھ کچھ چیز فائدہ نہیں دیتی۔

﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (اور ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا مذاق بناتے تھے) یعنی اللہ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام سے جو ٹھٹھہ کرتے تھے اور کہتے تھے کیا عذاب، عذاب کی رٹ لگاتے ہو عذاب آنا ہے تو لے آؤ اپنی اس بات کا انہوں نے نتیجہ دیکھ لیا، عذاب میں مبتلا ہوئے اور بالکل برباد ہو گئے۔

اس کے بعد اہل مکہ سے مزید خطاب کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى﴾ (ہم نے تمہارے چاروں طرف کی بستیاں ہلاک کر دیں) اس سے یمن اور شام کی بستیاں مراد ہیں یمن کی بستیاں تو وہی قوم عاد والی بستیاں تھیں، اور جب اہل مکہ تجارت کے لیے ملک شام جاتے تھے تو قوم ثمود کی بستیوں پر اور حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کو دیکھا کرتے تھے ان کی تباہی و بربادی

Marfat.com

سے عبرت حاصل کرنا ضروری تھا لیکن عبرت نہیں لیتے تھے۔

﴿وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (اور ہم نے انہیں بار بار نشانیاں بتا دی تھیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں) لیکن وہ باز نہ آئے بالآخر وہ ہلاک ہوگئے یہ ہلاک ہونے والے مشرک تھے اللہ کے سوا انہوں نے معبود بنا رکھے تھے اور ان کے تقرب کو اپنی مشکلات دور ہونے کا ذریعہ سمجھتے تھے جب عذاب آیا تو انہوں نے ذرا بھی مدد نہ کی بلکہ ان سے غائب ہوگئے ان لوگوں کی یہ بات کہ یہ معبود ہیں ان سے ہمیں فائدہ پہنچے گا جھوٹ تھی اپنی تراشی ہوئی تھی، جھوٹ سے کچھ فائدہ نہ پہنچا اسی کو فرمایا ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً﴾ سو اللہ کے سوا جن جن چیزوں کو انہوں نے تقرب حاصل کرنے کے لیے اپنا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی ﴿بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ (بلکہ وہ سب ان سے غائب ہوگئے اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات تھی۔)

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ
وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ
يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي
الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ
قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور جب ہم نے آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو پھیر دیا جو قرآن سننے لگے، سو جب یہ لوگ قرآن کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ چپ رہو، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر چلے گئے، کہنے لگے اے ہماری قوم بے شک ہم نے ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والی ہے، اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں سخت عذاب سے بچا دے گا، اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو زمین میں عاجز کرنے والا نہیں ہے اور اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی ولی نہ ہوگا، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا وہ ان کو پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے، ہاں اسے ضرور قدرت ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور جس روز کافر لوگ آگ پر پیش کیے جائیں گے کیا یہ حق نہیں ہے؟ کہیں گے کہ قسم ہے ہمارے رب کی یہ ضرور امر واقعی ہے! ارشاد ہوگا تو چکھ لو عذاب اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

Marfat.com

جنات کا رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا، پھر واپس جا کر اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینا!

رسول اللہ ﷺ رسول الثقلین تھے یعنی آپ انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور جنات کی طرف بھی یہاں سورۃ الاحقاف میں اور سورۃ الجن میں جنات کا خدمت عالی میں حاضر ہونا اور آپ سے قرآن مجید سننا مذکور ہے علماء حدیث نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنات کی آبادی میں تشریف لے گئے اور انہیں احکام دینیہ کی تبلیغ فرمائی محدثین کی اصطلاح میں اس کو لیلۃ الجن کہتے ہیں حضرات محدثین کرام نے فرمایا ہے کہ لیلۃ الجن کا واقعہ چھ مرتبہ پیش آیا، معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جنات کو تبلیغ کریں انھیں ایمان لانے کی دعوت دیں اور قرآن سنائیں پھر اللہ تعالیٰ نے نینوا بستی کے رہنے والے جنات میں سے ایک جماعت کو آپ کے پاس بھیج دیا آپ تشریف لے جانے لگے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ساتھ چلے گئے یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم چلتے چلتے شعب الحجون پہنچ گئے (المعلیٰ کے علاقے کا پرانا نام الحجون ہے) وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے خط کھینچ کر میرے لیے جگہ تجویز فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ میرے واپس آنے تک اسی جگہ رہنا آپ مجھے چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے وہاں قرآن کریم پڑھنا شروع کیا، آپ کے پاس پاس گدھوں جیسی چیزیں جمع ہوگئیں اور میں نے طرح طرح کی سخت آوازیں سنیں یہاں تک کہ مجھے آپ کی جان کا خطرہ ہوگیا آپ کی آواز بھی مجھ سے اوجھل ہوگئی پھر میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح واپس جا رہے ہیں رسول اللہ ﷺ ان سے فارغ ہو کر فجر کے بعد تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہیں نیند آ گئی تھی میں نے عرض کیا کہ مجھے نیند کیا آتی مجھے تو آپ کی جان عزیز کا خیال آ رہا تھا بار بار خیال ہوا کہ میں لوگوں کو بلاؤں تاکہ آپ کا حال معلوم کریں فرمایا اگر تم اپنی جگہ سے چلے جاتے تو اس کا کچھ اطمینان نہیں تھا کہ ان میں سے تمہیں کوئی اچک لیتا، پھر فرمایا کیا تم نے کچھ دیکھا عرض کیا کہ میں نے کالے رنگ کے لوگوں کو دیکھا جو سفید کپڑے لپیٹے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ یہ شہر نصیبین کے جنات تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لیے کچھ بطور خوراک تجویز فرما دیجیے لہٰذا میں نے ان کے لیے ہڈی اور گھوڑے وغیرہ کی لید نیز اونٹ اور بکری وغیرہ کی مینگنی تجویز کر دی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان چیزوں سے ان کا کیا کام چلے گا؟ فرمایا وہ جو بھی کوئی ہڈی پائیں اس پر اتنا ہی گوشت ملے گا جتنا اس دن تھا جس دن اس سے گوشت چھڑایا گیا اور جو بھی لید پائیں گے انہیں اس پر وہ دانے ملیں گے جو جانوروں نے کھائے تھے (جن کی لید بن گئی تھی) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سخت آوازیں سنیں یہ کیا بات تھی؟ فرمایا جنات میں ایک قتل ہوگیا تھا وہ اسے ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے وہ میرے پاس فیصلہ کرنے کے لیے آئے تھے میں نے ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا۔

بعض روایات میں ہے کہ ہڈی کو جنات کی خوراک اور مینگنی کو ان کے جانوروں کی خوراک تجویز کیا اور اس کی وجہ سے ان سے استنجا کرنے کی ممانعت فرما دی۔

ایک روایت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان یوں بھی نقل کیا گیا ہے کہ لیلۃ الجن کو رسول اللہ ﷺ غار حرا کی طرف سے تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم رات بھر آپ کو ڈھونڈتے پھرے آپ سے ملاقات نہ ہو سکی، فکر اور غم میں ہم نے پوری رات گزاری آپ نے فرمایا کہ جنات کی طرف سے ایک بلانے والا میری طرف آیا تھا میں اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔ اور ان کو قرآن مجید سنایا۔

جنات نے قرآن مجید سنا تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو دھیان سے سنو جب آپ نے تلاوت ختم فرما دی تو جنات واپس ہوگئے اور ساتھ ہی مبلغ اور داعی بھی بن گئے واپس ہو کر انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے یہ کتاب واقعی اللہ کی کتاب ہے جو کتابیں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئیں ان کی تصدیق کرنے والی

Marfat.com

اور حق کی طرف اور راہ مستقیم کی طرف ہدایت دیتی ہے اس سے بعض مفسرین نے یہ بات ثابت کی کہ یہ جنات جنہوں نے آپ سے قرآن مجید سنا پھر واپس ہو کر اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دی یہ لوگ یہودی تھے جنات کی مذکورہ بالا جماعت نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ اللہ کے داعی یعنی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بات مانو ان پر ایمان لاؤ جب ایمان لے آؤ گے اللہ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے گا جو جنات ایمان لے آئے ان کا اجر و ثواب یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دے گا اور عذاب سے محفوظ فرما دے گا اس میں داخلہ جنت کا ذکر نہیں ہے چونکہ مومن جنات کے جنت میں داخل ہونے کا کسی آیت کریمہ میں واضح اور صریح تذکرہ نہیں ہے اور کوئی حدیث مرفوع صحیح صریح بھی اس بارے میں نہیں ملتی اس لیے مسئلہ اختلافی ہو گیا ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے ایمان کا صلہ بس یہی ہے کہ دوزخ سے محفوظ کر دیئے جائیں اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ جیسا کہ جانوروں کے لیے یہی ارشاد ہو گا لہٰذا وہ مٹی ہو جائیں گے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اس میں توقف فرمایا ہے جنت میں داخل ہونے نہ ہونے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا واللہ اعلم الصواب۔

﴿وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ﴾ (الآیۃ) یہ جنات کے کلام کا تتمہ ہے یا جملہ مستانفہ ہے دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں اس میں یہ اعلان فرما دیا کہ جو کوئی شخص اللہ کے داعی کی بات نہ مانے یعنی ایمان نہ لائے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور عذاب میں گرفتار ہو گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب گرفت ہو گی تو کہیں بھاگ کر نہیں جا سکے گا اور اللہ کے سوا کوئی مدد نہ کر سکے گا جس نے اللہ کے داعی کی نافرمانی کی وہ واضح گمراہی میں ہے۔

جو لوگ توحید کے منکر ہوتے ہیں وقوع قیامت کے بھی قائل نہیں ہوتے لہٰذا دعوت توحید کے بعد وقوع کا قیامت کا بھی تذکرہ فرمایا اور منکرین کا استبعاد دور کرتے ہوئے فرمایا کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا، اس کو تو تم مانتے ہو اتنی بڑی بڑی چیزوں کو پیدا فرمایا اور اسے ذرا بھی تھکن نہیں ہوئی جس نے ان کو پیدا فرما دیا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ انسانوں کو اور دوسری چیزوں کو موت دے کر دوبارہ زندہ فرمائے؟ تم تو غور ہی نہیں کرتے اور غور کرو گے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آ جائے گی ﴿بَلٰٓى﴾ وہ ضرور دوبارہ پیدا کر سکتا ہے مردوں کو زندہ کر سکتا ہے ﴿اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے)

اس کے بعد کافروں کو یاد دہانی فرمائی کہ قیامت کے دن جب اہل کفر آگ پر پیش کیے جائیں گے یعنی اس میں داخل ہونے لگیں گے تو ان سے کہا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ دنیا میں جب تم سے کہا جاتا تھا کہ کفر کی سزا دوزخ ہے تو تم اسے نہیں مانتے تھے اور جو حضرات اس بات کی خبر دیتے تھے تم ان کا مذاق بناتے تھے اب بولو کیا کہتے ہو کیا یہ آگ جو تمہارے سامنے ہیں اس کا سامنا ہونا اور تمہارا اس میں داخل ہونا حق ہے یا نہیں ﴿قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا﴾ وہ اس پر کہیں گے کہ ہاں واقعی یہ حق ہے ہم مانتے ہیں تصدیق کرتے ہیں وہ اس بات کو قسم کھا کر کہیں گے لیکن اس وقت اقرار اور قسم سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا ﴿قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ارشاد ربانی ہو گا کہ اپنے کفر کی وجہ سے عذاب چکھ لو۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

سو آپ صبر کیجیے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا، اور ان لوگوں کے لیے جلدی نہ کیجیے جس دن یہ لوگ وعدہ کی چیز کو دیکھیں گے گویا صرف دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے یہ پہنچا دینا ہے سو ہلاک نہیں ہوں گے مگر نافرمانی کرنے والے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور صبر کی تلقین

رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور محنت اور جدوجہد برابر جاری رہی آپ کے مخاطبین انکار وعناد پر تلے ہوئے تھے اس سے آپ کو رنج ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کے لیے فرمایا ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ (سو آپ صبر کیجیے جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا) ﴿وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ (ان لوگوں کے لیے جلدی نہ کیجیے) یعنی ان پر جلدی عذاب آجائے اس فکر میں نہ پڑیے ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ﴾ جس دن یہ لوگ وعدہ کی چیز کو دیکھیں گے گویا کہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے یعنی عذاب میں دیر لگ رہی ہے وہ اس کی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ عذاب نہیں آئے گا لیکن جب عذاب آجائے گا تو وہ یوں سمجھیں گے کہ دنیا میں جو زندگی گزاری وہ صرف ایک گھڑی ہی تھی دنیا کی لمبی زندگی کو جس میں خوب مزے کیے اسے شدت عذاب کی وجہ سے بھول جائیں گے۔ ﴿بَلٰغٌ﴾ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی یہ جو کچھ تمہیں بتایا گیا سنایا گیا نصیحت اور موعظت کے اعتبار سے کافی ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ ھٰذا جو محذوف ہے اس کا مشار الیہ قرآن مجید ہے، مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم نے اللہ کی طرف سے تمہیں حق پہنچا دیا ثواب کی چیزیں بھی بتا دیں گناہ کے کاموں سے بھی آگاہ کر دیا تبلیغ کا حق ادا کر دیا اب عمل نہ کرو گے تو عذاب میں گرفتار ہو گے۔

﴿فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُونَ﴾ (سو عذاب کے ذریعہ فاسق لوگ ہی ہلاک ہوں گے) جو اللہ کے باغی ہیں اس کی فرمانبرداری سے دور ہیں۔

فائدہ: آیت کریمہ میں جو ﴿أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ فرمایا ہے بعض حضرات کے نزدیک مِنْ بیانیہ ہے اور ان حضرات کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول اولوالعزم یعنی ہمت اور حوصلہ والے تھے جیسے ان حضرات نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجیے اس کی تفسیر کی بناء پر تمام انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام اولوا العزم کی صفت سے متصف تھے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مِنْ تبعیضیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول بھیجے تھے ان میں جو اولوالعزم تھے آپ ان کا اتباع کیجیے جب یہ تفسیر کر دی گئی تو یہ سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان حضرات میں کون کون اولوا العزم تھے پھر ان حضرات کے نام تجویز کیے گئے کسی نے صرف حضرت یونس علیہ السلام کا استثناء کیا اور کہا کہ وہ اہل عزم نہیں تھے کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے میں جلدی کی تھی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے نبی اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ﴾ فرمایا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اولوا العزم سے وہ حضرات مراد ہیں جو سورۂ انعام کی آیات ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا﴾ میں مذکور ہیں اور یہ اٹھارہ ہیں ان کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ﴿أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی اور آپ ان کی ہدایت کا اتباع کیجیے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اولوا العزم سے وہ حضرات مراد ہیں جو اصحاب شرائع تھے یعنی حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام یہ چار ہیں پانچویں صاحب شریعت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ﴿واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب﴾

قال العبد الفقیر ان القول الاوّل اصح لان سیاق الکلام یدل علی کثرتھم لا علی عدد قلیل فتدبر (بندہ عاجز کہتا ہے کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ سیاق کلام ان کی کثرت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ قلت پر، پس غور کرنا چاہیے۔)

وھذا آخر تفسیر سورۃ الاحقاف انعم اللّٰہ بتمامه وحسن ختامه وصلی اللّٰہ تعالیٰ

علی سید رسله محمد المصطفیٰ وعلی آله وصحبه اولی الاحلام والنھی۔

Marfat.com

آیاتہا ۳۸ ۴۷ سورۃ محمد مدنیۃ ۹۵ رکوعاتہا ۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سورۂ محمد مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ۳۸ آیات اور ۴ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۱﴾ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴿۲﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَہُمۡ ﴿۳﴾

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع فرما دیا، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جو کچھ محمد پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہ ان کے رب کی طرف سے امر واقعی ہے اللہ ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور ان کے حال کو درست فرما دے گا، یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا، اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے حق کا اتباع کیا جو ان کے رب کی طرف سے ہے اسی طرح اللہ لوگوں کے لیے ان کے احوال بیان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والوں کی بربادی اور اہل حق پر انعام کا اعلان

یہاں سے سورۂ محمد ﷺ شروع ہو رہی ہے۔

آیات مذکورہ بالا میں اہل کفر اور اہل ایمان کے درمیان فرق واضح فرمایا ہے اور اہل کفر کی سزا اور اہل ایمان کی جزا بیان فرمائی ہے اول تو یہ فرمایا کہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے کفر و شرک پر تو کسی خیر کی امید رکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں اہل کفر جو بعض مرتبہ صلہ رحمی یا خدمت خلق کے کام کرتے ہیں آخرت میں ان چیزوں کا بھی کچھ نہیں ملے گا اعمال ضائع کرنے کا سبب کفر ہی بہت ہے۔ پھر اوپر سے جنہوں نے اللہ کے راستے روکنے کا جو کام کیا یہ ان کے اعمال ضائع ہونے کا ایک مزید سبب بن گیا۔ مومنین کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور ان کے احوال کی اصلاح فرما دے گا آیت کریمہ میں ان کے ایمان کی تعریف فرماتے ہوئے ﴿وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ﴾ فرمایا اس میں یہ بتا دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے کے بعد کسی کا ایمان اس وقت تک معتبر نہیں جب تک کہ محمد ﷺ پر ایمان نہ لائے اور ساتھ ہی ﴿وَهُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ﴾ فرمایا جس میں محمد رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے کی اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے اللہ کی طرف سے اس کے اتارے جانے کی توثیق اور تصدیق فرمائی اور یہ بتا دیا کہ آپ کا دعوائے رسالت اور دعوی نزول کتاب من اللہ حق اور صحیح ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ یہ جو اہل کفر کی بدحالی ہوگی اور اہل ایمان کے حال کو اللہ تعالیٰ سدھار دے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا اور اہل ایمان نے حق کا اتباع کیا، اتباع الحق کے ساتھ لفظ ﴿مِنۡ رَّبِّهِمۡ﴾ بھی فرمایا اس میں یہ بتا دیا کہ حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو (اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیے)

Marfat.com

﴿كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ﴾ (اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے لیے امثال بیان فرماتا ہے۔) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ امثال سے احوال مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ مومنین اور کافرین کے احوال بیان فرماتا ہے مومنین کوحق پر بتاتا ہے اور اس کے نتیجے میں فلاح اور فوز کی بشارت دیتا ہے اور کافروں کے بارے میں بتاتا ہے کہ وہ باطل کا اتباع کرتے ہیں جس کا نتیجہ خیبت اور خسران ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّا
بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛۚ ذٰلِكَ ؕۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ
لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۴﴾ سَيَهْدِيْهِمْ وَ
يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ ﴿۵﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ
وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ
اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ
الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾
وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِىَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِىْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ
كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

سو جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم اچھی طرح سے ان کی خوں ریزی کر دو تو خوب مضبوط باندھ دو پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا ان کی جانوں کا بدلہ لے کر چھوڑ دو جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیاروں کو نہ رکھ دے، یہ اسی طرح ہے، اور اگر اللہ چاہے تو ان سے انتقام لے لے، اور لیکن تاکہ تم میں بعض کا بعض کے ذریعہ امتحان فرمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے سو اللہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہ فرمائے گا، وہ انہیں عنقریب مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کا حال درست فرما دے گا اور انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جس کی انہیں پہچان کرا دے گا۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا، اور جن لوگوں نے کفر کیا سو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کو مکروہ جانا جو اللہ نے نازل فرمائی سو اس نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو انہوں نے نہیں دیکھا کیسا ہوا ان کا انجام جو ان سے پہلے تھے اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لیے اسی قسم کی چیزیں ہیں، یہ اس وجہ سے کہ اللہ ایمان والوں کا مولیٰ ہے اور بے شک کافروں کے لیے کوئی بھی مولیٰ نہیں، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا

Marfat.com

ٹھکانہ ہے، اور بہت سی بستیاں تھیں جن کے رہنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ یہ بستیاں آپ کی بستی سے زیادہ سخت تھیں جنہوں نے آپ کو نکال دیا، ان بستیوں کا کوئی مددگار نہ ہوا جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو اچھی چیز بتا گئی اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔

جہاد و قتال کی ترغیب، قیدیوں کے احکام، مجاہدین اور مقتولین کی فضیلت

یہ آیات متعدد مضامین پر مشتمل ہیں جہاد اور قتال کے بعض مسائل بتائے ہیں اور فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کی فضیلت ظاہر فرمائی اور کافروں کی بدحالی اور بربادی کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے اور قتل و قتال کی نوبت ہو جائے تو دشمنان اسلام کے قتل کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرو، ان میں سے جو قتل ہو جائیں ان کے علاوہ جو زندہ ہوں ان کو قید کرلو اور اچھی طرح کس کے ان کو باندھو اس کے بعد ان کو احسان کے طور پر یا اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے بدلہ ان کو چھوڑ دو۔

اس کی تشریح اور تفسیر یہ ہے کہ جب دو قوموں میں جنگ کرنے والے مقتول بھی ہوتے ہیں اور ایک فریق دوسرے فریق کے افراد کو قید بھی کر لیتا ہے مجاہدین اسلام دشمن کے افراد کو قید کرلیں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اس کے بارے میں یہاں سورۂ محمد (ﷺ) میں دو حکم بیان فرمائے ہیں اول یہ کہ ان پر احسان کر دیا جائے یعنی بغیر کسی معاوضہ کے چھوڑ دیا جائے یا دوم یہ کہ اپنے قیدیوں کے بدلہ میں انہیں چھوڑ دیں یعنی امیر المومنین اپنے قیدی ان سے واپس لے لے اور ان کے بدلہ کافر قیدیوں کو واپس کر دے، تیسری صورت یہ ہے کہ مالی عوض لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا اور چوتھی صورت یہ کہ انہیں قتل کر دیا جائے قتل کرنا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینا سورۂ انفال میں مذکور ہے۔

اور پانچویں صورت یہ ہے کہ انہیں غلام باندی بنا کر مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے اور ایک صورت یہ ہے کہ ان قیدیوں کو ذمی بنا کر دار الاسلام میں رکھ لیا جائے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بالکل ہی بطور احسان کے چھوڑ دینا کہ نہ قیدیوں کا تبادلہ ہو اور نہ مال لیا جائے اور نہ ذمی بنایا جائے یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص احکام القرآن جلد دوم ص ۳۹۲ میں لکھتے ہیں کہ سورۂ انفال سورۂ محمد (ﷺ) کے بعد نازل ہوئی سورۂ محمد میں جو مَنّ اور فداء کی اجازت ہے اس کو سورۂ برأت کی آیات ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ اور ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ نے منسوخ کر دیا لہٰذا فدا اور مَن کی اجازت نہیں رہی فوجب ان یکون الحکم المذکور فیھا ناسخا للفداء المذکور فی غیرھا اھ﴾ (پس ضروری ہے کہ اس میں مذکور حکم فدیہ کا اس حکم کے لیے ناسخ ہو جو دوسری جگہ مذکور ہے) کافر قیدیوں کو بلاعوض مالی یا مسلمان قیدیوں کے چھڑانے کے لیے بطور مبادلہ چھوڑ دیا جائے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو جائز قرار نہیں دیا اور حضرات صاحبین اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا درست ہے رہی یہ بات کہ کافر قیدیوں کو مال لے کر چھوڑ دینا جائز ہے یا نہیں اس کے بارے میں حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ بھی جائز نہیں ہے البتہ امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں کو مال کی حاجت ہو تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا ہے ﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ﴾ (اور اگر اللہ چاہے تو کافروں سے انتقام لے) یعنی کسی طرح کا کوئی بھی عذاب دے کر ہلاک فرما دے ﴿وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کا بعض کے ذریعے امتحان فرمائے یعنی تمہیں جو جہاد کا دیا اس میں تمہارا امتحان ہے کہ وہ کون ہے جو جانتے ہوئے بھی کہ مقتول بھی ہو سکتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانتا ہے اور جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے اور اس میں کافروں کا بھی امتحان ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آ کر مقتول ہونے اور شکست کھانے

Marfat.com

اور مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا معاملہ دیکھ کر حق کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

پھر فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے اللہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہ فرمائے گا) اس میں یہ بتایا کہ جہاد میں امتحان کی حکمت کے ساتھ ساتھ تمہارا فائدہ بھی ہے اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤ گے تو یہ صرف امتحان کی کامیابی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تمہارے اعمال کے عوض بڑے بڑے انعامات ملیں گے شہادت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔

﴿سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾ (اللہ انہیں منزل مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کا حال درست فرمائے گا) قبر، حشر اور تمام مواقع میں ان کا حال درست فرما دے گا ﴿وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ﴾ اور انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جو ان کی منزل مقصود ہے ﴿عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾ (اللہ نے انہیں جنت کی پہچان کرا دی) یعنی دنیا میں اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ انہیں اس کی پہچان کرا دی ہے جنت کی پہچان کرانے کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ جب جنت میں داخل ہونے لگیں گے تو اپنے اپنے مقرر کردہ مقام کو وہ اس طرح جانتے ہوں گے جیسے اپنے دنیا والے گھروں میں اس کو پہچانتے تھے بلکہ ان سے زیادہ اپنی جنت والی مقررہ جگہ کے راستے کو پہچانتے ہوں گے۔ (کما فی الحدیث)

اس کے بعد مسلمانوں سے مدد کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ اس میں یہ بتا دیا کہ تم اللہ کی مدد کرو گے یعنی اس کے دین کی بلندی کے لیے کوششوں میں لگو گے (جس کا وہ محتاج نہیں ہے) تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور ثابت قدم رکھے گا۔

مومنین کا انعام بیان کرنے کے بعد کافروں کی بدحالی بیان فرمائی ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ (اور جن لوگوں نے کفر کیا ہلاکت ہے ان کے لیے اور اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے) دنیا میں مومنین کے ہاتھوں ان کی تباہی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے ہلاکت یعنی عذاب شدید اور دائمی ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ (اب لوگوں کی یہ ہلاکت اور اعمال کا حبط ہونا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اس کو ناپسند کیا جو کچھ اللہ نے نازل کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال حبط فرما دیئے۔)

دنیا میں چل پھر کر عبرت حاصل کریں

اس کے بعد منکرین کو تنبیہ فرمائی کہ اپنی دنیا اور ساز و سامان اور عمارت سے دھوکہ نہ کھائیں ان سے پہلے بھی قومیں گزر چکی ہیں جو ہلاکت و بربادی کا منہ دیکھ چکی ہیں، ارشاد فرمایا ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے سو ان لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے پہلے تھے) ﴿دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ (اللہ نے ان کو ہلاک فرما دیا) ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا﴾ (اور کافروں کے لیے ایسی کئی چیزیں ہیں) یعنی موجودہ جو کفار ہیں اور ان کے بعد جو بھی کافر ہوں گے ان کے لیے دنیا میں اسی طرح عذاب ہوگا اور ہلاک کر دیئے جائیں گے اور آخرت میں شدید اور دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مولیٰ ہے

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (یہ جو کچھ مذکور ہوا یعنی اہل ایمان کا جنت میں داخل ہونا اور اہل کفر کا دنیا و آخرت میں برباد ہونا اس وجہ سے ہے کہ اللہ ایمان والوں کا مولیٰ ہے یعنی ان کا ولی ہے مددگار ہے کارساز ہے) ﴿وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ (اور کافروں کا کوئی کارساز و مددگار نہیں)

اہل ایمان کا انعام اور کفار کی بدحالی

اس کے بعد اہل ایمان کا انعام اور کافروں کی طرز زندگی (دنیا میں) اور ان کا عذاب بیان فرمایا جو آخرت میں ان کے لیے تیار کیا

Marfat.com

گیا ہے فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ (بلاشبہ اللہ داخل فرمائے گا ایمان والوں کو اور جنہوں نے نیک عمل کیے ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی) ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ﴾ (اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ نفع حاصل کرتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں یہ ان کا دنیاوی حال ہے) ﴿وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ (اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے) اہل کفر کے سامنے دنیا ہی ہے اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اس لیے کسی بھی طرح کی دنیاوی لذت اور دنیاوی طمع اور دنیاوی ترقی اور دنیاوی مال حاصل کرنے میں کوئی حیاء اور شرم انسانیت و مروت ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی، جس طرح جانور اور چوپائے کھانے پینے میں ہر جگہ منہ مار لیتے ہیں اور جنسی لذت حاصل کرنے کے لیے سب کے سامنے سب کچھ کر لیتے ہیں، اسی طرح یہ دنیاوی لذتوں کے متوالے سب کچھ کر گزرتے ہیں یورپ اور امریکہ میں دیکھو قانونی طور پر عورت اور مرد کے میل ملاپ کے لیے نکاح کی شرط کو ختم کر دیا ہے اور دوستانہ زندگی کا رواج پالیا ہے عورت اور مرد دوست (فرینڈ) بن کر گھومتے پھرتے ہیں کبھی اس سے جوڑ بیٹھ گیا کبھی دوسرے سے دوستی ہوگئی، پارکوں میں اور ہوٹلوں میں بلکہ سڑکوں پر مرد و عورت آپس میں لطف اندوز ہوتے ہیں حرام حلال کا شرم و حیا کا کوئی دھیان نہیں اور اب تو قانونی طور پر ان کی بعض حکومتوں نے مرد کا مرد سے استمتاع اور استلذاذ جائز قرار دے دیا ہے اب یہ لوگ یہاں تک اتر آئے کہ آدمیت اور انسانیت باقی نہ رہی تو کیا حرج ہے مزہ تو مل رہا ہے انسانیت اور شرافت کو دیکھیں تو بہت سی لذتوں سے محروم ہونا پڑتا ہے لہٰذا وہ ایسی انسانیت سے بھر پائے جس سے مزہ میں فرق آئے اور لذت کو بٹہ لگے، یہ یورپ اور امریکہ کے کافروں کے احساسات ہیں، ایشیاء والوں نے بھی ان کی راہ کو اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔

جس طرح جنسی لذت کے لیے کافر لوگ دیوانے ہو رہے ہیں اسی طرح مال کمانے اور کھانے پینے میں جانوروں کی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں حلال و حرام سے کوئی بحث نہیں جو ملا کھالیا جو چاہا کھالیا سور اور شراب تو ان کی روزانہ کی غذا ہے قرآن کریم میں ان کی اس دنیا والی زندگی کو ﴿یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ﴾ سے تعبیر فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اس مضمون کو سورۂ زمر میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ (آپ فرما دیجیے کہ تو اپنے کفر سے تھوڑا سا نفع حاصل کر لے بے شک تو دوزخ والوں میں سے ہے۔)

اہل مکہ کو تنبیہ

اس کے بعد اہل مکہ کو تنبیہ فرمائی اس میں خطاب تو رسول اللہ ﷺ کو ہے کیونکہ آپ کو اس میں تسلی دی ہے اور سنانا منکرین کو بھی ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کریں ارشاد فرمایا ﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ﴾ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کے رہنے والے آپ کی اس بستی کے رہنے والوں سے قوت میں زیادہ سخت تھے جس سے آپ کو نکال دیا گیا ہے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا کوئی بھی ان کا مددگار نہ تھا ان کو بھی اپنی قوت اور طاقت پر غرور کرنے کا کوئی مقام نہیں۔

اہل ایمان اور اہل کفر برابر نہیں ہوسکتے

پھر فرمایا ﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ (الآیۃ) جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوگا کیا اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کا برا عمل اس کے لیے مزین کر دیا گیا ہے اس نے کفر کو اچھا سمجھا اور ایمان سے دور بھاگا اور جن لوگوں نے اپنی خواہشوں کا اتباع کیا یعنی توحید کو چھوڑا اور شرک اختیار کیا، یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان جن کے پاس ان کے رب کی طرف سے دلیل موجود ہے اور کافر لوگ جن کے برے اعمال کفر اور معاصی انہیں اچھے لگتے ہیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ دونوں فریق مومن اور کافر برابر نہیں ہوسکتے۔

Marfat.com

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جس کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی، اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو بالکل صاف ہوگا، اور ان کے لیے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پلایا جائے گا سو وہ ان کی انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

اہل جنت کے مشروبات طیبہ اور اہل نار کا مشروب ماء حمیم

اس آیت میں بھی مومنین کے انعامات اور کافروں کی سزا بیان فرمائی ہے اول تو جنت کا حال بیان فرمایا ہے جس کا متقیوں سے وعدہ ہے جنت میں بہت سی نعمتیں ہیں ان میں نہریں بھی ہیں ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو متغیر نہ ہوگا اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ بدلہ ہوا نہ ہوگا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے سراپا لذت ہوگی اور بالکل صاف شہد کی نہریں ہیں۔

• حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لیے تیار فرمایا ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا سب سے افضل اور اعلیٰ درجہ ہے اور اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے نہریں جاری ہیں۔ (صحیح البخاری ص ۳۹۱)

• یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اس میں یوں ہے منها تفجر انهار الجنة الاربعة یعنی جنت الفردوس سے چاروں نہریں جاری ہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں لکھتے ہیں یہی وہ چار نہریں ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں یعنی پانی اور دودھ اور شراب اور شہد کی نہریں حدیث شریف کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ جنت الفردوس سے چار نہریں نکلتی ہیں ان کا منبع اور مرکز جنت الفردوس ہے (پھر ان کی شاخیں پھوٹتی ہوئی دوسری جنتوں میں پہنچتی ہیں اس میں جو شراب کی نہریں بتائی ہیں ان کے ساتھ ﴿لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ﴾ بھی فرمادیا یعنی یہ بتا دیا کہ یہ شراب سراپا لذت ہوگی اس کو پینے سے نشہ نہ آئے گا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی۔ سورۃ الصافات میں فرمایا ﴿یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ﴾ (ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا سفید ہوگی، پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی، نہ اس میں درد ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا) اور سورۃ الواقعہ میں فرمایا ﴿یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِیْقَ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا یُنْزِفُوْنَ﴾ (ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کیا کریں گے آبخورے اور آفتاب اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔)

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جنت میں جو کچھ پینے پلانے کے لیے دیا جائے گا اس میں لذت ہی لذت ہوگی نہ عقل میں فتور آئے گا نہ نشہ ہوگا، نہروں کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرمایا ﴿وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ اور ان کے لیے ہر قسم

Marfat.com

کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔

اس کے بعد فرمایا ﴿كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ﴾ (الآیة) یہاں عبارت حذف ہے۔ یعنی من کان فی هذا النعيم كمن هو خالد فی النار جو شخص ان مذکورہ بالا نعمتوں میں ہوگا کیا ان لوگوں کی طرح ہوسکتا ہے جو ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے اور جنہیں کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کو اتنی زبردست بھوک لگا دی جائے گی جو اکیلی ہی اس عذاب کے برابر ہوگی جو ان کو بھوک کے علاوہ ہو رہا ہوگا لہٰذا وہ کھانے کے لیے فریاد کریں گے اس پر ان کو ضریع کا کھانا دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک دفع کرے گا۔ پھر دوبارہ کھانا طلب کریں گے تو ان کو ﴿طَعَامٌ ذِي غُصَّةٍ﴾ گلے میں اٹکنے والا کھانا دیا جائے گا جو گلوں میں اٹک جائے گا اس کے اتارنے کے لیے پینے کی چیز پیا کرتے تھے لہٰذا پینے کی چیز طلب کریں گے، چنانچہ کھولتا ہوا پانی لوہے کے سنڈاسیوں کے ذریعہ ان کے سامنے کر دیا جائے گا۔ وہ سنڈاسیاں جب ان کے چہروں کے قریب ہوں گی تو ان کے چہروں کو بھون ڈالیں گے پھر جب پانی پیٹوں میں پہنچے گا تو پیٹ کے اندر کی چیزوں (یعنی آنتوں وغیرہ) کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۴ از الترمذی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ ماء صدید (پیپ کا پانی) جب دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو وہ اس سے نفرت کرے گا پھر اور قریب کیا جائے گا تو چہرے کو بھون ڈالے گا اور بالآخر پاخانے کے مقام سے باہر نکل جائے گا۔

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائی (اول آیت سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی) ﴿وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ﴾ دوسری سورۂ کہف کی آیت یعنی ﴿إِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۳ از ترمذی)

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ﴿١٨﴾ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ﴿١٩﴾

اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور جو لوگ صحیح راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے، سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آپڑے، سو اس کی علامتیں تو آچکی ہیں سو جب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوئی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا؟ تو آپ اس کا یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے اور کوئی لائق عبادت نہیں، اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لیے بھی اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی

Marfat.com

خبر رکھتا ہے۔

منافقین کی بعض حرکتیں، ان کے قلوب پر مہر ہے، یہ لوگ اپنی خواہشوں کے پابند ہیں

یہ چار آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں منافقین کی ایک خصلت بد کا تذکرہ فرمایا ہے منافقین ظاہر میں اپنا آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور اندر سے کافر تھے جس کسی کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو اس کے رنگ ڈھنگ خدوخال اور چال ڈھال سے اس کی دورنگی معلوم ہوجاتی ہے اسی سلسلے کی یہ ایک کڑی ہے کہ منافقین جب رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوتے تھے تو آپ کی باتوں کی طرف بظاہر کان لگا کر ایسے بیٹھتے تھے جیسے بڑے دھیان سے سن رہے ہیں یہ طریقہ صرف دھوکہ دینے کے لیے تھا دلوں سے بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے جب مجلس سے باہر آتے تو دوسرے حضرات یعنی اہل علم صحابہ سے کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابھی ابھی کیا فرمایا؟ پہلی منافقت تو یہ تھی کہ جھوٹ موٹ کان لگا کر بیٹھے اور دھیان سے باتیں نہ سنیں اور دوسری منافقت یہ تھی کہ مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنے کے لیے ہمیں آنحضرت ﷺ کی باتیں سننے کا اشتیاق ہے یہ معلوم کرتے تھے کہ آپ نے ابھی ابھی کیا فرمایا، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں انہیں راہ حق پر آنا نہیں ہے۔

دوسری آیت میں اہل ایمان کے انعام کا تذکرہ فرمایا کہ جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہدایت دیتا ہے (جیسے جیسے احکام نازل ہوتے ہیں وہ ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے جاتے ہیں) اور اللہ ان کو ان کا تقویٰ نصیب فرماتا ہے (احکام پر بھی عمل کرتے ہیں اور جن افعال و اعمال سے منع فرمایا ہے ان سے بھی بچتے ہیں)

تیسری آیت میں منکرین اور منافقین کو توبیخ فرمائی کہ ان لوگوں کا طور طریقہ ایسا ہے کہ بس قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ نہ ایمان لاتے ہیں نہ اعمال خیر میں مشغول ہوتے ہیں نہ گناہوں سے بچتے ہیں اور نہ انذار و تبشیر ان کے حق میں مفید ہوتا ہے نہ عذاب کی وعید سے متاثر ہوتے ہیں نہ جنت کی بشارت کا یقین کرتے ہیں اب کیا رہ گیا؟ بس قیامت کا آنا باقی ہے اس کے انتظار میں ہیں کہ وہ اچانک آجائے اور قیامت آجائے تو نصیحت حاصل کریں سو قیامت کی علامتیں آچکی ہیں خود نبی کریم ﷺ کا مبعوث ہونا بھی علامات قیامت میں سے ہے اور معجزہ شق القمر بھی علامات قیامت میں سے ہے جسے سورۃ القمر کی پہلی آیت میں بیان فرمایا ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ جب قیامت آجائے گی تو اس وقت سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کا نہ موقعہ ہوگا نہ اس سے کچھ فائدہ ہوگا اس مضمون کو ﴿فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ﴾ میں بیان فرمایا، یہ مضمون سورۃ الفجر کی آیت کریمہ ﴿وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى﴾ میں بھی بیان فرمایا ہے اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب کہاں ہے نصیحت حاصل کرنا یعنی اب اس کا فائدہ کچھ نہیں۔

توحید پر جمے رہنے اور استغفار کرنے کی تلقین

(چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اپنے اس علم اور یقین پر جمے رہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کریں اس میں آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے اور آپ کے توسط سے دیگر اہل ایمان کو بھی، خلاف شان نبوت جو کوئی امر آپ سے صادر ہوگیا اسے ﴿لِذَنْبِكَ﴾ سے تعبیر فرمایا جیسا کہ خطاء اجتہادی سے کبھی ایسا واقع ہوا، معصیت حقیقت کا صدور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے نہیں ہوسکتا۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں امر بالاستغفار مع انه مغفور له ليستن به امته (یعنی آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا حالانکہ آپ کا سب کچھ بخشا جاچکا ہے تاکہ امت آپ کا اتباع کرے) آپ نے فرمایا ہے کہ بیشک میرے دل پر میل سا آتا ہے اور بیشک میں اللہ سے روزانہ سو دفعہ استغفار کرتا ہوں اور بعض روایت میں ہے کہ آپ ہر مجلس میں سو مرتبہ استغفار فرماتے ہیں۔

Marfat.com

صاحب معالم التنزیل مزید لکھتے ہیں هذا اکرام من الله تعالیٰ لهذه الامة حیث امر نبیهم ان یستغفر لذنوبهم وهو الشفیع المجاب فیه (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کا اکرام ہے کہ ان کے نبی کو حکم فرمایا کہ ان کے گناہوں کے لیے استغفار کریں آپ کی ذات گرامی کو اللہ نے شفاعت کرنے والا بھی بنایا اور شفاعت قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔) (معالم التنزیل ص ۱۸۳، ج ۴)

مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ کی تفسیر

مفسرین کرام نے اس کے متعدد معنی بیان کیے ہیں، پہلے ترجمہ غور سے پڑھیے (اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے) یہ ترجمہ مفسر ابن جریر رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق ہے جسے علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں نقل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ﴿مُتَقَلَّبَكُمْ﴾ سے دنیاوی اعمال میں مشغول رہنا اور اس میں چلنا پھرنا مراد ہے اور ﴿وَمَثْوٰكُمْ﴾ سے ہر ایک کا آخرت کا ٹھکانہ مراد ہے اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ﴿مُتَقَلَّبَكُمْ﴾ سے ارحام الامہات کی طرف منتقل ہونا اور ﴿وَمَثْوٰكُمْ﴾ سے زمین میں ٹھہرنا مراد ہے اور ابن کیسان رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے ﴿مُتَقَلَّبَكُمْ﴾ سے لیٹتے وقت پلٹیاں کھانا اور ﴿وَمَثْوٰكُمْ﴾ سے قبروں میں ٹھہرنا مراد ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ۚ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورۃ کیوں نہ نازل ہوئی سو جس وقت کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہوگئی ہو، سو عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے، ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے، پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آ گیا تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچا وعدہ کرتے تو ان کے لیے بہت بہتر ہوتا، سو اگر تم والی بن جاؤ تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع رحمی کردو، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، سو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے قفل ہیں۔

منافقین کی بدحالی اور نافرمانی

ان آیات میں اہل ایمان کا شوق جہاد منافقین کا حکم جہاد سن کر گھبراہٹ اور پریشانی میں پڑنے کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی نئی سورت کیوں نازل نہ ہوئی یہ احکام جدیدہ کے نازل ہونے اور ان پر عمل کرنے کے اشتیاق میں کہہ دیتے تھے جب کوئی بھی سورت نازل ہوتی تو ایمان والے خوش ہو جاتے تھے لیکن جو منافقین تھے وہ نزول احکام سے ڈرتے رہتے خصوصاً جب کسی سورت میں قتال کا حکم نازل ہوتا تو بس ان کا برا حال ہو جاتا تھا ان کے دلوں میں مرض یعنی نفاق تھا نہ سچے دل

Marfat.com

سے رسول اللہ ﷺ کو رسول مانتے تھے نہ قرآن کو مانتے تھے نہ وقوع قیامت کا یقین رکھتے تھے لہٰذا جہاد والی سورت کا مضمون سن کر گھبرا اٹھتے تھے اور ان کا اثر ان کے چہروں سے ظاہر ہو جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کو بھیانک نظروں سے اس طرح دیکھتے تھے جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو جائے یہ لوگ سمجھتے تھے اب رکھ رکھاؤ کے لیے جہاد میں جانا ہی پڑے گا دل چاہتا نہیں، لیکن شریک ہونا ہی ہے بد دلی کی شرکت تو مستقل عذاب ہے اور اگر میدان جہاد میں مقتول ہوں تو یہ اس سے بڑا عذاب ہو گیا اسی کو فرمایا ﴿فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾ کہ عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔ صاحب معالم التنزیل رحمہ اللہ لکھتے ہیں اولیٰ لك ای ولیك وقاربك ما تكره یہ "اولى لهم" کا ایک مطلب ہے اس صورت میں طاعة وقول معروف علیحدہ جملہ ہوگا اور ایک صورت یہ ہے کہ ﴿اولى لهم﴾ مبتداء ہو اور ﴿طاعة﴾ اس کی خبر ہوگی کما ذکر البغوی، فلیتدبر

﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ (یعنی منافقین کو چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہو تنگ دل ہونے کی بجائے کہیں کہ ہمارا کام تو فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا یعنی دل سے اور زبان سے تسلیم کرنا ہے۔ قال صاحب معالم التنزیل ای لو اطاعوا وقالوا قولاً معروفاً کان امثل واحسن، ثم قال وقیل هو متصل بما قبله واللام بمعنی الباء فَاَوْلٰی بهم طاعة الله ورسوله وقول معروف بالا جابة وهذا قول ابن عباس فی روایة عطاء (صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں یعنی اگر وہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے تو بہت ہی درست اور بہتر ہوتا پھر کہا کہ بعض نے کہا ہے یہ جملہ ما قبل سے متصل ہے اور لام باء کے معنی میں ہے یعنی ان کے لائق یہی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور قبول کر کے اچھی بات کہتے اور یہ عطاء کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔)

﴿فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ (پھر جب مضبوطی کے ساتھ حکم آ گیا، یعنی جہاد کرنے کا واقعی حکم ہو گیا تو اس وقت یہ لوگ اپنے دعویٰ ایمان اور دعویٰ فرمانبرداری میں سچے ثابت ہوتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔)

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ﴾ (سو کیا یہ صورت حال پیش آنے والی ہے کہ اگر تم والی بن جاؤ تو زمین میں فساد کرو اور آپس میں قرابت کے تعلقات کو قطع کر دو۔)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ منافقین کو خطاب ہے جسے استفہام کی صورت میں لایا گیا ہے اس میں ان کو توبیخ ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے جو احوال معلوم ہیں یعنی دنیا پر حرص کرنا اور جہاد کی بات سے گھبرانا اور شرکت جہاد سے کترانا اس بات کو جاننے کے بعد کیا کوئی شخص تم سے سوال کر سکتا ہے کہ اگر تمہیں ولایت فی الارض مل جائے یعنی عامة الناس کے والی اور متولی بنا دیئے جاؤ اور تمہیں اقتدار سپرد کر دیا جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور رشتہ داروں کو کاٹ پیٹ کر رکھ دو گے یعنی تمہارا یہ فساد اتنا آگے بڑھے گا کہ تمہیں رشتہ داریوں کی پاسداری بھی نہ رہے گی اور آپس کے تعلقات کو ختم کر ڈالو گے یعنی تم سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے اور سائل کا یہ سوال کرنا درست ہے۔

قال صاحب الروح: فالمعنى انكم لما عهد منكم من الاحوال الدالة على الحرص على الدنيا حيث امرتم بالجهاد الذى هو وسيلة الى ثواب الله تعالىٰ العظيم كرهتموه وظهر عليكم ما ظهر حقاء بأن يقول لكم كل من ذاقكم وعرف حالكم يا هٰؤلاء ما ترونَ هل يتوقع منكم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض الخ (صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے دنیا پر تمہاری حرص کے جو حالات ظاہر ہو چکے ہیں کہ تمہیں جہاد کا حکم ہوا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عظیم کا ذریعہ ہے تو تم نے اسے ناپسند کیا اور تمہاری جو حالت ہوئی سو ہوئی لہٰذا جو آدمی تمہیں جانتا ہو اور تمہارے حالات سے آگاہ ہو تو وہ تمہیں کہہ سکتا ہے کہ اے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہیں والی بنایا جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے۔)

یہ ترجمہ اور تفسیر اس صورت میں ہے جبکہ تولیتم کا ترجمہ والی اور صاحب اقتدار ہونے کا لیا جائے اور بعض مفسرین نے اس کا

Marfat.com

ترجمہ اَعْرَضْتُمْ لیا ہے، صاحب بیان القرآن نے اسی کو اختیار کیا ہے انہوں نے اس کو استفہام تقریری قرار دیا ہے اور مطلب یہ لکھا ہے کہ اگر تم جہاد سے کنارہ کش رہو تو تم کو یہ احتمال بھی چاہیے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو گے اور آپس میں قطع قرابت کردو گے یعنی اگر جہاد کو چھوڑ دیا جائے تو مفسدین کا غلبہ ہو جائے گا اور کوئی انتظام باقی نہ رہے گا جس میں تمام مصلحتوں کی رعایت ہو اور ایسا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے فساد ہوگا اور حقوق کی اضاعت ہوگی۔

پھر فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ﴾ (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے رحمت سے دور فرما دیا سو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا لہٰذا ان سے قبول حق کی اور راہ حق پر چلنے کی کوئی امید نہ کی جائے۔

تدبر قرآن کی اہمیت اور ضرورت

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾ (کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے) ﴿اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ یا ان کے دلوں پر قفل ہیں اس میں توبیخ ہے اور منافقوں کے حال کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ انہیں قرآن میں تدبر کرنا چاہیے تھا قرآن کے اعجاز اور معانی اور دعوت حق کے بارے غور کرتے تو نہ منافق ہوتے اور نہ وہ حرکتیں کرتے جو ان سے صادر ہوتی رہی ہیں ان کے تدبر نہ کرنے کا انداز یہ ہے کہ جیسے ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

قال صاحب الروح واضافة الاقفال الیها للدلالة علی انها اقفال مخصوصة بها مناسبة لها غیر مجانسة لسائر الاقفال المعهودة (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اقفال کی ان کی طرف اضافت اس بات پر دلالت کرنے کے لیے ہے کہ مخصوص تالے ہیں جو انہیں کے مناسب ہیں مشہور معروف تالوں کی طرح نہیں ہیں۔)

اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰی لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾

بے شک جو لوگ پشت پھیر کر پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت ظاہر ہوگئی تھی شیطان نے ان کے سامنے مزین کر دیا اور انہیں تاخیر والی باتیں سمجھا دیں، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اللہ کے نازل کیے ہوئے فرمان کو ناپسند کیا کہ ہم بعض کاموں میں تمہاری اطاعت کریں گے، اور اللہ ان خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے، سو ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانوں کو قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مار رہے ہوں گے یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور انہوں نے اللہ کی خوشی کو ناپسند کیا پھر اس نے اکارت کر دیئے ان کے اعمال۔

مرتدین کے لیے شیطان کی تسویل اور موت کے وقت ان کی تعذیب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان آیات میں بھی منافقین کا ذکر ہے ان سے جو مخالفانہ اور باغیانہ حرکتیں ظاہر ہوئیں ان کی وجہ سے ان کے لیے دعوائے اسلام پر باقی رہنے کا بھی کوئی راستہ نہ رہا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے اہل کتاب مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ان اوصاف کو دیکھ کر پہچان لیا جو اپنی کتابوں میں پاتے تھے پھر بھی کفر پر جمے رہے (اس کو ارْتَدُّوْا عَلٰی

Marfat.com

أدْبَارِهِمْ سے تعبیر فرمایا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے دعویٰ کیا کرتے تھے کہ ہم ضرور اتباع کریں گے اس دعوے کے مطابق جو کچھ کرنا تھا اس سے پھر گئے) آیات کا نزول جن لوگوں کے بارے میں بھی ہوا الفاظ کا عموم ہر طرح کے مرتدین کو شامل ہے ارشاد فرمایا کہ بے شک جو لوگ پشت پھیر کر دین حق سے پھر گئے حالانکہ ان پر ہدایت واضح ہوگئی تھی شیطان نے ان کا ناس کھویا اس نے کفر اور ارتداد کو اور برے اعمال کو ان کے سامنے اچھا کر کے پیش کیا حق اور حقیقت کو جانتے ہوئے دنیا کی ظاہری زینت کو انہوں نے ترجیح دی شیطان نے مزید یہ کیا کہ ان کو یہ بتایا کہ دیکھو ابھی دنیا میں تمہیں بہت رہنا اور زیادہ دن جینا ہے اسلام قبول کر کے یہ لمبی زندگی آرام سے کیسے گزارو گے؟ دیکھو جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں کتنی تکلیفوں میں پڑ جاتے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ﴾ اس میں ذٰلِكَ کا مشار الیہ اور أَنَّهُمْ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اور ﴿الَّذِينَ كَرِهُوا﴾ سے کون لوگ مراد ہیں اور ﴿بَعْضِ الْأَمْرِ﴾ سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین نے متعدد اقوال لکھے ہیں بِأَنَّهُمْ کی با کو سببیہ لینے کی صورت میں وہی قول قرین قیاس ہوگا جس سے ذٰلِكَ کا مشار الیہ مسبب اور با کا مدخول سبب بن سکتا ہو علامہ قرطبیؒ نے ذٰلِكَ کا مشار الیہ ﴿أَمْلٰى لَهُمْ﴾ کو قرار دیا ہے اور مطلب یہ بتایا ہے کہ شیطان کا انہیں لمبی عمر والی باتیں سمجھانا اس سبب سے ہے کہ انہوں نے یعنی منافقوں اور یہودیوں نے مشرکین سے کہا جن کو اللہ کا نازل کردہ فرمودہ ناگوار ہے کہ ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کر لیں گے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں (مثلاً) آپ سے دشمنی رکھنے میں اور جہاد میں شرکت نہ کرنے میں اور دین اسلام کو کمزور کرنے میں ہم تمہاری بات مان لیں گے تمہاری سب باتوں کی اطاعت کا وعدہ نہیں کرتے یہ لوگ کافر تو پہلے ہی سے تھے مزید صفات کفریہ کا اظہار اور اعلان بھی کر دیا اس لیے شیطان کو انہیں ڈھیل دینے اور کفر میں آگے بڑھانے کا موقع مل گیا۔ (تفسیر قرطبی ۲۵۰ ج ۱۶)

معالم التنزیل میں بھی یہ تفسیر لکھی ہے لیکن ذٰلِكَ کا مشار الیہ متعین نہیں کیا صاحب روح المعانی اس سے متفق نہیں کہ ذٰلِكَ کا اشارہ ﴿أَمْلٰى لَهُمْ﴾ ہے لیکن احقر کے نزدیک تمام احتمالات میں یہی راجح ہے صاحب بیان القرآن نے ذٰلِكَ کا مشار الیہ ارتداد علی الادبار کو لیا ہے اور ﴿سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ﴾ کا یہ مطلب لیا ہے کہ منافقین نے رؤسا یہود سے کہا کہ ہم عدم اتباع ظاہر کرنے کے بارے میں تمہارا حکم نہیں مانیں گے کیونکہ وہ ہماری مصلحت کے خلاف ہے اور عدم اتباع باطناً کا جو حکم دیتے ہو ہم اس میں تمہارا اتباع کر لیں گے کیونکہ ہم اس میں تمہارے ساتھ ہی ہیں۔

موت کے وقت کافر کی مار پیٹ

پھر فرمایا ﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (الآیۃ) اس میں منافقین کی موت کے وقت کی بدحالی کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا میں ان کو عذاب نہ ہوا تو یہ نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے محفوظ ہو گئے ہر کافر کو عذاب ہونا ہی ہے جو موت کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے ارشاد فرمایا کہ ان منافقین کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کر رہے ہونگے اور ان کے چہروں اور پشتوں کو مار رہے ہوں گے، صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ دنیا میں یہ لوگ جہاد سے بچ رہے ہیں ان کا یہ بچاؤ کتنے دن چلے گا بالآخر مریں گے اور موت کے وقت سے ہی ان کی پٹائی شروع ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی شخص گناہگاری کی حالت میں مرتا ہے فرشتے اس کی موت کے وقت اس کے چہرے پر اور پچھلے حصہ پر مارتے رہتے ہیں اس مار پیٹ کو حاضرین محسوس نہیں کرتے مگر ایسا ہوتا ضرور ہے جیسا کہ برزخ کے احوال مرنے والے پر گزرتے ہیں اور دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتے سورۃ الانفال میں فرمایا۔

﴿وَلَوْ تَرٰى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ (اور اگر آپ دیکھیں گے جب کہ فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہوئے ان کے مونہوں

Marfat.com

پر اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھ لو یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے۔)

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا﴾ (ان کی یہ سزا اس کے لیے ہے کہ انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جو اللہ کے ناراضگی کا سبب ہے اور اس کی رضامندی کو اچھا نہ جانا سو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے) یعنی انہوں نے کفر کو اختیار کیا (جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے) اور ایمان قبول نہ کیا (جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے) اللہ کو راضی کرنے والے عمل سے ان کو نفرت اور کراہت تھی ان کو موت کے وقت یہ سزا ملے گی اور اس کے بعد بھی برا عذاب ہے اور انہوں نے دنیا میں جو کوئی عمل ایسا کیا تھا جس پر ثواب دیا جا سکے ان اعمال کو بھی اللہ نے اکارت کر دیا یعنی آخرت میں ان اعمال کا کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ط وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ لا وَنَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾

کیا ان لوگوں نے خیال کیا ہے جن کے دلوں میں مرض ہے کہ اللہ ان کے کینوں کو نہ نکالے گا اور اگر ہم چاہتے تو آپ کو انہیں دکھا دیتے، سو آپ انہیں ان کی نشانی سے پہچان لیتے اور آپ انہیں ضرور بالضرور بات کرنے کے ڈھنگ سے پہچان لیں گے، اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے، اور بلاشبہ ہم ضرور تم کو آزمائیں گے تاکہ ہم تم میں سے مجاہدین کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تاکہ ہم تمہارے اعمال کو جانچ لیں۔

منافقین کے دلوں میں مرض ہے، طرز کلام سے ان کا نفاق پہچانا جاتا ہے!

جو لوگ منافقین تھے انہیں اسلام سے اور مسلمانوں سے دشمنی تھی، بظاہر دوست بنے ہوئے تھے اور اندر سے دشمن تھے اس دشمنی کا کسی نہ کسی طرح ظہور ہوتا رہتا تھا لیکن ان کا دعویٰ یہی تھا کہ ہم مسلمان ہیں یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تم میں سے ہیں اور یوں سمجھتے تھے کہ ہمارا باطن پوشیدہ رہے گا اور اسی طرح اپنے کفر کو چھپا کر مسلمانوں کے ساتھ چلتے رہیں گے اور ان سے جو منافع متعلق ہیں حاصل کرتے رہیں گے یہ ان کا خیال تھا منافق اپنے نفاق کو چھپاتا ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ میں بڑا ہوشیار اور چالاک ہوں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ایک عرصہ تک ان اشخاص کی تعیین کر کے ان کی پہچان نہیں کرائی ہاں ان کے احوال اور اعمال بیان فرما دیئے سورۂ براءت میں ان کے تفصیلی احوال بیان فرمائے ہیں اسی لیے اس سورت کا ایک نام فاضحہ......یعنی رسوا کرنے والی بھی ہے بعض دوسری سورتوں میں بھی ان کی حرکتیں اور ان کے اعمال بیان فرمائے ہیں ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ (اور اگر ہم چاہیں تو آپکو واضح طور پر ان منافقین میں سے ہر ایک کی الگ الگ پہچان کرا دیں مگر اس کی ضرورت نہیں ہے آپ ان کے رنگ ڈھنگ سے انہیں پہچان لیں گے ان کا لب ولہجہ اور بات کرنے کا ڈھنگ بتا دے گا کہ یہ منافق ہیں) اندر سے مومن نہیں ہیں کیونکہ غیر مخلص کا طریقہ کار اور طرز زندگی اور میل جول اور بول چال کا ڈھنگ مخلصین سے مختلف ہوتا ہے بلاوجہ قسمیں کھانا رک رک کر بات کرنا سوچ سوچ کر جواب دینا تاکہ الفاظ اور طرز گفتگو سے مخاطب کو بدعقیدگی کا پتہ نہ چل جائے یہ منافقین کے ڈھنگ ہوتے ہیں ایک عرصہ تو ایسا ہی رہا پھر بالآخر ایک دن وہ آیا کہ یہ لوگ سختی اور ذلت کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ سے نکال دیئے گئے جس کی تفصیل سیرت ابن ہشام کی جلد ثانی کے اوائل میں مذکور ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾ (اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے) اسے اہل ایمان کے اخلاص کا اور اہل نفاق کی منافقت اور مکرو

Marfat.com

فریب کا علم ہے، منافقین یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم مسلمانوں سے اپنی منافقت کو چھپا کر اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں گے، اگر مومنین مخلصین کو پتہ نہ چلا تو اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ علم ہے اس کے عذاب اور عقاب سے کیسے مطمئن ہو گئے؟

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ﴾ یعنی اعمال شرعیہ جہاد وغیرہ کے جو احکام نافذ کیے جاتے ہیں ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی جاتی ہے ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے تاکہ مخلص مجاہدین اور صابرین کا ظاہری طور پر علم ہو جائے ﴿وَنَبْلُوَ اَخْبَارَكُمْ﴾ (اور تاکہ ہم تمہارے احوال کو جانچ لیں)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت ظاہر ہوگئی یہ لوگ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور وہ عنقریب ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا، اے ایمان والو اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا پھر وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ہرگز اللہ ان کی مغفرت نہ فرمائے گا، سو تم سست نہ بنو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

کافر لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے، ان کے اعمال حبط کیے جائیں گے

اوپر چار آیات کا ترجمہ کیا گیا ہے پہلی آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اور ہدایت ظاہر ہونے کے بعد اس سے پھر گئے ایسے لوگ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے (یہ لوگ اپنی ہی جانوں کو نقصان پہنچائیں گے اور انہیں قیامت کے دن بربادی کا سامنا ہوگا) دنیا میں انہوں نے جو کوئی عمل ایسا کیا تھا جس پر اللہ کی طرف سے اہل ایمان کو ثواب ملتا ہے قیامت کے دن کافروں کو اس کا کچھ بھی ثواب نہ ملے گا یہ اعمال بالکل اکارت چلے جائیں گے۔

دوسری آیت میں یہ حکم فرمایا کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو، اعمال صالحہ سابقہ ایمان میں شک کرنے اور کفر و شرک اختیار کرنے اور بعض کبیرہ گناہوں کی وجہ سے باطل ہو جاتے ہیں یعنی ان کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ لا تبطلوا بالریاء والسمعة (کہ ریاکاری اور شہرت کی طلب کے ذریعے اپنے اعمال کو باطل نہ کرو) آیت عام ہے اس کے مفہوم میں ہر وہ چیز داخل ہے جس سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ ہم یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ ہر نیکی ضرور مقبول ہوتی ہے جب آیت کریمہ ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾ نازل ہوئی تو ہم نے کہا کہ وہ کیا چیز ہے جو ہمارے اعمال کو باطل کرے گی پھر ہم نے سمجھ لیا کہ اس سے کبیرہ گناہ اور فواحش مراد ہیں یعنی ان سے اعمال صالحہ باطل ہو سکتے ہیں اس کے بعد جب ہم کسی کو دیکھتے تھے کہ کوئی گناہ یا فحش کام اس سے سرزد ہو گیا تو ہم کہتے تھے کہ یہ شخص تو ہلاک ہو گیا یہاں تک کہ آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ

Marfat.com

﴿وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ نازل ہو گئی تو اس کے بعد ہمارا طریقہ یہ ہوا کہ جب کوئی شخص کبیرہ گناہ کر لیتا تھا تو اس کے بارے میں مواخذہ کا خوف رکھتے تھے (یعنی اس کا مواخذہ یقینی نہیں جانتے تھے) اور جس سے کبیرہ گناہ سرزد نہ ہوتا اس کے بارے میں بخشش کی امید رکھتے تھے۔ (ذکر صاحب الروح ص ۷۹ ج ۲۶)

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا پھر حالت کفر میں مر گئے اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا ہاں اگر کسی کافر نے اسلام کی مخالفت کی اور اللہ کے دین سے روکتا رہا پھر توبہ کر لی یعنی اسلام قبول کر لیا پھر حالت اسلام ہی میں مر گیا تو اس کے زمانہ کفر کا سب کچھ معاف ہو جائے گا اسی بات کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴ از مسلم) (اے عمرو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو (جو زمانہ کفر میں کیے) ختم کر دیتا ہے۔)

نفلی نماز، روزہ فاسد کرنے کے بعد قضاء کا واجب ہونا

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز یا نفل روزہ شروع کر کے توڑ دے تو اس کی قضا واجب ہے اس کے دلائل بھی لکھے ہیں ان میں سے آیت بالا کو بھی دلیل میں پیش کیا ہے تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اعمال کو باطل نہ کرو جب کسی نے ایک رکعت پڑھ لی یا گھنٹہ دو گھنٹہ روزہ رکھ لیا پھر توڑ دیا تو اس سے وہ عبادت بیچ میں رہ گئی جس کو شروع کیا تھا پوری عبادت کر کے کسی عمل سے باطل کر دے یا پوری کرنے سے پہلے ہی باطل کر دے دونوں طرح سے ابطال کی ممانعت پر آیت کریمہ کی دلالت ہوتی ہے۔ شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔ قال تعالیٰ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ وهو اعم من ابطالها قبل اتمامها بالا فساد او بعده بفعل ما يحبطه ونحوه

کمزور نہ بنو اور دشمنوں کو صلح کی دعوت نہ دو

چوتھی آیت میں فرمایا ﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ﴾ (اے مسلمانو! تم ہمت مت ہارو اور اپنے دشمنوں کو صلح کی طرف مت بلاؤ) اس میں یہ ارشاد فرمایا کہ جب کافروں سے جنگ ٹھن جائے تو تم جنگ پر آمادہ رہو اور جہاد فی سبیل اللہ میں کوئی کمزوری نہ دکھاؤ کمزور پڑ جانے میں یہ بھی داخل ہے کہ خود سے دشمنوں کو صلح کی دعوت دی جائے اگر دشمن صلح کی بات اٹھائیں تو بعض احوال میں صلح کر لینا جائز ہے جس میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع ہو جیسا کہ سورۂ انفال میں فرمایا ﴿وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ مزید توضیح کے لیے سورۃ انفال کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

تم ہی بلند رہو گے اگر مومن ہو

پھر فرمایا ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ﴾ یہاں صرف یہی الفاظ ہیں اور سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اس میں یہ وعدہ فرمایا کہ تم غالب رہو گے اگر تم مومن ہو لہٰذا صفات ایمان تقویٰ، حب آخرت اور فکر آخرت، امانت داری، ادائے فرائض و واجبات، ترک معاصی کی صفات سے متصف رہیں اگر ایسا ہوگا تو مسلمان ہی غالب رہیں گے اگر ایمانی صفات کھو بیٹھیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دشمنوں پر غلبہ پانے کا وعدہ نہیں بعض حالات میں قلت عدد کی وجہ سے جو ترک قتال کی اجازت ہے وہ اس کے معارض نہیں اس بات کے سمجھنے کے لیے آیت کریمہ ﴿اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا﴾ کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

پھر فرمایا ﴿وَاللّٰهُ مَعَكُمْ﴾ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے لہٰذا جم کر پوری قوت کے ساتھ دشمنوں سے مقابلہ کریں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین کی مدد کرنے کی نیت سے قتال کریں اسی سورت کے پہلے رکوع میں گزر چکا ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

Marfat.com

اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ (اے ایمان والو اگر تم اللہ کی یعنی اس کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔)

پھر فرمایا ﴿وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ (اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا) وہ ہر عمل صالح کا ثواب دے گا بشرطیکہ اسے باطل نہ کردیا ہو اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ پر وعدہ فرمایا ہے کہ ایک عمل کا ثواب کم از کم دس گنا دیا جائے گا اور اس سے زیادہ جتنا چاہے اپنے فضل و رحمت سے عطاء فرمائے گا۔ ﴿فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾

قال القرطبي في تفسيره وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ اي لن ينقصكم، عن ابن عباس وغيرهٗ ومنه الموتور الذي قتل له قتيل فلم يدرك بدمه، تقول منه وتره يتره وترا وترةً ومنه قوله عليه السلام ''من فاتته صلاة العصر فكانما وتر اهله وماله'' أي ذهب بهما (علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں ﴿وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ یعنی تمہارے اعمال میں کمی نہ ہوگی یہی حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے اور اس سے موتور ہے وہ شخص جس کا کوئی آدمی قتل ہوگیا اور اس کا خون بہا اسے نہ ملا ہو تم کہتے ہو وتر، یتر، وترا و ترةً اور اسی سے حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کا اہل وعیال اور مال (وتر) ہلاک ہوگیا۔)

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔـلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝۳۶ اِنْ يَّسْـَٔـلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝۳۷ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝۳۸ ع

دنیا والی زندگی بس لہو ولعب ہے اور اگر تم ایمان پر جمے رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو وہ تمہیں تمہارے اجور عطاء فرما دے گا اور وہ تم سے تمہارے مال طلب نہیں فرماتا، اگر وہ تم سے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک طلب فرمائے تو تم بخل کرنے لگو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی ناگواری کو ظاہر فرما دے گا، خبردار تم ایسے لوگ ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے سو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان کی طرف سے بخل کرتا ہے اور اللہ غنی ہے تم محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے۔

دنیاوی زندگی لہو ولعب ہے، کنجوسی کا وبال بخل کرنے والے پر ہی ہے، اللہ غنی ہے اور تم فقراء ہو!

گزشتہ آیت میں مومنین سے خطاب تھا کہ تم سست نہ بنو اور کافروں سے صلح کرنے کی طرف نہ جھکو اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارے اعمال کو ضائع نہ فرمائے گا ان آیات میں مسلمانوں کو چند تنبیہات فرمائی ہیں کچھ عام احوال سے اور کچھ فی سبیل اللہ اموال خرچ کرنے سے متعلق ہیں اول تو یہ فرمایا کہ دنیا کھیل ہے نفوس کو بہلانے والی چیز ہے سورۃ العنکبوت میں بھی یہ مضمون ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے ﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ (اور بلاشبہ آخرت والا گھر ہی زندگی ہے) کھیل کود سے مقاصد حقیقیہ حاصل نہیں ہوتے مقصد حقیقی یعنی ہمیشہ نعمتوں اور فرحتوں اور لذتوں میں رہنا یہ موت کے بعد دار آخرت ہی میں نصیب ہوگا اسی کے لیے کوشش کرنا لازم ہے انہیں اعمال میں مشغول ہو جو وہاں کام آئیں پھر فرمایا ﴿وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ﴾ اور اگر تم ایمان پر جمے رہے اور تقویٰ اختیار کیا (جس میں فرائض اور واجبات کی ادائیگی اور ترک معاصی سب داخل ہیں) تو اللہ تمہارے اعمال کے اجور عطاء فرمائے

Marfat.com

گا۔ مفسر قرطبی رحمہ اللہ نے اس کے کئی معنی لکھے ہیں اول یہ کہ اللہ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا کہ پورے اموال زکوٰۃ میں دے دو، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمہارے اموال کو اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا ثواب تمہیں کو مل جائے گا اور ایک یہ مطلب لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کسی جگہ مال خرچ کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ تمہارے اموال کا سوال نہیں ہے وہ تو اسی کا مال ہے اسی نے تم کو عطاء فرمایا وہی مالک حقیقی ہے اپنی رضا کے لیے جو مال بھی خرچ کرنے کا حکم فرمائے اس پر راضی رہنا چاہیے کیونکہ اس نے اپنا مال طلب فرمایا۔ ﴿لَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ﴾ کا ترتب ﴿اِنْ تُؤْمِنُوْا﴾ پر جیسا کہ اس کے جزا ہونے کا مقتضا ہے بایں معنی نہیں ہے کہ اگر ایمان نہ لاؤ تو تمہارا مال لے لے گا بلکہ بایں معنی ہے کہ ایمان نہ لانے والے سے تو ہماری کوئی خصوصیت ہی نہیں اس میں تو سوال اموال کا احتمال ہی نہیں، البتہ شاید ایمان لانے کی صورت میں ڈرتا ہے کہ کہیں دوستی میں فرمائشیں نہ ہونے لگیں جیسا کہ اکثر اہل دنیا میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

﴿اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ﴾ (اگر وہ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور انتہاء درجہ تک طلب فرمائے تو تم بخل کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری کو ظاہر فرما دے گا) یعنی تم اس صورت میں مال خرچ نہ کرو گے اور خرچ کرنے کا حکم ہوتے ہوئے خرچ نہ کرنے کی ظاہری بے عملی سے تمہارے اندر کی ناگواری ظاہر ہو جائے گی اور یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ حکم کے مطابق عمل کرنے پر دل سے راضی نہیں ہو مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے طور پر ۴۰/۱ خرچ کرنے کا حکم ہوا ہے اسے خرچ کرنے سے بھی جان چراتے ہیں دینداری کے دعویدار بھی پورا حساب کر کے پوری زکوٰۃ دینے کو تیار نہیں اگر پورے اموال کا خرچ کرنے کا حکم ہوتا تو کیا حال ہوتا خوب سمجھ لیا جائے اس مضمون کو بعد والی آیت میں بیان فرمایا ارشاد ہے ﴿هَاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ﴾ (خبردار تم ایسے لوگ ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تم میں سے بعض وہ ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں۔)

﴿وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ (اور جو شخص بخل اختیار کرے گا کنجوس بنے گا تو وہ خود اپنے ہی سے بخل کرتا ہے یعنی اپنی ہی جان کو خرچ کرنے کے منافع سے محروم رکھتا ہے خرچ نہ کرنے کا ضرر خود اسی کو پہنچتا ہے۔)

﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ (اور اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو) اللہ تعالیٰ تمہیں عطاء فرماتا ہے اسے نہ حاجت ہے نہ ضرورت ہے وہ بے نیاز ہے تم سب اس کے محتاج ہو اس غلط فہمی میں کوئی نہ رہے کہ شرعی قوانین کے مطابق جو اموال خرچ کرنے کا حکم ہے اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی نفع ہے (العیاذ باللہ)

اگر تم دین سے پھر جاؤ تو اللہ دوسری قوم کو لے آئے گا

آخر میں فرمایا ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ (اور اگر تم روگردانی کرو دین اسلام کی طرف سے بے رخی اختیار کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا)

﴿ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ﴾ (پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے) اس میں ان مسلمانوں کو جو نزول آیت کے وقت موجود تھے خصوصاً اور تمام بعد میں آنے والے مسلمانوں کو عموماً تنبیہ فرمادی کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ دین اسلام کی نصرت اور اس کے اعمال، انفاق مال، اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ مجھ پر یا میری قوم پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ خالق ہے اور مالک بھی ہے غنی بھی ہے قادر مطلق بھی ہے جس کو چاہے جس کام میں چاہے استعمال فرما سکتا ہے۔

عجمی اقوام کی دینی خدمات

سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جن کا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ہم لوگ روگردانی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے بدلہ ان کو اختیار فرمالے گا پھر وہ ہمارے جیسے نہ ہوں گے، اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ موجود تھے آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مونڈھے پر اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ شخص اور اس کی قوم، اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اور ان کے اصحاب، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا (ستاروں) پر بھی لٹکا ہو تو فارس کے بہت سے لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (سنن ترمذی ابواب تفسیر سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

درحقیقت ایسا ہی ہوا جب اہل عرب کو اسلامی خدمات کی طرف توجہ نہ رہی تو اللہ جل شانہٗ نے فارس کے شہروں اور بستیوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے جنہوں نے خوب بڑھ چڑھ کر علوم اسلامیہ کی خدمت کی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کو لے لو جن کا علم اور تقویٰ اور شان تفقہ عوام اور خواص سب کو معلوم ہے پھر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی سیرت پڑھ لو، اور مکی بن ابراہیم بلخی رحمہ اللہ کا ترجمہ بھی پڑھ لو جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے ان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے گیارہ ثلاثیات کی روایت کی ہے، ابوعبید اللہ قاسم بن سلام ہروی، نعیم بن حماد مروزی، اسحٰق بن ابراہیم مروزی، زہیر بن حرب، قتیبہ بن سعید بلخی، ابوجعفر محمد بن مہران رازی، ابوزکریا یحییٰ بن موسیٰ البلخی السجستانی، حافظ زکریا بن یحییٰ، امام ابوزرعہ رازی، امام ابوحاتم الرازی، امام ابوداؤد، (صاحب السنن) سلیمان بن اشعث السجستانی، صاحب السنن، امام ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ، صاحب السنن، امام احمد بن شعیب النسائی، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، الحافظ الکبیر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ النیساپوری، الحافظ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مندہ الاصبہانی بلاد فارس (رحمہم اللہ) کے رہنے والے تھے، حضرت امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ (صاحب الصحیح) بھی نیساپوری تھے ان کو قشیری بھی کہا جاتا ہے، تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ یہ قبیلہ بنی قشیر کی طرف منسوب ہیں جو عرب کا ایک قبیلہ تھا اگر وطن کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اہل عجم کی فہرست میں ان کا اسم گرامی بھی ذکر کیا جاسکتا ہے۔

یہ چند اسماء محدثین کرام کے ہم نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی ''تذکرۃ الحفاظ'' سے منتخب کرکے لکھے ہیں مزید مطالعہ کیا جائے تو فارس کے محدثین کی بڑی تعداد سامنے آجائے گی حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے جو تذکرۃ کاملہ لحظ الحفاظ الالحاظ کے نام سے لکھا ہے اس سے بھی انتخاب کرلیا جائے، حافظ ابوالقاسم طبرانی، صاحب المعاجم اور حافظ ابوحاتم محمد بن حبان البستی اور ابن السنی، ابوبکر دینوری اور حافظ ابونعیم اصبہانی اور صاحب السنن امام بیہقی رحمہم اللہ کا اضافہ تو کرہی لیں۔

یہ ہم نے چند محدثین کرام کے اسماء گرامی لکھے ہیں جو بلاد فارس کے رہنے والے تھے دوسرے بلاد عجم کے محدثین ان کے علاوہ ہیں اہل مغرب کے جن حضرات نے کتاب وسنت کی خدمت کی ہے ان کو بھی فہرست میں لے لیا جائے، حضرت امام ابوعمرو دانی، امام شاطبی، امام ابن الجزری رحمہ اللہ کے اسماء گرامی کو بھی فہرست میں لکھ لیں مفسرین عظام اور فقہائے کرام کا تذکرہ باقی ہے ان کی بھی فہرست بنالی جائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فقہ کو آگے بڑھانے والے تو اہل فارس ہی تھے جنہیں علمائے ماوراءالنہر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد تاتاریوں نے جو اسلام کی خدمات انجام دی ہیں اور ترکوں نے جو صلیبی جنگیں لڑی ہیں ان کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ ﴿یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ﴾ کے عموم میں تمام عجمی اقوام آجاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مثال فارس کا تذکرہ فرمادیا ہے۔

وَهٰذا آخر الكلام فِيْ تفسير سورة محمد عليه الصلوٰة والسلام
وَعلىٰ آله وصَحبه البَررة الكِرام والحَمد لله تعالىٰ على التمام!

Marfat.com

ایاتہا ۲۹ ۴۸ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۱ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ الفتح مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۹ آیات اور ۴ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ
السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾ وَّ
يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ
دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾

بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر چلائے اور اللہ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہو، اللہ وہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تا کہ ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے، اور اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے، تا کہ اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے تا کہ ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے، اور تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں برا گمان رکھنے والے ہیں، ان پر برائی کی مصیبت پڑنے والی ہے، اور اللہ ان پر غصہ ہوا اور ان پر لعنت کر دی اور ان کے لیے جہنم کو تیار کر دیا اور وہ برا ٹھکانہ ہے، اور اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

فتح مبین کا تذکرہ، نصر عزیز اور غفران عظیم کا وعدہ

یہ سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات کا ترجمہ کیا گیا ہے اس سورت میں فتح مبین کا اور صلح حدیبیہ کا اور فتح خیبر کا تذکرہ ہے اور آخر میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توصیف اور تعریف ہے اس سورت کا ابتدائی حصہ سفر میں نازل ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ منورہ کے لیے تشریف لا رہے تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اس بات کا رنج تھا کہ عمرہ نہ کر سکے اس وقت سورۃ الفتح نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو

Marfat.com

مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ جب آپ نے ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ پڑھ کر سنائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مبارک ہو اس میں تو آپ کے بارے میں فرمایا کہ ایسا ایسا ہو گا سوال یہ ہے کہ ہمارا کیا بنے گا اس کا بھی پتہ چلنا چاہیے اس پر آیت کریمہ ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ نازل ہوئی۔ (ذکرہ البغوی فی معالم التنزیل ص ۱۸۸ ج ۴ وھو فی صحیح البخاری مختصرا ص ۶۰۰ ج ۲)

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے ایک روز رات کے وقت ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کچھ سوال کیا آپ نے جواب نہ دیا پھر سوال کیا آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی پھر تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے نفس سے کہا تیری ماں تجھے گم کردے (پریشانی کے وقت اہل عرب اپنے بارے میں یہ کلمات بول دیا کرتے تھے) تو نے تین بار سوال کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں ڈالا تین بار سوال کیا آپ نے جواب نہیں دیا یہ سوچتے ہوئے میں جلدی سے اپنے اونٹ کو حرکت دے کر سب مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا اور میں اس بات سے ڈرنے لگا کہ میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیات نازل نہ ہو جائے تھوڑی دیر میں ایک آواز سنی ایک شخص زور سے پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ میں ڈرا کہ واقعتہً میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا کہ اس رات میں مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے پھر آپ نے ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ تلاوت فرمائی۔ (صحیح البخاری ص ۶۶۰، ۷۱۶)

صلح حدیبیہ کا مفصل واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ نے بہت زیادہ تکلیفیں دی تھیں حتیٰ کہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ذی قعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے اپنے پیچھے نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر روانہ ہو گئے، مدینہ منورہ کے رہنے والے اور آس پاس کے دیہات کے باشندوں کو بھی سفر میں ساتھ چلنے کے لیے فرمایا آپ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی، تا کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ آپ کا مقصد جنگ کرنا نہیں ہے صرف بیت اللہ کی زیارت کرنا مقصود ہے آپ اپنے ساتھ ہدی کے جانور بھی لے گئے تھے (جو حج وعمرہ میں حرم مکہ میں ذبح کیے جاتے تھے) جب آپ مقام عسفان میں پہنچے تو بشر بن سفیان کعبی سے ملاقات ہوئی اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قریش مکہ کو آپ کی روانگی کا پتہ چل گیا ہے وہ مقام ذی طویٰ میں جمع ہو گئے ہیں اور قسمیں کھا کھا کر یہ عہد کر رہے ہیں کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور خالد بن ولید (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اپنے سواروں کو لے کر کراع الغمیم (ایک مقام کا نام ہے) میں پہنچ چکے ہیں آپ نے یہ سن کر راستہ بدل دیا اور داہنی ہاتھ کی طرف روانہ ہو گئے یہ باقاعدہ راستہ نہیں تھا گھاٹیاں تھیں دشوار گزار مقامات سے گزرنا پڑا یہاں تک کہ نرم زمین میں پہنچ گئے اور مقام حدیبیہ کے راستہ پر پڑ گئے، حدیبیہ مکہ اور جدہ کے درمیان ہے حرم کے حدود وہاں ختم ہو جاتے ہیں (عسفان سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے حدیبیہ واقع نہیں ہوتا لیکن چونکہ قریش کے آڑے آجانے کا امکان تھا اس لیے آپ راستہ بدل کر حدیبیہ پہنچ گئے۔)

جب قریش کے سواروں کو پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ بدل دیا ہے تو واپس قریش کے پاس مکہ معظمہ چلے گئے ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مقام حدیبیہ میں پہنچ گئے وہاں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی صحابہ نے کہا یہ تو آگے بڑھنے سے ہٹ کرنے لگی آپ نے فرمایا ہٹ کرنا اس کی عادت نہیں ہے اسے اسی ذات پاک نے روک دیا جس نے ہاتھی والوں کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا کیونکہ قریش مکہ کے آڑے آجانے اور مکہ معظمہ کے داخلہ میں رکاوٹ ڈالنے کا گمان تھا اس لیے آپ نے فرمایا کہ اگر

Marfat.com

آج قریش نے مجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کیا جو صلہ رحمی کی بنیاد پر ہو تو میں اس میں اس کی موافقت کرلوں گا اور بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ اگر مجھے کسی بات کی دعوت دیں گے جس میں ان چیزوں کی حرمت کا مطالبہ ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے معظم قرار دیا ہے تو ان کی بات مان لوں گا۔

حدیبیہ میں قیام تو فرمالیا لیکن وہاں پانی بہت ہی کم تھا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں تو پانی نہیں ہے نہ وضو کر سکتے ہیں نہ پینے کا انتظام ہے بس یہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے پیالہ میں ہے آپ نے اپنا دست مبارک اس پیالہ میں رکھ دیا آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے، راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے پانی پیا وضو کیا کسی نے دریافت کیا کہ آپ حضرات کی کتنی تعداد تھی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ پندرہ سو تھے اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی سب کے لیے کافی ہو جاتا۔

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں جو فتح کا ذکر ہے آپ لوگ اس سے فتح مکہ مراد لیتے ہیں اور ہم بیعت رضوان کو فتح کا مصداق شمار کرتے تھے جو حدیبیہ کے موقعہ پر ہوئی ہم تعداد میں چودہ سو یا کچھ زیادہ تھے، حدیبیہ کے ایک کنوئیں میں تھوڑا سا پانی تھا ہم نے سارا پانی کھینچ کر استعمال کرلیا اور اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ تشریف لائے اور اس کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ اس میں سے نکالا ہوا ایک ڈول پانی لاؤ وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا آپ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا اور ایک روایت میں ہے کہ وضو فرمایا اور کلی کی اور اس کنوئیں میں پانی ڈالا پھر فرمایا اسے کچھ دیر چھوڑ دو کچھ دیر کے بعد اس میں سے پانی لینا شروع کیا اور تمام حاضرین اپنی سواریوں سمیت سیراب ہو گئے) اس میں اختلاف کی بات نہیں ہے چودہ سو سے اوپر جو افراد تھے ان کو بعض صحابہ نے پندرہ سو بتا دیا اور بعض نے چودہ سو بتا دیا کسر کا اعتبار نہیں کیا اور اس میں بھی کوئی تعارض نہیں کہ پیالہ میں دست مبارک رکھنے سے چشمے جاری ہو گئے اور کنوئیں میں بھی آپ نے لعاب مبارک ڈال دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمالیا تو قریش مکہ نے یکے بعد دیگرے بدیل بن ورقاء اور مکرز بن حفص اور حلیس بن علقمہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا آپ نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں لڑائی لڑنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت اور جانثاری

عروہ بن مسعود حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے عجیب منظر دیکھا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت اور جانثاری دیکھ کر آنکھیں پھٹی رہ گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے جو پانی آپ کے اعضاء سے جدا ہوتا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اسے گرنے نہ دیتے تھے اور فوراً ہی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے تھے جب آپ ناک کی ریزش ڈالتے تھے اسے بھی جلدی سے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے تھے اور آپ کا اگر کوئی بال گرتا تو اسے بھی گرنے سے پہلے ہی اچک لیتے تھے۔

عروہ بن مسعود ثقفی نے واپس ہو کر قریش مکہ سے کہا کہ دیکھو میں کئی بار کسریٰ، قیصر اور نجاشی کے پاس گیا ہوں (یہ تینوں بادشاہ تھے) میں نے کسی بادشاہ کے ایسے فرمانبردار نہیں دیکھے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں اگر تم نے جنگ کی تو یہ لوگ کبھی بھی انہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے اب دیکھ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مکہ معظمہ جاؤ وہاں قریش کو بتا دو کہ ہم جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معذرت پیش کر دی کہ قریش کو معلوم ہے کہ میں ان کا کتنا بڑا دشمن ہوں اور میرے قبیلہ بنی عدی میں سے وہاں ایسے افراد نہیں ہیں جو میری حفاظت کرسکیں میں آپ کو رائے دیتا ہوں کہ آپ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں قریش کے نزدیک وہ مجھ سے زیادہ معزز ہیں چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان اور دیگر

Marfat.com

اشراف قریش کے پاس بطور نمائندہ بھیج دیا تا کہ وہ قریش کو بتادیں کہ آپ جنگ کے ارادہ سے تشریف نہیں لائے بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش مکہ کو پیغام دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ بات ماننے کو تیار نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں البتہ تم چاہو تو طواف کر سکتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ میں تنہا طواف نہیں کرسکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کریں گے تو میں بھی کروں گا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ نے روک لیا اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی کہ عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے۔

بیت رضوان کا واقعہ

جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اب ہم تو یہاں سے نہیں ہٹیں گے جب تک قریش سے جنگ نہ کر لی جائے چونکہ بظاہر جنگ لڑنے کی فضاء بن گئی تھی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لینا شروع کیا اور ایک شخص کے علاوہ آپ کے تمام اصحاب نے اس بات پر بیعت کر لی کہ ہم جم کر جنگ میں ساتھ دیں گے اور راہ فرار اختیار نہ کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت کر لی اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے ملایا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے یہ بیعت ایک درخت کے نیچے ہوئی تھی جو مقام حدیبیہ میں تھا اور اس کے بارے میں آیہ کریمہ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ نازل ہوئی اس لیے اس بیعت کا نام بیعۃ الرضوان معروف ہوگیا اور بیعت کرنے والوں کو اصحاب الشجرہ کہا جانے لگا (شجرہ عربی میں درخت کو کہتے ہیں) اس کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط ہے لیکن اس خبر کی وجہ سے جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت کی اس کا ثواب مل گیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا تمغہ بھی نصیب ہوگیا جس کا قرآن مجید میں اعلان ہوگیا جو رہتی دنیا تک برابر پڑھا جاتا رہے گا۔

اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو کو گفتگو کرنے کے لیے بھیجا اور یوں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے صلح کی گفتگو کرو لیکن صلح میں اس سال عمرہ کرنے کی بات نہ آئے اگر ہم اس سال انہیں عمرہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں تو عرب میں ہماری بدنامی ہوگی اور اہل عرب یوں کہیں گے کہ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوت اور زور سے مکہ میں داخل ہوگئے۔ سہیل بن عمرو نے خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر لمبی گفتگو کی پھر آپس میں صلح کی شرطیں طے ہوگئیں (صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد ص ۳۷۷ ج اور راجع معالم التنزیل ص ۱۹۹ ج ۴ تا ص ۲۰۳) جو ان شاء اللہ عنقریب ذکر کی جائیں گی۔

صلح حدیبیہ کا متن اور مندرجہ شرائط

صحیح بخاری ۳۷۱، ۳۸۲ اور صحیح مسلم ۱۰۴ ج ۲ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صلح نامہ لکھنے لگے تو اس میں انہوں نے بطور عنوان لکھ دیا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ، اس پر سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے رسول اللہ ہونے کا اقرار ہی نہیں کرتے اگر ہم اس کو مانتے ہوتے تو آپ کو عمرہ کرنے سے کیوں روکتے؟ آپ محمد بن عبداللہ لکھیے آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ بھی ہوں محمد بن عبداللہ بھی ہوں پھر حضرت علی سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹا دو حضرت علی نے عرض کیا کہ میں تو کبھی بھی آپ کی اس صفت کو نہیں مٹاؤں گا (یہ نافرمانی کی قسم نہیں ہے ناز و انداز کی بات ہے) اس کے بعد صلح نامہ کے شروع میں ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ لکھا گیا۔

صحیح مسلم ۱۰۵ ج ۲ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس پر سہیل بن عمرو نے کہا کہ یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا ہے ہم اس کو نہیں جانتے بلکہ وہ لکھو جو ہم پہچانتے ہیں اور وہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ہے (آپ نے اس کو بھی منظور فرمالیا۔) (کما ذکر النووی)

Marfat.com

البدایہ والنہایہ ۱۶۸ ج ۴ میں صلح نامہ کا متن جو نقل کیا ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

هذا ما صالح عليه محمد بن عبد الله سهيل بن عمرو، اصطلحا على وضع الحرب عن الناس عشر سنين يأمن فيهن الناس ويكف بعضهم عن بعض، وعلىٰ انه من أتىٰ محمداً من قريش بغير اذن وليه رده عليهم، ومن جاء قريشاً ممن مع محمد لم يردوه عليه، وان بيننا عيبة مكفوفةً وانه لا اسلال ولا اغلال، وانه من احب ان يدخل في عقد محمد وعهده دخل فيهٔ من احب ان يدخل في عقد قريش وعهدهم دخل فيهٔ وانك ترجع عامك هذا فلا تدخل علينا مكة، وانه اذا كان عام قابل خرجنا عنك فدخلتها باصحابك فاقمت بها ثلاثاً معك سلاح الراكب، السيوف في القرب لا تدخلها بغيرها۔

ترجمہ: یہ وہ صلح نامہ ہے جس کی محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی، ان باتوں پر صلح کی گئی۔

۱) دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے، ان دس سالوں میں لوگ امن وامان سے رہیں گے اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے رکے رہیں گے۔

۲) قریش میں سے جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد (ﷺ) کے پاس آجائے گا اسے واپس کرنا ہوگا۔

۳) اور محمد (ﷺ) کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آجائے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

۴) اور ایک یہ بات ہے کہ ہمارے درمیان گٹھڑی بندر ہے گی (یعنی آپس میں جنگ نہ کریں گے لڑائی والی بات کو گٹھڑی کی طرح باندھ کر ڈال دیں گے اور بعض حضرات نے گٹھڑی بندر کھنے کا یہ معنی بتایا ہے جو کچھ ہم نے صلح کی ہے یہ سچے دل سے ہے دل گٹھڑیوں کی طرح ہیں جن میں راز کی چیزیں رکھتی جاتی ہیں لہٰذا ہماری یہ گٹھڑی نہ کھلے گی) اور کوئی فریق دھوکہ یا خیانت کا کام نہ کرے گا۔

۵) نہ کوئی ظاہری طور پر چوری کرے گا اور نہ خیانت کے طور پر کسی کو تکلیف دے گا (ظاہر اور باطن کے اعتبار سے ہر شرط کی پابندی کی جائے گی)

۶) اور جو شخص محمد (ﷺ) کے ساتھ کوئی معاہدہ اور معاقدہ کرنا چاہیے وہ کرسکتا ہے۔

۷) اور جو جماعت قریش سے کوئی معاہدہ اور معاقدہ کرنا چاہیے اسے اس کا اختیار ہے۔

۸) آپ اس سال واپس ہوجائیں مکہ معظمہ میں داخل نہ ہوں۔

۹) اور آئندہ سال اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے آئیں اس وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوں اور صرف تین دن رہیں۔

۱۰) اس وقت جب عمرہ کے لیے آئیں تو آپ کے ساتھ مختصر سے ہتھیار ہوں جنہیں مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے تلواریں نیاموں میں ہوں گی اس کا لحاظ کرتے ہوئے داخل ہوسکیں گے۔

جب یہ شرطیں لکھی گئیں تو شرط نمبر ۴ کے مطابق بنوخزاعہ نے اعلان کردیا کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہیں اور بنوبکر نے اعلان کردیا کہ ہم قریش کے عہد میں ہیں پھر یہی معاہدہ فتح مکہ کا سبب بن گیا کیونکہ قریش مکہ نے بنوبکر کی مدد کردی جب بنوخزاعہ سے ان کی جنگ چھڑی معاہدہ کی جو شرطیں اوپر مذکور ہوئیں ان میں سے بعض صحیح بخاری (صحیح بخاری باب الشروط فی الجهاد ص ۳۷۳ ج اور راجع معالم التنزیل ص ۱۹۹ ص ۲۰۳ ج ۴) اور بعض صحیح مسلم میں مذکور ہیں اور بعض سنن ابی داؤد میں بھی مروی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تردد اور سوال و جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعض شرطوں کا قبول کرنا ناگوار ہوا وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا قریش مکہ باطل پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں! پھر سوال کیا کیا ہمارے مقتولین

Marfat.com

جنت میں نہیں اور کیا ان کے مقتولین دوزخ میں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور ان کے مقتولین دوزخ میں ہیں، عرض کیا پھر کیوں ہم اپنے دین میں ذلت گوارا کریں اور ہم کیوں اللہ کے فیصلے کے بغیر جو ہمارے ان کے درمیان (قتال کے ذریعہ) ہو واپس ہو جائیں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں وہ میری مدد فرمائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا میں نے اسی سال کے بارے میں کہا تھا؟ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی ان کا یہی سوال و جواب ہوا جب رسول اللہ ﷺ نے صلح کر لی اور پورا صلح نامہ لکھ دیا گیا ابوجندل نے مسلمانوں سے کہا کہ دیکھو میں مسلمان ہو کر آیا ہوں مشرکین کی طرف واپس کیا جا رہا ہوں مجھے بڑی بڑی تکلیفیں دی گئی ہیں مجھے اپنے ساتھ لے چلو لیکن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے تھے صلح کی جو شرطیں آپ نے منظور فرمائی تھیں سب کے مطابق عمل کرنا لازم تھا بالآخر ابوجندل کو وہیں چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہمارا بن کر ہم کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہم سے دور فرما دے گا (اس کی ہمیں ضرورت نہیں) اور جو شخص ان میں سے ہوگا اور ہمارا بن کر آئے گا (جو ہم شرط کے مطابق اسے واپس کر دیں گے تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی راستہ نکال دے گا۔ (صحیح مسلم ص ۱۰۵ ج ۱)

حلق رؤس اور ذبح ہدایا

جب صلح نامہ لکھا جا چکا تو آنحضرت سرور عالم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے ہدایا کو ذبح کرو اور سر منڈالو یہ بات سن کر کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم اس امید میں تھے کہ شاید کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ وقت سے پہلے احرام کھولنا نہ پڑے عمرہ کرنے کا موقع مل ہی جائے۔ آپ کے تین بار ارشاد فرمانے کے بعد بھی جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو آپ اپنی اہلیہ حضرت ام سلمہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوری صورت حال بیان کی (کہ میں ہدایا کے ذبح کرنے کا اور سر مونڈنے کا حکم دے چکا ہوں لیکن صحابہ اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ ذبح اور حلق والے کام کر گزریں تو آپ باہر تشریف لے جا کر کسی سے بات کیے بغیر اپنے اونٹوں کو ذبح فرما دیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے سر کے بال منڈوا دیں آپ باہر تشریف لائے اور ایسا ہی کیا جب آپ کو حضرات صحابہ نے دیکھا کہ آپ ہدایا ذبح فرما رہے ہیں اور حلق کروا رہے ہیں تو سب اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ہدایا کو ذبح کر دیا اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ (صحیح بخاری ص ۳۸۰)

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا واقعہ

وہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اہل مکہ میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا اور اسے شرط کے مطابق واپس کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی راستہ نکال دے گا اس کے مطابق اس کا حل یہ نکلا ابوبصیر رضی اللہ عنہ ایک صحابی مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ منورہ پہنچ گئے مکہ والوں نے ان کو واپس کرنے کے لیے دو آدمی بھیجے، رسول اللہ ﷺ نے شرط کے مطابق ان کو واپس کر دیا واپسی میں جب ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں میں سے جو انہیں لینے آئے تھے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ منورہ میں آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ ضرور اسے کوئی خوفناک بات پیش آئی ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ساتھی تو قتل کیا جا چکا ہے اور میں بھی قتل ہونے والا ہوں پیچھے سے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی جو ذمہ داری تھی وہ تو اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی ہے آپ نے مجھے واپس کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دے دی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لڑائی کو بھڑکانے والا ہے کاش اسے کوئی سمجھانے والا ہوتا یہ کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ آپ مجھے پھر واپس کر دیں گے لہٰذا وہ مدینہ منورہ سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر پڑاؤ ڈال لیا۔ جب ابوجندل رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو وہ بھی ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور اب جو بھی کوئی شخص قریش مکہ میں سے مسلمان ہوتا ابوبصیر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

پاس پہنچ جاتا یہاں تک کہ وہاں سمندر کے کنارے ایک جماعت اکٹھی ہوگئی قریش کا جو بھی قافلہ شام کی طرف جاتا تھا یہ لوگ اسے روک لیتے اور قافلے کے آدمیوں کو قتل کر دیتے اور ان کے اموال چھین لیتے تھے جب یہ صورت حال سامنے آئی تو قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ان لوگوں کو بلالیں اور اب ہم اس شرط کو واپس لیتے ہیں کہ ہمارا کوئی شخص آپ کے پاس جائے گا تو اسے واپس کرنا ہوگا جو بھی شخص ہم میں سے آپ کے پاس پہنچے گا تو اسے واپس کرنے کی ذمہ داری آپ پر نہ ہوگی اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو پیغام بھیج دیا کہ واپس آجائیں۔ (صحیح البخاری ص ۳۸۰، ۳۸۱ ج ۱)

رسول اللہ ﷺ نے ابو بصیر کے نام لکھ دیا کہ مدینہ منورہ آجائیں جب گرامی نامہ پہنچا تو وہ سکرات موت میں تھے ان کی موت اس حالت میں ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی ان کے ہاتھ میں تھا، حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے انہیں دفن کر دیا اور وہاں ایک مسجد بنا دی اور پھر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوگئے اور برابر وہیں رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام کی طرف چلے گئے اور وہیں جہاد میں شہید ہوگئے۔ (فتح الباری ص ۳۵۱ ج ۵)

صلح حدیبیہ کی مذکورہ تفصیل کے بعد اب آیات بالا کا ترجمہ دوبارہ پڑھ لیجیے ان میں فتح مبین کی خوشخبری ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اگلی پچھلی تمام لغزشوں کی معافی کا اور تکمیل نعمت کا اور صراط مستقیم پر چلانے کا اور نصر عزیز کا اعلان ہے۔

اہل ایمان پر انعام کا اعلان، اور اہل نفاق اور اہل شرک کی بدحالی اور تعذیب کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دل میں سکون و اطمینان نازل فرما دیا تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ بڑھ جائے اور یہ بھی فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے اہل ایمان کو مرد ہوں یا عورت ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے گا ان کے بارے میں پانچ باتیں بتائیں۔ اول ﴿الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ﴾ (کہ یہ لوگ اللہ کے ساتھ برا گمان رکھتے ہیں) اس برے گمان میں یہ بھی داخل ہے یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور اس کے رسول کی تکذیب کرتے کہ مومنین مغلوب ہوں گے اور کافروں کے حملے سے محفوظ ہو کر واپس مدینہ نہ آئیں گے چونکہ اپنے قلبی جذبات میں اور اعتقادات میں منافق عورتیں اور مشرک عورتیں بھی اپنے مردوں کے ساتھ ہوتی ہیں اس لیے انہیں بھی وعید میں شریک کر لیا گیا۔

دوسری بات یہ بتائی کہ ﴿عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ کہ ان پر برائی کی چکی گھومنے والی ہے یعنی دنیا میں مقتول اور ماخوذ ہوں گے اور اسلام کی ترقی ان کے قلبی احساسات کے لیے سوہان روح بنی رہے گی۔

تیسری اور چوتھی بات یہ بتائی ﴿وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ﴾ اور اللہ ان پر غصہ ہوا اور ان پر لعنت کر دی اور پانچویں بات بتائی ﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ﴾ کہ ان کے لیے جہنم کو تیار کر دیا اور آخر میں اس مضمون کو ﴿وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ پر ختم فرمایا کہ جہنم برا ٹھکانہ ہے۔

پھر فرمایا ﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں کے اور زمینوں کے لشکر۔ ان آیات میں یہ مضمون دو مرتبہ بیان فرمایا ہے اس میں یہ بتا دیا کہ آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے لشکر ہیں وہ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے ان میں کافروں کو بھی تنبیہ ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان تھوڑے سے ہیں ہم انہیں دبالیں گے چونکہ ان کے علاوہ بھی اللہ کے لشکر ہیں اس لیے ان کی تعداد کو نہ دیکھیں اللہ اپنے دوسرے لشکروں سے بھی کام لے سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے بھی تذکیر ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ کے بہت سے لشکر ہیں وہ تمہاری تائید کے لیے اور کافروں کو زک دینے کے لیے اپنی دوسری مخلوق کو بھی استعمال فرما سکتا ہے۔

فائدہ: ان آیات میں ایک جگہ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ اور ایک جگہ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ فرمایا ہے اس میں یہ بتا دیا

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اسے اپنے دوستوں کا بھی علم ہے اور دشمنوں کا بھی وہ سب کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے وہ عزیز بھی ہے یعنی وہ زبردست ہے اس کے فیصلے اور ارادے کوئی پلٹ نہیں سکتا اور وہ حکیم بھی ہے اپنی حکمت کے مطابق جسے چاہتا ہے انعام دیتا ہے جسے چاہتا ہے عقاب و عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے۔

فائدہ: آیت کریمہ میں جو ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ فرمایا ہے بہ اجماع امت اس سے گناہ حقیقی واقعی مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور نہیں ہو سکتا بلکہ بعض وہ امور مراد ہیں جن میں خطاء اجتہادی ہوگئی اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنبہ فرمایا جیسا کہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے میں آپ نے فدیہ لینے والوں کی رائے سے موافقت فرمائی اور جیسا کہ بعض منافقین نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت فرما دی جسے ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ میں بیان فرمایا اور جیسا کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی کے آنے پر آپ کو خیال ہوا کہ اس وقت نہ آتے تو اچھا تھا اور اس کا اثر آپ کے چہرہ انور پر ظاہر ہو گیا کیونکہ آپ اس وقت کافروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اس پر ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ﴾ نازل ہوئی اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آپ کا سب کچھ معاف فرمایا پھر بھی آپ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے آپ رات کو نماز تہجد میں لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے قدموں مبارک پر ورم آ گیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ پاؤں پھٹنے لگے تھے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ یہ کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کا سب کچھ معاف فرما دیا؟ آپ نے فرمایا کہ تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری ص ۱۵۰ ج ا ص ۷۱۶ جلد دوم)

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا بڑا کرم فرمایا تو اس کا تقاضا یہ تو نہیں ہے کہ عبادت کم کر دوں احسان مندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ اور زیادہ عبادت میں لگ جاؤں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾

بلاشبہ ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو، اور اس کی تعظیم کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاہد اور مبشر اور نذیر ہیں

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بڑی صفات بیان فرمائیں اول شاہد ہونا دوسرے مبشر ہونا تیسرے نذیر ہونا عربی میں شاہد گواہ کو کہتے ہیں، قیامت کے دن آپ اپنی امت کے عادل ہونے کی گواہی دیں گے جیسا کہ سورۂ بقرہ ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ اور سورۃ الحج ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ﴾ میں بیان فرمایا ہے دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ مبشر ہیں جس کا معنی ہے بشارت دینے والا اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ نذیر ہیں یعنی ڈرانے والے ہیں تبشیر یعنی ایمان اور اعمال صالحہ پر اللہ کی رضا اور اللہ کے انعامات کی بشارت دینا اور تنذیر یعنی کفر پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب سے ڈرانا یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا کام تھا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے پورے اہتمام کے ساتھ انجام دیا احادیث شریفہ میں آپ کے انذار اور تبشیر کی سینکڑوں روایات موجود ہیں اور الترغیب والترہیب کے عنوان سے علماء امت نے بڑی بڑی کتابیں تالیف کی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات توریت شریف میں بھی مذکور ہیں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ صفات بیان فرمانے کے بعد اہل ایمان سے خطاب فرمایا ﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ کہ ہم

Marfat.com

اُن کو اس لیے رسول بنا کر بھیجا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے دین کی مدد کرو اس کی تعظیم کرو اس کے موصوف بالکمالات ہونے کا عقیدہ رکھو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کرو، عقیدہ تعظیم کے ساتھ عیوب اور نقائص سے اس کی تسبیح اور تقدیس میں لگے رہو۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

بلاشبہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، سو جو شخص عہد توڑ دے گا اس کا توڑنا اسی کی جان پر ہوگا، اور جو شخص اس عہد کو پورا کر دے جو اس نے اللہ سے کیا ہے سو وہ اسے بڑا اجر عطاء فرمائے گا۔

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ ہی سے بیعت کرنا ہے

جس وقت مقام حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کا قیام تھا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے اس وقت مکہ والوں کے آڑے آجانے کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سے کچھ ایسی فضاء بن گئی تھی کہ جیسے جنگ کی ضرورت پڑ سکتی ہے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیعت لی جس میں یہ تھا کہ جم کر جہاد کریں گے پشت پھیر کر نہ بھاگیں گے بیعت کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ آپ سے جو بیعت کر رہے ہیں انکی یہ بیعت اللہ تعالیٰ ہی سے ہے آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں اور دعوت قبول کرنے والوں کو خود بھی اللہ کے دین پر چلاتے ہیں جو آپ کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے۔

اس بیعت میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار بھی آجاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا بھی، قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی ذکر ہے سورۃ النساء میں واضح طور پر فرمایا ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾

بیعت کے لیے ضروری ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہی ہو زبانی اقرار عہد و پیمان بھی بیعت ہے لیکن چونکہ حدیبیہ کے موقع پر آپ نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرمائی اور بیعت اسی طرح مروج تھی (اور اب بھی اسی طرح مروج ہے) اس لیے ارشاد فرمایا ﴿يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ اعضاء اور جوارح سے تو پاک ہے لیکن بیعت کی ذمہ داری کو واضح فرمانے کے لیے اور اس بات کو مؤکد کرنے کے لیے جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اس لیے ﴿يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ فرمایا۔

چونکہ بیعت کرنے والے کی اندرونی حالت کو وہ شخص نہیں جانتا جس سے بیعت کی جا رہی ہو اس لیے بیعت کرنے والے کی ذمہ داری بتانے کے لیے فرمایا ﴿فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ﴾ (کہ جو شخص بیعت کو توڑ دے اس کے توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا) معاہدہ کر کے توڑ دینا تو ویسے بھی گناہ کبیرہ ہے پھر جبکہ معاہدہ کو بیعت کی صورت میں مضبوط اور موکد کر دے تو اور زیادہ ذمہ داری بڑھ جاتی ہے جب اللہ کے رسول سے بیعت کر لی تو اس کو پورا کرنا ہی کرنا ہے۔

﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (اور جو شخص اس عہد کو پورے کر دے جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا)

فائدہ: اصحاب طریقت کے یہاں جو سلسلہ جاری ہے یہ مبارک و متبرک ہے اگر کسی متبع سنت شیخ سے مرید ہو جائے تو برابر تعلق باقی

Marfat.com

رکھے لیکن اگر شیخ خلاف شریعت کسی کام کا حکم دے تو اس پر عمل کرنا گناہ ہے، اگر کسی فاسق یا بدعتی پیر سے بیعت ہو جائے تو اس بیعت کو توڑنا واجب ہے۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ⑪ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ⑫ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ⑬ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ⑭

عنقریب دیہات کے وہ لوگ جو پیچھے ڈال دیئے گئے آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مالوں اور اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر دیا سو آپ ہمارے لیے استغفار کیجیے وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے، آپ فرما دیجیے سو وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچانے کے لیے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان یا نفع پہنچانا چاہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ تمہارا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور مومنین کبھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین کر دی گئی، اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو، اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لیے دوزخ تیار کر رکھا ہے، اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا، وہ بخش دے جسے چاہے، اور عذاب دے جسے چاہے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں نہ جانے والے دیہاتیوں کی بدگمانی اور حیلہ بازی کا تذکرہ

معالم التنزیل ۱۹۱ ج ۴ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جس سال صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے آس پاس دیہاتوں میں یہ منادی کرا دی کہ ہم عمرہ کے لیے روانہ ہو رہے ہیں، مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ بھی عمرہ کر لیں اور قریش مکہ کی طرف سے کوئی جنگ کی صورت پیدا ہو جائے یا وہ بیت اللہ سے روکنے لگیں تو ان سے نمٹ لیا جائے آپ نے عمرہ کا احرام باندھا اور ھدی بھی ساتھ لی تا کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ آپ جنگ کے ارادہ سے روانہ نہیں ہو رہے ہیں اس وقت تک بڑی جماعت آپ کے ساتھ روانہ ہو گئی (جن کی تعداد چودہ سو یا اس سے کچھ زیادہ تھی) اس موقع پر دیہات میں رہنے والوں میں بہت سے لوگ پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ سفر میں نہ گئے ابھی رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ واپس نہیں پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں پہلے سے آپ کو خبر دے دی اور فرمایا ﴿سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا﴾ کہ دیہاتیوں میں سے جو لوگ پیچھے ڈال دیئے گئے (جن کی شرکت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی) وہ شرکت نہ کرنے کا عذر بیان کرتے ہوئے یوں کہیں گے کہ ہمارے مالوں اور ہمارے اہل وعیال نے ہمیں مشغول رکھا ہم ان کی ضروریات میں لگے رہے پیچھے گھروں میں چھوڑنے کے لیے بھی کوئی نہ تھا لہٰذا آپ ہمارے لیے اللہ سے درخواست کر دیجیے کہ وہ ہماری مغفرت فرما دے، جب آنحضرت سرور عالم ﷺ مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے تو یہ لوگ حاضر خدمت ہو گئے اور انہوں نے ساتھ نہ جانے کا وہی عذر بیان کر دیا کہ ہمیں بال بچوں سے متعلق کام کاج کی مشغولیتوں نے

Marfat.com

آپ کے ساتھ جانے نہ دیا اب آپ ہمارے لیے استغفار کردیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہمارا شریک ہونے کا ارادہ تو تھا لیکن گھر کی مشغولیت کی وجہ سے نہ جاسکے اور یہ کہنا کہ آپ ہمارے لیے استغفار کردیں یہ ان کی زبانی باتیں ہیں جو ان کے قلبی جذبات اور اعتقادات کے خلاف ہیں نہ ان کا شریک ہونے کا ارادہ تھا اور نہ استغفار کی ان کے نزدیک کوئی حیثیت ہے، یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے پھر گناہ اور ثواب اور استغفار کی باتوں کا کیا موقع ہے؟

پھر ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی جو جھوٹی عذرخواہی اور حیلہ بازی کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی ضرر یا نفع پہنچانا چاہے تو وہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے آنے والے کسی فیصلے کے بارے میں کچھ اختیار رکھتا ہو، جب اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ چلنے کے لیے حکم ہوگیا تو ساتھ جانا ضروری تھا، آپ کے ساتھ نہ جانے کی صورت میں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرر پہنچ جائے تو اس کو کوئی بھی دفع نہیں کرسکتا بات وہ نہیں ہے جو بطور معذرت پیش کررہے ہو اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے تم تو یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے ساتھی اہل ایمان جو سفر میں جارہے ہیں یہ کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے دشمن ان کو بالکل ختم کردیں گے یہ بات تمہارے لیے شیطان نے مزین کردی اور تمہارے دلوں میں بیٹھ گئی اور تم نے برا خیال کرلیا کہ یہ لوگ ہلاکت کی راہ پر جارہے ہیں اگر کسی کے جانے کا ارادہ بھی تھا تو تم نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ کہاں جارہے ہو ذرا انتظار کرو دیکھو ان کا کیا ہوتا ہے؟

﴿وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا﴾ اور تم اپنے اس گمان کی وجہ سے اور ساتھ نہ جانے کی وجہ سے بالکل تباہ و برباد ہوگئے۔ (معالم التنزیل)

قوله تعالیٰ وکنتم قوما بورا قال صاحب الروح ای هالکین لفساد عقیدتکم وسوء نیتکم مستوجبین سخطه تعالیٰ وعقابه جل شانهٗ وقیل ای فاسدین فی انفسکم وقلوبکم ونیاتکم، اھ یقال قوم ''بور'' هلکی وهو جمع بائر مثل حائل وحول وقدبار فلان ای هلك وأباره الله ای اهلکه ومنه قوله تعالیٰ تجارة لن تبور وقوله تعالیٰ واحلوا قومهم دار البوار(راجع مفردات الراغب وتفسیر القرطبی)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں ﴿قَوْمًا بُوْرًا﴾ کا مطلب ہے تم ہلاک ہونے والے تھے اپنے عقیدے کے فاسد ہونے اور اپنی نیتوں کے بدہونے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عتاب کے مستحق تھے بعض نے کہا تم اپنے نفسوں اور دلوں میں فاسد تھے، کہا جاتا ہے ''قوم بور'' یعنی ہلاک شدہ بور جمع ہے بائر کی جیسے حائل کی جمع حول ہے بَارَ فُلَانٌ کا معنی ہے ہلاک ہوگیا اور اباره الله کا معنی ہے اللہ اسے ہلاک کرے اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾ اور ﴿وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾

اس کے بعد کافروں کے لیے وعید بیان فرمائی ﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾ (اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے سو ہم نے کافروں کے لیے دوزخ تیار کیا ہے۔)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی شان مالکیت اور مغفرت اور مواخذہ کا تذکرہ فرمایا ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا) ﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (وہ مغفرت فرمائے جس کی چاہے اور عذاب دے جس کو چاہے) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور کفر پر جمے رہے اور جھوٹے منہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے استغفار کیجیے اگر یہ لوگ توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دے گا کافر کی توبہ بغیر ایمان کے قبول نہیں ہوتی۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا

Marfat.com

يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

جب تم اموال غنیمت لینے کے لیے چلو گے تو وہ لوگ کہیں گے جو پیچھے ڈال دیئے گئے کہ ہمیں چھوڑ دو تمہارے پیچھے چلیں، وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں، آپ فرما دیجیے کہ تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ چلو، اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے، سو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا سا۔

جو لوگ حدیبیہ والے سفر میں ساتھ نہ گئے تھے ان کی مزید بدحالی کا بیان!

صلح حدیبیہ کے بعد تھوڑی ہی سی مدت کے بعد خیبر فتح ہو گیا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ عنقریب شرکاء حدیبیہ کو اموال غنیمت ملیں گے رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے اموال غنیمت شرکاء حدیبیہ کے لیے مخصوص فرما دیئے تھے تاکہ اموال کی محرومی کی تلافی ہو جائے جو انہیں اہل مکہ سے جنگ کر کے بطور غنیمت حاصل ہو سکتے تھے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے پہلے سے خبر دی کہ جب تم لوگ مغانم خیبر کے لیے چلو گے یعنی جنگ خیبر کے لیے روانہ ہونے لگو گے جس کا نتیجہ فتح اور اموال غنیمت حاصل ہونے کی صورت میں کچھ قتال ظاہر ہوگا تو یہ لوگ جو صلح حدیبیہ کی شرکت سے قصداً رہ گئے تھے یوں کہیں گے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے کچھ قتال میں حصہ لے لیں گے اور اموال غنیمت میں بھی شریک ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ان سے فرما دیں تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ حکم فرما دیا ہے درمیان میں یہ بھی فرمایا ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے کہ مخلفین کو ساتھ نہ لیں اس کو بدلنا چاہتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ مغانم خیبر جو صرف اہل حدیبیہ کے لیے مخصوص کر دیئے گئے تھے اس حکم کو بدلنا چاہتے ہیں۔

چونکہ ان لوگوں کا مقصد مال حاصل کرنا تھا اور یہ سمجھ رہے تھے کہ ذرا سی محنت سے اموال غنیمت حاصل ہو جائیں گے اس لیے سفر خیبر میں ساتھ لگنے کی خواہش ظاہر کر رہے تھے۔

﴿قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا﴾ یہ خبر بمعنی امر ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم لوگ سفر خیبر میں ہرگز ہمارے ساتھ نہ جاؤ گے یعنی ہم تمہیں ساتھ نہ لیں گے[1]

پھر فرمایا ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا﴾ کہ جب تم ان سے یوں کہو گے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے تو یوں کہیں گے کہ اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہے بلکہ تم یہ نہیں چاہتے کہ ہمیں اموال غنیمت میں شریک کرو تمہارا یہ جذبہ اور قول و فعل حسد پر مبنی ہے تم ہم سے حسد کرتے ہو اسی لیے یہ بات کر رہے ہو۔

﴿بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (اے مسلمانوں بات یہ نہیں ہے کہ تم حسد کر رہے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ وہ بس تھوڑی سی سمجھ رکھتے ہیں صرف دنیاوی امور کو سمجھتے ہیں نصرت دین اور فکر آخرت سے ان کے قلوب خالی ہیں۔)

یہاں یہ جو اشکال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے اموال غنیمت میں سے بعض مہاجرین حبشہ کو بھی اموال عطاء فرمائے تھے پھر اہل حدیبیہ کے استحقاق اور اختصاص کہاں رہا؟ حضرات مفسرین کرام نے اس کے دو جواب دیئے ہیں اول یہ کہ آنحضرت سرور عالم ﷺ نے انہیں خمس یعنی ۱/۵ میں سے دیا تھا جس میں مجاہدین غانمین کا حق نہیں ہوتا وہ ۴/۵ کے مستحق ہوتے ہیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غانمین سے اجازت لے کر ان حضرات کو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ مال عطاء فرما دیا۔ (راجع معالم التنزیل ۱۹۲ ج ۴ و روح المعانی ص ۱۰۱ ج ۲۶)

---

[1] فامر الله تعالىٰ ان لا يأذن لهم فى ذٰلك معاقبه لهم من جنس ذنبهم (ابن کثیر ص ۱۸۹ ج ۴)

Marfat.com

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾

آپ ان دیہاتیوں سے فرمایئے جو پیچھے ڈال دیئے گئے تھے کہ تمہیں ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت قوت والے ہوں گے تم ان سے قتال کرو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، سو اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا عوض عطاء فرمائے گا، اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا اس سے پہلے روگردانی کر چکے ہو تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

حدیبیہ کی شرکت سے بچھڑ جانے والے دیہاتیوں سے مزید خطاب

اس آیت میں اللہ جل شانہٗ نے بطور پیشین گوئی ان دیہاتیوں کو بتایا ہے جو حدیبیہ کی شرکت سے پیچھے رہ گئے تھے کہ عنقریب ایسی قوم سے جنگ کرنے کے لیے تمہیں بلایا جائے گا جو بڑی قوت والے ہوں گے سخت جنگجو ہوں گے (خیبر کی جنگ میں تمہیں نہ لے جایا گیا جو حدیبیہ میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے لیے ایک قسم کی سزا ہے) جنگ لڑنے کے اور بھی مواقع آئیں گے آنے والی قوموں سے تم لڑتے رہو گے یا وہ فرمانبردار ہو جائیں گے جب تمہیں ان سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے بلایا جائے گا تو اس اطاعت کرو گے (یعنی دعوت دینے والے امیر کی فرمانبرداری کرو گے) اللہ تعالیٰ تمہیں اجر حسن یعنی نیک عوض عطاء فرما دے گا اور اگر تم نے اس وقت روگردانی کی جہاد سے پشت پھیری جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر پیچھے رہ چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

جن مواقع میں اعراب مذکورین کو قتال کے لیے دعوت دی گئی یہ مواقع کب پیش آئے اور جس قوم سے جنگ کرنے کے لیے حکم دیا گیا وہ کون سی قوم تھی؟ اس بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس آیت کو پڑھتے تو تھے لیکن یہ پتہ نہ تھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں جب قبیلہ بنوحنیفہ سے جنگ کرنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعوت دی تو سمجھ میں آ گیا کہ آیت کا مصداق یہی بنوحنیفہ سے جنگ کرنا ہے بنوحنیفہ یمامہ کے رہنے والے تھے اور مسیلمہ بن کذاب کے ساتھی تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس قوم سے فارس اور روم مراد ہیں جن سے جنگ کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعوت دی تھی اور لشکر بھیجے تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی ہوازن مراد ہیں جن سے غزوہ حنین میں جہاد ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے رومی کفار مراد ہیں جن کے حملہ کرنے کی خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے تھے۔ صاحب روح المعانی نے یہ اقوال لکھے ہیں ان میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت مراد ہونا اقرب ہے کیونکہ انہوں نے جو قتال بنوحنیفہ کے لیے دعوت دی تھی وہ امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے تھی اور امیر المومنین کی اطاعت نہ کرنے پر عذاب کی وعید دی گئی ہے اور ساتھ ہی ﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ﴾ بھی اس پر صادق آتا ہے کیونکہ مسیلمہ بن کذاب کے ساتھیوں سے جنگ ہوئی تو اس کے ساتھیوں میں سے بہت سوں نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ وھذا علی ان تکون لفظة او للتنویع والحصر کما ھو الظاھر (اور یہ اس وقت ہے جبکہ لفظ اَوْ تنویع کے لیے ہو اور حصر کے لیے ہو جیسا کہ ظاہر ہے)

قبیلہ بنی ہوازن سے جنگ کرنے کے لیے مدینہ منورہ میں دعوت نہیں دی گئی فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین تشریف لے گئے تھے جہاں بنی ہوازن مقابلہ کے لیے جمع ہوئے تھے اور غزوہ تبوک کی شرکت بھی مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ وہاں قتال نہیں ہوا اور نہ رومی مسلمان ہوئے۔ کیونکہ وہ سامنے ہی نہیں آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فارس اور روم کے جہادوں کے لیے دعوت دی تھی چونکہ اس کی

Marfat.com

کوئی دلیل نہیں کہ وہ جہاد فرض عین تھا۔ اس لیے اس کو ترک وعید کا مصداق نہیں بنایا جاسکتا امیر کا جو حکم جہاد فرض کفایہ کے لیے ہو وہ ایجابی نہیں ہوتا یاد رہے کہ ﴿اَوْ یُسْلِمُوْنَ﴾ کا ایک ترجمہ تو یہ کیا گیا ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں گے اور ایک ترجمہ یہ ہے کہ وہ فرمانبردار ہوجائیں گے۔ یعنی جزیہ دے کر جھک جائیں گے اگر قتال بنی حنیفہ مراد لیا جائے تو پہلا معنی اقرب الی السیاق ہے کیونکہ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بنی حنیفہ کے قتال کے تذکرے کے بعد لکھا ہے کہ بنی حنیفہ میں سے دس گیارہ ہزار آدمی مارے گئے اور بہت سوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دعوت دینے پر اسلام قبول کرلیا اور یہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوگئے۔ (البدایہ والنہایہ ص ۳۶۵ ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب۔

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۷﴾

نابینا پر کوئی گناہ نہیں، اور لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں، بیمار پر کوئی گناہ نہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جو شخص روگردانی کرے وہ اسے دردناک عذاب دے گا

معذوروں سے کوئی مواخذہ نہیں، فرمانبرداروں کے لیے جنت اور روگردانی کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے

تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾ نازل ہوئی جس میں حکم جہاد سن کر روگردانی کرنے والوں کے لیے عذاب کی وعید ہے تو جو لوگ اپاہج قسم کے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارا کیا بنے گا ہم تو جہاد میں شرکت نہیں کرسکتے اس پر آیت کریمہ ﴿لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی﴾ (آخر تک) نازل ہوئی جس میں یہ بتادیا کہ جو لوگ مجبوری کی وجہ سے جہاد میں نہ جاسکے مثلاً نابینا ہوں یا لنگڑے ہوں یا بیمار ہوں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے یہ مضمون سورۃ التوبہ میں بھی گزرا ہے وہاں فرمایا ﴿لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (دیکھو انوار البیان جلد دوم)

اس کے بعد ایک قاعدہ کلیہ فرمادیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل فرمادے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے روگردانی کرے گا یعنی ہٹے گا اور بچے گا اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گا۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَکُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ کَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَکُمْ هٰذِهٖ وَکَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ ۚ وَلِتَکُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَهْدِیَکُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا

Marfat.com

يَجِدُونَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾

بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرما دیا اور ان کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگ لو گے، سو سر دست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تا کہ یہ اہل ایمان کے لیے نمونہ ہو جائے، اور تا کہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ علمی میں لیے ہوئے ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر لیتے پھر نہ کوئی کارساز پاتے اور نہ کوئی مددگار، یہ پہلے سے اللہ کا دستور رہا ہے اور اے مخاطب تو اس کے دستور میں تبدیلی نہ پائے گا۔

بیعت رضوان والوں کی فضیلت، ان سے فتح و نصرت اور اموال غنیمت کا وعدہ

ان آیات میں بیعت رضوان کا ذکر ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ ﷺ نے اس بات پر بیعت لی تھی کہ جنگ ہونے کی صورت میں ہم ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے جم کر لڑیں گے اللہ جل شانہٗ نے اعلان فرما دیا کہ جن مومنین نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ ان حضرات کے لیے اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا تمغہ مل گیا رہتی دنیا تک کے لیے قرآن پڑھنے والے تمام اشخاص و افراد کے سامنے بار بار اعلان سامنے آتا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بیعت کرنے والوں سے راضی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ دوزخ میں ان لوگوں میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوگا جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی۔

رضا مندی کا اعلان فرماتے ہوئے ﴿فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ﴾ بھی فرمایا کہ اللہ نے ان کے اخلاص کی حالت کو جان لیا جس سے ان کے قلوب معمور تھے پھر اپنی مزید نعمت کا اظہار فرمایا ﴿فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت نازل فرما دی ان کے قلوب کو پوری طرح اطمینان ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ مصالحت کی ہے اور قریش مکہ سے جو معاہدہ فرمایا ہے یہ بالکل صحیح ہے درست ہے اہل ایمان کے لیے باعث خیر ہے اور مبارک ہے پھر فتح قریب کی بشارت دی، مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اس سے خیبر کی فتح مراد ہے۔ ٦ھ میں صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا اور اس کے دو ماہ بعد خیبر فتح ہو گیا جہاں یہود بنی نضیر مدینہ منورہ سے جلاوطن کیے جانے کے بعد آباد ہو گئے تھے وہاں بھی انہوں نے شرارتیں جاری رکھیں لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر تشریف لے گئے خیبر فتح ہو گیا اور یہود کے اموال بھی غنیمت کی صورت میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو مل گئے۔

اس مضمون کے ختم پر ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے وہ سب پر غالب ہے وہ جس کو چاہتا ہے غلبہ دیتا ہے اور حکمت والا بھی ہے (اس کا ہر فیصلہ جلدی ہو یا دیر سے ہو سب کچھ حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔)

اس کے بعد فرمایا ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا﴾ (اللہ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے)۔ ﴿فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾ (سو یہ اموال غنیمت جو تمہیں خیبر سے ملے ان کو جلدی عطا فرما دیا۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سے مال غنیمت ملیں گے)

﴿وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ﴾ (اور لوگوں کے ہاتھوں کو تمہاری جانب سے روک دیا یعنی جن لوگوں نے تم پر حملہ کا ارادہ کیا تھا

Marfat.com

ان کی دست درازی سے تمہیں محفوظ فرما دیا جب رسول اللہ ﷺ خیبر تشریف لے گئے اور وہاں اہل خیبر کا محاصرہ فرمایا تو یہاں قبیلہ بنی اسد اور قبیلہ بنی غطفان کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں مسلمان تھوڑے سے ہیں اکثر غزوہ خیبر کے لیے گئے ہیں لٰہذا مدینہ منورہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کے اہل وعیال اور بال بچوں کو لوٹ لیا جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے ارادہ کو ارادہ تک ہی رکھا ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے نہ آسکے۔ (معالم التنزیل)

روح المعانی ۱۰۹ ج ۲۶ میں یوں لکھا ہے کہ یہودی لوگ مسلمانوں کے پیچھے ان کے اہل وعیال پر حملہ کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں باز رکھا اور ارادہ کے باوجود حملہ نہ کر سکے ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی اسد اور بنی غطفان اہل خیبر کی مدد کے لیے نکلے تھے پھر واپس ہو گئے اور حضرت مجاہد تابعی رحمہ اللہ نے ﴿وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ﴾ کا مطلب یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے صلح کی صورت پیدا فرما کر اہل مکہ کے ہاتھوں کو روک لیا جو اہل ایمان سے جنگ کرنے کے لیے تیار تھے۔

﴿وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ اموال غنیمت عطاء فرما دیئے کہ تم اس سے نفع حاصل کرو اور تا کہ یہ اموال مومنین کی اس بات کی نشانی بن جائیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے اور اس سے ایمان مزید موکد ہو جائے۔

وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور تا کہ تمہیں صراط مستقیم پر چلائے یعنی ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والا بنا دے قال فی الروح ای فعجل لکم هذه وكف ايدى الناس عنكم لتنتفعوا بذلك ولتكون آية (وفيه أيضا) والآية الامارة اى ولتكون امارة للمؤمنين يعرفون بها انهم من الله تعالىٰ بمكان او يعرفون بها صدق الرسول فى وعده ايهم فتح خيبر وما ذكر من المغانم وفتح مكة ودخول المسجد الحرام (روح المعانی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ جلدی دیدی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا تا کہ تم اس صورت حال سے نفع حاصل کرو اور یہ نشانی بنے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ آیۃ کہتے ہیں امارۃ کو یعنی یہ مومنین کے لیے نشانی ہے اس سے انہیں پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک مقام پر فائز ہیں اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ فتح خیبر غنیمت اور فتح مکہ اور مسجد حرام میں داخلہ کے بارے میں حضور ﷺ کا ان سے وعدہ سچا تھا۔)

﴿وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح راہنما ہے اور ہر کام کے کرنے یا چھوڑنے میں اسی پر ہی اعتماد ہے۔)

وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا هو الثقة بفضل الله تعالىٰ والتوكل عليه فى كل ما تأتون و تذرون

﴿وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا﴾ (اور ان کے علاوہ بھی فتوحات ہوں گی جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے وہ فتوحات مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کو نصیب ہوئیں مثلاً فارس اور روم فتح ہوئے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے علاقے اور ممالک ان کے قبضے میں آئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے فتح مکہ مراد ہے اور حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے فتح حنین مراد ہے اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قیامت تک مسلمانوں کو جو بھی فتوحات نصیب ہوں گے وہ سب مراد ہیں یہ اقوال مفسر قرطبی رحمہ اللہ نے لکھے ہیں۔

﴿لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا﴾ ظاہری معنی تو یہ ہے کہ اس وقت تو تم کو ان پر قدرت حاصل نہیں ہوئی اور بعض حضرات نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ لن تکونو ترجونھا کہ تمہیں ان کے فتح ہونے کی امید نہ تھی بعض حضرات نے اسی کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے کہ وہ فتوحات تمہارے خواب وخیال میں بھی نہ تھیں۔

﴿قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا﴾ (اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تم انہیں فتح کرو گے اس نے مقدر فرما دیا ہے کہ ان پر تمہارا قبضہ ہوگا۔)

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾ (اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ جب چاہے جسے چاہے جو ملک اور مملکت نصیب فرمائے۔)

اس کے بعد فرمایا ﴿وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ﴾ (اور اگر کفار تم سے جنگ کرتے تو پشت پھیر کر چلے جاتے)

Marfat.com

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے کفار قریش مراد ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بنی غطفان اور بنی اسد مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خیبر تشریف لے جانے کے بعد مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

﴿ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾ (پھر وہ کوئی اپنا دوست اور مددگار نہ پاتے۔)

﴿سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ (یہ پہلے سے اللہ کی عادت رہی ہے کہ کار خیر کے ساتھ انجام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں رہا ہے اپنے اولیاء کی اس نے مدد فرمائی ہے اور دشمنوں کو مغلوب کیا ہے) ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ (اور تم اللہ کی عادت میں تبدیلی نہ پاؤ گے) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ آیت کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اچھا انجام ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہی ہوا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب کبھی بھی کافروں سے قتال ہوا تو کافروں پر غلبہ ہوا ہو، ولعل المراد ان سنة تعالیٰ ان تکون العاقبة للانبیاء علیهم السلام لا انهم کلما قاتلوا الکفار غلبوهم وهزموهم اھ (شاید مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ انجام کار فتح انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ جب بھی کفار سے لڑائی ہو تو یہ ان پر غالب آجائیں اور انہیں شکست دیدیں۔)

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿۲۴﴾

اور اللہ وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں ہوتے ہوئے روک دیا اس کے بعد کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رکھا

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں آیت بالا کا سبب نزول بتاتے ہوئے متعدد اقوال لکھے ہیں صحیح مسلم میں ایک واقعہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے اور دوسرا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور دونوں کو آیت بالا کا سبب نزول بتایا ہے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہمارے اور اہل مکہ کے درمیان صلح ہوگئی تو میں ایک درخت کے نیچے کانٹے ہٹا کر لیٹ گیا اس وقت اہل مکہ میں سے چار مشرکین وہاں پہنچ گئے جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ناشائستہ کلمہ کہنے لگے مجھے برا لگا اور میں جگہ چھوڑ کر دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا ان لوگوں نے اپنے ہتھیار لٹکا دیئے اور لیٹ گئے میں نے اپنی تلوار لی اور ان چاروں آدمیوں کے ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا اور ان سے کہا کہ دیکھو قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو عزت بخشی ہے اگر تم میں سے کوئی شخص سر اٹھائے گا اس کا سر تن سے جدا کردوں گا اس کے بعد میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور میرے چچا ستر آدمی قید کر کے لائے جن کا نام عامر تھا اس کے گرفتار کردہ لوگوں میں مکرز نامی بھی ایک شخص تھا اس کے ساتھ اور افراد بھی تھے جو مشرکین میں سے تھے جن کی تعداد ستر افراد تھی آپ نے ان کو معاف کردیا اور اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ (الآیة) نازل فرمائی۔ (صحیح مسلم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہے کہ اہل مکہ میں سے اسی ۸۰ آدمی جبل تنعیم سے اتر کر آگئے یہ لوگ ہتھیار پہنے ہوئے تھے ان کا ارادہ یہ تھا کہ غفلت کا موقع پا کر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر حملہ کردیں آپ ﷺ نے ان لوگوں کو پکڑ لیا وہ لوگ قابو میں آگئے تو اپنی جانوں کو سپرد کردیا آپ نے ان کو زندہ چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آیت مذکورہ بالا نازل فرمائی (صحیح مسلم ۱۱۶ ج ۲)

مفسر ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنے مومن بندوں پر احسان جتایا ہے کہ اس نے مشرکین کے ہاتھوں

Marfat.com

سے تمہیں محفوظ رکھا اور ان کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچنے دی اور مومنین کے ہاتھوں کو بھی مشرکین تک نہ پہنچنے دیا۔

اس کے بعد آیت کا ترجمہ دوبارہ پڑھ لیجیے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ کس کی کس طرح حفاظت فرمائے اور مخالف کے قبضہ ہونے کے بعد اس کے حملہ سے کس طرح بچائے اور قلوب کو جس طرح چاہے پلٹ دے رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں سے نرمی کا معاملہ فرمایا اور معاف کردیا عموماً وہ لوگ بعد میں مسلمان ہوگئے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْ
لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ
عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا
اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو روک دیا جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا، اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بے خبری میں ضرر پہنچ جاتا تو سب قصہ طے کردیا جاتا، تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے۔ یہ مسلمان مرد و عورت جدا ہوجاتے تو ہم ان کو درد ناک عذاب دیتے جو اہل مکہ میں سے کافر تھے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی تھی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

کافروں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا ان پر حمیت جاہلیہ سوار ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر سکینہ نازل فرمائی اور انہیں تقویٰ کی بات پر جمادیا!

ان آیات میں چند امور بیان فرمائے اول مشرکین کی مذمت فرمائی کہ انہوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام تک پہنچنے سے روک دیا اور وہ جو قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے ان کو ان کے موقع ذبح میں نہ جانے دیا (ان کی حرکتوں کا تقاضا یہ تھا کہ ان سے جنگ کی جاتی اور انہیں سزا دی جاتی۔)

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ہدی کے جانور جو رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ لے گئے تھے ان کی تعداد ستر تھی عمرہ کر کے انہیں مکہ معظمہ میں ذبح کیا جانا تھا قریش آڑے آئے لہٰذا حدیبیہ ہی میں حلق کرنا پڑا اور ہدی کے جانور وہیں ذبح فرما دیئے دوسرے یہ فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں موجود تھیں جن کا تمہیں علم نہ تھا ہوسکتا تھا کہ تم بے علمی میں اپنے قدموں سے انہیں روند ڈالتے اور اس کی وجہ سے تم کو ضرر پہنچ جاتا اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ضعیف مومنین اور مومنات کی وجہ سے صلح کی صورت پیدا فرمادی اگرچہ قریش مکہ کی حرکت ایسی تھی کہ ان سے جنگ کی جاتی۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ لو لا کا جواب محذوف ہے۔

وجواب لو لا محذوف لدلالة الكلام عليه، والمعنى على ما سمعت اولا لو لا كراهة ان تهلكو مؤمنين بين ظهر انى

Marfat.com

الکفار جاھلین بھم فیصیبکم باھلاکھم مکروہ لما کف ایدیکم عنھم، وحاصلہ انہ تعالیٰ ولولم یکف ایدیکم عنھم لانجر الامر الیٰ اھلاک مؤمنین بین ظھر انیھم فیصیبکم من ذلک مکروہ وھو عزوجل یکرہ ذٰلک﴾ (لَوْلَا کا جواب محذوف ہے۔اس بناء پر معنی یہ ہے کہ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ انجانے میں تم کافروں کے درمیان مومن لوگوں کو قتل کرو گے اور ان کی ہلاکت سے تمہیں تکلیف ہوگی تو ان سے تمہارے ہاتھ نہ روکے جاتے حاصل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سے تمہارے ہاتھ نہ روکتا تو معاملہ کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کافروں کے درمیان رہنے والے مومن ہلاک ہوتے اور اس سے تمہیں تکلیف ہوتی اور اللہ تعالیٰ بھی اس بات کو ناپسند کرتے ہیں۔)

﴿فَتُصِيبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ جو فرمایا اس میں لفظ مَعَرَّةٌ وارد ہوا ہے اس کا ترجمہ ضرر اور مکروہ اور مشقت اور گناہ کیا گیا ہے بعض حضرات نے اس کی تشریح کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے کہ اگر جنگ ہوتی تو مومن مرد اور عورتیں ان کی زد میں آجاتے تو اہل ایمان کو رنج پہنچتا اور دکھ ہوتا اور کافروں کو یوں کہنے کا موقعہ مل جاتا کہ دیکھو مسلمانوں نے اپنے اہل دین ہی کو قتل کر دیا۔بعض حضرات نے یہ مطلب بتایا ہے کہ ان کے قتل کرنے سے گناہ میں مبتلا ہو جاتے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ دیت واجب ہو جاتی لیکن صاحب روح المعانی نے ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں ضعیف ہیں طبری کا قول ہے کہ اس سے قتل خطا کا کفارہ مراد ہے صاحب روح المعانی نے اس پر کلام کیا ہے اور بعض حضرات کا تعصب نقل کیا ہے۔(فراجعہ ان شئت)

تیسرے ﴿لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ﴾ فرمایا یعنی اللہ شانہ نے اہل ایمان کو جنگ کرنے سے بچا دیا تا کہ وہ اس کے ذریعہ جنگ کے بغیر جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرما دے یعنی اس نے اہل ایمان کو جنگ سے بھی بچالیا اور انہیں اپنی رحمت میں بھی داخل فرما دیا جو ضعیف مومن اور مومنات مکہ میں تھے ان کے پر امن رہنے کی بھی صورت نکل آئی اور مشرکین کی طرف سے جو انہیں ضعیف سمجھ کر تکلیفیں دی جاتی تھیں ان سے بھی چھٹکارہ حاصل ہو گیا اور پوری طرح عبادت کرنے لگے اور مشرکین بھی مراد ہیں کیونکہ انہیں سوچنے اور سمجھنے اور اسلام قبول کرنے کا موقعہ دے دیا گیا۔(راجع روح المعانی ص ۱۱۵ ج ۲۶)

چوتھے یہ فرمایا ﴿لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ اگر وہ مومنین اور مومنات کافروں سے علیحدہ ہو جاتے جو مکہ معظمہ میں موجود تھے اور ضعف کی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکتے تھے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب دے دیتے یعنی کافر مقتول ہوتے اور قیدی بنا لیے جاتے۔

پھر فرمایا ﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (الآیۃ) کہ ان لوگوں نے تمہیں ایسے وقت میں روکا جبکہ اپنے دلوں میں انہوں نے حمیت کو جگہ دے دی یہ جاہلیت کی حمیت تھی جس کسی چیز کو انسان اپنے لیے عار اور عجیب سمجھے پھر اس کی بنیاد پر اپنی جان کو بچانے کے لیے کوئی حرکت یا کوئی بات کرے اسے حمیت کہا جاتا ہے جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوئے اور قریش مکہ کو اس کا پتہ چل گیا تو ان پر جہالت سوار ہو گئی اور حمیت جاہلیہ کو سامنے رکھ کر انہوں نے طے کر لیا آپ کو عمرہ کرنے نہیں دیں گے ورنہ عرب میں یہ مشہور ہو جائے گا کہ محمد ﷺ مکہ والوں کی رضا مندی کے بغیر زبردستی مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے اس طرح سے اہل عرب ہمیں طعنہ دیں گے ان لوگوں نے حمیت جاہلیہ کی وجہ سے صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے دیا اور محمد رسول اللہ ﷺ جو لکھ دیا تھا اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھوانے کی ضد کی۔

﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلٰى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ سو اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر اطمینان نازل فرما دیا اور انہوں نے لڑائی لڑنے پر اور اسی سال عمرہ کرنے پر ضد نہ کی۔﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا﴾ اور اللہ نے تقویٰ کا کلمہ ان کے ساتھ لازم فرما دیا ﴿وَكَانُوا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا﴾ اور یہ لوگ کلمہ تقویٰ کے زیادہ حق دار تھے اور اس کے اہل تھے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔کلمۃ التقویٰ سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں امام ترمذی نے بروایۃ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اس سے کلمہ لا الہ الا اللہ مراد ہے اس کو تقویٰ کا کلمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ شرک سے کفر سے اور گناہوں سے بچاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے کلمہ کو اپنا لیا اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے اسے ان کا ساتھی بنا دیا اور اب یہ اس کے ذریعہ اللہ کو بھی یاد کرتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ یہ لوگ اس کلمہ کے حقدار تھے اور اہل تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ یہ لوگ کلمہ قبول کریں گے اور اس کے تقاضوں پر چلیں گے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کا مزاج قبول حق کا بنا دیا تھا اسی مزاج اور طبیعت کے مطابق وہ اسی کے طرف آگے بڑھے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے) وہ اپنی حکمت کے مطابق جسے چاہتا ہے اہل بناتا ہے اور پھر اہلیت کے مطابق محض اپنے فضل سے خیر اور رشد و ہدایت پر جما کر رکھتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ ۙ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ ۙ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا ﴿۲۸﴾

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقع کے مطابق ہے، انشاء اللہ تم ضرور ضرور مسجد حرام میں امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سروں کو مونڈنے والے ہو گے اور اپنے بالوں کو کتروانے والے ہو گے تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا، سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا، سو اس سے پہلے عنقریب ہی ایک فتح نصیب فرما دی، اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اور اللہ کافی گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا اس نے آپ ﷺ کو ہدایت اور حق کے ساتھ بھیجا

مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ والے سفر میں روانہ ہونے سے پہلے ہی مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خواب دکھا دیا گیا تھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ امن و امان سے مسجد حرام میں داخل ہوں گے اور وہاں کچھ لوگ سر مونڈیں گے اور کچھ لوگ بال کتروائیں گے آپ نے یہ خواب صحابہ کو بتا دیا تھا خواب سن کر سب بہت خوش ہوئے اور اس امید پر روانہ ہو گئے کہ اس سال مکہ معظمہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ نصیب ہوگا جب حدیبیہ میں پہنچے اور مشرکین مکہ آڑے آ گئے جس کی وجہ سے صلح کر لی گئی اور مکہ معظمہ میں داخل ہوئے بغیر واپس آ گئے تو رسول اللہ ﷺ کے صلح کرنے کو حق جانتے اور مانتے ہوئے طبعی طور پر اس بات سے صحابہ کو رنج ہو رہا تھا کہ ہم مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے بلکہ صلح کے وقت ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کر لیا تھا کہ آپ نے تو یہ خبر دی تھی کہ مکہ معظمہ میں داخل ہوں گے یہ تو اس کے خلاف ہے رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت اس کا جواب دے دیا تھا اس جواب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطمئن ہو گئے تھے۔ (کما فی صحیح خطابت نفسہ ص ۱۰۶ ج ۲)

اطمینان عقلی کے ہوتے ہوئے طبعی طور پر جو رنج تھا اس کو دور فرمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آیت بالا نازل فرمائی جس میں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو خواب دکھایا تھا تم انشاء اللہ مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے وہاں کوئی بال منڈوائے گا اور کوئی بال کتروائے گا اور کسی کو کسی کا ڈر نہیں ہوگا یہ خواب اللہ تعالیٰ نے صحیح دکھایا تھا۔ واقعہ کے مطابق تھا جس کا آئندہ سال مظاہرہ ہوا اور چونکہ خواب میں اسی سال داخل ہونے کی خبر نہیں دی گئی تھی اس لیے خواب کے سچا ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑا اس میں جو لفظ انشاء اللہ فرمایا ہے یہ شک کے

Marfat.com

لیے نہیں ہے بلکہ تحقیق اور تاکید کے لیے ہے۔ اور ابو عبیدہ کا قول ہے کہ ان یہاں اذ کے معنی میں ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ چاہے داخل ہو جاؤ گے۔

اور یہ جو فرمایا ﴿فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (سو اللہ نے جان لیا جو تم نے نہیں جانا) اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ کے داخل ہونے میں جو تاخیر کی گئی اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اسی سال عمرہ کرنے کی ضد کرتے اور مشرکین مکہ سے قتل وقتال کیا جاتا اور صلح نہ ہوتی تو دوڈھائی مہینے بعد جو خیبر فتح ہوا اس کے لیے سفر کرنا مشکل ہو جاتا اور اگر سفر میں چلے جاتے تو یہ خطرہ رہتا کہ اہل مکہ کہیں پیچھے سے حملہ نہ کر دیں پس صلح کرنے میں اور دخول مکہ کی تاخیر میں جو فائدہ پہنچا اس کا تمہیں علم نہیں تھا ﴿فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (سو اللہ نے مکہ معظمہ کے داخل ہونے سے پہلے عنقریب ہی ایک فتح دے دی) یعنی خیبر کو فتح فرما دیا اور وہاں کے اموال غنیمت شرکاء حدیبیہ کو مل گئے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو دوسرے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرما دیا اس مضمون کی آیت سورۃ التوبہ میں بھی گزر چکی ہے وہاں تفسیر اور تشریح دیکھ لی جائے۔

﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ (اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے) مشرکین نے صلح نامہ میں جو ھٰذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ لکھنے سے انحراف کیا تو اس کی وجہ سے آپ کی نبوت و رسالت کے بارے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (تفسیر قرطبی ۲۹۲ ج ۱۶)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ۲۹ ع

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجود میں ہیں، وہ اللہ کے فضل اور رضامندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی شان یہ ہے کہ ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں، ان کی یہ مثال توریت میں ہے، اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسی کھیتی ہو اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسے قوی کیا پھر وہ کھیتی موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی جو کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی، تاکہ اللہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور منقبت

اس سورت میں جگہ جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان فرمائی ہے پھر یہاں سورت کے ختم پر ان کی مزید توصیف و تعریف فرمائی

Marfat.com

ہے اولاً ارشاد فرمایا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں، اس مضمون کو سورۂ مائدہ میں ﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ میں بھی بیان کیا ہے، اہل ایمان کی یہ شان ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں سخت رہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کریں یہ صفت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت زیادہ نمایاں تھی آج کل دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان دشمنان اسلام کے آگے پیچھے جاتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں ان سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ سختی کرتے ہیں ان پر رحم نہیں کرتے دنیاوی محبت نے اس پر آمادہ کر رکھا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی ﴿تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾ اے مخاطب تو ان کو اس حال میں دیکھے گا کہ کبھی رکوع کیے ہوئے کبھی سجدہ کیے ہوئے اس میں کثرت سے نماز پڑھنا اور نمازوں پر مداومت کرنا نوافل کا اہتمام کرنا راتوں کو نمازوں میں کھڑا ہونا سب داخل ہے۔

تیسری صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (یہ حضرات اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی تلاش کرتے ہیں) جو اعمال اختیار کرتے ہیں ان کے ذریعہ کوئی دنیاوی مقصد سامنے نہیں ہے ان کے اعمال اللہ کا فضل تلاش کرنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہیں۔

چوتھی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ اس کا مطلب بتاتے ہوئے صاحب معالم التنزیل نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے جو ظاہر لفظوں سے سمجھ میں آرہا ہے کہ مٹی پر سجدہ کرنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر کچھ مٹی لگ جاتی ہے اور بعض حضرات نے یہ نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے ان کے ذریعہ پہچانے جائیں گے کہ یہ لوگ نماز پڑھنے میں زیادہ مشغول رہتے تھے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے اچھی عادت اور خصلت اور خشوع و تواضع مراد ہے جو لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں انہیں جو نماز کی برکات حاصل ہوتی ہیں ان میں سے ایک بہت بڑی صفت خوش خلقی اور تواضع بھی ہے ان کے چہروں سے ان کی یہ صفت واضح ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا ﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ﴾ (ان کی مذکورہ صفت توریت میں بھی بیان کی گئی ہے) پھر انجیل میں جو ان کی صفت بیان کی گئی اس کو بیان فرمایا ارشاد ہے ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ﴾ (الیٰ اٰخرہ) کہ انجیل میں ان لوگوں کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسان نے نرم زمین میں بیج ڈالا اس زمین سے کھیتی کی سوئی نکلی یعنی ہلکا بہت پتلا تنا ظاہر ہوا، پھر یہ آگے بڑھا تو اس میں قوت آگئی پھر اور آگے بڑھا تو موٹا ہوگیا ان حالتوں سے گزر کر اب وہ ٹھیک طریقے سے اپنی پنڈلی پر اچھی طرح کھڑا ہوگیا اب یہ ہرا بھرا بھی ہے اندر سے نکل کر بڑھ بھی چکا ہے اور اس کا تنا اپنی جڑ پر کھڑا ہے کسان لوگ اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اس مثال میں یہ بتا دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اولاً تھوڑے سے ہوں گے پھر بڑھتے رہیں گے اور کثیر ہو جائیں گے اور مجموعی حیثیت سے وہ ایک بڑی قوت بن جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلے تھوڑے سے تھے پھر بڑھتے رہے بڑھتے بڑھتے ہزاروں ہو گئے زمانہ نبوت ہی میں ایک لاکھ سے زیادہ ان کی تعداد ہوگئی پھر انہوں نے دین اسلام کو خوب پھیلایا قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے ان کے مقابلہ میں کوئی جماعت جم نہیں سکتی تھی۔

﴿لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو بڑھایا قوت و طاقت سے نوازا تاکہ ان کے ذریعہ کافروں کے دلوں کو جلا دے کافروں کو یہ گوارا نہیں تھا اور نہ اب گوارا ہے کہ اسلام اور مسلمان پھلیں پھولیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بھی بڑھا دیا اور مسلمانوں کو بھی قوت دے دی جیسا کہ سورۃ الصف میں فرمایا ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو اللہ وہی ہے جس نے رسول کو

Marfat.com

ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب پر غالب فرمادے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہو) یہ دوسری آیت ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ﴾ سورۂ توبہ اور سورۂ فتح میں بھی ہے جس کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کی مغفرت ہوگی اور انہیں اجر عظیم دیا جائے گا) یہ بات بطور قاعدہ کلیہ بیان فرمائی ہے لفظوں کا عموم حضرات صحابہ کو بھی شامل ہے اور ان کے بعد آنے والے اعمال صالحہ والے مومنین کو بھی۔

فائدہ: سورۃ الفتح میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی کئی جگہ تعریف فرمائی ہے اول فرمایا ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ پھر فرمایا ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ پھر فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ پھر فرمایا ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ پھر فرمایا ﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا﴾ پھر فرمایا ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الآیۃ) پھر فرمایا ﴿لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ پھر فرمایا ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ اور سورۂ توبہ میں فرمایا ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ (الآیۃ)

قرآن مجید کی ان تصریحات کو دیکھ لو اور روافض کی دشمنی کو دیکھ لو جو دو تین صحابہ کے علاوہ باقی سب کو کافر کہتے ہیں اس فرقہ کی بنیاد ہی بغض صحابہ رضی اللہ عنہم پر ہے جو لوگ حضرات صحابہ کو کافر کہتے ہیں وہ قرآنی تصریحات کے منکر ہونے کی وجہ سے خود کافر ہیں قرآن کے جھٹلانے کی وجہ سے جب ان لوگوں پر کفر عائد ہو گیا تو کہنے لگے یہ قرآن ہی وہ نہیں ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے یہ کہنا خود کفر ہے اور قرآن نے بھی ان لوگوں کو کافر بتا دیا جن کے دل میں صحابہ کی طرف سے بغض ہوگا ﴿لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ کو بار بار پڑھ لیا جائے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے حضرات صحابہ کی شان میں کچھ کہہ دیا اس پر ارشاد فرمایا کہ جس کسی کے دل میں کسی بھی صحابہ کی طرف سے بغض ہوگا آیت کریمہ کا عموم اس کو شامل ہوگا یعنی وہ آیت کا مصداق ہوگا (یعنی اس پر کفر عائد ہوگا۔) (تفسیر قرطبی)

بعض شیعوں نے نکتہ نکالا ہے کہ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ کے ساتھ جو ﴿مِنْهُمْ﴾ کا اضافہ فرمایا ہے اس میں مِنْ تبعیضیہ ہے یہ ان لوگوں کی جہالت ہے حضرات صحابہ کے بغض میں یہ بات کہہ رہے ہیں اور مزید کفر کی چادر میں لپیٹ رہے ہیں سیاق کلام سے واضح ہو رہا ہے کہ من بیانیہ ہے۔ اگر بالفرض مِنْ تبعیضیہ ہو تو کیا آیات قرآنیہ سے دو تین صحابہ کا ایمان ثابت ہوتا ہے جن کے ایمان کے روافض قائل ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ فرمایا ہے کیا اس سے ان چودہ پندرہ سو صحابہ کا ایمان اور وعدہ رضوان ثابت نہیں ہوتا جنہوں نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کے بغض میں شیعہ جل کر خاک ہوئے جا رہے ہیں سورۃ توبہ میں جو مہاجرین اور انصار اور ان کے متبعین (اہل السنۃ والجماعۃ) کی رضا مندی کا اعلان فرمایا ہے اس میں تو کہیں بھی منہم نہیں ہے یاد رہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سابقین اولین میں سے تھے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور شیعہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں جو حضرات انصار اور مہاجرین سے راضی ہے جو شخص قصداً قرآن کو جھٹلائے ایمان سے منہ موڑے اس سے کیا بات کی جا سکتی ہے شیعوں کا عقیدہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مومن نہیں تھے شیعوں کو خود اپنے ایمان کی فکر نہیں ہے کہ بغض صحابہ انہیں کچھ سوچنے نہیں دیتا عامۃ المسلمین سے ہمارا خطاب ہے ان آیات میں غور کریں تاکہ شیعوں کے کفر میں کوئی شخص شک نہ کرے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو (دو بار فرمایا) میرے بعد تم انہیں نشانہ نہیں بنالینا، سوجس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، اور جس نے انہیں اذیت دی اس مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی، اور جس نے اللہ کو اذیت دی قریب ہے کہ وہ اسے پکڑ لے گا۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ ۵۵۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہہ رہے ہیں تو کہہ دو کہ تم پر اللہ کی لعنت ہے تمہارے شر کی وجہ سے۔ (ایضاً)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو کیونکہ (ان کا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ) تم میں سے کوئی شخص اگر احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کردے تو یہ (ثواب کے اعتبار سے) ان میں سے کسی کے ایک مد یا نصف مد کو بھی نہیں پہنچے گا۔ (کذا فی المشکوٰۃ ۵۵۳ عن البخاری ومسلم)

اس زمانہ میں غلہ ناپنے کا ایک برتن ہوتا تھا اسے مد کہتے تھے (نئے اوزان سے ایک مد کا وزن سات سو گرام کے لگ بھگ بنتا ہے۔ ۱۲)

اللہ تعالیٰ شانہٗ، روافض کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

وهو الهادی الی سَبیل الرشاد، هذا آخر تفسير سورة الفتح، الحمد لله الذی فتح علينا اسرار القرآن وجعلنا ممن يدخل الجنان والصلوٰة والسلام على خير رسله محمد سيد ولد عدنان، وعلى آله وصحبه ما طلع النيران وتعاقب الملوان۔

Marfat.com

آیاتها ۱۸ — ۴۹ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۶ — رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ
اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے سبقت مت کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے، اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، ایسا نہ کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے، ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے، بے شک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے، اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کی طرف نکل آتے تو ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور خدمت عالی میں حاضری کے احکام و آداب کی تلقین!

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات جن گھروں میں رہتی تھیں انہیں حجرات سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ یہ گھر چھوٹے چھوٹے تھے اور پختہ عمارتیں بھی نہ تھیں کھجوروں کی ٹہنیوں سے بنا دی گئی تھیں چونکہ اس سورت کے پہلے رکوع میں ان حجروں کا ذکر ہے اس لیے یہ سورت سورۂ الحجرات کے نام سے موسوم ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے توقیر اور احترام کی تلقین فرمائی اور اس سلسلے میں چند آداب ارشاد فرمائے ہیں۔

اول تو یہ فرمایا کہ اے ایمان والو تم اللہ اور رسول سے سبقت مت کرو یہ ﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ کا ترجمہ ہے ان الفاظ میں بڑی جامعیت ہے حضرات مفسرین کرام نے اس کے متعدد معنی لکھے ہیں حضرت مجاہد نے فرمایا کہ تم پہلے سے کوئی بات اپنی طرف سے نہ کہہ دو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرو وہ اپنے رسول کی زبانی جو فیصلہ فرما دے اس کے مطابق عمل کرو حضرت سفیان ثوری نے بھی تقریباً یہی مطلب بتایا ہے، حضرت قتادہ نے فرمایا یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو یوں کہا کرتے تھے کہ اس

Marfat.com

بارے میں کچھ حکم نازل ہو جاتا اور فلاں مسئلہ میں کوئی قانون نازل ہو جاتا تو اچھا تھا اللہ تعالیٰ کو ان کی بات پسند نہ آئی اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول سے سبقت نہ کرو۔ (معالم التنزیل ص ۲۰۹ ج ۴، ابن کثیر ص ۲۰۵ ج ۴)

ساتھ ہی ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈرو ﴿ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ بے شک اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ نے عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے بواسطہ عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ بنی تمیم کا ایک قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور انہوں نے عرض کیا کہ کسی شخص کو ہمارا امیر بنا دیجیے (ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا تھا کہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن معبد کو امیر بنانے کا مشورہ دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس کے امیر بنانے کی رائے پیش کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارا اس کے علاوہ کچھ مقصد نہیں ہے کہ میری مخالفت کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی مخالفت کے طور پر اپنی رائے نہیں پیش کی، اس پر جھگڑا ہونے لگے جس سے دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں، لہٰذا آیت کریمہ ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا ﴾ (آخر تک) نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے کہ اس موقعہ پر شروع سورت سے لے کر اجر عظیم تک آیات نازل ہوگئیں، جن میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آگے بڑھنے کی اور آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے آوازیں بلند کرنے کی ممانعت فرما دی اور یہ حکم بھی فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرو تو ادب کا خیال رکھو اور اس طرح اونچی آواز سے بات نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو، ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ﴿ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴾ ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر تمہاری آواز بلند ہو جائے اور اس کی وجہ سے تمہارے اعمال حبط ہو جائیں یعنی تمہاری نیکیاں ختم کر دی جائیں اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ ہو، صحیح بخاری میں ہے کہ آیات مذکورہ نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اتنا آہستہ بولتے تھے کہ پوچھنا پڑتا تھا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ (صحیح بخاری ص ۷۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس صحابی رضی اللہ عنہ کو اپنی مجلس سے غیر حاضر پایا تو آپ کو اس کا احساس ہوا، ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کا پتہ چلاتا ہوں وہ حضرت ثابت کے پاس آئے اور انہیں اس حال میں دیکھا کہ اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں، دریافت کیا کہ آپ کو کیا ہوا؟ جواب دیا کہ میری آواز بلند ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کر چکا ہوں (جو اپنی عادت کے طور پر تھی) لہٰذا میں اہل نار میں سے ہوں اس شخص نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر بتا دی آپ نے فرمایا کہ جاؤ انہیں جا کر بتا دو کہ اہل نار میں سے نہیں ہیں بلکہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری، ص ۵۱۰، ۷۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آیت بالا نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس طرح پست آواز سے بات کرتے تھے کہ جیسے کوئی شخص راز داری کی باتیں کر رہا ہو، اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ بات کرتے تھے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سن سکیں حتیٰ کہ بعض مرتبہ آپ سوال فرماتے تھے کہ کیا کہا؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ﴾ نازل فرمائی۔

بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آواز کو پست کرتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے۔

اِمْتَحَنَ لفظ اِمتحان سے ماضی کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ ''جانچ کرنا'' کیا گیا ہے۔ صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں اِمْتَحَنَ اَخْلَصَ کے معنی میں ہے جس طرح سونے کو پگھلا کر خالص کر دیا جاتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے قلوب کو تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے ان کے قلوب میں تقویٰ ہی تقویٰ ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آداب و احترام کو دیکھو اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کو اور مدح اور

Marfat.com

توصیف کو دیکھو اور شیعوں کے بغض اور دشمنی کو دیکھو وہ کہتے ہیں کہ تین چار صحابہ کے علاوہ سب کافر تھے۔ (العیاذ باللہ)

فائدہ: حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے سامنے بھی آواز بلند کرنا مکروہ ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں ایسا کرنا مکروہ تھا کیونکہ آپ کا احترام اب بھی واجب ہے اور آپ کو برزخی حیات حاصل ہے۔

جب خدمت عالی میں سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہو تو دھیمی آواز میں سلام پیش کرے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ﴾ (الآیۃ) اس آیت کے سبب نزول میں صاحب معالم التنزیل نے متعدد قصے لکھے ہیں جو حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت زید بن الارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں...... حضرت زید بن الارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عرب کے کچھ لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ آج اس شخص کے پاس چلیں جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ واقعی نبی ہیں تو ہمیں سب لوگوں سے آگے بڑھ کر ان پر ایمان لا کر سعادت مند ہونا چاہیے اگر وہ نبی نہیں ہے بلکہ انہیں بادشاہت ملنے والی ہے تو ہمیں ان کے زیر سایہ زندگی گزارنی چاہیے (بہر حال ان سے تعلق قائم کرنے میں فائدہ ہے) اس کے بعد حاضر ہوئے تو یا محمد یا محمد کہہ کر آوازیں دینے لگے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔ کہ قبیلہ بنی عنبر کے آدمی دوپہر کے وقت آئے تھے انہوں نے پکارا یا محمد اخرج الینا (اے محمد ﷺ ہماری طرف نکلیے) دوپہر کا وقت تھا آپ آرام فرما رہے تھے ان لوگوں کی چیخ پکار سے آپ کی آنکھ کھل گئی اور حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ یہ لوگ قبیلہ بنو تمیم کے تھے جنہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ کو باہر آنے کے لیے پکارا اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے ہیں) ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ اور اگر وہ لوگ صبر کر لیتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان کی طرف نکلتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا ﴿وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے جس کسی سے جو بھی کوئی خطا سرزد ہو گئی ہو توبہ کر کے معاف کرا لے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ⑥

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو پھر اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

کوئی فاسق خبر دے تو اچھی طرح تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچا دو

معالم التنزیل ۲۱۲ ج ۴ میں لکھا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی واقعہ یوں پیش آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو قبیلہ بنی المصطلق کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا جب ان لوگوں کو پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک شخص ہمارے قبیلہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے پہنچ رہا ہے تو لوگوں نے آبادی سے باہر آ کر اکرام کے طور پر ان کا استقبال کیا چونکہ زمانہ جاہلیت میں ولید بن عقبہ اور قبیلہ مذکورہ کے درمیان عداوت تھی اس لیے شیطان کو ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالنے کا موقع مل گیا کہ لوگ تمہیں قتل کرنے کے لیے آ رہے ہیں انہوں نے شیطانی وسوسہ کو حقیقت پر محمول کر لیا اور راستہ ہی سے واپس ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کر دیا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے قتل کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کو بہت ناگواری ہوئی آپ نے ان سے جہاد کرنے کا ارادہ فرما لیا جب آپ کے ارادہ کا ان لوگوں کو علم ہوا تو خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ آپ کا قاصد پہنچا ہے ہم بطور استقبال اکرام کے لیے باہر

Marfat.com

نکلے تھے ہمارا ارادہ تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کے موافق زکوٰۃ کے اموال آپ کے قاصد کے سپرد کر دیں لیکن آپ کے قاصد نے واپس ہونا مناسب جانا ہمیں اندیشہ ہوا کہ آپ نے ناراض ہو کر خط لکھ کر انہیں واپس بلا لیا ہو ہم اللہ کے غصہ اور اس کے رسول ﷺ کے غصہ سے پناہ مانگتے ہیں آپ نے ان لوگوں کی بات کا بھروسہ نہ کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خفیہ طریقہ پر بھیج دیا اور فرمایا کہ جاؤ اگر وہ لوگ ایمان پر باقی ہیں تو ان کے اموال کی زکوٰۃ لے لینا اور اگر دوسری کوئی صورت ہے تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو انہیں فرمانبردار پایا لہٰذا ان سے اموال زکوٰۃ وصول کر لیے اور واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو صورتحال سے باخبر کر دیا، اس پر آیت کریمہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ﴾ (الآیۃ) نازل ہوئی جس میں ایمان والوں کو یہ بتایا کہ ہر بات بھروسہ کرنے کی نہیں ہوتی اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی بات سن کر کوئی اقدام نہ کریں بلکہ پہلے خوب اچھی طرح تحقیق کر لیں اور چھان بین کرنے کے بعد کوئی قدم اٹھائیں ایسا نہ ہو کہ صرف خبر سن کر تحقیق کیے بغیر کسی قوم پر حملہ کر بیٹھیں اور پھر بعد میں ان کے بے قصور ہونے کا پتہ چلے تو ندامت اٹھانی پڑے اور بے جا اقدام کرنے کا نتیجہ بھگتنا پڑے۔

واقعہ تو ایک جزئی تھا لیکن قرآن حکیم میں ایمان والوں کو ہمیشہ کے لیے نصیحت فرما دی اور متنبہ فرما دیا کہ ہر خبر سچی نہیں ہوتی خبر کی تحقیق ضروری ہے اور تحقیق کے بعد ہی کوئی اقدام کیا جا سکتا ہے آیت کے عموم نے بتا دیا کہ یہ ہدایت امور دنیا اور امور آخرت سب سے متعلق ہے اسی لیے احادیث شریف کی روایات میں سچے اور متقی آدمی کی روایت قبول کی جاتی ہے جس راوی کا حال معلوم نہ ہو اسے مستور الحال کہتے ہیں اور اس کی روایت قبول کرنے میں توقف کرتے ہیں حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس آیت کو ذکر کیا ہے اور اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسق کی خبر ساقط ہے مقبول نہیں ہے۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾

اور تم جان لو بے شک تمہارے اندر اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ ان میں تمہاری بات مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ، اور لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے قلوب میں مزین کر دیا اور کفر اور فسوق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ بنا دیا، یہ لوگ ہدایت والے ہیں اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و انعام سے تمہارے دلوں میں ایمان کو مزین فرما دیا اور کفر و فسوق اور عصیان کو مکروہ بنا دیا

ان آیات میں اللہ جل شانہٗ نے امت مسلمہ کو اپنا ایک بہت بڑا انعام یاد دلایا اور فرمایا کہ دیکھو تمہارے اندر اللہ کا رسول موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ تمہارے اندر اپنے رسول کو مبعوث فرما دیا وھذا کقولہ تعالیٰ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ دوسری بات یہ بتائی کہ ہمارا رسول جو عمل کرتا ہے اور تمہیں جو حکم دیتا ہے اس میں ان کی اپنی مصلحت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی مدد بھی ہوتی ہے بعض مواقع میں تم مشورہ بھی دیتے ہو تمہارے بہت سے مشورے نتائج کے اعتبار سے

Marfat.com

ٹھیک نہیں ہوتے لہٰذا رسول اللہ ﷺ ان کے مطابق عمل نہیں کرتے تم اس سے دلگیر نہ ہو اگر وہ تمام امور میں تمہاری رائے پر چلیں تو بہت سی باتیں ایسی ہوں گے ان کے بارے میں تمہاری رائے قبول کر لی جائے گی تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور تمہیں اس کا نقصان پہنچ جائے گا۔

تیسری بات یہ فرمائی (جو بطور امتنان ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اسے تمہارا محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین فرما دیا تمہارے دل نور ایمان سے منور ہیں اور اس جگمگاہٹ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سچا مومن بندہ کسی قیمت پر بھی ایمان کی نعمت سے محروم ہو جانے پر راضی نہیں ہوتا مزید انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے دلوں میں کفر اور فسوق اور نافرمانی کو مکروہ بنا دیا تمہیں کفر سے بھی نفرت ہے اور گناہوں سے بھی۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تین چیزیں جس کے اندر ہوں وہ ایمان کی مٹھاس کو پا لے گا۔

(۱) جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول اللہ ﷺ ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوں۔

(۲) دوسرا وہ شخص جو کسی بندہ سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا دیا تو اب وہ کفر میں واپس جانے کو اتنا ہی برا جانتا ہو جتنا آگ میں ڈالے جانے کو مکروہ جانتا ہے۔ (رواہ البخاری ۷ ج ۱)

جن لوگوں کے دلوں میں ایمان محبوب اور مزین ہو گیا اور نافرمانی سے نفرت ہو گئی ان کے بارے میں فرمایا ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾ (یہ لوگ راہ ہدایت پر ہیں) ﴿فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً﴾ (اور اللہ تعالیٰ کی یہ بخششیں فضل اور انعام کے طور پر ہیں اللہ کے ذمہ کسی کا کوئی واجب نہیں ہے وہ جسے جو بھی نعمت عطا فرمائے وہ اس کا فضل ہی فضل ہے اور انعام ہی انعام ہے آخر میں فرمایا ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ اور اللہ علیم ہے اسے سب کا ظاہر باطن معلوم ہے اور حکیم بھی ہے وہ اپنی حکمت کے مطابق انعام سے نوازتا ہے۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، سو اگر وہ رجوع کر لے تو ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

مومنین کی دو جماعتوں میں قتال ہو تو انصاف کے ساتھ صلح کرا دو، سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جاتے تو اچھا ہوتا۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اسلام کے اور مسلمانوں کے خلاف خود یہ اور اس کے ساتھی کچھ نہ کچھ حرکتیں کرتے رہتے تھے جس شخص نے اس کے پاس آنے کی رائے دی تھی اس کا مطلب بظاہر یہ تھا کہ آپ خود ہی اس کے پاس تشریف لے جائیں گے تو ممکن ہے

Marfat.com

اس کا مخالفانہ جذبہ ختم ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مسلمان ہی ہو جائے رسول اللہ ﷺ ایک گدھے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور آپ کے ساتھ دیگر مسلمان بھی تھے جو پیدل چل رہے تھے آپ ایک شور زمین سے گزرے جب عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچے تو اس نے کہا اجی تم مجھ سے دور رہو تمہارے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے اس کے جواب میں ایک انصاری صحابی نے کہا کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کا گدھا خوشبو کے اعتبار سے تجھ سے بڑھ کر ہے، یہ بات سن کر عبداللہ بن ابی کی قوم میں سے ایک آدمی کو غصہ آ گیا اور دونوں میں گالم گلوچ ہونے لگی اور دونوں میں سے ہر شخص کے ساتھیوں کو غصہ آ گیا جس کی وجہ سے ٹہنیوں اور ہاتھوں اور چپلوں سے کچھ مار پیٹ ہو گئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آیت کریمہ ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ واقعہ مذکور کے بعد نازل ہوئی یہ صحیح بخاری ۳۷۰ کی روایت ہے صاحب درمنثور نے آیت کا سبب نزول بتاتے ہوئے دوسری روایت بھی نقل کی ہیں (اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے کیونکہ کسی آیت کے اسباب نزول ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں)

آیت کریمہ میں مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دینے کا اور اگر صلح ہو جانے کے بعد دونوں جماعتوں میں سے کوئی جماعت زیادتی کرے تو اس سے جنگ کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے یعنی لڑائی کو چھوڑ دے اور اللہ کے دین کے مطابق جینے کا فیصلہ کر لے اور صلح کرانے والوں کو بتا دے اور یقین دلا دے کہ اب ہمیں لڑنا نہیں ہے۔

بغاوت کو دبانے کے لیے جو جنگ لڑی جائے اس میں جو فریق زیادتی پر اتر آیا تھا وہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا تو یہ صلح کرانے والے ان رجوع کرنے اور لڑائی چھوڑ دینے والوں کو نہ دبائیں حق اور ناحق کو دیکھیں اور عدل و انصاف کے ساتھ دونوں فریقوں کے درمیان صلح کرا دیں انصاف بہت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والے کو پسند فرماتا ہے محض جنگ رکوا دینا کافی نہیں آپس میں صلح بھی کرا دی جائے اور جو بات مابہ النزاع (جھگڑے کی وجہ) ہے اس کو ختم کرا دیا جائے ورنہ آئندہ پھر لڑائی کا امکان رہے گا اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہونے لگے تو امام المسلمین پر واجب ہے کہ ان کے درمیان صلح کرا دے اور دونوں فریق کو کتاب و سنت کے احکام قبول کرنے پر آمادہ کرے اگر کوئی جماعت امام المسلمین ہی سے باغی ہو جائے تو امام ان سے گفتگو کرے ان کی شکایت سنے ان کو کوئی شبہ ہے یا غلط فہمی ہے تو اس کو دور کرے اگر یہ باغی جماعت امام اور امیر کی مخالفت کی ایسی وجوہ پیش کرے جن سے امام کا ظالم ہونا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے تو عامۃ المسلمین اس جماعت کی مدد کریں جو امام کی اطاعت سے منحرف ہو گئی تا کہ امام اپنے ظلم سے باز آ جائے اگر باغی فرقہ ایسی وجوہ نہ بتا سکے جن سے امام المسلمین کا ظالم ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ باغی جماعت سمجھانے سے بھی باز نہ آئے اور امام المسلمین سے جنگ کرنے ہی پر تلی رہے تو امام المسلمین اور عامۃ المسلمین اس جماعت سے قتال کریں تا کہ امام المسلمین کے باغی لوگ اطاعت میں آ جائیں...... اس سلسلہ کی تفصیلات ہدایہ اور دیگر کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آخر میں فرمایا ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ کہ سارے مومن ایمانی رشتہ کی وجہ سے آپس میں بھائی بھائی ہیں (اول تو انہیں خود ہی بھائی بھائی ہونے کا لحاظ رکھنا لازم ہے آپس میں لڑائی نہ کریں میل محبت کے ساتھ رہیں کسی کی طرف سے کوئی خطا ہو جائے حقوق کی ادائیگی میں بھول چوک ہو جائے تو درگزر کرتے رہیں لفظ ﴿إِخْوَةٌ﴾ میں اس بات کو واضح فرما دیا) اور اگر دو جماعتوں میں کوئی بگاڑ ہو جائے اور کوئی فریق درگزر کرنے کو تیار نہ ہو جس سے جنگ و جدال کی نوبت آ سکتی ہے تو دوسرے مسلمان اس وقت کے اہم تقاضے کو پورا کریں یعنی دونوں فریق کے درمیان باہمی صلح کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں ان دونوں کی اصلاح اور صلاح اور ان کے درمیان صلح کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں اس کے لیے تدبیریں سوچیں اور آپس میں جوڑ بٹھا دیں اور آپس میں تعلقات استوار کرا دیں ان ساری کوششوں میں اور زندگی کے ہر موڑ میں اللہ سے ڈرتے رہیں اگر خوف خدا ہوگا تو حدود شرعیہ کی رعایت کر سکیں گے اصلاح کی کوششیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لانے والی چیزیں ہیں اس لیے آخر میں ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ فرمایا۔

Marfat.com

سورہ النساء میں فرمایا ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگر جو شخص صدقے کا یا اچھی باتوں کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے اور جو شخص یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لیے کرے گا سو ہم اس کو بڑا اجر دیں گے)
آیت میں فرمایا کہ صدقہ کا حکم اور امر بالمعروف (بھلائی کا حکم دینا) اور لوگوں کے درمیان صلح کرا دینا ان کاموں کا مشورہ ہونا چاہیے، اصلاح بین الناس یعنی لوگوں کے درمیان صلح کرا دینا ان کی رنجشیں دور کر دینا اور ان کے دلوں کے جوڑنے کی کوشش کرنا روٹھے ہوئے دوستوں کو منا دینا میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کرنا بہت بڑی ثواب کی چیزیں ہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو نفلی روزوں اور صدقے دینے اور نفلی نماز پڑھنے کے درجے سے بھی افضل چیز نہ بتا دوں؟ ہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ یہ چیز آپس میں صلح کرا دینا ہے (پھر فرمایا کہ بغض یعنی آپس کا بگاڑ) مونڈ دینے والا ہے (رواہ ابوداؤد والترمذی وقال ہذا حدیث صحیح)
دوسری روایت میں ہے کہ میں نہیں کہتا بغض بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ وہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۲۸ از احمد و ترمذی)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾

اے ایمان والو نہ تو مرد مردوں کی ہنسی اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو، اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور تجسس نہ کرو، اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیئے تاکہ آپس میں شناخت کرسکو بے شک تم میں سے سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہے، بے شک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

باہم مل کر زندگی گزارنے کے چند احکام

ان آیات میں اہل ایمان کو چند نصیحتیں فرمائیں اولاً تو یہ فرمایا ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ﴾ کہ ایک دوسرے کا مذاق نہ بنائیں اور کوئی کسی کے ساتھ تمسخر نہ کرے چونکہ مردوں کا آپس میں زیادہ ملنا جلنا رہتا ہے، اور عورتوں کا عورتوں سے زیادہ میل جول رہتا ہے اس

Marfat.com

لیے طرز خطاب یوں اختیار فرمایا کہ مرد مردوں کا مذاق نہ بنائیں اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ بنائیں یہ مطلب نہیں ہے کہ مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا مذاق اڑانے کی اجازت دی گئی ہے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہنسی کرنے والوں کو اس کا کیا حق ہے کہ کسی کا مذاق بنائیں اصل بڑائی ایمان اور اعمال صالحہ سے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونے سے ہے کوئی شخص دوسرے آدمی کے اعمال اور باطنی جذبات اخلاص وحسن نیت کو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ شخص اللہ کے یہاں مقبول ہے یا نہیں موت کے بعد کون کس سے افضل ہوگا اس کا بھی علم نہیں ہوسکتا ہے یا جس کی مذاق بنائی جارہی ہے وہ مذاق بنانے والے سے بہتر ہو مردوں میں بھی یہی بات ہے اور عورتوں میں بھی اگر موت کے بعد اپنے اچھے حال کا اور جس کا مذاق بنا رہے ہیں اس کی بدحالی کا یقین ہوجاتا تو تمسخر کرنے کی کوئی وجہ بھی تھی، لیکن جب اپنے ہی بارے میں علم نہیں کہ میرا کیا بنے گا تو دوسرے کا مذاق بنانے کا کیا مقام ہے؟ کسی کا مذاق بنانے میں ایک تو تکبر ہے کیونکہ مذاق بنانے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ ہے اگر اپنے حالات کا استحضار ہو تو کبھی کسی کی برائی اور غیبت کرنے اور کسی کا مذاق بنانے کی نہ ہمت ہو نہ فرصت ملے، دوسرے کا مذاق بنانے میں ایذاء رسانی بھی ہے اس سے اس کو قلبی تکلیف ہوتی ہے جس کا مذاق بنایا گیا ایذاء دینا حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر (جس سے اسے تکلیف پہنچے) اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۴)

خوش طبعی کے طور پر جو آپس میں مذاق کیا جائے جسے عربی میں مزاح کہتے ہیں وہ درست ہے مگر جھوٹ بولنا اس میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر مزاح سے کسی کو تکلیف ہوتی ہو وہ بھی جائز نہیں ہے رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی مزاح فرمالیتے تھے آپ نے فرمایا میں اس موقع پر بھی حق بات ہی کہتا ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۶)

یاد رہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مذاق بنانا زبان سے ہی ہو، آنکھ سے یا ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کرکے کسی کا مذاق بنانا اسے معلوم ہو یا نہ ہو یہ سب حرام ہے سورۃ الہمزہ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔

فقال اللہ تعالیٰ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾

دوسری نصیحت: یہ فرمایا ﴿وَلَا تَلْمِزُوٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ (اور اپنی جانوں کو عیب نہ لگاؤ) یہ بھی بہت جامع نصیحت ہے کسی کو طعنہ دینا اس کے جسم میں، بول چال میں قد میں عیب ظاہر کرنا زبان سے ہو یا اشارہ سے خط میں لکھ کر یا مضمون شائع کرکے لفظوں کے عموم میں یہ سب باتیں آگئیں اگر کسی میں کوئی عیب موجود ہو تب بھی عیب ظاہر کرنے کے طور پر بیان کرنا حرام ہے کسی دراز قد کو لمڈھیک یا لمبو یا پستہ قد کو ٹھگنا بتادیا کسی کے ہلکے پن کی نقل اتاری، جس کی چال میں فرق ہے اسے لنگڑا کہہ دینا نابینا کو اندھا کہہ کر پکارنا سیدھے آدمی کو بدھو کہنا یہ سب عیب لگانے کے زمرے میں آتا ہے، یہ سب اور اس طرح کی جو باتیں عام طور پر رواج پذیر ہیں ان باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہا کہ صفیہ کا قد بس اتنا سا ہے (اور یہ بطور عیب لگانے کے کہا) آپ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ بولا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کرکے رکھ دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۴)

یاد رہے کہ ﴿وَلَا تَلْمِزُوْا غَيْرَكُمْ﴾ نہیں فرمایا بلکہ ﴿وَلَا تَلْمِزُوٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک ہی ہیں جب کسی کو کچھ کہیں گے تو وہ الٹ کر جواب دے گا اس طرح سے اپنا عمل اپنے ہی کی طرف لوٹ کر آجائے گا دوسرے کو عیب لگانے والا خود اپنی بے آبروئی کا سبب بنے گا۔

تیسری نصیحت: یہ فرمائی ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ (اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرو) ایک دوسرے کو برا لقب دینے اور برے القاب سے یاد کرنے کی ممانعت فرمائی ہے مثلاً کسی مسلمان کو فاسق یا منافق یا کافر کہنا یا اور کسی ایسے لفظ سے یاد کرنا جس سے

Marfat.com

برائی ظاہر ہوتی ہو اس سے منع فرمایا، کسی کو کتا، یا گدھا یا خنزیر کہنا کسی نو مسلم کو اس کے سابق دین کی طرف منسوب کرنا یعنی یہودی یا نصرانی کہنا یہ سب تنابز بالالقاب میں آتا ہے یہ بھی حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پہلے یہودی دین پر تھیں ان کا اونٹ مریض ہوگیا تو آپ ﷺ نے اپنی دوسری اہلیہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اسے ایک اونٹ دے دو، انہوں نے کہا کیا میں اس یہودی عورت کو دے دوں؟ رسول اللہ ﷺ ان کے اس جواب کی وجہ سے غصہ ہوگئے اور ذی الحجہ اور محرم اور کچھ ماہ صفر کا حصہ ایسا گزرا کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تعلقات نہیں رکھے (رواہ ابو داؤد ص ۲۷۶) مسند احمد ۳۳۷، ۳۳۸ ج ۶ میں ہے یہ واقعہ سفر حج کا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت میں تنابز بالالقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہوگیا اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے عنوان سے پکارا جائے مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ کہہ دیا جائے (معالم التنزیل) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عیب دار بتایا یعنی عیب لگایا تو یہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک خود اس گناہ کو نہ کرلے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۴)

پھر فرمایا ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ﴾ (اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مومن ہو اگر کسی کا مذاق بناؤ گے، عیب لگاؤ گے، برے لقب سے یاد کرو گے تو یہ فسق کا کام ہوگا کہنے والے کہیں کہ دیکھو وہ آدمی فاسق ہے مسلمان ہو کر فسق اور گنہگاری کا کام کرتا ہے اپنی ذات کو برائی سے موصوف اور معروف کرنا بری بات ہے کوئی مومن ہو اور اس کی شہرت گنہگاری کے ساتھ ہو یہ بات اہل ایمان کو زیب نہیں دیتی جب اسلام کو اپنا دین بنالیا اسلام ہی کے کاموں پر چلیں اور صالحین میں شمار ہوں فاسقین کی فہرست میں کیوں شمار ہوں، تفسیر قرطبی میں ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ﴾ کا ایک معنی یہ لکھا ہے کہ جب کسی شخص نے گناہ کرلیا پھر توبہ کرلی تو اس کو فسق کے نام سے یاد کرنا بری بات ہے اور مثلاً نو مسلم کو کافر بتانا سابق گناہ کی وجہ سے زانی یا سارق یا چور کہنا بری بات ہے یعنی جس کے حق میں یہ بات کہہ رہے ہو اس کو برے لقب سے کیوں یاد کر رہے ہو؟ اس کی آبرو کے خلاف لقب کیوں دے رہے ہو؟

چوتھی نصیحت: پھر فرمایا ﴿وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (اور جو گناہوں سے توبہ نہ کرے سو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں) ان کا ظلم ان کی جانوں پر ہے تمام گناہوں سے توبہ کریں عموم حکم ان تینوں گمانوں سے توبہ کرنے کو بھی شامل ہے جن کا آیت بالا میں ذکر گزرا۔

پانچویں نصیحت: پھر فرمایا ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ (اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو) ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) بات یہ ہے کہ بدگمانی بہت سے گناہوں کا پیش خیمہ ہوتی ہے بہت سے لوگوں میں وہ بات ہوتی ہی نہیں جسے محض اٹکل و گمان سے طے کرلیا جاتا ہے اور پھر اپنے گمان کے مطابق تہمتیں لگاتے ہیں اور غیبتیں کرتے ہیں بدگمانی کی بنیاد پر جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ آگے بڑھتی ہیں اس سے آپس میں فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے حالانکہ گمان اپنا ایک ذاتی خیال ہوتا ہے خیال کا صحیح ہونا ضروری نہیں اسی لیے سورۃ النجم میں فرمایا ہے ﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا﴾ (گمان حق کے بارے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا) مومنین سے اچھا گمان رکھیں اور بدگمانی سے پرہیز کریں ایک حدیث میں ارشاد ہے اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ (یعنی گمان سے بچو کیونکہ گمان سب باتوں سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۲۷)

یاد رہے کہ اگر کسی شخص سے کچھ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے میل جول میں احتیاط کرنا اور اس کے شر سے بچنے کے لیے یہ خیال کرنا کہ ممکن ہے کہ یہ مجھے کوئی تکلیف پہنچا دے یہ اس گمان میں نہیں آتا جو گناہ ہے اپنی احتیاط کرلے غیبت نہ کرے اور گمان کو یقین کا درجہ بھی نہ دے۔

آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اس سے

Marfat.com

معلوم ہوا کہ بعض گمان گناہ نہیں ہوتے بلکہ محمود اور مستحسن بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اچھا گمان رکھے کہ وہ بخش دے گا معاف فرما دے گا اور ساتھ ہی گناہوں سے بھی پرہیز کرتا رہے نیز مسلمانوں کے ساتھ خاص کر جو مومنین صالحین ہوں اچھا گمان رکھا جائے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ (کہ حسن ظن عبادت کی ایک صورت ہے) (مشکوٰۃ المصابیح ۴۲۹ از احمد و ابو داؤد)

البتہ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ایسے احوال اور ایسے مواقع سے بچیں جن کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اور ساتھ رہنے والوں کو بدگمانی ہوسکتی ہے اپنے اعمال و احوال، چال ڈھال اور اقوال میں ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے لوگوں کی بدگمانی کا شکار ہو جائے کیونکہ لوگوں کی نظروں میں برا بن کر رہنا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

چھٹی نصیحت: یوں فرمائی ﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ (اور تم تجسس نہ کرو) یعنی لوگوں کے عیوب کا سراغ نہ لگاؤ اور اس تلاش میں نہ رہو کہ فلاں شخص میں کیا عیب ہے اور تنہائی میں کیا عمل کرتا ہے یہ تجسس کا مرض بھی بہت برا ہے بہت سے لوگ اس میں مبتلا رہتے ہیں حالانکہ اس کا وبال بہت بڑا ہے دنیا اور آخرت میں اس کی سزا مل جاتی ہے اور تجسس کرنے والا ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے، بہت سی مرتبہ تجسس میں بدگمانی کو استعمال کرنا پڑتا ہے جس کی ممانعت ابھی معلوم ہوئی، مومن کا کام یہ ہے کہ اگر اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب دیکھے تو اسے چھپائے نہ یہ کہ کسی کے عیب کے پیچھے پڑے اور ٹوہ لگائے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کبھی کوئی ایسی چیز دیکھ لی جس کے ظاہر ہونے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تو پھر اس کو چھپا لیا تو اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ جیسے کسی نے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو زندہ کر دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۴)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ اے وہ لوگو جو زبانی طور پر مسلمان ہو گئے اور ان کے دلوں میں ایمان نہیں پہنچا مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور انہیں عیب نہ لگاؤ ان کے چھپے ہوئے حالات کی تلاش میں نہ لگو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے پوشیدہ عیب کے ظاہر ہونے کے پیچھے پڑتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کے چھپے ہوئے عیب کا پیچھا کرتا ہے یہاں تک کہ اسے رسوا کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔ (رواہ الترمذی)

یاد رہے کہ جس طرح سے کسی کے عیب یا گناہ یا بدحالی کا پتہ چلایا جائے یہ سب تجسس میں داخل ہے چھپ کر باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا ظاہر کر کے کسی کی باتیں معلوم کر لینا یہ سب تجسس ہے جو ممنوع ہے۔

ساتویں نصیحت: یہ فرمائی ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ (کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو) مزید فرمایا ﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ (کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو) یعنی غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے جیسے تمہیں مردہ بھائی کا گوشت کھانا گوارا نہیں اسی طرح غیبت کرنا بھی ناگوار ہونا لازم ہے، بات یہ ہے کہ غیبت بہت بری بلا ہے نمازی اور تقویٰ کے دعویدار اور اپنی بزرگی کا گمان رکھنے والے تک اس میں مبتلا ہوتے ہیں دنیا میں کچھ محسوس نہیں ہوتا قیامت کے دن جب اتنی چھوٹی سی زبان کی کھیتیاں کاٹنی پڑیں گی اس وقت احساس ہوگا کہ ہائے ہم نے کیا کیا لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ دے گا اب اس بات کو سمجھیں کہ غیبت کیا چیز ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال فرمایا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں آپ نے فرمایا ﴿ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ﴾ کہ تمہارا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا کہ اسے برا لگے یہ غیبت ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ جو بات میں بیان کر رہا ہوں اگر وہ میرے بھائی کے اندر موجود ہو تو اسے بیان کرنے کے بارے میں کیسا ارشاد ہے؟ فرمایا اگر تیرے بھائی میں وہ عیب کی بات موجود ہے جسے تو بیان کر رہا ہے تب ہی تو غیبت ہوئی اور اگر تو نے کوئی بات بیان کی جو اس کے اندر نہیں ہے تب تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔ (رواہ مسلم ص ۳۲۳، ج ۲)

Marfat.com

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی کا واقعی عیب یا گناہ بیان کرنا ہی غیبت ہے اگر جھوٹی بات کسی کے ذمہ لگا دی تو وہ تہمت دھرنا اور اس میں دوگنا گناہ ہے ایک گناہ تہمت دھرنے کا دوسرا غیبت کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ اپنے بھائی کو ایسے طریقہ پر یاد کرنا جس سے اسے ناگواری ہو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ سامنے کہنا بھی غیبت ہے اور تہمت دھرنا بھی غیبت میں شامل ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں سننے والے کو ناگوار ہوتی ہیں، غیبت کی بنیاد یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں کچھ کہا جا رہا ہے وہ اسے برا لگے سامنے ہو یا پیچھے غیبتیں کرتے ہیں پھر یوں کہہ دیتے ہیں کہ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں میں اس کے منہ پر کہہ سکتا ہوں حدیث بالا سے ان کی جرأت بے جا کا پتہ چلا، ایسے لوگ نفس اور شیطان کے دھوکے میں ہیں، گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں جس کا عذاب اور وبال بہت بڑا ہے اور سمجھتے یوں ہیں کہ ہم گناہ سے بری ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ سمجھ دے۔

غیبت کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے بھی ہے اس اعتبار سے غیبت سے بچنے کا اہتمام کرنا بہت زیادہ ضروری ہے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا ایک شخص زنا کر لیتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے اور اگر کوئی شخص غیبت کرلے تو اس وقت تک اس کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵)

بات یہ ہے کہ غیبت کرنے میں حق اللہ اور حق العبد دونوں کا ضائع کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے چونکہ غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے غیبت کرنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور چونکہ بندہ کی بھی بے آبروئی کی ہے اس لیے اس کا حق بھی ضائع کیا اس کا نام احترام سے لیا جاتا ہے کم از کم اس کی برائی نہ کی جاتی جب غیبت کرلے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی مانگ لے البتہ بعض اکابر نے یہ فرمایا ہے کہ اگر اسے اطلاع پہنچ گئی ہو تو معافی مانگ لے اور اگر اطلاع نہ پہنچی ہو تو اس کے لیے اتنی بار مغفرت کی دعا کرے کہ دل یہ گواہی دے دے کہ غیبت کی تلافی ہوگئی، ایک حدیث میں ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تو اس کے لیے استغفار کرے جس کی غیبت کی ہے اور یوں دعا کرے ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ﴾ اے اللہ ہماری اور اس کی مغفرت فرما دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات کو مجھے معراج کرائی گئی ایسے لوگوں پر میرا گزر ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی بے آبروئی کرتے تھے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۳۱۳ ج ۲)

غیبت کرنے والے آیت کریمہ اور احادیث شریف کے مضامین پر اور اس سلسلہ کی وعیدوں پر غور کریں۔

جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت سننا بھی حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کر رہا ہو تو سننے والے پر لازم ہے کہ اس کا کاٹ کرے اور جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرے۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس سے دور رکھے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ تلاوت فرمائی۔ (ذکرہما صاحب المشکوٰۃ ۴۲۴)

اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی منافق کی باتوں سے کسی مومن کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا اور جس کسی شخص نے مسلمان میں کوئی عیب ظاہر کیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے پل پر روک دے گا جب تک اپنی کہی ہوئی بات سے نہ نکل جائے یعنی معافی مانگ کر اسے راضی نہ کرلے جس کو عیب دار بتایا تھا۔ (رواہ ابوداؤد ص ۳۱۳ ج ۲)

Marfat.com

اور حضرت جابر اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی مسلمان کی کسی جگہ بے حرمتی کی جا رہی ہو اور اس کی آبرو گھٹائی جا رہی ہو اور وہاں جو شخص موجود ہو اس کی مدد نہ کرے (یعنی برائی کرنے والے کو اس کے عمل سے نہ روکے) اللہ تعالیٰ ایسی جگہ میں اسے بغیر مدد کے چھوڑ دے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا اور جس کسی نے مسلمان کی ایسی جگہ مدد کی جہاں اس کی آبرو گھٹائی جا رہی ہو اور بے حرمتی کی جا رہی ہو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ایسی جگہ میں مدد فرمائے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۴)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ غیبت کرنا بھی حرام ہے اور غیبت سننا بھی حرام ہے اگر کسی کے سامنے کوئی شخص کسی کی غیبت کرنے لگے تو اس کا دفاع کرے۔

یہ جو ارشاد فرمایا ﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ اس بارے میں حدیث شریف میں ایک واقعہ مروی ہے اور وہ یہ کہ ایک صحابی نے زنا کر لیا تھا جن کا نام ماعز رضی اللہ عنہ تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے ایسا کیا ہے پھر ان کو سنگسار کر دیا گیا ایک شخص نے اپنے ساتھی سے راہ چلتے ہوئے کہا دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی لیکن اس سے رہا نہ گیا یہاں تک کہ کتے کی طرح اس کی رجم کی گئی یعنی پتھروں سے مارا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی اور خاموشی اختیار فرمائی پھر کچھ دور آگے بڑھے تو ایک مردہ گدھے پر گذر ہوا جو اوپر کو ٹانگ اٹھائے ہوئے تھا آپ نے فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں (ایک بات کہنے والا دوسرا سننے والا) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم حاضر ہیں، فرمایا تم دونوں اترو اور اس مردار گدھے کی نعش سے کھاؤ انہوں نے عرض کیا رسول اللہ اس میں سے کون کھا سکتا ہے آپ نے فرمایا وہ جو ابھی تم نے اپنے بھائی کی بے آبروئی کی ہے وہ اس گدھے کی نعش کھانے سے زیادہ سخت ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (رواہ ابو داؤد ص ۲۵۲ ج ۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ شخص کی غیبت کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ زندہ کی غیبت کرنا حرام ہے۔

فائدہ: یہ ضروری نہیں کہ زبان سے جو غیبت کی جائے وہی غیبت ہو آنکھ کے اشارہ سے ہاتھ کے اشارہ سے نقل اتارنے سے بھی غیبت ہوتی ہے کسی کی اولاد میں عیب نکالے کسی کی بیوی کا کوئی عیب بیان کر دے اس میں ڈبل غیبت ہے باپ کی بھی اور اولاد کی بھی اور بیوی کی بھی اور شوہر کی بھی، بہت سے لوگوں کو غیبت کا ذوق ہوتا ہے جس سے ملتے ہیں جہاں ملتے ہیں کسی نہ کسی کا برائی سے تذکرہ کر دیتے ہیں اور آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔

آٹھویں نصیحت: پھر فرمایا ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ (اور اللہ سے ڈرو) اس میں سب گناہوں سے بچنے کا حکم فرما دیا اور ساتھ ہی ﴿اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ بھی فرمایا کہ بلاشبہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ جس کسی سے جو گناہ ہو گیا ہو اس سے توبہ کرے اور کسی بندہ کا کوئی حق مار لیا ہو غیبت کی ہو بے آبروئی کی ہو اس سے بھی معاف کرا لے اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا معاف فرما دے گا۔

نویں نصیحت: اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے چھوٹے بڑے قبیلے بنا دیئے تاکہ آپس میں جان پہچان ہو کہ یہ فلاں قبیلہ کا ہے اور یہ فلاں خاندان کا ہے آدمی ہونے میں برابر ہو کیونکہ سب آدم اور حواء علیہما السلام کی اولاد ہو لہٰذا آدمیت میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور اصل فضیلت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر ہے اور وہ فضیلت تقویٰ سے ہے ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اس آیت کریمہ میں فضیلت اور عزت کا معیار بتا دیا ہے اس کے برخلاف لوگوں کا یہ حال ہے کہ بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں نمازوں کے بھی تارک ہیں زکوتیں بھی نہیں دیتے فسق و فجور میں مبتلا ہیں حرام کھاتے اور حرام کھلاتے ہیں لیکن نسب کی بڑائی بگھارتے ہیں سید اور ہاشمی اور صدیقی اور فاروقی، عثمانی، علوی، انصاری، شیخ، ملک، چوہدری اور دیگر نسبتوں کے بغیر اپنا نام ہی

Marfat.com

نہیں بتاتے۔ آرہے ہیں سید صاحب داڑھی مونڈی ہوئی ہے پتلون پہنے ہوئے ہیں ٹائی لگی ہوئی ہے بینک کے منیجر ہیں اپنے نانا جان سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے اعمال سے کچھ بھی نسبت نہیں، ظاہر اور باطن دشمنوں کے ہاتھ بکا ہوا ہے اور ہیں سید صاحب یہی حال دوسری نسبتیں استعمال کرنے والوں کا ہے یہ لوگ جن قوموں کو کم تر جانتے ہیں ان کے علماء، وصلحاء، نمازی اور متقی حضرات کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں کچھ لوگ سفید سرخ رنگ ہونے کی وجہ سے اور کچھ لوگ عربی ہونے کی وجہ سے اپنی فضیلت کی خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی (بے شک گورے اور کالے سے بہتر نہیں اِلّا یہ کہ تقویٰ میں بڑھ جائے۔) (رواہ احمد فی مسندہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ ۵،۱۰۸)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صفا پر چڑھ کر قریش سے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ اپنی جان کو دوزخ سے بچالو میں قیامت کے دن تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا بنی کعب، بنی مرۃ، بنی عبد شمس، بنی عبد مناف، بنی ہاشم، بنی عبد المطلب، اے جماعت بنی قریش سب سے الگ الگ خطاب فرمایا اور ان سے یہی فرمایا: اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ کہ اپنی جانوں کو دوزخ سے بچاؤ اپنے چچا عباس بن مطلب اور اپنی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا اور اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی خاص طور سے یہ خطاب فرمایا۔ (رواہ البخاری ومسلم کمافی مشکوٰۃ المصابیح ۴۶۰)

نسب کی بنیاد پر نجات نہیں ہوگی ایمان کی بنیاد پر نجات ہوگی اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر رفع درجات ہوگا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بھی اہل ایمان ہی کے لیے ہوگی۔

جزوی طور پر جو نسبی شرف کسی کو حاصل ہے اس کے بل بوتہ پر گناہ کرتے چلے جانا اور اپنے کو دوسری قوموں کے متقی لوگوں سے برتر سمجھنا یہ بہت بڑے دھوکہ کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت (یعنی متکبرانہ مقابلہ بازی) کو اور باپوں پر فخر کرنے کو ختم کر دیا ہے اب تو بس مومن متقی ہے یا فاجر شقی ہے انسان سب آدم کے بیٹے ہیں آدمی کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی کمافی المشکوٰۃ ۴۱۸)

دسویں نصیحت: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ بے شک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

استحضار ہے کیونکہ اللہ علیم وخبیر ہے کس کا کیا درجہ ہے کون ایمان دار ہے کون بے ایمان ہے کون گناہوں میں لت پت ہے اور آخرت میں کس کا کیا انجام ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے سب تقویٰ اختیار کرنے کے لیے فکر مند ہوں تاکہ متقیوں میں حشر ہو اور ان کا جیسا معاملہ ہو۔

لِتَعَارَفُوْا کی تشریح کرتے ہوئے صاحب بیان القرآن فرماتے ہیں ''تعارف کی مصلحتیں متعدد ہیں مثلاً ایک نام کے دو شخص ہیں خاندان کے تفاوت سے دونوں میں تمیز ہوسکتی ہے اور یہ کہ اسے دور کے اور نزدیک کے رشتوں کی پہچان ہوتی ہے اور بقدر قرب و بعد نسب کے ان کے حقوق شریعہ ادا کیے جاتے ہیں اور مثلاً اس سے عصبات کا قرب و بعد معلوم ہوتا ہے تو حاجب اور محجوب متعین ہوتا ہے مثلاً یہ کہ اپنا خاندان ہوگا تو اپنے کو دوسرے خاندانوں کی طرف منسوب نہ کرے گا جس کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے آیت کریمہ میں لفظ شُعُوْبٌ اور لفظ قَبَائِلَ مذکور ہے شعب خاندان کی جڑ کو یعنی اوپر والے خاندان کو اور قبیلہ اس کی شاخ کو کہتے ہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ
اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا
الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

Marfat.com

الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۶﴾ یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

دیہات کے رہنے والوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرما دیجیے تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم ظاہری فرمانبردار ہو گئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے ایمان والے وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں، آپ فرما دیجیے کیا تم اللہ کو اپنا دین بتا رہے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ اسلام لے آئے آپ فرما دیجیے کہ مجھ پر احسان نہ دھرو، بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے دی اگر تم سچے ہو، بے شک اللہ آسمان اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔

محض زبانی اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو تنبیہ

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾ قبیلہ بنی اسد کے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ لوگ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ خشک سالی کا زمانہ تھا ان لوگوں نے ظاہر کیا کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا حالانکہ دل سے مومن نہ تھے انہوں نے مدینہ منورہ کے راستوں میں گندگیاں ڈال کر خراب کر دیا اور مالوں کے بھاؤ بھی مہنگے کر دیئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صبح شام جاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ کے پاس عرب کے لوگ اپنی جانوں کو لے کر آ گئے اور ہم اپنا سارا سامان اور بال بچوں کو لے کر آ گئے اور ہم نے آپ سے جنگ نہ کی جیسا کہ فلاں فلاں قبیلہ نے آپ سے جنگ کی یہ باتیں کہہ کر آپ پر احسان رکھتے تھے اور صدقات کے اموال آپ سے طلب کرتے تھے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آیت نازل فرمائی ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾ دیہات کے لوگوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے یعنی دل سے ہم نے آپ کی تصدیق کر لی اور آپ کے دین کو مان لیا ﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا﴾ آپ فرما دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے (یہ تمہارا زبانی دعویٰ ہے) ﴿وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا﴾ (لیکن تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے ظاہری طور پر بات مان لی ہے اور فرمانبرداری کا اعلان کر دیا ہے) ﴿وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ﴾ (اور تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا) محض زبانی اقرار اور ظاہری طور پر اعمال اسلام اپنا لینے سے بندہ مومن نہیں ہوتا اسلام تصدیق قلبی کا نام ہے منافقین کے بارے میں ارشاد ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾ (اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں) بات یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے رسول کو دل سے سچا جاننے اور ماننے سے مومن ہوتا ہے اگر یقین نہ ہو یا یقین تو ہو لیکن تسلیم نہ ہو یعنی مانتا نہ ہو تو مومن نہیں ہوتا جیسا کہ فرعون کی قوم کے بارے میں فرمایا ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ (اور انہوں نے ان آیات کا انکار کیا حالانکہ انہیں ان کے سچا ہونے کا یقین تھا اور ان کا انکار ظلم اور تکبر کی وجہ سے تھا۔)

بہت سے لوگ دنیاوی اغراض کے لیے یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن اندر سے تصدیق نہیں کرتے مسلمان انہیں ظاہری دعویٰ کی وجہ سے مسلمان سمجھ لیتے ہیں لیکن اللہ کے نزدیک مومن نہیں ہوتے۔

Marfat.com

پھر فرمایا ﴿وَاِنْ تُطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا﴾ اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے دل و جان سے ظاہر سے بھی باطن سے بھی لوگوں کے سامنے بھی تنہائیوں میں بھی تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے کوئی کمی نہ فرمائے گا یعنی تمہارے اعمال کا پورا پورا ثواب دے گا بلکہ کم از کم دس گنا بڑھا کر دے گا اس میں یہ بات بتا دی کہ ایمان اعمال صالحہ پر آمادہ کرتا ہے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بھی آخرت میں کام آئیں گے طلب دنیا کے لیے یہ کہنا کہ ہم مومن ہیں اور ظاہری طور پر ایمان قبول کر لینا آخرت میں مفید نہیں ہے وہاں کی نجات اور اجر و ثواب ایمان حقیقی پر موقوف ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے) اگر سچے دل سے ایمان قبول کر لو گے تو اس سے پہلے جو کیا ہے اس سب کی معافی ہو جائے گی۔

قوله تعالىٰ: لا يلتكم قرأ أبو عمر ويألتكم بالألف كقوله تعالىٰ: وما ألتناهم والآخرون بغير الف وهما لغتان و معناهما لا ينقصكم يقال: ألت يألت ألتاً ولات يليت ليتاً اذا نقص (ذكره في معالم التنزيل) (معالم التنزیل میں ہے لَا يَلِتْكُمْ اسے ابو عمرو نے لَا يَأْلِتْكُم پڑھا ہے، الف کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا اَلَتْنٰهُمْ﴾ اور دوسروں نے بغیر الف کے پڑھا ہے، اور دونوں صورتوں میں معنی ہے، تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا کہا جاتا ہے اَلَت يالت اَلتاً وَلَات يَلِيْتَ لِيتاً جب نقصان ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ﴾ (الآیۃ) اس آیت میں یہ بتایا کہ واقعی اور سچے مومن وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے یعنی انہوں نے سچے دل سے تصدیق کی ﴿ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا﴾ پھر انہوں نے شک نہیں کیا ﴿وَجَاهَدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ (اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا) اس میں کافروں سے اور اپنے نفس سے جہاد کرنا اور اپنے کو غیر شرعی کاموں سے اور اپنے خاندان اور دیگر افراد کو شریعت اسلامیہ پر چلانے کے سلسلہ میں محنت اور کوشش کرنا سب داخل ہے اپنے نفس کو دینی تقاضوں پر لگانا اس بارے میں مال و جان خرچ کرنا بڑے مجاہدہ کی بات ہے نفس پر قابو پانے کے لیے فکرمند رہنا لازم ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں في سبيل الله في طاعة الله عزوجل على تكثير فنونها من العبادات البدنية المحضة والمالية الصرفة والمشتملة عليهما معاً كالحج والجهاد﴾ (فی سبیل اللہ کا مطلب ہے مختلف شکلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خواہ وہ محض عبادت بدنی ہو خواہ محض مالی ہو خواہ مالی و بدنی دونوں قسم کی ہو جیسے جہاد اور حج۔)

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں یعنی ان کا دعویٰ ایمان سچا ہے وہ دیہاتی لوگ جنہوں نے اوپر کے دل سے دنیا سازی کے لیے اٰمَنَّا کہہ دیا یہ لوگ مومن نہیں ہیں لفظ اِنَّمَا جو حصر پر دلالت کرتا ہے اس سے یہ معنی مفہوم ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ آیت بالا میں ان لوگوں کو مومن بتایا ہے جو اللہ پر بھی ایمان لائے اور اس کے رسولوں پر اور انہیں اپنے ایمان میں شک بھی نہ ہو اس میں واضح طور پر یہ بتا دیا کہ محض اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور توحید کا قائل ہو جانا ایمان نہیں ہے جو اللہ کے یہاں معتبر ہے اور جس پر نجات کا وعدہ ہے مومن ہونے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا بھی فرض ہے اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو وحدت ادیان کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ بس اللہ کو مان لینا آخرت کی نجات کے لیے کافی ہے یہ ان لوگوں کی گمراہی ہے۔

معالم التنزیل اور روح المعانی میں لکھا ہے کہ جب آیت بالا نازل ہوئی تو وہ دیہاتی لوگ جنہوں نے اٰمَنَّا کہا تھا خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ واقعی ہم سچے دل سے اسلام لائے ہیں اس پر آیت کریمہ ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا﴾ (الآیۃ) نازل ہوئی یعنی وہ آپ پر اس بات کا احسان دھرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

﴿قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ﴾ آپ فرما دیجیے کہ مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان مت جتاؤ ﴿بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ﴾ (بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دے دی اگر تم واقعی ایمان میں سچے ہو) جس کا اب دوبارہ دعویٰ کر رہے ہو تو تمہیں اللہ کا احسان ماننا لازم ہے اللہ تعالیٰ کو ظاہر اور باطن سب کا پتہ ہے تمہارے دین کا بھی علم ہے۔ اللہ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارا دین اسلام ہے اگر سچے مسلمان ہو گے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں

Marfat.com

مسلمان شمار ہو جاؤ گے پھر وہ اس کی جزا دیدے گا تمہیں اپنے دلوں کی تلاشی لینا چاہیے کہ واقعی مومن ہیں یا نہیں؟

اس آیت میں جو ﴿یَمُنُّونَ عَلَیۡكَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا﴾ فرمایا ہے اس کے بارے میں یہ سوال ہوتا ہے کہ انہوں نے تو آمنّا کہا تھا ان کی بات کو لفظ اَسۡلَمُوۡا سے تعبیر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے بارے میں ایک بات تو یہ سمجھ میں آئی کہ انہوں نے جو آمنا کہا تھا ان کا پہلی بار بھی دعوائے ایمان صحیح نہ تھا اور دوبارہ جو انہوں نے یوں کہا کہ ہم واقعی سچے دل سے اسلام لائے ہیں یہ بھی اوپر ہی کے دل سے تھا لفظ اَسۡلَمُوۡا نے اس بات کو ظاہر کر دیا اور ایک بات اور سمجھ میں آئی وہ یہ کہ اس میں احسان دھرنے والوں کو تنبیہ ہے کہ جب سچے دل سے ایمان لانے والوں کے لیے اسلام قبول کرنے پر احسان دھرنا صحیح نہیں تو اوپر کے دل سے اسلام کا دعویٰ قبول کرنے والوں کو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر احسان دھرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

اس میں رہتی دنیا تک آنے والوں اور دین اسلام قبول کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کو تنبیہ کر دی گئی کہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے اگر سچے دل سے قبول کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام کا ماننے والا فرد تسلیم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ یہ بات بھی بتا دی کہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے وہ اپنے بھلے کے لیے قبول کرتا ہے وہ مسلمانوں پر احسان نہ دھرے کہ میں مسلمان ہو گیا لہٰذا تم لوگ میرے لیے چندہ کرو اور روٹی رزق کا انتظام کرو، مسلمانوں کو چاہیے تو سہی کہ وہ اس کی مدد کریں لیکن اسے چاہیے کہ مسلمانوں پر احسان نہ دھرے اور نہ ان سے کچھ طلب کرے خود کمائے کھائے آخر زمانہ کفر میں بھی تو کسب کرتا تھا۔

آخر میں فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ (اور بے شک اللہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے غیب کو) یعنی چھپی ہوئی باتوں اور چھپی ہوئی چیزوں کو وہ خوب جانتا ہے ﴿وَاللّٰهُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ (اور تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے)

وهذا آخر تفسير سورة الحجرات، والحمد لله الذى بعزته ونعمته تتم الصالحات وقد فرغت منه فى الليلة السابعة من شهر شعبان فى ۱۴۱۸ھ والحمد لله اولا وآخرا باطناً وظاهرا۔

Marfat.com

ایاتها ۴۵ | ۵۰ سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ ۳۴ | رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ ق مکہ نازل ہوئی ہے اس میں ۴۵ آیات اور ۳ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ (۱) بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ
عَجِيْبٌ (۲) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (۳) قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ
وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (۴) بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (۵) اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى
السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۶) وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا
رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ (۷) تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (۸) وَنَزَّلْنَا مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (۹) وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (۱۰) رِّزْقًا
لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (۱۱)

ق یہ قسم ہے قران مجید کی، بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا، سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ عجیب بات ہے، جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہونگے، یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے، ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو زمین کم کرتی ہے ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے، بلکہ سچی بات کو جب کہ وہ ان کو پہنچی ہے جھٹلاتے ہیں غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں، کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں، اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں جو ذریعہ ہے دانائی کا اور نصیحت کا ہر رجوع ہونے والے بندہ کیلئے اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں، بندوں کو رزق دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح نکلنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کا بیان، نعمتوں کا تذکرہ منکرین بعث کی تردید

یہاں سے سورۂ ق شروع ہو رہی ہے۔ اس میں دلائل توحید اور وقوع قیامت اور قیامت کے دن کے احوال اور مومنین و کافرین کا انجام بتایا ہے۔ درمیان میں باغی اور طاغی قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ بھی فرما دیا ہے۔

قٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہوا ہے۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ (قسم ہے قرآن مجید کی) تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اور قیامت کے دن حاضر ہو گے یہ جواب قسم لتبعثن محذوف کا ترجمہ ہے۔

Marfat.com

پھر فرمایا ﴿بل عجبوا﴾ (الآیات الثلاث) بل کا عطف کس پر ہے اس کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

فکانہ قیل انا انزلناہ لتنذر بہ الناس فلم یومنوا بہ بل جعلوا کلا من المنذر والمنذر بہ عرضۃ للتکبر والتعجب (یعنی ہم نے یہ قرآن نازل کیا تا کہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کو ڈرائیں لیکن وہ لوگ اس پر ایمان نہ لائے انہوں نے ڈرانے والے کو بھی جھٹلایا اور جس چیز سے ڈرایا اس کو بھی جھٹلایا، حق کو نہ مانا تکبر اختیار کیا اور تعجب کرنے لگے) کیا ہم ہی میں سے ڈرانے والا آ گیا؟ اور کہنے لگے کہ یہ تو عجیب چیز ہے، انہوں نے یہ بھی کہا کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے پھر زندہ ہو کر اٹھیں گے یہ تو بہت ہی بعید بات ہے ہماری سمجھ سے باہر ہے ہمارے نزدیک تو ایسا نہیں ہوسکتا، ان لوگوں نے جو موت کے بعد واپس ہونے کو بعید کہا اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ﴾ کہ ہم جانتے ہیں زمین جوان کے اعضا کو کم کرتی ہے یعنی ان کے گوشتوں کو اور ہڈیوں کو اور بالوں کو زمین جو کم کر دیتی ہے ہمیں اس سب کا علم ہے ﴿وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾ اور ہمارے پاس کتاب ہے جس نے ان سب چیزوں کو محفوظ کر رکھا ہے (زمین نے جو جز وکم کیا، ہڈیوں کی مٹی بن گئی جانوروں کی غذا ہوگئی) ان سب کا ہم کو پتہ ہے۔ جب صور پھونکا جائے گا تو یہ چیزیں زندہ ہو جائیں گی، اجسام تیار ہو کر روح داخل ہو جائیں گی اور مردے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے، جو پیدا کرنے والا ہے وہی موت دینے والا ہے، وہی موت کے بعد زندہ فرمائے گا، اس کو سب کا علم ہے اور دوبارہ زندہ کرنا اس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو لوگ دفن کیے جاتے ہیں ان کی سب چیزیں گل جاتی ہیں یعنی مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتی ہیں سوائے ایک ہڈی کے وہ باقی رہ جاتی ہے یعنی ریڑھ کی ہڈی کا تھوڑا سا حصہ قیامت کے دن اسی سے نئی پیدائش ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۲۱)

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ﴾ (بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جبکہ ان کے پاس آ گیا) موت کے بعد زندہ ہونا ان کی سمجھ میں نہیں آتا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو بھیج دیا اور آپ کی نبوت کے دلائل اور معجزات سامنے آ گئے تو وہ اس کے بھی منکر ہو گئے، وقوع قیامت کا انکار بھی گمراہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات شریفہ سامنے ہوتے ہوئے معجزات و دلائل کو دیکھتے ہوئے آپ کی نبوت کو نہیں مانتے یہ بھی گمراہی ہے اور شناعت و قباحت میں پہلے تعجب سے بڑھ کر ہے۔

﴿فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾ (سو یہ لوگ ایک متزلزل حالت میں ہیں) کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ بشر نبی ہو ہی نہیں سکتا، کبھی کہتے ہیں مالدار اور قوم کا بڑا آدمی نبی ہونا چاہیے، کبھی صاحب نبوت کو جادوگر بتاتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کا اعجاب دور کرنے کے لیے مزید فرمایا ﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ﴾ (الآیۃ) کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اسے کیسا بنایا ہے (بغیر کسی ستون کے کھڑا ہے) اور ہم نے اسے زینت دی ہے یعنی ستاروں کے ذریعے اس کو مزین کر دیا ہے۔

﴿وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾ (اور آسمانوں میں شگاف نہیں ہے)۔

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا﴾ (اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا) ﴿وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ﴾ (اور ہم نے زمین میں بوجھل چیزیں یعنی پہاڑ ڈال دیئے)۔ ﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ﴾ اور ہم نے زمین میں ہر قسم کے پودے اور درخت پیدا کر دیئے جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں ﴿تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾ ہم نے ان سب چیزوں کو بصیرت اور نصیحت کا ذریعہ بنا دیا جو بھی بندہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو وہ اس کے مظاہر قدرت میں غور وفکر کر کے اللہ کی معرفت حاصل کرے گا۔

Marfat.com

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا﴾ (اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا)۔
﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ﴾ (سو ہم نے ان کے ذریعہ باغیچے اگا دیئے اور ایسی کھیتی اُگا دی جسے پک جانے کے بعد کاٹ کروانے نکالے جاتے ہیں ﴿وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ﴾ اور ہم نے کھجور کے درخت اگائے جو لمبے ہیں اپنے تنے پر کھڑے ہیں۔ ان کھجوروں کے درختوں سے گچھے نکلتے ہیں جو ترتیب سے دیکھنے میں ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں ﴿رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ﴾ یہ سب چیزیں بندوں کے رزق کے لیے پیدا فرمائی ہیں ﴿وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ (اور ہم نے اس بارش کے ذریعہ زمین کے مردہ ٹکڑوں کو زندہ کردیا)۔
﴿كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ (اسی طرح قبروں سے نکلنا ہوگا)۔ یعنی اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکال دے گا جیسا کہ مردہ زمین کو زندہ فرما کر اس سے مذکورہ چیزیں نکالتا ہے، اس آخری جملہ سے پوری آیت کا ماسبق سے ارتباط سمجھ میں آ گیا یعنی منکرین بعث وقوع قیامت کو نہیں مانتے حالانکہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہیں جیسے وہ ان چیزوں پر قادر ہے ایسے ہی مردوں میں جان ڈال کر اور قبروں سے نکال کر میدان حشر میں جمع کرنے پر بھی قادر ہے سورۃ الروم میں فرمایا ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (سو اللہ کی رحمت کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے)۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝۱۲ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝۱۳ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝۱۴ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۱۵

ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اور اصحاب رس نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور لوط کی قوم نے اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے جھٹلایا ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید ثابت ہوگئی، کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

اقوام سابقہ ہالکہ کے واقعات سے عبرت حاصل کریں

ان آیات میں قرآن کریم کے مخاطبین کو تنبیہ فرمائی ہے اور انہیں بتایا ہے کہ اپنے کفر اور تکذیب کے باوجود یہ لوگ مطمئن ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم صحیح راہ پر ہیں اور ہمارا مواخذہ نہ ہوگا یہ ان لوگوں کی غلطی ہے ان سے پہلے کتنی قومیں گزر چکی ہیں۔ جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا (جس میں وقوع قیامت کا انکار بھی تھا لہٰذا یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے) جن لوگوں کی ہلاکت و بربادی کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے ان کی ہلاکت کے تفصیلی حالات متعدد سورتوں میں گزر چکے ہیں۔ اصحاب الرس کا تذکرہ سورۂ فرقان میں اور اصحاب الایکہ کا تذکرہ سورۃ الشعراء میں اور قوم تبع کا ذکر سورۃ الدخان میں گزر چکا ہے ارشاد فرمایا ﴿كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ﴾ (ان لوگوں نے نبیوں کو جھٹلایا لہٰذا ان پر میری وعید ثابت ہوگئی) یعنی ان کو جو پیشگی متنبہ کر دیا گیا تھا کہ ایمان نہ لانے پر مبتلائے عذاب ہوں گے اس وعید کے مطابق ان کو ہلاک کر دیا گیا۔
یہ لوگ جو کہتے تھے کہ ہم مر کھپ جائیں گے اور ہماری ہڈیاں اور گوشت پوست مٹی بن جائے گا تو پھر کیسے زندہ ہوں گے ان کے تعجب کو دفع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ﴾ (کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے) مطلب یہ ہے کہ جس نے

Marfat.com

تمہیں اور دوسری مخلوقات کو پیدا کیا جس میں زمین و آسمان بھی ہیں وہ قادر مطلق کیا پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گیا ہے؟ ہرگز نہیں وہ ہرگز نہیں تھکا، اسے ہمیشہ پوری پوری قدرت ہے جس نے پہلی بار پیدا فرمایا وہی دوبارہ بھی پیدا فرما دے گا ﴿بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ (بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے شبہ میں ہیں)۔

دلائل عقلیہ تو ان کے پاس ہیں نہیں جن کی بنیاد پر دوبارہ پیدا کرنے کے عدم وقوع کو ثابت کر سکیں، ان کے پاس بس شبہ ہی شبہ ہے اسی شبہ کو بنیاد بنا کر انکار کرتے رہتے ہیں جس کا ازالہ بار بار کیا جا چکا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

اور بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں ان وسوسوں کو جو اس کے جی میں آتے ہیں اور ہم اس کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں جب کہ دو لینے والے لے لیتے ہیں جو داہنی طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں وہ کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگران تیار ہے اور موت کی سختی حق کے ساتھ آ گئی یہ وہ ہے جس سے تو ہٹتا تھا۔

اللہ انسان کے وساوس نفسانیہ سے پوری طرح واقف ہے اور انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے

یہ چار آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو وسوسے آتے رہتے ہیں (جو بہت ہی زیادہ مخفی چیز ہے) ہم ان سب کو جانتے ہیں، پھر فرمایا کہ انسان کی گردن کی جو رگ ہے ہم انسان سے اس سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ مطلب یہ ہے ہم انسان کے تمام احوال سے باخبر ہیں اس کی کوئی بھی حالت جو پوشیدہ سے پوشیدہ ہو اور اس کی بات جو آہستہ سے بھی آہستہ ہو اس میں سے کچھ بھی ہم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کو بیان فرمایا ہے ﴿حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ گردن کی رگ کو کہا جاتا ہے۔ یہ وہ رگ ہے جس کے کٹ جانے سے انسان کی زندگی باقی نہیں رہتی۔

انسانوں پر اعمال لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں:

دوسری آیت میں اعمال نامے لکھنے والے فرشتوں کا تذکرہ فرمایا اور اس میں یہ بتایا کہ انسان کی طبیعت اور احوال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہی اس علم کے ساتھ ساتھ اس نے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے بھی مقرر فرما رکھے ہیں جو انسان کے اعمال کو لکھتے ہیں جیسے ہی کوئی بات کرتا ہے یا کوئی عمل کرتا ہے اسے لے کر فرشتے لکھ لیتے ہیں ایک فرشتہ دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔

سورۃ الانفطار میں فرمایا ہے ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (اور تمہارے اوپر یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں) یہ اعمال نامے جو فرشتے تیار کرتے ہیں قیامت کے دن انسان کے سامنے آ جائیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا ﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ (یہ ہمارا لکھا ہوا نوشتہ ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتا ہے) ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (بے شک ہم لکھوا لیتے تھے جو عمل تم کرتے تھے)۔

تیسری آیت میں فرمایا کہ انسان جو بھی کوئی لفظ بولتا ہے اس کے پاس انتظار کرنے والا فرشتہ تیار رہتا ہے جو منہ سے نکلتے ہی لکھ لیتا ہے اگر کلمہ خیر ہو تو دائیں طرف والا فرشتہ لکھتا ہے اور اگر شر ہو تو بائیں طرف والا فرشتہ لکھ لیتا ہے۔ الفاظ کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل لکھا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے کہ فرشتے خیر اور شر کی باتیں لکھتے ہیں جن پر عقاب وثواب کا دار و مدار

Marfat.com

ہوتا ہے، مباحات کو نہیں لکھتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک یہ قول ہے کہ لکھا تو سب کچھ جاتا ہے پھر ہر جمعرات کو بارگاہِ الٰہی میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں خیر اور شر کو باقی رکھا جاتا ہے باقی اعمال یعنی مباح کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے سورۂ رعد کی آیت ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ تلاوت فرمائی۔ آیت کے عمومی الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے اعمال بھی لکھے جاتے ہیں۔ صاحب روح المعانی نے یہ باتیں لکھی ہیں پھر شرح جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ بچہ کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دیوانہ پر لکھنے والے فرشتے مقرر نہیں ہیں۔ جنات پر فرشتے مقرر ہیں یا نہیں؟ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان پر بھی مقرر ہیں، پھر لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی بات منقول نہیں ہے۔ (روح المعانی ۱۸۰ ج ۲۶)

موت کی سختی کا تذکرہ:

چوتھی آیت میں موت کی سختی کا تذکرہ فرمایا ہے ﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ (اور حق کے ساتھ موت کی سختی آ جائے گی)۔ ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ﴾ (نافرمان لوگ جو موت سے گھبراتے ہیں ان سے کہا جائے گا دیکھو یہ وہ موت ہے جس سے تم بچتے اور گھبراتے تھے آخر اس نے تمہیں پکڑ ہی لیا، اللہ تعالیٰ نے جو موت آنے کا فیصلہ فرما دیا ہے اس سے کسی کو چھٹکارہ نہیں اس کے بعد جو برزخ اور حشر کے احوال ہیں وہ بھی انسانوں پر گزریں گے ان سے بھی چھٹکارہ نہیں آئندہ آیات میں ایام قیامت کے بعض مظاہر بیان فرمائے ہیں۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿٢٥﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾

اور صور پھونکا جائے گا، یہ وعید کا دن ہے، اور ہر شخص اس طرح سے آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک سائق اور ایک شہید ہوگا واقعی بات یہ ہے کہ تو اس کی طرف سے غفلت میں تھا سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے، اور اس کا ساتھی کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے، ڈال دو، ڈال دو جہنم میں ہر کفر کرنے والے ضدی کو، خیر سے منع کرنے والے کو، حد سے بڑھنے والے کو، شبہ میں ڈالنے والے کو جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کر دیا، سو اسے سخت، عذاب میں ڈال دو، اس کا ساتھی کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اسے گمراہ نہیں کیا لیکن یہ دور کی گمراہی میں تھا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا میرے سامنے جھگڑا مت کرو اور میں نے تمہارے پاس پہلے سے وعید بھیج دی تھی، میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

نفخ صور اور میدان حشر میں حاضر ہونے والوں کا ذکر

ان آیات میں نفخ صور اور اس کے بعد کے بعض حالات ذکر فرمائے ہیں ارشاد فرمایا ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ﴾ (یہ وہ دن ہوگا جس میں وعید کا ظہور ہوگا) یعنی دنیا میں جو وعیدیں بتا دی گئی تھیں آج ان کا ظہور ہوگا۔ ﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾ (اور ہر شخص اس حالت میں حاضر ہوگا کہ اس کے ساتھ ایک سائق اور ایک شہید ہوگا) سائق ساتھ لانے والا فرشتہ اور شہید گواہی دینے والا فرشتہ۔

Marfat.com

صاحب روح المعانی نے یہ تفسیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور حافظ ابونعیم کی کتاب حلیۃ الاولیاء سے حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو اعمال نامے لکھا کرتے تھے ان میں سے ایک سائق اور ایک شہید ہوگا۔

اس دن اس سے خطاب کر کے کہا جائے گا ﴿لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ (تو اس دن کے واقع ہونے کی طرف سے غافل تھا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خطاب کافر کو ہوگا۔

﴿فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ﴾ (سو ہم نے تیرا پردہ اٹھا دیا) جس نے تجھے ڈھانک رکھا تھا۔

﴿فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ﴾ (سو آج تیری نظر تیز ہے) دنیا میں جو کچھ ایمان کی طرف دعوت دی جاتی تھی اور کفر و شرک سے روکا جاتا تھا اور معاصی کا عذاب بتایا جاتا تھا تو، تو متوجہ نہیں ہوتا تھا اور غفلت کے پردوں نے تجھے ڈھانپ رکھا تھا آج وہ پردے ہٹ گئے جو کچھ سمجھایا بتایا جاتا تھا سامنے آ گیا۔

﴿وَقَالَ قَرِیْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ﴾ (اور اس کا ساتھی کہے گا کہ یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے) قرین یعنی ساتھی سے کون مراد ہے؟ اس کے بارے میں حضرت حسن (بصری) نے تو یہ فرمایا کہ اس سے اس کی برائیوں کا لکھنے والا کاتب مراد ہے وہ اپنے لکھے ہوئے صحیفہ کی طرف اشارہ کر کرکے کہے گا کہ یہ اس کے اعمال ناموں کا کتابچہ ہے جو میرے پاس لکھا ہوا تیار ہے اور حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اس سے وہ شیطان مراد ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس کا ایک ساتھی جنات میں اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی اسی طرح تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اب وہ مجھے صرف خیر کا حکم کرتا ہے۔ اس قول کی تائید سورۂ حم سجدہ کی آیت شریفہ ﴿وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے بھی ہوتی ہے اور آئندہ آیت بھی اس کی مؤید ہے۔

ہر ضدی کافر کو دوزخ میں ڈال دو:

مزید ارشاد فرمایا ﴿اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ مُّرِیْبٍ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ یعنی ہر کافر کو ضرور دوزخ میں ڈال دو جو حق کو قبول نہیں کرتا تھا خیر کو روکنے والا تھا (یعنی دوسرے لوگوں کو اسلام لانے سے روکتا تھا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ نہیں دیتا تھا) حد سے بڑھ جانے والا تھا شک میں ڈالنے والا تھا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں اور اس کے دین کے بارے میں اور قیامت واقع ہونے کے بارے میں لوگوں کو شک میں ڈالتا تھا اور مشرک بھی تھا۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود اور شریک ٹھہرا رکھا تھا۔ ﴿فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ﴾ (سو اسے ضرور ضرور سخت عذاب میں ڈال دو)۔

قال صاحب الروح: خطاب من الله تعالى للسائق والشهيد بناء على انهما اثنان لا واحد جامع للوصفين او للملكين من خزنة النار، او لواحد على ان الالف بدل من نون التوكيد على اجراء الوصل مجرى الوقف وايد بقرأة الحسن (القين) بنون التوكيد الخفيفة، وقيل ان العرب كثيرا ما يرافق الرجل منهم اثنين فكثر على السنتهم ان يقولوا خليلي وصاحبي قفا واسعدا حتى خاطبوا الواحد خطاب الاثنين، وما في الآية محمول على ذلك كما حكى عن الفراء او على تنزيل تثنية الفاعل منزلة تثنية الفعل بان يكون اصله الق الق ثم حذف الفعل الثاني وابقى ضميره مع الفعل الاول فثنى الضمير للدلالة على ما ذكر۔

﴿قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ﴾ کافر کو جب دوزخ میں داخل کیے جانے کا حکم ہوگا تو اس کا قرین یعنی اس کا ساتھی (جس کے ساتھ رہنے اور برے اعمال کو مزین کرنے کی وجہ سے گمراہ ہوا اور دوزخ میں جانے کا مستحق ہوا) یوں کہے گا کہ اے میرے رب میں نے

Marfat.com

اسے گمراہ نہیں کیا یعنی میں نے اسے جبراً قہراً زبردستی کافر نہیں بنایا بلکہ بات یہ ہے یہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا اگر اس کا مزاج گمراہی کا نہ ہوتا اور اس کو گمراہی پسند نہ ہوتی تو میری مجال نہ تھی کہ میں اس کو کفر پر ڈالتا اور جمائے رکھتا، جب یہ گمراہ تھا تو میں نے اس کی گمراہی پر مدد کر دی۔

قال صاحب الروح: فاعنته عليه بالاغواء والدعوة اليه من غير قسر ولا الجاء فهو نظير ''وما كان لي عليكم من سلطان۔''

کافر کا جو قرین ہوگا وہ بھی کافر ہی تھا وہ دوزخ سے بچ جائے اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پھر اس کے ما اطغیتہ کہنے کا کیا مقصد ہوگا؟ اس کے بارے میں بعض اکابر نے فرمایا کہ وہ یہ چاہے گا کہ میری گمراہی کا اثر صرف مجھ پر پڑے اور مزید فرد جرم مجھ پر نہ لگے اور دوسروں کی گمراہی کی وجہ سے عذاب میں اضافہ نہ ہو، لیکن ایسا نہ ہوگا۔ دوسروں کو گمراہ کرنے کی سزا بھگتنی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا ﴿لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ﴾ (میرے سامنے جھگڑا نہ کرو) ﴿وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ﴾ (اور میں نے تو پہلے ہی ہر کافر اور کافر گر کے بارے میں وعید بھیج دی تھی کہ یہ سب دوزخ کے مستحق ہیں، ابلیس کو خطاب کر کے اعلان کر دیا تھا ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ (میں ضرور ضرور تجھ سے اور تیرا اتباع کرنے والے سے دوزخ کو بھر دوں گا)۔

﴿مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ﴾ (میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں) اب وعید کے مطابق تمہیں سزا ملنا ہی ہے اور دوزخ میں جانا ہی ہے۔

فائدہ: شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائی تھیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجہ دلانے پر رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں کم کرنے کی درخواست کی تو پانچ رہ گئیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ گنتی میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی رہیں گی کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا کر دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ﴾ (میرے سامنے بات نہیں بدلی جاتی)۔ (مشکوٰۃ المصابیح (ص ۵۲۹) عن البخاری)

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ۝۳۰ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ۝۳۱ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ۝۳۲ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ ۝۳۳ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝۳۴ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ ۝۳۵

جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟ اور متقیوں کے لیے جنت قریب کی جائے گی دور نہ رہے گی یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر ایسے شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا پابندی کرنے والا ہو، جو بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا، اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشگی والا دن ہے ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔

دوزخ سے اللہ تعالیٰ کا خطاب! کیا تو بھر گئی؟ اس کا جواب ہوگا کیا کچھ اور بھی ہے

ان آیات میں جنت اور دوزخ کا حال بتایا ہے دوزخ کی وسعت اور لمبائی، چوڑائی اور گہرائی مجموعی حیثیت سے اتنی زیادہ ہوگی کہ کروڑوں افراد جنات میں سے اور انسانوں میں سے داخل کیے جانے کے بعد بھی خالی ہی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا ﴿هَلِ امْتَلَاْتِ﴾ (کیا تو بھر گئی) اس کا جواب ہوگا کیا کچھ اور بھی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت اور دوزخ میں آپس میں مباحثہ ہوا دوزخ نے (فخر کے طور پر) کہا کہ تکبر والے اور تجبر والے میرے اندر داخل ہوں

Marfat.com

گے، اور جنت نے کہا کیا بات ہے کہ میرے اندر صرف کمزور لوگ اور گرے پڑے اور بھولے بھالے لوگ داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا تو میری رحمت ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں تیرے ذریعہ رحم کروں گا اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب دوں گا اور تم دونوں سے بھر دینے کا وعدہ ہے۔ (رواہما البخاری و مسلم کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۰۵)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں برابر دوزخیوں کو ڈالا جاتا رہے گا اور وہ ھل من مزید کہتی رہے گی یعنی یوں کہتی رہے گی کیا کچھ اور بھی ہے کیا کچھ اور بھی ہے۔ یہاں تک کہ رب العزت شانہٗ اس میں اپنا قدم رکھ دیں گے اور وہ سمٹ جائے گی اور کہے گی بس بس میں آپ کی عزت وکرم کا واسطہ دیتی ہوں اور جنت میں بھی برابر جگہ خالی بچتی رہے گی اسے بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نئی مخلوق کو پیدا فرمائے گا اور اس خالی جگہ میں ان کو آباد فرما دے گا۔

یہ جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے قدم کا ذکر آیا ہے یہ متشابہات میں سے ہے اس کا معنی سمجھنے کی فکر میں نہ پڑیں اللہ تعالیٰ شانہٗ اعضاء و جوارح سے پاک ہے۔

وقد استشکل بعض العلماء بان اللہ تعالیٰ قال لابلیس "لاملئن جھنم منک و ممن تبعک منھم اجمعین" فاذا امتلأت بھٰؤلاء فکیف تبقی خالیا؟ وقد الھمنی اللہ تعالیٰ جواب ھذا الاشکال انہ لیس فی الآیۃ انھا تملاء کلھا بالانس والجن فان الملاء لا یستلزم ان یکون کاملا لجمیع اجزاء الاناء۔

یہ جو جنت میں خالی جگہ بچنے کی وجہ سے نئی مخلوق پیدا کر کے بسائی جائے گی اس کے بارے میں بعض اکابر سے کہا گیا کہ وہی مزے میں رہے کہ پیدا ہوتے ہی جنت میں چلے گئے۔ انہوں نے فرمایا انہیں جنت کا کیا مزہ آئے گا انہوں نے دنیا نہیں بھگتی، تکلیف نہیں جھیلی، مصیبتیں نہیں کاٹیں، انہیں وہاں کے راحت وآرام کی کیا قدر ہوگی؟ مزہ تو ہمیں آئے گا، آرام کی قدر ہم کریں گے جو دنیا کی تکلیفوں سے دوچار ہوئے اور مشقت ودکھ تکلیف کو دیکھا اور سہا، جھیلا اور بھگتا۔

جنت اور اہل جنت کا تذکرہ:

اس کے بعد جنت کا تذکرہ فرمایا کہ وہ متقیوں سے قریب کر دی جائے گی کچھ دور نہ رہے گی پھر وہ جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتوں اور لذتوں کی وہ جگہ ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا رہا، یہ وعدہ ہر اس شخص سے تھا جو اواب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف خوب رجوع کرنے والا ہے اور حفیظ یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کا خاص دھیان رکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا رہتا تھا۔ اہل جنت کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ بن دیکھے اللہ سے ڈرتے تھے۔ دنیا میں اس حالت پر رہے اور یہاں جو پہنچے تو قلب منیب لے کر آئے ان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رہتا تھا اللہ کی یاد میں اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی فکر میں رہتے تھے اور متقیوں سے کہا جائے گا کہ اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ آج وہ دن ہے جس میں ہمیشگی کا فیصلہ کر دیا گیا یعنی تم لوگ اس جنت میں ہمیشہ کے لیے جا رہے ہو۔

جنت میں دیدار الٰہی:

پھر فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے والوں کے لیے وہاں سب کچھ ہوگا جس کی انہیں خواہش اور چاہت ہوگی اور نہ صرف ان کی خواہش کے مطابق نعمتیں ملیں گی بلکہ ان کی خواہشوں سے زیادہ انہیں وہ وہ نعمتیں ملیں گی جہاں ان کی خواہش بھی نہ پہنچے گی۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مزید سے مراد باری تعالیٰ شانہٗ کا دیدار ہے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے جو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے کیا تم اور کچھ چاہتے ہو جو میں تمہیں مزید دے دوں یہ سن کر اہل جنت کہیں گے کیا

Marfat.com

آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں فرما دیئے کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی (ہمیں اور کیا چاہیے) اس کے بعد پردہ اٹھا دیا جائے گا پھر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں مشغول ہو جائیں گے اپنے رب کے دیدار سے بڑھ کر انہیں عطا کی گئی چیزوں میں سے کوئی چیز محبوب نہ ہوگی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سورۂ یونس کی آیت کریمہ ﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَةٌ﴾ تلاوت فرمائی۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر ان کا گزر ہوا۔

پھر فرمایا کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ﴾ (سو کسی شخص کو علم نہیں جو ان لوگوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ وجعلنا الله من اهلها وادخلنا فيها

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ ۞ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ ۞ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖۗ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۞ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ۞ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۞

اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر دیا جو گرفت کرنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں، سو وہ شہروں میں، چلتے پھرتے رہے کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے، بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا جو ایسی حالت میں ہو کہ کان لگائے ہوئے حاضر ہو، اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تھکن نے چھوا تک نہیں، سو آپ ان باتوں پر صبر کیجیے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح و تحمید بیان کیجیے اور رات کے حصہ میں بھی اس کی تسبیح بیان کیجیے اور سجدوں کے بعد بھی۔

گزشتہ امتوں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا حکم

اول تو ان آیات میں گزشتہ اقوام کی بربادی کا تذکرہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کے مخاطبین سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا وہ لوگ گرفت کرنے میں ان لوگوں سے زیادہ سخت تھے، جیسا کہ قوم عاد کے بارے میں فرمایا ﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ﴾ (اور جب تم پکڑتے ہو تو بڑے جابر بن کر پکڑتے ہو)۔

اور سورۂ محمد میں فرمایا ﴿وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ (اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہیں ہوا)۔

﴿فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ﴾ (سو وہ لوگ شہروں میں چلتے پھرتے رہے جب ہلاک ہونے کا وقت آیا تو ان کی قوت اور سیر و سیاحت نے انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچایا، عذاب آنے پر یہ کہنے لگے کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے) لیکن بھاگنے کا کوئی موقعہ نہیں ملا اور بالآخر ہلاک ہو گئے۔ صاحب روح المعانی نے ایک قول یہ لکھا ہے کہ فنقبوا کی ضمیر اہل مکہ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ سے پہلے جو قومیں ہلاک ہو چکی ہیں یہ لوگ اپنے اسفار میں ان تباہ شدہ شہروں سے گزرتے ہیں کیا انہیں کوئی ایسی صورت نظر آتی ہے

Marfat.com

کہ عذاب آئے تو بھاگنے کی جگہ مل جائے جس کی وجہ سے اپنے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ ہم بھی انہیں کی طرح راہ فرار حاصل کرلیں گے (یعنی ایسا نہیں ہے) جب ایسا نہیں ہے تو یہ لوگ کفر پر کیوں جمے ہوئے ہیں؟

اس کے بعد فرمایا ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ﴾ (یہ جو کچھ سابق مضمون بیان کیا گیا اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جس کے پاس دل ہو جو سمجھتا ہو اور حقائق سے آگاہ ہو یا ایسی حالت میں کان لگاتا ہو کہ وہ وہاں اپنے دل سے حاضر ہو) یہ بطریقہ مانعۃ الخلو ہے، جو لوگ نصیحت حاصل کرنے والے دل نہیں رکھتے اور صحیح طریقہ پر حضور قلب کے ساتھ بات نہیں سنتے ایسے لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کرنے سے دور رہتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان دوسری مخلوق ہے ان سب کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ذرا سی بھی تھکن نے ہمیں نہیں چھوا، جو کمزور ہوتا ہے وہ کام کرنے سے تھک جاتا ہے اللہ جل شانہٗ قوی قادر مقتدر ہے اسے ذرا بھی تھکن نہیں پہنچ سکتی، صاحب روح المعانی نے حضرت قتادہ کا قول نقل کیا ہے اس میں جاہل یہودیوں کی تردید ہے جو یوں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سنیچر کے دن پیدا فرمانا شروع کیا اور جمعہ کے دن فارغ ہوا اور سنیچر کے دن آرام کیا (العیاذ باللہ) یہ ان لوگوں کی جہالت ہے اور کفر ہے۔

﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ (اور اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو سورج نکلنے اور سورج چھپنے سے پہلے) مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے فجر اور عصر کی نماز مراد ہے ان دونوں کی حدیث شریف میں خاص فضیلت وارد ہوئی ہے حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسا شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس نے سورج نکلنے سے پہلے اور چھپنے سے پہلے نماز پڑھی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۶۲)

﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ (اور رات کو اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے) علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے قیام اللیل یعنی رات کو نماز پڑھنا مراد ہے ﴿وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ (اور سجدوں کے بعد اللہ کی تسبیح بیان کیجئے) اس سے فرض نماز کے بعد نفل پڑھنا مراد ہے اور بعض حضرات نے نماز کے بعد تسبیحات پڑھنا مراد لیا ہے۔

صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قبل الطلوع سے نماز فجر اور قبل الغروب سے ظہر اور عصر اور من اللیل سے مغرب اور عشاء اور ادبار السجود سے فرضوں کے بعد کے نوافل مراد ہیں۔

وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۴۱﴾ یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾

اے مخاطب اس بات کو سن لے کہ جس دن پکارنے والا قریب ہی جگہ سے پکارے گا جس روز چیخ کو حق کے ساتھ سنیں گے یہ نکلنے کا دن ہوگا۔ بے شک ہم زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی جب کہ دوڑتے ہوں گے، یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے

Marfat.com

والے نہیں سو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کیجئے جو میری نصیحت سے ڈرتا ہے۔

وقوع قیامت کے ابتدائی احوال اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی

ان آیات میں اولاً وقوع قیامت کے ابتدائی احوال بیان فرمائے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ معاندین کی باتوں سے دلگیر نہ ہوں ہمیں ان کی سب باتوں کی خبر ہے۔

وَاسْتَمِعْ (اور اے مخاطب سن لے) یعنی آئندہ جو قیامت کے احوال بیان ہونے والے ہیں انہیں دھیان سے سن ﴿يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ﴾ (جس دن پکارنے والا پکارے گا) یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونک دیں گے، صور کی یہ آواز دور اور قریب سے سنی جائے گی یعنی ہر سننے والے کو ایسا معلوم ہوگا کہ یہیں قریب سے پکارا جا رہا ہے۔ پوری زمین کے رہنے والے زندہ اور مردے سب کے سب یکساں سنیں گے۔

پہلے زمانہ میں تو لوگ اس کو سن کر کچھ تامل کرتے تھے اور سوچتے تھے کہ ایک آواز کو پوری دنیا میں اور آسمانوں میں یکساں کیسے سنا جا سکتا ہے۔ لیکن آج کے حالات اور آلات نے بتا دیا کہ اس میں کچھ بھی اشکال کی بات نہیں ہے، آلات تو بہت ہیں ایک ٹیلی فون ہی کو لے لو با آسانی اس کے ذریعہ ہلکی سی آواز بھی ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں سنی جاتی ہے دور اور نزدیک کے سننے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

﴿يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ﴾ (جس دن حق کے ساتھ چیخ کو سنیں گے) اس سے نفخہ ثانیہ مراد ہے اور بالحق فرما کر یہ بتا دیا کہ اس چیخ کو یقین کے ساتھ سنیں گے جس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہ ہوگی۔ یہ جو دنیا میں کسی کو آواز پہنچتی ہے کسی کو نہیں پہنچتی ایسا نہ ہوگا۔

﴿ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ﴾ (یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا) ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ﴾ (بے شک ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم موت دیتے ہیں) ﴿وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ﴾ (اور ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے) کہیں کسی کو بھاگ جانے اور جان بچانے کا موقعہ نہیں ملے گا۔ ﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا﴾ (جس روز زمین ان پر سے کھل جائے گی جبکہ وہ دوڑتے ہوں گے) ﴿ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ﴾ (ہمارے نزدیک یہ جمع کرنا آسان ہے) ﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ﴾ (جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں) ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾ (سو آپ قرآن کے ذریعہ ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیں جو میری وعید سے ڈرتا ہے)۔

آپ کی تذکیر تو عام ہے جو قبول کرنے والوں اور نہ قبول کرنے والوں کے لیے برابر ہے تاہم جو لوگ وعید کو سنتے ہیں پھر ڈرتے ہیں ان کی طرف خاص توجہ فرمائیے یوں زبردستی منوا لینا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

ایاتها ۶۰ | ۵۱ سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ۶۷ | رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الذاریات مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۶۰ آیات اور ۳ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ (١) فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ (٢) فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ (٣) فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ (٤) اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ
لَصَادِقٌ ۙ (٥) وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۭ (٦) وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ (٧) اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ (٨) يُّؤْفَكُ
عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۭ (٩) قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ (١٠) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ (١١) يَسْــَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ
الدِّيْنِ ۭ (١٢) يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (١٣) ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (١٤)

قسم ہے ہواؤں کی جو (غبار وغیرہ کو) اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں، پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں، تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور جزا ضرور ہونے والی ہے، قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو، اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے، غارت ہو جائیں اٹکل پچو باتیں کرنے والے جو جہالت میں بھولے ہوئے ہیں غارت ہو جائیں پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے اپنی اس سزا کا مزہ چکھو، یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔

قیامت ضرور واقع ہوگی، منکرین عذاب دوزخ میں داخل ہوں گے

یہاں سے سورۃ الذاریات شروع ہو رہی ہے اس میں الذاریات اور الحاملات اور الجاریات اور المقسمات کی قسم کھائی ہے او[ر] اس میں ذروا اور یسرًا تو مفعول مطلق ہے اور وقرًا اور امرًا مفعول بہ ہیں۔

صاحب روح المعانی نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر نقل کی ہے جو ترجمہ میں لکھ دی گئی ہے چاروں چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ تم سے جو وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سچ ہے اور جزا یعنی اعمال کا بدلہ ضرور ملنے والا ہے یعنی قیامت ضرور قائم ہوگی بنی آ[دم] میدان حشر میں حاضر ہوں گے اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے، جن چیزوں کی قسم کھائی ہے ان میں فرشتے ہیں، جو آسمان میں رہنے و[الی] مخلوق ہے اور بادل ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان ہوتے ہیں اور ہوائیں ہیں جو زمین کے اوپر چلتی ہیں اور اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر جاتی رہتی ہیں اور کشتیاں ہیں جو سمندروں اور نہروں میں چلتی ہیں۔ ان چیزوں کے جاننے والے اور دیکھنے والے غور و فکر کر[یں] گے تو یہ سمجھ میں آ جائے گا کہ قیامت قائم ہونے میں شک کرنا غلط ہے، جس ذات پاک کے یہ تصرفات ہیں اس کے لیے قیامت ق[ائم] کرنا کوئی مشکل نہیں اس نے وقوع قیامت کی خبر اپنے رسولوں اور پیغمبروں کے ذریعہ دی ہے یہ خبر سچی ہے۔

اس کے بعد آسمان کی قسم کھائی اور فرمایا ﴿وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾ کہ قسم ہے آسمان کی جس میں (فرشتوں کے آنے جانے کے) راستے ہیں تم لوگ ایک ایسی گفتگو میں لگے ہوئے ہو جس میں اختلاف ہو رہا ہے کوئی قیامت کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی جھٹلاتا ہے میں جو لوگ قول حق کے مخالف ہیں یعنی وقوع قیامت کی تکذیب کر رہے ہیں وہ اس قول سے ہٹائے جا رہے ہیں یعنی جس کو بالکل خیر سے اور حق سے محروم ہونا ہے وہی اس قول حق سے ہٹتا اور بچتا ہے۔

Marfat.com

پھر فرمایا ﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾ غارت ہو جائیں انکل پچو باتیں کرنے والے (یعنی جھوٹے لوگ) جو قرآن کو جھٹلاتے ہیں دلائل سامنے ہوتے ہوئے ان میں غور نہیں کرتے اپنی جاہلانہ انکل کو سامنے رکھ کر تکذیب کرتے ہیں۔

﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ﴾ (جو جہل عظیم میں پڑے ہوئے ہیں، غافل ہیں) ﴿يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ (تعجب سے پوچھتے ہیں کہ کب ہوگا جزا کا دن) ﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴾ (یہ بدلہ کا دن اس دن ہوگا جس دن یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے)۔ ﴿ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ (ان سے کہا جائے گا اپنی اس سزا کا مزہ چکھو، یہ ہے وہ جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے) دنیا میں تم باتیں بناتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ یہ دن کب ہوگا، کب ہوگا؟ اب یہ دن آ گیا انکار کی سزا بھگت لو اور جلدی مچانے کا مزہ چکھ لو۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے، ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا اسے لینے والے ہوں گے، بیشک یہ لوگ اس سے پہلے اچھے کام کرنے والے تھے، یہ لوگ رات کو کم سوتے تھے اور رات کے آخری اوقات میں استغفار کرتے تھے، ان کے مالوں میں حق تھا سوال کرنے والے کے لیے اور محروم کے لیے۔

متقی بندوں کے انعامات کا اور دنیا میں اعمال صالحہ میں مشغول رہنے کا تذکرہ

مکذبین کی سزا بتانے کے بعد مومنین متقین کا انعام بتایا اور فرمایا کہ متقی لوگ باغوں میں چشموں میں ہوں گے ان کے رب کی طرف سے انہیں وہاں جو کچھ دیا جائے گا اسے (بڑی خوشی سے) لینے والے ہوں گے، دنیا میں یہ حضرات گناہوں سے تو بچتے ہی تھے جس کی وجہ سے انہیں متقین کے لقب سے سرفراز فرمایا، اعمال صالحہ بھی بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیتے تھے اور اس کی وجہ سے انہیں محسنین کے لقب سے ملقب فرمایا ان کے نیک کاموں میں ایک بڑا قیمتی عمل یہ تھا کہ رات کو بہت کم سوتے تھے نمازیں پڑھتے رہتے تھے دنیا سوتی رہتی اور یہ لوگ جاگتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے لو لگاتے تھے۔

قال صاحب الروح ناقلًا عن الحسن: کابدوا قیام اللیل لا ینامون منه الا قلیلا، وعن عبدالله بن رواحة رضی الله عنه هجعوا قلیلًا ثم قاموا۔

یہ لوگ راتوں کو نماز پڑھتے اور راتوں کے آخری حصہ میں استغفار کرتے تھے انہیں راتوں رات نماز پڑھنے پر غرور نہیں تھا اپنے اعمال کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کرنے کے لائق نہیں سمجھتے تھے کوتاہیوں کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔ اہل ایمان کا یہ طریقہ ہے کہ نیکی بھی کریں اور استغفار بھی کریں تاکہ کوتاہی کی تلافی ہو جائے۔

ان حضرات کی جسمانی عبادت کا تذکرہ فرما کر ان کے انفاق مالی کا تذکرہ فرمایا کہ ان کے مالوں میں حق ہے سوال کرنے والوں کے لیے اور محروم کے لیے یعنی اپنے مالوں کا جو حصہ اہل حاجت کو دیتے ہیں اس کے دینے کا ایسا اہتمام کرتے ہیں جیسے ان کے ذمہ واجب ہو اس لیے اسے حق سے تعبیر فرمایا۔

لفظ سائل کا ترجمہ تو معلوم ہے محروم کا کیا مطلب ہے؟ مفسرین نے اس کے کئی معنی لکھے ہیں بعض حضرات نے فرمایا کہ سائل کے مقابلہ میں ہے یعنی جو شخص سوال نہیں کرتا وہ محروم ہے جو سوال نہیں کرتا اس لیے محروم رہ جاتا ہے کہ لوگ اس کا حال جانتے نہیں اور وہ

Marfat.com

خود بتاتا نہیں لہٰذا دینے والے اس کی طرف دھیان نہیں کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک لقمہ اور دو لقمہ اور ایک کھجور اور دو کھجور لیے لیے پھرتے ہوں لیکن مسکین وہ ہے جس کے پاس حاجت پوری کرنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو اور لوگوں کو اس کا پتہ بھی نہ چلے (پتہ چل جاتا تو صدقہ کر دیتے) اور وہ سوال کرنے کے لیے کھڑا بھی نہیں ہوتا۔ (رواہ البخاری جلد ۱)

یعنی وہ اسی طرح اپنی حاجت دبائے ہوئے وقت گزار دیتا ہے، صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے محروم کا یہ معنی لکھا ہے کہ وہ کمانے کی تدبیریں تو کرتا ہے لیکن دنیا اس سے پشت پھیر لیتی ہے اور وہ لوگوں سے سوال بھی نہیں کرتا۔

پھر حضرت زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ محروم وہ ہے جس کے باغوں کا پھل ہلاک ہو جائے اور ایک قول یہ لکھا ہے کہ جس کے مویشی ختم ہو جائیں جن سے اس کا گزارا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿٢٣﴾

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے اور تمہاری جانوں میں کیا تم نہیں دیکھتے، اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سو قسم آسمان اور زمین کے رب کی بیشک وہ حق ہے جیسا کہ تم بول رہے ہو۔

زمین میں اور انسانوں کی جانوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت اور رازقیت بیان فرمائی ہے ارشاد فرمایا کہ زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں اور تمہاری جانوں میں بھی نشانیاں ہیں ان میں غور کرنے سے تمہاری سمجھ میں یہ بات آ سکتی ہے کہ اپنی مخلوق میں جو ایسے ایسے تصرفات کرنے والا ہے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے، بصیرت کی آنکھوں سے دیکھنے والا اس بات کو کچھ سمجھ سکتا ہے کہ قیامت قائم کرنا اس ذات کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے جس کے یہ تصرفات ہیں۔ ﴿إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ﴾ اور ﴿أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ﴾ میں اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

پھر فرمایا کہ آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور جو کچھ وعدہ کیا جاتا ہے وہ بھی ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رزق سے بارش مراد ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور وہ انسانوں کی خوراک یعنی کھانے پینے کی چیزیں پیدا ہونے کا سبب بنتی ہے اور وما توعدون کے بارے میں حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس سے خیر اور شر مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ثواب اور عقاب مراد ہے یہ دونوں مقرر ہیں اور مقدر ہیں۔

﴿إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ﴾ پھر فرمایا کہ آسمان اور زمین کے رب کی قسم یہ اسی طرح حق ہے جیسے تم باتیں کرتے ہو، تمہیں اپنی باتیں کرتے وقت اس بات میں کوئی شک نہیں ہوتا کہ ہم بول رہے ہیں باتیں کر رہے ہیں اور یہ بات بہت واضح ہے، انہ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اس کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ رزق کی طرف یا نبی کریم ﷺ کی طرف یا قرآن کی طرف یا دین (جزاء) کی طرف راجع ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ابتداء سورت سے لے کر یہاں تک جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے سب حق ہے لیکن ثواب اور عقاب کی طرف راجع ہونا زیادہ اوفق اور اظہر ہے۔ ان دونوں کا تعلق چونکہ یوم جزا سے ہے اس لیے ان کے مراد لینے سے یوم الدین کے واقع ہونے کا تذکرہ مزید مؤکد ہو جاتا ہے جس کے وقوع کا مخاطبین انکار کرتے تھے۔

Marfat.com

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ
قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾
فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ
فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ
الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾
لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ
فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ تَرَكْنَا فِیْهَاۤ اٰیَةً لِّلَّذِیْنَ
یَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۳۷﴾

کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ کو پہنچی ہے، جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے بھی کہا سلام ہو انجان لوگ ہیں، پھر اپنے گھر والوں کی طرف چلے تو ایک موٹا بچھڑا لے آئے، پھر اسے ان کے پاس لا کر رکھا، کہنے لگے، کیا تم نہیں کھاتے؟ پھر ان کی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا انہوں نے کہا ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دی، اور پھر ان کی بیوی زور سے پکارتی ہوئی آئی پھر اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں! فرشتوں نے کہا کہ تمہارے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے، ابراہیم نے کہا اے بھیجے ہوئے لوگو! تمہیں کیا بڑا کام کرنا ہے؟ انہوں نے کہا بیشک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر ایسے پتھر برسائیں جو مٹی سے بنائے گئے ہیں جن پر آپ کے رب کے پاس سے ایک خاص نشان بھی ہے ان کے لیے جو حد سے گزرنے والوں میں سے ہیں، سو ان میں جتنے ایمان والے تھے انہیں ہم نے نکال دیا سو اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لیے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کا آنا اور صاحبزادہ کی خوشخبری دینا، اور آپ کی بیوی کا تعجب کرنا

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آبائی وطن سے (جو بابل کے آس پاس تھا) ہجرت فرما کر فلسطین میں قیام فرمایا تھا آپ کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام بھی ہجرت کر کے ملک شام میں آ کر بس گئے تھے۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت سے نوازا تھا، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جن بستیوں میں رہتی تھی وہ شام کے علاقہ میں نہر اردن کے آس پاس تھیں۔ یہ لوگ بڑے نافرمان تھے برے کام میں لگے رہتے تھے۔ مردوں سے قضاء شہوت کیا کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا لیکن یہ لوگ ایمان نہ لائے نہ اپنی حرکتوں سے باز آئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجا، یہ فرشتے انسانی شکل میں اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے چونکہ یہ حضرات اللہ کے مقرب اور مکرم بندے تھے اس لیے یوں فرمایا کہ کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ یہ حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دے دیا۔ لیکن چونکہ ان حضرات سے ابھی ابھی نئی ملاقات ہوئی تھی اس لیے ﴿قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ فرمایا یعنی آپ حضرات بے جان پہچان کے

Marfat.com

لوگ ہیں۔ ابھی آئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اندر اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لے گئے اور بھنا ہوا فربہ بچھڑا لے کر باہر تشریف لائے اور مہمانوں کے پاس رکھ دیا اور کھانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ﴿اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ کیا آپ حضرات نہیں کھاتے، زبان سے کہنے پر بھی انہوں نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ یہ ماجرا دیکھا تو مزید توحش ہوا۔ یہاں سورۃ الذاریات میں ہے ﴿فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾ فرمایا کہ ان کی طرف سے دل میں خوف محسوس کیا اور سورۃ الحجر میں ہے کہ زبان سے بھی ﴿انا منکم وجلعون﴾ فرما دیا کہ ہم آپ سے خوف زدہ ہو رہے ہیں، مہمانوں نے کہا ﴿لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾ کہ آپ نہ ڈریئے ہم آپ کو ایک صاحب علم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اب مجھے کیسی بشارت دے رہے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی وہیں کھڑی تھیں ان کو خوشخبری سنائی کہ تمہارا ایک بیٹا اسحاق ہو گا اور اس کا بھی ایک بیٹا ہو گا وہ کہنے لگیں ہائے، خاک پڑے کیا میں اب جنوں گی اور حال یہ ہے کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور اتنا ہی نہیں بلکہ یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں یہ تو عجیب بات ہے۔ یہ مضمون سورۂ ہود میں مذکور ہے یہاں سورۃ الذاریات میں فرمایا ہے ﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ﴾ کہ ان کی بیوی بولتی ہوئی پکارتی ہوئی آئیں ﴿فَصَكَّتْ وَجْهَهَا﴾ انہوں نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا ﴿وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ﴾ اور کہنے لگیں میں بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں۔ یہاں سورۃ الذاریات میں لفظ عقیم یعنی بانجھ کا بھی اضافہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی بوڑھے تو تھے ہی اس سے پہلے اس خاتون سے کبھی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ فرشتوں نے کہا ﴿كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ تیرے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے بیشک وہ جب چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے فرشتوں کی بشارت کے مطابق لڑکا پیدا ہوا اور اس بیٹے کا بیٹا یعقوب بھی وجود میں آیا جس کا لقب اسرائیل تھا اور سب بنی اسرائیل ان کی اولادیں ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ یقین کر لیا کہ یہ فرشتے ہیں اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تو سوال فرمایا کہ آپ حضرات کیا مہم لے کر آئیں ہیں تشریف لانے کا کیا باعث ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں یہ مجرم لوگ ہیں ہمیں ان کو ہلاک کرنا ہے ان کی ہلاکت کا یہ طریقہ ہو گا کہ ہم ان پر آسمان سے پتھر برسا دیں گے یہ پتھر مٹی سے بنائے ہوئے ہوں گے (جن کا ترجمہ (کھنگر) کیا گیا ہے) ان پر نشان لگے ہوئے ہوں گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ پتھروں پر نام لکھے ہوئے تھے جس پتھر پر جس کا نام لکھا ہوا تھا وہ اسی پر گرتا تھا یہ مسرفین یعنی حد سے گزر جانے والوں کے لیے تیار کیے گئے ہیں سورۃ العنکبوت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرشتوں نے کہا ﴿اِنَّا مُهْلِكُوْا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾ (بے شک ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں بلاشبہ اس بستی کے رہنے والے ظالم ہیں) جب فرشتوں نے بستی کا نام لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فکر مند ہوئے قال ان فیھا لوطا (کہ اس بستی میں تو لوط علیہ السلام بھی ہیں) فرشتوں نے جواب میں کہا ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا﴾ (ہمیں ان لوگوں کا خوب پتہ ہے جو اس بستی میں ہیں) ﴿لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ﴾ (ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دے دیں گے سوائے اس کی بیوی کے) یہ سورۂ عنکبوت کا مضمون ہے اور یہاں سورۃ الذاریات میں ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (اس بستی میں جو اہل ایمان ہین ان کو ہم نے مجرمین سے علیحدہ کر دیا ہے) یہ لوگ ہمارے علم میں ہیں جو تھوڑے ہی سے ہیں، جس گھر کا تذکرہ فرمایا ہے یہ گھر حضرت لوط علیہ السلام کا تھا جس میں ان کے آل و اولاد تھے جو مومن تھے ہاں ان کی بیوی مسلمان نہ ہوئی تھی، معالم التنزیل میں لکھا ہے یعنی لوطا وابنتیه یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو بیٹیاں تینوں افراد نجات پا گئے اور عذاب سے بچا لیے گئے۔ روح المعانی میں حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ اہل ایمان میں تیرہ افراد تھے اگر اس بات کو لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ باقی دس افراد حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں جمع ہو گئے تھے۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے اور حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ دیا

Marfat.com

کہ آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے کسی حصے میں بستی سے نکل جائیں اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور اپنی بیوی کو ساتھ لے کر نہ جانا اسے بھی وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو دوسرے مجرمین کو پہنچے گا۔ جب یہ حضرات رات کو بستی سے باہر نکل گئے تو سورج نکلتے وقت ان کی قوم کو ایک چیخ نے پکڑ لیا اور ان کا تختہ الٹ دیا گیا یعنی اوپر کا حصہ نیچے کر دیا گیا اور ان پر کھنگر کے پتھر برسا دیئے گئے یہ تینوں عذاب سورۃ الحجر میں مذکور ہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اس علاقہ میں موجود تھے ان کو چیخ نے بھی پکڑا اور زمین کا تختہ بھی الٹ دیا گیا اور جو لوگ ادھر ادھر باہر نکلے ہوئے تھے وہ انہیں پتھروں کی بارش سے ہلاک ہو گئے۔ آخر میں فرمایا ﴿وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ (اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لیے عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں) واقعہ کا تذکرہ عبرت دلانے کے لیے ہے لیکن لوگوں نے ان کی ہلاک شدہ بستیوں کو سیر و سیاحت کی جگہ بنا رکھا ہے۔ ان بستیوں کی جگہ بحر میت کھڑا ہے، لوگ تفریح کے طور پر سفر کرتے ہیں عبرت حاصل نہیں کرتے۔ سارے انسانوں پر لازم ہے کہ سابقہ امتوں کے واقعات سے عبرت لیں اور نصیحت حاصل کریں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا واقعہ سورۂ انعام (۱۰ ع) میں سورۂ ہود (۷ ع) میں اور سورۂ الحجر (۴ ع، ۵ ع) اور سورۃ النمل (۵ ع) اور سورۃ الانبیاء (۵ ع) اور سورۂ الشعراء (۹ ع) اور سورۃ العنکبوت (۳ ع، ۴ ع) میں بھی مذکور ہے۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِن قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنتَصِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٤٦﴾

اور موسیٰ کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ بھیجا، سو فرعون نے اپنی جماعت کے ساتھ روگردانی کی اور کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے سو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، سو ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ ملامت کا کام کرنے والا تھا اور عاد کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر ہوا بھیج دی جو ہر خیر سے خالی تھی، وہ جس چیز پر بھی گزرتی تھی اسے ایسا بنا دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جائے، اور ثمود کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا کہ تھوڑے سے وقت تک نفع حاصل کر لو، سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، للہذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے، سو وہ کھڑے نہ ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے نوح کی قوم کا ایسا ہی حال ہوا بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔

فرعون اور قوم عاد و ثمود کی بربادی کا تذکرہ

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت اور بربادی کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرعون اور عاد اور ثمود کی سرکشی اور ہلاکت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی عبرت ہے ہم نے انہیں کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا یعنی انہیں متعدد معجزات دیئے انہیں دیکھ کر ہر صاحب عقل فیصلہ کر سکتا تھا کہ یہ شخص واقعی اپنے دعوائے نبوت میں سچا ہے اور اس کا حق کی دعوت دینا اور خالق اور مالک جل مجدہ کی توحید اور عبادت کی طرف بلانا حق ہے لیکن فرعون نے حق سے اعراض کیا موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور انہیں جادوگر اور دیوانہ بتا دیا اس نے جو

Marfat.com

یہ حرکت کی یہ اس بنیاد پر تھی کہ اس کے ساتھ اس کی جماعت کے لوگ اور درباری سردار تھے غرور اور تکبر اسے لے ڈوبا وہ بھی ڈوبا اس کے ساتھ اس کے لشکر بھی ڈوبے اس نے ایسی حرکتیں کی تھیں جن کی وجہ سے اس پر ملامت آ گئی، اپنے نفس کی طرف سے بھی مستحق ملامت ہوا اور اپنے عوام کی طرف سے بھی۔

فرعون کی ہلاکت اور بربادی اور ڈوبنے کا قصہ کئی سورتوں میں گزر چکا ہے اور سورۂ نازعات میں بھی آ رہا ہے۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد قوم عاد کی ہلاکت کا تذکرہ فرمایا سورۂ انعام، سورۂ ہود، سورۃ الشعراء اور سورۂ حم سجدہ میں ان کی ہلاکت کا تذکرہ گزر چکا ہے اور سورۂ القمر اور سورۂ الحاقہ میں بھی آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا ان لوگوں نے بڑی سرکشی کی اور کبر اور طاقت کے گھمنڈ میں یہاں تک کہہ گئے ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (ہم سے بڑھ کر طاقت کون ہے) اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت تیز ہوا بھیج دی جو سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی ہوا میں خیر ہوتی ہے جو بارش لے کر آتی ہے لیکن جو ہوا ان میں بھی بھیجی گئی تھی وہ بالکل ہی ہر خیر سے خالی تھی۔ اسی لیے اسے یہاں سورۃ الذاریات میں ﴿الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ﴾ فرمایا، عربی میں عقیم بانجھ کو کہتے ہیں جیسے بانجھ عورت سے کوئی بھی اولاد پیدا نہیں ہوتی اسی طرح عاد کو برباد کرنے والی ہوا میں کچھ بھی خیر نہ تھی۔ سورۃ الحاقہ میں فرمایا کہ جب ہوا چلی تو وہ لوگ ایسے گرے ہوئے پڑے تھے جیسے کھجور کے درخت کے وہ تنے پڑے ہوئے ہوں جو اندر سے خالی ہوں، یہاں سورۃ الذاریات میں اس ہوا کی سختی بتاتے ہوئے فرمایا کہ وہ جس چیز پر بھی گزرتی اسے رمیم یعنی چورا چورا بنا کر رکھ دیتی تھی، جو ہڈیاں گل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں یا گھاس پھونس دبدبا کر گھس پٹ کر بھوسہ بن جائے اس کو رمیم کہا جاتا ہے:

قال صاحب الروح ناقلا عن الراغب: یختص الرم بالفتات من الخشب والتین والرمة بالکسر تختص بالعظم البالی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان کے افراد تو کھجوروں کے تنوں کی طرح گر گئے تھے اور باقی چیزیں (جانور وغیرہ) ریزہ ریزہ ہو گئی تھیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے جثے بھی بعد میں ریزہ ریزہ ہو گئے ہوں یہ ہوا پچھم کی طرف سے آنے والی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نصرت بالصبا واهلکت عاد بالدبور۔ (مشکوٰۃ المصابیح: صفحہ ۱۳۲ عن البخاری)

بادِ صبا کے ذریعہ میری مدد کی گئی (جو خندق کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے بھیج دی تھی) اور دبور کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی، صبا وہ ہوا جو مشرق کی طرف سے چل کر آئے اور دبور وہ ہوا جو مغرب کی طرف سے چل کر آئے۔

اس کے بعد ثمود کی بربادی کا ذکر فرمایا ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے انہوں نے انہیں توحید کی دعوت دی سمجھایا بجھایا لیکن یہ لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے ان کا تذکرہ بھی ان سورتوں میں گزر چکا ہے جن کا حوالہ اوپر دیا گیا۔ بطور معجزہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہاڑ سے اونٹنی برآمد فرمائی تھی اور ان لوگوں کو بتا دیا کہ یہ اونٹنی ایک دن تمہارے کنویں کا پانی پیئے گی اور ایک دن تمہارے مویشی پئیں گے، یہ بات ان لوگوں کو ناگوار ہوئی اور اونٹنی کو قتل کرنے کا مشورہ کیا حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا ﴿تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ﴾ (تم اپنے گھروں میں تین دن تک نفع اٹھا لو) یعنی زندہ رہ لو اور کھا پی لو، اس کے بعد تمہاری بربادی اور ہلاکت ہے۔ ﴿ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ (یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہے بالکل سچا ہے) چنانچہ ان پر عذاب آیا اور انہیں ہلاک کر کے رکھ دیا اس عذاب کو یہاں الصاعقۃ فرمایا اور سورۂ حم سجدہ میں ﴿صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ﴾ سے تعبیر فرمایا ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ صاعقہ ہر عذاب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کا اصل لغوی معنی وہ عذاب ہے جو بجلی کے گرنے یا بادلوں کے گرجنے سے ہو، سورۂ ہود اور سورۂ قمر میں ان کے عذاب کو صیحۃ سے تعبیر فرمایا ہے وہ چیخ کے معنی میں ہے۔ بہر حال ان لوگوں پر تین دن بعد عذاب آیا اور یہ لوگ دیکھتے ہی رہ گئے۔ اسی کو فرمایا ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾ سورۂ ہود میں فرمایا ﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ کہ وہ گھٹنوں کے بل اپنے گھروں میں ایسے گرے کہ گویا کہ وہ ان گھروں میں رہے ہی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو عذاب کو دفع نہیں کر سکے، کسی سے مدد نہیں لے سکے، اللہ تعالیٰ سے انتقام نہیں

Marfat.com

لے سکے۔ وما کانوا منتصرین میں اسی کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت:

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی بربادی کا تذکرہ فرمایا یعنی ان لوگوں سے پہلے قوم نوح بھی عذاب میں گرفتار ہو چکی ہے۔ یہ لوگ بھی فاسق یعنی نافرمان تھے۔ قال فی معالم التنزیل:

''وقوم نوح'' قرا ابو عمرو وحمزة والکسائی ''وقومِ'' بجر المیم ای وفی قوم نوح وقرا الاخرون بنصبها بالحمل علی المعنی وهو ان قوله ''فاخذناه وجنوده فنبذناهم فی الیم'' معناه اغرقناهم کانه۔ واغرقنا قوم نوح ''من قبل'' ای من قبل هٰؤلاء وهم عاد و ثمود و قوم فرعون۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥١﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٥٢﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿٥٤﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾

اور ہم نے آسمان کو قوت کیساتھ پیدا فرمایا اور بیشک ہم وسیع قدرت والے ہیں اور زمین کو ہم نے فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائی ہیں تاکہ تم سمجھو، سو تم اللہ کی طرف دوڑو، بیشک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار نہ دو بیشک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں، اسی طرح اس سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جسے انہوں نے دیوانہ یا جادوگر نہ بتایا ہو، کیا وہ لوگ آپس میں اس بات کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں سو آپ ان کی طرف سے اعراض کیجئے کیونکہ آپ پر کوئی ملامت نہیں، اور نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔

آسمان و زمین کی تخلیق کا ذکر، اور اللہ کی طرف دوڑنے کا حکم

ان آیات میں آسمان و زمین اور دوسری مخلوقات کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور موحد بننے اور توحید پر قائم رہنے کا حکم فرمایا، اولاً آسمان کی تخلیق کا ذکر فرمایا ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ﴾ (اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ پیدا فرمایا) یعنی ہماری قوت اور قدرت بہت زیادہ ہے اپنے ارادہ کے مطابق جو چاہیں کر سکتے ہیں اتنے بڑے آسمان کا پیدا فرمانا ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں ہے یہ وہی بات ہے جو سورۂ قٓ کی آیت ﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ میں مذکور ہے۔ حضرت حسن سے لموسعون کا ترجمہ یہ منقول ہے کہ ہم رزق میں وسعت دینے والے ہیں۔

ثانیاً: زمین کا تذکرہ فرمایا کہ زمین کو ہم نے بچھا دیا سو ہم بہترین بچھانے والے ہیں۔ زمین کے بچھونے پر انسان لیٹتے ہیں سوتے ہیں اسی کو سورۃ الغاشیہ میں فرمایا ﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾ (اور کیا زمین کو نہیں دیکھتے کیسے بچھا دی گئی)۔

ثالثاً: یہ فرمایا کہ ہم نے ہر قسم سے دو دو چیزیں بنائی ہیں۔ حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اس سے متقابلات مراد ہیں یعنی رات دن اور

Marfat.com

شقاوت سعادت اور ہدایت اور ضلالت اور آسمان و زمین اور سیاہی و سفیدی اور صحت اور مرض وغیر ذلک۔ ﴿لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ﴾ (تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) یعنی ہماری ان نعمتوں کو دیکھ کر رب ذوالجلال قادر مطلق کی طرف متوجہ ہو اور اس کی عبادت میں لگو۔

رابعاً: فرمایا ﴿فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ﴾ (سو تم اللہ کی طرف دوڑو) اس کی عبادت کرو اور نافرمانی سے بھی باز رہو۔

خامساً: فرمایا ﴿اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ (کہ اے رسول آپ ان سے فرما دیں کہ میں اللہ کی طرف سے تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں۔

سادساً: فرمایا ﴿وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ﴾ (اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت قرار دو)۔

ثامناً: فرمایا کہ اے رسول تمہارے بارے میں جو کچھ مخالفین کہتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ﴿کَذٰلِکَ مَا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ (اسی طرح ان سے پہلے ان لوگوں کے پاس جو بھی کوئی رسول آیا اس کے بارے میں انہوں نے یہ ضرور کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے (جس طرح ان حضرات نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں)۔

تاسعًا: فرمایا ﴿اَتَوَاصَوْا بِہٖ﴾ (کیا آپس میں ایک قوم نے دوسری قوم کو وصیت کی تھی کہ ہماری طرح تم بھی ایسی ایسی باتیں کرنا) یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو وصیت تو نہیں کی لیکن چونکہ سرکشی میں سب ہی مشترک ہیں اس لیے دورِ حاضر کے مکذبین اور ان سے پہلے معاندین سب ہی کو ان کی طغیانی اور سرکشی نے رسولوں کی تکذیب پر ابھارا اور آمادہ کیا۔

عاشراً: آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا ﴿فَتَوَلَّ عَنْھُمْ﴾ آپ ان کی طرف سے اعراض کریں، آپ کا کام پہنچا دینا ہے آپ نے پہنچا دیا محنت کر لی جو شخص ان میں سے ایمان نہ لائے وہ اس کی شقاوت کی بات ہے ﴿فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ﴾ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ ان کو مسلمان کیوں نہیں بنایا۔

آخر میں وعظ اور نصیحت کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا ﴿وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (اور آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے) یعنی جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان مقدر فرمایا ہے آپ کا نصیحت کرنا ان کے لیے نفع مند ہوگا اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید بصیرت حاصل ہوگی اور یقین میں قوت حاصل ہوگی۔ (ذکرہ صاحب الروح)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِھِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِھِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اور میں نے جن اور انس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں، میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور یہ نہیں چاہتا کہ مجھے کھلائیں، بلاشبہ اللہ وہ ہے جو خوب رزق دینے والا ہے قوت والا ہے، نہایت ہی قوت والا ہے سو بیشک ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا ان کے لیے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ انکے ہم مشربوں کا تھا سو وہ مجھ سے جلدی نہ کریں، سو کافروں کے لیے بڑی خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے وہ بڑا رزق دینے والا ہے کسی سے رزق کا طالب نہیں

یہ پانچ آیات ہیں پہلی آیت میں نہایت واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ ہم نے جنات کو اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ

Marfat.com

میری عبادت کریں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جنہیں عقل اور فہم سے نوازا ہے ان میں فرشتے بھی ہیں اور جنات وانسان بھی ہیں، انسان اور جنات کا اختیار اور اقتدار بھی بہت زیادہ ہے۔ ان دونوں قوموں کے لیے فرمایا کہ ہم نے انہیں صرف اپنی دعبادت کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن ان میں عبادت کرنے والے کم ہیں شر اور شرارت اور سرکشی والے زیادہ ہیں حالانکہ انہی کا سب سے زیادہ فرمانبردار عبادت گزار ہونا لازم ہے ایک طرف تو انہیں متوجہ فرمادیا کہ تم صرف میری عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہو اور دوسری طرف نافرمانی کی سزا بھی بتا دی سورہ ہود میں فرمایا ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ انسانوں اور جنات پر لازم ہے کہ خالق جل مجدہ کی عبادت اختیار کریں۔ فسق اور کفر سے بچیں اور اپنے کو دوزخ میں جانے والا نہ بنائیں۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلائیں اس میں شان بے نیازی کا اظہار فرمایا کہ جس طرح دنیا والے اپنے غلاموں سے کسب اور کمائی چاہتے ہیں اور ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ ہمیں کما کر دیں تا کہ ہمارا رزق کا کام چلے یہ صرف اہل دنیا کی اپنی خواہش اور تقاضے ہیں میں نے جو جن اور انس کو عبادت کا حکم دیا ہے اس میں میرا کوئی فائدہ نہیں میں ان سے رزق کا امیدوار نہیں ہوں۔

پھر فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (بلاشبہ اللہ بہت زیادہ رزق دینے والا ہے وہ قوت والا ہے اور نہایت ہی قوت والا ہے) وہی سب کو رزق دیتا ہے اور خوب زیادہ رزق دیتا ہے وہ قوت والا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی قوت والا نہیں پھر بھلا وہ بندوں سے رزق کا کیا امیدوار ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد ظالموں کے عذاب کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ظالموں کے لیے عذاب کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ان سے پہلے ان جیسے لوگوں کا حصہ تھا لہٰذا عذاب آنے کی جلدی نہ مچائیں کفر کے باعث ان پر عذاب آنا ہی آنا ہے۔ دیر لگنے کی وجہ سے عذاب سے چھٹکارہ نہ ہوجائے گا۔

لفظ ذنوب بھرے ہوئے ڈول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے بطور استعارہ یہاں نصیب کے معنی میں آیا ہے۔ آخر میں فرمایا ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾ (سو کافروں کے لیے بڑی خرابی ہے اس دن کے آنے سے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے) بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے بدر کا دن مراد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ قیامت کا دن مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب

وقد انتهى تفسير سورة الذاريات بفضل المليك الحنان المنان والصلوٰة والسلام على رسوله سيد الانسان والجان وعلى من تبعه باحسان الى يوم يدخله فيه المومنون الجنان ويجارون من عذاب النيران

Marfat.com

آیاتها ۴۹ ۵۲ سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ ۷۶ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الطور مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انچاس آیات اور دو رکوع ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵
وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ
مَوْرًا ۝۹ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲
يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝۱۳ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۴ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ
اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۱۵ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶

قسم ہے طور کی اور کتاب مسطور کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اور بیت معمور کی، اور سقف مرفوع کی، اور بحر مسجور کی، بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے، اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں، جس دن آسمان تھر تھرانے لگے گا اور پہاڑ چل پڑیں گے، سو اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لیے جو بیہودگی میں لگے رہتے ہیں، جس دن انہیں دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دیئے جائیں گے، یہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے، کیا یہ جادو ہے یا تم نہیں دیکھتے، اس میں داخل ہو جاؤ صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تمہارے حق میں، تمہیں انہی اعمال کی جزا دی جاوے گی جو تم کیا کرتے تھے

قیامت کے دن منکرین کی بدحالی، انہیں دھکے دے کر دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض ایسی چیزوں کی قسم کھائی ہے جن کی بڑی اہمیت ہے، اس کے بعد فرمایا ہے کہ بیشک آپ کے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے، قیامت کو جھٹلانے والے اس کے وقوع کے منکر ہیں، ان کے شک اور انکار کو رد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار قسمیں کھائی ہیں، سورۃ الذاریات کا افتتاح اور سورۃ النازعات کی ابتداء بھی اسطرح سے ہے، ان آیات میں اولاً طور پہاڑ کی قسم کھائی یہ وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا، اس کے بعد کتاب مسطور کی قسم کھائی مسطور بمعنی مکتوب ہے یعنی لکھی ہوئی کتاب، صاحب روح المعانی نے اس کی تفسیر میں چند اقوال نقل کیے ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے بندوں کے اعمال نامے مراد ہیں جو قیامت کے دن کسی کو داہنے ہاتھ میں اور کسی کو بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور بعض حضرات نے اس سے قرآن کریم مراد لیا ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے لوح محفوظ مراد ہے، کتاب مسطور کی صفت بتاتے ہوئے ﴿فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ﴾ فرمایا "رق" جلد رقیق یعنی پتلے چمڑے کو کہا جاتا ہے جب دنیا میں کاغذ نہیں تھے تو اس میں لکھا کرتے تھے اور منشور کا معنی ہے کھلی ہوئی چیز، جن حضرات نے کتاب مسطور سے اعمال نامے مراد لیے ہیں ان کے قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ سورۃ الاسراء میں اعمال ناموں کے بارے میں ﴿وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا﴾ فرمایا ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد بیت معمور کی قسم کھائی شب معراج میں اسے رسول اللہ ﷺ نے عالم بالا میں دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا یہ بیت معمور ہے اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جب اس سے نکل کر واپس جاتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ کبھی نہیں آتی۔ (صحیح مسلم صفحہ ۹۴ ج ۱)

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آسمان میں بیت المعمور کی حرمت وہی ہے جو زمین میں کعبہ معظمہ کی حرمت ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں اور اس میں نماز پڑھتے ہیں پھر کبھی ان کے دوبارہ داخل ہونے کی نوبت نہیں آتی۔

اس کے بعد فرمایا السقف المرفوع یعنی بلند چھت کی قسم ہے۔ روح المعانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے عرش الٰہی مراد ہے جو جنت کی چھت ہے۔

اس کے بعد ﴿الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ کی قسم کھائی جس کا ترجمہ ہے ''وہ سمندر جو دہکایا گیا'' یعنی خوب اچھی طرح تنور کی طرح جلایا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر منقول ہے سورۃ التکویر میں قیامت کے دن کے احوال میں ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ جو فرمایا ہے اس کی تفسیر میں مفسرین نے سجرت یعنی اُوْقِدَتْ لکھا ہے جب سمندروں کو جلایا جائے گا اور البحر المسجور کا یک ترجمہ البحر المملوء یعنی بھرا ہوا سمندر بھی کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سمندر کا سفر صرف وہ آدمی کرے جو حج یا عمرہ کے لیے یا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے روانہ ہو کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۳۳۷: ج ۱)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے چند امور کی قسم کھائی ہے اول کوہ طور کی قسم کھائی جو وادی مقدس ہے پھر کتاب مستور کی قسم کھائی جس میں بندوں کے اعمال درج ہیں اس کے بعد بیت المعمور کی قسم کھائی جو فرشتوں کے طواف کی جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول ہونے کا مقام ہے پھر السقف المرفوع کی قسم کھائی جو فرشتوں کے رہنے کی جگہ ہے وہاں سے آیات نازل ہوتی ہیں اور جنت بھی وہیں ہے پھر البحر المسجور کی قسم کھائی جو آگ کی جگہ ہے۔

ان قسموں کے بعد فرمایا ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ (بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے) ﴿مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾ (اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں) یہ جواب قسم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پیدا فرمایا ہے جو عظیم الشان ہیں اور کائنات میں بڑی چیزیں ہیں اس کی قدرت سے یہ باہر نہیں ہے کہ صالحین کو ثواب اور منکرین کو عذاب دینے کے لیے قیامت قائم کرے، جب قیامت قائم ہوگی تو اسے کوئی بھی دفع کرنے والا نہیں ہوگا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تا کہ رسول اللہ ﷺ سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کروں (اس وقت یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے) میں آپ کے قریب پہنچا تو آپ مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور مسجد کے باہر آپ کی آواز آرہی تھی میں نے والطور سے لے کر ﴿مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾ تک آپ کی قرأت سنی تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے میرا دل پھٹا جارہا ہے، میں عذاب نازل ہونے کے ڈر سے مسلمان ہو گیا۔ میں ایسا خوفزدہ ہوا کہ یوں سمجھنے لگا کہ گویا یہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی عذاب میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ (معالم التنزیل ۷ ۳۳ ج ۴)

اس کے بعد قیامت کے بعض احوال بیان فرمائے ﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا﴾ (جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا) ﴿وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا﴾ (اور پہاڑ چل پڑیں گے) یعنی اپنی جگہ چھوڑ کر روانہ ہو جائیں گے اس کو سورہ تکویر میں یوں فرمایا ﴿وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾ اور سورہ نمل میں فرمایا ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ (اور تو پہاڑوں کو دیکھ کر خیال کر رہا ہے کہ وہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں اور حال یہ ہوگا کہ بادلوں کی طرح گزریں گے)۔

اور سورۃ الواقعہ میں فرمایا ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾ (اور جس دن زمین کو سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ سو وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے)۔

Marfat.com

اس کے بعد جھٹلانے والوں کی بدحالی بیان فرمائی ﴿فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (سو اس دن بڑی خرابی ہے یعنی بربادی ہے اور عذاب میں گرفتاری ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں) ﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ﴾ (جو بیہودہ باتوں میں گھسے ہوئے ہیں اور اس شغل کو انہوں نے کھیل کے طور پر اختیار کر رکھا ہے) صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں۔ یخوضون فی الباطل یلعبون غافلین لاهین یعنی یہ لوگ باطل چیزوں میں گھستے ہیں حق کے خلاف بولتے ہیں اور مشورے کرتے ہیں، غافل ہیں اپنے شغل کو کھیل بنا رکھا ہے۔ ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾ یہاں ان کا یہ حال ہے اور قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا کہ جب دوزخ کے قریب لے جائیں گے تو فرشتے انہیں دھکے دے دے کر اس میں داخل کر دیں گے ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں گے اور موڑ توڑ کر سروں کو قدموں سے ملا دیا ہوگا۔

سورۃ الرحمٰن میں ہے ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ (یہ وہ آگ ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے رہے) جب تمہارے سامنے اللہ کے رسول ﷺ حق کی دعوت پیش کرتے تھے اور قیامت قائم ہونے کی خبر دیتے تھے اور معجزات پیش کرتے تو تم کہتے تھے کہ انہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ ﴿اَفَسِحْرٌ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ﴾ اب یہ دوزخ تمہارے سامنے ہے کیا یہ جادو ہے؟ اب بھی دیکھ رہے ہو یا نہیں؟

قال صاحب الروح ای ام انتم عمی عن المخبر به کما کنتم فی الدنیا عمیا عن الخبر ان سے مزید کہا جائے گا ﴿اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا﴾ (تم اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ پھر چاہے صبر کرو یا نہ کرو) ﴿سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ﴾ (تمہارے لیے دونوں چیزیں برابر ہیں) نہ صبر سے عذاب دفع ہوگا اور نہ بے صبری سے، دنیا میں جو مصیبت پر صبر کرنے سے کبھی کبھی تکلیف دور ہو کر آرام مل جاتا تھا یہاں وہ بات نہیں ہے۔

﴿اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے کسی قسم کا کوئی ظلم نہ ہوگا)۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝۱۷ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۸ كُلُوْا
وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝۲۰ وَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ
شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۲۲
يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝۲۳ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ
مَّكْنُوْنٌ ۝۲۴ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۲۵ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝۲۶
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝۲۷ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝۲۸

بیشک متقی لوگ باغوں میں اور نعمتوں میں ہونگے، جو کچھ ان کے رب نے انہیں دیا ہوگا خوشی کے ساتھ اس میں مشغول ہونگے، اور انکا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال کے بدلہ جو تم کیا کرتے تھے یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر بچھے ہوئے ہونگے اور ہم گورے رنگ والی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے ان کا بیاہ کر دیں گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا تو ہم ان کی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دینگے اور

Marfat.com

ان کے عمل میں سے کوئی چیز بھی کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس ہوگا، اور ہم ان کو میوے اور گوشت بڑھا کر دیتے رہیں گے جس کی انہیں خواہش ہوگی، وہ اس میں جام کی چھینا جھپٹی کریں گے، نہ اس میں کوئی لغو بات ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات، اور ایسے لڑکے ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں، اور یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں گے، وہ کہیں گے کہ بیشک ہم پہلے اپنے اہل و عیال میں رہتے ہوئے ڈرا کرتے تھے سو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں دوزخ سے بچا لیا بلاشبہ ہم پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے، بیشک وہ بڑا محسن ہے مہربان ہے

متقی بندوں کی نعمتوں کا تذکرہ، حور عین سے نکاح آپس میں سوال و جواب

تکذیب کرنے والوں کی سزا کا تذکرہ فرمانے کے بعد متقیوں کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا اول تو یہ فرمایا کہ تقویٰ والے بندے باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے ان میں ان کا رہنا فرحت اور لذت کے ساتھ ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں انہیں عطا ہوں گی ان میں مشغول رہیں گے اور محظوظ ہوتے رہیں گے، ان پر جو نعمتوں کا انعام ہوگا دائمی ہوگا اور ہمیشہ کے لیے انہیں دوزخ سے محفوظ کر دیا جائے گا، ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم دنیا میں جو نیک عمل کرتے تھے ان کے بدلے خوب کھاؤ پیو، یہ کھانا پینا تمہارے لیے مبارک ہے اس سے کوئی تکلیف نہ ہوگی اور کھانے پینے سے دنیا میں جو شکایتیں پیدا ہو جاتی تھیں ان میں سے کوئی بات بھی پیش نہیں لائے گی کھانا بھی مبارک، پینا بھی مبارک ہر طرح سے خیر ہی خیر ہوگی۔

متقی حضرات کی نعمتیں بتاتے ہوئے مزید فرمایا کہ یہ لوگ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو برابر قطار میں بچھے ہوئے ہوں گے، سورۃ الدخان میں اور سورۃ الواقعہ میں بھی فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ یہ تخت قطار سے بھی لگے ہوئے ہوں گے اور آمنے سامنے بھی ہوں گے۔ اس کے بعد زوجیت کی نعمت کا تذکرہ فرمایا، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کے جوڑے کے لیے حضرت حواء کو پیدا فرمایا پھر ان دونوں سے نسل چلی اور دنیا میں زن و شوہر کا نظام چلتا رہا چونکہ فطری طور پر انسانوں میں اس بات کی اشتہاء رہتی ہے کہ انس والفت کے لیے بیویاں بھی ساتھ ہوں اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہاں بھی اہل جنت کے جوڑے بنا دیئے جائیں گے دنیا والی عورتیں بھی ان کے پاس ہوں گی اور نئی مخلوق میں سے حور عین بھی ان کی زوجیت میں دیدی جائے گی، لفظ، حور حوراء کی جمع ہے جس کا ترجمہ گورے رنگ والی عورت کیا گیا ہے اور عین عیناء کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے بڑی آنکھوں والی عورت۔

اہل ایمان کی ذریت

اس کے بعد ایک مزید انعام کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ اہل ایمان جو جنت میں جائیں گے ان کی ایمان والی ذریت یعنی اہل و اولاد بھی جنت میں ان کے درجات میں پہنچا دی جائے گی اگرچہ وہ لوگ یعنی اہل و اولاد اعمال کے اعتبار سے اپنے آباء سے کم ہوں، بڑوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے چھوٹوں کو بھی ان کا درجہ دے دیا جائے گا اور یہ جو کچھ دیا جائے گا محض انعام اور فضل ہوگا۔ بڑوں کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہ کی جائے گی، ان کا پورا پورا اجر اور انعام دیتے ہوئے ان کی ذریت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہوگی۔

روح المعانی میں بحوالہ مستدرک حاکم اور سنن بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مومن بندوں کی ذریت کو اسی کے درجہ میں بلند فرما دے گا اگرچہ اس سے عمل میں کم ہوں تا کہ اہل ایمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اس کے بعد آیت بالا تلاوت فرمائی۔

اس کے بعد بحوالہ طبرانی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص جنت میں داخل ہو جائے گا تو وہ اپنے ماں باپ بیوی اور اولاد کے بارے میں سوال کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جواب میں کہا جائے گا کہ وہ عمل کے اعتبار سے تیرے درجہ کو

Marfat.com

نہیں پہنچے اس پر وہ دعا کرے گا تو اللہ پاک کی طرف سے حکم ہوگا کہ انہیں بھی اسی کا درجہ دے دیا جائے۔

اس کے بعد اہل ایمان کے ایک اور انعام کا تذکرہ فرمایا، ارشاد ہے:

﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ (اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہوگا بڑھا کر دیتے رہیں گے) اس میں اہل جنت کو فاکھۃ یعنی میوے پیش کیے جانے کا تذکرہ فرمایا ہے سورۃ الزخرف میں فرمایا ﴿لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ (تمہارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں تم کھا رہے ہو) اور سورۃ مرسلات میں فرمایا ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ (پرہیز گار لوگ سایوں میں اور چشموں اور مرغوب میووں میں ہوں گے) اور سورہ واقعہ میں فرمایا ﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ (اور وہ میوے جن کو وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا) سورہ واقعہ میں فرمایا کہ ان کے لیے ایسے میوے ہوں گے جن کو وہ خود اپنے اختیار سے چن چن کر کھائیں گے اور سورۃ المرسلات میں ﴿وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ فرمایا جس میں یہ بتا دیا کہ جن میووں کی خواہش ہوگی ان میں سے کھائیں گے، سورۃ الطور میں ﴿وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ فرمایا جس میں مطلق لحم (گوشت) مذکورہ ہے اور سورۃ واقعہ میں ﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ فرمایا دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ پرندوں کے علاوہ بھی دوسری انواع کے گوشت بھی ہوں گے اور جو بھی نعمت وہاں پیش کی جائے گی مرضی کے مطابق پیش کی جائے گی دنیا میں بعض چیزیں خلاف طبیعت اور خواہش کے خلاف کسی مجبوری کی وجہ سے کھانی پڑتی ہیں وہاں ایسا نہ ہوگا۔

جام کی چھینا جھپٹی:

اس کے بعد اہل جنت کے جام پینے کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا ﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾ (کہ یہ لوگ جنت میں دل لگی کے طور پر آپس میں جام شراب کی چھینا جھپٹی کریں گے) وہاں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی یہ چھینا جھپٹی بطور دل لگی کے ہوگی۔ کاس بھرے ہوئے جام کو کہا جاتا ہے یہ جام خوب بھرے ہوئے ہوں گے جنہیں سورہ نباء میں و کاسا دھاقا سے تعبیر فرمایا ہے اور ہر شخص کے لیے وقت کی خواہش کے مطابق بھرے ہوئے ہوں گے اس کو سورۃ دھر میں ﴿قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا﴾ میں بیان فرمایا ہے۔ ان جاموں میں تسنیم زنجبیل کافور کی آمیزش ہوگی۔ اس شراب کو پینے کی وجہ سے نشہ نہیں آئے گا اسی کو ﴿لَا لَغْوٌ فِيْهَا﴾ میں بیان فرمایا۔ دنیا میں شراب پی کر نشہ آجاتا ہے اور اول فول بکتے ہیں اور بیہودہ باتیں کرتے ہیں وہاں کی شراب میں یہ بات نہ ہوگی۔ یہ شراب چونکہ بطور انعام ملے گی اور اس میں نشہ بھی نہ ہوگا (جو دنیا میں اس کے حرام ہونے کا سبب ہے) اس لیے اس کے پینے میں کوئی گناہ بھی نہ ہوگا جسے ﴿وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾ فرما کر بیان فرما دیا۔

مذکورہ بالا شراب کے لانے والے اور پیش کرنے والے نوعمر لڑکے ہوں گے۔ ارشاد فرمایا ﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ﴾ (اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے)۔ ﴿كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ (جو خوبصورتی اور رنگت کی صفائی ستھرائی میں ایسے ہونگے جیسے محفوظ رکھا ہوا چھپا ہوا موتی ہو) سورۃ الدھر میں فرمایا ﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾ (اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اے مخاطب! اگر تو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے جیسے بکھرے ہوئے موتی ہوں) ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ (اور اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال و جواب کریں گے) (آپس میں یہ پوچھیں گے کہ کہو بھئی یہاں آنے کا کیا سبب بنا اور ہم لوگ یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وجہ تو سبھی کو معلوم ہوگی لیکن پرانی باتیں یاد کرنے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور انعام الٰہی یاد کرنے کی تجدید کے لیے سوال کریں گے اور جواب میں مشغول ہوں گے۔

جن سے سوال ہوگا ان کا جواب یوں نقل فرمایا ﴿قَالُوْا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ﴾ وہ جواب دیں گے بے شک ہم اس سے

Marfat.com

پہلے جو اپنے گھر اور اہل و عیال میں رہتے تھے وہ ہمارا رہنا اور بسنا ڈرتے ڈرتے تھا۔ یعنی ہم ڈرتے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہ ہو جائے جو اس کی ناراضگی کا سبب بنے آخرت کی پیشی اور محاسبہ و مواخذہ کی فکر تھی اس مضمون کو سورۃ الحاقہ میں یوں بیان فرمایا ﴿اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَابِیَهۡ﴾ (مجھے یقین تھا کہ میرا حساب میرے سامنے آئے گا) آخرت کا یقین اور وہاں کے لیے فکر مند ہونا یہی مومن کی اصل پونجی ہے جسے یہ دولت مل گئی وہ وہاں پار ہو جائے گا۔

﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیۡنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوۡمِ﴾ (سو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور دوزخ کے عذاب سے بچا لیا) مومن آدمی جتنا بھی عمل کرے اسے اپنے ہنر کا کمال نہیں سمجھتا ہے۔ دل کی گہرائی سے وہ یہی جانتا اور مانتا ہے کہ اعمالِ صالحہ ایمان اور تقویٰ پرہیزگاری اور آخرت کی فکر یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا انعام ہے اس نے جنت میں بھی داخل فرمایا اور دوزخ کے عذاب سے بھی بچایا۔

شکر خدا کن کہ موفق شدی بخیر
زفضل و انعامش معطل نہ گزاشتت

﴿اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلُ نَدۡعُوۡهُ﴾ (بے شک ہم دنیا میں اللہ کو پکارتے تھے اور اس سے دعائیں کیا کرتے تھے) اس لیے ہماری دعائیں قبول فرمائیں۔

﴿اِنَّهٗ هُوَ الۡبَرُّ الرَّحِیۡمُ﴾ (واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے) اسی کے احسان اور اسی کی مہربانی کی وجہ سے ہم یہاں پہنچے ہیں۔ ﴿فللّٰه المنة ومنه النعمة۔﴾

فَذَکِّرۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ ﴿٢٩﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیۡبَ
الۡمَنُوۡنِ ﴿٣٠﴾ قُلۡ تَرَبَّصُوۡا فَاِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُتَرَبِّصِیۡنَ ﴿٣١﴾ اَمۡ تَاۡمُرُهُمۡ اَحۡلَامُهُمۡ بِهٰذَاۤ اَمۡ هُمۡ
قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ ﴿٣٢﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلۡ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿٣٣﴾ فَلۡیَاۡتُوۡا بِحَدِیۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ کَانُوۡا
صٰدِقِیۡنَ ﴿٣٤﴾ اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿٣٥﴾ اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ بَلۡ
لَّا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿٣٦﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمۡ هُمُ الۡمُصَیۡطِرُوۡنَ ﴿٣٧﴾ اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ یَّسۡتَمِعُوۡنَ
فِیۡهِ ۚ فَلۡیَاۡتِ مُسۡتَمِعُهُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿٣٨﴾ اَمۡ لَهُ الۡبَنٰتُ وَلَکُمُ الۡبَنُوۡنَ ﴿٣٩﴾ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ
مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴿٤٠﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَیۡبُ فَهُمۡ یَکۡتُبُوۡنَ ﴿٤١﴾ اَمۡ یُرِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا ؕ فَالَّذِیۡنَ
کَفَرُوۡا هُمُ الۡمَکِیۡدُوۡنَ ﴿٤٢﴾ اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿٤٣﴾

سو آپ سمجھاتے رہیں کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں، کیا یہ لوگ یوں کہتے رہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کی موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ فرما دیجئے انتظار میں رہو سو بیشک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ کیا ان کی عقلیں انہیں اس کا حکم دے رہی ہیں یا یہ ایسے لوگ ہیں جو سرکش ہیں کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے بات بنالی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے، سو اس طرح کا کوئی اور کلام لے آئیں اگر سچے ہیں، کیا وہ کسی خالق کے بغیر پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود پیدا کرنیوالے ہیں، کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے، کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ غلبہ والے ہیں یا کیا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس سے باتیں سنتے ہیں، سو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل لے

Marfat.com

آئے، کیا اس کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لیے بیٹے ہیں، کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں سو وہ تاوان سے گراں بار ہو رہے ہیں، کیا ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھ لیتے ہیں، کیا وہ لوگ کسی برائی کا ارادہ رکھتے ہیں سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے، کیا ان کا کوئی معبود ہے اللہ کے سوا، اللہ پاک ہے اس چیز سے جو یہ شرک کرتے ہیں۔

منکرین اور معاندین کی باتوں کا تردید

ان آیات میں ابتدائی خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے پھر اسی ذیل میں اہل مکہ سے سوال و جواب ہے گویا آپ کے واسطہ سے ان لوگوں سے بات ہو رہی ہے ارشاد فرمایا کہ آپ نصیحت حق فرماتے رہیں دشمنوں کی باتوں کی طرف دھیان نہ دیں یہ لوگ آپ کو کاہن اور دیوانہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل و انعام ہے آپ نہ کاہن ہیں نہ دیوانہ ہیں، نیز ان منکرین کا کہنا یہ بھی ہے کہ آپ شاعر ہیں اور ساتھ ہی یوں بھی کہتے ہیں کہ ہمیں انتظار ہے کہ ان کی موت کا حادثہ ہو جائے تا کہ ان سے ہمارا چھٹکارا ہو جائے اور ہم سے جو خطاب کرتے ہیں اور اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں وہ بند ہو جائے جیسے بہت سے شاعر دنیا میں آئے شاعری کی اور دنیا سے گزر گئے ان کا بھی یہی حال بننے والا ہے نہ ان کا کوئی ماننے والا رہے نہ جاننے والا نہ ان کی راہ پر چلنے والا، ارشاد فرمایا ﴿قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ﴾ (آپ فرما دیجئے کہ تم لوگ انتظار کرتے رہو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں) دیکھو تمہارا کیا حال بنتا ہے اور حق قبول کرنے سے پہلوتہی کرنے پر کیسے عذاب میں مبتلا ہوتے ہو، میری محنتوں کا انجام فلاح اور کامیابی ہے اور تمہارا انجام ناکامی، بربادی اور ہلاکت ہے۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ اس سے مشرکین کا غزوہ بدر میں مقتول ہونا مراد ہے۔

پھر فرمایا کہ آپ ان سے پوچھ لیجئے کیا ان کی عقلیں ان کو یہ بتا رہی ہیں کہ شرک میں مبتلا رہیں جو باطل چیز ہے اور دعوت توحید کو قبول نہ کریں جو حق ہے، اپنی عقلوں کو بہت بڑی سمجھتے ہیں حالانکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ باطل کو ترک کریں اور حق کو قبول کریں اگر غور و فکر کرتے تو حق کو نہ ٹھکراتے، وہاں تو بس شر ہے اور شرارت ہے اسی کو اپنائے ہوئے ہیں۔

پھر فرمایا کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ قرآن انہوں نے خود ہی بنا لیا ہے اور اپنی طرف سے بنا کر یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے ان کا یہ قول شرارت پر مبنی ہے۔ ایمان نہیں لاتے ایسی باتیں کر کے دور ہوتے چلے جاتے ہیں یہ لوگ عربی جانتے ہیں فصیح و بلیغ ہونے کے دعویدار ہیں اگر اپنی بات میں سچے ہیں تو اس جیسا کلام بنا کر لے آئیں، ان کو چیلنج کیا جا چکا ہے کہ قرآن جیسی ایک سورت بنا کر لے آئیں لیکن نہیں لائے اور نہ لا سکیں گے ﴿لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ منکرین قرآن پر یہ بہت بڑی مار ہے ڈیڑھ ہزار سال سے چیلنج ہے، کوئی بھی آج تک اس کے مقابلہ میں کچھ نہ کر کے لا سکا اور نہ لا سکے گا۔

پھر فرمایا ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ (کیا یہ لوگ یوں ہی بغیر خالق کے پیدا کر دیئے گئے ہیں) ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے انہیں خود اقرار ہے کہ ہمارا خالق ہے اور ہم مخلوق ہیں اگر یوں کہیں کہ ہمارا کوئی خالق نہیں تو پھر بتائیں یہ کیسے پیدا ہوئے کیا انہوں نے اپنی جانوں کو خود پیدا کر لیا، ظاہر ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے کیونکہ جو شخص موجود نہ ہو نہ اپنی ذات کو پیدا کر سکتا ہے نہ اور کسی کو، جب مخلوق ہیں تو اپنے خالق پر ایمان بھی لائیں اس کی توحید کا بھی اقرار کریں اور اس پر ایمان بھی لائیں۔

﴿أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ﴾ (کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے)۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی انہوں نے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا، ان چیزوں کو بھی اسی نے پیدا فرمایا جس نے ان لوگوں کو پیدا کیا، یہ سب باتیں ظاہر ہیں۔ ﴿بَلْ لَا يُوقِنُونَ﴾ (بلکہ ان باتوں کو جانتے اور مانتے ہوئے یقین نہیں کرتے) کفر اور شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

پھر فرمایا ﴿أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ﴾ (کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں) اگر ان کے پاس رحمت الٰہیہ کے

Marfat.com

خزانے ہوتے تو جسے چاہتے نبوت دے دیتے۔

اس آیت میں مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ اگر نبی اور رسول بنانا ہی تھا تو محمد بن عبداللہ کو کیوں بنایا مکہ معظمہ اور طائف میں بڑے بڑے مالدار اور سردار پڑے ہیں ان میں سے کسی کو نبوت ملنا چاہیے تھا بطور سوال ان کا جواب دے دیا (جو استفہام انکاری کے طور پر ہے)۔

﴿اَمۡ هُمُ الۡمُصَۜيۡطِرُوۡنَ﴾ کیا ان کے پاس حکومت اور طاقت اور ایسا غلبہ ہے کہ اپنے اختیار سے کسی کو نبوت دلا دیں جب یہ دونوں باتیں نہیں ہیں تو انہیں کیا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول کی رسالت پر اعتراض کریں اور اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو نبوت ملنے کے لیے پیش کریں۔

سورۃ الانعام میں فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (اللہ خوب جانتا ہے جہاں چاہے کر دے اپنی رسالت کو)۔

پھر فرمایا ﴿اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ يَّسۡتَمِعُوۡنَ فِيۡهِ﴾ (کیا ان کے پاس زینہ ہے جس میں وہ باتیں سنتے ہیں)۔ ﴿فَلۡيَاۡتِ مُسۡتَمِعُهُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ﴾ (سو ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل لے کر آئے) علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ای حجة بینة ان هذا الذی هم علیه حق مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب پیش کرتے ہیں، اس کا کتاب اللہ ہونا تو اسی سے ثابت ہو گیا کہ تم اس جیسی کتاب بنا کر لانے سے عاجز ہو، اب تم اپنے دین کو حق ثابت کرو اس کو ثابت کرنے کے لیے کوئی واضح دلیل ہونی لازمی ہے وہ کون سا زینہ ہے جس پر چڑھ کر تمہارا کوئی شخص اپنے دین کے حق ہونے کی حقانیت معلوم کر چکا ہے۔ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ بطریق وحی کلام حاصل کرتے ہیں پھر تمہیں سناتے ہیں اور حق کی تبلیغ کرتے ہیں اور دلائل پیش کرتے ہیں تم بھی دلیل پیش کرو۔

پھر فرمایا ﴿اَمۡ لَهُ الۡبَنٰتُ وَلَكُمُ الۡبَنُوۡنَ﴾ (کیا اس کے لیے بیٹیاں اور تمہارے لیے بیٹے ہیں) قریش مکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرتے تھے اور فرشتوں کو بنات اللہ کہتے تھے اور جب ان کے سامنے ان کے اپنے ہاں بیٹیاں پیدا ہونے کی بات آتی تھی تو اس کو برا مانتے تھے، اس آیت میں ان کی بیوقوفی بتا دی کہ جس چیز کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو اسے اللہ کے لیے تجویز کرتے ہو، جن لوگوں کی سمجھ کا یہ حال ہے کیا انہیں یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کریں کہ ہماری سمجھ کے مطابق کسی کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا، نیز یہ لوگ وقوع قیامت کا انکار کرتے ہیں یہ بھی ان کی بیوقوفی ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

سفه احلامهم توبیخالهم وتقریعا ای اتضیفون الی الله البنات مع انفتکم منهن ومن کان عقله هکذا خلا یستعدمنه انکالی البعث۔

پھر فرمایا ﴿اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ﴾ (کیا آپ ان سے کسی معاوضہ کا سوال کرتے ہیں ان پر اس تاوان کی ادائیگی بھاری پڑ رہی ہے) اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان لے آئے تو کیا کچھ دینا پڑے گا تو یہ ان کا غلط خیال ہے ان کو دنیا سے ذرا سا بھی سوال نہیں اور ان کے آخرت کے نفع کے لیے ان کو ایمان و اعمال صالحہ کی دعوت دی جا رہی ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایمان سے منہ موڑیں۔ قال فی معالم التنزیل اثقلهم ذلك المغرم الذی تسالهم فمنعهم ذلك عن الاسلام۔

﴿اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ﴾ یعنی یہ جو کہہ رہے ہیں کہ ہمیں انتظار ہے کہ محمد ﷺ موت کے حادثہ میں دنیا سے رخصت ہو جائیں گے جسے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ان کی اس بات کی بنیاد کیا ہے کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے اور انہیں پتہ ہے کہ داعی اسلام ﷺ کی موت ہمارے سامنے ہوگی اور یہ خود اس کے بعد زندہ رہیں گے اور آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ نہ یہ رہے گا اور نہ ان کا دین رہے گا۔ (ذکرہ القرطبی)

پھر فرمایا ﴿اَمۡ يُرِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ؕ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ﴾ (کیا وہ لوگ بری تدبیر کا ارادہ رکھتے ہیں سو جن لوگوں نے کفر کیا وہ خود ہی تدبیر کی زد میں آنے والے ہیں)۔

Marfat.com

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آیت بالا نازل ہونے کے کئی سال بعد اس پیشن گوئی کا ظہور ہوا جس کا اس آیت میں اظہار فرمایا ہے، مشرکین مکہ مشورہ لے کر بیٹھے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا کریں اس پر تین باتیں آئیں جن کو سورہ انفال کی آیت کریمہ ﴿وَ اِذْ یَمْکُرُبِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ میں بیان فرمایا ہے ان لوگوں کی سب تدبیریں دھری رہ گئیں اور رسول اللہ ﷺ صحیح سلامت مدینہ منورہ پہنچ گئے آپ کا مدینہ منورہ تشریف لانا غزوہ بدر کا سبب بنا اور غزوہ بدر میں قریش مکہ میں سے ستر افراد مقتول ہوئے جن میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی تھے مکر اور تدبیر والے خود ہی مکر کی زد میں آگئے۔ (روح المعانی صفحہ ۲۹ ج ۲۷)

هم المكيدون اى الذين يلحق بهم كيدهم ويعود عليهم و باله لا من ارادو ان يكيدوه و كان وباله فى حق اولئك قتلهم يوم بدر فى السنة الخامسة عشر من النبوة۔

﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ﴾ کیا ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی معبود ہے۔ ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ (اللہ اس سے پاک ہے جو وہ شرک کرتے ہیں)۔

وَ اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ كَیْدُهُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

اور اگر وہ آسمان سے کسی ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو کہیں گے کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے، سو آپ انہیں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات کریں جس میں وہ بے ہوش ہو جائیں گے، جس دن ان کی کوئی تدبیر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور ان کی کچھ بھی مدد نہ کی جائیگی، اور بلاشبہ جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے عذاب ہے اس سے پہلے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے، سو بے شک آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کی تسبیح اور حمد کیجئے اور رات کے حصہ میں بھی اس کی تسبیح بیان کی جائے، اور ستاروں کے چھپنے کے بعد بھی۔

قیامت کے دن منکرین کی بدحالی اور بدحواسی

ان آیات میں معاندین کی بدحالی اور سرکشی بتائی ہے اور رسول اللہ ﷺ کو صبر کی تلقین فرمائی ہے اور آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی سرکشی کا یہ حال ہے کہ اگر آسمان کا ٹکڑا اوپر سے گرتا ہوا دیکھیں جو ان کو عذاب دینے کے لیے گرتا چلا آرہا ہو تب بھی متاثر نہ ہوں گے اور ایمان نہ لائیں گے۔ حالانکہ خود ہی ایمان لانے کی شرطوں میں آسمان کا ٹکڑا گرنے کی بھی شرط لگائی تھی حیث قالوا ﴿اوتسقط السمآء كما زعمت علينا كسفا﴾ اور یوں کہیں گے کہ ابھی یہ نہ تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہے اور نہ ہی ان کے کہنے سے اتر رہا ہے بلکہ یہ تو بادل ہے۔ بادل پر بادل جم کر موٹا ہو جاتا ہے اور اوپر پہنچے ہوجاتا ہے نہ یہ کوئی عذاب کی بات ہے اور نہ آپ کی نبوت کا معجزہ ہے۔ (العیاذ باللہ)

سورۃ الحجر میں ان کے اسی عناد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ﴾

(اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت اس میں چڑھ جائیں، تب بھی یوں کہہ دیں گے

Marfat.com

ہماری نظر بندی کر دی گئی تھی بلکہ ہم لوگوں پر تو جادو کر رکھا ہے)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرمایا ﴿فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ﴾ (آپ ان کو چھوڑیں ان کی طرف التفات نہ فرمائیں یہاں تک کہ وہ دن آجائے جس میں یہ لوگ بے ہوش ہو جائیں گے) بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے یوم بدر مراد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نفخہ اولیٰ مراد ہے (یعنی جب صور پھونکا جائے گا اس میں بے ہوشی ہو گی، اس دن تک انہیں چھوڑے رکھیے) ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾ (جس دن ان کی کوئی تدبیر ان کے کوئی کام نہ آئے گی) ﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ (اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی)۔

﴿وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ (اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے اس سے پہلے عذاب ہے) اس عذاب سے کون سا عذاب مراد ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے یوم بدر مراد ہے اور حضرت مجاہد نے فرمایا کہ وہ قحط مراد ہے جو سات سال تک مکہ معظمہ کے مشرکین کو پیش آیا ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے) کہ بطور وعید جس عذاب کا تذکرہ کیا جا رہا ہے محض دھمکی نہیں ہے بلکہ واقعی ہو جانے والی ہے۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ (اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے) ان کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دی جا رہی ہے اس پر صبر کیجئے، انتقام کے لیے جلدی نہ کیجئے، وقت معین پر مبتلائے عذاب ہوں گے ﴿فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ (سو بیشک آپ ہماری حفاظت میں ہیں) آپ کے خلاف ان کی تدبیریں کامیاب نہ ہوں گی۔ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾ (اور آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ حمد بھی ہو جس وقت آپ کھڑے ہوں)۔

صاحب روح المعانی نے حضرت عطاء اور مجاہد سے اور ابن جریج سے اس کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہوں اللہ کی تسبیح و تحمید بیان کیجئے اس موقعہ پر ایک حدیث بھی نقل کی ہے جو حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مجلس سے کھڑے ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

سبحنك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ وہ کلمات ادا فرماتے ہیں جو اس سے پہلے آپ کے معمول میں نہیں تھے آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات ان سب باتوں کا کفارہ ہیں جو مجلس میں ہوئی ہوں۔ (رواہ ابوداؤد)

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾ (اور رات کے حصہ میں اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے اور ستاروں کے چھپنے کے بعد) اس میں رات کے اوقات میں تسبیح بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ستاروں کے غروب ہو جانے کے بعد بھی بعض حضرات نے ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد لی ہے اور ادبار النجوم سے فجر کی دو رکعتیں مراد لی ہیں اور بعض حضرات نے و من الیل سے رات کو نفل پڑھنا مراد لیا ہے

وباالله التوفيق وهو خير عون و خير رفيق

Marfat.com

ایاتھا ۶۲ ۔ ۵۳ سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ ۲۳ ۔ رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورہ النجم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں باسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ
يُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۭ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا
فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۭ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا
رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾
عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۭ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى
مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے، اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا، وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے، اس کو سکھایا ہے بڑے طاقت والے نے، وہ طاقتور ہے، پھر وہ اصلی صورت میں نمودار ہوا، اور وہ بلند کنارہ پر تھا پھر وہ اس حال میں تھا کہ دونوں کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، پھر اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی نازل فرمائی جو نازل کرنی تھی، دل نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی، کیا تم اس چیز میں جھگڑتے ہو جو کچھ اس نے دیکھا، اور یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اس کو ایک بار اور دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے قریب، اس کے قریب جنۃ الماویٰ ہے، جب کہ سدرۃ المنتہیٰ کو وہ چیزیں ڈھانپ رہی تھیں جنہوں نے ڈھانپ رکھا تھا نہ تو نگاہ ہٹی نہ بڑھی، یہ تحقیقی بات ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ صحیح راہ پر ہیں، اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، وحی کے مطابق اللہ کا کلام پیش کرتے ہیں، آپ نے جبرائیل کو دوباران کی اصلی صورت میں دیکھا

یہاں سے سورۃ النجم شروع ہے اس کے پہلے رکوع کے اکثر حصہ میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور وحی کی حفاظت اور وحی لانے والے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قوت اور ان کی رؤیت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ارشاد فرمایا ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى﴾ (قسم ہے ستارہ کی جب غروب ہونے لگے)۔

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾ (تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا ہے اور نہ غلط راستہ پر پڑا ہے)۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ (اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتا)۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے)۔

Marfat.com

آیت شریفہ میں جو لفظ النجم وارد ہوا ہے بظاہر یہ صیغہ مفرد کا ہے لیکن چونکہ اسم جمع ہے اس لیے تمام ستارے مراد ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے ثریا مراد ہے جو سات ستاروں کا مجموعہ ہے، ستارے چونکہ روشنی دیتے ہیں اور ان کے ذریعہ لوگ ہدایت پاتے ہیں اس لیے ان کی قسم کھا کر نبوت اور رسالت اور وحی کو ثابت فرمایا ہے کیونکہ یہ چیزیں قلوب کے منور ہونے کا ذریعہ ہیں، رسول اللہ ﷺ تو کبھی بھی مشرک نہ تھے نبوت سے پہلے بھی موحد تھے اور نبوت کے بعد بھی آپ کا موحد ہونا توحید کی دعوت دینا قریش کو ناگوار تھا اور وہ یوں کہتے تھے کہ انہوں نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے صحیح راہ سے بھٹک گئے ہیں اور آپ کو کاہن یا ساحر یا شاعر کہتے تھے، ستارہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھی یعنی محمد رسول اللہ ﷺ جو کچھ بتاتے ہیں اور جو دعوت دیتے ہیں وہ سب حق ہے ان کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ وہ راہ سے بھٹک گئے اور غیر راہ پر پڑ گئے ان کا دعوائے نبوت اور توحید کی دعوت اور وہ تمام امور جن کی دعوت دیتے ہیں یہ سب حق ہیں سراپا ہدایت ہیں ان میں کہیں سے کہیں تک بھی راہ حق سے ہٹنے کا نہ کوئی احتمال ہے اور نہ یہ بات ہے کہ انہوں نے یہ باتیں اپنی خواہش نفسانی کی بنیاد پر کہی ہوں، ان کا یہ سب باتیں بتانا صرف وحی سے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ان پر وحی کی گئی ہے اسی کے مطابق سب باتیں بتا رہے ہیں ان کا فرمانا سب سچ ہے جو انہیں اللہ کی طرف سے بطریقہ وحی بتایا گیا ہے اور چونکہ ستاروں کے غروب ہونے سے صحیح سمت معلوم ہو جاتی ہے اس لیے والنجم کے ساتھ اذا ھویٰ بھی فرمایا، یعنی جس طرح ستارہ ہدایت بھی دیتا ہے اور صحیح سمت بھی بتاتا ہے اسی طرح تمہارے ساتھی یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اور سمجھایا حق ہے اور راہ حق کے مطابق ہے۔ ان کا اتباع کرو گے تو صحیح سمت پر چلتے رہو گے یہ شخص تمہارا ساتھی ہے بچپن سے اس کو جانتے ہو اور اس کے اعمال صادقہ اور احوال شریفہ سے واقف ہو ہمیشہ اس نے سچ بولا ہے جانتے پہچانتے ہوئے اس کی تکذیب کیوں کرتے ہو (جس نے مخلوق سے کبھی جھوٹی باتیں نہیں کیں وہ خالق تعالیٰ شانہٗ پر کیسے تہمت رکھے گا)۔

اس کے بعد وحی لانے والے فرشتہ کا تذکرہ فرمایا ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ (اس کو سکھایا ہے بڑی طاقت والے نے) ﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾ (وہ طاقتور ہے)۔

یعنی جبرائیل فرشتہ نے آپ کو یہ قرآن سکھایا جو بڑے قوت والا ہے۔ اس میں اس احتمال کی تردید فرما دی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر چلے ہوں اور درمیان میں کوئی دوسری مخلوق شیطان وغیرہ پیش آ گیا ہو اور اس نے صحیح طور پر وحی پہنچانے سے باز رکھا ہو، ارشاد فرما دیا کہ وحی لانے والا فرشتہ بڑی قوت والا ہے پوری قوت والا ہے اس کے پیغام پہنچانے میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔

پہلی بار رؤیت:

اس کے بعد ارشاد فرمایا ﴿فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾ (کہ وہ فرشتہ ایک مرتبہ افق اعلیٰ میں نمودار ہوا) یعنی نبی اکرم ﷺ کے سامنے آیا اور آپ نے اس کو اصلی صورت میں دیکھ لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے اور وحی سنا دیتے تھے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمائش کی کہ آپ مجھے اپنی اصل صورت دکھا دیں جبرائیل علیہ السلام ایسے وقت اپنی اصل صورت میں ظاہر ہوئے جبکہ آپ حراء پہاڑ پر تھے (اور بعض روایات میں ہے کہ مکہ معظمہ کے محلہ اجیاد میں تشریف فرما تھے) آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مشرقی افق میں دیکھا ان کے چھ سو بازو تھے اور اس قدر پھیلے ہوئے تھے کہ مغربی افق تک کو گھیر رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھ کر بیہوش ہو کر گر پڑے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں آپ کے پاس پہنچے اور آپ کو لپٹا لیا اور آپ کے چہرۂ انور سے غبار صاف کر دیا۔ اس نزدیک آنے کو ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾ میں بیان فرمایا ہے۔ (پھر وہ قریب آیا پھر وہ نیچے آیا) ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ (اور اتنا قریب ہو گیا جیسا دو کمانوں کے درمیان قرب ہوتا ہے) اہل عرب کا طریقہ تھا کہ جب آپس میں

Marfat.com

معاہدہ کرتے تھے تو دونوں کمانوں کی تانت کو خوب اچھی طرح ملا دیتے تھے اور اس طرح سے ایک دوسرے کو باور کراتے تھے اور یقین دلاتے تھے کہ اب تم ایک ہو گئے آپس میں کوئی بعد نہیں رہا۔

﴿أَوْ أَدْنٰى﴾ اس میں یہ بتا دیا کہ دو کمانوں کے درمیان جو نزدیکی ہوتی ہے قرب کے اعتبار سے اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا جو اتحاد روحانی اور قلبی پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جب آپ کو افاقہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی جسے ﴿فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اس موقعہ پر جو وحی فرمائی تھی وہ ﴿أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى﴾ سے لے کر ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ تک تھی، یہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس وقت یہ وحی فرمائی کہ جب تک آپ جنت میں داخل نہ ہوں گے کوئی نبی داخل نہ ہوگا اور جب تک آپ کی امت اس میں داخل نہ ہوگی کسی امت کو داخلہ نہ ملے گا۔

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ (یعنی قلب نے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہیں کی) یعنی جو کچھ دیکھا صحیح دیکھا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

﴿أَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى﴾ (کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں جھگڑا کرتے ہو) انہوں نے جو دیکھا ہے صحیح دیکھا۔ اس میں کسی انکار اور مجادلہ کا موقع نہیں۔

قال فی معالم التنزیل قرأ حمزہ والکسائی ویعقوب افتمرونہ بفتح التاء بلا الف ای افتجحدونہ تقول العرب مریت الرجل حقہ اذا جحدتہ وقرالاخرون افتمارونہ بالالف وضم التاء علی معنی افتجادلونہ علی مایری

دوسری بار رؤیت:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى﴾ (اور بلاشبہ انہوں نے اس فرشتے کو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا) اس میں دوسری مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی رؤیت کا ذکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں اصلی صورت میں دیکھا تھا اس کے بعد ایک مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اصلی صورت میں دیکھا۔

﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى﴾ (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے قریب جنت الماویٰ ہے، جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھی جو چیزیں لپٹ رہی تھیں)۔

اس میں یہ بتایا کہ دوسری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو عالم بالا میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا، سدریٰ کے قریب جنت الماویٰ ہے، اس وقت سدرۃ المنتہیٰ کو عجیب عجیب حسین چیزیں لپٹ رہی تھیں۔

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى﴾ یعنی آپ نے جو دیکھا ٹھیک دیکھا، صحیح دیکھا آپ کی نظر مبارک دیکھنے کی جگہ سے دائیں یا بائیں نہیں ہٹی اور جن چیزوں کو دیکھنا تھا ان سے آگے نہ بڑھی۔

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی آیات کو دیکھا)، آیت کبریٰ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں صحیح مسلم صفحہ ۹۸: ج ۱ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے جبرائیل علیہ السلام کا دیکھنا مراد ہے۔ ان کو وہاں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ (جیسا کہ زمین والی رؤیت میں بھی یہی بات دیکھی تھی)۔

سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے

سدرہ عربی میں بیری کے درخت کہتے ہیں اور المنتہیٰ کا معنی ہے انتہاء کی جگہ، عالم بالا میں جنۃ الماویٰ کے قریب سدرۃ المنتہیٰ ہے یعنی بیری کا وہ درخت جس کے پاس چیزیں آ کر منتہی ہو جاتی ہیں یعنی ٹھہر جاتی ہیں، زمین سے جو کچھ اعمال وغیرہ اوپر جاتے ہیں وہ پہلے وہاں

Marfat.com

ٹھہرتے ہیں پھر اوپر جاتے ہیں اور اوپر سے جو کچھ نازل ہوتا ہے پہلے وہاں ٹھہرایا جاتا ہے پھر نیچے اترتا ہے۔ (راجع تفسیر القرطبی صفحہ ۹۴: ج ۹)

حدیث شریف کی کتابوں میں معراج شریف کا واقعہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے۔ اس میں سدرۃ المنتہیٰ کا بھی تذکرہ فرمایا ہے صاحب معراج ﷺ کی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے کہ ہجر بستی کے مشکیزے ہوتے ہیں اور اس کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان اس درخت کو سونے کے پتنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسے ایسے الوان (یعنی رنگوں) نے ڈھانپ رکھا تھا جنہیں میں نہیں جانتا اور ایک روایت میں ہے کہ جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ان چیزوں نے ڈھانپ لیا جنہوں نے ڈھانپا تو وہ بدل گیا (یعنی پہلی حالت نہ رہی) اس میں بہت زیادہ حسن آ گیا اس وقت اس کے حسن کا یہ عالم تھا کہ اللہ کی مخلوق سے کوئی بھی اس کے حسن کو بیان نہیں کر سکتا۔ (صحیح مسلم صفحہ ۹۳: ج ۱)

چونکہ اس کے حسن اور سونے کے پتنگوں اور الوان کے ڈھانپنے کی وجہ سے اس کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی اس لیے تفخیما للشان ﴿اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی﴾ فرمایا

جنۃ الماویٰ کیا ہے؟

آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنۃ الماویٰ ہے، ماویٰ لغۃً ٹھکانہ پکڑنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ یہاں جنۃ الماویٰ سے کیا مراد ہے؟ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں متعدد اقوال لکھے ہیں۔ حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ اس سے وہ جنت مراد ہے جس میں متقی حضرات داخل ہوں گے ایک قول یہ ہے کہ اس جنت میں شہداء کی ارواح پہنچتی ہیں یہ حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ جنت ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام قیام پذیر تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ تمام مومنین کی روحیں جنت ماویٰ میں ٹھہرتی ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل و میکائیل علیہما السلام ان کی طرف ٹھکانہ پکڑتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر رویت ہوئی تو وہ رویت بصری تھی یا رویت قلبی تھی، یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیدار کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رویت کا انکار کرتی تھیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ المعراج میں باری تعالیٰ شانہٗ کا دیدار کیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس بارے میں توقف کیا جائے نفی یا اثبات کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان کے شاگرد حضرت مسروق نے آیت کریمہ ﴿وَلَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ﴾ اور ﴿وَلَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی﴾ تلاوت کی اور اس سے رویت باری تعالیٰ پر استدلال کیا۔ یعنی یہ ثابت کیا کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس امت میں میری سب سے پہلی شخصیت ہے جس نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا کہ میں نے جبرائیل کو ان کی اصلی صورت پر صرف دو مرتبہ دیکھا (صحیح مسلم صفحہ ۹۸: ج ۱)۔ نیز حضرت مسروق رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے آیت کریمہ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی﴾ بھی پیش کی، انہوں نے اس کے بارے میں بھی یہی فرمایا کہ اس سے جبرائیل علیہ السلام کی رویت مراد ہے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آیا کرتے تھے۔ اس مرتبہ اصلی صورت میں آئے اور اس وقت انہوں نے آسمان کے افق کو گھیر رکھا تھا۔ (صحیح مسلم صفحہ ۹۸: ج ۱)

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں کلام طویل کے بعد لکھا ہے:

فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول اللہ ﷺ رأی ربه بعینی رأسه لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیرہ

Marfat.com

مما تقدم واثبات هذا لایاخذونه الابالسماع من رسول الله ﷺ هذا ممالا ینبغی ان یتشکک فیه (شرح مسلم صفحہ ۹۷: ج ۱)
اس سے معلوم ہوا کہ اکثر علماء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

روایات میں غور کرنے سے اور سورۃ النجم کی آیات کے سیاق وضمائر کے مراجع پر نظر کرنے سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی رؤیت مراد ہے، رؤیت اولیٰ جس کا ذکر ﴿ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ میں ہے اس سے بلا تاویل یہی بات واضح ہوتی ہے کہ اس سے رؤیت جبرائیل مراد ہیں۔ اور ماکذب الفواد مارای کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رای جبرئیل له ستمائة جناح، (صحیح مسلم صفحہ ۹۷: ج ۱)۔ اس کے بعد جو فرمایا ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ اس کی ضمیر منصوب اسی کی طرف راجع ہے جس کی رؤیت پہلے ہو چکی تھی، اس کے بعد جو ﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ فرمایا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کو پڑھ کر بھی رای جبرئیل فی صورته له ستمائة جناح فرمایا (صحیح مسلم صفحہ ۹۸: ج ۱)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: رای جبرئیل علیه السلام۔ (صحیح مسلم ۹۸: ج ۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد حضرت مسروق نے جو ان سے سوال کیا تو انہوں نے سورۃ النجم میں ذکر فرمودہ دونوں روایتوں کو جبرائیل علیہ السلام کی رؤیت قرار دیا، امام نووی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ اثبات رؤیت کا جو انہوں نے دعویٰ کیا ہے بظاہر وہ سماع پر ہی مبنی ہے، یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ اس سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ وہ تو فرما رہی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ میں جبرائیل کی رؤیت مذکور ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو امام نووی رحمہ اللہ کہ انہوں نے سنا ہی ہوگا یہ ایک محض حسنِ ظن پر مبنی ہے پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی رؤیت بصری کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فرمایا راہ بفوادہ مرتین۔ (صحیح مسلم صفحہ ۹۸: ج ۱)

پوری طرح غور وفکر کرنے اور روایات کو دیکھنے سے شب معراج میں رؤیت باری تعالیٰ شانہٗ کا مضبوط ثبوت نہیں ہوتا لہٰذا تیسرا قول یعنی توقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری صفحہ ۶۰۸ ج ۸ میں لکھتے ہیں:

وقد اختلف السلف فی رؤیة النبی ﷺ ربه فذهبت عائشة و ابن مسعود الی انکارها، واختلف عن ابی ذر۔ وذهب جماعة الی اثباتها، وحکی عبدالرزاق عن معمر عن الحسن انه حلف ان محمدارای ربه. واخرج ابن خزیمة عن عروة ابن الزبیر اثباتها، وکان یشتد علیه اذا ذکر له انکار عائشة، وبه قال سائر اصحاب ابن عباس، وجزم به کعب الاحبار والزهری و صاحبه معمر وآخرون، وهو قول الاشعری و غالب اتباعه. ثم اختلفو اهل رآه بیعنه اوبقلبه وعن احمد کالقولین قلت: جاءت عن ابن عباس اخبار مطلقة واخری مقیدة فیجب حمل مطلقها علی مقیدها، فمن ذلك مااخرجه النسائی باسناد صحیح و صححه الحاکم ایضامن طریق عکرمة عن ابن عباس قال: اتعجبون ان تکون الخلة لابراهیم والکلام لموسیٰ والرؤیة لمحمد؟ واخرجه ابن خزیمه بلفظ ان الله اصطفی ابراهیم بالخلة الحدیث واخرج ابن اسحق من طریق عبدالله ابی سلمة ان ابن عمر ارسل الی ابن عباس: هل راٰیء محمد ربه؟ فارسل الیه ان نعم. ومنها مااخرجه مسلم من طریق ابی العالیة عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ (ماکذب الفواد مارای، ولقد راه نزلة اخری) قال: رای ربه بفواده مرتین: وله من طریق عطاء عن ابن عباس قال: راه بقلبه واصرح من ذالك مااخرجه ابن مردویه من طریق عطاء ایضاعن ابن عباس قال: لم یره رسول الله ﷺ

Marfat.com

بعينه انما راه بقلبه: وعلىٰ هذا فيمكن الجمع بين اثبات ابن عباس ونفى عائشة بان يحمل نفيها على رؤية البصرو اثباته على رؤية القلب. ثم المراد برؤية الفواد رؤية القلب لا مجرد حصول العلم، لانه ﷺ كان عالمًا بالله على الدوام. بل مراد من اثبت له انه رابقلبه ان الرؤية التى حصلت له خلقت فى قلبه كما يخلق الرؤية بالعين لغيره، والرؤية لا يشترط لها شيىء مخصوص عقلا ولو جرت العادة بخلقها فى العين، وروى ابن خزيمة باسناد قوى عن انس قال راى محمد ربه، وعند مسلم من حديث ابى ذرانه سال النبى ﷺ عن ذلك فقال نورانى اراه، ولاحمد عنه، قال ورايت نورا، ولابن خزيمة عنه قال راه بقلبه ولم يره بيعنه وبهذا يتبين مراد ابى ذربذكره النور اى النور حال بين رؤيته له ببصره، وقد رجع القرطبى فى (المفهم) قول الوقف فى هذا المسالة وعزاه الجماعة من المحققين، وقواه بانه ليس فى الباب دليل قاطع؛ وغاية ما استدل به للطائفتين ظواهر متعارضة قابلة للتاويل، قال وليست المسالة من العمليات فيكتفى فيها بالادلة الظنية، وانما هى من المعتقدات فلا يكتفى فيها الا بالدليل القطعى، وجنح ابن خزيمة فى (كتاب التوحيد) الى ترجيح الاثبات واطنب فى الاستدلال له بما يطول ذكره، وحمل ماورد عن ابن عباس على ان الرؤياوقعت مرتين مرة بقلبه ومرة بعينه وفيما اوردته من ذلك مقنع وممن اثبت الرؤية لنبينا ﷺ الامام احمد فروى الخلال فى (كتاب السنة) عن المروزى قلت لاحمد انهم يقولون ان عائشة قالت : من زعم ان محمدا راى ربه فقداعظم على الله الفرية، فبأى شيء يدفع قولها؟ قال: بقول النبى ﷺ رايت ربى قول للنبى ﷺ اكبر من قولها. وقد انكر صاحب الهدىٰ على من زعم ان احمد قال راى ربه بعينى راسه قال: وانما قال مرة راى محمد ربه وقال بفؤاده. وحكى عنه بعض المتاخرين راٰه بعينى راسه وهذا من تصرف الحاكى، فان نصوصه موجودة، انتهى.

قلت: وهذا الذى روى عن الامام احمد رحمه الله تعالىٰ انه يدفع قولها بقوله ﷺ : رايت ربى فانه اذاثبت بسند صحيح دل على الرؤية البصرية ومع ذلك لايثبت بسياق سورة النجم فاثبات الرؤية منه ﷺ احتاج الىٰ رواية صحيحة صريحة دالة على الرؤية البصرية الحقيقة فى اليقظة سواء كان فى ليلة الاسراء وغيرها، فاما ماحمل ابن خزيمة ماورد عن ابن عباس رضى الله عنهما على ان الرؤيه وقعت مرتين مرة بعينه ومرة بقلبه فهو خلاف مانص عليه ابن عباس نفسه انه راٰه بفواده مرتين كماروٰاه مسلمه)

أَفَرَءَيْتُمُ اللَّٰتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا
قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ
إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَانِ
مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن
بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ﴿٢٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ
الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا
يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾

Marfat.com

کیا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے مناۃ کے بارے میں غور کیا ہے، کیا تمہارے لیے مذکر ہو اور اللہ کے لیے مؤنث ہے، یہ قسمت تو بڑی ظالمانہ ہے، یہ تو بس کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، صرف گمان کا اور نفسوں کی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں اور بلاشبہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے، کیا انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ آرزو کرے، سو اللہ ہی کیلئے آخرت ہے اور اُولیٰ ہے اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں ان کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہ دے گی مگر اس کے بعد جس کے لیے اللہ اجازت دے اور راضی ہو، بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام مؤنث کے نام پر رکھتے ہیں حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں ذرا بھی فائدہ نہیں دیتا۔

مشرکین عرب کی بت پرستی، لات، عزیٰ اور منات کی عبادت اور ان کے توڑ پھوڑ کا تذکرہ

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب مشرک تھے اور اہل مکہ بھی شرک اختیار کیے ہوئے تھے حالانکہ یہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی اولاد تھے جنہوں نے توحید کی دعوت دی اور مکہ معظمہ میں کعبہ شریف بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی ﴿وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾ (اے رب مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا) ان کی اولاد میں ایک عرصہ تک موحدین مخلصین کا وجود رہا پھر شُدہ شُدہ عرب کے دیگر قبائل سے متاثر ہو کر اہل مکہ مشرک ہوگئے، اہل عرب نے بہت سے بتوں کو معبود بنا رکھا تھا خود ہی تراشتے تھے پھر انہیں معبود بنا لیتے تھے ان بتوں میں تین بت زیادہ معروف تھے جن کا آیت بالا میں تذکرہ ہے ایک کا نام لات تھا اور ایک کا نام عزیٰ تھا اور ایک کا نام منات تھا۔

لات و منات اور عزیٰ کیا تھے

فتح الباری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ لات طائف میں تھا اور اسی کو اصح بتایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مقام نخلہ میں اور ایک قول کے مطابق عکاظ میں تھا نیز فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے کہ لات لَتَّ یَلُتُّ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے ایک شخص طائف کے آس پاس رہتا تھا اس کی بکریاں تھیں آنے جانے والوں کو ان کے دودھ کا حریرہ بنا کر کھلاتا تھا اور ستو گھول کر پلاتا تھا اس وجہ سے اسے لات کہا جاتا تھا کثرت استعمال کی وجہ سے تاء کی تشدید ختم ہوگئی، کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عامر بن ظرب تھا اور یہ اہل عرب کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا جس شخص کو حریرہ پلا دیتا تھا وہ موٹا ہو جاتا تھا جب وہ مر گیا تو عمرو بن لحی نے لوگوں سے کہا کہ وہ مرا نہیں ہے پتھر کے اندر داخل ہو گیا ہے لہٰذا لوگ اس کی عبادت کرنے لگے اور اس کے اوپر ایک گھر بنا لیا۔ (فتح الباری صفحہ ۶۱۲ ج ۸)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے عزّیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سفید پتھر تھا، اس کی جگہ بطن نخلہ بتائی ہے ظالم بن اسعد نے اس کی عبادت کا سلسلہ شروع کیا اس پر لوگوں نے گھر بنا لیا تھا اس میں سے آواز آیا کرتی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ عزّیٰ ایک شیطان عورت تھی وہ بطن نخلہ میں ببول کے تین درختوں کے پاس آتی جاتی تھی۔

مشرکین مکہ کا ایک بت ہبل بھی تھا ان کے یہاں اس کی بہت بڑی اہمیت تھی غزوہ احد میں جب مسلمانوں کو ظاہری شکست ہوگئی تو ان کے لشکر کے سردار ابوسفیان نے پکار کر جیکارہ لگایا۔ اعلی ھبل (اے ہبل تو اونچا ہو جا) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کا جواب دو عرض کیا کیا جواب دیں فرمایا یوں کہو اللہ اعلی واجل (کہ اللہ سب سے بلند ہے اور سب سے بڑا ہے) ابوسفیان نے کہا لنا العزی ولا عزی لکم (ہمارے لیے عزّیٰ ہے تمہارے لیے کوئی عزّیٰ نہیں) شرک نے ان کا ایسا ناس کھویا تھا کہ خالص موحدین جب اللہ کی عظمت بیان کرتے تھے تو اس کے مقابلہ میں یہ لوگ اپنے بتوں کی دہائی دیتے تھے۔ (تفسیر قرطبی صفحہ ۹۹، ۱۰۰: ج ۱۷)

تیسرا بت (جس کا آیت بالا میں تذکرہ فرمایا) منات تھا یہ بھی عرب کے مشہور بتوں میں تھا۔ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ اس کا نام

Marfat.com

منات اس لیے رکھا گیا کہ تقریب حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس کثرت سے خون بہائے جاتے تھے یہ بت بنی ہذیل اور بنی خزاعہ کا تھا۔

اور اس کے نام کی دہائی دیتے تھے مقام مشلل میں اس کی عبادت کرتے تھے، مشلل قدید کے قریب ایک جگہ ہے (جو آج کل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان راستہ میں واقع ہے بنسبت مدینہ منورہ کے مکہ معظمہ کے قریب ہے) نیز فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمرو بن لُحی نے منات کو ساحل سمندر پر قدید کے قریب نصب کر دیا تھا قبیلہ ازد اور غسان اس کا حج کرتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے۔ جب بیت اللہ شریف کا طواف کر لیتے اور عرفات سے واپس آجاتے اور منیٰ کے کاموں سے فارغ ہو جاتے تو منات کے لیے احرام باندھتے تھے۔ مذکورہ تینوں بتوں کی عرب قبائل میں بڑی اہمیت اور شہرت تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی﴾ (کیا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے نمبر کے منات کو دیکھا) یعنی تم نے غور کیا تو کیا سمجھ میں آیا؟ کیا انہوں نے کوئی نفع دیا یا ضرر دیا؟ جب ایسا نہیں ہے تو وہ شریک فی العبادۃ کیسے ہوگئے اور تم ان کی عبادت کیسے کرنے لگے، جب اسلام کا زمانہ آیا تو ان تینوں کا ناس کھو دیا گیا۔

لات کی بربادی

جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ لات طائف میں تھا وہاں بنی ثقیف رہتا تھا اس قبیلے کے افراد مدینہ منورہ میں آئے اور مشرف باسلام ہوگئے۔ وہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارا سب سے بڑا بت یعنی لات تین سال تک باقی رہنے دیا جائے آپ نے انکار کر دیا اور حضرت ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا انہوں نے اس بت کو گرا دیا اور توڑ تاڑ کے رکھ دیا، بنی ثقیف کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی کہا تھا کہ ہم بتوں کو اپنے ہاتھوں سے نہیں توڑیں گے اور ہم سے نماز پڑھنے کے لیے بھی نہ کہا جائے آپ نے فرمایا کہ بتوں کو تم اپنے ہاتھوں سے نہ توڑو یہ بات تو ہم مان لیتے ہیں، رہی نماز تو (وہ تو پڑھنی ہی پڑے گی) اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہیں۔ (سیرت ابن ہشام، ذکر وفد ثقیف واسلامھا)۔

عزیٰ کی کاٹ پیٹ اور توڑ پھوڑ

عزیٰ کے بارے میں فتح الباری صفحہ ۶۱۲ ج ۸ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عام الفتح یعنی فتح مکہ کے سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے اسے گرا دیا۔

تفسیر قرطبی میں لکھا کہ عزیٰ ایک شیطان (جنی) عورت تھی بطن نخلہ میں تین ببول کے درختوں کے پاس آتی جاتی تھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور بتلایا کہ بطن نخلہ میں جاؤ وہاں ببول کے تین درخت ہیں پہلے درخت کو کاٹ دو انہوں نے اس کو کاٹ دیا جب واپس آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے کچھ دیکھا عرض کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا فرمایا اب دوسرے درخت کو کاٹ دو وہ واپس گئے اور دوسرے درخت کو کاٹ دیا پھر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے پھر وہی سوال فرمایا، عرض کیا میں نے تو اب بھی کچھ نہیں دیکھا فرمایا جاؤ تیسرے کو بھی کاٹ دو۔ جب وہ تیسرے درخت کے پاس آئے اور اسے کاٹ دیا تو ایک حبشی عورت کو دیکھا جو اپنے بال پھیلائے ہوئے تھی اور اپنے ہاتھوں کو مونڈھے پر رکھے ہوئے تھی اور اپنے لمبے لمبے دانتوں کو گھما رہی تھی اس کے پیچھے اس کا مجاور بھی تھا جس کا نام دُبیہ تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس شیطان عورت کے سر پر ضرب ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا اور مجاور کو قتل کر دیا۔ واپس آکر پورا واقعہ عرض کر دیا آپ نے فرمایا یہی عورت عزیٰ تھی آج کے بعد کبھی بھی اس کی عبادت نہیں کی جائے گی۔ (تفسیر قرطبی صفحہ ۱۰۰، ج ۹)

البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۱۶: ج ۴ میں ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک ننگی عورت بال پھیلائے ہوئے

Marfat.com

بیٹھی ہے اپنے چہرے اور سر پر مٹی ڈال رہی ہے اسے انہوں نے تلوار سے قتل کر دیا پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر قصہ سنایا تو آپ نے فرمایا، یہ عورت عزیٰ تھی۔

یہ جو اشکال ہوتا ہے کہ پہلے تو عزیٰ کو سفید پتھر بتایا تھا اور اس روایت سے ثابت ہوا کہ یہ جنی عورت تھی؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جنات مشرکین کے پاس آتے اور اب بھی آتے ہیں بری بری ڈراؤنی صورتیں لے کر لوگوں کے پاس پہنچتے ہیں وہ ان کی صورتوں کے مطابق بت بناتے ہیں پھر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ جنات اسے اپنی عبادت سمجھ لیتے ہیں۔ بت خانوں میں اور مشرکین کے استھانوں میں ان کا رہنا سہنا آنا جانا ہوتا ہے اور مشرکین کو بیداری میں اور خواب میں نظر آتے ہیں۔

منات کی بربادی اور تباہی:

اب رہی یہ بات کہ منات کا انجام کیا ہوا تو اس کے بارے میں تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۵۴: ج ۴ میں لکھا ہے کہ اس کے توڑنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ جنہوں نے اس کا تیاپانچا کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کام کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو بھیجا تھا اہل عرب کے اور بھی بہت سارے بت تھے ان میں ایک ذی الخلصہ تھا یہ قبیلہ دوس اور خثعم کا بت تھا اس کو کعبہ یمانیہ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس کے منہدم کرنے کے لیے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو روانہ فرمایا جنہوں نے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

مشرکین کی ضلالت اور حماقت:

مشرکین کے بڑے بڑے بتوں کی عاجزی اور محتاجی اور نفع وضرر پر قدرت نہ رکھنے کی حالت بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى﴾ (کیا تمہارے لیے نر ہو اور اللہ کے لیے مادہ ہو) اول تو یہ گمراہی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کردی پھر جو اولاد تجویز کی تو بیٹیاں تجویز کر دیں اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتا دیا حالانکہ اپنے لیے بیٹے پسند کرتے تھے اسی کو سورۃ الاسراء میں فرمایا ﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا﴾ (کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹیوں کے ساتھ خاص کر دیا اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا؟ بے شک تم بڑی بات کہتے ہو)۔ سورہ الصافات میں فرمایا ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ اَلَا اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ سو ان لوگوں سے پوچھیے کہ کیا اللہ کے لیے بیٹیاں اور تمہارے لیے بیٹے؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے۔ خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں پسند کیں تم لوگوں کو کیا ہو گیا، کیسا حکم لگاتے ہو)۔

ان لوگوں کی اس تجویز باطل کے بارے میں فرمایا ﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ کہ یہ تقسیم بڑی ظالمانہ ہے بھونڈی ہے باطل ہے خود غور کرنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ جس چیز کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے تجویز کیا۔

مشرکین نے اپنے لیے خود معبود تجویز کیے اور ان کے نام بھی خود ہی رکھے:

مشرکین نے جو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے تھے خود ہی تجویز کیے تھے خود ہی ان کے نام رکھے تھے اسی کو فرمایا ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾ (یہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نام رکھ لیے ہیں اور انہیں معبود تجویز کرلیا ہے) یہ مستحق عبادت ہو ہی نہیں سکتے غیر معبود کو تم معبود کہنے لگے ﴿مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ (اللہ تعالیٰ نے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی)۔ ﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ﴾ (یہ لوگ صرف بے اصل خیالات اور محض

Marfat.com

گمان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور نفسوں کی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں) جو جی میں آیا کہہ دیا اور تجویز کر لیا اور جو اصحاب اہواء نے بتادیا (جن میں ان کے باپ دادا بھی ہیں) اس کو مان لیا۔ ﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ (اور حال یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے) اپنی اٹکل پر اور نفس کی تجویز پر ضد کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو واقعی اور یقینی ہدایت آئی ہے اس کو نہیں مانتے۔ ہدایت ربانی سے اللہ کی کتاب قرآن مجید اور اللہ کے رسول ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس سے منحرف ہو رہے ہیں۔

پھر فرمایا ﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى﴾ (کیا انسان کے لیے وہ سب کچھ ہے جس کی وہ تمنا کرے) یہ استفہام انکاری ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کی ہر آرزو پوری نہیں ہوتی مشرکین نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہم جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں ان سے دنیا میں ہماری حاجتیں پوری ہوں گی اور آخرت میں یہ معبود ہماری سفارش کر دیں گے اور بخشوا دیں گے یہ ان کی صرف اپنی آرزو اور تمنا ہے جو پوری ہونے والی نہیں، دنیا میں خود دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان کی ہر تمنا پوری نہیں ہوتی پھر اس بات کا یقین کیسے کئے بیٹھے ہیں کہ ان معبودوں سے فائدہ پہنچے گا جب کہ انہیں خود ہی معبود تجویز کر لیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں نازل کی گئی۔

﴿فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى﴾ (سو اللہ ہی کے لیے آخرت ہے اور اولیٰ ہے) اولیٰ دنیا اور اخریٰ سے آخرت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو کچھ بھی تجویز کرنے اور طے کرنے کا اختیار نہیں، دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے اور آخرت میں بھی اس کی بادشاہت ہوگی، وہ اپنے قوانین تشریعیہ اور تکوینیہ کے مطابق فیصلہ فرمائے گا، کافروں کی سب امیدیں اور آرزوئیں ضائع ہیں اور رائیگاں ہیں۔

مشرکین کا خیال باطل کہ ہمارے معبود سفارش کر دیں گے:

مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے ان معبودین میں بت بھی تھے اور فرشتے بھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے سفارش کر دیں ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے۔ یہ شیطان نے انہیں سمجھایا تھا، مطلب ان لوگوں کا یہ تھا کہ ہم شرک کرتے ہیں یہ اللہ کی رضا ہی کے لیے کرتے ہیں، قرآن مجید نے ان لوگوں کی تردید فرمائی بت تو بیچارے کیا سفارش کریں گے وہ تو خود ہی بے حس، بے روح اور بے جان ہیں اپنے نفع وضرر ہی کو نہیں جانتے جو انہیں توڑنے لگے اس سے بچاؤ نہیں کر سکتے وہ کیا سفارش کریں گے، فرشتے اور انبیائے کرام اور اللہ کے دوسرے نیک بندے اللہ کی بارگاہ میں شفاعت تو کر دیں گے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو کہ فلاں فلاں کی سفارش کر سکتے ہو۔

آیت کریمہ ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ﴾ (الآیۃ) میں اس مضمون کو بتایا ہے کہ آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی ہاں اللہ تعالیٰ جس کے لیے اجازت دے اور جس سے راضی ہو اس کی شفاعت سے فائدہ پہنچ سکے گا۔

اور چونکہ کافر اور مشرک کی بخشش ہی نہیں ہوتی اس لیے ان کے لیے شفاعت کی اجازت ہونے کا کوئی تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ سورۃ الانبیاء میں ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بتاتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اور ان کی شفاعت کی امید رکھتے تھے۔ ارشاد فرمایا ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ (اور وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور وہ سفارش نہیں کر سکتے مگر جس کے لیے وہ راضی ہوا اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔

Marfat.com

مشرکین نے اپنی طرف سے فرشتوں کا مادہ ہونا تجویز کیا

مشرکین جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بتاتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس کے بارے میں فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰی﴾ (بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو مونث یعنی لڑکی کے نام سے نامزد کرتے ہیں) ان کی یہ سب بری حرکتیں ہیں اور برے عقیدے ہیں اور ان کے یہ جو خیالات ہیں فکر آخرت نہ ہونے کی وجہ سے ہیں اگر آخرت پر ایمان لاتے اور یہ فکر ہوتا کہ موت کے بعد ہمارا کیا بنے گا ایسا تو نہیں کہ ہمارے عقائد اور اعمال ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیں تو بغیر قطعی دلیل کے فرشتوں کو نہ عورت بتاتے اور نہ ان کو اللہ کی اولاد بتاتے، اپنی عقل کو کام میں نہ لائے ساری باتیں محض گمان سے کرتے رہے نہ دلیل نہ حجت محض اٹکل پچو باتیں بناتے رہے اور خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے رہے۔ اسی کو فرمایا ﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ﴾ (اور ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں) ﴿اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ (صرف بے اصل خیالات اور محض گمان کے پیچھے چلتے ہیں) ﴿وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا﴾ (اور بلاشبہ گمان حق کے بارے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا) گمان کا اتباع کرنے کا تذکرہ دوبارہ فرمایا ہے پہلی جگہ باطل معبود تجویز کرنے سے متعلق ہے اور دوسری جگہ ان کو شفاعت والا سمجھنے سے متعلق ہے۔

ایمان اور فکر آخرت کی ضرورت:

اللہ جل شانہٗ نے جو ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ (الایۃ) فرمایا ہے اس میں ایک اہم مضمون کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ شرکیہ باتیں کرتے ہیں معلوم ہوا کہ آخرت پر یقین نہ ہونا کفر و شرک اختیار کرنے اور اس پر جمے رہنے کا بہت بڑا سبب ہے۔ آخرت پر یقین نہیں اور آخرت کا تصور ہے تو یوں ہی چھوٹا سا دھندلا سا ہے پھر ان کے دینی ذمہ داروں نے یہ سمجھا دیا ہے کہ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو یہ تمہیں قیامت کے دن سفارش کر کے عذاب سے بچا لیں گے لہٰذا تھوڑا بہت جو آخرت کا ڈر اور فکر تھا وہ ختم ہوا، مشرکین تو کافر ہیں ہی ان کے علاوہ جو کافر ہیں ان کی بہت سی قسمیں اور بہت سی جماعتیں ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے وجود کو مانتے ہیں نہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا کوئی خالق ہے اور نہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں انکے عقیدہ میں جب کوئی خالق ہی نہیں تو کون حساب لے گا اور کون دوبارہ زندہ کرے گا یہ ملحدین کا اور دہریوں کا عقیدہ ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کسی دین اور دھرم کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ کو بھی خالق اور مالک مانتے ہیں لیکن شرک بھی کرتے ہیں اور تناسخ یعنی آواگون کا عقیدہ رکھتے ہیں آخرت کے مواخذہ اور محاسبہ اور عقاب کا تصور ان کے یہاں نہیں ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیائے کرام ﷺ کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ یہ لوگ دوسرے کافروں کی نسبت آخرت کا ذرا زیادہ تصور رکھتے ہیں لیکن دونوں قوموں کو عناد اور ضد نے برباد کر دیا سیدنا محمد رسول ﷺ کی نبوت اور رسالت پر ایمان نہیں لاتے یہودیوں کی آخرت سے بے فکری کا یہ عالم ہے کہ یوں کہتے ہیں ﴿لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (ہمیں ہرگز آگ نہ پکڑے گی مگر چند روز) یہ جانتے ہوئے کہ دنیاوی آگ ایک منٹ بھی ہاتھ نہیں لے سکتے اپنے اقرار سے چند دن کے لیے دوزخ میں جانے کو تیار لیکن ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں۔ اور نصاریٰ کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ آخرت کے عذاب کا یقین رکھتے ہوئے اپنے دینی پیشواؤں اور پادریوں کی باتوں میں آ گئے جنہوں نے یہ سمجھا دیا کہ کچھ بھی کر لو اتوار کے دن چرچ میں آ جاؤ بڑے بڑے گناہ جو کیے ہیں وہ پادری کو بتا دو وہ انہیں معاف کر دے گا اور دوسرے گناہوں کو بتانے کی بھی ضرورت نہیں۔ پادری کے اعلان سے سارے معاف ہو جائیں گے ایسی بے وقوفی کی باتوں کو مان کر آخرت کے عذاب سے غافل ہیں اور کفر و شرک میں مبتلا ہیں، بے فکری نے ان سب کا ناس کھویا ہے آخرت کے عذاب کا جو دھندلا سا تصور ذہن میں تھا اسے بھی ان کے بڑوں نے کالعدم کر دیا، دھڑلے سے کفر پر بھی جمے ہوئے ہیں اور شرک پر

Marfat.com

بھی اور کبیرہ گناہوں پر بھی، غور کرنے کی بات ہے کہ نافرمانی کی خالق تعالیٰ جل مجدہ کی اور معاف کر دیں بندے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

آخرت کے عذاب سے بچنے کی فکر کرنا لازم ہے:

انسانوں کو موت کے بعد کا فکر ہی نہیں اور یہ یقین ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے اپنی طرف سے کوئی دین بھیجا ہے جس کے ماننے اور قبول کرنے پر آخرت کے عذاب سے بچ جائیں گے نہ فکر ہے نہ یقین ہے اس لیے کفر و شرک اور گنہگاری کی زندگی میں مبتلا ہیں، فکر اور یقین بہت بڑی چیز ہے، اگر کسی کو فکر لاحق ہو جائے اور کفر و شرک پر مرنے سے عذاب میں مبتلا ہونے کا یقین ہو جائے تو نیند نہ آئے اور نہ کھانے میں مزا آئے جب تک اس دین کو تلاش نہ کر لیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے بھیجا ہے اور اس کے انکار پر دوزخ میں داخل کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے اس کی تحقیق کرنے سے پہلے نہ جینے میں مزہ آتا نہ خوشیاں مناتے نہ مستیاں کرتے۔ اگر واقعی فکر کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ سب کی سمجھ میں یہی آئے گا کہ صرف دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ کے یہاں معتبر ہے اور اسی میں نجات ہے اس کے خلاف کسی کی بات نہ مانیں نہ کسی سردار کی نہ پیشوا کی، نہ پوپ کی نہ پادری کی، اور ہر شخص مذہب کے بڑوں کو جواب دے کہ دین کو اختیار کرنا دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لیے ہے دنیا میں گروہ بندی کرنے کے لیے نہیں ہے تم اپنی بڑائی باقی رکھنے اور ایک جماعت کا سردار اور پیشوا بننے کی حرص میں ہمارا ناس کیوں کھوتے ہو اور اپنے ساتھ ہمیں دوزخ میں لے جانے کی فکر میں کیوں مبتلا ہو؟

درحقیقت آخرت پر پختہ ایمان نہ ہونا خواہشاتِ نفس کا اتباع کرنا، اٹکل پچو اپنے لیے دین تجویز کر لینا ان تین باتوں نے انسانوں کو دوزخ میں ڈالنے کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ بہت سے وہ لوگ جو مسلمان ہیں آخرت کا یقین بھی رکھتے ہیں لیکن خواہشات نفس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، یہ لوگ بھی اپنی جانوں کو آخرت کے عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے تیار ہیں، نمازیں چھوڑنے والے زکوتیں روکنے والے، حرام کمانے والے، حرام کھانے والے اور دوسرے گناہوں میں جو لوگ پھنسے ہوئے ہیں ان کے ایمان کو خواہشات نفس نے کمزور کر رکھا ہے فکر آخرت نہیں اس لیے گناہ نہیں چھوڑتے۔

گمان کی حیثیت:

آیات بالا میں گمان کے پیچھے پڑنے کی بھی مذمت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ ''گمان حق کا فائدہ نہیں دیتا'' اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت اور نصیحت ہے جو قرآن و حدیث کی تصریحات کے مقابلہ میں اپنے خیال اور گمان کے تیر چلاتے ہیں اور دینی مسائل میں دخل دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یوں ہے یا یوں ہونا چاہیے۔

جو لوگ عموماً دوسروں کے بارے میں بدگمانی کرتے ہیں اور ان کی یہ بدگمانی انہیں غیبت اور تہمت پر آمادہ کر دیتی ہے (اپنی آخرت کی فکر نہیں کرتے) یہ لوگ اپنی بہت سی ایسی ہی حرکتوں کی وجہ سے رسوا بھی ہو جاتے ہی اور آخرت میں گناہوں کا نتیجہ سامنے آ ہی جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ بدگمانی باتوں میں سب سے جھوٹی بات ہے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۲۷ عن البخاری و مسلم)

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَلَمۡ يُرِدۡ اِلَّا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ؕ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبۡلَغُهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ
رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الۡاَرۡضِ ۙ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰى ۚ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيۡنَ
يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِكُمۡ اِذۡ

Marfat.com

اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

سو آپ اس کی طرف سے اعراض کیجئے جس نے ہماری نصیحت سے روگردانی کی اور دنیاوی زندگی کے علاوہ اس نے کوئی مقصد نہ بنایا، یہ ان کے علم کی حد ہے بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹکا اور وہ اسے خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی، اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تاکہ وہ بدلہ دے برے عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کا، اور جن لوگوں نے اچھے کام کئے ان کی اچھائی کا بدلہ دے، وہ لوگ ایسے ہیں جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں مگر ہلکے گناہ، بے شک آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور جب تم ماؤں کے پیٹوں میں تھے سو تم اپنی جانوں کو پاک باز نہ بتاؤ وہ تقویٰ والوں کو خوب جاننے والا ہے۔

اہل دنیا کا علم دنیا ہی تک محدود ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو اور گمراہوں کو خوب جانتا ہے

یہ چند آیات کا ترجمہ ہے، ان میں اولاً رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرمایا کہ جس شخص نے ہماری نصیحت سے اعراض کیا آپ اس کی طرف سے اعراض فرمائیں، بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے پیچھے پڑیں اور ان کی حرکتوں سے دلگیر نہ ہوں ان کو دنیا میں جھٹلانے اور انکار کرنے کی سزا مل جائے گی اور آخرت میں تو ہر کافر کے لیے عذاب ہے ہی اس سے چھٹکارہ نہیں۔

جن لوگوں نے قرآن سے اعراض کیا ان کی ایک صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ (کہ اس نے صرف دنیا والی زندگی کا ارادہ کیا) اس میں یہ بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اعراض کرنے والوں کی یہ صفت بھی ہوتی ہے کہ وہ صرف دنیا ہی کو چاہتے ہیں دنیا ہی انکا مقصود اور مطلوب ہوتی ہے اسی کے لیے کھاتے ہیں اور کماتے ہیں اور اسی کے لیے جیتے ہیں اور مرتے ہیں جس نے دنیا ہی کو مقصود بنالیا وہ موت کے بعد کی زندگی کے لیے اور وہاں کام آنے والے اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہی نہیں اس کا سونا جاگنا اٹھنا، بیٹھنا دنیا ہی کے لیے ہوتا ہے ﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ (یہ ہی ان کے علم کی پہنچ ہے) جتنی بھی ترقی کرلیں اور جتنا بھی پڑھ لکھ لیں اور جتنی بھی ڈگریاں حاصل کرلیں، ان کا سب کچھ غور و فکر اور مقصود اور مطلوب دنیا کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا جو دنیا میں غرق ہو گیا آخرت کی فکر سے اسے واسطہ ہی نہ رہا، سورہ روم میں فرمایا ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (یہ لوگ دنیاوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں) اصحاب دنیا کو دنیا کی محبت ایمان قبول نہیں کرنے دیتی اور جو لوگ ایمان قبول کر لیتے ہیں اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے جتنی دنیا غالب ہوگی اس قدر آخرت سے غفلت ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب اخرتہ اضر بدنیاہ فاثروا مایبقی علی من یفنی (جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا لہٰذا تم باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو) (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۱) مطلب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے۔ اسی کو ترجیح دینا ہوشمندی کی بات ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا حب الدنیا راس کل خطیئة دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۴)

رسول اللہ ﷺ جو دعائیں کیا کرتے تھے ان میں سے ایک یہ دعا بھی تھی:

اللھم لاتجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا (اے ہمارے اللہ ہمارے دین میں کوئی مصیبت مت بھیج، اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی فکر اور ہمارے علم کی پہنچ مت بنادے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۱۹)

Marfat.com

پھر فرمایا ﴿اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی﴾ (بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ خوب جانتا ہے اس شخص کو جس نے ہدایت پائی دونوں فریقوں کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ ہر ایک کے حال کے مطابق جزا سزا دیدے گا۔

برے کام کرنے والوں کو ان کے اعمال کی سزا ملے گا اور محسنین کو اچھا بدلہ دیا جائے گا

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) اسی نے سب چیزوں کو پیدا فرمایا اسی مخلوق میں بنی آدم بھی ہیں جن کے لیے ہدایت بھیجی ہے ہدایت پہنچنے کے بعد دو فریق ہو گئے ایک فریق برے اعمال والا ہے دوسرا فریق اچھے اعمال والا ہے دونوں فریق کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا اس بات کو ﴿لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی﴾ میں بیان فرمایا ہے پھر اچھے عمل کرنے والوں کی صفت بتاتے ہوئے ﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾ فرمایا ہے اس میں نیک ہونے کی سلبی صفت بیان فرمادی اور یہ بتا دیا کہ جیسے فرائض و واجبات کا اہتمام کرنا اور دیگر اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ کا انجام دینا نیکیوں سے متصف ہونا نیک ہونے کی ایک صفت ہے اسی طرح اس کے مقابل بڑے گناہوں اور فحش کاموں کو چھوڑ دینا بھی اچھے بندوں کی صفت ہے، کوئی شخص نیک عمل کرتا رہے اور ساتھ ہی گناہ کبیرہ کا بھی ارتکاب کرے تو یہ شخص کامل طریقہ پر اچھے بندوں میں شمار نہیں ہوگا دونوں پہلو نیکی کا جزو ہیں جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے بچنا دونوں چیزیں مل جائیں تو تب ایمان کا کمال حاصل ہوتا ہے اور بندہ ﴿اَلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا﴾ کا مصداق بنتا ہے بہت سے لوگ نفلیں زیادہ پڑھتے ہیں لیکن گناہ چھوڑنے کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ گناہوں کو چھوڑنا بہت بڑی نیکی ہے بلکہ سب سے بڑی عبادت ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اتق المحارم تکن اعبد الناس (تو گناہوں سے بچ لوگوں میں سب سے بڑھ کر عبادت گزار ہوگا) (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۰) بات یہ ہے کہ نیکی کرنا بہ نسبت گناہ چھوڑنے کے آسان ہے اور بہت سے لوگ گناہوں سے بچنے میں کوئی خاص زیادہ ثواب نہیں سمجھتے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے بچنا سب سے بڑی عبادت ہے جن گناہوں کی عادت پڑ گئی ہے انہیں کرتے ہی رہتے ہیں نیکیوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ہی گناہوں کے چھوڑنے کا اہتمام کرنا بھی لازم ہے۔

آیت شریفہ میں کبیرہ گناہوں سے اور فواحش سے بچنے والوں کو ﴿اَلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا﴾ کا مصداق بتایا ہے۔ کبیرہ گناہ کون سے ہیں ان کی تفصیل سورہ نساء کی آیت ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ کے ذیل میں لکھ چکے ہیں

بڑے گناہوں سے بچنے کے ساتھ فواحش سے بچنے کا بھی تذکرہ فرمایا۔ فواحش سے بچنا بھی اچھے بندوں کی صفت ہے اور فواحش بھی کبائر الاثم میں داخل ہیں لیکن الگ سے بھی ان کا تذکرہ فرما دیا تاکہ ان کبیرہ گناہ سے بھی بچیں جو بے حیائی اختیار کرنے کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں سے جو بے حیائی کے اعمال صادر ہوتے ہیں لفظ الفواحش ان سب کو شامل ہے دیگر گناہوں کے ساتھ بے حیائی والے اعمال سے بچنے کا خاص اہتمام کریں۔ کبائر اور فواحش کے تذکرہ کے ساتھ ﴿الا اللمم﴾ بھی فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور کبھی کبھی ان سے گناہ صغیرہ سرزد ہو جائے تو اس کی وجہ سے ﴿اَلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا﴾ کی صفت میں خلل نہیں آتا جو لوگ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں ان سے کبھی کبھی صغیرہ گناہوں کا صدور ہو جاتا ہے۔ چونکہ ان کا دینی مزاج ہوتا ہے اور دل پر خوف وخشیت کا غلبہ رہتا ہے اس لیے جلد ہی توبہ واستغفار بھی کر لیتے ہیں اور گناہ پر اصرار بھی نہیں کرتے اور چھوٹے گناہ نیکیوں سے بھی معاف ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ سورہ ہود میں ﴿ان الحسنات یذھبن السیئات﴾ فرمایا ہے۔ صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں مطلب استثناء کا یہ ہے کہ ﴿اَلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا﴾ کی جو محبوبیت یہاں بقرینہ مقام

Marfat.com

مدح مذکور ہے اس کا مصداق بننے کے لیے کبائر سے بچنا تو شرط ہے لیکن صغائر کا احیاناً صدور اس کے لیے موقوف علیہ نہیں البتہ عدم اصرار شرط ہے اور استثناء کا یہ مطلب نہیں کہ صغائر کی اجازت ہے اور نہ اشتراط کا یہ مطلب ہے کہ الذین احسنوا کا مجزی بالحسنیٰ ہونا موقوف ہے اجتناب عن الکبائر پر کیونکہ مرتکب کبائر بھی جو حسنہ کرے گا اس کی جزا پائے گا لقولہ تعالیٰ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ پس اشتراط کا معنی یجزیٰ کے اعتبار سے نہیں بلکہ تلقیب بالمحسن اور محبوبیت خاصہ کے اعتبار سے ہے جس پر عنوان احسنوا دال ہے۔اھ

بیان القرآن میں یہ جو فرمایا کہ استثناء جو فرمایا ہے اس میں صغیرہ گناہوں کی اجازت نہیں دی گئی یہ تنبیہ واقعی ضروری ہے، صغیرہ گناہ اگر چہ صغیرہ ہیں اور نیکیوں کے ذریعہ معاف ہو جاتے ہیں پھر بھی صغیرہ گناہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر کسی چھوٹے بڑے گناہ کی اجازت ہو جائے تو وہ گناہ ہی کہاں رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا حقیر گناہوں سے بھی بچنا کیونکہ اللہ کی طرف سے ان کے بارے میں بھی مطالبہ کرنے والے ہیں (یعنی اللہ کی طرف سے جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور ہیں وہ ان کو بھی لکھتے ہیں اور ان کے بارے میں محاسبہ اور مواخذہ ہو سکتا ہے)۔ (رواہ ابن ماجہ والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۴۸۵)

﴿اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (بلاشبہ آپ کا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے) جو لوگ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یوں نہ سمجھیں کہ بس عذاب میں جانا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے بڑی مغفرت والا ہے اس کی طرف رجوع کریں توبہ استغفار کو لازم پکڑیں اور ضائع شدہ حقوق کی تلافی کریں۔ یہ بندہ کا کام ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جسے چاہے بغیر توبہ کے بھی معافی فرما دے لیکن کفر و شرک معاف نہیں ہوگا۔

﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ (وہ تمہیں خوب اچھی طرح جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے۔)

یہ بنی آدم کی ابتدائی تخلیق تھی اس کے بعد نسل در نسل انسان پیدا ہوتے رہے بڑھتے رہے پھر ہر انسان کی انفرادی تخلیق کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے مرد و عورت جو اپنی ماؤں کے پیٹوں میں مختلف اطوار سے گزرتے ہیں ان کی ان حالتوں کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔

اپنا تزکیہ کرنے کی ممانعت:

﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ (لہٰذا تم اپنے نفسوں کو پاکباز نہ بتاؤ) ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ (جو لوگ شرک اور کفر سے بچتے ہیں انہیں خوب جانتا ہے جسے تمہارے تخلیق سے پہلے تمہارے حالات کا علم ہے ہر شخص کا اور ہر شخص کے اعمال کا علم ہے اور اعمال کی خوبی اچھائی اور اعمال کے کھوٹ اور نقص کا بھی علم ہے، وہ ہر شخص کو اپنے علم کے مطابق اس کے عمل کے موافق جزا دے گا یہ کہتے پھرنے کی کیا ضرورت ہے کہ میں نے ایسا ایسا عمل کیا اتنے روزے رکھے اتنی نمازیں پڑھیں اور اتنے حج کیے اور فلاں موقع پر حرام سے بچا بندہ جیسا بھی عمل کر لے وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو ہی نہیں سکتا، عموماً جو متقی اور صالح بندے عمل کرتے ہیں ان میں بھی کچھ نہ کچھ لچک خرابی اور کھوٹ کی ملاوٹ رہتی ہی ہے پھر اپنی تعریف کرنے کا کسی کو کیا مقام ہے؟ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

بندہ ہماں بہ کہ بتقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد،
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

اپنا تزکیہ کرنا اور اپنی تعریف کرنا یعنی اپنے اعمال کو اچھا بتانا اور اپنے اعمال کو بیان کر کے دوسروں کو معتقد بنانا یا اپنے اعمال پر ناز اور فخر کرنا آیت شریفہ سے ان سب کی ممانعت معلوم ہوگئی، رسول اللہ ﷺ کو ایسا نام رکھنا بھی پسند نہ تھا جس سے اپنی بڑائی اور خود

Marfat.com

طرف اشارہ ہوتا ہو، حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرا نام برہ تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی جانوں کا تزکیہ نہ کرو یعنی یوں نہ کہو کہ میں نیک ہوں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم میں نیکی والے کون ہیں اس کا نام زینب رکھ دو۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۰۸: ج ۲)

مطلب یہ ہے کہ کسی کا نام برہ (نیک عورت) ہوگا تو اس سے جب پوچھا جائے گا کہ تو کون ہے تو وہ کہے گی کہ انا برۃ یعنی میں نیک عورت ہوں اس میں بظاہر صورتاً خود اپنی زبان سے نیک ہونے کا دعویٰ ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے منع فرما دیا۔ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح ایک لڑکی کا نام زینب رکھ دیا جس کا پہلا نام برہ تھا اسی طرح آپ نے ایک لڑکی کا نام جمیلہ رکھ دیا جس کا پہلا نام عاصیہ (گناہگار) تھا۔ (رواہ مسلم)

معلوم ہوا کہ اپنی نیکی کا ڈھنڈورا بھی نہ پیٹے اور اپنا نام اور لقب بھی ایسا اختیار نہ کرے جس سے گناہ گاری ٹپکتی ہو مومن نیک ہوتا ہے لیکن نیکی کو بگھارتا نہیں پھرتا اور کبھی گناہ ہو جاتا ہے تو توبہ کر لیتا ہے نیز اپنی ذات کے لیے کوئی ایسا نام ولقب بھی تجویز نہیں کرتا جس سے گناہ گاری کی طرف منسوب ہوتا ہو۔ بہت سے لوگ تواضع میں اپنے نام کے ساتھ العبد العاصی یا عاصی پر معاصی لکھتے ہیں یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایات سے جوڑ نہیں کھاتا۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ
يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ
لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ
اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ
الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ
هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا فَمَا
اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا
مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

اے مخاطب کیا تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا، کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے، کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ جس نے پوری بجا آوری کر دی، یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگا اور یہ کہ انسان کے لیے نہیں ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کمایا اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھ لی جائے گی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور یہ کہ تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے، اور بلاشبہ اس نے ہنسایا اور رلایا، بلاشبہ اس نے موت دی اور زندہ کیا اور یہ کہ اسی نے جوڑے پیدا کیے یعنی مذکر اور مونث نطفے سے جب کہ وہ ڈالا جاتا ہے، اور یہ کہ اس کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا اور یہ کہ اس نے غنی کیا اور سرمایہ باقی رکھا اور یہ کہ وہ شعریٰ کا رب ہے اور یہ کہ اسی نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی سو باقی نہیں رکھا، اور اس سے پہلے نوح کی قوم کو بیشک یہ لوگ خوب بڑھ کر ظالم اور سرکش تھے اور الٹی ہوئی بستیوں کو پھینک دیا، سو ان بستیوں کو ڈھانپ لیا، جس چیز نے ڈھانپا سو تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں میں شک کرتا رہے گا۔

Marfat.com

کافر دھوکہ میں ہیں کہ قیامت کے دن کسی کا کام یا عمل کام آجائے گا

روح المعانی صفحہ ۶۵: ج ۲۷ میں حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنی تو متاثر ہوا اور اسلام کے قریب ہو گیا رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کے اسلام کے قبول کرنے کی امید بندھ گئی پھر اسے مشرکین میں سے ایک شخص نے ملامت کی اور کہا کیا تو اپنے باپ دادوں کے دین سے ہٹ رہا ہے تو سمجھتا ہے کہ محمد ﷺ کا دین قبول نہ کیا تو موت کے بعد عذاب میں مبتلا ہو گا ایسا کر تو اپنے دین پر واپس آجا اور تجھے جو عذاب کا ڈر ہے تیری طرف سے برداشت کرلوں گا مگر یوں ہی مفت میں نہیں شرط یہ ہے کہ تو مجھے اتنا مال دیدے۔ ولید اس پر راضی ہو گیا اور جو کچھ تھوڑا بہت ارادہ اسلام قبول کرنے کا کرلیا تھا اس سے باز آ گیا اور جس شخص نے اس سے یہ بات کہی تھی اسے کچھ مال دیدیا ابھی اتنا مال نہیں دیا تھا جتنے مال کی بات ہوئی تھی کہ کنجوسی سوار ہو گئی اور باقی مال جس کا وعدہ کیا تھا وہ روک لیا، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آیات کریمہ نازل فرمائیں۔ ﴿اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی﴾ (اے مخاطب کیا تو نے اسے دیکھا جس نے روگردانی کی) ﴿وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی﴾ (اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا) ﴿اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی﴾ (کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے) یعنی اس کو کیسے پتہ چلا کہ قیامت کے دن کوئی شخص کسی کا عذاب اپنے سر لے سکتا ہے اور کافروں نے جو کفر اور شرک کا جرم کیا ہے اس کے بجائے دوسرے شخص کو عذاب دے دے گا ان کے پاس علم غیب تو ہے نہیں پھر قیامت کے دن کے فیصلہ کا انہیں کیسے علم ہوا؟ نہ انہیں علم غیب ہے نہ وہاں ایسا ہونے والا ہے اپنے پاس سے باتیں بناتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم جس طرح چاہیں گے اس طرح ہو جائے گا۔ (العیاذ باللہ)

﴿اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی﴾ (کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں جس نے پوری بجا آوری کردی کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لیے نہیں ہے مگر وہی جو کچھ اس نے کمایا اور یہ کہ اسی کی سعی عنقریب دیکھ لی جائے گی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) مشرکین مکہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد تھے اور مدینہ منورہ میں جو یہودی تھے وہ اپنے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر بتاتے تھے دونوں قوموں نے رسول اللہ ﷺ سے جھگڑا کیا لہٰذا ان دونوں حضرات کے صحیفوں کا تذکرہ فرمایا کہ ان کے صحیفوں میں تو یہ لکھا ہے کہ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا دوسرا کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہر شخص کو اپنے ایمان اور کفر کی جزا سزا ملے گی۔ کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے عذاب بھگتنے کو تیار نہ ہوگا ﴿وما هم بحاملین من خطایاهم من شیء﴾ اور نہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں یہ بات ہے کہ کسی ایک شخص کو دوسرے شخص کے بدلہ عذاب دیدیا جائے جو شخص جیسا کرے گا ویسا بھرے گا، مومن ایمان کا پھل پائے گا اور کافر کو کفر کی سزا ملے گی، ہر شخص کی محنت اور سعی سامنے آجائے گی لہٰذا اس بل بوتہ پر کفر پر جما رہنا کہ میں دنیا میں کسی کو مال دے دیتا ہوں وہ میری طرف سے عذاب بھگت لے گا یا کسی سے یوں کہہ دینا کہ میں تیری طرف سے عذاب بھگت لوں گا قانون الٰہی کے خلاف ہے، دنیا میں بیٹھ کر باتیں بنا لینے اور خود ہی فیصلے کر لینے سے عذاب آخرت سے چھٹکارا نہ ہوگا۔ اس مضمون کی تفصیل کے لیے سورۃ النحل رکوع ۱۳ اور سورۃ العنکبوت رکوع ۱ کی تفسیر کی مراجعت کرلی جائے۔

یہ جو فرمایا ہے ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ (کہ ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی) اس پر جو یہ اشکال ہوتا ہے کہ پھر ایصال ثواب کا کوئی فائدہ نہ رہا کیونکہ جو شخص عمل کرتا ہے آیت کریمہ کی رو سے اس کا ثواب صرف اسی کو پہنچنا چاہیے نہ کہ کسی دوسرے شخص کو۔ اس اشکال کو حل کرنے کے لیے بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ آیت کریمہ میں جو ﴿اِلَّا مَا سَعٰی﴾ فرمایا ہے اس سے ایمان مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے ہی ایمان کا ثواب ملے گا اس بات کو سامنے رکھ کر ایصال ثواب کا اشکال ختم ہو جاتا ہے کیونکہ

Marfat.com

کسی شخص کا ایمان کسی ایسے شخص کو فائدہ نہیں دے سکتا جو کافر ہو اور کافر کو ایصال کرنے سے بھی ثواب نہیں پہنچتا۔ ذریت کو جو آباء کے ایمان کا ثواب پہنچے گا (جس کا سورہ طور میں ذکر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی توجیہ میں آرہا ہے) اس میں ﴿اتبعتھم ذریتھم﴾ کے ساتھ بایمان بھی مذکورہ ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آیت کا مفہوم عام نہیں ہے بلکہ عام مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ احادیث شریفہ میں حج بدل کرنے کا ذکر ہے اور حج بدل دوسرے شخص کا عمل ہے پھر بھی اس کا حج ادا ہو جاوے گا جس کی طرف سے حج ادا کیا ہے اور بعض احادیث میں (جو سند کے اعتبار سے صحیح ہیں) دوسرے کی طرف سے صدقہ کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص ذکر یا تلاوت کا ثواب پہنچائے جبکہ ذکر وتلاوت محض اللہ کی رضا کے لیے ہو کسی طرح کا پڑھنے والے کو مالی لالچ نہ ہو تو اس میں ائمہ کرام علیہم الرحمہ کا اختلاف ہے حضرت حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک بدنی عبادات کا ثواب بھی پہنچتا ہے اور حضرت شوافع اور مالکیہ کے نزدیک نہیں پہنچتا، جن حضرات کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے وہ حج بدل اور صدقات پر قیاس کرتے ہیں اور اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی مروی ہے۔

فقد روى ابوداؤد بسنده عن ابى هريرة رضى الله عنه قال من يضمن لى منكم ان يضمن لى فى مسجد العشار ركعتين او اربعا ويقول هذا لابى هريرة سمعت خليلى ابا القاسم ﷺ يقول ان الله يبعث من مسجد العشار يوم القيامة شهداء لا يقوم مع شهداء بدر غير هم قال ابوداود هذا المسجد مما يلى النهر. (اى القرات صفحه ۲۳۶ ج ۲)

قال فى الدر المختار الاصل ان كل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره وان نواها عندالفعل لنفسه لظاهر الادلة واما قوله تعالىٰ (وان ليس للانسان الاماسعى) اى الا اذا وهبه له (انتهى) قال الشامى فى ردالمحتار (قوله له جعل ثوابها لغيره) خلافا للمعتزلة فى كل العبادات والمالك والشافعى فى العبادات البدنية المحضة كالصلوٰة والتلاوة فلا يقولان بوصولها بخلاف غيرها كالصدقة والحج، وليس الخلاف فى ان له ذلك اولا كما هو ظاهر اللفظ بل فى انه يجعل بالجعل اولا بل يلغو جعله افاده فى الفتح اى الخلاف فى وصول الثواب وعدمه (قوله لغيره) اى من الاحياء والاموات (بحر عن البدائع) (صفحه ۲۳۶: ج ۲) وقد اطال الكلام فى ذلك الحافظ ابن تيمية فى فتاواه (صفحه ۳۰۶ الى صفحه ۳۲۴: ج ۲۴) وقال يصل الى الميت قراة اهله تسبيحهم وتكبير هم وسائر ذكر هم لله تعالىٰ واجاب عن استدلال المانعين وصول الثواب بآية سورة النجم ثم اطال الكلام فى ذلك صاحبه ابن القيم فى كتاب الروح (من صفحه ۱۵۶ الى صفحه ۱۹۲) واليك ماذكر فى فتاوى الحافظ ابن تيمية فى آخر البحث، وسئل هل القرأة تصل الى الميت من الولد اولا؟ على مذهب الشافعى. فاجاب: اماوصول ثواب العبادات البدنية: كالقرأة، والصلاة، والصوم. فهذهب احمد، وابى حنيفة، وطائفة من اصحاب مالك، والشافعى، الى انها تصل، وذهب اكثر اصحاب مالك، والشافعى، الى انهالاتصل، والله اعلم وسئل: عن قرأة اهل الميت تصل اليه؟ والتسبيح والتحميد، والتهليل والتكبير، اذا اهداه الى الميت يصل اليه ثوابها ام لا؟ فاجاب: يصل الى الميت قراة اهله، وتسبيحهم، وتكبير هم، وسائر ذكر هم الله، اذا اهدوه الى الميت، وصل اليه، والله اعلم (صفحه ۳۲۴: ج ۲۴) وقال ابن القيم فى آخر البحث (صفحه ۱۹۲) وسرا المسالة ان الثواب ملك للعامل فاذا تبرع به واهداه الى اخيه المسلم او صله الله اليه، فما الذى خص من هذا ثواب قرأة القرآن وحجر على العبدان يوصله الى اخيه وهذا عمل الناس حتى المنكرين فى سائر الاعصار والامصار من غير نكير من العلماء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آیت کریمہ کا عموم منسوخ ہے کیونکہ دوسری آیت میں ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آباء کے ایمان کا ان کی ذریت کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

Marfat.com

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ والئی خراساں نے حضرت حسین بن الفضل سے دریافت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف ﴿وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ فرمایا ہے اور دوسری طرف ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ فرمایا ہے دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے حضرت حسین بن الفضل نے فرمایا کہ سورہ نجم کی آیت میں عدل الٰہی کا تذکرہ ہے کہ جو بھی کوئی اچھا عمل کرے اسے بقدر عمل ضروری اجر ملے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اس کا استحقاق ہے اس کے اجر کو ضائع نہیں فرمائے گا اور ﴿وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ میں فضل کا بیان ہے وہ جسے جتنا چاہے زیادہ سے زیادہ دیدے اسے اختیار ہے۔

والئی خراساں کو یہ جواب پسند آیا اور حضرت حسین بن الفضل کا سر چوم لیا صاحب روح المعانی نے بھی اس جواب کو پسند کیا پھر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عطیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ صرف گناہ کے ساتھ مخصوص ہے نیکی کا ثواب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوب بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا جس کی تفصیلات حدیثوں میں آئی ہیں اور قرآن مجید میں جو ﴿وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ اعمال صالحہ سے متعلق ہے جو شخص گناہ کرے گا اسکا گناہ اتنا ہی لکھا جائے گا جتنا اس نے کیا ہے اور اسی پر مواخذہ ہوگا گناہ بڑھا کر نہیں لکھا جاتا۔ (وہذا توجیہ حسن)۔

صاحب معالم التنزیل نے حضرت عکرمہ سے ایک جواب یوں نقل کیا ہے سورۃ النجم کی آیت حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی قوم کے بارے میں ہے کیونکہ یہ مضمون بھی ان حضرات کے صحیفوں میں ہے ان کی قوموں کو صرف اپنے ہی کیے ہوئے عمل کا فائدہ پہنچتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر اللہ تعالیٰ نے یہ فضل بھی فرمایا کہ کوئی دوسرا مسلمان ثواب پہنچانا چاہے تو وہ بھی اسے پہنچ جائے گا۔

لیکن اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لیے اور اپنے والدین کے لیے اور مومنین کے لیے جو ان کے گھر میں داخل ہوں مغفرت کی دعا کی جیسا کہ سورہ نوح کی آخری آیت میں مذکور ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کے لیے اور اپنی قوم کے لیے مغفرت کی دعا کی جو سورہ اعراف رکوع ۱۸ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امم سابقہ میں ایک دوسرے کے لیے دعاء قبول ہوتی تھی (ہاں اگر دعائے مغفرت کو مستثنیٰ کیا جائے تو یہ دوسری بات ہے)۔

یہ جو حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے اور تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو (۳) وہ صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔ (اور بعض روایات میں سات چیزوں کا ذکر ہے) ان کا ثواب پہنچنے سے کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ یہ مرنے والے کے اپنے کیے ہوئے کام ہیں، اولادِ صالح جو دعاء کرتی ہے اس میں والد کا بڑا دخل ہے کیونکہ اسی کی کوششوں سے اولاد نیک بنی اور دعاء کرنے کے لائق ہوئی۔

﴿وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توصیف میں الذی وفی فرمایا انہوں نے مامورات الٰہیہ کو پورا کر دیا اللہ تعالیٰ نے جو انہیں رسالت کا کام سپرد کیا اور دعوت وارشاد کے لیے انہیں مامور فرمایا اور جن اعمال کے کرنے کا حکم فرمایا ان سب کو پورا کیا سورہ بقرہ میں جو ﴿وَ اِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ فرمایا ہے اس کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ، نے انہیں حکم دیا ﴿اسلم﴾ کہ (فرمانبردار ہو جاؤ) انہوں نے عرض کیا ﴿اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کہ (میں رب العالمین کا فرمانبردار ہو گیا) اس کے بعد اللہ تعالیٰ شانہ، نے انہیں امتحان میں ڈالا جان مال اور اولاد میں ایسے احوال سامنے آئے جن پر صبر کرنا اور احکام ربانیہ پر قائم رہنا بڑا اہم کام ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں وفی قصۃ الذبح مافیہ کفاۃ یعنی انہوں نے جو اپنے بیٹے کو اپنے رب کے حکم سے ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا اور اپنی طرف سے ذبح کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی رب جل شانہ، کے فرمان پر عمل کرنے کے لیے مثال قائم کرنے کے لیے یہی قصہ کافی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان کے زمانہ کے لوگ ایک شخص کو دوسرے شخص کے عوض پکڑ لیتے تھے جس شخص نے قتل نہ کیا ہو

Marfat.com

اسے اس کے باپ اور بیٹے اور بھائی اور چچا اور ماموں اور چچا کے بیٹے اور بیوی اور شوہر اور غلام کے قتل کر دینے کے عوض قتل کر دیتے تھے یعنی قصاص لینے کے لیے کسی بھی رشتہ دار کو قتل کر دیتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں کو سمجھایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچایا ﴿الا تزر وازرة وزر آخری﴾ (کہ ایک جان دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی)۔

بعض مفسرین نے یہاں دو حدیثیں بھی نقل کی ہیں ان میں سے ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام روزانہ علی الصباح چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور انہیں اخیر تک پڑھتے رہے۔ یہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک حدیث یوں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم کے بارے میں ﴿الذی وفی﴾ کیوں فرمایا؟ پھر آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ وہ صبح شام ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ (الایۃ) پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی صفحہ ۱۱۳: ج ۹)

﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾ (اور یہ کہ تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے) اس دنیا میں جتنی بھی زندگی گزار لے آخر مرنا ہے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا ہے حسنات اور سیئات کا حساب دینا ہے یہ آیت کی ایک تفسیر ہے، دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ، کی مخلوقات میں غور کریں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کے بارے میں غور نہ کریں کیونکہ اس کا ادراک نہیں ہوسکتا صاحب روح المعانی نے اس بارے میں بعض احادیث بھی نقل کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہی ہنسایا اور رلایا:

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى﴾ (اور بلاشبہ اسی نے ہنسایا اور رلایا) ہنسنا اور رونا اور اس کے اسباب سب اللہ تعالیٰ ہی پیدا فرماتا ہے۔ ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا﴾ (اور بلاشبہ اسی نے موت دی اور زندہ کیا) زندگی بخشنے اور موت دینے کی صفات بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہیں اس کے علاوہ کوئی شخص کسی کو زندہ نہیں کرسکتا اور کسی کو موت نہیں دے سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہی نے جوڑے پیدا کیے:

﴿وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ (اور بے شک اسی نے دو جوڑے پیدا کیے مذکر اور مونث، مذکر مونث کے لیے اور مونث مذکر کے لیے جوڑا ہے)۔ ﴿مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى﴾ مرد عورت دونوں کو نطفہ سے پیدا فرمایا وہ کود کر اندر رحم میں پہنچتا ہے تو اس سے حمل ٹھہرتا ہے۔ ﴿وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى﴾ (اور بلاشبہ اس کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا) یعنی زندگی کے بعد یوں ہی مر کھپ کر ختم نہیں ہو جانا ہے، دوبارہ پھر زندہ ہوں گے حساب وکتاب، عذاب وثواب کا مرحلہ درپیش ہوگا اس کو یوں ہی چلتی ہوئی بات نہ سمجھیں دوبارہ زندہ ہونا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ذمہ ضروری قرار دے رکھا ہے۔ قال صاحب روح المعانی ناقلا عن البحر لما كانت هذه النشاة ينكرها الكفار بولغ لقوله تعالىٰ عليه كانه تعالىٰ اوجب ذلك على نفسه (روح المعانی صفحہ ۶۹: ج ۲۷)

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى﴾ (اور یہ کہ اس نے غنی کیا اور سرمایہ باقی رکھا) یعنی اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا اور مالیات میں وہ چیزیں بھی عطا فرمائیں جو باقی رہتی ہیں ذخیرہ کے طور پر کام دیتی رہتی ہیں جیسے باغیچے اور عمارتیں وغیرہ۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى﴾ (اور یہ کہ وہ شعریٰ کا رب ہے) شعریٰ ایک ستارہ کا نام ہے جس کی اہل عرب عبادت کرتے تھے اور اس عالم میں اس کی تاثیر کے معتقد تھے۔ روح المعانی میں لکھا ہے کہ بنی حمیر اور بنی خزاعہ اس کی عبادت میں مصروف رہتے تھے اور نقل کیا ہے کہ بنی خزاعہ میں ایک شخص ابوکبشہ تھا اس نے سب سے پہلے شعریٰ کی عبادت شروع کی تھی جسے ابوکبشہ کہا جاتا تھا۔

اللہ جل شانہ، نے ان کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ شعریٰ میں کوئی تاثیر نہیں ہے اللہ تعالیٰ شانہ، جیسے سب چیزوں کا رب ہے، شعریٰ کا بھی رب ہے لہٰذا شعریٰ کی عبادت کرنے والے غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ شانہ، کی عبادت میں لگیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہی نے عاد اولیٰ اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور لوط علیہ السلام کی بستیوں کو الٹ دیا

﴿وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادًا الْاُوْلٰى﴾ (اور بیشک اس نے عاد اولیٰ کو ہلاک فرمایا) ﴿وَثَمُوْدَ فَمَآ اَبْقٰى﴾ (اور ثمود کو بھی ہلاک کیا سو ان کو باقی نہ چھوڑا)۔

ان دونوں آیتوں میں قوم عاد اور قوم ثمود کی ہلاکت اور بربادی کا ذکر فرمایا ہے قوم عاد کے لوگ کہتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقتور ہے اور قوم ثمود کے لوگ پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے تھے ان دونوں قوموں کی قوت اور طاقت کچھ بھی کام نہ آئی کفر کی سزا میں ہلاک اور برباد کر دیئے گئے۔ ﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ﴾ اور ان سے قبل نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا۔ ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى﴾ (بیشک یہ لوگ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔ ﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى﴾ (اور اللہ تعالیٰ نے الٹی ہوئی بستیوں کو پھینک مارا) اس سے حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں مراد ہیں ان کی قوم کے لوگ کافر بھی تھے اور بدکاری میں بہت زیادہ مبتلا تھے مرد مردوں سے شہوت پوری کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا جس کی وجہ سے سب کافر ہلاک ہو گئے چونکہ یہ بہت سخت عذاب تھا تختہ الٹے جانے کے ساتھ ساتھ پتھروں کی بارش بھیج دی گئی اس لیے فرمایا ﴿فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى﴾ (انہیں اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپا) اس میں عذاب کی سختی اور وحشت کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ فرعون اور اس کے لشکروں کی ہلاکت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ﴿فغشیهم من الیم ما غشیهم﴾ فرمایا ہے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى﴾ (سو اے انسان تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا) اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا مرد اور عورت کے جوڑے بنائے ہنسایا اور رلایا، موت دی پھر زندہ فرمائے گا اس نے مال دیا ذخیرہ رکھنے کی چیزیں دیں اور سابقہ امتوں کی بربادی سے باخبر فرمایا اب بھی تو اس کی نعمتوں میں شک کرتا ہے اور عبرت حاصل نہیں کرتا قال القرطبی ای فبای نعم ربك تشك والمخاطبة للانسان المکذب۔

فائدہ: قوم عاد کی صفت بیان کرتے ہوئے ﴿الاولی﴾ فرمایا۔ صاحب روح المعانی نے ﴿الاولی﴾ کا ترجمہ القدماء کیا ہے اور یوں فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد چونکہ قوم عاد ہلاک ہونے میں بعد میں آنے والی امتوں سے پہلے ہلاک کی گئی اس لیے صفت الاولی لائی گئی پھر مفسر طبری سے نقل کیا ہے کہ قبائل سابقہ میں ایک دوسرا قبیلہ تھا اسے بھی عاد کہا جاتا تھا یہ قبیلہ مکہ مکرمہ میں عمالیق کے ساتھ مقیم تھا، پھر مبرد سے نقل کیا ہے کہ عاد اولیٰ ثمود کے مقابلہ میں لایا گیا ہے کیونکہ قوم ثمود عاد اخری تھی۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

یہ ایک ڈرانے والا ہے پرانے ڈرانے والوں میں سے، جلدی آنے والی قریب آ پہنچی، اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے والا نہیں، کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو، سو اللہ کو سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

قیامت قریب آ گئی اس بات سے تعجب کرتے ہو اور تکبر میں مبتلا ہو، اللہ کو سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو

هذا کا اشارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن عظیم کی طرف ہے مطلب یہ ہے کہ اوپر جو کچھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا جسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں یہ پرانے ڈرانے والوں میں سے ہی ایک ڈرانے والا ہے یعنی قرآن میں جو ڈرانے والے مضامین ہی یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے پہلے بھی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام آتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان پر کتابیں نازل فرمائی ہیں پرانی اقوام نے بھی

Marfat.com

تکذیب کی ہے اور انہیں ڈرایا گیا ہے جب انہیں ڈرایا گیا تو ایمان نہ لائے پھر اس کی سزا میں ہلاک ہوئے اب جو قرآن کریم کے مخاطب ہیں انہیں بھی اپنا انجام سوچ لینا چاہیے۔

قال القرطبي فان اطعتموه افلحتم والاحل بكم بمكذبي الرسل السابقة

﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ (جلد آنے والی چیز یعنی قیامت قریب آپہنچی) ﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ﴾ (جب وہ جائے گی تو اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے والا نہیں ہوگا)۔

قال القرطبي وقد سميت القيامة غاشية، فاذا كانت غاشية كان ردها كشفاً، فالكاشفة على هذا نعت مونث محذوف، اى نفس كاشفة او فرقة كاشفة او حال كاشفة وقيل ان كاشفة بمعنى كاشف والهاء للمبالغة مثل راوية وداهية.

قیامت پر ایمان نہیں لاتے لیکن اس کا آنا ضروری ہے اور اس کا وقت قریب ہے (قرب اور بعد اضافی چیز ہے)۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور قضاء قدر کے مطابق جو چیز وجود میں آنے والی ہے وہ ضرور آئے گی کسی کے نہ ماننے سے اس کا آنا رک نہیں سکتا اور آئے گی بھی اچانک اسے کوئی بھی رد نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی کو رد کرنے کا اختیار ہے لیکن وہ رد نہیں فرمائے گا لہٰذا اس کے لیے فکرمند ہونا لازم ہے جھٹلانے سے اور باتیں بنانے سے نجات ہونے والی نہیں۔

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ﴾ (کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو) ﴿وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾ (اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو) ﴿وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴾ (اور تم تکبر کرتے ہو)۔

یہ قرآن اور اس کا ڈرانا اور وقوع قیامت کی خبر دینا کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو اور ساتھ ہی ہنستے بھی ہو اور روتے نہیں تمہیں تو کفر چھوڑ کر ایمان لانا لازم ہے سابقہ زندگی پر روؤ اور کفر سے توبہ کرو، ایمان اور قرآن کے نام سے ہنستے ہو یہ چیز تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بربادی کا سبب ہے تکبر تمہیں لے ڈوبے گا۔ تکبر کی وجہ سے تم اپنے کفر پر جمے ہوئے ہو اور ایمان لانے میں اپنی بے آبروئی محسوس کرتے ہو تمہارا یہ انکار اور ہنسنا اور تکبر کرنا، دنیا اور آخرت میں عذاب انے کا سبب ہے۔ سمدون کا ترجمہ متکبرون کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کے دوسرے معانی بھی لکھے ہیں۔ اس کا مصدر سمود ہے جس کا معنی تکبر کی وجہ سے سر اٹھانا ہے۔ گانا، لہو ولعب میں مشغول ہونا، غصے میں پھول جانا وغیرہ معانی بھی لکھے ہیں۔

﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾ (سو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو)۔

یہ سورہ نجم کی آخری آیت ہے مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے حقائق بیان کر دیئے گئے اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت اور صفت علم اور صفت قدرت تمہیں بتا دی گئی اور بعض اقوام سابقہ کی ہلاکت اور بربادی بیان کر دی گئی اور یہ بتا دیا گیا کہ قیامت آنی ہے اور ضرور آنی ہے تو ہر عقلمند کی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تکذیب اور انکار کو چھوڑے اور قرآن کریم کی دعوت کو تسلیم کرے، اور اپنے رب پر ایمان لائے لہٰذا تمام مخاطبین پر لازم ہے کہ اللہ ہی کے لیے سجدہ کریں اور اسی کی عبادت کریں۔ ایمان لانے کا سب سے بڑا تقاضا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا اور اس کی عبادت کرنا ہی ہے۔

قال صاحب الروح واذا كان الامر كذلك فاسجدوا لله تعالىٰ الذى انزله واعبدوه جل جلاله

بعض حضرات نے فاسجدوا کا ترجمہ اطیعوا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو۔ سورۃ النجم کی آخری آیت، آیت سجدہ ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس آیت کو پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرنا واجب ہے۔

وقد انتهى تفسير سورة النجم بفضل المليك الحنان المنان والصلوٰة والسلام على رسوله سيد الانسان والجان وعلى من تبعه باحسان الى يوم يدخل فيه المومنون الجنان ويجارون ويدخل الكفرة النيران

Marfat.com

ایاتہا ۵۵ | ۵۴ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ | رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ القمر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچپن آیات اور تین رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵

قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہو گیا اور یہ لوگ اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہو جانیوالا ہے اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا اور ہر بات قرار پانیوالی ہے، اور بلاشبہ ان کے پاس ایسی خبریں آئی ہیں جن میں باز آنے کیلئے عبرت ہے یعنی اعلیٰ درجے کی حکمت ہے، سو ڈرانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دے رہی ہیں۔

قیامت قریب آ گئی چاند پھٹ گیا، منکرین کی جاہلانہ بات اور ان کی تردید

ان آیات میں انشقاق قمر یعنی چاند کے پھٹنے کا اور اہل مکہ کے عناد اور انکار کا تذکرہ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یہ بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو بہت سے معجزات ظاہر ہوئے ان میں وہ معجزات بھی تھے جنہیں اہل مکہ نے خود طلب کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ انہیں کوئی نشانی یعنی معجزہ دکھا دیں لہٰذا آپ نے انہیں چاند کا پھٹنا دکھا دیا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۲۲: ج ۲)

دوسری روایت میں یوں ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا پہاڑ کے نیچے آ گیا آپ نے فرمایا کہ حاضر ہو جاؤ۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۲۱: ج ۲)

سنن ترمذی (فی تفسیر سورۃ القمر) میں ہے کہ مکہ معظمہ میں چاند کے پھٹنے کا واقعہ پیش آیا جس پر سورہ قمر کی شروع کی دو آیتیں نازل ہوئیں۔ تفسیر معالم التنزیل (صفحہ ۲۵۸: ج ۴) میں ہے کہ اس وقت تو قریش مکہ نے یہ کہہ دیا کہ ہم پر جادو کر دیا ہے پھر جب باہر سے آنے والے مسافروں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہاں ہم نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے اس پر آیت کریمہ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ نازل ہوئی، سنن ترمذی میں ہے کہ جب مسافروں سے تصدیق ہو گئی تو ان میں سے بعض مشرکین نے کہا کہ اگر ہم پر جادو کر دیا ہے تو سارے لوگوں پر تو جادو نہیں کر دیا۔

بہر حال چاند پھٹا حاضرین نے دیکھا مسافروں کو بھی پھٹا ہوا نظر آیا اور جو چیز انسانوں کے خیال میں نہ ہونے والی تھی وہ وجود میں آ گئی اس سے قیامت کا وقوع سمجھ میں آ جانا چاہیے۔

﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ منکرین کا یہ طریقہ ہے کہ جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں۔ حق کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک جادو ہے۔ جس کا اثر دیرپا نہیں ہے عنقریب ہی ختم ہو جائے گا۔ ﴿وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ (اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کا اتباع کیا) اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور ان کے نفسوں میں جو باطل نے جگہ

Marfat.com

پکڑ رکھی تھی اسی کو امام بنایا اور اسی کے پیچھے چلتے رہے اور انکار نبوت پر اصرار کرتے رہے۔ ﴿وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ (اور ہر بات قرار پانے والی ہے) یعنی حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا متعین ہو جاتا ہے، اگر عناد یا کم فہمی کی وجہ سے اب نہیں سمجھتے تو کچھ عرصہ بعد سمجھ میں آ ہی جائے گا کہ یہ سحر نہیں ہے۔ ﴿وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ کی یہ ایک تفسیر ہے اور صاحب معالم التنزیل نے حضرت قتادہ سے اس کی تفسیر یوں نقل کی ہے کہ خیر اہل خیر کے ساتھ اور شر اہل شر کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے، خیر اہل خیر کو لے کر جنت میں اور شر اہل شر کو لے کر دوزخ میں ٹھہر جائے گا۔

اہل مکہ جو توحید اور رسالت کے منکر تھے ان کی مزید بدحالی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِّنَ الْأَنبَاءِ﴾ (الآیۃ) یعنی ان کے پاس پرانی امتوں کی ہلاکت اور بربادی کی خبریں آ چکی ہیں جو قرآن کریم نے بیان کی ہیں ان خبروں میں عبرت ہے۔ موعظت اور نصیحت ہے، یہ چیزیں غافل کو جھڑکنے والی اور چوکنا رکھنے والی ہیں جو سراپا حکمت کی باتیں ہیں اور زجر و توبیخ میں کامل ہیں لیکن یہ لوگ متاثر نہیں ہوتے، کفر و شرک سے باز نہیں آتے جو سنتے ہیں سب ان سنی کر دیتے ہیں ڈرانے والی چیزیں انہیں کچھ نفع نہیں دیتی ہیں۔

کما قال تعالیٰ فی سورۃ یونس ﴿وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ﴾ اور آیت اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کو فائدہ نہیں دیتی ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں)۔

معجزہ شق القمر کا واقعہ صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں صحیح اسانید کے ساتھ ماثور اور مروی ہے، دشمنان اسلام کو محض دشمنی کی وجہ سے اسلامی روایات کے جھٹلانے اور تردید کرنے کی عادت رہی ہے، انہوں نے معجزہ شق القمر کے واقع ہونے پر بھی اعتراض کر دیا ان لوگوں کا کہنا ہے کہ چاند پورے عالم پر طلوع ہونے والی چیز ہے اگر ایسا ہوا ہوتا تو دنیا کی تاریخوں میں اس کا تذکرہ ہونا ضروری تھا۔ یہ ان لوگوں کی جہالت کی بات ہے۔

اول تو اس زمانہ میں کتابیں لکھنے والے ہی کہاں تھے۔ تصنیف اور تالیف کا دور نہیں تھا پھر اگر کسی نے کوئی چیز لکھی ہو تو قرنوں گزر جانے تک اس کا محفوظ رہنا ضروری نہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ پریس اور کمپیوٹر بلکہ کاغذ کی کثرت کا زمانہ بھی نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر دوسری بات یہ ہے کہ چاند ہر وقت پورے عالم پر طلوع نہیں ہوتا کہیں دن رہتا ہے کہیں رات ہوتی ہے، چاند شق ہونے کے وقت جہاں کہیں دن تھا وہاں تو اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دیکھو عرب میں رات ہوتی ہے تو امریکہ میں دن ہوتا ہے اور امریکہ کا ظہور تو شق القمر کے صدیوں کے بعد ہوا اسی طرح رات کے اوقات مختلف ہوتے ہیں کہیں اول رات ہوتی ہے کہیں درمیانی رات ہوتی ہے اور کہیں آخری شب ہوتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ چاند مکہ معظمہ کے قریب منیٰ میں شق ہوا تھا یعنی وہاں کے لوگ دیکھ سکتے تھے لیکن بہت سے لوگ اپنے کاموں میں تھے بہت سے سو رہے تھے، بہت سے گھروں میں تھے، بہت سے دکانوں میں بیٹھے ہوئے تھے اور پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ دیکھو آج رات چاند پھٹے گا، ان حالات میں لوگوں کو باہر آنے او چاند پر نظر جمانے کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی، چاند پھٹنا تھوڑی دیر میں دونوں ٹکڑے ایک جگہ ہو گئے جن لوگوں کو اس کا پھٹا ہوا دکھانا مقصود تھا ان لوگوں نے دیکھ لیا، اگر سارا عالم دیکھ لیتا یا کم از کم سارا عرب ہی دیکھ لیتا اور پھر تاریخ لکھنے والوں تک خبر پہنچ جاتی جس پر وہ یقین کر لیتے اور ان کی کتاب محفوظ رہ جاتی تو تاریخوں میں اس کا کوئی تذکرہ مل جاتا جنہوں نے پھٹا ہوا دیکھا تھا انہیں تو اس کا یقین نہیں آیا کہ چاند پھٹا ہے اس کو انہوں نے جادو بتایا اور مسافروں کے کہنے سے کسی نے مانا بھی تو اسے پی گیا، اگر تسلیم کر لیتے تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا پڑتا یہ انہیں گوارا نہ تھا، پھر کیوں وہ کتابیں لکھتے اور کیوں شہرت دیتے؟ یہ ایک صاحب بصیرت کے سمجھنے کی بات ہے اگر کسی بھی تاریخ میں اس کا تذکرہ نہ ہو تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں پھر بھی معجزہ شق القمر کا تذکرہ تاریخ فرشتہ میں موجود ہے صاحب فیض الباری صفحہ ۶۰: ج ۴ میں فرماتے ہیں: وقد شاهد ملك بهوپال من الهند اسمه بهوج پال ذكره الفرشتة في تاريخه

Marfat.com

دیکھئے سورج تو چاند سے بہت بڑا ہے لیکن ہر وقت پورے عالم میں وہ طلوع نہیں ہوتا کہیں رات ہوتی ہے کہیں دن ہوتا ہے اس کے گرہن ہونے کی خبریں بھی چھپتی رہتی ہیں کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت فلاں ملک میں گرہن ہوگا بیک وقت پورے عالم میں گرہن نہیں ہوتا اور جہاں کہیں گرہن ہوتا ہے وہاں بھی ہزاروں آدمیوں کو خبر نہیں ہوتی کہ گرہن ہوا تھا پہلے سے اخبارات میں اطلاع دیدی جاتی ہے اس پر بھی سب کو علم نہیں ہوتا، اگر کسی سے پوچھو کہ تمہارے علاقہ میں کب گرہن ہوا اور کتنی بار ہوا تو پڑھے لکھے لوگ بھی نہیں بتا سکتے اور وہ کون سی تاریخ کی کتاب ہے جس میں تاریخ اور سورج گرہن ہونے کے واقعات لکھے ہوں، جب آفتاب کے گرہن کے بارے میں زمین پر بسنے والوں کا یہ حال ہے جو بار ہا ہوتا رہتا ہے تو چاند کا پھٹنا جو ایک ہی بار ہوا اور عرب میں ہوا اور عشاء کے وقت ہوا اور ذرا سی دیر کو ہوا اور اسی وقت پھٹ کر دونوں ٹکڑے مل گئے اور یہ دنیا کی تاریخوں میں نہیں آیا تو یہ کونسی ایسی بات ہے جو سمجھ سے بالاتر ہو۔

بعض لوگوں نے خواہ مخواہ دشمنوں سے مرعوب ہو کر معجزہ شق القمر کا انکار کیا ہے اور یوں کہتے ہیں کہ اس سے قیامت کے دن واقع ہونے والا شق القمر مراد ہے آیت کریمہ میں جو لفظ ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ فرمایا ہے۔ یہ ماضی کا صیغہ ہے تاویل کر کے اس کو خواہ مخواہ مستقبل کے معنی میں لینا بے جا تاویل ہے اور اتباع ھویٰ ہے پھر اگر آیت قرآنیہ میں تاویل کر لی جائے تو احادیث شریفہ جو صحیح اسانید سے مروی ہیں ان میں تو تاویل کی کوئی گنجائش ہے ہی نہیں۔

جس ذات پاک جلت قدرتہ کی مشیت اور ارادہ سے نفخ صور سبب شق القمر ہو سکتا ہے۔ اسی کی قدرت اور اذن سے قیامت سے پہلے بھی شق ہو سکتا ہے۔ اس میں کیا بعد ہے جو خواہ مخواہ تاویل کی جائے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ ⑥ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۙ ⑦ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧

سو آپ ان سے اعراض کیجئے جس دن بلانے والا ایسی چیز کی طرف بلائے گا جو ناگوار ہوگی، انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، قبروں سے نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈیاں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے، کافر لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے۔

قیامت کے دن کی پریشانی، قبروں سے ٹڈی دل کی طرح نکل کر میدان حشر کی طرف جلدی جلدی روانہ ہونا

ان آیات میں اول تو رسول اللہ تعالیٰ ﷺ کو بطور تسلی حکم فرمایا کہ آپ ان سے اعراض کریں یعنی ان کے انکار اور تکذیب سے دلگیر نہ ہوں (حق قبول نہ کرنے کا انجام خود ان کے سامنے آجائے گا) پھر فرمایا کہ جس دن بلانے والا بلائے گا یعنی فرشتہ صور پھونکے گا اس دن قیامت کا ظہور سامنے آجائے گا جو آنکھوں دیکھا ہوگا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے خبر دینے سے اس وقت نہیں مانتے لیکن جب واقع ہوگا تو ماننا ہی پڑے گا فرشتے کا صور پھونکنا قبروں سے نکلنے کے لیے ہوگا۔ (یہ دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے سے متعلق ہے) جب صور کی آوازسنیں گے تو زندہ ہو کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور بڑی تیزی کے ساتھ میدان حشر کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور چونکہ کروڑوں افراد ہوں گے اس لیے زمین پر اس طرح پھیلے ہوئے ہوں گے جیسے ٹڈیوں کا دل نکلتا ہے اور جہاں تک نظر ڈالو پھیلا ہوا نظر آتا ہے، نظریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ کافر لوگ کہیں گے کہ یہ تو بڑا سخت دن ہے، سورۂ معارج میں فرمایا ﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾ (جس دن قبروں سے جلدی جلدی نکل کر دوڑیں گے، گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں، ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا)۔

Marfat.com

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ
فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى
اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾
وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا، سوانہوں نے ہمارے بندہ کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ دیوانہ ہے، اور اسے جھڑک دیا گیا، سو اس نے اپنے رب سے دعا کی بیشک میں مغلوب ہوں میری مدد فرمایئے، سو ہم نے آسمان کے دروازے خوب زیادہ برسنے والے پانی سے کھول دیئے اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے پھر پانی اس کام کیلئے مل گیا جس کا فیصلہ کر دیا گیا تھا، اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لیے کیا گیا جس کی ناقدری کی گئی، اور بلاشبہ ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا کر چھوڑ دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنیوالا، پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا، اور البتہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب، قوم کا عناد وانکار، پھر قوم کی ہلاکت اور تعذیب

اہل مکہ کا انکار اور عناد بڑھتا جا رہا تھا انہیں گزشتہ اقوام کی تکذیب اور ہلاکت اور تعذیب کے واقعات بتائے گئے۔ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم عاد و ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے واقعات ذکر فرمائے ہیں اولاً حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا کہ اہل مکہ سے پہلے ہمارے بندہ نوح علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی ان کی قوم نے انہیں دیوانہ بتایا اور ان کی بے ادبی کرتے رہے قوم نے انہیں جھڑکا اور بے ادبی کے ساتھ مقابلہ کیا (جس کی تفصیل سورہ اعراف، سورہ ہود اور سورۃ الشعراء میں گزر چکی ہے اور سورہ نوح میں بھی آ رہی ہے)۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

حضرت نوح علیہ السلام ان کے درمیان ساڑھے نو سو سال رہے انہیں توحید کی دعوت دی۔ حق پیش کیا بارہا سمجھایا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا بلکہ الٹا انہیں کو گمراہی میں بتانے لگے۔ کمافی سورۃ الاعراف ﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ان لوگوں نے ضد پکڑ لی عناد پر اتر آئے اور کہنے لگے ﴿فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا ان كنت من الصادقين﴾ کہ تم جو کچھ دھمکیاں دے رہے ہو عذاب کی باتیں کر رہے ہو اگر سچے ہو تو عذاب کو لے آؤ، ابھی سامنے کر کے دکھاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام ان کی حرکتوں سے بہت عاجز آ چکے تھے بہت کم لوگ ان پر ایمان لائے سورۃ ہود میں ہے ﴿وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ ان لوگوں نے تو عذاب مانگا ہی تھا حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ان کے لیے بددعا کر دی۔ سورۃ المومنون میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ ﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ اور یہاں سورہ قمر میں ہے کہ ﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ (سوانہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب میں مغلوب ہوں سو میری مدد فرمایئے) اور سورۃ نوح میں ہے کہ انہوں نے دعا میں عرض کیا ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (اے میرے رب کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر چلتا پھرتا مت چھوڑ) اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی انہیں حکم دیا کہ کشتی بناؤ اس کشتی کو یہاں سورۃ القمر میں ﴿ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾ سے تعبیر فرمایا ہے یعنی تختوں سے بنی ہوئی چیز جس میں میخیں یعنی کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ جب یہ کشتی تیار ہوگئی تو ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو اور دیگر اہل ایمان کو اس میں سوار کرلو، جب یہ حضرات سوار ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے پانی کا طوفان بھیج دیا آسمان سے بھی پانی

Marfat.com

برسا اور خوب برسا اور زمین سے بھی چشمے جاری ہوئے دونوں پانی آپس میں مل گئے اور جو فیصلہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قضاو قدر میں لکھا ہوا تھا اسی کے مطابق ان لوگوں کی ہلاکت و بربادی ہوگئی، کشتی پانی میں بہتی رہی اللہ تعالیٰ نے اپنی نگرانی میں اسکو جاری رکھا اور جو لوگ ان میں سوار تھے ان کی حفاظت فرمائی اور کافروں کو ڈبو دیا، چونکہ ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو بہت ستایا تھا اور ان کی ناقدری کی تھی اس لیے فرمایا ﴿جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾ (ان لوگوں کی غرقابی اس شخص کا بدلہ لینے کے لیے تھی جس کی ناقدری کی گئی)۔

کافروں کی غرقابی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (اور بلاشبہ ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا کر چھوڑ دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا)۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ (سو کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا) مطلب یہ ہے کہ اُمم سابقہ کے واقعات محض حکایت کے لیے نہیں ہیں ان سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے پرانی امتوں کی جو ہلاکت ہوئی وہ یوں ہی ذرا بہت تھوڑی سی تکلیف نہیں تھی وہ تو بہت بڑا عذاب تھا پڑھنے اور سننے والے سوچیں اور غور کریں اس بھیانک عذاب کی سختی اور ہولناکی کو ذہن میں لائیں اور ساتھ ہی یہ بھی غور کریں کہ اگر ہم برابر انکار کرتے رہیں اور اللہ کے رسول اور اس کتاب کے جھٹلانے پر کمر باندھے رہیں تو ہمارا بھی ایسا ہی انجام ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کو آسان فرمادینا:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ یہ آیت کریمہ سورۃ القمر میں چار جگہ ہے پہلی بار حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے تذکرہ کے بعد فرمائی ہے نیز قوم عاد اور قوم ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کے ذکر کے بعد بھی مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی شخص نصیحت حاصل کرنے والا ہے، اس میں قرآن کریم کی تسہیل اور تیسیر کا بھی ذکر ہے اور دعوت فکر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سہل کر دیا تو بندوں پر لازم ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کریں، ذکر وفکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے) هذه الكلمة اصلها مذتكر من الافتعال ابدلت التاء والذال كلتاهما ثم ادغم بعضها في بعض كما في سورة يوسف عليه السلام وادكر بعد امة۔

لفظ للذکر میں نصیحت حاصل کرنا عبرت لینا سب کچھ داخل ہے اور معالم التنزیل میں حضرت سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے حفظ اور قرأت مراد ہے (قرآن کا پڑھنا اور حفظ کرنا بھی آسان ہے اور اس کے معانی اور مضامین اور احکام کا سمجھنا بھی سہل ہے) رہے وجوہ استنباط تو ان کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، اور قرآن میں یہ ہے بھی نہیں کہ سارے قرآن کو من کل الوجوہ ہر شخص کے لیے آسان کر دیا ہے بہت سے وہ لوگ جو آیت شریفہ کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کا مطلب اپنے پاس سے تجویز کرتے ہیں اور سلف صالحین کے خلاف تفسیر کرتے ہیں جبکہ عربی لغات اور قواعد عربیہ کو بھی نہیں جانتے ہیں ایسے لوگ شدید گمراہی میں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسہیل اور تیسیر ہے کہ اس نے پورے قرآن کو مومن بندوں کے سینوں میں بالفاظہ وحروفہ محفوظ فرما دیا، اگر بالفرض خدانخواستہ سارے مصاحف ختم ہو جائیں تو قرآن مجید پھر بھی محفوظ رہے گا ایک نوعمر حافظ بچہ کھڑے ہو کر پورا قرآن مجید لکھوا سکتا ہے، اہل کتاب نے لکھے ہوئے صحیفوں پر بھروسہ کیا اس لیے اپنی کتاب ضائع کر دی، اب ان کے پاس ترجمے ہی ترجمے ہیں، کتابیں نہیں ہیں جن سے ترجموں کا ملان کیا جاسکے۔

قرآن کا اعجاز اور لوگوں کا تغافل

قرآن مجید کا ایک یہ معجزہ ہے جو سب کے سامنے ہے کہ اسے عورتیں، بوڑھے بچے، جوان سب ہی حفظ کر لیتے ہیں۔ اتنی بڑی کتاب کوئی بھی شخص اپنی زبان کی لفظ بہ لفظ اور حرف بہ حرف یاد نہیں کرسکتا۔

دنیا اور دنیا کی محبت نے ایسے لوگوں کو قرآن سے اور اس کے حفظ کرنے سے اس کی تجوید اور قرأت سے محروم کر دیا جو خود بھی

Marfat.com

آخرت سے بے فکر ہیں اور بچوں کو بھی طالبِ دنیا بنا کر ان کا ناس کھوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ عموماً مسلمانوں میں نسلی مسلمان رہ گئے۔ یعنی ان کے باپ دادا مسلمان تھے یہ بھی ان کے گھروں میں پیدا ہو گئے، اسلام کو اس کے تقاضوں کے ساتھ نہ پڑھا نہ سمجھا، جیسے خود ہیں ویسے ہی اولاد کو بنانا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اصلی مسلمان ہیں وہ لوگ قرآن کو سینہ سے لگاتے ہیں، حفظ کرتے ہیں، تجوید سے پڑھتے ہیں، بچوں کو بھی حفظ کرواتے ہیں اس کے معانی بتاتے ہیں، عالم بناتے ہیں، علماء کی صحبتوں میں لے جاتے ہیں۔

مسلمانو! اپنے بچوں کو حفظ میں لگاؤ یہ بہت آسان کام ہے۔ جاہلوں نے مشہور کر دیا ہے کہ قرآن حفظ کرنا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے، یہ بالکل جاہلانہ بات ہے۔ قرآن حافظہ سے یاد نہیں ہوتا معجزہ ہونے کی وجہ سے یاد ہوتا ہے۔

بہت سے جاہل کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹانے سے کیا فائدہ؟ یہ لوگ روپے پیسے کو فائدہ سمجھتے ہیں ہر حرف پر دس نیکیاں ملنا اور آخرت میں ماں باپ کو تاج پہنایا جانا اور قرآن پڑھنے والے کا اپنے گھر کے لوگوں کی سفارش کر کے دوزخ سے بچوا دینا فائدہ میں شمار ہی نہیں کرتے کہتے ہیں کہ حفظ کر کے ملا بنے گا تو کہاں سے کھائے گا، میں کہتا ہوں کہ حفظ کر لینے کے بعد تجارت اور ملازمت سے کون روکتا ہے، ملا بننا تو بہت بڑی سعادت ہے جسے اپنے لیے یہ سعادت مطلوب نہیں وہ اپنے بچے کو تو حفظ قرآن سے محروم نہ کرے جب حفظ کر لے تو اسے دنیا کے کسی بھی حلال مشغلے میں لگایا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم کی برکات:

ہم نے تجربہ کیا ہے کہ دنیا کے کام کاج کرتے ہوئے اور سکول، کالج میں پڑھتے ہوئے بہت سے بچوں نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ بہت لوگوں نے سفید بال ہونے کے بعد حفظ کرنا شروع کیا اللہ جل شانہ، نے ان کو بھی کامیابی عطا کی، جو بچہ حفظ کر لیتا ہے اس کی قوت حافظہ اور سمجھ میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ آئندہ جو تعلیم بھی حاصل کرے ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے آگے رہتا ہے، قرآن کی برکت سے انسان دنیا و آخرت میں ترقی کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں کوئی قرآن کی طرف بڑھے تو قرآن کی برکات کا پتہ چلے۔

قرآن کو بھول جانے کا وبال:

• جس طرح قرآن کو یاد کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قرآن کو یاد رکھنے کا دھیان رکھو (یعنی نماز میں اور خارجِ نماز اس کی تلاوت کرتے رہو) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو اونٹ رسیوں میں بندھے ہوئے ہوں جس طرح وہ اپنی رسیوں میں بھاگنے کی کوشش میں رہتے ہیں قرآن ان سے بڑھ کر تیزی کے ساتھ نکل کر چلا جانے والا ہے۔'' (رواہ البخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۹۰)

بات یہ ہے کہ قرآن جس طرح جلدی یاد ہو جاتا ہے اور محبت کرنے والوں کے دل میں سما جاتا ہے اسی طرح وہ یاد رکھنے کا دھیان نہ کرنیوالوں کے سینوں سے چلا جاتا ہے کیونکہ وہ غیرت مند ہے جس شخص کو اس کی حاجت نہیں ہے جب وہ یاد رکھنے کی کوشش نہ کرے تو قرآن کیوں اس کے پاس رہے، جبکہ وہ بے نیاز ہے۔ قرآن پڑھ کر بھول جانے والے کے لیے سخت وعید ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''جو شخص قرآن پڑھتا ہے، پھر بھول جاتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ جذامی ہوگا'' (یعنی اس کے اعضاء اور دانت گرے ہوئے ہوں گے)۔ (رواہ ابوداود والدارمی، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مجھ پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کیے گئے تو میں نے ثواب کے کاموں میں یہ بھی دیکھا کہ مسجد میں کوئی تکلیف دینے

Marfat.com

والی چیز پڑی ہو اور کوئی شخص اسے نکال دے اور مجھ پر میری امت کے گناہ بھی پیش کیے گئے تو میں نے اس سے بڑھ کر گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو کوئی سورت یا آیت عطا کی گئی ہو پھر وہ اس کو بھول جائے۔'' (رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۶۹)

بچوں کو قرآن کی تعلیم پر لگانے والے دنیا کے چند دن چھک مہک نہیں دیکھتے بلکہ اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے آخرت کی کامیابی اور وہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے لیے فکرمند ہوتے ہیں۔ ﴿فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا﴾

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾

جھٹلایا قوم عاد نے سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا، بیشک ہم نے ان پر سخت ہوا بھیج دی ایسے دن میں جو نحوست والا تھا، دیر تک رہنے والا تھا وہ ہوا لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی گویا کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں، سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا، اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا، سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

قوم عاد کی تکذیب اور ہلاکت اور تعذیب

ان آیات میں قوم عاد کی تکذیب اور تعذیب کا ذکر ہے انکی طرف اللہ تعالیٰ شانہ، نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی توحید کی دعوت دی، یہ لوگ بری طرح پیش آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے خیال میں تو تم کم عقل ہو بیوقوف ہو ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ یہ جو تم نے عذاب عذاب کی رٹ لگا رکھی ہے یہ دھمکی ہم پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتی اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو چلو عذاب کو بلا لو، بالآخر ان پر اللہ تعالیٰ شانہ، نے ہوا کا عذاب بھیج دیا بہت سخت تیز ہوا آئی جو ان پر سات رات اور آٹھ دن مسلط رہی یہ دن ان کے لیے نامبارک اور منحوس تھے۔ ہوا چلتی رہی اور یہ لوگ مرتے رہے تیز ہوا نے انہیں اٹھا اٹھا کر پھینک دیا یہ لوگ بڑی جسامت والے تھے قد آور تھے اپنی قوت اور طاقت پر انہیں بڑا گھمنڈ تھا ان کے سامنے جب دین و ایمان کی بات آئی تو کہنے لگے ﴿مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (ہم سے بڑھ کر قوت کے اعتبار سے کون زیادہ سخت ہوگا) اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی تو ساری شیخی دھری رہ گئی ہوا نے انہیں اپنی جگہوں سے ایسا اٹھا اٹھا کر پھینکا کہ ان میں کوئی جان ہی نہ تھی۔ یہاں سورۃ القمر میں فرمایا ﴿كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ﴾ (گویا کہ وہ کھجور کے درختوں کے تنے تھے جو اکھڑ اکھڑ کر زمین پر گر پڑے) اور سورہ الحاقہ میں فرمایا ہے ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ (سوائے مخاطب تو اس قوم کو مذکورہ ایام میں پچھاڑے ہوئے دیکھتا ہے گویا کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں جو اندر سے خالی ہیں)۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ﴾ (سو کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا) ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا سو کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا)۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ

Marfat.com

مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا، سوانہوں نے کہا کیا ہم ایسے انسان کا اتباع کریں جو ہمیں میں سے ایک شخص ہے، بیشک اس صورت میں تو ہم بڑی گمراہی اور دیوانگی میں جا پڑیں گے، کیا ہم سب کے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی؟ بلکہ بات یہ ہے کہ یہ بڑا جھوٹا شیخی باز ہے، عنقریب کل کو جان لیں گے کہ کون ہے برا جھوٹا شیخی باز، بیشک ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں ان کی آزمائش کیلئے، سو آپ ان کو دیکھتے رہے اور صبر کیجیے اور آپ انہیں بتادیں کہ بیشک پانی تقسیم ہے ان کے درمیان ہر ایک اپنے پلانے کی باری پر حاضر ہوا کرے، سوانہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس نے حملہ کر دیا اور کاٹ ڈالا، سو کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا، بیشک ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ لگانے والے کا چورا ہو، اور بلاشبہ یہ بات حق ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

قوم ثمود کی تکذیب اور ہلاکت و تعذیب

ان آیات میں قوم ثمود کی تکذیب پھر ان کی ہلاکت اور تعذیب کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ لوگ قوم عاد کے بعد تھے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بنا لیتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ، نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا انہوں نے ان کو توحید کی دعوت دی خیر کا راستہ دکھایا لیکن ان پر تکبر سوار ہو گیا اور کہنے لگے تم بھی تو انسان ہو اور ہم بھی انسان ہیں پھر ہو بھی تم ہمیں میں سے تم میں کون سی خاص بات ہے جس کی وجہ سے تم نبی بنائے گئے ہم اپنے ہی میں سے ایک آدمی کا اتباع کریں تو یہ بڑی گمراہی کی بات ہے ہم کوئی دیوانے تو نہیں ہیں جو اتنی بات بھی نہ سمجھیں ہم اپنے ہی جیسے آدمی کا اتباع کریں یہ دیوانگی نہیں ہے تو کیا ہے؟ بس جی ہماری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ اس شخص کو رسالت نہیں ملی اپنی بڑائی بگھارنے کے لیے اور بڑا بننے کے لیے اس نے یہ بات نکالی ہے کہ میں رسول ہوں نبی ہوں تاکہ قوم اس کو بڑا ماننے لگے، اللہ تعالیٰ شانہ، نے ارشاد فرمایا ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ انہیں عنقریب کل کو پتہ چل جائے گا کہ کون ہے بہت جھوٹا شیخی بگھارنے والا، یعنی خود بڑے جھوٹے ہیں اور شیخی خورے ہیں اسی لیے اللہ کے نبی کو نہیں مانتے۔ اپنے جھوٹ کا اور شیخی بگھارنے کا انجام عنقریب دیکھ لیں گے۔

ان لوگوں نے معجزہ کے طور پر حضرت صالح علیہ السلام سے کہا تھا کہ پہاڑ سے ایک اونٹنی نکال کر دکھاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہم تمہاری نبوت کے اقراری ہو جائیں گے، اللہ جل شانہ، نے ایک بڑی اونٹنی ظاہر فرما دی سب نے دیکھ لیا کہ اونٹنی پہاڑ سے برآمد ہوئی۔ چونکہ اللہ کی اونٹنی تھی جو بطور معجزہ ظاہر کی گئی تھی اس لیے خوب زیادہ کھاتی پیتی تھی۔ سورۃ الاعراف میں فرمایا ﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے بڑی نشانی ہے۔ سو اسے تم چھوڑے رکھو۔ اللہ کی زمین میں کھاتی رہے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا)۔

ان لوگوں کا ایک کنواں تھا جس سے پانی بھرتے اور اپنے مویشیوں کو پلاتے تھے اللہ کی اس اونٹنی کو بھی پانی پینے کی ضرورت تھی حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بتا دیا ﴿لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ (اس کے لیے پانی پینے کی باری ہے اور ایک دن تمہارے پینے کے لیے باری مقرر ہے) اس مضمون کو یہاں سورہ قمر میں یوں بیان فرمایا ﴿اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ﴾ (کہ ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں ان لوگوں کی آزمائش کے لیے (اے صالح) ان کو دیکھتے رہئے اور صبر کیجئے)۔

﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ﴾ (اور انہیں بتا دیجئے کہ بیشک پانی ان کے درمیان بانٹ دیا گیا ہے ہر

Marfat.com

ایک اپنی باری پر حاضر ہوا کرے)۔ یہ لوگ اس اونٹنی سے تنگ آ گئے اس کا اپنے نمبر پر پانی پینا ناگوار ہوا لہٰذا آپس میں مشورہ کیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے ان میں سے ایک آدمی قتل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ لوگوں نے اسے پکارا اس نے ہاتھ میں تلوار لی اور اونٹنی کو مار ڈالا پہلے سے ان کو بتا دیا گیا تھا کہ اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ لگاؤ تو تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا، جب اسے قتل کر دیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بتا دیا۔ ﴿تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ﴾ (اپنے گھروں میں تم تین دن بسر کر لو (اس کے بعد عذاب آ جائے گا) ﴿ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ (یہ وعدہ سچا ہے جھوٹا نہیں) پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ تین دن بعد عذاب آیا اور تمام کافر ہلاک کر دیئے گئے اور مومنین عذاب سے محفوظ رہے۔ ارشاد فرمایا ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ (بلاشبہ ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی سو وہ سب اس طرح ہلاک ہو کر رہ گئے جیسے کھیتی کی حفاظت کے لیے باڑ لگانے والے کی باڑ کا چورا چورا ہو جاتا ہے) یعنی ان ن جانیں تو گئیں جسم بھی باقی نہ رہے، چورا چورا ہو کر رہ گئے۔ یہ بات تقریباً وہی ہے جیسے اصحاب فیل کے بارے میں ﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ﴾ فرمایا ہے۔ انہیں ایسا بنا دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو)۔ سورہ ہود اور سورہ قمر میں فرمایا ہے کہ ان کے ہلاک کرنے کے لیے ایک چیخ بھیجی گئی اور سورہ الاعراف میں فرمایا ﴿فاخذتهم الرجفة﴾ کہ انہیں زلزلہ نے پکڑ لیا، چونکہ دونوں ہی طرح کا عذاب آیا تھا اس لیے کہیں چیخ کا تذکرہ فرمایا اور کہیں زلزلہ کا، عذاب کا تذکرہ فرمانے کے بعد یہاں بھی ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ فرمایا (سو کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا) اور آخر میں آیت کریمہ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ کا اعادہ فرما دیا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا، بیشک ہم نے ان پر پتھر لانے والی تیز ہوا بھیج دی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، ہم نے انہیں آخری رات میں اپنے فضل سے نجات دے دی ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو شکر ادا کرے اور لوط نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا تھا سو انہوں نے ڈرانے کی چیزوں میں جھگڑے بازی کی، اور بیشک بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے لوط کے مہمانوں کو برے ارادہ سے لینا چاہا۔ سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں، سو چکھ لو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ، اور یہ بات یقینی ہے کہ صبح سویرے ان پر ایسا عذاب آ گیا جو برقرار رہنے والا تھا، سو چکھ لو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا، اور قوم کا کفر پر اصرار کرنا، معاصی پر جمار رہنا اور آخر میں ہلاک ہونا

ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی نافرمانی اور ہلاکت کا ذکر ہے، حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے وطن سے ہجرت کر کے آئے تھے دونوں نے ملک شام میں قیام فرمایا حضرت لوط علیہ السلام چند بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے ان میں بڑی بستی کا نام سدوم تھا ان بستیوں کے رہنے والے برے لوگ تھے۔ برے اخلاق اور برے اعمال میں مشغول رہتے تھے مرد مردوں سے شہوت پوری کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا توحید کی دعوت دی برے افعال سے روکا لیکن ان لوگوں نے ایک نہ سنی اور اپنی بدمستی میں مشغول رہے، بالآخر ان پر عذاب آ ہی گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کے جو فرشتے بھیجے وہ اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور

Marfat.com

ان سے کہا ﴿اِنَّا مُهْلِكُوْا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ﴾ (کہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں تو لوط علیہ السلام ہیں پوری بستی کیسے ہلاک ہوگی؟ فرشتوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس میں کون کون ہے، ہم لوط کو اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے ہاں ان کی بیوی ہلاک ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی پھر وہاں سے چل کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے چونکہ یہ فرشتے انسانی صورت میں تھے اور خوبصورت شکل میں آئے تھے اس لیے ان کو دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام رنجیدہ ہوئے اور انہیں خیال آیا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ خوبصورت ہیں اندیشہ ہے کہ گاؤں والے ان کے ساتھ بری حرکت کا ارادہ نہ کرلیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ لوگ جلدی جلدی دوڑتے ہوئے آئے اور اپنا مطلب پورا کرنا چاہا جسے ﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔ یہ میری بیٹیاں ہیں یعنی امت کی لڑکیاں جو گھروں میں موجود ہیں ان سے کام چلاؤ یعنی نکاح کرو۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا اور یہ بھی بتایا کہ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ، ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن وہ لوگ نہ مانے، حضرت لوط علیہ السلام کی تکذیب کرتے رہے اور عذاب آنے میں بھی شک اور تردد کرتے رہے جب انہوں نے بات نہ مانی تو اولاً یہ عذاب آیا کہ ان کی آنکھوں کو مطموس کر دیا گیا یعنی ان کے چہرے بالکل سپاٹ ہو گئے آنکھیں بالکل ہی نہ رہیں۔ اللہ پاک کی طرف سے اعلان ہو گیا ﴿فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ (سو تم میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا نتیجہ چکھ لو)۔

جب ہلاکت والا عذاب آنے کا وقت قریب ہوا تو فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنی بیوی کے علاوہ رات کے ایک حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیے اور برابر چلتے جائیے تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے صبح کے وقت ان لوگوں پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو اللہ کا حکم آ گیا جو فرشتے عذاب کے لیے بھیجے گئے تھے انہوں نے ان بستیوں کا تختہ اٹھا کر پلٹ دیا نیچے کی زمین اوپر اور اوپر کی زمین نیچے ہوگئی وہ سب لوگ اس میں دب کر مر گئے اور اللہ تعالیٰ نے اوپر سے پتھر بھی برسا دیئے جو کنکھر کے پتھر تھے وہ لگا تار برس رہے تھے۔ ان پتھروں پر نشان بھی لگے ہوئے تھے، بعض علمائے تفسیر نے فرمایا ہے ہر پتھر جس شخص پر پڑتا تھا اس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا اس کو سورہ ہود میں مسومۃ یعنی نشان زدہ فرمایا ہے۔ (کماذ کرہ فی معالم التنزیل وفیہ اقوال اُخر)۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اس علاقہ میں موجود تھے ان پر زمین الٹنے کا عذاب آیا اور جو لوگ ادھر ادھر نکلے ہوئے تھے ان پر پتھر برسائے گئے اور پتھروں کی بارش سے ہلاک ہو گئے۔ حضرت مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کیا قوم لوط میں سے کوئی رہ گیا تھا، انہوں نے جواب دیا کوئی باقی نہ رہا تھا ہاں ایک شخص زندہ بچ گیا تھا جو مکہ معظمہ میں تجارت کے لیے گیا ہوا تھا وہ چالیس دن کے بعد حرم سے نکلا تو اس کو بھی پتھر لگ گیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔

سورہ ہود میں ان لوگوں کی زمین کا تختہ الٹنے کا اور پتھروں کی بارش کا ذکر ہے اور یہاں سورۃ القمر میں ﴿انا ارسلنا علیهم حاصباً﴾ فرمایا ہے علامہ قرطبی نے اولاً ابوعبیدہ سے نقل کیا کہ اس سے پتھر مراد ہیں پھر صحاح سے نقل کیا ہے کہ الحاصب الريح الشديدة التي تطير الحصبا کہ حاصب اس ہوا کو کہا جاتا ہے جو کنکریاں اڑاتی ہوئی چلے اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں پر جو پتھر برسائے گئے تھے۔ ان پتھروں کو تیز ہوا لے کر آئی تھی۔

پھر جو فرمایا ﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ﴾ عذاب مستقر کا ترجمہ عذاب دائمی بھی کیا گیا ہے مستقر کا ترجمہ ہے ٹھہرنے والا، کافر کا عذاب موت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے پھر اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا اس سے مستقر کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

فائدہ: حضرت لوط علیہ السلام کے اہل کو نجات دینے کے تذکرہ کے بعد ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ﴾ فرمایا اس میں یہ مستقل قانون بتا دیا کہ مومن شکر گزار بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ شانہ، کی خاص مہربانی ہوتی ہے مومن بندوں کو چاہئے کہ وہ عبادت گزار بھی رہیں اور شکر گزار بھی پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مظاہر دیکھیں۔

Marfat.com

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾
اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ
الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا
كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ
فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ آلِ فرعون کے پاس ڈرانے کی چیزیں آئی تھیں، انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا، سوہم نے انہیں پکڑ لیا زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا، کیا تمہارے کافر بہتر ہیں ان لوگوں سے یا تمہارے لیے کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ہے جو غالب رہے گی، عنقریب جماعت شکست کھا جائے گی اور پشت پھیر کر چل دینگے، بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے، بلاشبہ مجرمین بڑی گمراہی اور بڑی بے عقلی میں ہیں، جس دن دوزخ میں چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے، چکھو دوزخ کا عذاب، بیشک ہم نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا، اور ہمارا حکم بس یک بارگی ہو گا جیسے آنکھوں کا جھپکنا، اور یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے تمہارے جیسے لوگوں کو ہلاک کیا، تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنیوالا اور جو کچھ بھی ان لوگوں نے کیا ہے سب کتابوں میں ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز کتابوں میں لکھی ہوئی ہے، بیشک پرہیز گار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں بادشاہ کے پاس جو قدرت والا ہے۔

آلِ فرعون کی تکذیب اور ہلاکت وتعذیب

ان آیات میں اولاً آلِ فرعون کا تذکرہ ہے یہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ شانہٗ کے باغی تھے۔فرعون کی بڑی طاقت تھی اس کی جمعیت بھی تھی اسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا وہ کہتا تھا کہ میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف بھیجا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا فرعون کا دبدبہ تو تھا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے باوجود فرعون اور اس کی قوم کے بڑے لوگ دربار کے حاضر باش اور قوم کے سردار (جنہیں کئی جگہ ملائہ سے تعبیر فرمایا) لوگ ایمان نہیں لاتے تھے اور عوام الناس بھی ان کا اتباع کرتے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ڈرایا دنیا کی بربادی اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہونے کی باتیں بتائیں ان کے ہاتھ پر متعدد معجزات بھی ظاہر ہوئے جن کا سورۃ الاعراف کی آیات ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ﴾ (الآیات الثلث) میں تذکرہ فرمایا ہے ان لوگوں نے تمام آیات کو جھٹلا دیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آلِ فرعون اور عسا کر فرعون یعنی اس کے لشکروں کو ڈبو دیا اس سے پہلے فرعون اور اس کے ساتھیوں کے غرق ہونے کا تذکرہ کئی جگہ قرآن مجید میں گزر چکا ہے۔ یہاں ان کی تکذیب اور تعذیب کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔

اہل مکہ سے خطاب تم بہتر ہو یا ہلاک شدہ قومیں بہتر تھیں:

اس کے بعد اہل مکہ سے خطاب فرمایا ﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ﴾ کہ اے اہل مکہ حضرت نوح اور حضرت ہود اور حضرت صالح

Marfat.com

کی قومیں اور فرعون اور آل فرعون یہ سب لوگ جو ہلاک کیے گئے ان کے اور اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تمہارے کافر بہتر ہیں یا وہ لوگ بہتر تھے، یعنی ان کی قوت اور سامان اور تعداد زیادہ نہ تھی؟ یا تم ان سے قوت میں بڑھ کر ہو؟ یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ قوت و طاقت اور مال و اسباب میں تم سے کہیں زیادہ تھے، انہوں نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی، تکذیب اور انکار کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے، تم نے اپنے بارے میں جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم پر کفر کا وبال نازل نہ ہوگا غور کرلو اور سوچ لو کیا تمہارا یہ سمجھنا صحیح ہے؟ خوب سمجھ لو یہ صحیح نہیں ہے۔ گھمنڈ میں مت رہو۔

﴿اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ﴾ (کیا تمہارے پاس معافی کی ایسی کوئی دلیل ہے جو پرانی کتابوں سے منقول ہو) جس پر بھروسہ کر کے تم یہ کہتے ہو کہ پرانی قوموں پر جو عذاب آیا وہ تم پر نہیں آئے گا اور کفر کے باوجود تم محفوظ رہو گے، یہ بھی استفہام انکاری ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس ایسی کوئی بات بھی محفوظ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی سابقہ کتب سے منقول ہو جس میں یہ لکھا ہو کہ تم لوگ عذاب میں مبتلا نہ ہو گے، نہ قوت میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہو نہ تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو سابقہ کتب سے منقول ہو جو کفر کے باوجود تمہاری حفاظت کی ذمہ دار اور ضمانت لے رہی ہو، جب دونوں باتیں نہیں ہیں تو کفر پر اصرار کرنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔

غزوہ بدر میں اہل مکہ کی شکست اور بڑا بول بولنے کی سزا:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾ (کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت ہے غلبہ پانے والی) یعنی ہمارے اندر اتفاق اور اتحاد ہے۔ ہمارے سامنے جو بھی دشمن آئے گا شکست کھائے گا اور ذلیل ہوگا۔ کون ہے جو ہمیں شکست دے سکے، یہ ان لوگوں نے بہت بڑی بات کہی، اول تو سارے عرب کے سامنے اہل مکہ کی تعداد ہی کیا تھی بس اتنی بات تھی کہ حرم میں ہونے کی وجہ سے لوگ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن اہل عرب کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی پھر بھی اتنی بڑی بات کہہ دی، تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اہل مکہ نے یہ بات غزوہ بدر کے موقع پر کہی تھی ان لوگوں کو اپنی متحدہ جماعت پر گھمنڈ ہو گیا اور یہ نہ سوچا کہ جو ذات خالق اور مالک ہے وہ جسے چاہے اور جس کے ذریعے چاہے شکست دیدے، ادھر تو ان لوگوں نے اتنا بڑا بول بولا ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ شانہ، کی بارگاہ میں دعا شروع کی اور خوب زیادہ دعا کی اور عرض کیا کہ اے اللہ میں آپ کے عہد اور آپ کے وعدہ کو پیش کر کے عرض کرتا ہوں (کہ مسلمانوں کی مدد فرمائیں) اے اللہ اگر آپ چاہیں (یہ مومن بندے ہلاک ہو جائیں) آج کے دن کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ بس کیجئے آپ نے اپنے رب سے بہت الحاح کے ساتھ دعا کرلی۔ اس وقت آپ ایک قبہ میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ آیت پڑھتے ہوئے آپ قبہ سے باہر نکلے ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (دشمنوں کی جماعت عنقریب شکست کھائے گی اور پشت پھیر کر بھاگے گی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۴۰۸، ۵۶۴، ۷۲۲)۔

اہل مکہ نے جو غرور کا کلمہ بولا تھا جس کا نتیجہ انہوں نے بھگت لیا۔ ذلیل ہوئے، خوار ہوئے ان کی ایک ہزار کی جماعت تھی۔ تین سو تیرہ مسلمانوں کے مقابلے میں شکست کھا گئی مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر آدمیوں کو قید کر کے مدینہ لایا گیا۔ بڑا بول بولا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے رسول کے مقابلہ میں ذلیل نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔

دنیا میں ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں اپنی کثرت پر بھروسہ کر کے مقابلہ میں آئے پھر ذلیل ہوئے ان کی حکومتیں پاش پاش ہوئیں کافروں کی بعض جماعتیں اب بھی اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے کے درپے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ذلت کا منہ دیکھیں گے۔ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾۔

Marfat.com

یوم قیامت کی سخت مصیبت اور مجرمین کی بدحالی:

اس کے بعد ارشاد فرمایا ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ﴾ (بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور قیامت بہت سخت مصیبت کی چیز ہے اور بہت کڑوی ہے) دنیا میں یہ لوگ شکست کھائیں گے ذلت اٹھائیں گے مقتول ہوں گے موت کی سختی جھیلیں گے پھر برزخ کی مصیبت گزار کر قیامت کے دن کی مصیبت میں مبتلا ہوں گے وہ مصیبت بہت ہی زیادہ سخت ہوگی اور بہت ہی زیادہ کڑوی ہوگی جیسے بہت سخت کڑوی چیز کا چکھنا اور نگلنا بہت دشوار ہوتا ہے اسی طرح قیامت کی مصیبت کو سمجھ لو۔ اس سے قیامت کی مصیبت کا تھوڑا سا اندازہ ہو جائے گا۔ قال صاحب الروح واشد مرارة في الذوق وهو استعارة لصعوبتها على النفس.

مزید فرمایا ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَّسُعُرٍ﴾ (بلاشبہ جرم کرنے والے لوگ ہلاکت میں اور جلتی ہوئی آگوں میں ہوں گے یہ آیت کا ایک ترجمہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿فِي ضَلَالٍ وَّسُعُرٍ﴾ کی تفسیر میں في خسران وجنون فرمایا ہے جس کا ترجمہ ہلاکت اور بے عقلی کیا گیا ہے۔

﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾ (جس دن یہ لوگ چہروں کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے چھونے کو چکھ لو) دنیا کی آگ کا جلانا دوزخ کی آگ کے جلانے کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے، وہاں کی آگ کیسی ہوگی اس کا اندازہ کر لیا جائے اس آگ کو چھونا ہی بہت سخت عذاب کا سبب ہوگا۔ پھر اس میں جلنا کیسا عذاب ہوگا ہر مجرم کو یہ سوچنا چاہئے۔

ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی تخلیق کے بارے میں خبر دی ارشاد فرمایا ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ (بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک انداز پر پیدا کیا ہے) یعنی ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے جو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے، مخلوق کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لکھ دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش مکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقدیر کے بارے میں جھگڑنے لگے اس پر ﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ (صحیح مسلم صفحہ ۳۳۶: ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیروں کو آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم صفحہ ۳۳۵: ج ۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز مقدر ہے حتیٰ کہ عاجز ہونا اور ہوشمند ہونا بھی مقدر ہے۔ (صحیح مسلم صفحہ ۳۳۶: ج ۲)

پلک جھپکنے کے برابر:

پھر فرمایا ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ (اور ہمارا امر یکبارگی ہو جاوے گا جیسا کہ آنکھ جھپک جاتی ہے) صاحب روح المعانی نے اس کے تین مطلب لکھے ہیں ایک تو یہ ہے کہ ہم جو کچھ کرنا چاہیں وہ محض فعل واحد کی طرح سے ہے ہمیں کوئی مشقت لاحق نہیں ہوتی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم جو بھی کچھ وجود میں لانا چاہیں اس کے لیے کلمہ واحدة کن ہی کافی ہے۔ جس چیز کو بھی وجود میں لانا ہو پلک جھپکنے کے برابر ذرا سے وقت میں اس کا وجود ہو جاتا ہے تیسرا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا قائم ہونا آناً فاناً ایسے جلدی ہو جائے گا جتنی دیر میں آنکھ جھپکتی ہے۔ اگر یہ معنی مراد ہو تو سورۃ النحل کی آیت کریمہ ﴿وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ﴾ کے

Marfat.com

مطابق ہوگا۔

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ﴾ اور تم سے پہلے جو تمہاری طرح کے لوگ کفر اختیار کیے ہوئے تھے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا (جن کے واقعات تم جانتے بھی ہو) ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (سو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا)۔

بندوں نے جو اعمال کیے ہیں صحیفوں میں محفوظ ہیں:

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ (اور لوگوں نے جو بھی کام کیے وہ سب کتابوں میں ہیں) فرشتوں نے لکھ لیا اعمال نامے محفوظ ہیں کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں نے جو اعمال کیے ہوا میں اڑ گئے لاشئ بن گئے۔ ﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ (اور ہر چھوٹا بڑا عمل لکھا ہوا ہے) تفصیل کے ساتھ لوح محفوظ میں ہے۔

متقیوں کا انعام واکرام:

اس کے بعد متقی بندوں کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ﴾ (بیشک متقی لوگ باغیچوں اور نہروں میں ہوں گے)۔ ان نہروں کا تذکرہ سورہ محمد کے دوسرے رکوع میں گزر چکا ہے۔

﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ﴾ (سچائی کی جگہ میں ہوں گے) ﴿مَقْعَدِ صِدْقٍ﴾ جو فرمایا ہے (جس کا ترجمہ عمدہ مقام اور سچائی کی جگہ کیا گیا ہے) حقیقت میں یہ استعارہ ہے۔ لفظ صدق اقوال اور اعمال اور عقائد کی سچائی کے لیے بولا جاتا ہے. جو حضرات ان چیزوں میں سچے ہیں انہیں اپنی سچائی کی وجہ سے وہاں بلند مقام ملے گا جہاں بہت زیادہ خوش ہوں گے اس لیے اس کا نام مقعد صدق رکھا گیا ہے۔

ساتھ ہی ﴿عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ بھی فرمایا کہ یہ بندے عظیم القدرت بادشاہ کے جوار میں ہوں گے یعنی انکا مرتبہ بلند ہوگا، اللہ تعالیٰ شانہ، مکان اور محل وجہت سے پاک ہے۔ قال صاحب الروح والعندية للقرب الرتبی (صفحہ ۹۶: ج ۲۷)

وقد انتهى تفسير سورة القمر بفضل المليك الحنان المنان والصلوٰة والسلام على رسوله سيد الانسان والجان وعلى من تبعه باحسان الى اواخر الدهور والازمان

☆☆☆

Marfat.com

ایاتہا ۷۸ ۵۵ سورۃ الرحمٰن مدنیۃ ۹۷ رکوعاتہا ۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورہ الرحمٰن مدینہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھتر (۷۸) آیات اور تین رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ﴿۵﴾ وَّالنَّجۡمُ وَالشَّجَرُ يَسۡجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطۡغَوۡا فِى الۡمِيۡزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِيۡزَانَ ﴿۹﴾ وَالۡاَرۡضَ وَضَعَهَا لِلۡاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخۡلُ ذَاتُ الۡاَكۡمَامِ ۖ﴿۱۱﴾ وَالۡحَبُّ ذُو الۡعَصۡفِ وَالرَّيۡحَانُ ۚ﴿۱۲﴾ فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، اس کو بیان سکھایا، سورج اور چاند حساب کے ساتھ ہیں، اور بے تنا کے درخت اور تنہ آور فرمانبردار ہیں اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو رکھدی کہ تم تولنے میں سرکشی نہ کرو اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو، اور تول کو مت گھٹاؤ، اور اس نے زمین کو لوگوں کے واسطے رکھ دیا اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن پر غلاف ہوتا ہے اور دانے ہیں بھوسہ والے، اور غذا ہے، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، انسان کو بیان سکھایا، چاندوسورج، آسمان و زمین اسی کی مخلوق ہیں، اس نے انصاف کا حکم دیا غذائیں پیدا فرمائیں، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

یہاں سے سورۃ الرحمٰن شروع ہو رہی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دنیاوی اور اخروی نعمتیں اور مظاہر قدرت اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں اس میں اکتیس (۳۱) بار ﴿فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ آیا ہے اس آیت کے تکرار سے ایک بہت بڑا لفظی اور معنوی حسن پیدا ہو گیا ہے۔

فضائل قرآن:

مذکورہ بالا آیات میں چند نعمتوں کا تذکرہ فرمایا جو ایمانی، روحانی اور جسمانی غذاؤں پر مشتمل ہے۔

اول تو یہ فرمایا کہ رحمٰن جل مجدہ نے قرآن سکھایا۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو مومنین کو عطا فرمائی، پھر اس کے الفاظ بھی سکھائے اور معانی بھی بتائے اس کی فصاحت و بلاغت بھی سمجھائی اس کا سمجھنا اور حفظ کرنا بھی آسان فرمایا، یہ زمین پر رہنے والے عاجز بندے جن کے اندر خون ہی خون بھرا ہوا ہے انہیں یہ شرف عطا فرمایا، کہ اللہ کا کلام ان کے دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر جاری رہتا ہے، اس کے الفاظ اور کلمات اور معانی کے بیان کے سلسلے میں سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور الحمد للہ یہ سلسلہ برابر جاری ہے، قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور اپنے بندوں کو سکھایا پھر اس کے سکھانے کا شرف بھی عطا فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن کی نعمت دی پھر اس نے کسی دوسری نعمت کی وجہ سے کسی کے بارے میں یہ سمجھا کہ اس کو جو نعمت دی گئی ہے

Marfat.com

وہ اس نعمت سے افضل ہے جو مجھے دی گئی تو اس نے سب سے بڑی نعمت کی ناقدری کی۔ (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر صفحہ ۲۷۰: ج ۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خیر کم من تعلم القران وعلمہ کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (رواہ البخاری صفحہ ۷۵۲: ج ۲) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اشراف امتی حملة القران واصحاب اللیل یعنی میری امت میں سب سے زیادہ شریف وہ ہیں جو قرآن کے حاملین ہیں اور راتوں کو بیدار رہنے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۱۰)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہے یہ مسلمانوں کی کتنی بڑی سعادت ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ان کی زبانوں پر جاری ہے چھوٹے چھوٹے بچے بے تکلف روانی کے ساتھ پڑھتے ہیں متشابہات تک یاد ہیں جنہیں قرآن مجید حفظ یاد ہے، سوتے میں بھی تلاوت کرتے چلے جاتے ہیں تقرنہ نائما ویقظان (رواہ مسلم کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۶۰)

جس دل میں قرآن نہیں ہے وہ بہت بڑا محروم ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان الذی لیس فی جوفہ شیء من القران کالبیت الخرب (بلاشبہ جس دل میں قرآن کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔) (رواہ الترمذی والدارمی وقال الترمذی حدیث صحیح کما فی مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۶: ج ۱)

بیان کرنے کی نعمت

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اسے بڑی بڑی نعمتیں عطا فرمائیں انہی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسے علم دیا، بولنے کی صفت سے نوازا، بات کرنے کا طریقہ بتایا، بیان کرنے کی صفت عطا فرمائی، اظہار مافی الضمیر پر قدرت دی، فصاحت اور بلاغت سکھائی اسالیب کلام کا القاء فرمایا قرآن کریم کے الفاظ اور معانی اور احکام و مسائل بیان کرنے اور دوسروں کو اس کے مفاہیم بتانے اور قرآن مجید کے علاوہ بھی ایک دوسرے سے بولنے اور بات کرنے اور لکھنے اور سمجھانے پر قدرت عطا فرمائی۔ پھر ایک ہی زبان نہیں اسے بہت سی زبانیں سکھائیں اور طرق ادا بتائے، ایک زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کی قوت بخشی فسبحانہ ما اعظم شانہ

چاند و سورج ایک حساب سے چلتے ہیں:

﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾ (چاند اور سورج کے لیے جو رفتاروں کے مدار مقرر فرما دیئے ہیں انہیں کے مطابق چلتے ہیں) اپنی رفتار میں آزاد نہیں ہیں، جیسے چاہیں چلیں جدھر کو چاہیں چلیں اور جب چاہیں رک جائیں۔ یہ ان کے اختیار سے باہر ہے۔ سورہ یٰسین میں فرمایا:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ (اور آفتاب اپنے ٹھکانہ کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست علم والا ہے اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں)۔

نجم اور شجرہ سجدہ کرتے ہیں:

﴿وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ﴾ (اور بے تنہ والا یعنی بیلدار درخت اور تنہ والا درخت (جو کھڑا رہتا ہے) یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمانبردار ہیں جس طرح سجدہ کرنے والا اپنے خالق کے لیے خوشی سے سجدہ کرتا ہے اس طرح یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں، انقیاد اور فرمانبرداری کو سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ کدو، تربوز، خربوزہ کی بیل کو النجم فرمایا اور دوسرے چھوٹے بڑے درخت جو اپنی

Marfat.com

ساق یعنی پنڈلی پر کھڑے ہوتے ہیں (جن میں موٹے درخت بھی ہوتے ہیں اور پتلے بھی) ان سب کو شجر سے تعبیر فرمایا صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن جبیر رحمہ اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔

آسمان کی رفعت اور بلندی:

﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا﴾ (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند فرمایا) شمس وقمر کے بعد آسمان کی بلندی کا تذکرہ فرمایا اور یہ بتایا کہ آسمان کی جو بلندی ہے یہ اسے اس کے خالق جل مجدہ نے عطا فرمائی ہے، جب آسمان کی بلندی اس کے خالق تعالیٰ شانہ کی دی ہوئی ہے تو دوسرے مخلوق کے بارے میں سمجھ لینا چاہیے کہ جس کسی کو جو کسی قسم کی رفعت ملی ہے یا مل سکتی ہے وہ خالق تعالیٰ شانہ ہی کی طرف سے ہے اور ہو سکتی ہے۔

انصاف کے ساتھ وزن کرنے کا حکم:

﴿وَوَضَعَ الْمِيزَانَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے ترازو کو رکھ دیا ﴿أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ﴾ (تاکہ تولنے میں سرکشی یعنی نافرمانی نہ کرو) عدل پر قائم رہو ایسا نہ کرو کہ دوسروں سے اپنے حق میں زیادہ تلواؤ اور دوسروں کے لیے تولو تو ڈنڈی مار دو اور گھٹا کر تولو جیسا کہ سورۃ التطفیف کے شروع میں تولنے والوں کی زیادتی کا طریقہ بیان فرمایا ہے، سورۃ الانعام اور سورۃ بنی اسرائیل میں بھی حکم ہے (کہ ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو)

﴿وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ﴾ (اور زمین کو رکھ دیا لوگوں کے نفع کے لیے) زمین کو اللہ تعالیٰ نے بچھونا بنا دیا اسے نرم بنا دیا تاکہ اسے کھود سکیں، حوض و تالاب بنا سکیں، اس پر عمارتیں کھڑی کر سکیں، مردے دفن کر سکیں، درخت لگا سکیں، کھیتی بو سکیں، ریلیں چلائیں، گھوڑے دوڑائیں، بیچاری بے زبان ہے کچھ بھی انکار نہیں کرتی، اس لیے سورۃ الملک میں اسے ذلولاً بتایا ہے، اس کے علاوہ بھی زمین سے بنی آدم کے بہت سے فوائد اور منافع وابستہ ہیں، اس کو لفظ للانام میں ظاہر فرمایا، اس کے بعد بعض فوائد کا خصوصی تذکرہ فرمایا ﴿فِيهَا فَاكِهَةٌ﴾ (الآیتین) اس میں میوے ہیں اور کھجوریں ہیں۔

اکمام، کم کی جمع ہے پھلوں پر جو غلاف ہوتا ہے اسے کم کہا جاتا ہے اس سے ایک تو پھل کی حفاظت رہتی ہے دوسرے خود یہ غلاف بھی کام آتے ہیں، ﴿وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ﴾ اور زمین میں دانے ہیں (گیہوں، جو وغیرہ) جو انسانوں کی غذا بنتے ہیں اور ان دانوں پر بھی غلاف چڑھے ہوئے ہیں جن کو علیحدہ کیا جاتا ہے، ان دانوں کو انسان کھاتے ہیں اور ان کے اوپر جو غلاف یعنی بھوسہ ہوتا ہے اسے حیوان کھاتے ہیں و الریحان اس کا ایک ترجمہ تو خوشبودار نبات کیا گیا ہے اور بعض حضرات نے اس کا ترجمہ پھول کیا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے رزق مراد ہے بطور قاعدہ کلیہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ کل ریحان فی القرآن فھو رزق یہ اقوال لکھنے کے بعد صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رزق کو ریحان اس لیے کہا گیا ہے کہ اس سے راحت ملتی ہے، زمین سے نکلنے والی جن نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ان میں وہ چیزیں بھی ہیں جن میں غذا ہے اور لذت ہے اور وہ چیزیں بھی ہیں جن میں محض غذائیت ہے اور وہ چیزیں بھی ہیں جو بہائم یعنی چوپایوں کے کام آتی ہیں ان نعمتوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ سو اے جنو اور اے انسانو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اوپر جو نعمتیں مذکور ہوئی ہیں ان سے دونوں فریق نفع حاصل کرتے ہیں۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۱۶﴾

اللہ نے پیدا کیا انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح سے تھی، اور پیدا کیا جان کو لپٹیں مارتی ہوئی خالص آگ سے، سوائے

Marfat.com

جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے اور جنات کو خالص آگ سے پیدا فرمایا

یہ تین آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں انسان کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا یعنی ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام جو سب سے پہلے انسان اور سب انسانوں کے باپ ہیں ان کا پتلا مٹی سے بنایا یہ پہلے صرف مٹی تھی اس میں پانی ملا دیا گیا تو طین یعنی کیچڑ بن گئی پھر اس سے پتلا بنایا گیا اور وہ سوکھ گیا تو صلصال ہو گیا جیسا فخار ہوتا ہے فخار اس چیز کو کہتے ہیں جو کیچڑ والی مٹی سے بنائی گئی ہو، جب وہ سوکھ جائے تو اس میں انگلی مارنے سے آواز نکلتی ہے اس آواز دینے والی مٹی کو ﴿صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر مختلف ادوار گزرے تھے اس کی تفصیل کے لیے سورۃ الحجر کے تیسرے رکوع کی تفسیر دیکھ لی جائے۔
(انوار البیان صفحہ ۱۸۳: ج ۵)

جنات کا جو سب سے پہلا باپ تھا اس کے بارے میں فرمایا کہ جان کو خالص آگ سے پیدا فرمایا بعض علماء کا کہنا ہے کہ جیسے حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام ہیں ایسے ہی جان ابوالجن یعنی جنات کا باپ ہے اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ ابلیس شیطان تمام جناب کا باپ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان مٹی سے اور جنات آگ سے پیدا کیے گئے اور ہر فریق اپنے اپنے اصل مادہ کی طرف منسوب ہے اللہ تعالیٰ نے جس کو جس طرح پیدا فرمانا چاہا پیدا فرما دیا، وجود بخشنا یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کے ساتھ اور بہت سی نعمتیں ہیں ان نعمتوں کا تقاضا ہے کہ انسان اور جنات اپنے خالق جل مجدہ کے شکر گزار ہوں اور نعمتوں کی قدر دانی کریں اسی لیے اخیر میں فرما دیا ﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ فرمایا (سو تم دونوں فریق انسان اور جن اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

وہ دونوں مغربوں اور دونوں مشرقوں کا رب ہے، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، اس نے دونوں سمندروں کو ملا دیا ان کے درمیان آڑ ہے، وہ دونوں بغاوت نہیں کرتے، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان دونوں میں سے لولو اور مرجان نکلتے ہیں، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اور اسی کیلئے کشتیاں ہیں جو بلند کی ہوئی ہیں سمندر میں پہاڑوں کی طرح، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، جو کچھ بھی زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور اکرام والا ہے، سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ مشرقین اور مغربین کا رب ہے، میٹھے اور نمکین دریا اسی نے جاری فرمائے ان سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں، اسی کے حکم سے کشتیاں چلتی ہیں

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر بیان فرمائے ہیں اور اس کی نعمتیں ذکر کی ہیں اول تو یہ فرمایا کہ وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا رب ہے، اسی نے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کو پیدا فرمایا اور چاند اور سورج کو مقرر فرمایا جو اپنی مقررہ رفتار پر چلتے ہیں مشرقین سے طلوع ہوتے ہیں اور مغربین میں چھپ جاتے ہیں ان کے طلوع اور غروب سے رات اور دن کا ظہور ہوتا ہے اور دن میں دن کے کام اور رات میں رات کے کام انجام پذیر ہوتے ہیں، رات اور دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں انسانوں اور جنات کے بڑے منافع ہیں، اس لیے اخیر میں فرمایا کہ اے جنو اور انسانو! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

دو مشرق اور دو مغرب سے کیا مراد ہے اس بارے میں صاحب روح المعانی نے علمائے تفسیر کے چند اقوال لکھے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مشرقین سے گرمی اور سردی کے دونوں مشرق اور مغربین سے سردی اور گرمی کے دونوں مغرب مراد ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مشرقین سے مشرق الفجر اور مشرق الشفق مراد ہیں اور مغربین سے مغرب الشمس اور مغرب الشفق مراد ہیں۔

اس کے بعد سمندروں کا تذکرہ فرمایا کہ دونوں سمندروں کو اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا جو آپس میں ملتے ہیں یعنی نظروں کے سامنے ملے ہوئے ہیں اور حقیقت میں ان کے درمیان میں ایک قدرتی حجاب ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں اپنی جگہ چھوڑ کر دوسرے کی جگہ نہیں لیتے ان دونوں سمندروں میں ایک میٹھا ہے اور ایک نمکین ہے، دونوں سمندروں سے لوگ فوائد حاصل کرتے ہیں ان فوائد کا شکر لازم ہے جنات اور انسان دونوں فریق شکر ادا کریں۔

پھر فرمایا کہ ان دونوں سمندروں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں ان دونوں کے منافع بھی ظاہر ہیں جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے والوں پر شکر لازم ہے۔ لولو اور مرجان میں کیا فرق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لولو سے چھوٹے موتی اور مرجان سے بڑے موتی مراد ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مرجان سے سرخ رنگ کے مونگے مراد ہیں اور لولو چھوٹے اور بڑے دونوں قسم کے موتیوں کو شامل ہے۔ (ذکر صاحب الروح)

وہ سمندر جو آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے ان میں ایک میٹھا سمندر اور دوسرا نمکین ہے اس بارے میں سورۃ الفرقان کے تیسرے رکوع میں لکھا جا چکا ہے وہاں دیکھ لیں۔

بعض لوگوں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ لولو اور مرجان تو شور یعنی نمکین پانی والے سمندر سے نکلتے ہیں پھر ﴿مِنْهُمَا﴾ تثنیہ کی ضمیر کیوں لائی گئی؟ اسکے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ ﴿مِنْهُمَا﴾ کا مطلب من مجموعهما ہے اور دونوں کے مجموعہ میں بحر ملیح بھی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ موتی نکالنے والے عموماً دریائے شور ہی سے نکالتے ہیں (میٹھے سمندر سے نکالنے کی طرف توجہ نہیں کرتے شاید اس وجہ سے کہ اس میں زیادہ مال نہیں ملتا) بہر حال اللہ تعالیٰ کا کلام صحیح ہے بندوں کا علم ہی کتنا ہے جس پر بھروسہ کر کے خالق جل مجدہ پر اعتراض کریں۔

اس کے بعد کشتیوں کا تذکرہ فرمایا کہ اونچی اونچی کشتیاں پہاڑوں کی طرح سمندروں میں بلند ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے قائم ہیں۔ وہی اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ سمندر کا تلاطم اور تیز ہواؤں کے حملوں سے محفوظ فرماتا ہے، یہ کشتیاں بڑے بڑے وزن کے سامان تجارت کو اور تاجروں کو اور انسانوں کی خوراکوں اور دوسری ضروریات کو ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک لے جاتی ہیں جیسے سورۃ البقرہ میں یوں فرمایا ہے ﴿وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ﴾ (اور ان کشتیوں میں

Marfat.com

جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو انسانوں کو نفع دیتی ہیں، عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں) اللہ تعالیٰ شانہٗ نے کشتیاں بنانے کا طریقہ بھی الہام فرمایا پھر ان کو سمندر میں جاری کرنے اور ان میں مال لاد کر لے جانے کا طریقہ بتایا یہ سب فوائد اور منافع کی صورتیں ہیں، یہ کشتیاں لاکھوں انسانوں کی ضروریات زندگی کو اِدھر سے اُدھر پہنچاتی ہیں لہٰذا فائدہ اٹھانے والوں پر لازم ہے کہ خالق جل مجدہ کا شکر ادا کریں اور اس کی نعمتوں کی ناشکری نہ کریں۔

زمین پر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ زمین پر جو بھی کچھ ہے انسان اور جنات اور حیوانات اور ہر نفع یا ضرر کی چیز سمندر اور خشکی، بحار اور اشجار اور پہاڑ اور ان کے علاوہ جو کچھ بھی ہے سب فنا ہونے والا ہے اور اے نبی ﷺ آپ کے رب کی ذات باقی رہنے والی ہے اس کی ذات ذوالجلال بھی ہے اور ذوالاکرام بھی۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں الجلال عظمة الله و كبريائه یعنی جلال سے اللہ کی عظمت اور بڑائی مراد ہے اور الاکرام کے بارے میں لکھا ہے کہ ای هو اهل لان یکرم عمالا یلیق به من الشرك یعنی اللہ تعالیٰ اسکا مستحق ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے اور اس کی ذات گرامی کے لائق جو چیزیں نہیں ہیں مثلاً شرک اس سے اس کی تنزیہ کی جائے۔ یہ ترجمہ اور تفسیر اس صورت میں ہے کہ اکرام مصدر مبنی للمجہول لیا جائے اور بعض حضرات نے اس کو مبنی للفاعل لیا ہے اور معنی یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس صفت سے متصف ہے کہ وہ انعام فرماتے ہیں یعنی اپنی مخلوق پر رحم اور کرم فرماتے ہیں یہ معنی سورۃ الفجر کی آیت ﴿فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۵ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ﴾ سے مفہوم ہو رہا ہے۔

سورۃ الفجر کی آیت میں اکرمه بھی فرمایا اور نعمه بھی فرمایا جو باب تفعیل سے ہے اور سورۃ الاسرا میں فرمایا ﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ﴾ اس میں باب افعال سے لفظ انعام وارد ہوا ہے۔ فیض القدیر صفحہ ۱۶۰:۲ شرح الجامع الصغیر میں لکھا ہے کہ اکرام انعام سے اخص ہے کیونکہ انعام کبھی گنہگاروں پر بھی ہوتا ہے اور اکرام صرف ان لوگوں کا ہوتا ہے جن سے کبھی نافرمانی نہ ہو۔ احقر کی سمجھ میں یوں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اعتبارات سے ہر انسان مکرم ہے انسان کا وجود ہی اس کے لیے بہت بڑی چیز ہے پھر انسان کو بہت سے اکرامات سے نوازا ہے جسے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو جو بھی نعمت ملے وہ انعام تو ہے ہی اکرام بھی ہے یہ بات الگ ہے کہ انسان کفر و فسق و فجور اختیار کر کے اس نعمت کو اپنے لیے اہانت کا ذریعہ بنالے یہ دنیا کا معاملہ ہے اور آخرت میں جو بھی نعمتیں ملیں گی وہ اہل ایمان ہی کو ملیں گی وہاں اہل ایمان ہی معزز و مکرم ہوں گے کافر کو تو موت کے وقت سے ذلت گھیر لیتی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہی رہے گا موت کے بعد اس کے لیے نہ انعام ہے نہ اکرام وہاں کا انعام و اکرام اہل ایمان ہی کے لیے مخصوص ہے۔

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٠﴾
سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ ﴿٣١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٢﴾ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ
اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ﴿٣٣﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٤﴾

Marfat.com

اس سے سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، ہر دن وہ ایک شان میں ہے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہارے لیے فارغ ہونگے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، اے جماعت جنات کی اور انسانوں کی اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ تم بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفات عالیہ اور انسان اور جنات کی عاجزی بیان فرمائی ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ اس دنیا میں جو کچھ کرتے ہو یہ نہ سمجھو کہ عمل کرنے میں آزاد ہو، اعمال کی پوچھ گچھ ہوگی۔ جزا و سزا کا دن آنے والا ہے، تمہارے حساب و کتاب کے لیے ہم عنقریب فارغ ہوں گے یعنی تمہارا محاسبہ کریں گے مخلوق کے سمجھانے کے لیے مجازاً ایسا فرمایا ورنہ حق تعالیٰ شانہٗ کو کوئی بھی فعل دوسرے فعل سے مانع نہیں ہوسکتا کل یوم کا ترجمہ کل وقت اس لیے کیا گیا کہ مخلوق میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے تصرفات جاری رہتے ہیں۔

حساب و کتاب کی خبر دے کر پہلے سے آگاہ فرمانا یہ اللہ کی عظیم نعمت ہے اسی لیے فرمایا کہ اے جن و انس اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اس کے بعد انسانوں اور جنوں کی عاجزی بیان فرمائی کہ تم دونوں جماعتوں کو اگر یہ قدرت حاصل ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے نکل سکو تو نکل جاؤ اور یاد رکھو کہ یہ نکل جانا بغیر طاقت و قوت اور زور کے نہیں ہوسکتا اور تم میں یہ طاقت نہیں ہے جس طرح وقوعِ قیامت سے پہلے عاجز ہو اسی طرح قیامت قائم ہونے کے وقت بھی عاجز ہو گے یہ نہ سمجھنا کہ قیامت قائم ہوئی تو ہم گرفت سے بچ جائیں گے اور خالق اور مالک جل مجدہ کے ملک کی حدود سے باہر چلے جائیں گے، اس بات کو جانتے ہوئے کیسے کفر اختیار کرتے ہو اور گناہوں پر کیوں تلے ہوئے ہو، تمہیں پہلے بتا دیا گیا ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور حساب ہوگا، یہ پیشگی بتا دینا بھی انعام عظیم ہے، اس نعمت کا شکر ادا کرو، سو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا
انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ
عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ
فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۚ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۚ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا سو تم اسے ہٹا نہ سکو گے، تو اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، پھر جب آسمان پھٹ جائیگا سو ایسا ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ہو، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، سو اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنی نشانی کے ذریعے پہچانے جائیں گے۔ سو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، یہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے ہیں۔ دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر لگائیں گے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

Marfat.com

قیامت کے دن کفار انس و جانّ کی پریشانی، مجرمین کی خاص نشانی، پیشانی اور اقدام پکڑ کر دوزخ میں ڈالا جانا

ان آیات میں قیامت کے دن کا کچھ حال بتایا ہے اور مجرموں کا دوزخ میں داخلہ اور وہاں جو ان کی بدحالی ہوگی اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ان حالات کا پیشگی اطلاع دینا بھی نعمت ہے تاکہ لوگ کفر سے اور بداعمالیوں سے بچیں اور قیامت کے دن بدحالی اور دوزخ کے داخلہ سے بچیں اس لیے ہر آیت کے ختم پر ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ فرمایا۔

اول تو یہ فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو تم دونوں پر آگ کے شعلے پھینکے جائیں گے اور دھواں بھی پھینکا جائے گا یہ دھواں بھی آگ ہی سے نکلا ہوا ہوگا چونکہ اس میں روشنی نہ ہوگی اس لیے اسے نحاس یعنی دھویں سے تعبیر فرمایا، اس کے سخت گرم ہونے میں تو کوئی شک نہیں سورۃ المرسلات میں فرمایا ہے: ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ﴾ (چلو ایک سائبان کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں جو سایہ والا نہیں ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے، بیشک وہ دوزخ بڑے بڑے انگارے پھینک رہا ہے جیسے بڑے بڑے محل ہوں گویا کہ وہ کالے کالے اونٹ ہیں، اس روز جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہوگی)۔ سورۃ المرسلات کی آیات میں بتا دیا کہ دوزخ سے جو دھواں نکلے گا بظاہر ایک سائبان معلوم ہوگا، دنیا میں جو سائبان ہوتے ہیں وہ دھوپ اور سردی سے بچنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ دھواں اگرچہ تاریک ہوگا لیکن سخت گرم ہوگا اس دھویں سے بچ نہ سکو گے نہ کوئی شخص اپنی مدد کر سکے گا نہ کسی دوسرے کی۔

پھر آسمان کے پھٹنے کا تذکرہ فرمایا کہ جب وہ پھٹ جائے گا تو رنگت کے اعتبار سے ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے لال رنگ کا چمڑا ہوتا ہے، سورۃ الفرقان میں فرمایا ہے ﴿وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِیْلًا﴾ (اور جس دن آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ پڑے گا اور بکثرت فرشتے اتارے جائیں گے) یہ قیامت کا دن ہوگا جس میں اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

پھر فرمایا اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ (مجرم سے سوال کبھی تحقیق حال کے لیے ہوتا ہے کیونکہ پوچھنے والے کو پوری طرح صورتِ حال معلوم نہیں ہوتی اور کبھی اسے بتانے اور جتانے کے لیے ہوتا ہے کہ تم نے ایسا ایسا کیا، اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے ہر چیز کی ہمیشہ سے اسے خبر ہے، بندوں کو پیدا فرمانے سے پہلے ہی ان کے احوال سے باخبر ہے، جو بھی مجرمین قیامت کے دن حاضر ہوں گے اسے اپنے علم میں لانے کے لیے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس آیت میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ مجرمین سے ان کے اعمال کا سوال اس لیے نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کا جرم آ جائے، سورۃ القصص کی آیت ﴿وَلَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ میں بھی یہی بات بتائی اور دوسری قسم کا پوچھنا جو اقرار کرنے اور جتانے کے لیے ہوتا ہے قیامت کے دن اس کا وقوع ہوگا جیسے سورۃ الاعراف کی آیت کریمہ ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

پھر فرمایا کہ مجرموں کو ان کی علامت اور نشانیوں سے پہچانا جائے گا۔ ان نشانیوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے سورۃ الاسراء میں فرمایا ہے ﴿وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا﴾ (اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا اور گونگا اور بہرہ کر کے منہ کے بل چلائیں گے) اور سورۃ طٰہٰ میں فرمایا ﴿وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ﴾ (اور ہم اس روز مجرم لوگوں کو اس حالت میں جمع کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی، چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے) کافروں کا چہروں کے بل چلنا پھر اندھا گونگا اور بہرا ہونا اور آنکھیں نیلی ہونا یہ سب ان کی پہچان کی نشانیاں ہوں گی ان کے ذریعے کافروں کو پہچان لیا جائے گا اور ان کے قدموں اور پیشانی کے بال پکڑ کر گٹھڑی سی بنا کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

جب جہنم میں ڈالے جانے لگیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے تھے اب جب دوزخ میں ڈال دیئے

Marfat.com

جائیں گے تو مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کیے جائیں گے دوزخ کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر لگاتے ہوں گے۔

جہنم تو آگ ہی آگ ہے اور آگ کے علاوہ بھی اس میں طرح طرح کے عذاب ہیں انہی عذابوں میں سے ﴿عذاب الحمیم﴾ یعنی گرم پانی کا عذاب بھی ہے گرم پانی ان کے سروں پر بھی ڈالا جائے گا جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا ﴿یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ﴾ اور پینے کے لیے پانی طلب کریں گے تو گرم پانی دیا جائے گا جیسا کہ سورۃ الکہف میں فرمایا ﴿وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ﴾ اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ چہروں کو بھون ڈالے گا)۔

اور سورۂ محمد میں فرمایا ﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾ (اور ان کو گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا) اور سورۃ المومن میں فرمایا ہے ﴿یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ﴾ (وہ لوگ گرم پانی میں گھسیٹے جائیں گے پھر انہیں آگ میں جلایا جائے گا)۔

یہاں سورۃ رحمٰن میں فرمایا ﴿یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ﴾ (وہ دوزخ کے اور سخت گرم پانی کے درمیان چکر لگائیں گے) مفسرین نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ کبھی انہیں آگ میں ڈال کر عذاب دیا جائے گا اور کبھی گرم پانی کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

سورۃ الصافات کی آیت ﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِیْمِ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ گرم پانی پلانے کے لیے انہیں گرم پانی کی جگہ لے جایا جائے گا پھر واپس جحیم یعنی آگ کی جگہ واپس لوٹا دیا جائے گا۔ بعض علماء نے آیت کے ظاہری الفاظ لے کر یہ کہا ہے کہ حمیم یعنی گرم پانی کی جگہ جحیم سے باہر ہوگی لیکن چونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ دخول جہنم کے بعد پھر خروج ہو اس لیے دیگر علماء نے یہ فرمایا ہے کہ گرم پانی کی جگہ بھی دوزخ ہی کی حدود میں اندر ہی ہوگی۔ گرم پانی پی کر واپس اپنے ٹھکانہ پر لائے جائیں گے جو آگ ہی میں ہوگا حدود جہنم سے باہر جانا مراد نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ لفظ اٰنٍ اسم فاعل کا صیغہ ہے جو حمیم کی صفت ہے اس کا مادہ انی ہے مفسرین نے اس کا ترجمہ بتاتے ہوئے لکھا ہے قد انتهى حره یعنی وہ انتہائی حرارت کو پہنچ چکا ہوگا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۚ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۚ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۚ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ۚ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۚ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو باغ ہیں، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، یہ دونوں باغ بہت سی شاخوں والے ہوں گے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہونگے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوہ کی دو دو

Marfat.com

قسمیں ہونگی، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان جنتوں میں رہنے والے لوگ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہونگے جن کے استر دبیز ریشم کے ہونگے اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہونگے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان باغوں میں ایسی عورتیں ہونگی جو نیچی نگاہ رکھنے والی ہونگی، ان کو ان سے پہلے کسی انسان یا کسی جن نے استعمال نہ کیا ہوگا، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ بھی ہے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

اہل تقویٰ کی دو جنتیں اور اس کی صفات

ان آیات میں اہل جنت کے بعض انعامات کا تذکرہ فرمایا اور ہر نعمت بیان کرنے کے بعد ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ فرمایا ہے کہ اے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، پہلے رکوع میں دنیاوی جنتوں کا تذکرہ فرمایا اور تیسرے رکوع میں آخر تک جنت کا تذکرہ کیا اور دوسرے رکوع میں جنات اور انسانوں کے عذاب کا تذکرہ فرمایا جس میں قیامت کے دن اور اس کے بعد دوزخ میں مجرمین مبتلا ہوں گے۔

مذکورہ بالا آیات میں اول تو یہ فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ ہوں گے، جنت خود بہت بڑا باغ ہے پھر اس باغ میں الگ الگ باغ ہوں گے جو حسبِ اعمال جنتیوں کو دیئے جائیں گے۔ جو حضرات گناہوں سے بچتے ہیں آخرت کے دن کے حساب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے کہ ان میں سے ہر شخص کو دو باغ ملیں گے آخرت کا خوف انسان سے گناہوں کو چھڑا دیتا ہے اور طاعات اور عبادات پر لگائے رکھتا ہے سورۃ النازعات میں فرمایا:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى﴾ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشوں سے روکا سو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا)۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ تلاوت کی پھر فرمایا کہ دو جنتیں سونے کی ہیں جو سابقین کے لیے ہیں اور دو جنتیں چاندی کی ہیں جو ان لوگوں کی ہوں گی جو ان کے تابع ہوں گے۔

(رواہ الحاکم فی المستدرک لہ والذہبی فی التلخیص (م) ای ہو علی شرط مسلم)

مذکورہ بالا دونوں جنتوں کی تین صفات بیان فرمائیں۔ اول یہ کہ ان میں جو درخت ہوں گے انکی شاخیں خوب زیادہ ہوں گی جو ہری بھری ہوں گی دیکھنے میں خوب اچھی اور پھیلی ہوں گی ظاہر ہے کہ جب شاخیں اور ٹہنیاں خوب زیادہ ہوں گی تو پھل بھی خوب زیادہ ہوں گے، دوسری صفت یہ بتائی کہ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے، یہ چشمے روانی کے ساتھ بہتے ہوں گے، دیکھنے سے آنکھیں لطف اندوز ہوں گی، اہل جنت کے چشموں کا ذکر سورۃ الدہر اور سورۃ التطفیف میں بھی فرمایا ہے سورۃ الدہر میں ایک چشمہ کا نام سلسبیل بتایا ہے اور سورۃ التطفیف میں ایک چشمہ کا نام تسنیم بتایا ہے، سورۃ الدہر میں یہ بھی فرمایا ہے ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا﴾ (جو نیک ہیں وہ ایسے جام شراب سے پیئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے خاص بندے پیئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے)۔

متقیوں کے دونوں باغوں کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ ان میں ہر میوہ کی دو دو قسمیں ہوں گی ایک قسم معروف یعنی جانی پہچانی ہوگی جسے دنیا میں دیکھا اور دوسری قسم نادر ہوگی جسے پہلے نہیں جانتے تھے، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ایک قسم رطبا یعنی تازہ اور دوسری قسم یابس یعنی خشک ہوگی اور لذت میں دونوں برابر ہوں گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دنیا میں جتنے بھی پھل ہیں میٹھے

Marfat.com

اور کڑوے سب جنت میں موجود ہوں گے حتیٰ کہ حنظل بھی ہوگا اور جو پھل یہاں کڑوا تھا وہاں میٹھا ہوگا۔ (روح المعانی صفحہ ۱۱۷: ج ۲۷)

متقی حضرات کے بستر:

متقی حضرات کی مزید نعمتیں بیان کرتے ہوئے ان کے بستروں اور بیویوں کا بھی تذکرہ فرمایا، بستروں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جس کا استر یعنی اندر کا کپڑا استبرق یعنی دبیز ریشم کا ہوگا، دنیا میں جو بستر بچھائے جاتے ہیں ان میں ایک استر اوپر کا اور ایک استر نیچے کا ہوتا ہے اوپر والا نقش و نگار والا خوبصورت ہوتا ہے اور نیچے والا نقش و نگار والا نہیں ہوتا قیمتاً بھی اوپر والے کی نسبت گھٹیا ہوتا ہے، آیت میں اہل جنت کے بستروں کے نیچے والے حصے کے بارے میں بتایا کہ وہ دبیز یعنی موٹے ریشم کے ہوں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں جنت کے بستروں کے نیچے والے استروں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ دبیز یعنی موٹے ریشم کے ہوں گے اسی سے سمجھ لو کہ اوپر والے استر کیسے خوش نما اور آرام دہ ہوں گے۔ (رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین واقر الذھبی فی تلخیصه)۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اندرونی بستر استبرق کے ہوں گے اوپر کے بستروں کا کیا حال ہوگا تو اس کے جواب میں سورہ الم سجدہ کی یہ آیت سنادی ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ (کسی نفس کو معلوم نہیں کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپایا گیا ہے) مطلب یہ تھا کہ اس کے بارے میں دیکھے بغیر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جنت میں دیکھ کر ہی پتہ چلے گا کہ وہ کیسے ہیں؟

دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے:

﴿وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾ (اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ جنت میں ہوں گے اگر چاہیں گے کھڑے ہو کر پھل توڑ لیں گے اور اگر چاہیں گے بیٹھے بیٹھے توڑ لیں گے اور اگر چاہیں تو لیٹے لیٹے لے لیں گے ہر حال میں درخت ان کے قریب آجائیں گے۔ (روح المعانی)

قوله جنى هو ما يجتنى من الثمار بالالف المقصورة اصله ياءٌ فى آخره، ودانٍ اسم فاعل من دنا يدنو۔

اہل جنت کی بیویاں:

اس کے بعد اہل جنت کی بیویوں کا تذکرہ فرمایا یہ بیویاں دنیا والی بھی ہوں گی اور وہ حور عین بھی ہوں گی جن سے وہاں نکاح کیا جائے گا، ان سب کا حسن و جمال بھی بہت زیادہ ہوگا، وہ اپنی آنکھوں کو نیچے رکھیں گی اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کو ذرا سی نظر بھی اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔

مزید فرمایا ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ ان کے جنتی شوہروں سے پہلے بھی کسی انسان یا جن نے ان کو اپنے رجولیت والے کام میں استعمال نہیں کیا ہوگا وہ بالکل بکر یعنی کنواری ہوں گی کسی مرد نے انہیں ہاتھ نہ لگایا ہوگا اور ہر مرتبہ ان کے پاس جائیں گے تو کنواری ہی پائیں گے۔ قال صاحب الروح: واصل الطمث خروج الدم ولذلك يقال للحيض طمث ثم اطلق على جماع الابكار لما فيه من خروج الدم ثم عمم لكل جماع وهو المروى هنا عن عكرمة والى الاول ذهب الكثير، وقيل ان التعبير به للاشارة الى انهن يوجدن ابكاراً كلما جومعن (صفحہ ۱۹۹: ج ۲۷)

پھر ان بیویوں کا حسن و جمال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ (گویا کہ وہ یاقوت ہیں اور مرجان ہیں) یہ دونوں موتیوں کی قسمیں ہیں مرجان کا تذکرہ گزر چکا ہے، حضرت قتادہ نے فرمایا کہ یاقوت کی صفائی اور لولو کی سفیدی سے تشبیہ دی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ چہرے کی سرخی کو یاقوت سے اور باقی جسم کو موتیوں کی سفیدی سے تشبیہ دی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی صورتیں ایسی ہوں گی جیسے

Marfat.com

دھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ پھر جو دوسری جماعت جنت میں داخل ہوگی ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے کوئی خوب روشن تارہ آسمان میں نظر آتا ہو، ان میں سے ہر شخص کے لئے حورعین میں سے دو بیویاں ہوں گی ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودہ حسن کی وجہ سے ہڈی اور گوشت کے باہر سے نظر آئے گا۔ (یہ صحیح بخاری کی روایت ہے صفحہ ۴۶۱: ج ۱) اور سنن ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ ہر ادی پر ستر جوڑے ہوں گے اس کی پنڈلی کا گودا باہر نظر آئے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۹۷)۔

حدیث بالا میں دو بیویوں کا ذکر ہے جو کم سے کم ہر شخص کو دی جائیں گی اور ان کے علاوہ جتنی زیادہ جس کو ملیں وہ مزید اللہ تعالیٰ کا کرم بالائے کرم ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے کم درجہ کے جنتی کو اسی ہزار خادم اور بہتر (۷۲) بیویاں دی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۹۹ از ترمذی)

ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ دنیا والی عورتوں میں سے دو بیویاں اور حورعین سے ستر بیویاں ملیں گی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

احسان کا بدلہ احسان:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ (کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ ہے) یعنی جس بندہ نے اچھی زندگی گزاری اچھے عمل کیے موحد رہا شرک سے بچا ایمان لایا اعمال صالحہ میں لگا رہا اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہی ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت نصیب فرمائے گا اور وہاں کی نعمتوں سے نوازے گا جن میں سے بعض کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ حدیث شریف میں جو احسان کے بارے میں ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك فرمایا ہے اس کے مضمون کو بھی آیت بالا کا مضمون شامل ہے۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۷: ج ۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ احسان کیا ہے آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہو سو اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے)۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ
رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ
قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ
حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

اور ان دو باغوں سے کم درجے کے اور دو باغ ہیں، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہوں گے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہونگے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہونگے، سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان باغوں میں اچھی عورتیں ہوں گی، سوائے انس و جن تم رپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، وہ عورتیں حوریں ہونگی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون

Marfat.com

کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے انہیں استعمال نہ کیا ہوگا، سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، ان جنتوں میں داخل ہونے والے لوگ سبز رنگ کے نقش و نگار والے خوبصورت بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے

دوسرے درجہ کی جنتوں اور نعمتوں کا تذکرہ

گزشتہ آیات میں دو جنتوں کا ذکر فرمایا، اب یہاں سے دوسری دو جنتوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے، یہ دونوں جنتیں پہلی دو جنتوں سے مرتبہ اور فضیلت میں کم ہوں گی یہ جن بندوں کو دی جائیں گی وہ اپنے احوال اور اعمال کے اعتبار سے ان حضرات سے کم درجے کے ہوں گے جن کو پہلی دو جنتیں دی جائیں گی گو صفت ایمان سے سب متصف ہوں گے، آئندہ سورت واقعہ میں سابقین اولین اور اصحاب یمین جنت میں جانے والی دو جماعتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ پہلی دو جنتیں سابقین اولین کے لیے اور بعد والی دو جنتیں (جن کا یہاں ذکر ہو رہا ہے) اصحاب یمین کے لیے ہوں گی جو درجہ کے اعتبار سے سابقین اولین سے کم ہوں گے۔

لفظ مُدْهَامَّتٰنِ کی تحقیق:

مُدْهَامَّتٰنِ (یہ دونوں جنتیں بہت گہرے سبز رنگ والی ہوں گی) یہ کلمہ لفظ ادھیمام باب افعیلال سے اسم فاعل مونث کا تثنیہ کا صیغہ ہے جو لفظ دھمۃ سے مشتق ہے۔ دھمت سیاہی کو کہتے ہیں جب سبزی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے تو سیاہی کی طرف مائل ہو جاتی ہے اس لیے مدھا متن فرمایا جس کا ترجمہ سبز گہرے رنگ کا کیا گیا، قرآن مجید میں یہی ایک آیت ہے جو کلمہ واحدہ پر مشتمل ہے۔

خوب جوش مارنے والے چشمے:

﴿فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ﴾ (ان دونوں باغوں میں خوب جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ دونوں چشمے اہل جنت پر خیر اور برکت نچھاور کرتے رہیں گے اور حضرت ابن مسعود اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ چشمے اہل جنت کے گھروں میں خوشبوؤں کی چیزیں پہنچاتے رہیں گے، جیسے بارش کی چھینٹیں ہوتی ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ان دو چشموں سے جوش مارتا ہوا پانی جاری ہوگا جو برابر جاری رہے گا۔ (معالم التنزیل)

﴿فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾ (ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے) یہ سب چیزیں وہاں کی ہوں گی دنیا کی چیزوں پر قیاس نہ کیا جائے۔ بعد والی دو جنتوں کی نعمتوں کے تذکرہ میں بھی ہر آیت کے بعد ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ فرمایا ہے، مذکورہ بالا آیات میں کھانے کی چیزوں کا تذکرہ تھا ان کے بعد بیویوں کا تذکرہ ہے ان کی خوبی اور خوبصورتی بیان کرتے ہوئے بھی ہر آیت کے ختم پر ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ فرمایا ہے۔

جنتی بیویوں کا تذکرہ:

﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ﴾ (ان چاروں جنتوں میں اچھی اور خوبصورت عورتیں ہوں گی) معالم التنزیل میں حضرت ابن سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿خَيْرَاتٌ حِسَانٌ﴾ کا مطلب بتائیے۔ آپ نے بتایا خیرات الاخلاق حسان الوجوہ یعنی وہ اچھے اخلاق والی اور خوبصورت چہروں والی ہوں گی مزید فرمایا ﴿حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ (وہ عورتیں حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہونگی) یہ خوبصورت عورتیں پردوں میں چھپی ہوئی ہوں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی عورتوں میں سے اگر کوئی عورت زمین کی طرف کو جھانک لے تو زمین و آسمان کے درمیان جتنی جگہ ہے اس سب کو روشن کر دے اور سب کو خوشبو سے بھردے، اور فرمایا کہ اس کے سر کا

Marfat.com

دوپٹہ ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے ان سب سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۹۵ عن البخاری)

جنت کے خیموں کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں مومن کے لیے ایک ہی موتی سے بنایا ہوا خیمہ ہوگا جو اندر سے خالی ہوگا اس کی چوڑائی (اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی لمبائی) ساٹھ میل کی مسافت تک ہوگی اس کے ہر گوشے میں اس کے اہل ہوں گے جنہیں دوسرے گوشہ والے نہ دیکھ پائیں گے۔ مومن بندہ اپنے اہل کے پاس آنا جانا کرتا رہے گا۔ مومنین کے لیے دو جنتیں ایسی ہوں گی جن میں برتن اور ان کے علاوہ جو کچھ ہے سب چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی جن کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہے اہل جنت اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان صرف رداء الکبریا حاجب ہوگی یہ سب کچھ جنت عدن میں ہوگا۔ (رواہ البخاری و مسلم کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۹۵)

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ (ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان حوروں کو استعمال نہ کیا ہوگا)۔

بیویوں کی خوبی اور ان کا حسن و جمال بیان کرنے کے بعد فرمایا ﴿مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾ (ان جنتوں میں داخل ہونیوالے لوگ سبز رنگ کے نقش و نگار والے خوبصورت بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے) لفظ عَبْقَرِی کی شرح میں متعدد اقوال ہیں ایک قول کے مطابق اس کا ترجمہ نقش و نگار والا کیا گیا ہے صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو عمدہ اور بڑھیا فخر کے قابل ہو اہل عرب اسے عبقری کہتے ہیں اس اعتبار سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا عبقریا یفری فریہ۔

تبارك اسم ربك ذي الجلال والاكرام (بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام جو عظمت اور احسان والا ہے) یہ سورۃ الرحمٰن کی آخری آیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اکرام کے بیان پر ختم ہو رہی ہے پہلے رکوع کے ختم پر بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ذوالجلال والاکرام بیان فرمائی ہے وہاں اس کی تفسیر لکھ دی گئی ہے۔

فوائد ضروریہ متعلقہ سورۃ الرحمٰن

''فائدہ اولیٰ'': سورۃ الرحمٰن میں اکتیس (۳۱) جگہ ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ فرمایا ہے اس کے بار بار پڑھنے سے ایک کیف اور سرور محسوس ہوتا ہے ایمانی غذا بھی ملتی ہے اور تلاوت کرنیوالا اور تلاوت سننے والے پر ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو عروس القرآن یعنی قرآن کی دلہن فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۹)

''فائدہ ثانیہ'': ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ میں جنات اور انسان دونوں جماعتوں کو خطاب فرمایا ہے اور بار بار یاد دہانی کرائی ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں سے نوازا ہے سو تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے آپ نے اپنے صحابہ کو سورۃ الرحمٰن اول سے آخر تک پڑھ کر سنائی یہ لوگ خاموشی سے سنتے رہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اس سورت کو لیلۃ الجن میں جنات کو پڑھ کر سنایا وہ جواب دینے میں تم سے اچھے ثابت ہوئے۔ میں جب بھی ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ پڑھتا تھا تو وہ جواب میں یوں کہتے تھے لا بشیء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد اے ہمارے رب ہم آپ کی کسی بھی نعمت کو نہیں جھٹلاتے آپ ہی کے لیے سب تعریف ہے۔ (رواہ الترمذی)

اللہ تعالیٰ شانہ نے سب کو ہر طرح چھوٹی بڑی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان نعمتوں کا اقرار کرنا اور شکر گزاری کا مظاہرہ کرنا یعنی وہ اعمال اختیار کرنا جن سے نعمتیں دینے والا راضی ہو یہ نعمتوں کی قدر دانی ہے، نعمتوں کا انکار کر دینا کہ مجھے نہیں ملی یا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں دی میں نے اپنی کوشش سے حاصل کی ہیں یا ایسا طرز عمل اختیار کرنا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص نعمتوں کا اقراری نہیں ہے یہ سب نعمتوں کی تکذیب ہے یعنی انکار جھٹلانا ہے۔ کفران نعمت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

''فائدہ ثالثہ'': یہ جو اشکال ہوتا ہے کہ سورۃ الرحمٰن کے دوسرے رکوع میں بعض عذابوں کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد بھی آیت بالا

Marfat.com

ذکر فرمائی ہے عذاب تو نقمت ہے وہ نعمتوں میں کیسے شمار ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے تنبیہ کر دی گئی ہے کہ گنہگاروں کے ساتھ ایسا ایسا ہوگا تا کہ کفر وشرک اور معصیتوں سے بچیں اس لیے پیشگی خبر دے دینا کہ ایسا کرو گے تو ایسا بھرو گے یہ بھی ایک نعمت ہے اور حقیقت میں یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

''فائدہ رابعہ'': آیات کریمہ سے یہ تو واضح ہوگیا کہ جنات بھی مکلف ہیں اور مخاطب ہیں سورۃ الذاریات میں واضح طور پر فرمایا ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ اور میں نے جن اور انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا) اور جس طرح انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جنات پر بھی ہیں گو انسانوں کو فوقیت اور فضیلت حاصل ہے کیونکہ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ دونوں فریق کے پاس اللہ تعالیٰ کی ہدایت آئیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول آئے دونوں جماعتیں اللہ کے حکم کی مکلف ہیں گو یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ جنات میں بھی رسول آئے تھے یا نہیں، بنی آدمی کی طرف جو رسول بھیجے گئے تھے وہی جنات کی طرف مبعوث تھے یا ان میں سے بھی رسول مبعوث ہوتے تھے۔

البتہ اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ رسول الثقلین ہیں یعنی رہتی دنیا تک کے لیے آپ ہی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جس طرح آپ انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے اسی طرح آپ جنات کی طرف بھی مبعوث کیے گئے۔ سورہ الرحمٰن کی آیات سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے اور سورۃ الاحقاف میں ہے کہ جنات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واپس ہو کر انہوں نے اپنی قوم سے جا کر کہا ﴿یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ (اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا)۔ رسول اللہ ﷺ کئی بار جنات کے رہنے کی جگہ تشریف لے گئے جس کا کتب حدیث میں تذکرہ ملتا ہے۔

فائدہ خامسہ: یہ تو معلوم ہوگیا کہ جنات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکلف ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت کا حکم دیا ان کی طرف رسول بھی بھیجے ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی، کافروں کے لیے جہنم ہے خواہ انسان ہوں خواہ جنات ہوں جیسا کہ سورہ الم سجدہ میں فرمایا ہے ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾ (اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کی ہدایت عطا فرماتے اور لیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں سے ضرور بھروں گا)۔

حضرات محدثین اور مفسرین کرام نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ مومن جنات پر اتنی مہربانی ہوگی کہ صرف دوزخ سے بچا لئے جائیں گے یا انہیں جنت میں بھی داخل کیا جائے گا، سورۃ الرحمٰن کی آیات جن میں اہل جنت کی نعمتیں بتائی ہیں ان میں بار بار جو ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ فرمایا ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جنات بھی جنت میں جائیں گے۔

آکام المرجان (تالیف شیخ بدر الدین شبلی حنفی رحمہ اللہ) نے چوبیسویں باب میں اس سوال کو اٹھایا ہے اور چار قول لکھے ہیں پہلا قول یہ ہے کہ مومن جنات جنت میں داخل ہوں گے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ وقال وعلیه جمهور العلماء وحکاه ابن حزم فی الملل عن ابن ابی لیلی وابی یوسف و جمهور الناس قال وبه نقول۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جنات جنت میں داخل نہ ہوں گے اس کے باہر ہی دروازوں کے قریب رہیں گے انسان انہیں دیکھ لیا کریں گے وہ انسانوں کو نہ دیکھیں گے۔ (علی عکس ذلک فی الدنیا)۔ اس قول کے بارے میں لکھا ہے:

وهذا القول ماثور عن مالك والشافعی واحمد وابی یوسف و محمد حکاه ابن تیمیه فی جواب ابن مری وهو خلاف ما حکاه ابن حزم عن ابی یوسف۔

تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں رہیں گے اور اس بارے میں انہوں نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

Marfat.com

چوتھا قول توقف کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے اس کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

''فائدہ سادسہ'': سورۃ الرحمٰن کے پہلے رکوع کے ختم پر اور تیسرے رکوع کے ختم پر اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿ذوالجلال والاکرام﴾ بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ شانہ عظمت والا ہے اور اکرام والا ہے یعنی اپنے بندوں کے ساتھ احسان کا معاملہ فرماتا ہے اور انعام سے نوازتا ہے (اس کی تشریح گزر چکی ہے) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے الظّوابیَا ذالجلال والاکرام یعنی یا ذالجلال والاکرام میں لگے رہو اس کو پڑھتے رہو اس کے ذریعے دعا کرتے رہو۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد صفحہ ۴۹۹: ج ۱، واقرہ الذھبی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو تین بار استغفار کرتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے اللھم انت السلام ومنك السلام تبارك یا ذا الجلال والاکرام (رواہ مسلم)

ترجمہ: اے اللہ تو باسلامت ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ملتی ہے اے جلال اور اکرام والے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا یاذا الجلال والاکرام (اے عظمت والے اور بخشش کرنے والے) آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ تیری دعا قبول کر لی گئی لہٰذا تو سوال کر لے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس شخص نے بعد نماز یہ الفاظ ادا کیے۔

اللھم انی اسئلك بان لك الحمد لا الا اله الا انت المنان بدیع السموت والارض یا ذاالجلال والاکرام یا حی یا قیوم

اے اللہ بے شک میں آپ سے اس بات کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ بلاشبہ آپ کے لیے سب تعریف ہے کوئی معبود آپ کے سوا نہیں ہے۔ آپ بہت زیادہ دینے والے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کو بلا مثال پیدا فرمانے والے ہیں اے عظمت والے اے عطا فرمانے والے، اے زندہ، اے قائم رکھنے والے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ اس شخص نے اللہ کے اس بڑے نام کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے تو عطا فرما دیتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد صفحہ ۲۱۰)

Marfat.com

آیاتہا ۹۶ ۵۶ سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۴۶ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورة الواقعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷

جب قیامت واقع ہوگی اس کا جھٹلانے والا کوئی نہ ہوگا، وہ پست کر دے گی، بلند کر دے گی، جب کہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے، پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے، اور تم تین قسم ہو جاؤ گے۔

قیامت پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہے

اس سورت میں وقوع قیامت اور قیامت واقع ہونے کے بعد جو فیصلے ہوں گے اور ان کے بعد جو اہل ایمان کو انعامات ملیں گے اور اہل کفر جو عذاب میں مبتلا ہوں گے اس کی کچھ تفصیلات بیان کی گئی ہیں، درمیان میں اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیاوی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

آیات بالا میں ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس کا کوئی جھٹلانے والا نہ ہوگا آج تو دنیا میں بہت بڑی تعداد میں لوگ اس کے وقوع کے منکر ہیں جب وہ آ ہی جائے گی جس کی خبر اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں نے دی ہے اسے نظر سے دیکھ لیں گے اور جھٹلانے والے پریشان حال مبتلائے عذاب ہوں گے، اس دن مان لیں گے اور ﴿رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا﴾ کہیں گے، قیامت کی یہ خاص صفت ہوگی کہ وہ خافضة بھی ہوگی اور رافعة بھی، یعنی پست کرنے والی بھی اور بلند کرنیوالی ہوگی، بہت سے لوگ جو دنیا میں اونچے تھے بادشاہ تھے امیر تھے وزیر تھے قوموں کے سردار تھے مال کی ریل پیل کی وجہ سے اہل دنیا انہیں بڑا سمجھتے تھے لیکن کافر مشرک منافق یا کم از کم فاسق تھے یہ لوگ قیامت کے دن برے حال میں ہوں گے، اس دن کی گرفت دنیا والی ساری بڑائی کو ملیامیٹ کر کے رکھ دے گی، اور بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں حقیر اور کمزور سمجھے جاتے تھے اصحاب دنیا کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہ تھی لیکن ایمان والے تھے متقی اور پرہیزگار تھے اعمال صالحہ سے مزین اور متصف تھے قیامت انہیں بلند کر دے گی بہت بڑی تعداد میں تو یہ لوگ بلاحساب جنت میں چلے جائیں گے اور بہت سوں سے آسان حساب ہوگا اور بہت سوں سے تھوڑا بہت حساب ہو کر چھٹکارہ ہو جائے گا۔ حضرات انبیائے عظام اور شہداء کرام اور علماء اصحاب احترام کی سفارشیں کام دے جائیں گی۔

اس کے بعد قیامت کے زلزلہ کا تذکرہ فرمایا ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ (جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا) ﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ (اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے)۔ ﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾ (پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے)۔

قوله اذا رجت قال المفسرون اذا ثانية بدل من الاولىٰ وقيل ظرف لخافضة رافعة على التنازع ذكره صاحب الكمالين بل اقرب ان يقال اذا الثانية كالشرط وقوله تعالىٰ ورجت عطف عليه وكنت وجزائه محذوف اى تنقسمون وتثابون حسب ايمانكم واعمالكم۔

﴿وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ (اور اے لوگو! قیامت کے دن تم تین قسموں پر ہو گے۔) ان تینوں قسموں کا تفصیلی بیان آئندہ آیات

Marfat.com

میں آرہا ہے۔

﴿أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾ کی دو قسمیں بیان فرمائیں اول سابقین جنہیں مقربین فرمایا، دو عام مومنین جنہیں اصحاب الیمین سے تعبیر فرمایا سوم تمام کفار جو اصحاب الشمال ہونگے۔

فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَأَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝٩
وَالسّٰبِقُونَ السّٰبِقُونَ ۝١٠ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝١١ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ ۝١٢ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝١٣ وَ
قَلِيلٌ مِّنَ الْاٰخِرِينَ ۝١٤ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۝١٥ مُّتَّكِـِٔينَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِينَ ۝١٦ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝١٧ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۝١٨ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا
يُنْزِفُونَ ۝١٩ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝٢٠ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝٢١ وَحُورٌ عِينٌ ۝٢٢ كَأَمْثَالِ
اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝٢٣ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝٢٤ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيمًا ۝٢٥ إِلَّا قِيلًا
سَلٰمًا سَلٰمًا ۝٢٦ وَأَصْحٰبُ الْيَمِينِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْيَمِينِ ۝٢٧ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝٢٨ وَّطَلْحٍ
مَّنْضُودٍ ۝٢٩ وَّظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۝٣٠ وَّمَآءٍ مَّسْكُوبٍ ۝٣١ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝٣٢ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا
مَمْنُوعَةٍ ۝٣٣ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۝٣٤ إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ۝٣٥ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝٣٦ عُرُبًا
أَتْرَابًا ۝٣٧ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِينِ ۝٣٨ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝٣٩ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِينَ ۝٤٠

سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں، اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں، اور جو آگے بڑھنے والے ہیں وہ آگے بڑھنے والے ہیں وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں، یہ لوگ آرام کے باغوں میں ہونگے ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے، وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے، ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے، آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائیگا نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئیگا اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا، اور ان کے لیے بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوگی جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی ہو، یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا، وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بے ہودہ بات بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی، اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں، وہ ان باغوں میں ہونگے جہاں بے خار بیریاں ہونگی اور تہ بتہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہوگا، اور چلتا ہوا پانی ہوگا، اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہونگے۔ اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی، اور اونچے اونچے فرش ہونگے، ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لیے ہیں ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

Marfat.com

قیامت کے دن حاضر ہونے والوں کی تین قسمیں

ان آیات میں اصحاب المیمنہ کی دونوں قسموں یعنی مقربین اور عام مومنین کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان کے انعامات بتائے ہیں۔ اولاً اجمالاً یوں فرمایا ﴿فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ﴾ (سو داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے) ﴿وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾ (اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے) پہلی قسم کے افراد کو ﴿اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ﴾ (داہنے ہاتھ والے) کس اعتبار سے فرمایا؟ اس کے بارے میں صاحب روح المعانی نے دو قول لکھے ہیں، اول یہ کہ ان حضرات کے صحائف اعمال (یعنی اعمال نامے) داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے، دوم یہ کہ جب یہ حضرات جنت میں جانے لگیں گے تو میدان حشر سے ہٹ کر داہنے ہاتھ کو چل دیں گے۔ صاحب معالم التنزیل نے تیسرا قول یہ لکھا ہے کہ جب صلب آدم سے نکالے گئے تو یہ لوگ ان کے داہنے طرف سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے انہیں جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ لفظ یمن (بمعنی مبارک) سے ماخوذ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات مبارک ہیں۔ ان کی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں گزری ہوں گی، ان کے مقابل اصحاب المشئمة کو سمجھ لیا جائے۔ مذکورہ اقوال میں سے ہر بات کا مقابل ذہن میں لے آنا چاہئے یعنی اصحاب المشئمة کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور جب ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں تو میدان حشر سے بائیں طرف لے جایا جائے گا جدھر دوزخ ہوگا اور جب انہیں آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا تو یہ ان کے بائیں طرف سے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں نے انہیں دوزخ کے لیے پیدا کیا اور یہ لوگ نامبارک (یعنی بدبختی کے کام کرتے تھے اپنی عمریں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں نہیں لگاتے تھے) اس کے بعد سابقین (یعنی آگے بڑھنے والوں) کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا، اصحاب المیمنة کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے جو صفات بیان کی گئیں ان کے اعتبار سے یہ حضرات مقربین بھی اصحاب المیمنہ ہی ہیں لیکن اعمال میں سبقت لے جانے کی وجہ سے ان کو سابقین کا لقب دیا گیا ان کے انعامات بھی خوب بڑے بڑے بتائے، اس اعتبار سے میدان حشر میں حاضر ہونے والوں کی مذکورہ دو قسموں (اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ کے علاوہ تیسری قسم یہی مقربین کی جماعت ہوگی)۔

سابقین اولین کون سے حضرات ہیں؟

سابقین کے بارے میں فرمایا ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ (اور آگے بڑھنے والے وہ آگے بڑھنے والے ہیں وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں)۔

جن حضرات کو سابقین کا لقب دیا اس سبقت سے کون سی سبقت مراد ہیں؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جنہوں نے ہجرت کی طرف سبقت کی اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنیوالے مراد ہیں حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے میں سبقت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو حضرات پانچوں نمازوں کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ السابقون سے وہ حضرات مراد ہیں اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو حضرات توبہ کی طرف اور نیک اعمال کی طرف سبقت کرتے ہیں وہ حضرات سابقون ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ﴿سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ اور فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ مذکورہ بالا اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے سب سے زیادہ جامع قول حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا ہے جو دیگر اقوال کو بھی شامل ہے۔

Marfat.com

سابقین اولین کے لیے سب سے بڑا انعام:

حضرات سابقین کے بارے میں ﴿اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ فرمایا، قرب الٰہی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ ساتھ ہی ﴿فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ﴾ بھی فرمایا کہ یہ حضرات نعمت والے باغیچوں میں ہوں گے، پھر ان حضرات کی اجمالی تعداد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ﴾ یعنی یہ جو سابقین مقربین بندے ہوں گے ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے سے لوگ بعد والوں میں سے ہوں گے، معلوم ہوا کہ پہلی امتوں میں سے بشمول حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سابقین اولین زیادہ ہوں گے جنہیں ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ﴾ سے تعبیر فرمایا، اور امت محمدیہ میں سے بھی اک جماعت سابقین میں سے ہوگی، لیکن یہ لوگ تعداد میں کم ہوں گے (گو یہ کم تعداد بھی بہت ہی بڑی تعداد ہوگی کیونکہ ان کو امم سابقہ کے اعتبار سے قلیل فرمایا ہے) یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ سابقہ امتوں میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو ملا کر سابقین اولین کی تعداد اس امت کے سابقین اولین سے زیادہ ہونے سے پوری امت محمدیہ (جس میں عوام وخواص سب ہیں) کا تعداد میں کم ہونا لازم نہیں آتا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتیوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں اسی (۸۰) اس امت کی ہوں گی اور ۴۰ سب امتوں کو ملا کر ہوں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

سابقین اولین کی مزید نعمتیں:

سابقین اولین کی مزید نعمتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾ (یہ حضرات ایسے تختوں پر ہوں گے جو بنے ہوئے ہوں گے) قرآن کریم میں صرف لفظ موضونۃ ہے کس چیز سے بنے ہوئے ہوں گے اس کا ذکر نہیں ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سونے کے تاروں سے اور جواہر سے ان کی بناوٹ ہوگی ﴿مُّتَّكِئِیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ﴾ (ان تختوں پر تکیے لگائے ہوئے آمنے سامنے ہوں گے) اہل جنت کا تختوں پر بیٹھنا اس طرح سے ہوگا کہ کوئی کسی کی پشت نہیں دیکھ پائے گا۔ ﴿یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾ (ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے) ﴿بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ﴾ (آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا) اول تو خدام کے بارے میں فرمایا کہ وہ لڑکے ہوں گے اور ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور ہمیشہ خادم بنے رہیں گے نہ انہیں موت آئے گی اور نہ بڑھاپا۔ ﴿ولدان مُخَلَّدُوْن﴾ کو سورۃ الطور میں ﴿غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ﴾ فرمایا ہے۔ یہ ولدان اہل جنت کے پاس چھوٹے بڑے برتنوں میں پینے کی چیزیں لے کر آئیں گے۔ اکواب کوب کی جمع ہے گول منہ کا پیالہ جس میں پکڑنے کا کڑا نہ ہو اسے کوب کہا جاتا ہے اور اباریق ابریق کی جمع ہے ان سے وہ برتن مراد ہیں جن میں ٹونٹیاں لگی ہوئی ہوں، ان پینے کی چیزوں میں شراب بھی ہوگی جس کا سورہ محمد کی آیت ﴿خمر لذة للشاربین﴾ میں تذکرہ فرمایا ہے لفظ خمر سے کسی کو نشہ آنے کا شبہ نہ ہو اس شبہ کو دور کرتے ہوئے ﴿لَا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ﴾ فرمایا (نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا)

پینے کی چیزوں کے بعد کھانے کی چیزوں کا تذکرہ فرمایا ﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ﴾ (اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے) ﴿وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ﴾ (اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا)۔

کھانے کی چیزوں کے تذکرہ کے بعد اہل جنت کی بیویوں کا تذکرہ فرمایا ﴿وَحُوْرٌ عِیْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾ (اور ان کے لیے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی ہو) لفظ حور حوراء کی جمع ہے (اگرچہ اردو والے اس کو مفرد ہی سمجھتے ہیں) جس کا معنی ہے گوری سفید رنگت والی عورت اور عین عیناء کی جمع ہے جس کا ترجمہ ہے بڑی آنکھوں والی عورت ان دو لفظوں میں جنتی عورتوں کی خوبصورتی بیان فرمائی ہے پھر ان کے رنگ کی صفائی بیان کرتے ہوئے ﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾ فرمایا یعنی وہ چھپے ہوئے موتیوں کی طرح سے ہوں گی۔

Marfat.com

﴿جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا)۔

نا گوار کلمات نہ سنیں گے:

دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ انسان اچھے حال میں ہے، جمال بھی ہے ازواج بھی ہیں اور اولاد بھی لیکن بے تکی تکلیف دینے والی آرام میں خلل ڈالنے والی کانوں کو تکلیف دینے والی آوازیں بھی آتی رہتی ہیں اور بعض مرتبہ انسان ان کو دفع کرنے اور نا گوار آوازیں بند کرنے پر قدرت نہیں رکھتا جنت میں ایسا نہ ہوگا وہاں وئی نا گوار بات اور لغویات نہیں سنیں گے اسی کو فرمایا ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا﴾ (وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بے ہودہ بات)۔

﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ (بس سلام ہی سلام کی آواز آئے گی) یہ سلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہوگا جیسا کہ سورہ یٰسین میں فرمایا ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ اور آپس میں بھی سلام کریں گے سورہ یونس میں فرمایا ﴿تحيتهم فيها سلام﴾ اور فرشتے بھی سلام کے ساتھ ملاقات کریں گے ﴿سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار﴾ غرض یہ کہ ہمیشہ باسلامت رہیں گے اور سلام پیش کیا جاتا رہے گا۔

اصحاب الیمین کی نعمتیں:

اس کے بعد ﴿اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَا اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ (اور داہنے ہاتھ والے کیا خوب ہیں داہنے ہاتھ والے) ﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ﴾ (وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی) سدر کو لفظ مخضود کے ساتھ متصف فرمایا یعنی ان کے درختوں میں کانٹے نہیں ہوں گے جیسا کہ دنیا والی بیریوں میں کانٹے ہوتے ہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک ایسے درخت کا ذکر فرمایا ہے جو ایذا دینے والا ہے، آپ نے فرمایا ہے وہ کون سا درخت ہے عرض کیا وہ سدر بیری کا درخت ہے اس میں کانٹے ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے فی سدر مخضود فرمایا ہے یعنی وہ بیری کے درخت ایسے ہوں گے جن میں کانٹے کاٹے ہوئے ہوں گے اللہ اس کے ہر کانٹے کو کاٹ دے گا اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دے گا اس میں ایسے پھل لگیں گے کہ ایک پھل پھٹے گا تو اس سے بہتر (۷۲) رنگ کے پھل نکل آئیں گے ایک رنگ دوسرے رنگ کے مشابہ نہ ہوگا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد واقرہ الذہبی صفحہ ۴۷۶: ج ۲)

دوسری نعمت بیان کرتے ہوئے ﴿وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ فرمایا (یعنی وہاں تہ بتہ لگے ہوئے کیلے ہوں گے) کیلوں کا مزہ اور مٹھاس اور مخصوص کیف جو یہاں دنیا میں پر لطف ہے دنیا والے اس سے واقف ہیں۔ آخرت کے کیلوں میں جو مزہ ہوگا وہ تو اہل دنیا کے تصور سے باہر ہے، تیسری نعمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ کہ اصحاب الیمین خوب زیادہ وسیع پھیلاؤ والے سایہ میں ہوں گے، جنت کا سایہ سراسر آرام دینے والا ہوگا اور سایہ بھی اصلی ہوگا، جھوٹا سایہ نہ ہوگا جیسا کہ دنیا میں دھوئیں کا سایہ ہوتا ہے اسی لیے سورۃ نساء میں فرمایا ہے ﴿وندخلهم ظلا ظليلا﴾ اور ہم انہیں گہرے سایہ میں داخل کریں گے، یہ سایہ چونکہ آرام دہ ہوگا اس لیے اس میں ذرا بھی گرمی اور سردی نہ ہوگی سورۃ الدھر میں فرمایا ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾ (اس حالت میں کہ وہ وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش پائیں گے اور نہ سردی)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سواری پر چلنے والا سو سال تک چلتا رہے گا اس کی مسافت کو قطع نہ کر سکے گا۔ (رواہ البخاری)

مزید فرمایا ﴿وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ﴾ کہ اصحاب الیمین کو ماء جاری کی بھی نعمت دی جائے گی۔ صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ یہ پانی

Marfat.com

برابر زمین پر جاری ہوگا اس میں کھدی ہوئی نہریں، ندی نالے بنے ہوئے نہ ہوں گے جہاں چاہیں گے یہ پانی پہنچ جائے گا۔ ڈول اور رسی کی ضرورت نہ ہوگی۔ (صفحہ ۱۴۰: ج ۴)

﴿وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ﴾ اور اصحاب الیمین خوب زیادہ فواکہ یعنی میووں میں ہوں گے یہ میوے ہمیشہ رہیں گے کبھی بھی ختم نہ ہوں گے اور کبھی بھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ جب چاہیں گے کھائیں گے، جتنا چاہیں گے کھائیں گے حدیث شریف میں ہے کہ جنتی آدمی جب بھی جنت میں کوئی پھل توڑے گا اس کی جگہ دوسرا پھل لگ جائے گا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۴۱۴: ج ۱۰)

﴿وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ﴾ (اور اصحاب الیمین بلند بستروں پر ہوں گے) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کی بلندی اتنی ہوگی جیسے آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے یعنی پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر۔ (رواہ الترمذی وقال غریب کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۴۹۷)

بوڑھی مومنات جنت میں جوان بنادی جائیں گی:

اس کے بعد جنتی عورتوں کا تذکرہ فرمایا، وہاں جو بیویاں ملیں گی ان میں حور عین بھی ہوں گی جو مستقل مخلوق ہے اور دنیا والی عورتیں جو ایمان پر وفات پاگئیں وہ بھی اہل جنت کی بیویاں بنیں گی۔ یہ دنیا والی عورتیں وہ بھی ہوں گی جو دنیا میں بوڑھی ہو چکی تھیں اور وہ بھی ہوں گی جو شادی شدہ یا بے شادی شدہ یا چھوٹی عمر میں وفات پاگئی تھیں یہ سب جنت میں اہل ایمان کی بیویاں ہوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل جنت میں سے جو بھی کوئی چھوٹا یا بڑا وفات پا گیا ہوگا قیامت کے دن سب کو جنت میں تیس سال کی عمر والا بنا دیا جائے گا ان کی عمر کبھی بھی اس سے آگے نہ بڑھے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۹۹)

لہٰذا بوڑھی مومن عورتیں جنہوں نے دنیا میں وفات پائی تھی جنت میں داخل ہوں گی تو جوان ہوں گی تیس سال کی ہوں گی۔ آیت بالا میں اسی کو فرمایا ہے۔

﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ﴾ (ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں، یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لیے ہیں) جنتی عورتیں حسن و جمال والی بھی ہوں گی محبوبات بھی ہوں گی اور ہم عمر بھی ہوں گی۔

ایک بوڑھی صحابیہ عورت کا قصہ

شمائل ترمذی میں ہے کہ ایک بوڑھی عورت رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرما دے، آپ نے فرمایا کہ اے فلاں کی ماں جنت میں بڑھیا داخل نہ ہوگی، یہ سن کر وہ بڑی بی روتی ہوئی واپس چلی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اس سے کہہ دو کہ جنت میں جب وہ داخل ہوگی تو بڑھیا نہ ہوگی (یعنی جنت میں بڑھاپا باقی نہ رہے گا داخل ہونے سے پہلے ہی جوان بنا دیا جائے گا) اللہ تعالیٰ شانہ کا فرمان ہے ﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا﴾ (ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ شانہ کے فرمان ﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نئے طور سے زندگی دیں گے ان میں وہ عورتیں بھی ہوں گی جو دنیا میں چندھی تھیں اور جن کی آنکھوں میں میل اور چیڑ بھرے رہتے تھے۔ (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ الواقعہ)

چندھی اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں پوری طرح نہ کھلیں عام طور سے آنسو بہتے رہتے ہیں۔

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ﴾ (اصحاب الیمین کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں

Marfat.com

میں سے ہوگا)۔

وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّحَمِیۡمٍ ۙ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ ۙ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ
لَا کَرِیۡمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُتۡرَفِیۡنَ ﴿ۚۖ۴۵﴾ وَکَانُوۡا یُصِرُّوۡنَ عَلَی الۡحِنۡثِ الۡعَظِیۡمِ ﴿ۚ۴۶﴾ وَ
کَانُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ ۬ۙ اَئِذَا مِتۡنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿ۙ۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قُلۡ
اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿ۙ۴۹﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۬ۙ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّکُمۡ اَیُّہَا
الضَّآلُّوۡنَ الۡمُکَذِّبُوۡنَ ﴿ۙ۵۱﴾ لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ﴿ۙ۵۲﴾ فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡہَا الۡبُطُوۡنَ ﴿ۚ۵۳﴾ فَشٰرِبُوۡنَ
عَلَیۡہِ مِنَ الۡحَمِیۡمِ ﴿ۚ۵۴﴾ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡہِیۡمِ ﴿ؕ۵۵﴾ ہٰذَا نُزُلُہُمۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿ؕ۵۶﴾

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں، وہ لوگ سموم میں ہونگے، اور کھولتے ہوئے پانی میں، اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا، وہ لوگ اس سے پہلے بڑی خوش حالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے، اور یوں کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کیے جائیں گے ایک معین دن پر۔ پھر تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو! درخت زقوم سے کھانا ہوگا، سو اس سے پیٹ بھرنا ہوگا، پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا، پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کی طرح ہوگا، ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

اصحاب الشمال کا عذاب

ان آیات میں اصحاب الشمال کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے جنہیں شروع سورت میں اصحاب المشئمہ سے تعبیر فرمایا تھا، ارشاد فرمایا ﴿وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ﴾ (اور بائیں جانب والے کیسے ہی برے ہیں بائیں جانب والے)

﴿فِیۡ سَمُوۡمٍ﴾ (یہ لوگ سخت گرم زہریلی ہوا میں ہوں گے) ﴿وَّحَمِیۡمٍ﴾ خوب زیادہ سخت گرم پانی میں ہوں گے) ﴿وَّظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ﴾ (اور ایسے سایہ میں ہوں گے جو یحموم کا سایہ ہوگا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یحموم سے دخان اسود یعنی کالا دھواں مراد ہے۔ یہ ظل ممدود کے مقابلہ میں بیان فرمایا ہے، اصحاب الیمین بہت بڑے لمبے چوڑے گھرے سایہ میں ہوں گے اور ﴿اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ﴾ اس کے برعکس سخت گرم کالے دھوئیں میں ہوں گے ﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیۡمٍ﴾ (یہ دھواں نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا)۔

دنیا میں کافروں کی مستی اور عیش پرستی:

﴿اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُتۡرَفِیۡنَ﴾ (اس سے پہلے یہ لوگ جب دنیا میں تھے بڑی خوشحالی میں رہتے تھے) یعنی دنیا کی خوش حالی نے انہیں تباہ و برباد کیا اور مستحق عذاب بنا دیا اپنے مال اور دولت اور عیش و آرام میں مست تھے ایمان قبول نہیں کرتے تھے اپنے مالک اور خالق کی طرف رجوع نہیں ہوتے تھے انہوں نے دنیا والے عیش و آرام ہی کو سب کچھ سمجھا لہٰذا آج عذاب میں گرفتار ہوئے۔

قال صاحب الروح المعنی انهم عذبوا لانهم کانوا فی الدنیا مستکبرین عن قبول ما جاء هم به رسلهم من الایمان بالله عزوجل وما جاء منه سبحانه وقیل: هو الذی اقرفته النعمة ای ابطرته واطغته (صفحہ ۱۴۵/۲۷)

Marfat.com

﴿وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾ (اور یہ لوگ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے) یعنی شرک اور کفر پر اصرار کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ ہم ایمان قبول نہیں کریں گے اور ہمیشہ کفر پر جمے رہیں گے۔

ان لوگوں کو توحید قبول کرنے سے بھی سخت انکار تھا اور قیامت قائم ہونے کا بھی سختی سے انکار کرتے تھے اسی لیے اس کے بعد فرمایا ﴿وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ (اور وہ کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے) یہ بات کہنے سے ان کا مطلب وقوع قیامت کا استبعاد بھی تھا اور انکار بھی۔ وہ یوں بھی کہتے تھے ﴿اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ (کیا ہمارے پرانے باپ دادے بھی اٹھائے جائیں گے) ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا قیامت کی خبر دینے والے اگر یوں کہتے کہ تم مرو گے اور مرتے ہی زندہ کر دیئے جاؤ گے تو ایک بات بھی تھی ممکن تھا کہ ہم اسے مان لیتے لیکن یہ تو یوں کہتے ہیں کہ تم اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے باپ دادا بھی، یہ تو ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

قال فی الروح والمعنی ایبعث ایضا اٰباءنا علی زیادۃ الاثبات یعنون انھم اقدم فبعثھم ابعد وابطل

وقوع قیامت کا انکار کرنے والوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ (آپ فرما دیجئے کہ بیشک اولین اور آخرین مقررہ معلوم دن کی طرف جمع کیے جائیں گے) یعنی قیامت ضرور واقع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کا جو وقت مقرر ہے اسی وقت آئے گی، سب اولین و آخرین اس وقت جمع ہوں گے اس دن بندوں کی پیشی ہوگی ایمان والوں کو جنت دی جائے گی اور اہل کفر و شرک دوزخ میں جائیں گے جہاں طرح طرح کے عذاب ہیں ان عذابوں میں سے ایک زقوم بھی ہے۔ ارشاد فرمایا ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ﴾ (پھر اے گمراہو جھٹلانے والو تم زقوم کے درخت سے ضرور کھاؤ گے) جو سخت کڑوا بدمزہ اور دیکھنے میں بہت بدصورت ہوگا۔ ﴿فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾ (باوجود یہ وہ بہت زیادہ بدمزہ ہوگا پھر بھی بھوک کی شدت کی وجہ سے اس میں سے کھاؤ گے اور تھوڑا بہت نہیں خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے) ﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ (پھر اس زقوم کے درخت پر خوب گرم کھولتا ہوا پانی پیو گے اور یہ پانی اس طرح خوب زیادہ پیو گے جیسے پیاسے اونٹ دنیا میں پانی پیتے ہیں) ﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ (یہ روز جزاء میں ان کی مہمانی ہوگی)

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ
الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ
نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا
تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ
تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾
ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾
اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا
تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

Marfat.com

ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے، اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں، ہم ہی نے تمہارے درمیان میں موت کو ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تم جیسے پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں، اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے، اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کر دیں، پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ کہ ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے، اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں، اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر دیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے، اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں، ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح بیان کیجئے۔

بنی آدم کی تخلیق کیسے ہوئی؟ دنیا میں ان کے جینے اور بسنے کے اسباب کا تذکرہ

بنی آدم کی تینوں قسمیں بیان فرمانے کے بعد بنی آدم کی تخلیق کو بیان فرمایا اور بعض ان چیزوں کا تذکرہ فرمایا جو انکے لیے اسباب کے طور پر زندگی کا سامان ہیں، خطاب کا رخ منکرین کی طرف ہے لیکن نعمتوں کی یاد دہانی سب ہی کے لیے ہے۔ ارشاد فرمایا ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ہم نے تم کو پیدا کیا (جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے) کمافی سورۃ الدھر ﴿وَلَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ سو تم کیوں تصدیق نہیں کرتے، (موت کے بعد اٹھائے جانے اور قیامت قائم ہونے پر کیوں ایمان نہیں لاتے) جس ذات پاک نے تمہیں عدم سے نکالا وجود بخشا اس کی قدرت کے کیوں منکر ہو رہے ہو اور یہ بات کیوں کہہ رہے ہو کہ دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتے جیسے اس کو پہلی بار پیدا کرنے پر قدرت تھی ایسے ہی اسے اب دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت ہے اور یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ جب اس نے تمہیں پیدا فرمایا زندگی بخشی اپنے رسول بھیجے تمہیں عمل کرنے کا اختیار دیا تو ان اعمال کی جزا و سزا دیئے جانے کے لیے ایک وقت مقرر ہونا چاہیے اسی جزا ملنے والے دن کو قیامت کا دن کہا جاتا ہے، تمہیں اس کے وقوع کی خبر دی جا رہی ہے اور اس پر ایمان لانے کو کہا تم اس کے ماننے کے منکر ہو رہے ہو، حالانکہ اعمال کی جزا و سزا کے بارے میں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

انسان کی تخلیق اول مٹی سے تھی اس کے بعد سلسلہ توالد اور تناسل نطفہ منی کے ذریعے ہوتا رہا ہے مردوں کی منی عورتوں کے رحم میں پہنچتی ہے اس سے حمل قرار پاتا ہے اس کو فرمایا ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ﴾ (تم یہ بتاؤ کہ جس منی کو تم رحموں میں پہنچاتے ہو اس منی سے تم آدمی بناتے ہیں یعنی ماء مھین (ذلیل پانی) سے جو جیتی جاگتی تصویر وجود میں آجاتی ہے اسے کون پیدا کرتا ہے کبھی تو حمل قرار پاتا ہی نہیں اور بہت ہی مرتبہ قرار پا کر ادھورا بچہ گر جاتا ہے کبھی پیٹ ہی میں مر جاتا ہے کبھی لولا لنگڑا، اندھا بہرا، گونگا پیدا ہوتا ہے اور عموماً اچھی حالت میں بچے پیدا ہوتے ہیں یہ سب کس کے تصرفات ہیں کیا ان میں تمہارا کوئی دخل ہے؟ کسی کا کوئی دخل نہیں ہے صرف اللہ ہی کی قدرت و اختیار سے سب کچھ وجود میں آتا ہے، سب تصرفات اللہ ہی کے ہیں تم بس اسی کی مخلوق ہو، اس کی بھیجی ہوئی ہدایت کو کیوں قبول نہیں کرتے؟ اس کے رسولوں اور کتابوں کو کیوں نہیں مانتے؟

اس کے بعد موت کا تذکرہ فرمایا، ارشاد فرمایا ﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ﴾ (کہ ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر کر دیا ہے) وہ اپنے مقررہ وقت پر آئے گی، یہ موت کا مقدر کرنا اور اس کے وقت کا مقرر فرمانا اور ہر ایک کے مقررہ وقت پر موت دے دینا یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، کوئی بھی شخص موت سے نہیں بچ سکتا اور وقت مقررہ سے آگے اس کی زندگی نہیں بڑھ سکتی۔

﴿وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾ (الایۃ) اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہیں ہلاک کر دیں اور تمہاری جیسی دوسری مخلوق تمہارے بدلہ پیدا کر دیں، اور ہم اس سے بھی عاجز نہیں کہ ہم تمہیں ان صورتوں میں پیدا کر دیں جنہیں تم نہیں جانتے یعنی ہم تمہیں موجودہ صورتوں

Marfat.com

کے علاوہ دوسری صورتوں میں پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں۔

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى﴾ (اور تمہیں اپنی پہلی پیدائش کا علم ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا فرمایا جب کہ تم کچھ بھی نہ تھے ﴿فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (سو تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے) جس نے پہلی بار پیدا فرمایا وہ دوبارہ بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ پہلی تخلیق کرنے کے بعد اس کی قدرت ختم نہیں ہوگئی جیسی تھی ویسی ہی ہے کما قال تعالیٰ فی سورۃ ق ﴿اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ (کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کے بارے میں شبہ میں ہیں)۔

کھیتی اگانے کی نعمت:

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾ (الآیات الخمس)۔ (ان آیات میں کھیتی کا تذکرہ فرمایا جو عام انسانوں کی زندگی کا ذریعہ ہے، ارشاد فرمایا کہ تم جو کھیتی کرتے ہو یعنی ہل یا ٹریکٹر چلا کر زمین کو نرم کرتے ہو پھر اس میں بیج ڈالتے ہو اس کے بارے میں یہ بتاؤ کہ بیج ڈالنے کے بعد کھیتی کو کون اگاتا ہے؟ تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ یعنی تم تو بیج ڈال کر فارغ ہو جاتے ہو، اب کھیتی کا اگانا ہمارا کام ہے، اگائیں یا نہ اگائیں ہمیں اختیار ہے پھر اگر کھیتی نکل بھی آئی تو اس میں دانے نکلنے تک اس کا بڑھنا ضروری نہیں پہلے بھی ہلاک ہو سکتی ہے اور اگر کھیتی پوری ہوگئی بالیں نکل آئیں تو ضروری نہیں کہ تم اس سے نفع حاصل کر سکو ہم چاہیں تو اس سب کا چورا کر دیں، پھر تم تعجب کرتے ہوئے رہ جاؤ ہائے ہائے یہ کیا ہوا، اس مرتبہ تو ہم پر تاوان ہی پڑ کر رہ گیا بلکہ ہم بالکل ہی محروم کر دیئے گئے یعنی بیج بھی خرچ ہوا محنت بھی اکارت گئی اور غلہ بھی کچھ نہ ملا۔

بارش برسانے کی نعمت:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ﴾ الآیات الثلاث ان آیات میں پانی کی نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ یہ پانی جو تم پیتے ہو تم نے اسے بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں (ظاہر ہے کہ پانی کو بادل سے اتارنے میں تمہارا کوئی دخل نہیں جب بارش نہیں ہوتی تو ٹک ٹک آسمان کی طرف دیکھا کرتے ہیں اور ناامید ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے۔ کما فی سورۃ الشوریٰ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ﴾ (اور اللہ وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش بھیجتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے)۔

مزید فرمایا کہ یہ پانی جو ہم نے بادل سے اتارا ہے اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنا دیں اگر ہم ایسا کر دیں تو تم کچھ بھی نہیں کر سکتے، یہ میٹھا پانی پیتے ہو تمہارے مویشی پیتے ہیں اس سے نہاتے دھوتے ہو۔ تم پر اس کے پینے پلانے اور دیگر استعمال میں لانے کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔

آگ بھی نعمت ہے:

اس کے بعد آگ کا تذکرہ فرمایا، انسانوں کے کھانے پکانے اور بہت سے کاموں میں آگ استعمال ہوتی ہے جو اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے ارشاد ہے۔ ﴿اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ﴾ (سو پھر آگ کے بارے میں بتاؤ جس کو تم جلاتے ہو) ﴿ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ﴾ (اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں) ﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ (ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے) ان آیات میں یہ بتا دیا کہ یہ آگ جسے تم جلاتے ہو یہ بھی تو ہماری پیدا کی ہوئی ہے۔ بتاؤ اس کا درخت کس نے پیدا کیا ہے تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ اہل عرب بعض درختوں سے آگ حاصل کیا کرتے تھے اس لیے اس کا تذکرہ فرمایا (سورہ یٰسین کے ختم پر ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ﴾ کے ذیل میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے درختوں کے علاوہ پتھروں سے بھی آگ پیدا ہوتی ہے (جنہیں پرانے

Marfat.com

زمانے میں چقماق کہتے تھے) بہر حال جس ذریعہ سے بھی پیدا ہو، آگ انسانوں کے لیے نعمت ہے (اگرچہ بعض مواقع میں زحمت بھی بن جاتی ہے) آگ کے درخت کے تذکرہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ درخت ہرا بھرا ہوتا ہے اس کے اندر پانی ہوتا ہے آگ اور پانی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ اس میں سے آگ نکال دیتا ہے، آگ بڑی عبرت اور نصیحت کی چیز ہے اور بڑی نعمت ہے اس سے نفع حاصل ہوتا ہے اگر آگ نہ ہوتی تو کچا آٹا لیے بیٹھے رہتے اور کچا سالن ہی کھاتے، بتاؤ یہ مٹھائیاں، کیک، بسکٹ اور طرح طرح کی چیزیں کیسے بناتے ہو، اس نعمت کو یاد کرو اور نصیحت حاصل کرو اور اس آگ سے آخرت کی آگ کی طرف بھی ذہن لے جاؤ وہ تو اس سے بہت زیادہ گرم ہے کفر و شرک اور گناہوں سے بچو۔

قال فی معالم التنزیل تذکرة للنار الکبری اذ راھا الرادی ذکر جھنم قاله عکرمة و مجاھد، وقال عطاء موعظة یتعظ بھا المومن.

مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ کا معنی:

آخر میں فرمایا ﴿وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ یعنی آگ کو ہم نے مسافروں کے لیے نفع کا ذریعہ بنا دیا مسافر جب کہیں جنگلوں میں ٹھہرتے ہیں تو آگ جلا لیتے ہیں روٹی سالن بھی پکاتے ہیں اور سردی میں تاپتے بھی ہیں اسے دیکھ کر درندے بھاگتے ہیں اور جو راستہ بھول گئے ہوں وہ بھی جلتی ہوئی آگ دیکھ کر جلانے والوں کے قریب آجاتے ہیں۔

قال البغوی فی معالم التنزیل المقوی النازل فی الارض والقواء ھو القفر الخالیة البعیدة من العمران یقال قویت الدار اذا خلت من سکانھا والمعنی انه ینتفع بھا اھل البوادی والاسفار. (صفحه ۲۸۸: ج ۴)

مختلف نعمتوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ (سو اے مخاطب اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح بیان کرو) جس ذات عالی کی مذکورہ بالا نعمتیں ہیں وہ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے، وہ عظیم ہے اس کی پاکی بیان کرنا لازم ہے)۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾

سو میں مواقع النجوم کی قسم کھاتا ہوں اور بیشک یہ بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہو، بیشک وہ قرآن کریم ہے محفوظ کتاب میں، اسے نہیں چھوتے ہیں مگر پاکیزہ لوگ، یہ اتارا ہوا ہے رب العلمین کی طرف سے کیا تم اس کام کو سرسری سمجھتے ہو اور تم نے اپنا حصہ یہی تجویز کر لیا ہے کہ جھٹلاتے رہو۔

بلاشبہ قرآن، کریم ہے رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کریم کی عظمت بیان فرمائی ہے۔ مواقع النجوم کی قسم کھا کر فرمایا کہ بلاشبہ قرآن، کریم ہے یعنی عزت والا ہے عمدہ چیز ہے بندوں کو نفع دینے والا ہے (اور) محفوظ کتاب میں ہے، مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے لوح محفوظ مراد ہے جیسا کہ سورۃ البروج کے ختم پر فرمایا ہے۔ ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ (بلکہ وہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں ہے) وہ لوح محفوظ میں محفوظ ہے اس میں تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔

﴿مَوٰقِعِ النُّجُوْمِ﴾ سے کیا مراد ہے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے آسمان کے ستاروں کے غروب ہونے کی جگہیں مراد

Marfat.com

ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مطالع النجوم مراد ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نجوم سے نجوم القرآن مراد ہیں نجوم نجم کی جمع ہے، جو ستارہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور قسط وار جو کوئی چیز دی جائے اس کی تھوڑی تھوڑی ادائیگی کو بھی نجم کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا قرآن مجید جو نازل ہو رہا ہے جسے فرشتے لوح محفوظ سے لے کر آتے ہیں ان نجوم اور اقساط کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن جو بالاقساط نازل ہو رہا ہے کتاب محفوظ میں محفوظ ہے اس کتاب محفوظ تک انسان اور جنات کی رسائی نہیں ہو سکتی اور ان کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

﴿وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ﴾ یہ جملہ معترضہ ہے جو قسم اور جواب قسم کے درمیان واقع ہوا ہے، مطلب یہ ہے کہ مواقع النجوم کی قسم عظیم قسم ہے اگر تم صاحب علم ہوتے تو اس کی عظمت کو جان لیتے۔ پھر جواب قسم فرمایا کہ ﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ﴾ مواقع نجوم کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ کتاب جو تم پڑھتے ہو قرآن کریم ہے ﴿فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ﴾ جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس سے لوح محفوظ مراد ہے جیسا کہ سورۃ البروج میں فرمایا ہے ﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ﴾ اس لوح تک شیاطین نہیں پہنچ سکتے اور تغیر اور تبدل سے محفوظ ہے۔

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (اسے صرف پاکیزہ بندے چھوتے ہیں) ان پاکیزہ بندوں سے فرشتے مراد ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی منقول ہے۔

﴿تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (قرآن کریم رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے) بندوں کا فریضہ ہے کہ قرآن پر ایمان لائیں اس کی عظمت کا حق ادا کریں، اس کو یاد کریں پڑھیں اور پڑھائیں لیکن بہت سے لوگ (جن میں اولین مخاطب اہل مکہ تھے) قرآن کی طرف سے بے رخی اور بے توجہی اختیار کرتے ہیں اور اسے یوں ہی سرسری بات سمجھتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں کہ اس نے اپنا کلام نازل فرمایا اس کی تکذیب کرتے ہیں یعنی جھٹلاتے ہیں اور کفر اختیار کرتے ہیں۔

﴿أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ﴾ لفظ مُدْهِنُونَ کا ترجمہ صاحب روح المعانی نے متھاونون کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم قرآن کو معمولی چیز سمجھتے ہو پھر لکھا ہے کہ یہ لفظ ادھان سے ماخوذ ہے چمڑے کو تیل وغیرہ لگا کر جو نرم کرتے ہیں اس کو ادھان کہتے ہیں، بطور مجاز یا بطور استعارہ یہ لفظ لایا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ قرآن کریم کی طرف جو مضبوط توجہ ہونی چاہئے تمہارے اندر وہ توجہ نہیں ہے اور ہمزہ استفہام لا کر اس پر توبیخ فرمائی۔ ''یوں ہی سرسری بات سمجھتے ہو'' یہ اس کا اصل ترجمہ ہے۔

وتجعلون رزقکم انکم تکذبون

اس کا ایک ترجمہ اور مطلب تو وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ تمہیں نزول قرآن کی نعمت پر شکر کرنا چاہئے تھا شکر کی بجائے تم نے جھٹلانے ہی کو اختیار کر لیا۔ اب تمہارا نصیب یہی رہ گیا کہ تم تکذیب کیا کرو اس صورت میں رزقکم بمعنی شکر کم یا بمعنی حظکم لیا جائے گا۔

قال صاحب الروح و قیل معنی الآیة وتجعلون شکر کم لنعمة القرآن انکم تکذبون به ویشیر الی ذلك ما رواه قتادة عن الحسن بئس ما اخذ القوم لانفسهم لم یرزقوا من کتاب الله تعالیٰ الاالتکذیب

یہ اس صورت میں ہے جبکہ ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ﴾ سے لے کر ﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ﴾ تک تمام آیات کا تعلق نزول قرآن مجید ہی سے ہو، (صحیح مسلم صفحہ ۵۹: ج ۱) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ آج صبح کچھ لوگ شاکر ہوئے اور کچھ لوگ کافر ہوئے جن لوگوں نے یوں کہا کہ یہ بارش اللہ کی رحمت ہے وہ لوگ شاکر ہوئے اور جن لوگوں نے یوں کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کے سقوط یعنی نیچے جانے کی وجہ سے بارش ہوئی

Marfat.com

وہ لوگ کافر ہوئے اس پر ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ﴾ سے ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ تک آیات نازل ہوئیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بارش نازل فرماتا ہے جو تمہارے لیے رزق کا سبب بنتی ہے اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے تم اللہ کی نعمت کی تکذیب کرتے ہو یعنی بارش کی نعمت کو ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں مانتے، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں شیخ ابو عمر ابن الصلاح سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پانچوں آیات ستاروں ہی کے بارے میں نازل ہوئیں، (جن کے سقوط اور غروب کو اہل عرب بارش کا ذریعہ سمجھتے تھے) کیونکہ پوری آیات کی تفسیر اس کی موافقت نہیں کرتی، بات یہ ہے کہ بارش کے بارے میں آیت کریمہ ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ نازل ہوئی اور باقی آیات میں دوسرے مضامین بیان کیے گئے ہیں، چونکہ سب آیات بیک وقت نازل ہوئی تھیں اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سب کی تلاوت کر دی۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آیت کی یہ تفسیر کہ تم نعمت قرآن کا شکر ادا کرنے کے بجائے تکذیب کو اختیار کرتے ہو، سبب نزول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم میں دنیاوی اور اخروی دونوں قسم کی نعمتوں کا بیان ہے۔

قرآن کریم میں جو نعمتیں بیان کی گئی ہیں ان کو سامنے رکھ کر خالق تعالیٰ شانہ کا شکر ادا کرنا لازم تھا لیکن تم شکر کی بجائے تکذیب اور انکار میں لگے ہوئے ہو اسی ناشکری میں یہ بات بھی ہے کہ بارش ہوتی ہے تو تم اسے ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہو حالانکہ قرآن کریم میں بار بار بتایا گیا کہ تمہارا عقیدہ صحیح عقیدہ کے خلاف ہے، بارش برسانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔

قال صاحب الروح: فما جاء من تفسير تكذبون بتقولون مطرنا بنوء كذا و كذا ليس المراد منه الايمان نوع اقتضاه الحال من التكذيب بالقرآن المنعوت بتلك النعوت الجليلة و كون ذلك على الوجه الذى يزعمه الكفار تكذيبا به مما لا ينتطح فيه كبشان وهذا لا تمحل فيه (صفحه ١٥٧ ج: ٢٧)

قرآن مجید کو پڑھنے اور چھونے کے احکام:

﴿لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ جو فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسے صرف پاکیزہ بندے ہی چھوتے ہیں چونکہ یہ صیغہ خبر ہے اس لیے مفسرین کرام نے اس سے فرشتے مراد لیے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ فرشتے گناہوں سے پاک ہیں وہ ہی لوح محفوظ تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کے مضامین پر مطلع ہو سکتے ہیں اور بعض حضرات نے ﴿لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ کو خبر بمعنی الامر لیا ہے اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ قرآن مجید جو تمہارے پاس لکھا ہوا موجود ہے اس کو صرف وہی لوگ چھوئیں جو حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہوں، اگرچہ یہ مسئلہ اس پر موقوف نہیں ہے کہ آیت کریمہ میں جو کلمات ہیں وہ نہی کے معنی ہی میں ہوں کیونکہ احادیث شریفہ سے بھی بلا طہارت قرآن مجید چھونے کی ممانعت ثابت ہے۔

موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے عن عبدالله ابى بكر بن حزم ان فى الكتاب الذى كتبه رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمرو بن حزم ان لا يمس القرآن الا طاهرا

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو انہیں بہت سی باتوں کی نصیحت فرمائی اور لکھ کر دیں ان میں یہ بھی تھا کہ کوئی شخص قرآن کو نہ چھوئے مگر اس حالت میں کہ پاک ہو۔ (وبسط الكلام على الحديث الزيلعى فى نصب الراية وقال روى من حديث عمرو بن حزم ومن حديث عمرو من حديث حكيم بن حزام ومن حديث عثمان بن ابى العاص ومن حديث ثوبان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا يمس القرآن الا طاهر پاک ہونے میں حدث

Marfat.com

اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونا مراد ہے، قرآن مجید کو ناپاکی کی حالت میں ایسے جزدان اور غلاف سے چھو سکتے ہیں جو اس سے علیحدہ ہوتا رہتا ہے، جلد کے ساتھ یا مستقل سلے ہوئے کپڑے کے ساتھ اور اس کپڑے کے ساتھ چھونا جائز نہیں ہے جو پہن رکھا ہو۔

حالت حیض اور نفاس میں بھی قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے البتہ بے وضو قرآن کو حافظہ سے پڑھ سکتے ہیں اگر دیکھ کر پڑھنا چاہے اور وضو نہ ہو تو کسی رومال سے یا چاقو، چھری سے ورق پلٹ کر پڑھ سکتا ہے اور حالت حیض و نفاس اور حدث اکبر میں قرآن مجید کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جنابت (حدث اکبر) کے علاوہ کوئی چیز قرآن شریف پڑھنے سے روکنے والی نہ تھی (حیض و نفاس بھی جنابت کے حکم میں ہیں کیونکہ ان سے بھی غسل فرض ہو جاتا ہے)۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾

سو جس وقت روح حلق تک آپہنچتی ہے اور تم اس وقت تکتے رہتے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو سو اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے ہو، پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لیے راحت ہے اور غذائیں ہیں، اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے سلامتی ہے تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہوگا سو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی ضیافت ہوگی اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا، بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔

اگر تمہیں جزا ملنی نہیں ہے تو موت کے وقت روح کو کیوں واپس نہیں لوٹا دیتے

ان آیات میں اولاً انسانوں کی بے بسی ظاہر فرمائی ہے جو موت کے وقت ظاہر ہوتی ہے، ثانیاً انسانوں کی انہیں تینوں جماعتوں کا عذاب و ثواب بیان فرمایا ہے جن کا پہلے رکوع میں تذکرہ فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انسانوں کو پیدا فرمایا اور انہیں بہت سے اعمال کرنے کا حکم دیا اور بہت سے اعمال سے منع فرمایا تاکہ بندوں کی فرمانبرداری اور نافرمانی کا امتحان لیا جائے، سورۃ الملک میں فرمایا ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (موت اور حیات کو پیدا فرمایا تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں اچھے عمل والا کون ہے)

لہٰذا زندگی کے بعد موت بھی ضروری ہے اور ان دونوں میں سے بندوں کو کسی کے بارے میں کچھ بھی اختیار نہیں اللہ تعالیٰ نے زندگی دی وہی موت دیگا، اس نے دونوں کا وقت مقرر اور مقدر فرما دیا ہے کسی کو اختیار نہیں کہ خود سے پیدا ہو جائے یا وقت مقرر سے پہلے مر جائے۔

خالق تعالیٰ شانہٗ کی قضاء اور قدر کے خلاف اور اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

ارشاد فرمایا ﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾ (الآت الخمس) کہ جب مرنے والے کی روح حلق کو پہنچ جاتی ہے تو تم وہاں موجود ہوتے ہو اسے حسرت کی آنکھوں سے ٹک ٹک دیکھا کرتے ہو اور اس پر ترس کھاتے ہو اور تمہاری آرزو ہوتی ہے کہ اسے موت نہ آئے

Marfat.com

اور ہم بہ نسبت تمہارے مرنے والے سے زیادہ قریب ہوتے ہیں (کیونکہ تم اس کی طرف ظاہری حالت کو دیکھتے ہو اور ہم اس کی باطنی حالت پر بھی مطلع ہوتے ہیں) لیکن تم نہیں سمجھتے اگر تم یہ سمجھتے ہو اور اپنے خیال میں سچے ہو کہ تمہیں اعمال کے بدلے دیئے جانیوالے نہیں ہیں تو مرنے والے کی موت کو روک کر دکھا دو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی موت کا وقت مقرر فرمایا ہے وہ اپنے فرشتے بھیجتا ہے جو روح نکالتے ہیں حاضرین بے بس ہیں کچھ نہیں کر سکتے جس طرح یہاں بے بس ہیں اسی طرح اس وقت بھی بے بس ہوں گے جب اللہ تعالیٰ شانہٗ اعمال کی جزا دینے کے لیے جسموں میں روحیں ڈالے گا، یہ عاجز بندے نہ دنیا میں کسی مرنے والے کی روح کو واپس کر سکتے ہیں نہ قیامت کے دن دوبارہ زندگی کو روک سکتے ہیں، یہ دوبارہ زندہ ہونا اور پہلی زندگی کے اعمال کا بدلہ دیا جانا خالق تعالیٰ شانہ کی طرف سے طے شدہ ہے تم قیامت ہونے اور دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کا بدلہ دیا جانے کے منکر ہو اور اس انکار کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اگر تمہیں موت سے بچنے بچانے کی قدرت ہوتی تو یہ کہنے کا بھی موقع تھا کہ ہم دوبارہ زندہ نہ ہونگے اور جزا اور سزا کے لیے پیشی نہ ہوگی، جب اسی دنیا میں اپنی عاجزی دیکھ رہے ہو تو دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کی پیشی کا انکار کس بنیاد پر کر رہے ہو جبکہ خالق جل مجدہ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ تم سب کو مرنا ہے اور اعمال کی جزا ملنی ہے۔

كذا فسر حكيم الامة قدس سره في بيان القرآن وان رده صاحب روح المعاني وقال: انه ليس بشي، ثم فسر بتفسير أخر وجعل المدينين بمعنى مربوبين وقال: التقدير فلو لا ترجعونها اذا بلغت الحلقوم، وحاصل المعنى انكم ان كنتم غير مربوبين كما تقتضية اقوالكم وافعالكم فما لكم لا ترجعون الروح الى البدين اذا بلغت الحلقوم و تردونها كما كانت بقدرتكم او بواسطة علاج للطبيعة اهـ والاقرب الى السياق ما ذكر في بيان القرآن۔ وقال القرطبي صفحه ۲۱۱: ج۱۷ اى فهلا ان كنتم غير محاسبين ولا مجزين باعمالكم اى ولن ترجعوها فبطل زعمكم انكم غير مملوكين ولا محاسبين ثم قال: ترجعونها جواب لقوله تعالىٰ فلو لا اذا بلغت الحلقوم ولقولهه فلو لا ان كنتم غير مدينين اجيبا بجواب واحد قاله الفراء او ربما اعادت العرب الحرفين ومعناهما واحد وقيل حذف احدهما للدلاله الآخر عليه انتهىٰ۔

مقربین اور صالحین کا انعام:

اس کے بعد فرمایا ﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ﴾ کہ قیامت کے دن حاضر ہونے والے بندوں میں جو مقربین ہوں گے وہ بڑے آرام میں ہوں گے ان کو رزق ملتا رہے گا اور نعمتوں والی جنت میں داخلہ ہوگا ﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ اور جو بندے اصحاب یمین ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ اے اصحاب یمین تمہارے لیے سلامتی ہو۔

مکذبین اور ضالین کا عذاب:

پھر کافروں و مشرکوں کا عذاب بیان فرمایا ﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ﴾ اور جو شخص جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوگا (یہ اصحاب الشمال میں سے ہوگا) اس کے لیے سخت کھولتا ہوا گرم پانی ہوگا، جس کا دوسرے رکوع میں ذکر ہوا اور دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ (بے شک یہ تحقیقی بات ہے)۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾ ع

سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

Marfat.com

یہ آیت سورۃ الواقعہ کی آخری آیت ہے اس سے پہلا رکوع بھی انہیں الفاظ پر ختم ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دنیاوی واخروی بیان کرنے اور کافروں کو تذکیر وتنبیہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جو عظیم ہے ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے اس کی طرف سے جو اخبار اور تبشیر ہے سب صحیح ہے یوں تو ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی جائے اور اس کی حمد وثناء میں لگے رہیں۔ لیکن جن مواقع میں خصوصیت کے ساتھ تسبیح اور تحمید کا خصوصی اہتمام کرنے کو فرمایا ہے ان مواقع میں خاص طور سے اسکا خیال رکھنا چاہئے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اجعلوها فی رکوعکم کہ اسے اپنے رکوع میں مقرر کرلو (یعنی رکوع میں (سبحان ربی العظیم) کہا کرو پھر جب ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ نازل ہوئی تو فرمایا کہ اسے اپنے سجدے میں پڑھنے کے لیے مقرر کرلو (یعنی سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کہا کرو) (مشکوۃ المصابیح: ص۸۲)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لے اسے کبھی بھی فاقہ نہ ہوگا یعنی تنگدستی لاحق نہ ہوگی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے تھے کہ روزانہ ہر رات کو اس سورۃ کو پڑھا کریں۔ (راجع شعب الایمان ص۴۹۲: ج۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مرض وفات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا فما تشتهی (یعنی آپ کیا چاہتے ہیں) فرمایا رحمة ربی (یعنی اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں) پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کے لیے کسی طبیب (معالج) کو بلالوں؟ فرمایا الطبیب امرضنی مجھے طبیب ہی نے بیمار کیا ہے یعنی طبیب حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اسی نے مجھے بیماری دی ہے اسکے سوا کس طبیب کو بلاؤ گے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے کوئی عطیہ بھیج دوں، فرمایا مجھے کوئی حاجت نہیں، حضرت عثمان نے فرمایا قبول کرلو اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑ جانا، فرمایا میں نے انہیں ایک چیز سکھا دی ہے اسے پڑھتے رہیں گے تو کبھی محتاج نہ ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ من قراء الواقعة کل لیلة لم یفتقر (جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ پڑھ لے گا کبھی محتاج نہ ہوگا)۔ (البیہقی فی شعب الایمان صفحہ ۴۹۱: ج۲)

علموا نسائکم سورة الواقعة فانها سورة الغنی (کہ اپنی عورتوں کو سورۃ واقعہ سکھاؤ، کیونکہ وہ غنی (یعنی مالداری) لانیوالی سورت ہے)۔ (کنز العمال صفحہ ۵۹۲: ج۱)

ولقد تم تفسیر سورة الواقعة بفضل الله تعالیٰ فالحمدلله اولاو آخراً وباطنا وظاهراً

○○○

Marfat.com

اٰیاتھا ۲۹ ۵۷ سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۴ رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ الحدید اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ① لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ② ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَھُوَ بِکُلِّ
شَیْءٍ عَلِیْمٌ ③ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ
یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا ؕ وَھُوَ مَعَکُمْ
اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ④ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ⑤ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ؕ وَھُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے، اسی کیلئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی، وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی اول ہے وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے، اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے، اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا، وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے، اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے، اسی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی، اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے، وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم ہے، آسمانوں میں اسی کی سلطنت ہے وہ سب کے اعمال سے باخبر ہے

یہاں سے سورۃ الحدید شروع ہو رہی ہے اوپر چھ آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ان میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفات جلیلہ عظیمہ بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا ملک اسی کے لیے ہے وہ زندہ بھی کرتا ہے اور موت بھی دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ اول بھی ہے اپنی مخلوق سے پہلے بھی تھا اور آخر بھی ہے یعنی جب مخلوق فنا ہو جائے گی تب بھی باقی رہے گا یعنی اس پر نہ عدم سابق طاری ہوا نہ عدم لاحق طاری ہوگا اور وہ ظاہر بھی ہے کہ دلائل قاہرہ سے اسے پہچانا جاتا ہے اور باطن بھی ہے کہ اس کی ذات کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں اور جو چیزیں اس سے نکلتی ہیں اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان میں چڑھتا ہے وہ ان سب کو جانتا ہے اور اپنے علم کے اعتبار سے تم سے دور نہیں ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

Marfat.com

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آسمانوں کا اور زمینوں کا ملک اسی کے لیے ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے) اس میں بندوں کے اعمال بھی ہیں جو قیامت کے دن پیش ہوں گے اور جزا سزا کا فیصلہ ہوگا، وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے کبھی دن بڑا اور کبھی رات بڑی ہوتی ہے یہ سب تصرفات اسی ذاتِ عالی کی ہیں ﴿وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ اور سینوں کی باتوں کو جانتا ہے جس کسی کے دل میں جو بھی کچھ خیال اور وسوسہ آئے اور جو بھی کوئی شخص ایمان قبول کرے یا کفر پر جما رہے اسے ان سب کی خبر ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا
لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ
مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً
مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ مَنْ ذَا
الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو، سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا، اور تمہارے لیے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور اللہ نے تم سے عہد لیا تھا، کہ تم کو ایمان لانا ہے، وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق ہے مہربان ہے، اور تمہارے لیے اس کا کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے، جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ برابر نہیں ہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیے، اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے، کوئی شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے پھر اللہ اس کو اس کے لیے بڑھائے اور اس کے لیے اجر پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو

یہ پانچ آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں حکم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو ساتھ ہی ﴿مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ بھی فرمایا ہے یعنی یہ مال وہ ہے جو تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلیفہ بنا دیا اب یہ مال تمہارے تصرف میں ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ یہ خرچ کیا ہوا مال ضائع نہ جائے گا۔ ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ (سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں ان کے لیے بڑا ثواب ہے) دوسری آیت میں فرمایا کہ تمہارے لیے اس کا کیا سبب ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے، اللہ نے تمہارے اندر اپنا رسول بھیج دیا وہ تمہیں دعوت دیتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور مزید بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا تھا

Marfat.com

جس کے جواب میں تم نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا (اس سے عہد ﴿الست بربکم﴾ مراد ہے جو سورہ اعراف میں مذکورہ ہے) ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اگر تمہیں ایمان لانا ہے تو ایمان لے آؤ کس بات کا انتظار ہے حجتیں قائم ہو گئیں دلائل بیان کر دیئے گئے براہین سمجھ میں آ گئے اب ایمان لانے میں کیوں دیر کر رہے ہو۔ فی معالم التنزیل ان کنتم مومنین یوماً فالان اخری الاوقات ان تومنوا القیام الحجج والاعلام ببعثة محمد ﷺ ونزول القران (صفحہ ۲۹۴: ج ۴)

تیسری آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا اور آپ پر آیات قرآنیہ نازل فرمانے کی نعمت کا تذکرہ فرمایا ارشاد فرمایا کہ اللہ وہی ہے جس نے اپنے بندہ پر واضح آیات نازل فرمائیں تا کہ وہ (کفر و شرک کی) اندھیریوں سے نورِ ایمان کی طرف لائے (یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے) اور بلاشبہ اللہ خوب زیادہ شفقت و رحمت فرمانے والا ہے۔

چوتھی آیت میں فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ تمہیں اس بات سے کیا چیز روکنے والی ہے کہ تم اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو سب مال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے حقیقتاً وہی مالک ہے، مجازی مالکوں کی موت کے بعد تمہیں یہ مال ملا ہے تمہارا نہ حقیقت میں اب ہے اور نہ مجازی طور پر تمہارے پاس ہمیشہ رہے گا۔ قال فی معالم التنزیل ای شیء لکم فی ترک الانفاق فیما یقرب من اللہ وانتم میتون تارکون اموالکم (صفحہ ۲۹۴ ج ۴)

فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور بعد والے برابر نہیں ہو سکتے

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ حضرات بھی تھے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا تھا اور کافروں سے جنگ لڑی تھی پھر جب مکہ فتح ہو گیا کافروں کو شکست ہو گئی تو اس کے بعد مسلمانوں کے مغلوب ہونے کا ڈر ختم ہو گیا اسی لیے فرمایا ﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ﴾ کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے فی سبیل اللہ مال خرچ کیے اور جہاد کیے یہ جماعت اور وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد مال خرچ کیے اور جہاد کیے برابر نہیں ہیں۔ پہلے فریق کے بارے میں فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا﴾ (یہ لوگ درجہ کے اعتبار سے ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اموال خرچ کیے اور جہاد کیے) اگرچہ بعد میں خرچ کرنے والے اور جہاد میں شرکت کرنے والے بھی محروم نہ ہوں گے ثواب انہیں بھی ملے گا، اسی کو فرمایا ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (اور اللہ تعالیٰ نے سب سے خوبی یعنی ثواب کا وعدہ فرمایا ہے) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے) جس نے جو بھی خیر کا کام کیا اللہ تعالیٰ اس کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ فرما کر اعلان عام فرما دیا کہ سب کے لیے حسنیٰ یعنی مغفرت اور جنت ہے اور سورہ توبہ کی آیت ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ (الآیۃ) میں مہاجرین و انصار کے لیے اور جو لوگ انکا اتباع بالاحسان کریں ان کے لیے ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ فرما دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ ان کے لیے جنتیں تیار فرمائی ہیں۔ (دیکھو سورہ توبہ)

اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کو دیکھو اور روافض کو دیکھو جنہیں اسلام کا دعویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو صحیح نہیں مانتے، دو چار کے سوا سب صحابہ کو گمراہ اور کافر کہتے ہیں اور ان حضرات سے برأت کا اعلان کیے بغیر انکو چین نہیں آتا، یاد رہے کہ سابقین اولین میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے جن سے روافض کو انتہائی بغض ہے ذلك هو الضلال البعيد۔

کون ہے جو اللہ کو قرض دے:

پھر فرمایا ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ (وہ کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض پھر وہ اللہ اس کے لیے چند در چند کر کے بڑھا دے اور اس کے لیے اجر کریم ہے) اللہ تعالیٰ شانہ بندوں کا بھی خالق اور مالک ہے اور ان

Marfat.com

کے اموال کا بھی خالق اور مالک ہے جو بھی کوئی شخص اللہ کی رضا کے لیے مال خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرما کر اس کا نام قرضا حسنا رکھ دیا اور جتنا بھی کوئی شخص مال خرچ کرے (بشرطیکہ اللہ کی رضا کے لیے ہو) اس کو خوب زیادہ بڑھا کر دینے کا وعدہ فرمالیا، اول تو مال اس کا ہے پھر بندوں نے خرچ بھی کیا اپنی ہم جنس مخلوق پر اللہ تعالیٰ شانہ غنی اور بے نیاز ہے اسے کسی مال کی حاجت نہیں اس نے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے والوں سے بہت زیادہ ثواب عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے کم سے کم ہر صدقہ کا ثواب دس گنا تو ملتا ہے اور سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا چڑھا کر ثواب دیا جاتا ہے اخلاص کے ساتھ خرچ کرنا حلال اور طیب مال خرچ کرنا نفس کی خوشی کے ساتھ خرچ کرنا یہ سب قرض حسنہ کے عموم میں داخل ہے۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۵۸: ج ۲) میں ہے کہ روزانہ رات کو جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو دوں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے میں اس کی مغفرت کردوں، کون ہے جو ایسے کو قرض دے جس کے پاس سب کچھ ہے اور جو ظلم کرنے والا نہیں ہے صبح تک یوں ہی فرماتے رہتے ہیں۔ یہ جو فرمایا کہ کون ہے جو ایسے کو دے جس کے پاس سب کچھ ہے اس میں یہ بتا دیا کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ ضرورت مند کو دے رہا ہوں بلکہ اپنا فائدہ سمجھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور یہ جو فرمایا کہ وہ ظلم کرنے والا نہیں ہے اس میں یہ بتایا کہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے ضائع نہ جائے گا اس کے مارے جانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۖ فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ ۖ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظٰهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَأْوٰىكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا، آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے، جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی، جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب عذاب ہوگا وہ ان کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے، تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

Marfat.com

قیامت کے دن مؤمنین مؤمنات کو نور دیا جائے گا منافقین کچھ دور ان کے ساتھ چل کر اندھیرے میں رہ جائیں گے

ان آیات میں مؤمنین ومؤمنات اور منافقین ومنافقات کی حالت بتائی ہے جس کا قیامت کے دن ظہور ہوگا اہل ایمان کے بارے میں فرمایا کہ اے مخاطب تم قیامت کے دن مومنین ومؤمنات کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے داہنی طرف دوڑ رہا ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہارے لیے ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں تم ہمیشہ رہو گے۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (یہ بڑی کامیابی ہے)۔

قیامت کے دن حاضر تو سبھی ہوں گے، مومن بھی منافق بھی کھلے ہوئے کافر بھی اور وہ لوگ بھی جو دنیا میں شرک کرتے تھے، کافروں اور مشرکوں کو تو نور ملے گا ہی نہیں وہ تو اندھیرے ہی میں رہیں گے اور مسلمانوں کو نور دیا جائے گا وہ اس کے ذریعہ پل صراط سے گزریں گے اور منافق مرد وعورت پیچھے رہ جائیں گے اور اتنے پیچھے ہو جائیں گے کہ بالکل اندھیرے میں رہ جائیں گے، یہ لوگ مؤمنین سے کہیں گے کہ ذرا ٹھہرو ہمیں بھی مہلت دو ہم بھی تمہارے ساتھ تمہاری روشنی میں چلے چلیں انکو جواب دیا جائے گا۔ ﴿ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا﴾ (کہ اپنے پیچھے لوٹ جاؤ وہیں روشنی تلاش کرو) وہ پیچھے لوٹیں گے تو ذرا بھی روشنی نہ پائیں گے اور ساتھ ہی ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جو مومنین اور منافقین کے درمیان آڑ بن جائے گی اب تو وہ لوگ نہ مومنین تک واپس پہنچ سکیں گے اور نہ مومنین کی روشنی سے استفادہ کر سکیں گے۔ منافقین مومنین سے پکار کر کہیں گے ﴿اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ﴾ (کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے) تمہاری طرح نماز پڑھتے تھے اور تمہارے ساتھ جہاد میں جایا کرتے تھے جب ہم اسلامی اعمال میں تمہارے ساتھ تھے تو آج ہمیں اندھیرے میں چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟ مومنین جواب دیں گے بلیٰ (ہاں دنیا میں تم ہمارے ساتھ تھے) یہ بات ٹھیک ہے ﴿وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ (لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا) یعنی گمراہی میں پھنسے رہے ﴿وَتَرَبَّصْتُمْ﴾ (اور تم نے انتظار کیا) کہ دیکھو مسلمانوں پر کب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے) ﴿وَارْتَبْتُمْ﴾ (اور تم اسلام کے حق ہونے میں شک کرتے تھے) ﴿وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ﴾ (اور تمہیں تمہاری آرزوؤں نے دھوکہ میں ڈالا) تم سمجھتے تھے کہ یہ اسلام اور اس کے ماننے والوں کو چند دن کا مسئلہ ہے نہ یہ دین چلنے والا ہے اور نہ اس کے ماننے والے آگے بڑھنے والے ہیں اگر تم اسلام کو سچا جانتے تو اس پر مرمٹتے لیکن تم ظاہر میں اسلام کا دعویٰ کرتے تھے اور دل سے اس دین کے مخالف تھے اس لیے اس کے مٹ جانے کی آرزوئیں رکھتے تھے ﴿حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ﴾ (یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا) یعنی تمہیں موت آگئی جب موت آجائے تو توبہ بھی نہیں ہوسکتی ﴿وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ (اور دھوکہ دینے والے یعنی شیطان نے تمہیں دھوکے میں ڈالا) اور تمہارا ناس کھو دیا، اب تو تمہیں عذاب ہی میں جانا ہے، آج تم اور کھلے کافر مستحق عذاب ہونے میں برابر ہو تمہارے چھٹکارہ کا کوئی راستہ نہیں ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جو کھلے کافر تھے) ﴿مَاْوٰىكُمُ النَّارُ﴾ (تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے) ﴿هِيَ مَوْلٰىكُمْ﴾ (وہ تمہاری رفیق ہے) ﴿وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (اور وہ برا ٹھکانہ ہے)۔ یہ تشریح اور توضیح تفسیر درمنثور کی روایات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔

﴿نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ جو فرمایا ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اہل ایمان کے دائیں اور سامنے نور ہوگا اس سے بائیں طرف نور ہونے کی نفی نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں بائیں طرف نور ملنے کا بھی تذکرہ ہے رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک بہت سی امتیں گزری ہوں گی ان کے درمیان میں آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کے چہرے روشن ہوں گے اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے انکی یہ کیفیت وضو کرنے کیوجہ سے ہوگی میری امت کے علاوہ کسی دوسری امت کے لیے یہ نشانی نہ ہوگی اور میں انہیں اس طرح بھی پہچان لوں

Marfat.com

گا کہ ان کے چہروں پر سجدہ کے اثر ہوں گے اور اس طرح بھی پہچان لوں گا کہ ان کے سامنے اور دائیں اور بائیں تینوں طرف نور ہوگا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک صفحہ ۴۷۸: ج ۲ وقال صحیح الاسناد وسکت علیہ الذھبی)۔

﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ﴾ (سوان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا) ﴿بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ (اس کے اندر والے حصہ میں رحمت ہوگی اور باہر کی جانب عذاب ہوگا)۔ یہ کون سی دیوار ہے جس کا الفاظ بالا میں تذکرہ فرمایا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ دیوارِ اعراف ہے جو مومنین اور کفار (بشمول منافقین) کے درمیان حائل کر دی جائے گی اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے اعراف کے علاوہ کوئی دوسری دیوار مراد ہے صاحب معالم التنزیل صفحہ ۹۹۶: ج ۴ لکھتے ہیں وھو حائط بین الجنۃ والنار یعنی وہ ایک دیوار ہوگی جو جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہوگی اس دیوار میں جو دروازہ ہوگا وہ کس لیے ہوگا اور کب تک رہے گا اس بارے میں کوئی تصریح واضح طور پر نہیں ملتی ممکن ہے کہ یہ وہی دروازہ ہو جس کے ذریعہ اہل جنت اہل دوزخ سے گفتگو کر سکیں جیسا کہ سورۃ الصافات میں ﴿قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ فرمایا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دروازہ مستقل نہ ہو مومنین کے جنت میں جاتے وقت (جبکہ منافقین ان سے علیحدہ ہو جائیں گے) یہ دروازہ کھلا رہے اور بعد میں بند کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فائدہ: مومنین کے نور کا سورۃ التحریم میں بھی تذکرہ فرمایا ہے ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (جس دن اللہ نبی ﷺ کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے رسوانہ کرے گا ان کا نور ان کی داہنی طرف اور انکے آگے دوڑتا ہوگا، وہ یوں دعا کرتے رہتے تھے کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اعمال صالحہ سراپا نور ہیں:

اعمال صالحہ سراسر نور کا ذریعہ بنیں گے۔ بعض اعمال کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ نور کا سبب ہونے کی خصوصی تصریح بھی احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے دن نور تام یعنی پورے نور کی خوشخبری سنا دو ان لوگوں کو جو اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چلتے ہیں۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد ورواہ ابن ماجہ من سہل بن سعد وانس)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی اس کے لیے وہ قیامت کے روز نور ہوگی اور اس کے ایمان کی دلیل ہوگی اور اس کی نجات (کا سامان) ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی اس کے لیے نماز نہ نور ہوگی نہ (ایمان کی) دلیل ہوگی نہ نجات کا سامان ہوگی، اور یہ شخص قیامت کے روز قارون اور اس کے وزیر ہامان اور (مشہور مشرک) ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد ج ۲: ۱۲۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھی اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان نور روشن ہوگا۔ (رواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ ۲۴۹: ج ۳)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سفید بال مت اکھاڑو کیونکہ وہ مسلمان کا نور ہے جو کوئی مسلمان ہونے کی حالت میں بوڑھا ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بدلے نیکی لکھے گا اور اس کے لیے اس کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کرے گا اور اس کا ایک درجہ بلند کرے گا۔ (یہ نیکی اور گناہ کی معافی صرف بڑھاپے کی وجہ سے ہوگی)۔ (رواہ ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۳۸۲)

Marfat.com

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

کیا ایمان والوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اسکے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا سو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق تھے، جان لو کہ بیشک اللہ زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد بیشک ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کیں تا کہ تم سمجھو۔

کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب خشوع والے بن جائیں

ان آیات میں ان اہل ایمان کو خطاب اور عتاب فرمایا ہے جن کے اعمال صالحہ میں کمی آ گئی اور جن کے دلوں میں ذکر اللہ اور کتاب اللہ کی طرف توجہ درجۂ مطلوبہ میں نہیں رہی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے وہاں کچھ اصحاب ہنس رہے تھے آپ نے اپنے مبارک چہرہ سے چادر ہٹائی جو سرخ ہو رہا تھا اور فرمایا کہ کیا تم ہنس رہے ہو؟ اور تمہارے رب کی طرف سے یہ امان نازل نہیں ہوئی کہ اس نے تمہیں بخش دیا؟ (اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ دنیا سے دل نہ لگاتے اور ہنسی مذاق میں وقت خرچ نہ کرتے) تمہارے ہنسنے کے بارے میں مجھ پر آیت کریمہ ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا﴾ نازل ہوئی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہمارے اس ہنسنے کا کیا کفارہ ہے؟ آپ نے فرمایا جس قدر ہنسے ہو اسی قدر روؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی اس وقت یمامہ والے کچھ لوگ موجود تھے۔ وہ بہت روئے ان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم بھی اس طرح رویا کرتے تھے حتیٰ کہ بعد میں ایسے لوگ آ گئے جن کے دل سخت ہو گئے۔ (روح المعانی صفحہ ۱۷۹۔۱۸۰، ۲۷)

معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو اللہ کے ذکر میں اور قرآن کی تلاوت کرنے اور سمجھنے کی طرف پوری طرح متوجہ رہنا چاہئے، جب دل میں خشوع ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی کتاب کی طرف جھکاؤ ہوگا تو ایمان میں پختگی رہے گی۔ اگر دل میں خشوع نہ ہوا تو شدہ شدہ آہستہ آہستہ دلوں میں قساوت یعنی سختی آ جائے گی۔ جب قساوت آ جاتی ہے تو دنیا ہی کی طرف توجہ رہ جاتی ہے۔ دین پر چلنے کا اہتمام اور آخرت کی فکر نہیں رہتی نماز بھی یوں ہی چلتی ہوئی پڑھتے ہیں ایک منٹ میں دو رکعتیں نمٹا دیتے ہیں اور نماز میں دکان کی بکری کا حساب لگاتے رہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کرو۔ کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ باتیں کرنا قساوت قلب یعنی دل کی سختی کا سبب ہے اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی دل ہے جو سخت ہو۔ (رواہ الترمذی)

ایک تاریخی واقعہ:

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں اکابر صوفیاء میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے یہ پہلے صحیح راستہ پر نہ تھے ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے اسی اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک لڑکی سے عشق ہو گیا اس لڑکی کے پاس پہنچنے کے لیے دیواروں پر چڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک تلاوت کرنے والے شخص کی آواز کان میں پڑ گئی وہ آیت کریمہ ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ پڑھ رہا تھا (کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر کے لیے ان کے قلوب جھک جائیں)۔ فضیل نے جب اس آیت

Marfat.com

کو سنا تو فوراً منہ سے نکلا: بلی یا رب قد آن (اے میرے پروردگار ہاں وہ وقت آ گیا) یہ کہہ کر واپس لوٹے تو ایک ویران گھر کی طرف چلے گئے وہاں کچھ مسافر ٹھہرے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ چلو سفر شروع کر دیں دوسرے نے کہا کہ صبح تک ٹھہرو کیونکہ یہاں کہیں فضیل ہوگا وہ ڈاکو ہے کہیں ہم پر ڈاکہ نہ ڈال دے، یہ سن کر فضیل اپنے دل میں کہنے لگے ارے میرا یہ حال ہو گیا کہ رات بھر گناہ کے کاموں میں لگا رہتا ہوں اور مسلمان مجھ سے ڈرتے ہیں، معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آج کی رات یہاں اسی لیے بھیجا ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دوں اس کے بعد بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کیا اللھم انی قد تبت الیك وجعلت توبتی مجاورۃ البیت الحرام (اے اللہ میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی توبہ میں یہ بھی شامل کرتا ہوں کہ اب البیت الحرام یعنی مکہ معظمہ میں زندگی گزاروں گا) اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں پوری زندگی عبادت میں گزاری اور یہ حال تھا کہ جب ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تو اتنا روتے تھے کہ پاس بیٹھنے والوں کو ان پر رحم آنے لگتا تھا۔ ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ اقام بالبیت الحرام مجاوراً مع الجھد الشدید والورع الدائم والخوف الوافی والبکاء الکثیر والتخلی بالوحدۃ ورفض الناس وما علیه اسباب الدنیا الی ان مات بھا۔ (مکہ معظمہ میں قیام کیا سخت مجاہدہ کے ساتھ اور دائمی پرہیزگاری کے ساتھ اور خوب زیادہ خوف الٰہی کے ساتھ اور خوب زیادہ رونے کے ساتھ اور تنہائی میں وقت گزارنے کے ساتھ اور لوگوں سے بے تعلق رہنے کے ساتھ، دنیا کے اسباب میں سے موت آنے تک ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا)۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ علم حدیث کا اشتغال رکھنے والوں کو دیکھا کہ آپس میں دل لگی کی باتیں کر رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں، ان کو پکار کر فرمایا کہ اے انبیاء کرام علیہم السلام کے وارثو! بس کرو بس کرو، تم امام ہو تمہارا اقتداء کیا جاتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۴۲۳ تا ۴۲۶ ج ۸۔ تہذیب التہذیب ص ۲۹۴ تا ۲۹۶: ج ۸) ایک مرتبہ ایک شخص کو ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں تجھے ایک اچھی بات سناؤں؟ اس نے کہا فرمایئے! آپ نے اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

﴿لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ﴾ (اترایا نہ کر بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا)۔

اہل کتاب کی طرح نہ ہو جاؤ جن کے دلوں میں قساوت تھی:

﴿وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو اس سے پہلے کتاب ملی تھی (ان سے یہود و نصاریٰ مراد ہے) ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا (دونوں اپنی اپنی کتاب اور اس کے احکام سے غافل ہو گئے معاصی میں منہمک رہے اس طرح زمانہ گزرتا چلا گیا اور توبہ نہ کی جب یہ حالت ہو گئی) تو ان کے دل سخت ہو گئے) جب دل سخت ہو جاتے ہیں تو نیکی بدی کا احساس نہیں ہوتا اور دین حق پر باقی رہنے کی منفعت کا خیال باقی نہیں رہتا۔ اسی لیے بہت سے لوگ کفر اختیار کر لیتے ہیں۔ ﴿وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (اہل کتاب کا یہی حال ہوا کہ ان میں سے اکثر فاسق یعنی کافر ہو گئے جن کا بقیہ آج بھی دنیا میں موجود ہے)۔

پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ دلوں کو خشوع والا بنائیں، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں قرآن کی تلاوت میں لگے رہیں اس کے احکام پر عمل کرتے رہیں، خدانخواستہ یہود و نصاریٰ جیسا حال نہ ہو جائے:

قوله تعالى الم يان للذين امنوا مضارع من انى الامرا نيا واناءً بالكسر اذا جاء اناه اى وقته اى الم يجئ وقت ان تخشع قلوبهم لذكره عزوجل (ذکرہ فی الروح صفحہ ۱۷۹: ج ۲۷)

﴿اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ اس میں زمین کی مثال دے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قلوب قاسیہ یعنی سخت دلوں کو زندہ فرما دیتا ہے جبکہ وہ ذکر و تلاوت میں لگ جائیں جیسا کہ مردہ زمین کو بارش بھیج کر ہرا بھرا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

﴿قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کیں تا کہ تم سمجھو)

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ
وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾

بلاشبہ صدقہ کرنیوالے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کے لیے اس کو بڑھا دیا جائے گا ان کے لیے اجر کریم ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ وہ لوگ ہیں جو بڑی سچائی والے ہیں اور جو شہداء ہیں اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اجر کریم کا وعدہ اور شہداء کی فضیلت

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں صدقہ کرنیوالے مردوں اور عورتوں کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے لیے مال خرچ کرتے ہیں یہ اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا (ثواب کی امید رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اللہ کے رضا کے لیے مال خرچ کیا) ان کا بدلہ ان کو بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا اور ان کو اجر کریم یعنی بہت پسندیدہ اجر دیا جائے گا یہ مضمون اسی سورت کے پہلے رکوع کے ختم پر گزر چکا ہے۔

قال صاحب الروح: وقرء ابن كثير و ابوبكر بتخفيف الصاد من التصديق لامن الصدقة وعطف ''اقرضوا'' على معنى الفعل من المصدقين على ما اختاره ابو على والزمخشرى لان ال بمعنى الذين واسم الفاعل بمعنى الفعل فكانه قيل ان الذين تصدقوا او صدقوا على القراء تين (واقرضوا) وتعقبه ابو حيان وغيره بان فيه الفصل بين اجزاء الصلة اذ ''ال'' معطوف على الصلة باجبنى وهو المتصدقات، و ذلك لا يجوزه۔ قلت تعقب ابى حيان لا يصح لان الوارد فى كتاب الله تعالىٰ يرد جميع القواعد التى انها النحاة مع ان المصدقات ليس باجبنى اذا النساء دخلت فى المتصدقين كما فى مواضع من كتاب الله تعالىٰ جاء بصيغة التذكير وهو يعم الصنفين ولو لم يذكرهن لكان الكلام مربوطاً بلا ريب، فاختصص بالذكر لاظهار ان منزلتهن فى التصدق مثل الرجال اذا نفقن باخلاصهن ومثل هذا الوصل ليس بفصل.

صدیقین کون ہیں؟

پھر فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ﴾ (اور جو لوگ اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے یہ لوگ صدیق ہیں) یعنی بہت زیادہ سچائی اختیار کرنے والے ہیں جو پکی تصدیق ہو جس میں ذرا سا بھی شائبہ شک اور تردد کا نہ ہو وہ ایمان حقیقی ہے۔

پھر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قول و فعل میں صدق یعنی سچائی کا دھیان رہے اردو میں تو لفظ سچ اور سچائی عرف عام کے اعتبار سے صرف اقوال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن عربی محاورات میں لفظ صدق اقوال اور افعال دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح جھوٹ بھی اقوال اور اعمال دونوں میں مستعمل ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے اگر میں جھوٹ موٹ (اسے جلانے کے لیے) یوں کہہ دوں کہ شوہر نے مجھے یہ کچھ دیا ہے اور حقیقت میں

Marfat.com

نہ دیا ہو تو کیا اس میں کچھ گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ المتشبع بمالم یعط کلابس ثوبی زور کہ جس شخص نے جھوٹ موٹ یہ ظاہر کیا کہ مجھے یہ چیز دی گئی ہے حالانکہ وہ اسے نہیں دی گئی اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن لیے (یعنی سر سے پاؤں تک وہ جھوٹا ہی جھوٹا ہو گیا) اس حدیث کا مفہوم بہت عام ہے ہر قسم کے جھوٹے دعوے داروں کو شامل ہے دعویٰ قولی ہو یا فعلی، علمی ہو یا عملی ﴿وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ﴾ (اور جو شہداء ہیں ان کے لیے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے) یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ جملہ مستانفہ ہو اور اگر ماسبق پر معطوف مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ صدیقین اور شہداء اپنے رب کے پاس یعنی اس کے حکم اور علم میں صدیق اور شہید ہیں اور ان کے لیے اس کا اجر ہے اور ان کا نور ہے (معالم التنزیل صفحہ ۲۹۸: ج ۴) معنی کے اعتبار سے آیت کے عموم الفاظ میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یعنی یہ لوگ صدیق ہیں اور شہداء ہیں۔ روح المعانی میں ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ تم سب صدیق ہو اور شہید ہو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اے ابو ہریرہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ فرمایا کہ آیت کریمہ ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ (آخر تک پڑھ لو)

اس کے بعد صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے وہ لوگ مراد لیے جائیں جو کمال ایمان سے متصف ہوں اور یہ اس وقت متحقق ہوگا جب کوئی شخص ایسی طاعات میں لگے جو کمال ایمان والی طاعات ہوں کیونکہ جو شخص مومن ہوتے ہوئے شہوات میں منہمک ہو اور طاعات سے غافل ہو اسے صدیق اور شہید قرار دینا بعید معلوم ہوتا ہے۔

سورہ نساء کی آیت کریمہ ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقین اور شہداء اور صالحین بڑے مرتبہ کے لوگ ہیں عام طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو ان حضرات کیساتھ ہونیکا شرف ملے گا جو ان کے اچھے رفیق ہوں گے دونوں آیتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ یوں تو ہر مومن صدیق اور شہید ہے لیکن بہت سے حضرات کو ان کے ایمان اور اعمال کی وجہ سے بڑے درجات حاصل ہوں گے اور بہت سے دوسرے اہل ایمان کو بھی ان کی معیت حاصل ہو جانے کے مواقع عطا کیے جائیں گے گو درجات میں فرق مراتب بہت زیادہ ہوگا لیکن باوجود باہمی ملاقاتوں اور زیارتوں کے جن کی تصدیق ایمانی بڑے درجہ کے کمال کی پہنچی ہوئی ہو ان کو خصوصی طور پر صدیق کہا گیا ہے یہ بلند رتبہ کے حضرات ہیں جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کا لقب دیا جب اسلام کی دعوت سامنے آئی تو انہوں نے فوراً لبیک کہا اور آخری دن تک نہایت اخلاص کے ساتھ اپنی جان و مال سے آپ کی خدمت میں حاضر رہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب آپ نے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی تو سارا ہی مال لا کر خدمت عالی میں حاضر کر دیا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھ گئے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پہاڑ حرکت کرنے لگا تو آپ نے اس پر قدم مبارک مار کر فرمایا کہ اے احد ٹھہر جا اس وقت تیرے اوپر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں (یعنی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما)۔ (رواہ البخاری)

اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق فرمایا اور باقی دو حضرات کے شہید ہونے کی پیشین گوئی فرمائی بڑے درجہ کے مومنین صالحین کو صدیقین کی معیت نصیب ہوگی اس بارے میں بعض خصوصی اعمال کا تذکرہ بھی حدیث شریف میں مذکور ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچا امانت دار تاجر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (رواہ الترمذی فی البیوع)

سورۃ مریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں، ﴿صِدِّیْقًا نَّبِیًّا﴾ فرمایا ہے اور سورۃ المائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو صدیقہ بتایا ہے ﴿وامه صدیقة﴾ معلوم ہوا ہے کہ صدیقیت میں فرق مراتب ہے حضرت انبیاء کرام علیہم السلام بھی تھے

Marfat.com

ان پر ایمان لانے والے بھی صدیق تھے (اور ان میں فرق مراتب تھا) اور عامۃ المسلمین بھی صدیق ہیں کیونکہ کمال تصدیق کے بغیر کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا۔

سورہ نساء کی آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے لیے صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ ہونے کی جو خوشخبری دی ہے اس سے اونچے درجے کے صدیقین اور شہداء اور صالحین مراد ہیں۔

شہداء سے کون حضرات مراد ہیں؟

یہاں سورہ الحدید میں شہداء سے کون لوگ مراد ہیں اس کے بارے میں دو قول ہیں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ان سے جہاد اور قتال کے موقع پر شہید ہونے والے مراد ہیں ان کے بڑے اور بلند درجات ہونے کو سبھی جانتے ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ شہداء سے بمعنی شاہدین یعنی گواہی دینے والے مراد ہیں قیامت کے دن بہت سی گواہیاں ہوں گی ہر نبی اپنی امت کے بارے میں گواہی دے گا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ حضرت انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں گواہی دیں گے کہ واقعی انہوں نے تبلیغ کی تھی اور امت محمدیہ بھی اس بات کی گواہی دے گی کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے تبلیغ کی اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے کہ یہ سچے ہیں ان کی گواہی صحیح ہے اس کی تفصیل سورۃ بقرہ، سورہ نساء اور سورۃ الحج میں گزر چکی ہے۔ ان گواہیوں کے علاوہ دوسری گواہیاں بھی ہوں گی اور گواہی دینے والوں کو اس فضیلت سے نوازا جائے گا کہ وہ میدان آخرت میں دوسرے لوگوں کے خلاف گواہ بن کر آئیں گے۔

جب اللہ نے اتنی بڑی فضیلت دی ہے کہ قیامت کے دن گواہی دینے والے بنیں گے تو اپنے اس مرتبہ کی لاج رکھیں اور ان چیزوں سے پرہیز کریں جو مقام شہادت سے محروم کرنے کا ذریعہ بنیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ لعنت کی کثرت کرنے والے قیامت کے دن نہ شہداء ہوں گے نہ شفعاء ہوں گے (یعنی ان کو نہ گواہی دینے کا مرتبہ ملے گا نہ گنہگاروں کو بخشوانے کے لیے شفاعت کرنے کا مقام دیا جائے گا) دونوں چیزوں سے محروم رہیں گے۔ (رواہ مسلم صفحہ ۳۲۲: ج ۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدیق کے لیے لعان ہونا ٹھیک نہیں ہے (رواہ مسلم صفحہ ۶۲۲: ج ۲) یعنی صدیق کو اپنی زبان محفوظ رکھنی چاہیے تجھ مجھ پر انسانوں پر جانوروں، شاگردوں پر لعنت بھیجتا رہے یہ صدیق کا کام نہیں (بچوں کے بہت سے استاد اس میں مبتلا ہیں)

قال البغوی فی معالم التنزیل اختلفوا فی نظم هذه الایة منهم من قال: هی متصلة بما قبلها والو او واؤ النسق، واراد بالشهداء المومنین المخلصین، وقال الضحاك: هم الذین سمیناهم۔ وقال مجاهد: كل مومن صدیق وشهید، وتلا هذه الایة وقال قوم: تم الكلام عند قوله: (هم الصدیقون) ثم ابتدا فقال: والشهداء عند ربهم، والو او واؤ الاستئناف، وهو قول ابن عباس ومسروق وجماعة، ثم اختلفوا فیهم فقال قوم هم الانبیاء الذین یشهدون علی الامم یوم القیامة، یروی ذلك عن ابن عباس وهو قول مقاتل بن حبان۔ وقال مقاتل بن سلیمان: هم الذین استشهدوا فی سبیل الله (لهم اجرهم) بما عملوا من العمل الصالح (ونورهم) علی الصراط؛

آیت کے ختم پر فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخ کے عذاب میں ہوں گے)۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ

Marfat.com

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْٓا
اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی محض لہو لعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتانا ہے جیسے بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو اے مخاطب اس کو تو زرد ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے، اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے، اور دنیاوی زندگی محض دھوکہ کا سامان ہے تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہے عنایت فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

دنیاوی زندگی لہو ولعب ہے، اور آخرت میں عذاب شدید اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضا مندی ہے

ان آیات میں دنیا کی حالت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا والی زندگی لہو ولعب ہے اور ظاہری زینت ہے، ٹیپ ٹاپ کی وجہ سے نظروں کو بھاتی ہے اور نفوس کو بھلی لگتی ہے، جن کے پاس زیادہ دنیا ہو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کرتے ہیں اور اموال واولاد کی کثرت پر مقابلہ کرتے ہیں، تفاخر اور تکاثر ان چیزوں کے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتا جسے سورہ تکاثر میں بیان فرمایا ہے۔ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ، حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ کثرت پر مقابلہ کرنا تم کو غافل رکھتا ہے یہاں تک کہ قبرستان میں پہنچ جاؤ گے)۔ دنیا کی ظاہری تھوڑی سی تھوڑے دن کی نظروں میں بھانے والی زندگی کی ایک مثال بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ دیکھو تمہارے سامنے بارشیں ہوتی ہیں۔ ان سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے، کھیتی اگتی ہے، پودے نکلتے ہیں، گھاس پھونس پیدا ہوتا ہے ہری بھری زمین دیکھنے میں بڑی اچھی لگتی ہے، کاشتکار اسے دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں، کچھ دن ہری بھری رہنے کے بعد وہ پیلی پڑ جاتی ہے پھر خشک ہو جاتی ہے، ہرا رنگ ختم ہو جاتا ہے، زردی آجاتی ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے، جو اس کھیتی کا انجام ہوتا ہے (کہ اخیر میں چورا ہو کر رہ جانا) دنیا کی یہی حالت ہے، دنیا والوں کو دنیا بہت مرغوب اور محبوب ہے لیکن اس کے انجام کی طرف سے غافل ہیں، حرام سے حلال سے دھوکہ سے فریب سے، خیانت سے، چوری سے، لوٹ مار سے، اور طرح طرح کے حیلوں سے دنیا کماتے ہیں اور جمع کر کے رکھتے ہیں، اگر مال حلال بھی ہو تو اس میں سے فرائض واجبات ادا نہیں کرتے، نوٹوں کی گڈیاں مرغوب ہیں، بھری ہوئی تجوریاں محبوب ہیں، بہت کم بندے ہیں جو کمانے اور خرچ کرنے میں حلال کا خیال کرتے ہیں اور اس بارے میں گناہوں سے بچتے ہیں، عموماً لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ کسب دنیا کو اپنے لیے وبال ہی بنا لیتے ہیں اور آخرت کے سخت عذاب کو اپنے سر لے لیتے ہیں اسی کو فرمایا ﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ (اور آخرت میں سخت عذاب ہے) ان کے برخلاف وہ بندے بھی ہیں، جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں حرام سے بچتے ہیں حلال کماتے ہیں۔ (اگرچہ تھوڑا سا ہو) حلال ہی کے مواقع میں خرچ کرتے ہیں اور آخرت کے اجور اور ثمرات کے لیے اپنی جیب اور تجوری سے مال نکالتے ہیں ان کا مال ان کے لیے مغفرت کا اور اللہ کی رضا مندی کا سبب بن جاتا ہے، یہ وہ مبارک بندے ہیں جنہوں نے فانی دنیا کو اپنی باقی رہنے والی آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنالیا، اسی کو فرمایا ﴿وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (اور دنیا والی زندگی محض دھوکہ کا سامان ہے) یہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے نہ یہ زندگی باقی رہے گی نہ اس کا کمایا ہوا اسباب وسامان باقی رہے گا جس نے اس پر بھروسہ کیا باقی رہنے والی آخرت سے غافل ہوا وہ آخرت میں مارا گیا سمجھدار بندے وہی

Marfat.com

ہیں جو اس سے دل نہ لگائیں۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت کرنے کا حکم:

پھر جب یہ دنیا فانی بھی ہے اور دنیاوی مال ومتاع دھوکہ کا سامان بھی ہے تو سمجھداری اسی میں ہے کہ اللہ کی مغفرت کی طرف دوڑیں اور اس کی رضامندی کے لیے عمل کریں۔

ارشاد فرمایا ﴿سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ (اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے)۔

﴿اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ (یہ جنت ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور ان کے رسولوں پر ایمان لے آئے)۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے) ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (اور اللہ بڑے فضل والا ہے)

سابقوا فرما کر یہ فرمایا کہ آپس میں مسابقت رکھو یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت حاصل کرنے کے لیے خوب دوڑ دھوپ کرو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھو اعمال آخرت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا مندوب اور محبوب ہے کیونکہ اس میں کسی فریق کو نقصان نہیں ہوتا ہر شخص کو اللہ اپنے ایمان کا اور اعمال صالحہ کا اجر عطا فرمائے گا۔ کسی کی محنت میں سے کٹوتی کر کے کسی دوسرے کو ثواب نہیں دیا جائے گا ہر شخص اپنا اپنا ثواب لے گا، ہاں اعمال میں اخلاص ہو ریاکاری کا جذبہ نہ ہو۔

یہاں سورۃ الحدید میں سابقوا (ایک دوسرے سے آگے بڑھو) فرمایا اور سورہ آل عمران میں سارعوا فرمایا ہے جس کا معنی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں جلدی کرو، اس میں یہ بتا دیا کہ اعمال صالحہ میں دیر نہ لگاؤ، جو نیک کام کر سکتے ہو کر گزرو آج کا کام کل پر نہ ڈالو، نفس و شیطان سمجھائے گا کہ یہ کام کل کو کرلیں گے ان دونوں کی بات نہ مانو اعمال صالحہ میں جلدی کرو آگے بڑھو، موقع اور فرصت کے مطابق عمل خیر کرتے رہو کار خیر ابھی کرلو پھر کل کو بھی کر لینا، یہاں ﴿عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ﴾ فرمایا ہے اور سورہ آل عمران میں ﴿عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ فرمایا ہے انسانوں کے سامنے چونکہ آسمان و زمین میں ہی طول و عرض کے اعتبار سے سب سے بڑی چیز ہے اس لیے جنت کی وسعت بتانے کے لیے تقریب الی الفہم کے طور پر ارشاد فرمایا کہ جنت کی چوڑائی ایسی ہے جیسے آسمان و زمین کی چوڑائی ہے ورنہ جنت تو بہت بڑی چیز ہے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں سو درجے ہیں سارے جہاں اگر ان میں سے ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو سب کے لیے کافی ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ادنیٰ جنتی کو جو جنت دی جائے گی اسے پوری دنیا اور اس جیسی دس گنا وسیع جنت عطا کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۹۲: عن البخاری و مسلم)

جنت ایمان والوں کے لیے تیار کی گئی ہے:

اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (جنت ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر) اس میں یہ بتا دیا کہ جن لوگوں نے دعوت حق کو قبول نہ کیا رسولوں کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان نہ لائے ایسے لوگ جنت سے محروم ہوں گے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے خواہ کسی رسول کے امتی ہوں سب جنت کے مستحق ہیں۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے) ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (اور اللہ بڑے فضل والا ہے) اس میں یہ واضح فرما دیا کہ جن لوگوں کو جنت دی جائے گی یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا اپنا ذاتی استحقاق کسی کا نہیں ہے، لہٰذا کوئی شخص اپنے اعمال پر مغرور نہ ہو۔

Marfat.com

ایمان کی دولت سے نوازنا بھی اسی کی مہربانی ہے پھر اعمال کو قبول کرنا بھی فضل ہے اور جنت عطا فرمانا بھی فضل ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۙ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہارے جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں، یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا، جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص اعراض کریگا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے سزاوار حمد ہے۔

جو بھی کوئی مصیبت پیش آتی ہے اس کا وجود میں آنا پہلے سے لکھا ہوا ہے

دنیا میں انسان آیا ہے محض زندگی گزارنے کے لیے نہیں آیا بلکہ وہ امتحان اور ابتلاء میں ڈالا گیا، سورۃ الملک میں فرمایا ﴿اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو پیدا فرمایا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل والا ہے) جب امتحان میں ڈالے گئے ہیں تو ان چیزوں کا پیش آنا بھی ضروری ہے جو امتحان کا ذریعہ بن سکیں امتحان والی دو چیزیں ہیں۔ اول دولت اور نعمت اور آرام و راحت دوم مشکلات و مصائب اور ناگوار چیزیں، جب پہلی چیز یعنی خوش عیش زندگی ملتی ہے تو بہت سے انسان اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں اعمال صالحہ چھوڑ کر دنیا ہی میں مست رہنے لگتے ہیں، گزشتہ آیات میں تنبیہ فرمائی کہ دنیا لہو و لعب ہے فخر بازی ہے اور مال و اولاد کی کثرت پر مقابلہ کرنے کا سبب ہے لیکن یہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے جیسے کھیتی ہری بھری ہوتی ہے کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ پیلی ہوتی ہے پھر خشک ہو جاتی ہے پھر بھوسہ بن جاتی ہے لہٰذا اس میں لگنا سمجھداری نہیں ہے آخرت کی فکر کرنا لازم ہے دوسری چیز مصیبت اور تکلیف ہے اس کے بارے میں ان آیات میں بتا دیا کہ جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے وہ واقع ہونی ہی ہے کیونکہ خالق کائنات جل مجدہ نے اس کے پیدا فرمانے سے پہلے ہی لکھ دیا تھا وہ ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے یہ مصیبت خواہ زمین میں ہو مثلاً قحط پڑنا، زلزلہ آنا، کھیتوں میں پالا پڑ جانا، ٹڈی کا کھا جانا، بارش کے بہاؤ میں بہہ جانا وغیرہ یا جو تمہاری جانوں میں مصیبت آتی ہو مثلاً مرض لاحق ہو جانا خم ہو جانا لنگڑا لولا اندھا بہرہ ہو جانا وغیرہ وغیرہ یہ سب لکھا ہوا ہے لوح محفوظ میں محفوظ ہے ان کا وجود ہونا اور در پیش ہونا لازم ہے، خالق کائنات جل مجدہ نے جب قطعی طور پر طے فرما دیا ہے کہ ایسا ہونا ہی ہونا ہے تو ہو کر رہے گا اس کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے سے غافل ہو جانا اور اس کے ذکر اور عبادت سے منہ موڑ لینا سمجھدار بندوں کا کام نہیں۔

جو کچھ فوت ہو گیا اس پر رنج نہ کرو:

﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ﴾ ای اخبرنا لکم بذلک لا تاسوا (الخ) یعنی تمہیں اس بات کی خبر دے دی گئی ہے تاکہ تم یہاں تکلیف اور مصیبت اور نقصان و خسران پر توجہ نہ دو اور حسرت اور افسوس میں مبتلا نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے روک دے اور اعمال آخرت سے ہٹا دے جو مصیبت آتی ہے وہ آنی ہی تھی اس کا یقین ہو تو طبعی رنج ہو سکتا ہے عقلی طور پر رنج نہ ہو (طبعی رنج پر مواخذہ نہیں) اپنے اختیار سے اس میں لگا رہنا اور اس کو بڑھاتے چلے جانا اور ایسی باتیں کرنا جن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو یہ ممنوع ہے۔

Marfat.com

جو کچھ مل گیا اس پر اتراؤ مت:

﴿وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ﴾ (اور تا کہ تم ان چیزوں پر نہ اتراؤ جو اللہ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں) کیونکہ جو کچھ ملا ہے وہ مقدر ہے تمہارا کوئی استحقاق نہیں۔ جب ذاتی استحقاق نہیں تو اترانے اور مستی دکھانے کا کیا حق ہے؟ دکھ اور تکلیف اور آرام اور راحت تو سبھی کو پیش آتا ہے لیکن مومن بندے صبر اور شکر کے ذریعہ دونوں کو نعمت بنالیتے ہیں، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کا عجیب حال ہے جو اس کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے اگر اس کو خوش کرنے والی حالت نصیب ہو جاتی ہے تو شکر کرتا ہے یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے ضرر دینے والی حالت پیش آجائے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔

متکبر اور بخیل کی مذمت:

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ (اور اللہ پسند نہیں فرماتا ہر ایسے شخص کو جو تکبر کرنے والا فخر کرنے والا ہو) ﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ﴾ (جو لوگ بخل کرتے ہیں) وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں) جن لوگوں کو کوئی دولت اور نعمت مل جاتی ہے اور دنیاوی اعتبار سے خوش نصیب ہو جاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اس نعمت کو تکبر کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر جاننے لگتے ہیں اور دوسروں کے مقابلہ میں فخر بھی کرنے لگتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرما دی کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے نہیں ہیں۔

چونکہ مال پر فخر کرنے والے مال سے محبت بھی کرتے ہیں اور یہ محبت ان کو کنجوسی پر آمادہ کرتی ہے اس لیے ﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ﴾ بھی فرمایا کہ یہ لوگ بخل کرتے ہیں (جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض چیز ہے) ﴿وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ (اور یہی نہیں کہ خود بخل کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو بھی خرچ نہیں کرنے دیتے انکو بھی خیر کے کاموں میں خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں دوسرے لوگ اگر اپنا مال اللہ کی رضا کے لیے خرچ کریں تو اس سے بھی کنجوس آدمی کا دل دکھتا ہے اور یہ جانتے ہوئے کہ اس کا مال مجھے نہیں مل جائے گا پھر بھی خیر کے کاموں میں خرچ کرنے سے روکتے ہیں بعض اہل خیر کو دیکھا گیا ہے کہ اپنے کیشیئر اور خزانچی سے کہہ کر چلے گئے کہ فلاں مدرسے کا جو سفیر آیا ہے اس کو اتنے روپے دے دو، کیشیئر نے تجوری سے روپے تو نکال لیے لیکن اس کی انگلیاں نوٹ چھوڑنے کو تیار نہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا دکھے دل سے آگے بڑھا رہا ہے حالانکہ مال دوسرے کا ہے جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم دے چکا ہے۔

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ (اور جو شخص روگردانی کرے اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ غنی ہے محمود ہے) ہمیشہ لائق حمد ہے کسی کے خرچ کرنے نہ کرنے سے اسے کوئی نفع یا ضرر نہیں پہنچتا جو بخل کرے گا اپنا ہی برا کرے گا اور جو اللہ کے لیے خرچ کرے گا اس کا اجر و ثواب پالے گا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے لیے طرح طرح کے فائدے ہیں تا کہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو واضح احکام دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں، اور لوگوں کو انصاف کا حکم دیا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت کا اور انہیں واضح احکام کے ساتھ بھیجنے کا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمانے کا تذکرہ فرمایا ہے الکتاب جنس ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابیں مراد ہیں اور عربی میں المیزان ترازو کو کہتے ہیں بعض حضرات نے اس کا ترجمہ ترازو ہی کیا ہے کیونکہ اس کے ذریعے صحیح ناپ تول کی جاتی ہے اور وہ آلۂ عدل وانصاف ہے اور بعض حضرات نے اس کا ترجمہ ''انصاف'' کیا ہے دونوں صورتوں کا مطلب اور مآل ایک ہی ہے، ارسال رسل اور انزال کتاب اور انزال میزان کا مآل بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قائم رہیں۔

لوہے میں ہیبت شدیدہ ہے اور منافع کثیرہ ہیں:

اس کے بعد فرمایا ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾ اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں شدید ہیبت ہے، جہاد کے لیے جو ہتھیار بنائے جاتے ہیں۔ نیزہ، تلوار، خنجر، بندوق لوہے ہی سے بنتے ہیں اور ان کے علاوہ جو ہتھیار ہیں حتیٰ کہ آج کل کے میزائل، بم اور دوسرے ہتھیاروں کی تیاری میں بھی لوہے کا کچھ نہ کچھ دخل ضرور ہے ان ہتھیاروں کا ڈر لوگوں پر سوار رہتا ہے اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے مومن بندے انہیں ہتھیاروں کو استعمال کر کے کفر کو مٹانے کے لیے کافروں پر حملہ کرتے رہتے ہیں اور اس سے اسلام اور مسلمان کی دھاک بیٹھتی ہے ساری دنیا کے کافروں کو ڈر ہے تو یہی ہے کہ مسلمان جہاد شروع نہ کر دیں۔

﴿وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (اور لوہے میں لوگوں کے لیے طرح طرح کے منافع ہیں) مشینیں تو لوہے کی ہیں ہی، دوسری جتنی بھی چیزیں بنی آدم کے استعمال میں ہیں تقریباً سب ہی میں کسی نہ کسی درجہ میں لوہے کا دخل ضرور ہے اگر لکڑی کی چیز ہے تو اس میں لوہے کی کیل ٹھونکی ہوئی ہے اور وہ بھی لوہے کے ہتھوڑے سے ٹھونکی گئی ہے، تعمیرات میں لوہے کا استعمال ہے، کھیتی میں ہل اور ٹریکٹر کی خدمات ہیں، جانوروں کے مونہوں میں لوہے کی لگامیں ہیں پائیدان بھی لوہے کے ہیں۔ پٹرول لوہے کے آلات کے ذریعے نکلتا ہے۔ ہوائی جہاز اور گاڑیاں لوہے سے بنتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ الی مالا یحصیٰ

﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ﴾ (یعنی ہیبت شدیدہ اور دیگر منافع کے علاوہ لوہے کے پیدا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ (بطور علم ظہور) جان لے کہ بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے) یعنی اللہ کے دین کو تقویت پہنچانے اور اس کے آگے بڑھانے کے لیے اور اس کی دعوت دینے کے لیے کون تیار ہوتا ہے۔ جب جہاد کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ کے مخلص بندے یہ جانتے ہوئے کہ ہم قتل بھی ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرنے کے لیے ہتھیار لے کر نکل کھڑے ہوتے ہیں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی نہیں پھر بھی جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ہمیشہ سے علم ہے پھر جس جس چیز کا ظہور ہوتا ہے اس کے علم میں آتا رہتا ہے کہ یہ بھی وجود آیا ہے بلکہ وجود ہی وہ بخشتا ہے اس علم کو علم ظہور کہا جاتا ہے۔

قوله وليعلم الله عطف على محذوف اى لينفعهم وليعلم الله تعالىٰ علما يتعلق به الجزاء من ينصره ورسوله باستعمال آلة الحرب من الحديد فى مجاهدة اعدائه وقوله بالغيب حال من فاعل ينصر او من مفعوله اى غائبا منهم او غائبين منه (روح المعانی صفحہ ۱۸۹: ج ۲۷)

آخر میں فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (بیشک اللہ تعالیٰ قوی ہے عزیز ہے) اس میں یہ بتا دیا کہ اللہ کے دین کی مدد کا جو ذکر ہوا وہ اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے وہ تو قوی ہے اور غالب ہے، جو کچھ اس کے دین کی خدمت کرو گے اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِیْرٌ
مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّیْنَا بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ ۙ۬ وَ
جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِیَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا
ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِیْرٌ
مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتب جاری رکھی، سوان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے، پھر ہم ان کے بعد دوسرے رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا، سوانہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی سوان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو انکا اجر دیا اور ان میں زیادہ نافرمان ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر بھیجا ان کی ذریت میں نبوت جاری رکھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی اور ان کے متبعین میں شفقت اور رحمت رکھ دی

ان آیات میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کا تذکرہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ ہم نے ان دونوں کی ذریت میں نبوت جاری رکھی۔ ان کی ذریت میں ہدایت قبول کرنے والے بھی تھے اور بہت سے فاسق یعنی نافرمان تھے، پھر فرمایا کہ ہم نے ان کے بعد یکے بعد دیگرے رسول بھیجے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا جن کو انجیل بھی عطا فرمائی، بہت سے لوگوں نے ان کا بھی اتباع کیا ان کی لائی ہوئی ہدایت کو قبول کیا ان کے دین پر چلتے رہے ان کو حوارین کہا جاتا تھا (جیسا کہ سورۃ آل عمران اور سورۃ الصف میں ان کا تذکرہ فرمایا) ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رحمت اور شفقت رکھ دی تھی آپس میں محبت تھی اور دوسروں پر بھی رحم کھاتے تھے، مشہور ہے کہ ان کی شریعت میں جہاد مشروع نہ تھا اس لیے ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ والی صفت ان میں نہیں تھی۔

نصاریٰ کا رہبانیت اختیار کرنا پھر اسے چھوڑ دینا:

﴿وَرَهْبَانِیَّةَ ابْتَدَعُوْهَا﴾ (اور عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع کرنے والوں نے رہبانیت کو جاری کر دیا)۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ نے معالم التنزیل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا آپ نے فرمایا اے ابن ام عبد (یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل نے رہبانیت کہاں سے اختیار کی؟ عرض کی اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ظالم بادشاہوں کا غلبہ ہو گیا، گناہوں میں لگ گئے جن پر اہل ایمان ناراض ہوئے، اہل ایمان نے ان سے تین بار جنگ کی اور ہر مرتبہ شکست کھائی جب ان میں سے تھوڑے سے رہ گئے تو کہنے لگے کہ اگر اسی طرح مقابلہ کرتے رہے تو یہ لوگ ہمیں فنا کر دیں گے اور دین حق کی دعوت دینے والا کوئی نہ رہے گا، لہٰذا ہم زمین میں منتشر ہو جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کو بھیج دے جس کی آمد کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ فرمایا ہے لہٰذا وہ پہاڑوں کے غاروں میں منتشر ہو گئے اور رہبانیت اختیار کر لی پھر ان میں بعض دین حق پر جمے رہے بعض کافر ہو گئے اس کے

Marfat.com

بعد رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا﴾ تلاوت فرمائی۔ (معالم التنزیل صفحہ ۳۰۱: ج ۴)

علامہ بغوی رحمۃ اللہ نے اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی اور کسی کتاب کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ اس میں جو اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کے لیے قتال جائز نہیں تھا تو جنگ کیوں کی؟ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ان پر حملہ کیا گیا ہو جس کی وجہ سے انہوں نے مجبور ہو کر جوابی کارروائی کی ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جو احکام تھے ان سے آگے بڑھ کر نصاریٰ نے ایسی چیزیں نکال لی تھیں جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا تھا یہ چیزیں نفس کو مشقت میں ڈالنے والی تھیں، یہ لوگ نکاح نہیں کرتے تھے، کھانے پینے میں اور پہننے میں کمی کرتے تھے، تھوڑا بہت کھاتے تھے جس سے صرف زندہ رہ جائیں، پہاڑوں میں گرجے بنا لیتے تھے وہیں پر زندگیاں گزارتے تھے، ان کے اس عمل کو رہبانیت اور ان کو راہب کہا جاتا ہے۔ انہی راہبوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر دی تھی اور انہی کی نشاندہی سے وہ مدینہ منورہ پہنچے تھے جس کا ذکر سورۃ الاعراف کی آیت ﴿يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ کے ذیل میں گزر چکا ہے ان لوگوں نے عوام سے اور ملوک سے علیحدگی اختیار کر لی تھی کیونکہ اہل دنیا ان کو مجبور کرتے تھے کہ ہماری طرح رہو، یہ رہبانیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا انہوں نے خود رہبانیت کو اختیار کر لیا تھا اور یہ سمجھا تھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے:

قال البغوی فی معالم التنزیل ورهبانية ن ابتدعوها من قبل انفسهم ما كتبنا عليهم الا ابتغاء رضوان الله يعنی ولكنهم ابتغوا رضوان الله بتلك الرهبانية صفحه ۳۰۰: ج۴ وفی روح المعانی منصوب بفعل مضمر يفسره الظاهر ای وابتدعوا رهبانية ابتدعوا فهو من باب الاشتغال

راہب لوگ اپنی رہبانیت پر چلتے رہے پھر ان میں بھی دنیا داری گھس گئی ان کے نفوس نے انگڑائی لی اور عوام الناس کی طرح یہ لوگ بھی دنیا داری پر اتر آئے ان لوگوں کو انتظار تھا کہ آخر الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی بعثت ہو جائے تو ہم ان پر ایمان لائیں پھر جب آپ کی بعثت ہوگئی اور آپ کو پہچان بھی لیا تو ان پر ضد سوار ہوگئی کہ ہم اپنے ہی دین پر رہیں گے ان میں سے تھوڑے لوگ ایمان لائے جن کے بارے میں فرمایا ﴿فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ﴾ (سو ان میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ان کا اجر ہم نے ان کو دے دیا) ﴿وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (اور ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں) رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ دین بھی بدل چکے تھے انجیل شریف بھی گم کر چکے تھے توحید کو چھوڑ کر تثلیث کا عقیدہ بنا لیا تھا۔ تین خدا ماننے لگے تھے اور حضرت عیسیٰ کے قتل کے بھی قائل ہو گئے تھے جبکہ اس سے پہلے یہ جانتے تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر زندہ اٹھا لیا، جب آپ کے قتل کے قائل ہوئے تو یہ عقیدہ رکھ لیا کہ ان کا قتل ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا اس عقیدہ کی بنیاد پر ان کے پادری اتوار کے دن اپنے ماننے والوں کو چرچ میں بلا کر گناہوں کی معافی کرنے لگے، پرانے نصاریٰ کو رومن کیتھولک کہا جاتا ہے ان میں سے ایک فرقہ علیحدہ ہوا جسے پروٹسٹنٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ منکرات، محرمات اور معاصی کے ارتکاب میں بہت زیادہ آگے بڑھ گئے جس کا ان شاء اللہ تذکرہ ہم ابھی کریں گے۔

موجودہ نصاریٰ کی بدحالی اور گناہگاری، دنیا کی حرص اور مخلوق خدا پر ان کے مظالم:

نصاریٰ نے اپنے رسول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع نہ کیا تو ان میں رحمت و شفقت نہ رہی اور نہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اب یہودیوں کی طرح وہ بھی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں کافر تو ہیں ہی کفر کے ساتھ ساتھ دوسرے گناہوں میں موجودہ دور کے تمام انسانوں سے بہت آگے ہیں بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کو یہی لوگ گناہ والی زندگی سکھاتے ہیں، ننگے پہناوے، زناکاری، شراب خوری، جوا وغیرہ یہ سب نصاریٰ کے کرتوت ہیں چونکہ انہوں نے اپنا یہ عقیدہ بنا لیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قتل (جس کے وہ جھوٹے

Marfat.com

مدعی ہیں) ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گیا اس لیے ہر گناہ کر لیتے ہیں ان کے ملکوں میں نکاح ختم ہوتا جا رہا ہے، مردوں اور عورتوں میں دوستی کا رواج ہے، بے حیائی کے کام ہو رہے ہیں۔ بے باپ کے بچوں کی کثرت ہے اور بے نکاح کے مرد اور عورت کے ملاپ کو ان کے ملکوں کی پارلیمنٹ نے قانونی طور پر جائز کر رکھا ہے، بلکہ یورپ کے بعض ملکوں نے اپنے ہم جنسوں سے استلذاذ کو بھی جائز قرار دے دیا ہے۔

عجیب بات ہے کہ جو بات پارلیمنٹ پاس کر دے پوپ اس کے خلاف ذرا سا بھی لب نہیں ہلا سکتے، کیا حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ زنا کو عام کر لینا اور اسے قانونی جواز دے دینا یورپ اور امریکہ کے ممالک کے دیکھا دیکھی ایشیا اور افریقہ کے ممالک بھی انہیں کی راہ پر چلنے لگے ہیں پوری دنیا کو گناہگاری کی زندگی سکھانے کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے نام سے اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام اس دین سے بری ہیں جو مسیحیت کے دعویداروں نے اپنا رکھا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی، پاک دامن رہنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد ایک نبی آئیں گے ان پر ایمان لانا، وہ نبی تشریف لے آئے یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیحی ان پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے فرمان کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں اور دنیا بھر میں مشنریوں کا جال پھیلا رکھا ہے اور مسلمانوں کو اپنے بنائے ہوئے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی کی انجیل)

بہت سی تحریفات وتغیرات کے باوجود اب بھی انجیل یوحنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں۔ باب نمبر ۱۴ میں ہے کہ ''میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔''

پھر چند سطر کے بعد ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کی پیشین گوئی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ''اور پھر تھوڑی دیر میں مجھے دیکھو گے اور یہ اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں'' ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ کی طرف اشارہ ہے جو قرآن مجید میں سورہ نساء میں مذکور ہے۔

پھر چند سطر کے بعد دنیا میں تشریف لانے کا ذکر ہے اس کے الفاظ یہ ہیں، ''میں نے تم سے یہ باتیں اس لیے کہیں کہ تم مجھ میں اطمینان پاؤ، دنیا میں مصیبتیں اٹھاتے ہو لیکن خاطر جمع رکھو میں دنیا پر غالب آیا ہوں۔''

اے نصرانیو! حضرت مسیح علیہ السلام نے جو فرمایا کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں تم ان کے سوا کسی کے پاس نہ جانا، دنیا بھر میں مشنریاں قائم کر کے اس کی خلاف ورزی نہ کرو اور دین اسلام قبول کرو۔ قرآن مجید میں حضرت مسیح کے دنیا سے اٹھائے جانے کا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں ان کے دوبارہ تشریف لانے کا اور طبعی موت سے وفات پانے کا ذکر ہے موجودہ انجیل کی عبارتوں سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے، مسیحیوں پر لازم ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی باتیں مانیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اپنے بنائے ہوئے دین پر نہ جمے رہیں اور مسلمانوں کو اپنے کفریہ دین کی دعوت نہ دیں، تعصب میں آ کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

یہود ونصاریٰ کا حق سے انحراف اور اسلام کے خلاف متحدہ محاذ

یہود ونصاریٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا لیکن بہت کم ایمان لائے۔ یہودی مدینہ منورہ ہی میں رہتے تھے بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں اسی لئے آ کر آباد ہوئے تھے کہ یہاں آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے ہم ان پر ایمان لائیں گے لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد آپ کو پہچان لینے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ چند ہی یہودیوں نے اسلام قبول کیا جن میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے فرمایا عرفت ان وجهه ليس بوجه كذاب کہ میں نے آپ کا چہرہ انور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۶۸)

Marfat.com

نصاریٰ کو بھی آنحضرت ﷺ کی بعثت کا علم ہے حبشہ کا نصرانی بادشاہ نجاشی اور اس کے علاوہ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے لیکن عام طور پر نصاریٰ بھی اسلام سے منحرف رہے اور آج تک منحرف ہیں۔ ہندوستان کے مشرکوں نے لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کیا لیکن نصاریٰ ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں۔ اکا دکا افراد مسلمان ہوتے رہتے ہیں لیکن عموماً انکار پر ہی تلے ہوئے ہیں، اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں جہاں کہیں مسلمان غریب ہوں وہاں مال تقسیم کر کے مانوس کرتے ہیں اور سکول ہسپتال کھول کر مشنریاں قائم کر کے کفر کی دعوت دیتے ہیں (جس دین کی دعوت مال کا لالچ دے کر ہو اس کے باطل ہونے کے لیے یہی کافی ہے) سورہ آل عمران کی آیت ﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ کی تفسیر میں نصاریٰ نجران کا واقعہ گزر چکا ہے۔ وہ لوگ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے مباہلہ کی گفتگو ہوئی ان کا جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا واقعی محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اگر ان سے مباہلہ کرو گے تو تمہارا ناس ہو جائے گا اگر تمہیں اپنا دین چھوڑنا نہیں ہے تو ان سے صلح کر لو اور اپنے شہروں کو واپس چلو۔ یہ لوگ مباہلہ پر راضی نہ ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے، یہ جانتے ہوئے کہ محمد عربی ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں ایمان نہ لائے اور ایمان سے روگردانی کر بیٹھے اور آج تک ان کا یہی طریقہ رہا ہے، حضرات علماء کرام نے بار ہا مناظروں میں ان کو شکست دی ان کی موجودہ انجیل میں تحریف ثابت کی، بار ہا ان کے دین کو مصنوعی خود ساختہ دین ثابت کر دیا ہے، لیکن وہ دنیاوی اغراض سیاسیہ اور غیر سیاسیہ کی وجہ سے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے اور دنیا بھر میں فساد کر رہے ہیں جس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تھی اس وقت سے لے کر آج تک ان کا یہی طریقہ رہا ہے۔

یہودی نصاریٰ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دین کو غلط جانتے ہیں لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آپس میں گٹھ جوڑ ہے اور اسلام کے مٹانے کے لیے دونوں نے اتحاد کر رکھا ہے لیکن پھونکوں سے یہ چراغ نہیں بجھایا جا سکتا ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً﴾ (اور جنہوں نے عیسیٰ بن مریم کا اتباع کیا ان کے دلوں میں ہم نے شفقت اور رحمت رکھ دی) جن لوگوں نے اتباع کیا تھا ان میں رحمت و شفقت تھی اب تو ان سے جھوٹی نسبت رکھنے والوں نے کئی سو سال سے پورے عالم کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے ملک گیری کے حرص نے ان سے ایشیائی ممالک پر حملے کرائے، ملکوں پر قبضے کیے ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے لوگوں کو کس طرح ظلم کا نشانہ بنایا؟ تاریخ دان جانتے ہیں اور ہیروشیما پر جنہوں نے بم پھینکا تھا کیا یہ وہی لوگ نہ تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت کرتے ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ رسول بھیجے گا جس کا نام احمد ہوگا کچھ عرصے تک ان کی آمد کے انتظار میں رہے جب وہ تشریف لے آئے تو ان کی رسالت کا انکار کر دیا۔ ﴿فلما جآء هم بالبينت قالوا هذآ سحر مبين﴾ نصاریٰ اپنی کتاب بھی کھو بیٹھے اس میں تحریف کر دی اور بالکل ہی گم کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کا اتباع بھی نہ کیا ہدایت سے بھی رہ گئے اور رحمت اور شفقت بھی دلوں سے نکل گئی، اب تو تین خداؤں کا عقیدہ ہے اور کفارہ کا سہارا ہے اور ہر گناہ میں لت پت ہیں نہ ان میں رہبان ہیں نہ قسیسین ہیں جو ان کے مذہب کے بڑے ہیں وہ بھی ان کی حکومتوں اور سیاستدانوں کا موڈ دیکھتے ہیں، کوئی حق کلمہ نہیں کہہ سکتے اور گناہوں پر نکیر نہیں کر سکتے، سیدھے لفظوں میں یہ لوگ بھی اپنی حکومتوں کے آلہ کار ہیں۔

فائدہ: رہبانیت کا اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو حکم نہیں دیا تھا لیکن انہوں نے یہ سمجھ کر اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اپنے طور پر اختیار کر لی تھی پھر اس کو نباہ بھی نہ سکے، رہبانیت کو بھی چھوڑ بیٹھے اور جو شریعت انہیں دی گئی تھی اس کی بھی پاسداری نہ کی، بلکہ اسے بدل دیا اعمال صحیحہ صالحہ پر تو کیا قائم رہتے توحید کے قائل نہ رہے تین خدا مان لئے، پھر ان میں سے ایک خدا کے مقتول ہونے کا عقیدہ بنا لیا اور یہ سمجھ لیا کہ ان کا قتل ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔

یہ رہبانیت نہ ان کے لئے مشروع تھی نہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ کے لئے مشروع ہے۔ شریعت محمدیہ میں آسانی رکھی گئی ہے تنگی نہیں ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

Marfat.com

﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور سختی کا ارادہ نہیں فرماتا)۔ اور سورۃ الاعراف میں فرمایا: ﴿وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ﴾ (رسول نبی امی ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال وخبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر جو بوجھ کے طوق تھے ان کو دور کرتا ہے)۔

سورۃ المائدہ میں فرمایا ﴿مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ﴾ (اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے)

سورۃ الحج میں فرمایا ﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (اللہ نے تمہیں چن لیا اور تم پر کوئی تنگی نہیں ڈالی) ان آیات میں اس بات کی تصریح ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کے لئے ایسے احکام مشروع نہیں کئے گئے جن میں تنگی ہو، نصاریٰ کی طرح رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت یا فضیلت نہیں ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں خصی ہونے یعنی قوت مردانہ زائل کرنے کی اجازت دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں ہیں جو کسی کو خصی کرے یا خود خصی بنے، بلاشبہ میری امت کا خصی ہونا (یعنی بیوی نہ ہونے کی صورت میں شہوت کو دبانا) یہ ہے کہ روزے رکھا کریں اس کے بعد عرض کیا کہ ہمیں سیاحت (یعنی سیر وسفر) کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا بے شک میری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھے رہا کریں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۹)

معلوم ہوا کہ اس امت کو نصاریٰ والی رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت نہیں قدرت ہوتے ہوئے نکاح نہ کرنا، معاش کا انتظام نہ کرنا، مخلوق پر نظر رکھنا، مانگ کر کھانا، سردی گرمی سے بچنے کا انتظام نہ کرنا، بیوی بچوں کے حقوق ادا نہ کرنا، ان چیزوں کی شریعت محمدیہ میں اجازت نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق زندگی گزاریں، حرام مال نہ کمائیں، شریعت کے مطابق لباس پہنیں، اسراف (فضول خرچی) اور ریاکاری خودنمائی نہ ہو، کھانے پینے میں حلال وحرام کا خیال ہو کسی کا حق نہ دبائیں کسی طرح کی خیانت نہ کریں اگر کوئی شخص شریعت کے مطابق اچھا لباس پہن لے تو اس کی گنجائش ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کلوا و اشرابوا وتصدقوا مالم یخالط اسراف ولا مخیلة۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۷)
یعنی کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو اور پہنو جب تک کہ اس میں اسراف (فضول خرچی) اور شیخی بگھارنا نہ ہو۔

اگر کوئی شخص سادگی اختیار کرے معمولی لباس پہنے تو یہ بھی درست ہے رسول اللہ ﷺ کو سادگی پسند تھی، عموماً آپ کا یہی عمل تھا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے قدرت ہوتے ہوئے خوبصورتی کا کپڑا تواضع کی وجہ سے پہننا چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا اور جس نے اللہ کے لئے نکاح کیا اللہ تعالیٰ اسے شاہانہ تاج پہنائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷)

واضح رہے کہ سادہ کپڑے لوگوں سے سوال کرنے کے لئے یا بزرگی اور درویشی کا رنگ جمانے کے لئے نہ ہوں اور اس کو طلب دنیا کا ذریعہ بنانا مقصود نہ ہو۔ مومن بندہ فرض اور نفل نماز پڑھے فرض اور نفل روزے رکھے راتوں کو کھڑے ہو کر نفلی نمازیں پڑھے۔ یہ چیزیں رہبانیت میں نہیں آتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی سختی فرمائے گا، ایک جماعت نے اپنی جانوں پر سختی کی اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی فرما دی۔ یہ انہیں لوگوں کے بقایا ہیں جو گرجوں میں موجود ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿رَهْبَانِیَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ﴾ (رواہ ابوداؤد صفحہ ۳۱۶: ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اندرونِ خانہ عبادت کے بارے میں معلومات حاصل کریں جب ان کو آپ کی عبادت کے بارے میں باخبر کر دیا گیا تو انہوں نے اسے کم سمجھا ان کے دلوں میں یہ بات آئی کہ ہم کہاں اور رسول اللہ ﷺ کہاں آپ کا تو اللہ تعالیٰ نے اگلا پچھلا سب معاف کر دیا یہ تھوڑی عبادت آپ کے لئے کافی ہو سکتی ہے ہمیں تو بہت زیادہ ہی عبادت کرنی چاہئے پھر ان میں سے ایک نے کہا میں تو

Marfat.com

ہمیشہ راتوں رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا بے روزہ نہ ہوں گا تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا کبھی نکاح نہیں کروں گا، یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ نے فرمایا کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ اللہ کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر متقی ہوں لیکن میں (نفلی) روزے بھی رکھتا ہوں بے روزہ بھی رہتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، سو جو شخص میری سنت سے ہٹے وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ (رواہ البخاری صفحہ ۷۵۸: ج ۲)

یاد رہے کہ شریعتِ محمدیہ کے آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عمل کرنے والے اس پر عمل کر سکتے ہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ نفس کی خواہش کے مطابق جو چاہو کرلو۔ اگر ایسا ہوتا تو شریعت میں حلال وحرام کی تفصیلات ہی نہ ہوتیں، نہ نماز فرض ہوتی، نہ گرمی کے زمانوں میں رمضان کے روزہ رکھنے کا حکم ہوتا، نہ جہاد کا حکم ہوتا نہ حج کا، خوب سمجھ لیں، شریعتِ اسلامیہ کے آسان ہونے کا مطلب جو ملحدین نے نکالا ہے کہ جو چاہو کرلو یہ ان کی گمراہی ہے۔

حضرت ابوامامہ ؓ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کی ایک جماعت میں نکلے وہاں راستہ میں ایک غار پر گزر ہوا وہاں پانی تھا اور سبزی تھی ایک شخص کے دل میں یہ بات آئی کہ وہیں ٹھہر جائے اور دنیا سے علیحدہ ہو کر زندگی گزارے، اس نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی، آپ نے فرمایا بے شک میں یہودیت اور نصرانیت لیکر نہیں بھیجا گیا لیکن میں ایسی شریعت لے کر بھیجا گیا ہوں جو بالکل سیدھی ہے اور آسان ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے ایک صبح یا ایک شام کو اللہ کے راہ میں چلا جانا، دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے افضل ہے اور جہاد کی صف میں تمہارا کھڑا ہو جانا ساٹھ سال کی نماز سے افضل ہے۔ (رواہ احمد کمافی مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۳۴)

دیکھو اپنی شریعت کو آسان بھی بتایا اور ساتھ ہی جہاد کی صف میں کھڑا ہونے کی فضیلت بیان فرمادی۔ شریعت اسلامیہ میں اعتدال ہے نہ دنیاداری ہے نہ ترک دنیا ہے۔ شریعت کے مطابق حلال چیز سے استفادہ کرنا حلال ہے۔ خبائث اور انجاس سے پرہیز کریں تواضع مامور بہ ہے سادگی مرغوب ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا
تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٨﴾ لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ
شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

اے ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور عنایت فرمائے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلو پھرو گے اور وہ تم کو بخشش دے گا، اور اللہ غفور رحیم ہے، تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں، اور یہ کہ اللہ کے ہاتھ میں فضل ہے وہ اسے جس کو چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ایمان لانے والے نصاریٰ سے دو حصہ اجر کا وعدہ، اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل پر کوئی دسترس نہیں رکھتے

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے والوں سے متعلق ہے ان سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم اللہ سے ڈرو (کفر پر جمے نہ رہو) اللہ پر اور اس کے رسول یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ یہ تمہارا ایمان لانا تمہارے لئے بہت بڑی خیر کا

Marfat.com

ذریعہ ہوگا اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے دے گا۔

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا خبردار میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ چیزیں بتادوں جو تم نہیں جانتے جو اللہ نے مجھے آج بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو اس حال میں پیدا فرمایا کہ وہ سب صحیح دین پر تھے ان کے پاس شیاطین آگئے سو ان کو ان کے دین سے ہٹا دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں وہ ان پر حرام کر دیں اور ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ شریک ٹھہرائیں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں نازل کی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف دیکھا تو ان سب کو عربی ہوں یا عجمی مبغوض قرار دیدیا سوائے چند لوگوں کے جو اہل کتاب میں سے باقی تھے۔ (الحدیث صحیح مسلم صفحہ ۳۸۵: ج ۲)

یہ لوگ جو بقایا اہل کتاب میں سے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور ان کی شریعت پر چلتے تھے تغیر اور تبدل سے دور تھے ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول یعنی آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ جن کی بعثت کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر دے گا، ایک اجر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور ان کے دین پر قائم رہنے کا، دوسرا اجر خاتم الانبیاء پر ایمان لانے کا۔ جن نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی آپ پر ایمان لائے ہوئے تھے پھر آپ تشریف لے آئے تو تصدیق پر قائم رہے اور علی الاعلان بھی تصدیق کر دی۔ سورۃ القصص میں فرمایا ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ○ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ○ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○﴾

(جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے کتاب دی وہ اس پر یعنی قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بلاشبہ ہم پہلے ہی سے اسے مانتے تھے (یعنی آخری نبی پر کتاب نازل ہوگی ہم اس کی تصدیق کرتے تھے) یہ وہ لوگ ہیں جن کو صبر کرنے کی وجہ سے دہرا ثواب دیا جائے گا اور وہ لوگ اچھائی کے ذریعہ برائی کو دفع کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں)۔

سورۃ القصص کی آیت شریفہ سے مؤمنین اہل کتاب کو دہرا اجر عطا فرمانے کی خوشخبری دی ہے صحیح بخاری صفحہ ۵: ج ۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو دعوت اسلام کا جو خط لکھا تھا اس میں یہ بھی تھا اسلم تسلم یوتك الله اجرك مرتين (تو اسلام لے آ، اللہ تعالیٰ تجھے دہرا اجر عطا فرمائے گا)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کے لئے دو اجر ہیں ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو وہ اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا اور دوسرا وہ غلام جو کسی کا مملوک ہو اس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا بھی، اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس باندی تھی (بحق ملکیت) اس سے صحبت کرتا تھا اس نے اس کو ادب سمجھایا اور اچھا ادب سکھایا اور اسے تعلیم دی اور اچھی تعلیم دی پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا سو اس شخص کے لئے بھی دو اجر ہیں۔ (صحیح بخاری صفحہ ۲۰)

یہاں جو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ اہل کتاب نہیں تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کو مستلزم ہے ان میں اور اہل کتاب مومنین میں کیا فرق رہا جس کی وجہ سے اہل کتاب کو دوہرا ثواب دیا گیا؟ ظاہر ہے کہ تمام مومنین تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ جو اہل کتاب اپنے نبی پر ایمان لائے پھر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے ان کو جو دوہرا اجر ملے گا اس میں یہ نہیں بتایا کہ اس دہرے کا اکہرا کیا ہوگا، دوہرا اسے کہتے ہیں جو اکہرے کا دوگنا ہو، ضروری نہیں کہ ہر دوگنا دوسرے ہرا کہرے سے زیادہ ہو، دیکھو دس کا دوگنا بیس ہے جو اکہرے چالیس سے کم ہے۔ پھر آیت اور حدیث میں

Marfat.com

ضعفین کا لفظ نہیں ہے۔ مرتین کا لفظ ہے، یعنی دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔ یہ دو مرتبہ کتنا کتنا ہوگا اس کی تصریح نہیں ہے۔ یہاں سورۃ الحدید میں لفظ کفلین من رحمته فرمایا ہے کفلین کی مقدار کیا ہے اس کا ذکر نہیں ہے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اجران فرمایا اس میں بھی ضعفین نہیں ہے۔ نیز جو اہل کتاب اپنے نبی پر ایمان لائے اور اس پر جمے رہے جبکہ بہت سی مشکلات کا سامنا رہا اور تکلیفیں اٹھائیں جن کو سورۃ القصص میں ﴿بِمَا صَبَرُوْا﴾ سے تعبیر فرمایا ہے) پھر آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کا اجر بڑھ گیا تو کیا اشکال ہے قربانیوں اور مشقتوں کی وجہ سے فضیلت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایمان پر جمتے ہوئے مار پیٹ برداشت کی، کیا ان کے ایمان کا ثواب ان لوگوں کے ایمان کے برابر ہوسکتا ہے جنہوں نے یہ تکلیفیں نہیں اٹھائیں، ہاں کسی کے ایمان کا ثواب کسی دوسری وجہ سے بڑھ جائے تو وہ اور بات ہے۔ هذا ماسنح لی، والعلم عند الله الكريم الذی بیده الفضل یوتیه من یشاء۔

اہل کتاب کے ایمان لانے پر ایک تو دوحصے ثواب ملنے کا وعدہ فرمایا ہے جسے ﴿یُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ میں بیان فرمایا ہے اور دوسرا وعدہ ﴿وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ﴾ میں فرمایا (اور اللہ تمہارے لئے ایسا نور عنایت فرمائے گا جسے لئے ہوئے تم چلتے پھرتے رہو گے) یعنی تمہارے دلوں میں ایسی روشنی ہوگی جو ہر وقت ساتھ رہے گی (جس کا اثر یہ ہوگا کہ ایمانیات پر علی وجہ البصیرت جمے رہو گے اور شرح صدر کے ساتھ اعمال صالحہ انجام دیتے رہو گے)۔

قال البغوی فی معالم التنزیل ناقلا عن ابن عباس ان نوره هو القرآن ثم ذكر عن مجاهد هو الهدى والبيان ای یجعل لكم سبيلا واضحا فی الدین تاتون به۔

مومنین اہل کتاب کی تیسری نعمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ویغفر لكم اور اللہ تمہاری مغفرت فرما دے گا۔

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

﴿لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ﴾ (الی آخر السورۃ) اس سے پہلے فعل یا اِعْلَمْ مقدر ہے اور لا زائدہ ہے اور ان مخففہ من المثقلہ ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ قیامت کے دن اہل کتاب پر اپنے بارے میں یہ واضح ہو جائے کہ ان کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں ہے اور تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اسے جس کو چاہے دیدے (بیان القرآن میں اس جگہ پر سوال وجواب دیکھ لیا جائے)

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان نہیں لائے انہوں نے کہا کہ چلو جو اہل کتاب تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں ان کے لئے دہرا اجر ہے اور اہل کتاب کے علاوہ جو شخص ایمان لائے اس کے لئے اکہرا اجر ہے لہٰذا ہم تم برابر ہوئے تمہارے لئے بھی ایک اجر ہے اور ہمارے لئے بھی ایک اجر ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ نازل فرمائی۔

﴿لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ﴾ میں یہ بتا دیا کہ خود اپنے طور پر باتیں بنانے سے اور اپنے لئے ایک اجر کا دعویٰ کرنے سے آخرت میں کامیابی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جس پر فضل فرمائے گا وہی فضل سے نوازا جائے گا اس نے وہاں پر فضل فرمانا اہل اسلام ہی کے لئے مخصوص رکھا ہے (لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمیں بھی ایک اجر ملے گا باطل ہے) آیت کے ختم پر جو ﴿لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ﴾ فرمایا ہے اس میں یہود و نصاریٰ دونوں قوموں کو متنبہ فرما دیا (گو پہلے سے نصاریٰ کا ذکر تھا) کہ خود سے اپنی نجات کا عقیدہ رکھنا اور یوں سمجھنا کہ ہم ہی یا ہم بھی جنت میں جائیں گے غلط ہے اللہ تعالیٰ اپنے قانون کے مطابق جس کو نوازے گا وہی جنت میں جائے گا۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی خوب سمجھ لیا جائے۔ ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تم تفسير سورة الحديد، والحمد لله العلی الحميد والصلاة والسلام على خير العبيد، وعلى اله وصحبه الذين اختصوا بالاجر الجزيل والثواب المزيد

Marfat.com

آیاتھا ۲۲ ۵۸ سُورَۃُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۵ رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورہ مجادلہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، اس میں بائیس آیات اور تین رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَ
لَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ
يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ
تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ
اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی، اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی، اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے، تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے، اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے، پھر جس کو میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم ایک دوسرے کو چھوئیں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ حکم اس لئے ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ظہار کی مذمت اور اس کے احکام و مسائل

ان آیات میں ایک صحابی خاتون رضی اللہ عنہا کے ایک واقعہ کا اور شوہر و بیوی سے متعلق ایک مسئلہ کا ذکر ہے، جس عورت کا یہ واقعہ ہے اس کے بارے میں چونکہ ﴿الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾ فرمایا ہے اس لئے اس سورت کا نام سورۃ المجادلۃ معروف اور مشہور ہو گیا، آگے بڑھنے سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ زمانہ اسلام سے پہلے اہل عرب میں لفظ طلاق کے علاوہ عورت اپنے اوپر حرام کرنے کے دو طریقے اور بھی تھے ایک ایلاء اور ایک ظہار، ایلاء اس بات کو کہتے تھے کہ شوہر بیوی کو خطاب کر کے قسم کھا لیتا تھا کہ میں تیرے پاس نہیں آؤں گا اس کا بیان سورۃ البقرہ کی آیت ﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ﴾ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ (انوار البیان جلد اصفحہ ۴۳۲)

Marfat.com

اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ یوں کہہ دیتے تھے انت علی کظھر امی (تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی کمر ہے یعنی حرام ہے) اس کو ظہار کہا جاتا تھا چونکہ اس میں لفظ ظہر آتا تھا جو پشت کے معنی میں ہے اس لئے اس کا نام ظہار معروف ہو گیا، حدیث اور فقہ کی کتابوں میں بھی اس کو ظہار ہی کے عنوان اور نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

آیات ظہار کا شان نزول

اب آیات کا سبب نزول معلوم کیجئے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورت کون تھی جس کا واقعہ یہاں ذکر فرمایا ہے، قصہ یہ ہے کہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ اوس بن صامتؓ کی بیوی تھیں ایک دن ان کے شوہر نے اپنا مخصوص کام کرنے کا ارادہ کیا حضرت خولہ نے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ ان کے شوہر کو تکلیف تھی اور شوہر کی خیر خواہی پیش نظر تھی جیسے ہی بیوی نے انکار کیا شوہر نے یوں کہہ دیا انت علی کظھر امی کہہ تو دیا لیکن بعد میں پچھتائے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ اب تو مجھ پر حرام ہو گئی ہے۔

یہ سن کر حضرت خولہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ طلاق نہیں ہے اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے شوہر نے جب مجھ سے نکاح کیا تھا اس وقت میں جوان تھی مالدار تھی میرے شوہر نے میرا مال بھی کھا لیا اور میری جوانی بھی فنا کر دی اب جبکہ میرے خاندان والے منتشر ہو گئے اور میری عمر بڑی ہو گئی تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا اب اسے اس پر ندامت ہے تو کیا ایسی کوئی صورت ہے کہ میں اور وہ مل کر رہتے رہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔ حضرت خولہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ قسم اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے میرے شوہر نے طلاق کا لفظ نہیں بولا اس سے میری اولاد بھی ہے اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے پھر وہی فرمایا کہ تو اس پر حرام ہو گئی خولہؓ نے کہا کہ میں اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتی ہوں میں اپنے شوہر کے ساتھ عرصہ دراز تک رہی ہوں آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا کہ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی اور تیرے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا، وہ اسی طرح اپنی بات کرتی رہیں اور آنحضرت ﷺ اسی طرح جواب دیتے رہے، آخر میں اس نے کہا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر شوہر کے پاس چھوڑ دوں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر اپنے پاس رکھ لوں تو بھوکے مر جائیں گے یہ کہا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہنے لگیں کہ اے اللہ میں آپ کی بارگاہ میں اپنی تکلیف کو پیش کرتی ہوں آپ اپنے نبی ﷺ پر ایسا حکم نازل فرمایئے جس سے میری پریشانی دور ہو جائے یہ زمانہ اسلام میں ظہار کا پہلا واقعہ تھا۔

حضرت عائشہ ؓ نے خولہؓ سے کہا کہ تو اپنی بات بس کر دے دیکھتی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر کیا آثار ظاہر ہو رہے ہیں، (اس وقت رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہو گئی تھی) آپ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہلکی سی نیند میں ہوں، جب وحی ختم ہو گئی تو آپ نے خولہؓ سے فرمایا کہ تو اپنے شوہر کو بلا کر لا، جب وہ آ گئے تو آپ ﷺ نے ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ﴾ سے آیات پڑھ کر سنائیں جن میں ظہار اور کفارہ ظہار کا حکم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ بابرکت ہے وہ جو تمام آوازوں کو سنتا ہے، جو عورت رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کر رہی تھیں میں اس کی بعض باتیں اسی گھر میں ہوتے ہوئے نہ سن پائی جہاں بات ہو رہی تھی اور اللہ تعالیٰ شانہ نے اس کی بات سن لی اور آیت کریمہ نازل فرما دی۔

اب پہلی آیت کا ترجمہ دوبارہ پڑھئے بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

چونکہ حضرت خولہؓ کے شوہر نے ظہار کر لیا تھا اور ان کے شوہر یوں سمجھ رہے تھے کہ طلاق ہو گئی اور وہ سمجھ رہی تھی کہ طلاق نہیں ہوئی

Marfat.com

اور اسی بات کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں اس لئے اولاً ظہار کی شرعی حیثیت بتائی پھر اس کا کفارہ بیان فرمایا ارشاد فرمایا ﴿اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ﴾ کہ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیتے ہیں (یعنی یوں کہہ دیتے ہیں کہ تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت مجھ پر حرام ہے) ایسا کہہ دینے سے وہ ان کی مائیں نہیں بن جاتی ہیں، نہ وہ پہلے ان کی مائیں تھیں اور نہ اب ان پر ماؤں کا حکم نافذ ہوگا (جس کی وجہ سے آئندہ کے لئے حرمت آ جائے)۔

﴿اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ﴾ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے مائیں ہونے کے اعتبار سے حرمت مؤبدہ کا تعلق انہیں سے ہے۔

ظہار کی مذمت

﴿وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾ رہی یہ بات کہ شوہر اگر اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تم میرے لئے ماں کی طرح سے ہے تو ان کا یہ کہنا بری بات ہے اور جھوٹی بات ہے اس بات کے کہنے سے حرمت دائمی کا حکم نہیں دیا جائے گا لیکن گناہ ضرور ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے قانون کو بدلنا لازم آتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے بیوی کو شوہر کے لئے حلال کر دیا تو اب وہ کیسے کہتا ہے کہ یہ مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پشت ہے۔

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے بخشنے والا ہے) گناہ کی تلافی کر لی جائے اور ظہار کا جو کفارہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اس کی ادائیگی کر دی جائے اللہ تعالیٰ گناہ کو معاف فرما دے گا۔

کفارہ ظہار

اس کے بعد ظہار کا کفارہ بیان فرمایا ﴿وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ (الی قوله تعالیٰ) فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا﴾ اس میں علی الترتیب تین چیزیں ذکر فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیتے ہیں پھر چاہتے ہیں کہ جو بات کہی ہے اس کی تلافی کریں سو جس کسی نے بھی ایسا کیا ہو وہ ایک غلام آزاد کرے اور غلام آزاد کرنے سے پہلے میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو نہ چھوئیں، یہ ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا﴾ کا ترجمہ ہے یہ لفظ فرما کر یہ بتا دیا کہ غلام آزاد کرنے سے پہلے نہ جماع کریں نہ دواعی جماع یعنی بوس و کنار اور مس و تقبیل کے ذریعہ استمتاع اور استلذاذ کریں، ﴿ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ﴾۔ (یہ وہ چیز ہے جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے) یعنی یہ کفارہ گناہ معاف کرانے کا ذریعہ بھی ہے اور آئندہ کے لئے ایسے الفاظ بولنے سے روکنے والا بھی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ (اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے) اگر کسی نے حکم کی خلاف ورزی کی کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کا ارتکاب کر لیا تو اس کی سزا مل سکتی ہے)۔

پھر فرمایا ﴿فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا﴾ (سو جو شخص غلام نہ پائے تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا ہے اس سے پہلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو چھوئیں) یہ کفارہ ظہار کا حکم نمبر ۲ ہے اور علی سبیل التنزیل ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو غلام آزاد کرنے کی قدرت نہ ہو (مال ہی نہ ہو یا غلام ہی نہ ملتے ہوں جیسا کہ آج کل شرعی جہاد نہ کرنے کی وجہ سے مسلمان غلاموں اور باندیوں سے محروم ہیں) تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے اور جب تک بلاناغہ پورے دو ماہ کے روزے نہ رکھ لے دونوں میاں بیوی الگ رہیں۔

پھر فرمایا ﴿فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا﴾ (سو جسے مذکورہ روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ﴿ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾۔ (یہ اس لئے ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ) یعنی اس کے سب احکام کی تصدیق کرو اور ایمان پر جمے رہو، (اور یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے مطابق عمل کرو حد سے آگے مت بڑھو۔ اور کافروں کے

Marfat.com

دردناک عذاب ہے) جو اللہ کے احکام کی تصدیق نہیں کرتے۔

مسائل ضروریہ متعلقہ ظہار

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنی ماں کے پیٹ ران یا شرم گاہ سے تشبیہ دیدی تب بھی ظہار ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر اپنی بہن یا پھوپھی یا رضاعی والدہ کے مذکورہ بالا اعضاء پشت، پیٹ، ران، شرم گاہ، سے تشبیہ دی تب بھی ظہار ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم میری ماں کی طرح سے ہو (کسی عضو سے تشبیہ نہیں دی) تو اس کے بارے میں اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تیری نیت کیا تھی اگر یوں کہے کہ میں نے طلاق کی نیت سے کہا تھا تو طلاق بائن مانی جائے گی اور اگر یوں کہے کہ میری نیت ظہار کی تھی تو ظہار کا حکم نافذ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میری کچھ بھی نیت نہ تھی یا یوں کہا کہ میرا یہ مطلب تھا کہ جیسے میری والدہ محترم ہیں اسی طرح تم بھی قابلِ احترام ہو تو اس سے کچھ نہ ہوگا۔

مسئلہ: غلام آزاد کرنے میں غلام کا مرد اور بالغ ہونا ضروری نہیں ہے مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا کافر بالغ ہو یا نابالغ ہر ایک کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا مگر اندھا یا دونوں ہاتھ یا دونوں پیر کٹے ہوئے نہ ہوں۔

مسئلہ: جب دو مہینے کے روزے رکھے تو اس میں رمضان کے روزے حساب میں نہیں لگ سکتے کیونکہ وہ پہلے سے فرض ہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی روزہ ان دنوں میں نہ ہو جن میں شرعاً روزہ رکھنا منع ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کفارہ ظہار کے روزے رکھنے کے درمیان رات کو جماع کر لیا تو نئے سرے سے روزے رکھنا لازم ہوگا اور دن کو جماع کرنے سے تو روزہ ہی ٹوٹ جائے گا جس سے لگا تار والی شرط کا فوت ہو جانا ظاہر ہے اور چونکہ ﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾ کا عموم رات کے جماع کرنے کو بھی شامل ہے اس لئے رات کو جماع کرنے سے بھی لگا تار والی شرط کی مخالفت ہو جائے گی۔

مسئلہ: کھانا کھلانے کی صورت میں اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن صبح شام پیٹ بھر کھانا کھلایا یا ساٹھ مسکینوں کو ایک دن میں صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا ہو جائے گا، اگر ساٹھ دن تک کسی مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو یا ان کی قیمت دیتا رہا تو ان صورتوں میں کفارہ ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر ظہار کرنے کے بعد عورت کو طلاق دیدی یا مرگئی تو کفارہ ساقط ہو جائے گا لیکن توبہ کرنا پھر بھی لازم ہے۔

قال صاحب روح المعاني: والموصول مبتدا، وقوله تعالىٰ (فتحرير رقبة) مبتدا آخر خبره مقدر اى فعليهم تحرير رقبة او فاعل فعل مقدر اى فيلزمهم تحرير، او خبر مبتدا مقدر اى فالوا جب عليهم (تحرير) وعلى التقادير الثلاثة الجملة خبر الموصول و دخلته الفاء لتضمن المبتدا معنى الشرط وما موصولة او مصدرية واللام متعلقة (يعودون) وهو يتعدى بها كما يتعدى بالى وبفي۔ فلا حاجة الى تاويله باحدهما كمافعل البعض، والعود لما قالوا على المشهور عند الحنفية العزم على الوطء كانه حمل العود على التدارك مجازا لان التدارك من اسباب العود الى الشيء والذين يقولون ذٰلك القول المنكر ثم يتدار كونه بنقضه وهو العزم على الوطء فالوا جب عليهم اعتاق رقبة۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

Marfat.com

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو ان سے پہلے تھے، اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کیے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر ان کا سب کیا ہوا ان کو بتلا دے گا اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں، اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ذلیل ہوں گے

ان آیات میں کافروں کا دنیا میں ذلیل ہونا اور آخرت میں ذلت کے عذاب میں مبتلا ہونا بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں (جیسے کفار مکہ تھے) وہ دنیا میں ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہو چکے ہیں، چنانچہ غزوات میں کفار مکہ اور ان کے ساتھی ذلیل ہوئے ان کے ذلیل ہونے کا سبب بھی بتا دیا ﴿وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ﴾ (اور ہم نے کھلی کھلی واضح آیات اتاریں) انہوں نے انہیں تسلیم نہ کیا لہٰذا مستحق سزا ہوئے، دنیا میں تو انہوں نے ذلت کا منہ دیکھ ہی لیا آخرت میں بھی ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔

قیامت کے دن سب اٹھائے جائیں گے

﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا﴾ (الآیۃ) اس آیت میں سب کو تنبیہ فرما دی کہ دنیا میں جو کچھ عمل کرتے ہیں قیامت کے دن وہ سب سامنے آجائیں گے اللہ تعالیٰ شانہ انہیں ان کے اعمال کی خبر دے دے گا یعنی یہ بتا دے گا کہ تم نے ایسے اور یہ یہ اعمال کیے تھے، یہ لوگ دنیا میں عمل کر کے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کے اعمال کو محفوظ رکھا، اتنی بڑی زندگی کے اعمال واقوال بندوں کو یاد نہیں رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس وہ سب محفوظ ہیں کوئی شخص یہ نہ سمجھے جو کچھ کیا گزر گیا ہمیں تو یاد نہیں کہ کیا کیا۔ بات یہ ہے کہ جزا سزا ملنے کے لئے عمل کرنے والے کو یاد رہنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جزا وسزا دے گا اس کے علم میں سب کچھ ہے وہ بھولنے والا بھی نہیں ہے ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ (اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے) لہٰذا وہ قیامت کے دن بندوں کے اعمال کو ظاہر فرما دے گا اور جزا سزا کے فیصلے بھی فرمائے گا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۞

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جو بھی خفیہ مشورہ تین آدمیوں کا ہوتا ہے وہ ضرور چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ آدمیوں کا مشورہ ہو تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے، اور اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر وہ انہیں قیامت کے دن ان کے اعمال سے باخبر کر دے گا، بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہے ہر خفیہ مشورہ کو جانتا ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا کیا آپ نے نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یہ آنحضرت ﷺ کو اور آپ کے واسطے سے تمام انسانوں کو خطاب ہے مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی تین آدمی موجود ہوں جو کوئی خفیہ مشورہ کر رہے ہوں، اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے یعنی اسے ان کی باتوں کا علم ہوتا

Marfat.com

ہے اور جہاں کہیں پانچ آدمی موجود ہوں تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے، اس سے کم افراد ہوں یا زیادہ ہوں بہرحال وہ اپنے علم کے اعتبار سے ان کے ساتھ ہے جو شخص تنہا یا چھوٹی بڑی جماعت کے ساتھ جہاں کہیں بھی ہو وہ یوں نہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کو میرا حال معلوم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے سب کے ساتھ ہے سب کو جانتا ہے، دنیا والے جو بھی عمل کرتے ہیں، اس کا اسے سب علم ہے، قیامت کے دن ہر ایک کو سب کے عمل سے باخبر فرمادے گا وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ یَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ ٘ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی سے منع کیا گیا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا، اور وہ گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپ کو سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور وہ اپنے نفسوں میں یوں کہتے ہیں کہ ہمارے اس کہنے پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا، کافی ہے ان کے لئے جہنم، وہ اس میں داخل ہونگے، سو وہ برا ٹھکانا ہے اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو، اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشیاں کرو، اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے، بات یہی ہے کہ سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کرے اور وہ بغیر اللہ کے حکم کے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا اور مومن بندے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

منافقین کی شرارت، سرگوشی اور یہود کی بیہودہ باتیں

یہودی مکار تو تھے ہی، طرح طرح کی شرارتیں بھی کرتے تھے اور خفیہ مشورہ بھی کرتے رہتے تھے، لفظ نجویٰ خفیہ بات چیت کے لئے بولا جاتا ہے، لفظ مناجاۃ بھی اسی سے لیا گیا ہے، مومن بندے آہستہ آہستہ (جسے اللہ تعالیٰ ہی سنے کوئی دوسرا نہ سنے) اپنے خالق و مالک جل مجدہ سے دعا کرتے ہیں کیونکہ وہ ہر ظاہر اور خفیہ بات کو سنتا ہے اسی لیے خفیہ دعاء کو مناجاۃ کہا جاتا ہے۔

یہودی اور منافقین اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن تو تھے ہی مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے بری بری حرکتیں کرتے تھے، ان کی ان حرکتوں میں یہ بات بھی تھی کہ راستوں میں کسی جگہ بیٹھ جاتے تھے جب کوئی مسلمان وہاں سے گزرتا تو گہری نظروں سے دیکھتے تھے اور آنکھوں سے اشارہ بازی کرتے تھے اور چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے تھے۔ منافقین بھی ان کے شریک حال تھے، مسلمانوں کو ان کی حرکتوں سے تکلیف ہوتی تھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس بات کو پیش کر دیا اور ان لوگوں کی شکایت کی، آپ نے ان لوگوں کو منع کر دیا کہ سرگوشی اور خفیہ بات چیت نہ کریں اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے ان لوگوں نے ہدایت پر عمل نہ کیا ممانعت کے باوجود اپنی حرکتیں کرتے رہے اس پر آیت کریمہ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى﴾ (الآیۃ) نازل ہوئی جس

Marfat.com

میں ان کی حرکت بد کا بھی تذکرہ فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ یہ لوگ گناہ کے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔

یہودیوں کی شرارت

یہودیوں کا یہ بھی طریقہ تھا کہ جب حاضر خدمت ہوتے تو السلام علیك کی بجائے السام علیك کہتے تھے زبان دبا کر لام کو کھا جاتے تھے، سام عربی میں موت کو کہتے ہیں موت کی بددعاء کرتے تھے اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ ہم نے سلام کیا، ان کی اس حرکت کو بیان کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ﴿وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ﴾۔

(اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ میں تحیہ کرتے ہیں یعنی سلام کی ظاہری صورت اختیار کرتے ہیں، جن الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں بھیجا)۔

ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زبان دبا کر وہی السام علیک کہہ دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محسوس فرمایا اور آڑے ہاتھوں لیا اور جواب میں فرمایا علیکم السام واللعنة فرمایا (تم پر موت ہو اور لعنت ہو)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ ٹھہرو (نرمی اختیار کرو) کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا تو نے نہیں سنا میں نے کیا کہا؟ میں نے ان کے جواب میں علیکم کہہ دیا یعنی (ان کی بات ان پر لوٹا دی) انہیں موت کی بددعاء دے دی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۹۲۵، ج ۲)

﴿وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ﴾ یعنی یہودی برے الفاظ بھی زبان پر لاتے ہیں پھر اپنے دلوں میں یوں بھی کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں ہماری باتوں پر عذاب کیوں نہیں دیتا، مقصد ان کا یہ تھا کہ اگر یہ اللہ کے نبی ہیں اور ہم ان کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں تو اب تک اللہ کا عذاب آ جانا چاہئے تھا جب اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب نہیں دیتا تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے نبی نہیں ہیں (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی اعلان نہیں فرمایا کہ نبی کے جھٹلانے کی اور گناہوں کی سزا اسی دنیا میں ضرور دیدی جائے گی اور جلد دے دی جائے گی۔ بہت سے کافروں کو دنیا و آخرت دونوں میں سزا ملتی ہے اور بعض کو صرف آخرت میں دی جاتی ہے یہ دلیل بنا لینا کہ چونکہ ہمیں عذاب نہیں دیا جاتا اس لئے ہمارا عمل درست ہے جہالت اور حماقت کی بات ہے۔

﴿حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ اس میں ان لوگوں کی جاہلانہ بات کا جواب دے دیا اور بتا دیا کہ ان کو دوزخ میں جانا ہی جانا ہے وہ برا ٹھکانا ہے اگر دنیا میں عذاب نہ دیا گیا تو یوں نہ سمجھیں کہ عذاب سے محفوظ ہو گئے۔

اہل ایمان کو نصیحت کہ یہودیوں کا طریقہ کار استعمال نہ کریں

یہود اور منافقین کی بدحالی بتا کر مؤمنین مخلصین کو نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾ (اے ایمان والو! جب تمہیں خفیہ مشورہ کرنا ہو (آہستہ آہستہ باتیں کرنی ہوں) تو گناہگاری اور زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو)۔ ﴿وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (اور نیکی اور تقویٰ کا مشورہ کرو)۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ (اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے) یعنی آخرت کے دن میں حاضر ہو گے۔

پھر فرمایا ﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (خفیہ سرگوشی شیطان ہی کی طرف سے ہے تاکہ وہ اہل ایمان کو رنجیدہ کرے) یعنی جن لوگوں نے مسلمانوں کو تکلیف دینے کے لئے خفیہ مشورہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے اس طریقہ پر انہیں شیطان نے ڈالا ہے، شیطان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو رنجیدہ کرے۔

﴿وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (اور ان لوگوں کا یہ مشورہ اہل ایمان کو کوئی ضرر نہیں دے سکتا مگر اللہ کے حکم سے اور اہل ایمان اللہ پر بھروسہ کریں) یہ توکل علی اللہ انہیں مخلوق کی ایذا رسانیوں سے محفوظ رکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

اسلام کامل دین ہے، اس میں جیسے عبادات بتائی گئی ہیں ایسے ہی اخلاق و آداب بھی سکھائے گئے ہیں، ان آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ کسی ساتھ کے بیٹھنے والے کو جسمانی اور روحانی تکلیف نہ دی جائے آئندہ آیت میں جسمانی تکلیف کا ذکر ہے اور روحانی تکلیف یہ ہے کہ بعض لوگ آپس میں مل کر چپکے چپکے ایسی باتیں نہ کریں جن سے دوسرے ساتھ بیٹھنے والوں کو تکلیف پہنچے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مجلس میں تین آدمی ہوں تو دو آدمی تیسرے آدمی کو چھوڑ کر آپس میں چپکے چپکے باتیں نہ کریں جب تک کہ دوسرے آدمی نہ آ جائیں، یہ اس لئے کہ اگر دو آدمی بات کریں گے تو تیسرے آدمی کو رنج ہوگا اور وہ سمجھے گا کہ شاید میرے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ (صحیح بخاری صفحہ ۹۳۲: ج ۲)

ہاں اگر تین سے زائد آدمی ہوں تو دو آدمی آپس میں آہستہ بات کر سکتے ہیں کیونکہ اس سے دوسرے حاضرین کے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ آئے گا وہ بھی آپس میں اپنی کوئی بات کر لیں گے۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ امَنُوٓا اِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ امَنُوا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تم کو کھلی جگہ دے گا اور جب یہ کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو، جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اللہ ان کے اور ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جنہیں علم عطا ہوا ہے اور اللہ کو سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

مجلس کے بعض آداب اور علماء کی فضیلت

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو دو باتوں کا حکم دیا اول یہ کہ مجلسوں میں بیٹھے ہوں تو بعد میں آنے والوں کو بھی جگہ دیا کریں اور کھل کر بیٹھ جایا کریں، تا کہ مجلس میں گنجائش ہو جائے اور آنے والوں کو جگہ مل سکے، (جب ایسا عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں ان پر کرم فرمائے گا ان کے لئے اپنی رحمت اور مغفرت کو وسیع فرمائے گا۔

آنے والوں کو چاہئے کہ وہ کسی پہلے سے بیٹھے ہوئے شخص کو نہ اٹھائیں اور بھری ہوئی مجلس میں اندر گھسنے کی کوشش نہ کریں اور بیٹھے والوں کو چاہئے کہ آنے والوں کے لئے جگہ نکالیں اور کھل کر بیٹھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی بیٹھنے کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھ جائے ہاں کھل جایا کرو اور مجلس میں وسعت نکال لیا کرو۔ (صحیح بخاری صفحہ ۹۲۸: ج ۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیر المجالس اوسعھا (سب مجلسوں میں بہتر مجلس وہ ہے جو سب سے زیادہ وسیع ہو) اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے تو جہاں جگہ مل جاتی وہیں بیٹھ جاتے تھے۔ (رواہما ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵)

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا تو آپ اس کے لیے اپنی جگہ سے ہٹ گئے اس نے کہا یا رسول اللہ! جگہ میں گنجائش ہے (آپ کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں) آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ مسلمان کا یہ حق ہے کہ اس کا بھائی اسے آتا ہوا دیکھے تو اس کے لیے ہٹ جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۴)

Marfat.com

دوسری نصیحت

یہ فرمائی ﴿وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا﴾ (جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو) اس میں یہ ادب بتایا کہ کسی مجلس میں اتنا زیادہ نہ بیٹھو کہ جس کے پاس بیٹھے ہو جس کے گھر گئے ہو وہ زچ ہو جائے اول تو خود سے موقع شناس ہونا چاہیے کہ کتنی دیر بیٹھنے کا موقع ہے۔ اور مجلس کی صورت حال کیا اور وقت کا تقاضا کیا ہے اگر خود نہ اٹھے اور یہ کہہ دیا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو ضرور ہی اٹھ جانا چاہیے اعلان ہو جانے پر بیٹھے رہنا یہ مزید تکلیف دینے والی بات ہے آیت کی یہ ایک تفسیر ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ آخر تک رسول ﷺ کی مجلس میں بیٹھا رہوں اللہ تعالیٰ شانہ نے آیت بالا میں یہ حکم فرمایا کہ مجلس میں اٹھ جانے کا حکم ہوا کرے تو اٹھ جایا کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری حاجات بھی ہیں۔ اور ایک تفسیر یوں کی گئی ہے کہ نماز اور جہاد امورِ خیر کے لیے اٹھنے کو کہا جائے تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا اللہ ان کو درجات کے اعتبار سے بلند فرما دے گا) یعنی جو احکام اوپر بیان کئے گئے ان پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے اور اہل علم کے درجات بلند فرمائے گا، اگرچہ اہل علم بھی اہل ایمان میں داخل ہیں لیکن ان کا مستقل تذکرہ فرما کر ان کی شان کو بڑھا دیا نیز آیت کریمہ میں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان کے ذریعہ رفع درجات ہوتا ہے پھر علم کی وجہ سے مزید درجات بلند ہوتے ہیں، لیکن اس سے قرآن وحدیث اور اس سے متعلقہ علوم مراد ہیں علماء کی فضیلت نہ صرف عامۃ المسلمین پر بلکہ ان عبادت گزاروں پر بھی ہے جو نوافل میں لگے رہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو عالم فرض پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے پھر لوگوں کو خیر سکھاتا ہے اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا ہے اور راتوں رات قیام کرتا ہے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر ہے۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جسے اس حال میں موت آ گئی کہ وہ اس لئے علم حاصل کر رہا تھا کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (رواہما الدارمی کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۳۶)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن حضرات انبیاء پھر علماء پھر شہداء شفاعت کریں گے۔

﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ (اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے، جو بھی خیر کا کام کرلو گے اس کا پھل پالو گے)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، سو اگر تم نہ پاؤ تو اللہ غفور ہے رحیم ہے، کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات دیا کرو، سو جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے صدقہ کا حکم اور اس کی منسوخی

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں حکم دیا ہے کہ مؤمنین جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی بات کرنے کے لئے آئیں اور سرگوشی کے طور پر خفیہ بات کرنا چاہیں تو اس سے پہلے صدقہ دے دیا کریں اور دوسری آیت میں اس حکم کے منسوخ ہونے کا ذکر ہے۔ مفسر قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ سے سوالات کیا کرتے تھے۔ جب سوالات کا سلسلہ زیادہ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کو شاق گزرنے لگا اللہ تعالیٰ شانہ نے ان سوالات میں تخفیف کرانے کے لیے یہ حکم دیا کہ صدقہ کر کے آپ کی خدمت میں آیا کریں جب ایسا ہوا تو بہت سے لوگ سوال کرنے سے رک گئے، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس میں وسعت دے دی یعنی بغیر صدقہ کئے بھی حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔

حضرت حسنؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو نبی اکرم ﷺ سے خلوت میں گفتگو کرنے کی درخواست کرتے تھے جب آپ سے سرگوشی کرتے تھے تو دوسرے مسلمانوں کو خیال ہوتا تھا کہ شاید ہمارے بارے میں کوئی بات چیت ہو رہی ہے، جب عامۃ المسلمین کو تنہائی میں وقت لینے والوں کا طریقہ کار ناگوار گزرا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حکم فرمایا کہ جنہیں سرگوشی کرنا ہو وہ صدقہ دے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کریں تا کہ خلوت میں وقت مانگنے کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ (تفسیر قرطبی صفحہ ۳۰۱: ج ۱۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا میرے پاس ایک دینار تھا میں نے اس کو دس درہم میں تڑوالیا تھا۔ جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خفیہ مشورہ کرنے کا ارادہ کرتا تھا تو ایک درہم صدقہ کر کے آتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ فرما دیا۔ (ابن کثیر صفحہ ۳۲۶: جلد ۴)

جن لوگوں کے پاس صدقہ دینے کو کچھ نہ تھا ﴿فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ فرما کر پہلے ہی سے ان کو مستثنیٰ فرما دیا تھا، سنن ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً﴾ نازل فرمائی تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے (مسلمان) ایک دینار (صدقہ کر کے آئیں گے) میں نے عرض کیا انہیں اس کی طاقت نہیں، فرمایا آدھا دینار؟ میں نے عرض کیا انہیں اس کی طاقت نہیں، فرمایا پھر کتنا؟ میں نے عرض کیا ایک جو (کے برابر سونا) ہو فرمایا تم تو بہت تھوڑے پر آ گئے اس پر آیت کریمہ ﴿ءَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَاتٍ﴾ نازل ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف فرما دی (قال الترمذی حدیث غریب حسن من ھذا الوجه ومعنی قوله شعیرة یعنی شعیرة من ذھب)

صدقہ دینے کے حکم کا منسوخ ہونا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿ءَأَشْفَقْتُمْ﴾ (الآیۃ) کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات کرو سو اگر اس پر تم نے عمل نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی (کہ بالکل اس کو منسوخ فرما دیا) تو تم دوسرے احکام دینیہ پر پابندی سے عمل کرتے رہو نماز کے پابند رہو زکوٰۃ ادا کرو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ ﴿وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾ میں بتا دیا کہ صدقہ دینے کا جو حکم ہوا تھا اس سے ڈرنا یہ گناہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا اور ﴿فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''اذ' ظرفیہ بھی ہو سکتا ہے اور شرطیہ بھی، پھر لکھا ہے:

والمعنی علی الاول انکم ترکتم ذلك فیما مضی فتدار کوه بالمثابرة علی اقامة الصلوة وایتاء الزکوٰة۔

یعنی جب تم نے حکم پر عمل نہ کیا تو اس کا اس طرح تدارک کرو کہ نمازوں کی خوب پابندی کرو اور زکوٰتیں ادا کیا کرو۔ قلت ومعنی الشرطیة یؤل الی ذلك۔

Marfat.com

آخر میں فرمایا ﴿وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (اور اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے)۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى
الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾
اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ
اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ
حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جن پر اللہ کا غضب ہوا نہ وہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے، اور وہ جانتے ہوئے جھوٹ پر قسم کھاتے ہیں، اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا ہے، بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا سو اللہ کے راستہ سے روک دیا، لہٰذا ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، ہرگز ان کے اموال اور اولاد اللہ سے بچانے کے لئے کچھ کام نہ آئیں گے یہ دوزخ والے ہیں اس میں، ہمیشہ رہیں گے، جس روز اللہ ان کو دوبارہ زندہ فرمائیگا سو وہ اس کے لئے بھی ایسی قسمیں کھائیں جیسی قسمیں تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور وہ خیال کر رہے ہیں کہ ہم کسی اچھے حال میں ہیں خبردار بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں، شیطان نے اُن پر غلبہ پالیا، سوانہوں نے اللہ کا ذکر بھلا دیا، یہ شیطان کا گروہ ہے، خبردار بیشک شیطان کا گروہ خسارے میں پڑ جانے والا ہے بے شک جو لوگ اللہ کا اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔

منافقین کا بدترین طریق کار، جھوٹی قسمیں کھانا، اور یہودیوں کو خبریں پہنچانا

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں جنہوں نے ظاہراً اسلام کا دعویٰ کیا لیکن اندر سے یہودیوں سے دوستی جاری رکھی مومنین کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے جو ان کے راز معلوم ہو جایا کرتے تھے وہ یہودیوں تک پہنچا دیا کرتے تھے، اس کے بعد ایک قصہ یوں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن نبتل نامی ایک یہودی تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھا کرتا تھا پھر آپ کی باتیں (جو عام کرنے کی نہ تھیں) یہودیوں کو پہنچا دیتا تھا ایک دن یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے آپ نے خود ہی فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئے گا جس کا قلب جبار ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اس شخص کی آنکھیں نیلی تھیں جب پہنچ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی مجھے برے الفاظ میں کیوں یاد کرتے ہیں وہ قسم کھا گیا کہ نہیں ایسی بات تو نہیں ہے اور اپنے ساتھی کو بھی لے کر آ گیا وہ بھی اسی طرح جھوٹی قسمیں کھا گیا اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ارشاد فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا﴾ کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جو ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جن پر اللہ کا غصہ ہے (ان سے یہودی مراد ہیں) ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ یہ لوگ یہودیوں سے ان کا دوست بن کر ملتے ہیں اور تمہارے پاس آ کر یہ بتاتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں، اور یقینی قطعی بات یہ ہے کہ یہ لوگ نہ ان میں سے ہیں نہ تم میں سے (جو شخص مطلب کا یار ہوتا ہے وہ ظاہر میں ہر اس شخص اور اس جماعت کا ساتھی بن جاتا ہے جس سے مفاد وابستہ ہو، لیکن اخلاص کے ساتھ وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہوتا)،

Marfat.com

منافق ہر فریق کے پاس جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تمہارا ہوں لیکن حقیقت میں وہ کسی کا بھی نہیں ہوتا، اسی کو سورۃ النساء میں فرمایا ہے ﴿مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾ (الآیۃ) نہ وہ ان کی طرف ہیں نہ ان کی طرف، جو اعمال کرتے ہیں وہ بھی دکھاوے کے لئے تاکہ ان کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ہمارے ساتھ ہے حالانکہ وہ کسی کے ساتھ بھی نہیں ہوتے۔

ان منافقوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹی قسم کھاتے ہیں اور یہ قسم بھی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ یہ جانتے ہوئے جھوٹی قسم کھاتے ہیں کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں جھوٹی قسم کھا رہے ہیں۔

پھر فرمایا ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ (الآیات الثلث) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار فرمایا ہے، یہ برے عمل کرتے تھے جھوٹی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنالیتے تھے اور اس طرح اللہ کی راہ سے روکتے تھے ان کے لئے عذاب شدید بھی ہے اور عذاب مہین بھی یعنی ''ذلیل کرنے والا عذاب'' یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے جو منافقانہ طرز اختیار کیا ہے اس میں ہمارے مالوں کی حفاظت بھی ہے اور ہماری اولاد کی بھی، ان کا یہ سمجھنا غلط ہے جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ تو وہاں عذاب سے چھڑانے کے لئے نہ کوئی مال نفع دے گا نہ اولاد کام آئے گی جن کی حفاظت کے لئے یہ مکروفریب اختیار کرتے رہے ہیں اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں وہ لوگ اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے ان کو دوزخ میں جانا ہی ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

اس کے بعد ان لوگوں کی جھوٹی قسم کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اتنی ہی سی بات نہیں ہے کہ دنیا میں تمہارے سامنے یہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ان کی بدحالی کا تو یہ عالم ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ انہیں قبروں سے اٹھائے گا اور میدان حشر میں حاضر فرمائے گا اور وہاں ان سے ان کے کفر اور ان کی شرارتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھوٹی قسمیں کھا جائیں گے۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ خوب سمجھ لیا جائے کہ یہ لوگ جھوٹے ہی جھوٹے ہیں، جھوٹ بھی بولتے ہیں اور اسے کمال بھی سمجھتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ دیکھو ہم کیسے اچھے رہے جھوٹ بولا تو کیا ہے اپنا کام تو نکال ہی لیا، دنیا کی مطلب پرستی کی طرف ان کو دھیان ہے آخرت کے عذاب کی طرف کچھ دھیان نہیں۔

مخالفین پر شیطان کا غلبہ، آخرت میں خسارہ اور رسوائی:

﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ﴾ (الآیۃ)، (شیطان نے ان پر غلبہ پالیا سو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی) اللہ کی یاد سے غافل ہیں تو آخرت کے مواخذہ اور محاسبہ سے بھی غافل ہیں بس ان کے سامنے دنیا ہی دنیا ہے چونکہ شیطان کا ان پر غلبہ ہے وہ ان پر برے اعمال کو اچھا کر کے پیش کرتا ہے اور کفر اور شرک اور معاصی میں ان کا فائدہ بتاتا ہے اس لیے یہ لوگ شیطان ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ﴾ (ان کا گروہ شیطان کا گروہ ہے) یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہم کامیاب ہیں ان کی یہ غلط فہمی قیامت کے دن دور ہو جائے گی جب ﴿خسروا انفسهم واهليهم يوم القيمة﴾ کا مصداق بنیں گے نہ کچھ مال پاس ہوگا نہ اولاد فائدہ دے گی اور اپنی جانوں کو عذاب سے چھڑانے کی کوئی راہ نہ پائیں گے بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، اسی کو فرمایا ﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (خبردار اس میں کوئی شک نہیں کہ شیطان کا گروہ برباد ہی برباد ہے)۔

اس کے بعد ان سب لوگوں کی بدحالی بیان فرمائی جو کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا یہ لوگ ان لوگوں میں ہوں گے جو بہت زیادہ ذلت والے ہوں گے دوزخ میں جو شخص داخل ہوگا ذلیل ہوگا، سورہ آل عمران میں مومنین کی دعاء نقل فرمائی ہے۔ ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ﴾ (اے ہمارے رب تو جسے دوزخ میں

Marfat.com

داخل فرمائے گا، اسے رسوا فرما دے گا) اہل دوزخ کے بہت سے گروہ ہوں گے جس جس درجہ کا جو شخص اہل ہوگا اسی کے لائق عذاب اور ذلت اور رسوائی میں مبتلا کیا جائے گا، منافقین کے بارے میں سورہ نساء میں فرمایا ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (بلاشبہ منافقین آگ کے سب سے نیچے والے درجہ میں ہوں گے) بہت سے لوگ منافق نہیں ہوتے کھلے ہوئے کافر ہوتے ہیں اور اپنی دشمنی اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر تلے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں پیشگی خبر دے دی اور مستقل قانون بتا دیا کہ یہ لوگ ذلیل ترین لوگوں میں ہوں گے۔ اعاذنا اللہ من عذابہ وسخطہ۔

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

اللہ نے لکھ دیا ہے میں ضرور ضرور غالب رہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ قوی ہے عزیز ہے، آپ نہ پائیں گے ایسے لوگوں کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی رکھتے ہوں اس شخص سے جو مخالفت کرتا ہو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کنبہ کے لوگ ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا اور اپنی رحمت کے ذریعہ ان کی تائید فرما دی اور وہ ان کو داخل فرمائے گا ایسی بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں، یہ جماعت اللہ کا گروہ ہے خبردار بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے

ایمان والے اللہ تعالیٰ کے دشمن سے دوستی نہیں رکھتے اگرچہ اپنے خاندان والا ہی کیوں نہ ہو

یہ دو آیات کا ترجمہ ہے ان سے پہلی آیات میں منافقین کی حرکتوں اور شرارتوں کا اور جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کریں ان کی بدحالی اور بربادی کا ذکر تھا، ان آیات میں اہل ایمان کی بعض صفات خاصہ کا اور ان کی کامیابی کا تذکرہ فرمایا، ارشاد فرمایا جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ایسا نہیں کر سکتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے اس سے دوستی کریں، جب اللہ پر ایمان لے آئے جو پیدا فرمانے والا ہے سب سے بڑا ہے تو اس کے مخالفوں سے دوستی کرنے کا کوئی موقع نہیں رہا سچے مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ پر بھی ایمان لائے اور اس کے دشمنوں سے بھی دوستی کا تعلق رکھے، جو اللہ کا ہو گیا وہ اور کسی کا نہیں رہا اس کی دوستی دشمنی اللہ ہی کے لیے ہے وہ جیے گا اللہ کے لیے مرے گا اللہ کے لیے تعلق رکھے گا اللہ کے لیے تعلق توڑے گا اللہ کیلئے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من احب للہ و ابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔ (رواہ ابوداؤد) (جس نے محبت کی اللہ کے لئے اور نفرت کی اللہ کے لئے اور دیا اللہ کے لئے اور روک لیا اللہ کے لئے اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا) آیت بالا میں یہی فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اب وہ اس شخص سے محبت نہیں رکھتے جو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا مخالف ہو، اللہ کے تعلق اور محبت کی وجہ سے اگر انہیں اپنے خاص عزیزوں اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور اپنے قبیلوں سے تعلق توڑنا پڑے تو ان سے تعلق توڑ دیں گے اور نہ صرف یہ کہ تعلق توڑ دیں گے بلکہ قتل و قتال کی نوبت آئے تو قتل بھی کر دیں گے جو اللہ کا دشمن ہے اہل ایمان کا بھی دشمن ہے دینی دشمنی کے سامنے رشتے داری کی کوئی حقیقت نہیں۔

Marfat.com

غزوۂ بدر میں حضرات صحابہ نے ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کافر رشتہ داروں کو قتل کر دیا

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسے متعدد واقعات پیش آئے کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے دشمن اسلام کو یہ جانتے ہوئے قتل کر دیا کہ یہ میرا باپ ہے یا بھائی ہے یا کنبہ کا فرد ہے چنانچہ غزوہ بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے اپنے باپ جراح کو قتل کر دیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کو قتل کر دیا تھا۔

مفسر ابن کثیر نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں یہ مثالیں لکھی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے والد سے کہا کہ ابا جان جنگ بدر کے موقع میں کئی بار ایسا موقع پیش آیا کہ میں آپ کو قتل کر سکتا تھا لیکن میں بچ کر نکل گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرا موقع لگ جاتا تو میں قتل کر دیتا تجھے چھوڑ کر آگے نہ بڑھتا۔ (ذکرہ فی سیرۃ ابن ہشام)

غزوہ بدر کے موقع پر یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ جب مشرکین اور مسلمین کا آمنا سامنا ہوا تو مشرکین مکہ نے باقاعدہ جنگ شروع ہونے سے پہلے شخصی مقاتلہ اور مقابلہ کے لئے دعوت دی اس پر حضرت انصار میں سے تین آدمی آگے بڑھے۔ مشرکین مکہ نے کہا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم انصار میں سے چند آدمی ہیں! وہ کہنے لگے ہمیں تمہاری کوئی حاجت نہیں ہمارے بنی عم یعنی چچازاد بھائیوں کو ہمارے سامنے لاؤ اور زور سے پکار کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہماری قوم میں سے ہمارے برابر کے لوگ مقابلہ کے لئے بھیجئے، آپ نے حضرت عبیدۃ بن الحارث اور حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو مقابلہ میں آنے کا حکم دیا آپس میں مقابلہ ہوا تو حضرت عبیدہ بن حارثؓ نے عتبہ پر اور عتبہ نے حضرت عبیدہ پر حملہ کیا ہر ایک کی ضرب سے ایک دوسرا نیم جان ہو گیا اور حضرت حمزہؓ نے شیبہ کو اور حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کر دیا پھر ان دونوں حضرات نے عتبہ کو بھی قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو اٹھا کر لے آئے پھر ان کی روح پرواز کر گئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اشھد انک شھید" میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۷۳: ج ۳)

یہ واقعہ ہم نے یہ بتانے کے لئے لکھا ہے کہ کافر اپنے کفر پر جم کر کفر کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر اتنے آگے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہیں یہ منظور نہیں کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے کسی قبیلے کے افراد سے جنگ کریں، انہوں نے اس بات کو ترجیح دی کہ ہم اپنے چچازاد بھائیوں کو قتل کریں گے جب اہل کفر کا یہ جذبہ ہے تو اہل ایمان اللہ و رسول کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اور ایمان کے دشمنوں کو قتل کرتے وقت یہ کیوں دیکھیں کہ ہم جسے قتل کر رہے ہیں یہ ہمارا کوئی عزیز قریب تو نہیں ہے، جب اللہ ہی کے لئے مرنا ہے اور اللہ ہی کے لئے مارنا ہے تو جو لوگ اللہ کے دشمن ہیں ان پر رحم کھانے کی کوئی وجہ نہیں اور اس موقعہ پر اپنے اور پرائے میں فرق کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ (اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا) یعنی ثابت فرما دیا اور جما دیا۔ ﴿وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ (انہیں اپنی روح کے ذریعہ قوت دے دی) صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ روح سے نور القلب مراد ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے نور ڈال دیتا ہے اس کے ذریعہ اطمینان ہوتا ہے اور معارج تحقیق پر عروج نصیب ہوتا ہے۔ ﴿وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ (اور انہیں داخل فرمائے گا ایسی جنتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں) ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ﴾ (یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں) ﴿الا ان حزب الله هم المفلحون﴾ (خبردار اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے)۔

وهذا آخر تفسير سورة المجادله، والحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين و على اله وصحبه اجمعين

Marfat.com

آیاتہا ۲۴ — ۵۹ سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۱ — رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الحشر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تین رکوع اور چوبیس آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ
يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ
كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے، اللہ وہ ہی ہے جس نے کافروں کو یعنی اہل کتاب کو پہلی بار گھروں سے نکال دیا، تمہارا گمان نہ تھا کہ وہ لوگ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے سو ان پر اللہ کا انتقام ایسی جگہ سے آ گیا جہاں سے ان کا خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے، سوائے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا میں عذاب دیتا اور ان کے لئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے، اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے گا، سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

یہودیوں کی مصیبت اور ذلت اور مدینہ منورہ سے جلاوطنی

یہاں سے سورۃ الحشر شروع ہو رہی ہے حشر عربی میں جمع کرنے کو کہتے ہیں اپنی جگہ چھوڑ کر جب کسی جگہ کوئی قوم جمع ہو جائے اس کو حشر کہا جاتا ہے قیامت کے دن کو بھی حشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ دنیا کے مختلف اطراف واکناف کے لوگ جمع ہوں گے۔ یہاں اول الحشر سے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کا مدینہ منورہ سے نکالا جانا اور خیبر میں جمع ہونا مراد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے سو میل کے فاصلہ پر شام کے راستہ میں پڑتا ہے ان لوگوں کا یہ ترک وطن رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہوا تھا پھر دوبارہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر سے بھی نکال دیا اور شام کے علاقہ اریحاء اور تیماء اور اذرعات میں جا کر بس گئے تھے، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اول الحشر سے ان کا پہلی بار مدینہ منورہ سے نکل جانا مراد ہے اور حشر ثانی سے وہ اخراج مراد ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا، اسی لفظ (اول الحشر) کی وجہ سے اس سورہ کو سورۃ الحشر کہا جاتا ہے اور چونکہ اس میں بنی نضیر کے اخراج کا ذکر ہے اس لیے حضرت ابن عباسؓ اس کو سورہ بنی نضیر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

شروع سورت میں یہ بیان فرمایا کہ آسمانوں اور زمین پر جو کچھ ہے سب اللہ کی تسبیح یعنی پاکی بیان کرتے ہیں پھر یہ بیان فرمایا کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عزیز ہے زبردست ہے غلبہ والا ہے اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا اور حکیم بھی ہے وہ حکمت کے مطابق اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے تین قبیلے موجود تھے:

(۱) قبیلہ بنی نضیر (۲) قبیلہ بنی قریظہ (۳) قبیلہ بنی قینقاع

یہ قبیلے ذرا قوت والے تھے آنحضرت ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہود نے آپ سے معاہدہ کر لیا تھا کہ ہم آپ سے جنگ نہیں کریں گے اور اگر کوئی فریق حملہ آور ہوگا تو آپ کے ساتھ مل کر اس کا دفاع کریں گے پھر ان لوگوں نے معاہدہ کو توڑ دیا قبیلہ بنی قریظہ کا انجام سورۃ الاحزاب کے رکوع نمبر ۳ میں گزر چکا ہے اور قبیلہ قینقاع کا انجام سورۃ آل عمران کی آیت شریفہ ﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ﴾ کے ذیل میں گزر چکا ہے اور اسی سورت کے دوسرے رکوع میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان کا ذکر آئے گا، یہاں ان آیات میں قبیلہ بنی نضیر کا ذکر ہے۔

قبیلہ بنی نضیر کی جلا وطنی کا سبب

۲ ہجری میں غزوہ بدر کا اور ۳ ہجری میں غزوہ احد کا واقعہ پیش آیا اور قبیلہ بنی نضیر کی جلا وطنی کا واقعہ کسی نے غزوہ احد سے پہلے اور کسی نے غزوہ احد کے بعد لکھا ہے واقعہ یوں ہوا کہ قبیلہ بنی عامر کے دو شخصوں کی دیت کے بارے میں یہود بنی نضیر کے پاس آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ ان دو شخصوں کو عمرو بن امیہ نے قتل کر دیا تھا آنحضرت سرور دو عالم ﷺ کو ان کی دیت ادا کرنی تھی آپ نے بنی نضیر سے فرمایا کہ دیت کے سلسلہ میں مدد کرو، ان لوگوں نے کہا آپ تشریف رکھیے ہم مدد کریں گے، ایک طرف تو آپ سے یہ بات کہی اور آپ کو اپنے گھروں کی ایک دیوار کے سایہ میں بٹھا کر یہ مشورہ کرنے لگے کہ اس سے اچھا موقع نہیں مل سکتا کوئی شخص اس دیوار پر چڑھ جائے اور ایک پتھر پھینک دے ان کی موت ہو جائے تو ہمارا ان سے چھٹکارا ہو جائے، ان میں سے ایک شخص عمرو بن جحاش تھا اس نے کہا یہ کام میں کر دوں گا وہ پتھر پھینکنے کے لیے اوپر چڑھا اور ادھر رسول اللہ ﷺ کو ان کے مشورہ کی آسمان سے خبر آ گئی کہ ان لوگوں کا ایسا ایسا ارادہ ہے آپ کے ساتھ حضرات ابوبکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم بھی تھے آپ جلدی سے اٹھے اپنے ساتھیوں کو لے کر شہر مدینہ منورہ تشریف لے گئے شہر میں تشریف لا کر آپ نے اپنے صحابی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کے پاس بھیجا کہ ان سے کہہ دو کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ، آپ کی طرف سے تو یہ حکم پہنچا اور منافقین نے ان کی کمر ٹھونکی اور ان سے کہا کہ تم یہاں سے مت جانا اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور اگر تمہارے ساتھ جنگ ہوئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ لڑیں گے (اس کا ذکر سورت کے دوسرے رکوع میں ہے) اس بات سے یہود بنی نضیر کے دلوں کو وقتی طور پر تقویت ہوگئی اور انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلیں گے جب ان کا یہ جواب پہنچا تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو جنگ کی تیاری کا اور ان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا آپ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر مدینہ بنا کر صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور وہاں جا کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ وہ لوگ اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دے دیا جب بنی نضیر کے پاس کھانے کا سامان ختم ہو گیا اور ان کے درخت بھی کاٹ دیئے اور اور جلا دیئے گئے۔ اور ادھر انتظار کے بعد منافقین کی مدد سے ناامید ہو گئے تو خود رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہمیں جلا وطن کر دیں اور ہماری جانوں کو قتل نہ کریں اور ہتھیاروں کے علاوہ جو مال ہم اونٹوں پر لے جا سکیں وہ لے جانے دیں۔ آپ نے ان کی یہ بات قبول کر لی، پہلے تو انہوں نے تڑی دی تھی کہ ہم نہیں نکلیں گے پھر جب مصیبت میں پھنسے تو خود ہی جلا وطن ہونا منظور کر لیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور بہادری کے دعوے اور مقابلے کی ڈینگیں سب دھری رہ گئیں، آپ نے چھ دن ان کا محاصرہ فرمایا اور مورخ واقدی کا بیان ہے کہ پندرہ دن ان کا محاصرہ رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی کہ

Marfat.com

ہر تین آدمی ایک اونٹ لے جائیں جس پر نمبر وار اترتے چڑھتے رہیں۔ مورخ ابن اسحاق نے بیان کیا کہ وہ لوگ اپنے گھروں کا اتنا سامان لے گئے جسے اونٹ برداشت کر سکتے تھے۔ سامان ساتھ لے جانے کے لیے اپنے گھروں کو اور گھر کے دروازوں کو توڑ رہے تھے اور مسلمان بھی ان کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ اسی کو آیت کریمہ میں ﴿یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ سے تعبیر فرمایا ہے، یہ لوگ اونٹوں پر سے سامان لے کر روانہ ہو گئے ان میں سے بعض لوگ خیبر میں مقیم ہو گئے اور بعض شام کے علاقوں میں داخل ہو گئے جب یہ لوگ خیبر میں داخل ہوئے تو وہاں کے لوگ بہت خوش ہوئے اور گانوں اور باجوں سے ان کا استقبال کیا، یہ سب تفصیل حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھی ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ہم قلعوں میں چھپ کر اپنی جانیں بچا لیں گے۔ مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ یہ لوگ نکلنے پر راضی ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا اور خود ہی جلا وطن ہونے پر تیار ہو گئے جس کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا۔

اس تفصیل کے بعد آیات بالا کا ترجمہ دوبارہ مطالعہ کریں۔

ان لوگوں کا ایمان قبول کرنے سے منکر ہونا اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلے کے لیے تیار ہو جانا ایسا عمل تھا کہ ان کو دنیا میں عذاب دے دیا جاتا جیسا کہ قریش مکہ بدر میں قتل کیے گئے، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ دیا تھا کہ ان کو دنیا میں جلا وطنی کا عذاب دیا جائے گا (جس میں ذلت بھی ہے اور اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے توڑنا بھی ہے اور اپنے مالوں کو چھوڑ کر جانا بھی ہے) اس لیے دنیا میں اس وقت جلا وطنی کی سزا دی گئی اور آخرت میں بہرحال ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔ اس مضمون کو ﴿وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ﴾ میں بیان کیا گیا ہے۔

پھر فرمایا ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (الایۃ) یعنی یہ سزا ان کو اس لیے دی گئی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے گا سو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے، بنی قینقاع کو پہلے جلا وطن کر دیا گیا تھا اور بنی نضیر اپنے اس معاہدہ شکنی پر جلا وطن کیے گئے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا باہمی مشورہ کر کے خفیہ پروگرام بنایا تھا۔ بنی قریظہ کا حال سورہ احزاب کے تیسرے رکوع کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے ان لوگوں نے غزوہ احزاب کے موقع پر قریش مکہ اور ان کے ساتھ آنے والی جماعتوں کی مدد کی تھی۔ ان تینوں قبیلوں کے علاوہ یہود کے چھوٹے بڑے اور بھی چند قبیلے مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ ان کے نام ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرۃ النبی ﷺ میں لکھے ہیں۔

سارے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تھا ان میں قبیلہ بنی قینقاع اور قبیلہ بنو حارثہ بھی تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بنی قینقاع سے تھے۔ (صحیح بخاری ص ۵۷۴ ج ۲ صفحہ مسلم ص ۹۴ ج ۲)

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىِٕمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ۝۵ وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۶ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۷

Marfat.com

تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، سو یہ اللہ کے حکم سے ہوا اور تا کہ اللہ کافروں کو ذلیل کرے۔ اور جو کچھ مال فئی ان سے اللہ نے اپنے رسول کو دلوایا سو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ دوڑائے اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے، اللہ نے جو کچھ اپنے رسول کو بستیوں کے رہنے والوں سے بطور فئی مال دلوا دیا سو وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور قرابت داروں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے ہے تا کہ یہ مال ان لوگوں کے درمیان دولت بن کر نہ رہ جائے جو مال دار ہیں اور رسول جو کچھ عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

یہودیوں کے متروکہ درختوں کو کاٹ دینا یا باقی رکھنا دونوں کام اللہ کے حکم سے ہوئے

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کا محاصرہ کیا اور وہ لوگ اپنے قلعوں میں اپنے خیال میں محفوظ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دے دیا اس پر یہودیوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم آپ تو زمین میں فساد سے منع کرتے ہیں کیا یہ درختوں کا کاٹنا فساد نہیں ہے اور بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ بعض مہاجرین نے مسلمانوں کو منع کیا کہ کھجوروں کے درختوں کو نہ کاٹیں، کیونکہ یہ مسلمانوں کو بطور غنیمت مل جائیں گے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے کی اجازت دے دی تھی پھر منع فرمایا تھا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا ان درختوں کو کاٹنے میں کوئی گناہ ہے یا ان کے چھوڑ دینے پر کوئی مواخذہ کی بات ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۲۳ ج ۴)

یعنی تم نے جو بھی کھجوروں کے درخت کاٹ دیے یا انہیں ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، سو یہ سب اللہ کی اجازت سے ہے۔ جو کام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اور دینی ضرورت سے ہو اس میں گناہگار ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

ان کھجوروں کے کاٹنے میں جو دینی ضرورت تھی اس کو ﴿ولیخزی الفاسقین﴾ میں فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ ان درختوں کے جلانے میں بددین یہودیوں کا ذلیل کرنا بھی مقصود ہے اپنے باغوں کو جلتا ہوا دیکھ کر ان ... بھی جلیں گے اور ذلت بھی ہوگی اور اس کی وجہ سے قلعے چھوڑ کر ہار ماننے اور صلح کرنے پر راضی ہوں گے۔

چنانچہ یہودی یہ منظر دیکھ کر راضی ہو گئے کہ ہمیں مدینہ سے جانا منظور ہے پھر وہ مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر چلے گئے جس کا قصہ گزر رہا ہے دنیاوی سامان کی حفاظت ہو، تخریب ہو اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو تو اس میں ثواب ہی ثواب ہے گناہ کا احتمال ہی نہیں۔

اموال فئی کے مستحقین کا بیان

لفظ افاء یعنی باب افعال سے ماضی کا صیغہ ہے فاء یفوء فاءً لوٹا یا، چونکہ کافروں کا مال مسلمانوں کو مل جاتا ہے ان کی املاک ختم ہو جاتی ہیں اور مسلمانوں کی ملک میں آ جاتی ہیں۔ اس لیے جو مال جنگ کیے بغیر بطور صلح مل جائے اس کو فئی کہتے ہیں اور جو مال جنگ کر کے ملے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں۔

مال غنیمت کے مصارف دسویں پارے کے شروع میں بیان فرما دیئے گئے ہیں اور مال فئی کے مصارف یہاں بیان فرمائے ہیں۔

بنی نضیر کے مال بطور صلح مل گئے اور اس میں کوئی جنگ لڑنی نہیں پڑی تھی لہٰذا ان اموال میں کسی کو کسی حصہ کا استحقاق نہیں تھا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ بات آئی کہ ہمیں ان اموال میں سے حصہ دیا جائے، اس وسوسہ کو دفع فرما دیا اور فرمایا ﴿فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ﴾ (کہ تم نے ان میں اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے) یعنی تمہیں ان میں کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑی اور کوئی جنگ نہیں لڑنی پڑی۔

Marfat.com

﴿وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ﴾ (اور لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دے) یعنی پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو جس پر چاہا مسلط فرما دیا اور اب محمد رسول اللہ ﷺ کو بنی نضیر پر مسلط فرما دیا لہٰذا ان اموال کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو ہی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے) چونکہ بنی نضیر کے اموال قتال کے بغیر حاصل ہوئے تھے اس لیے انہیں اموال غنیمت کے طور پر تقسیم نہیں فرمایا۔ اس کے بعد اموال فئی کے مصارف بیان فرمائے ارشاد فرمایا ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ (الآیۃ) اللہ نے جو کچھ اپنے رسولوں کو بستیوں کے رہنے والوں سے بطور فئی دلوا دیا سو وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور قرابت داروں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے ہے۔ اموال بنی نضیر کے علاوہ بعض دیگر بستیاں بھی بطور مال فئی رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں آ گئی تھیں جن میں سے فدک زیادہ مشہور ہے۔ خیبر کے نصف حصہ کا اور بنی عرینہ کے اموال کا ذکر بھی مفسرین کرام نے لکھا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں اموال فئی کے مصارف بتائے ہیں اول فَلِلّٰهِ فرمایا بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر تبرک کے لیے ہے جیسا کہ خمس کے بارے میں ﴿فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ فرمایا ہے اور بعض حضرات نے اس کی یوں تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ جیسے چاہے ان کو خرچ کرنے کا حکم دے اس میں کسی کو اپنی طرف سے کچھ تجویز کرنے یا کسی کا حصہ بتانے اور طے کرنے کا کوئی حق نہیں پھر فرمایا وللرسول مال فئی اللہ کے رسول کے لیے ہے یعنی ان اموال کا اختیار اللہ پاک کی طرف سے آپ کو دے دیا گیا ہے اور آپ ان کے مصارف بتا دیئے ہیں (مال غنیمت کی طرح یہ مال صرف نہیں کیے جائیں گے اور نہ ان میں سے خمس نکالا جائے گا)۔ (علی ما ذهب اليه الامام ابو حنيفه رحمه الله)

مفسرین نے لکھا ہے کہ مال فئی پر رسول اللہ ﷺ کو مالکانہ اختیار حاصل تھا پھر ان کے جو مصارف بیان فرمائے یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے مالکوں کو اموال کے بارے میں احکام دیئے گئے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ پر خرچ کرو۔ تیسرا مصرف بتاتے ہوئے ﴿وَلِذِي الْقُرْبٰى﴾ ارشاد فرمایا۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کے اہل قرابت مراد ہیں، ان کے بعد چوتھا اور پانچواں اور چھٹا مصرف بتاتے ہوئے ﴿وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ فرمایا، یعنی اموال فئی یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر بھی خرچ کیے جائیں۔

حسب فرمان باری تعالیٰ شانہ اموال فئی کو آپ اپنے ذوی القربیٰ پر اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین پر اپنی صوابدید سے خرچ کر دیتے تھے اسی سلسلہ میں یہ بھی تھا کہ آپ مال فئی میں سے اپنے گھر والوں کے لیے ایک سال کا خرچہ نکال لیتے تھے اور جو مال بچ جاتا تھا اسے مسلمانوں کی عام ضروریات میں مثلاً جہاد کے لیے ہتھیار فراہم کرنے کے لیے خرچ فرما دیتے تھے۔

گو آپ کو ان اموال کا مالکانہ اختیار حاصل تھا لیکن چونکہ آپ نے وفات سے پہلے یہ فرما دیا تھا کہ لا نورث ما ترکنا صدقة (کہ ہماری میراث مالی جاری نہ ہوگی ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا) (صحیح بخاری ص ۴۳۶ ج ۱) اس لیے ان اموال میں میراث جاری نہیں کی گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرات خلفاء راشدین نے بھی ان اموال کو انہیں مصارف میں خرچ کیا جن میں رسول ﷺ خرچ فرماتے تھے امام المسلمین کو جب اموال فئی حاصل ہو جائیں تو اسے مالکانہ اختیار حاصل نہیں ہوں گے۔ بلکہ حاکمانہ اختیار حاصل ہوں گے اور وہ مذکورہ بالا مصارف میں اور مسلمانوں کی عام ضروریات میں مثلاً جہاد کے لیے ہتھیار فراہم کرنے کے لیے پل کرنے، سڑکیں بنانے، مجاہدین اور ان کے گھر والوں کی حاجتیں پوری کرنے اور علماء کرام پر خرچ کرنے اور قضاۃ اور عمال کی ضرورت پوری کرنے میں خرچ کرے گا۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ذوی القربیٰ سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مراد

Marfat.com

ہیں پھر لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ ان حضرات کو اموال فیئ میں سے حصہ دیا جائے گا۔ غنی ہوں یا فقیر ہوں اور ﴿لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور حضرت امام مالک کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ امام المسلمین جس طرح چاہے ان حضرات پر خرچ کرے اسے یہ بھی اختیار ہے کہ بعض کو دے بعض کو نہ دے۔ پھر حنفیہ کا مذہب لکھا ہے کہ حضرات ذوی القربیٰ کا حصہ اموال فیئ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد باقی نہیں رہا کیونکہ حضرات خلفاء راشدین نے ان کے لیے علیحدہ حصہ نہیں نکالا ہاں ان حضرات میں جو یتامیٰ اور مساکین وابن السبیل ہوں گے ان کو ان اوصاف ثلاثہ کے اعتبار سے اموال فیئ میں سے دیا جائے گا اور دوسرے مستحقین پر ان کو مقدم کیا جائے گا، پھر یتامی کے بارے میں لکھا ہے کہ اموال فیئ میں سے ان یتامیٰ پر خرچ کیا جائے گا، جو مسلمان ہیں اور فقیر یا مسکین ہیں۔

﴿کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم﴾ اموال فیئ کے مصارف بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ﴿کی لا یکون دولة من الاغنیاء منکم﴾ یعنی اموال فیئ کے مصارف واضح طور پر بیان فرما دیے گئے تا کہ یہ اموال تمہارے مال داروں کے درمیان دولت بن کر نہ رہ جائیں (لفظ دولت دال کے زبر کے ساتھ اور دُولہ دال کے پیش کے ساتھ دونوں طرح عربی زبان کا لغت ہے) مال کو دولت کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں تداول ایدی ہوتا رہتا ہے اور ایک سے ہو کر دوسرے کے پاس جاتا رہتا ہے۔ البتہ اردو کا محاورہ یہ ہے کہ جس کے پاس زیادہ مال ہو اسے دولت مند کہتے ہیں۔ ان الفاظ میں تنبیہ فرما دی کہ اموال فیئ کی تقسیم جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دی ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ یہ اموال مالداروں کے ہی ہاتھوں میں آ کر نہ رہ جائیں۔ جیسا کہ جاہلیت کے زمانے میں ہوتا تھا اور اب بھی ایسا ہی ہے کہ عامۃ الناس کی امداد کے لیے حوادث و مصائب کے مواقع میں بعض مالداروں اور حکومتوں کی طرف سے جو مال ملتا ہے اس میں سے تھوڑا سا اہل حاجات پر خرچ کر کے منتظمین ہی مل ملا کر کھا جاتے ہیں جو پہلے سے مالدار ہوتے ہیں، چونکہ تقویٰ نہیں دنیا داری غالب ہے اور مال کی محبت دلوں میں جگہ پکڑے ہوئے ہے اس لیے ایسے مظالم ہوتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے

پھر فرمایا ﴿وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾ (اور رسول اللہ ﷺ جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ)۔ اس میں یہ بتا دیا کہ ہر امر و نہی کا قرآن مجید میں ہونا ضروری نہیں ہے قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بیان فرمائے ہیں اور بہت سے احکام اپنے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ بتائے ہیں ان میں آنحضرت ﷺ کے اعمال بھی ہیں اور اموال بھی اور تقریرات بھی یعنی کسی نے آپ کے سامنے کوئی عمل کیا اور آپ نے منع نہیں فرمایا تو یہ بھی حجت شرعیہ ہے سورہ اعراف میں آپ کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ﴿یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (یعنی آپ ان کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور ان کے لئے خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں)۔

منکرین حدیث کی تردید:

آج کل بہت سے ایسے جاہل لیڈر پیدا ہو گئے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ حدیث شریف حجت شرعیہ نہیں ہے اور اسی لئے بہت سی اسلامی چیزوں کا انکار کرتے ہیں، یہ بہت بڑی گمراہی ہے اور کفر ہے یہ لوگ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کے ماننے والے ہیں اگر قرآن کے ماننے والے ہوتے تو یہ کیوں کہتے کہ حدیث حجت شرعیہ نہیں ہے۔ قرآن میں تو ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور وما اتکم الرسول فخذوہ﴾ فرمایا ہے۔ درحقیقت ایسے لوگوں کا مقصد اسلام میں تحریف کرنا ہے قرآن کو ماننا نہیں ہے، ان لوگوں کو دشمنان اسلام پیسے دے کر اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں کفر پھیلائیں (العیاذ باللہ) صحیح

Marfat.com

بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات له والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور ان عورتوں پر جو (ابرو یعنی بھنوؤں کے بال) چننے والی ہیں (تاکہ بھنویں باریک ہو جائیں) اور خدا کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو حسن کے لئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ بات سن کر ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں؟ فرمایا کہ میں ان لوگوں پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی اور جن پر اللہ کی کتاب میں لعنت آئی ہے، وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے سارا قرآن پڑھ لیا مجھے تو یہ بات کہیں نہ ملی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تجھے ضرور یہ بات مل جاتی کیا تو نے یہ نہیں پڑھا۔ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (اور رسول تم کو جو (ہدایت) دے اسے قبول کرلو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ)۔ یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں یہ قرآن میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے جن کاموں کے کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے لہٰذا قرآن کی رو سے بھی ان کاموں کی ممانعت ثابت ہوئی کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جن باتوں کا حکم دیں ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکیں ان سے رک جاؤ۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۲۵: ج ۲)

یہ مضمون اموال فئی کی تقسیم بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے اس میں یہ بتا دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان اللہ تعالیٰ کے فرمان سے جدا نہیں ہے تقسیم فئی کا جو کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے اس میں آپ جس طرح تصرف فرمائیں وہ تصرف درست ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی رضاء کے موافق ہے۔ آخر میں فرمایا ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے)۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

فقراء مہاجرین کے لئے ہیں جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور رضامندی طلب کرتے ہیں، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہ وہ ہیں جو سچے ہیں۔

حضرات مہاجرین کرام کی فضیلت اور اموال فئی میں ان کا استحقاق

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اموال فئی میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے، مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے اپنے گھر بار اور اموال چھوڑ کر چلے آئے جب مدینہ منورہ پہنچے تو حاجت مند اور تنگ دست تھے ان پر بھی اموال فئی خرچ کئے جائیں۔ اموال اور گھر بار چھوڑ کر ان کا مدینہ آنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی مطلوب ہے ان کی ہجرت کسی دنیاوی غرض سے نہیں ہے وہ جو تکلیفیں ان کو پہنچی تھیں وہ اپنی جگہ ہیں ان کے علاوہ مدینہ منورہ آ کر بھی جہاد میں شریک ہونے کا سلسلہ جاری ہے اور کافروں سے لڑتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے ایمان اور ایمان کے تقاضوں میں سچے ہیں۔

پہلی آیت میں جو یتامیٰ، مساکین اور ابن السبیل کا ذکر فرمایا ہے، اس کے عموم میں فقراء مہاجرین بھی داخل ہیں لیکن خصوصیت کے

Marfat.com

ساتھ بھی ان کا استحقاق ظاہر فرما دیا کیونکہ انہوں نے اللہ کی راہ میں بہت زیادہ تکلیفیں اٹھائی تھیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے دار کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا، جو شخص ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس مال کی وجہ سے کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دیا جائے، اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں حاجت ہو، اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے اوصاف جمیلہ

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ﴾ مہاجرین پر عطف ہے اور ان سے حضرات انصار مدینہ مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ فَیْ کے جو اموال ہیں انصار بھی اس کے مستحق ہیں کہ ان پر خرچ کیا جائے۔ انصار کی تعریف کرتے ہوئے اولاً یوں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کو پہلے ہی سے اپنا ٹھکانا بنالیا تھا، یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے برس ہا برس پہلے ہی مدینہ منورہ میں یمن سے آ کر آباد ہو گئے تھے۔ جو بعد میں دار الایمان بن گیا پھر جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی اور حج کے موقعہ پر منیٰ میں آپ سے ملاقات ہوگئی تو ایمان بھی قبول کرلیا۔ وہاں تو چند آدمیوں نے قبول کیا تھا پھر سارے مدینہ والوں نے ایمان قبول کرلیا اور ایمان کو بھی ایسے چپکے کہ گویا وہ ان کا گھر ہے (جس سے کبھی بھی جدا ہونا نہیں ہے)۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جو حضرات ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں ان کے دلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ دوسرے علاقہ کے لوگ ہمارے یہاں آ بسے ان کی وجہ سے ہماری معیشت پر اثر پڑے گا، یہی نہیں کہ ان کے آنے سے دلگیر نہیں ہوتے بلکہ سچے دل سے ان سے محبت کرتے ہیں۔

تیسری تعریف یوں فرمائی کہ ہجرت کر کے آنیوالوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس کی وجہ سے اپنے سینوں میں کوئی حاجت یعنی حسد اور جلن کی کیفیت محسوس نہیں کرتے یعنی وہ اس کا کچھ اثر نہیں لیتے کہ مہاجرین کو دیا گیا اور ہمیں نہیں دیا گیا۔

اور چوتھی تعریف یوں فرمائی کہ حضرات انصار اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو۔

حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی باہمی محبت:

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرات انصار رضی اللہ عنہم کے حب المہاجرین اور ایثار و قربانی کے متعدد واقعات لکھے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے اور ان مہاجرین کے درمیان ہمارے کھجوروں کے باغوں کی تقسیم فرما دیجئے، آپ نے فرمایا نہیں (میں ایسا نہیں کرتا) اس پر انصار نے مہاجرین سے کہا اچھا آپ لوگ پیداوار کی محنت میں مدد کریں اور ہم آپ لوگوں کو پھلوں میں شریک کرلیں گے۔ اس پر مہاجرین نے کہا یہ ہمیں منظور ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں تکلیف میں ہوں (بھوک سے دوچار ہوں) آپ نے (اس کے کھانے کے لئے) اپنی ازواج مطہرات سے کچھ طلب فرمایا آپ کے گھروں سے جواب آیا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ ایسا کون شخص ہے جو اس شخص کی مہمانی کرے،

Marfat.com

یہ سن کر ایک انصاری صحابیؓ نے کہا کہ میں ان کو ساتھ لے جاتا ہوں چنانچہ انہیں ساتھ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے اس کا اکرام کرنا ہے۔ بیوی نے کہا کہ ہمارے پاس تو بجز بچوں کی خوراک کے کچھ بھی نہیں ہے۔ شوہر نے کہا کھانا تیار کرو اور بچوں کو سلا دو چنانچہ اس نے کھانا پکایا اور بچوں کو سلا دیا پھر جب کھانے بیٹھے تو عورت اس انداز سے اٹھی کہ گویا چراغ کی بتی درست کرتی ہے لیکن درست کرنے کی بجائے اس نے چراغ بجھا دیا مہمان کھاتا رہا اور یہ سمجھتا رہا کہ یہ دونوں بھی میرے ساتھ کھا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے اس کے ساتھ کھانا نہیں کھایا اور رات بھر بھوکے رہے، صبح کو جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضری ہوئی تو یہ میزبان صحابی حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو تمہارا عمل پسند آیا کہ تم بھوکے رہے اور مہمان کو کھلا دیا۔

اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے آیت کریمہ ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ نازل فرمائی۔

(صحیح بخاری صفحہ ۵۳۶: ج ۱)

یہاں جو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بچے مہمان کی بہ نسبت زیادہ مستحق تھے پھر مہمان کو ان کی خوراک کیوں کھلائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بچے اس وقت رات کا کھانا کھا چکے تھے اب خوراک کی ضرورت صبح ناشتہ کے لئے تھی اگر وہ اصلی بھوکے ہوتے تو سلانے سے بھی نہ سوتے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ چراغ جلا کر تین آدمی جو ساتھ بیٹھے اس میں بے پردگی ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

فائدہ: یہ صحابی کون تھے جو مہمان کو ساتھ لے گئے تھے؟ اس کے بارے میں بعض علماء نے حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کا اور بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ کا نام بتایا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دعوت کرنے والے صحابی قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

جو بخل سے بچ گیا وہ کامیاب ہے:

آیت کے آخر میں فرمایا ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس میں کنجوسی کی مذمت کی گئی ہے اور نفس کی کنجوس سے بچنے کو کامیاب ہونے والوں کی ایک امتیازی شان بتائی ہے۔ کنجوسی کی اضافت جو نفس کی طرف کی ہے اس میں ایک نکتہ یہ ہے کہ بعض مرتبہ دل تو خرچ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے لیکن نفس کو مال خرچ کرنے پر آمادہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

مفسر قرطبی لکھتے ہیں کہ بعض اہل لغت کا قول ہے کہ شح بخل سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ پھر صحاح (لغت کی کتاب) سے نقل کیا ہے کہ شح اس بخل کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ حرص بھی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن ظلم اندھیریاں بن کر سامنے آئے گا اور شح (کنجوسی) سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اس نے انہیں آپس میں خون ریزی کرنے پر اور حرام چیزوں کو حلال کرنے پر آمادہ کر دیا۔ (رواہ مسلم) انسان کے مزاج میں کنجوسی ہے جسے سورہ نساء میں ﴿وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ﴾ سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بدترین چیز جو انسان کے اندر ہے وہ کنجوسی ہے جو گھبراہٹ میں ڈال دے اور بزدلی ہے جو جان کو نکال دے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ کنجوسی اور ایمان کبھی کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ دو چیزیں بندے میں جمع نہیں ہوسکتیں ایک بخل اور دوسری بدخلقی (رواہ الترمذی) انسان کا مزاج ہے کہ مال لینے کو تو تیار ہو جاتا ہے دینے کو تیار نہیں ہوتا اسی لئے زندگی میں اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے کا زیادہ ثواب ہے۔ نفس خرچ کرنے کو نہیں چاہتا لیکن پھر بھی نفس کے تقاضوں کو دبا کر مومن آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرتا چلا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ثواب کے اعتبار سے کون سا صدقہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ صدقہ سب سے بڑا ہے کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو تندرست ہو نفس میں کنجوسی ہو تنگدستی کا خوف ہو، مالدار بننے کی امید لگا رکھی ہو پھر فرمایا کہ تو خرچ کرنے میں دیر نہ لگا یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچ جائے تو کہنے لگے گا فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا دینا (اب کہنے سے کیا ہوتا ہے) اب تو فلاں کا ہو ہی چکا (دم نکلتے ہی دوسروں کا ہے)۔ (رواہ البخاری صفحہ ۱۹۱: ج ۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت سو درہم کا صدقہ کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

بہت سے لوگ دنیاوی ضرورتوں گناہوں اور ریاکاریوں میں تو دل کھول کر خرچ کرتے ہیں، بے تحاشا فضول خرچ میں مال اڑا دیتے ہیں لیکن مال سے متعلق فرائض وواجبات ادا نہیں کرتے زکوٰۃ کی ادائیگی کو روکے رکھتے ہیں حج فرض ہو جاتا ہے تو اس کے لئے ہمت نہیں کرتے اور اگر ہمت کر بھی لی تو اسے دنیاداری یعنی ریاکاری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ جلدی جلدی گزرنے لگے گا عمل کم ہو جائے گا اور (دلوں میں) کنجوسی ڈال دی جائے گی اور فتنے ظاہر ہوں گے اور قتل زیادہ ہوں گے۔ (رواہ البخاری صفحہ ۱۰۴۶)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔

(۱) تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے تقویٰ کے تقاضوں پر چلنا۔ (۲) رضامندی میں اور ناراضگی میں حق بات کہنا۔ (۳) مالداری اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرنا۔

اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں۔ ۱۔ خواہشوں کا اتباع کیا جانا۔ ۲۔ کنجوسی (کے جذبات) کی فرمانبرداری کرنا۔ ۳۔ انسان کو اپنے نفس پر گھمنڈ کرنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۳۴)

کنجوسی بری بلا ہے نفس پر قابو پائے اللہ تعالیٰ کی رضا میں مال خرچ کرے اور گناہوں میں خرچ کرنے سے بچے اور فضول خرچی سے بھی بچے یہ کامیابی کا راستہ ہے جسے ﴿وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بخش دے ہم کو اور ان لوگوں کو جو ہمارے بھائی ایمان کیساتھ ہم سے پہلے گزر گئے اور مت کردے ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ ایمان والوں کے لئے اے ہمارے رب بے شک آپ رؤف ہیں رحیم ہیں۔

مہاجرین وانصار کے بعد آنے والے مسلمانوں کا بھی اموال فئی میں استحقاق ہے

اکثر علماء کے نزدیک یہ بھی المہاجرین پر معطوف ہے اور اس میں بعد میں آنیوالے حضرات کا اموال فئی میں حصہ بتایا ہے اور مقصد یہ ہے کہ مہاجرین وانصار کے بعد دیگر مسلمان جو قیامت تک آئیں گے ان سب پر مال فئی میں سے خرچ کیا جائے۔ مفسر ابن کثیر نے

Marfat.com

تفسیر ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت شریفہ ﴿انما الصدقات للفقرآء والمساکین﴾ کی آخر تک تلاوت کی، پھر فرمایا کہ یہ صدقات ان لوگوں کے لئے ہیں (جن کا آیت میں ذکر ہوا) اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ ﴿واعلموا انما غنمتم من شیء﴾ آخر تک تلاوت کی پھر فرمایا کہ اموال غنیمت ان لوگوں کے لئے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں پھر آپ نے ﴿مآ افآء الله علی رسوله﴾ سے ﴿والذین جآء وا من بعدهم﴾ تک تلاوت کی اور یوں فرمایا کہ یہ آیات تمام مسلمین کو شامل ہیں جو بھی کوئی مسلمان ہوگا اموالِ فئی میں اس کا حق ہوگا پھر فرمایا اگر میں زندہ رہ گیا تو ایک بکریاں چرانے والا جو سرد حمیر (ایک قبیلہ کا نام جو مدینہ منورہ سے دور رہتا تھا) میں چرا رہا ہوگا اپنے حصہ کو وہیں پالے گا، اس کے حاصل کرنے میں اس کی پیشانی میں پسینہ تک نہ آیا ہوگا۔ (ابن کثیر صفحہ ۳۴۰: ج ۴)

مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آیت بالا کی تفسیر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ هولاء هم الثالث ممن یستحق فقراء هم من مال الفئ وهم المهاجرون ثم الانصار۔

یعنی اموالِ فئی کے مستحقین کی یہ آخری قسم ہے تینوں قسموں میں سے ان میں سے جو فقراء ہوں گے مال فئی کے مستحق ہوں ہوا کہ اموال فئی میں روافض کا بالکل حصہ نہیں جو حضرات مہاجرین وانصار کا اتباع تو کیا کرتے ان سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں کافر کہتے ہیں۔ وسیجیئنی من قول الامام مالك ان شاء الله تعالیٰ۔

یہ تو اموالِ فئی کے مستحقین کا بیان ہوا آیت کریمہ میں بعد میں آنے والے مومنین کی دو دعاؤں کا بھی تذکرہ فرما دیا ہے۔ پہلی دعاء یہ ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں کہ ''اے ہمارے رب ہماری بھی مغفرت فرما دے اور جو ہمارے بھائی ہم سے پہلے باایمان گزر گئے ان کی بھی مغفرت فرما دے۔'' معلوم ہوا کہ اپنے لئے مغفرت کی دعا کرنے کے ساتھ ان مسلمان بھائیوں کے لئے بھی دعاء مغفرت کرنا چاہئے جو اس دنیا سے گزر گئے دعاء مغفرت سے مغفرت کا بھی فائدہ ہوتا ہے اور رفع درجات کا بھی۔

دوسری دعاء یہ ہے کہ ''اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کھوٹ پیدا نہ فرما''، لفظ غل جس کا ترجمہ کھوٹ کیا گیا ہے بہت عام ہے کینہ، بغض، حسد، جلن یہ لفظ ان سب باتوں کو شامل ہے اس میں ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ فرمایا ہے یعنی جو بھی اہل ایمان گزر گئے دنیا سے جا چکے اور جو موجود ہیں اور جو آئندہ آئیں گے اللہ تعالیٰ ان سب کی طرف ہمارے دلوں کو صاف اور پاک رکھے کسی سے کینہ نہ ہو اور نہ کسی کی طرف سے دل میں برائی لائی جائے۔

حسد، بغض، کینہ اور دشمنی کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس کے بگاڑ سے بچو، کیونکہ یہ مونڈ دینے والی چیز ہے۔ (رواہ الترمذی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پرانی امتوں کا مرض چپکے چپکے تمہاری طرف چل کر آ گیا ہے وہ مرض حسد اور بغض ہے یہ مونڈ دینے والی صفت ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈ دیتی ہیں بلکہ یہ دین کو مونڈ دیتی ہیں۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ہر اس شخص کے بارے میں جس کے دل میں مسلمان بھائی سے دشمنی ہو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) فرمان ہوتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ آپس میں صلح کرلیں۔ (رواہ الترمذی) یہ سب روایات مشکوۃ المصابیح صفحہ ۴۲۸ پر مذکور ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ پرانی امتوں کا مرض تمہارے اندر چل کر آ گیا ہے یہ اس زمانہ میں تھوڑا ہی سا تھا۔ لیکن اب تو

Marfat.com

اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں لڑائیاں بھی ہیں بغض بھی ہے ایک دوسرے کی مخالفت بھی ہے، مار کاٹ بھی ہے اور قتل وقتال بھی، ان حالات میں سچے دل سے کیا دعا نکل سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اہل ایمان کی طرف سے کوئی کھوٹ نہ ہو، دلوں میں کھوٹ بھرا ہوا ہے اور اسے نکالنا بھی نہیں چاہتے۔ جب جمع ہوں گے غیبتیں کریں گے، تہمتیں دھریں گے مسلمانوں کے عیب اچھالیں گے ان حالات میں سینہ کیسے صاف رہ سکتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص میرے صحابہ ﷺ سے متعلق کوئی بات مجھے نہ پہنچائے (جس سے دل برا ہو) کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ (اپنے گھر سے) ان کی طرف اس حال میں نکل کر آؤں کہ میرا سینہ با سلامت ہو۔ (رواہ الترمذی عن عبداللہ بن فضل، از ازواج النبی ﷺ)

روافض کی گمراہی:

اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرات مہاجرین وانصار کے لئے دعا کرنے والوں کے مدح فرمائی لیکن روافض کا یہ حال ہے جو قرآن کریم کو اللہ نازل کی ہوئی کتاب مانتے ہی نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ وہ امام مہدی کے پاس ہے جو غار میں چھپے ہوئے ہیں حضرات صحابہ کرام ﷺ کے بغض سے ان کے سینے بھرے ہوئے ہیں اپنے ایمان کی تو فکر نہیں اور تین چار کے علاوہ باقی صحابہ کو کافر کہتے ہیں ان کے دلوں میں حضرات صحابہ سے بھی بغض ہے اور ان کے طریقہ پر چلنے والوں سے بھی۔

تفسیر ابن کثیر (ج ۴: ص ۳۳۹) میں ہے کہ حضرت عائشہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ کے لئے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا لیکن لوگوں نے انہیں برا کہنا شروع کر دیا پھر انہوں نے آیت کریمہ ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ آخر تک تلاوت فرمائی۔

حضرت عامر شعبیؒ نے مالک بن مغولؒ سے فرمایا کہ ایک بات میں یہود روافض سے بڑھ گئے جب یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تم میں سب سے بڑھ کر کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا حضرت موسیٰ کے اصحاب ہم میں سب سے بہتر ہیں اور نصاریٰ سے پوچھا گیا کہ تم میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ ﷺ کے حواری سب سے بہتر ہیں، جب روافض سے پوچھا گیا کہ تمہارے دین میں سب سے برے لوگ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سب سے برے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے استغفار کرنے کا حکم ہے اور وہ انہیں برا کہتے ہیں۔ (معالم التنزیل صفحہ ۳۲۰ ج ۴)

مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے کیا اچھا مستنبط کیا انہوں نے فرمایا کہ کسی رافضی کا اموال فئی میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ قرآن نے جن لوگوں کو حضرات مہاجرین اور انصار کے بعد اموال فئی کا مستحق بتایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد دنیا میں آئے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی روافض دعا کے بجائے ان حضرات کو برا کہتے ہیں لہٰذا انہیں اموال فئی میں کوئی استحقاق نہیں کیونکہ ان میں وہ صفت نہیں ہے جو صفت اللہ تعالیٰ نے مستحقین فئی کی بیان فرمائی ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ
لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ أَحَدًا أَبَدًا ۙ وَّإِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ أُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ
لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ۙ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا إِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ

Marfat.com

شَدِيۡدٌ ؕ تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيۡعًا وَّقُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَعۡقِلُوۡنَ ۚ﴿۱۴﴾

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہہ رہے تھے جو اہل کتاب میں سے ہیں کہ یقین جانو اگر تم نکالے گئے تو ضرور ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائینگے اور ہم تمہارے بارے میں کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور ضرور تمہاری مدد کرینگے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور یقینی بات ہے اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کرینگے اور اگر ان کی مدد کریں گے تو پشت پھیر کر چلے جائینگے پھر ان کی مدد نہیں کی جائیگی، یہ بات بھی یقینی ہے کہ ان کے سینوں میں تمہارا ڈر اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں، وہ تم سے جنگ نہیں کرینگے اکٹھے ہو کر مگر ایسی جگہوں میں جو محفوظ ہوں یا دیواروں کی آڑ میں، آپس میں ان کی لڑائی سخت ہے، آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

یہودیوں سے منافقین کے جھوٹے وعدے

جیسا کہ ابتدائے سورت میں سبب نزول بیان کرتے ہوئے عرض کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہود کے قبیلہ بنی نضیر کو مدینہ منورہ چھوڑنے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے انکار کر دیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے دیگر منافق ساتھیوں نے یہودیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ تم ہرگز نہ نکلنا ہم تمہارے ساتھ ہیں ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔

رئیس المنافقین نے یہود کی کمر ٹھونکی، اور کافرانہ دوستی کو ظاہر کرتے ہوئے یہودیوں کے پاس خبر بھیجی کہ دیکھو تم اپنے گھروں سے ہرگز نہ نکلنا ہمیں تم اپنے سے علیحدہ مت سمجھو اگر تمہیں نکلنا ہی پڑا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اگر کوئی شخص ہم سے یوں کہے گا کہ ان کا ساتھ مت دو تو ہم اس کی بات نہیں مانیں گے اور نہ صرف یہ کہ ہم مدینہ چھوڑ کر تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے بلکہ اگر تمہارے ساتھ جنگ کی گئی تو ہم ضرور ضرور تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾ (اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں) مزید فرمایا ﴿لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا لَا يَخۡرُجُوۡنَ مَعَهُمۡ﴾ (اگر یہودی نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے)۔ ﴿وَلَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا لَا يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ﴾ (اور اگر جنگ کی گئی تو ان کی مدد نہیں کریں گے)۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر یہودیوں نے یہ کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلیں گے اور حضور اقدس ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا جس میں جنگ کا احتمال تھا تو یہودی منافقین کی مدد کا انتظار کرتے رہے لیکن انہوں نے ان کی کچھ بھی مدد نہ کی جب وہ ان کی مدد سے نا امید ہو گئے اور مقتول ہو جانے کی صورت سامنے آ گئی تو مجبوراً جلاوطنی پر راضی ہو گئے۔ جب وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر کے تھوڑا بہت سامان لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے تو اس موقع پر بھی منافقین نے ان کا ساتھ نہ دیا انہوں نے یہودیوں کو یوں تسلی دلائی تھی کہ ہم تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے لیکن بالکل طوطا چشمی سے کام لیا اور جان بچا کر اپنے گھروں میں ہی جم کر رہ گئے، اور اس کا تو موقع ہی نہ آیا کہ یہودیوں سے جنگ ہوتی تو یہ ان کی مدد کرتے بالفرض اگر جنگ ہوتی اور یہ مدد کرتے تو پشت پھیر کر بھاگ جاتے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَلَئِنۡ نَّصَرُوۡهُمۡ لَيُوَلُّنَّ الۡاَدۡبَارَ ثُمَّ لَا يُنۡصَرُوۡنَ﴾۔

اس کے بعد مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ﴿لَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ رَهۡبَةً فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنَ اللّٰهِ﴾ کہ اے مسلمانو! منافقین نے جو یہودیوں سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے، یہ محض ایک زبانی وعدہ ہے وہ تمہارے مقابلہ میں نہیں آ سکتے۔ جو شخص ایماندار ہو وہ تو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے لیکن منافقین کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی بہ نسبت تمہارا خوف ان کے دلوں میں زیادہ بیٹھا ہوا ہے وہ جھوٹ موٹ زبان سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور چونکہ انہیں اس کا یقین تھا کہ اگر ہم نے یہودیوں کا ساتھ دیا اور

Marfat.com

مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو یہودی بھی پٹ جائیں گے اور ہمارا ایمان کا دعویٰ بھی دھرارہ جائے گا اس لئے وہ یہودیوں کا ساتھ دینے والے نہ تھے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ (اور منافقوں کا تم سے ڈرنا اور اللہ سے نہ ڈرنا اس سبب سے ہے کہ وہ سمجھتے نہیں ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت وقوت نہیں سمجھتے اس کے بعد مسلمانوں کو تسلی دی کہ یہ سب لوگ یعنی بنی نضیر اور منافقین اکٹھے ہو کر بھی لڑنے کی ہمت نہیں کریں گے (الگ الگ تو کیا مقابلہ کر سکتے ہیں) ہاں جو ایسی بستیاں ہیں جو قلعوں کے طور پر بنی ہوئی ہیں ان بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں لڑ سکتے ہیں۔

چنانچہ یہود بنی قریظہ اور اہل خیبر اسی طرح مقابل ہوئے اور سب نے اپنے منہ کی کھائی اور شکست کی مصیبت اٹھائی۔

پھر فرمایا ﴿بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ﴾ (ان کی لڑائی آپس میں شدید ہے) وہ آپس میں اپنے عقائد کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى﴾ (آپ خیال کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہیں اور حال یہ ہے کہ ان کے دل متفرق ہیں)۔ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ (ان کے قلوب کا منتشر ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں جو عقل نہیں رکھتے (اپنی اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے رہتے ہیں)۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ پہلے تھے انہوں نے اپنے کردار کا مزہ چکھ لیا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے

یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کی بیہودگی اور جلاوطنی کا تذکرہ

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ مدینہ منورہ میں یہود کے تین بڑے قبیلے آباد تھے ایک قبیلہ بنی نضیر جن کی جلاوطنی کا تذکرہ اسی سورت کے شروع میں ہوا ہے، دوسرا قبیلہ بنی قریظہ تھا جن کے مردوں کے قتل کئے جانے اور عورتوں اور بچوں کے غلام بنائے جانے کا تذکرہ سورہ احزاب کے تیسرے رکوع میں گزر چکا ہے۔

تیسرا قبیلہ بنی قینقاع تھا جن کی جلاوطنی کا قصہ اس آیت میں بیان فرمایا ہے تینوں قبیلوں سے رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ تھا کہ نہ آپس میں جنگ کریں گے اور نہ آپ کے کسی دشمن کی مدد کریں گے ان تینوں قبیلوں نے غدر کیا اور اس کا انجام بھگت لیا۔

قبیلہ بنو قینقاع پہلا قبیلہ ہے جسے سب سے پہلے مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا۔ واقعہ یوں ہوا کہ غزوہ بدر کے بعد کفار مکہ کو شکست دے کر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سوق بنی قینقاع میں انہیں جمع کیا، اور فرمایا کہ اے یہودیو! تم اللہ سے ڈرو اور مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہارا بھی وہی حال ہو سکتا ہے جو قریش کا ہوا تم اس بات کو جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تم اس بات کو اپنی کتاب میں پاتے ہو اور اللہ کا تم سے عہد ہے کہ اس نبی پر ایمان لانا جو تمہارے کتاب میں مذکور ہے۔ انہوں نے اس کا جواب دیا کہ اے محمد آپ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ قریش مکہ کو شکست دینے کے بعد ہمارا کچھ بگاڑ سکیں گے، وہ لوگ تو اناڑی تھے جنگ کرنا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے موقع پا کر انہیں شکست دیدی۔ اللہ کی قسم اگر ہم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم، ہم ہیں۔

اسی دوران ایک یہ واقعہ پیش آ گیا کہ ایک عورت ایک یہودی سنار کے پاس دودھ بیچنے آئی یہودیوں نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی جو یہود بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی ٹھن جانے کا ذریعہ بن گئی۔

جب رسول اللہ ﷺ کو اس کا پتہ چلا تو پندرہ دن ان کا محاصرہ فرمایا، بالآخر انہوں نے کہا کہ جو آپ فیصلہ فرمائیں وہ ہمیں منظور ہے قریب تھا کہ ان کے قتل کا حکم دیدیا جاتا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول ضد کرنے لگا اور آنحضرت ﷺ کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور کہنے لگا یہ (بنی قینقاع) سات سو آدمی ہیں میری مدد کرتے رہے ہیں آپ ان کو ایک ہی صبح یا ایک ہی شام میں قتل کرنا چاہتے

Marfat.com

ہیں آپ نے فرمایا کہ چلو ان کو تمہاری رائے پر چھوڑ دیا، اس کے بعد مدینہ منورہ سے ان کے جلاوطن کرنے کا فیصلہ کر دیا اور اذراعات (علاقہ شام) کی طرف انہیں چلتا کر دیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۳: ج وفتح الباری صفحہ ۳۳۰: ج ۷)

اس واقعہ کو معلوم کرنے کے بعد اب آیت بالا کا دوبارہ ترجمہ پڑھیں مطلب یہ ہے کہ قبیلہ بنی نضیر کا وہ ہی حال ہوا جو تھوڑا عرصہ پہلے ہی ان لوگوں کا حال ہو چکا ہے جو ان سے پہلے تھے یعنی قبیلہ بنی قینقاع، ان لوگوں نے بھی عہد توڑا اور اسلام قبول نہ کیا الٹے الٹے جواب دیئے وہ بھی جلاوطن ہوئے اور بنی نضیر بھی نکال دیئے گئے، یہ تو دنیا کی تذلیل تھی آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا، سو وہ جب کافر ہو جاتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے، سو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بلاشبہ دونوں دوزخ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔

شیطان انسان کو دھوکہ دیتا ہے پھر انجام یہ ہوتا ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے والے بن جاتے ہیں

ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ قبیلہ بنی نضیر کو جو جلاوطنی کی سزا بھگتنی پڑی اور منافقین کا ان کی پیٹھ ٹھونکنا کام نہیں آیا (کیونکہ منافقین نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا) یہ کوئی نئی بات نہیں ہے شیطان کا یہ طریقہ ہے کہ انسان کو کفر پر ابھارتا رہتا ہے جب وہ کفر اختیار کر لیتا ہے تو پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہہ کر جدا ہو جاتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور ساتھ ہی یوں بھی کہہ دیتا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں غزوہ بدر کے موقع پر شیطان نے جو بے رخی دکھائی تھی اور بیزاری کا اعلان کیا تھا۔ سورہ انفال میں گزر چکا ہے۔ حالانکہ وہ کافروں کا دوست بن کر آیا تھا۔ (انوار البیان ج ۲)

شیطان کی ڈھٹائی دیکھو کہ کافر بھی ہے اور لوگوں کو کفر پر ڈالتا ہے پھر بھی یوں کہتا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، قبیلہ بنی نضیر منافقین کی باتوں میں آ گئے جو شیطان کے نمائندے ہیں، انہوں نے بنی نضیر سے وعدے کئے پھر پیچھے ہٹ گئے اور قبیلہ بنی نضیر کو جلاوطن ہونا پڑا۔

جس نے جھوٹ فریب مکر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کمر باندھ لی اس سے بڑے بڑے جھوٹ صادر ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جو لوگ دنیا دار پیر بنے ہوئے ہیں دنیا سمیٹنے کے لیے اور دنیاداری کی زندگی گزارنے کے لئے گدیاں سنبھالے ہوئے ہیں وہ اپنے مریدوں کے سامنے بزرگ بن کر اور اللہ والے بن کر ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے کو متقی ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کا سارا دھندہ جھوٹ فریب اور مکر کا ہوتا ہے۔ اپنے پیر یعنی ابلیس کی طرح کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں حالانکہ سر سے پاؤں تک جھوٹے ہوتے ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے بہت دور رہیں۔

شیطان اور اس کے ماننے والے انسان کے بارے میں فرمایا کہ ان دونوں کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں دوزخ میں رہیں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ دوزخ کا دائمی عذاب ظالموں کی سزا ہے، اس میں منافقین کو تنبیہ ہے کہ شیطان کو دوست نہ بناؤ اور اس کے کہنے میں آ کر کفر پر جمے ہوئے مت رہو۔ اس کی بات مانو گے تو اس کے ساتھ دوزخ کے دائمی عذاب میں رہو گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا

Marfat.com

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان یہ غور کر لے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے، اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے سو اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں یہ لوگ فاسق ہیں، برابر نہیں ہیں دوزخ والے اور جنت والے اہل جنت ہی کامیاب ہیں، اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اسے دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور یہ مضامین عجیبہ ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور آخرت کے لئے فکر مند ہونے کا حکم

ان آیات میں اہل ایمان کو موت کے بعد کے احوال درست کرنے اور وہاں کے لئے فکر مند ہونے کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان یہ غور کر لے کہ اس نے کل کے لئے اپنے آگے کیا بھیجا ہے پھر دوبارہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ پہلا اتقوا اللہ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے فرمایا ہے اور دوسرا اتقوا اللہ جو فرمایا ہے اس میں آئندہ گناہ کرنے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلا حکم ادائے فرائض اور واجبات کی اہمیت دلانے کے لئے ہے اور دوسرا حکم گناہوں سے بچنے کے لئے ہے۔ آیت کے ختم ہونے پر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، اس کا عموم ہر طرح کے اعمال کو شامل ہے اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے اچھے اعمال کی بھی خبر ہے وہ ان کی اچھی جزا دے گا اور اسے بندوں کے برے اعمال کا بھی پتہ ہے۔ مشرکین و کفار اور گناہگار و بدکار، یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اعمال سے اللہ تعالیٰ شانہ بے خبر ہے اسے سب کچھ علم ہے، اپنے علم اور حکمت کے مطابق سزا دے گا یہ جو فرمایا کہ ہر جان غور کر لے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے؟ یہ بہت اہم نصیحت ہے، لوگ دنیا میں آ گئے یہاں ہمیشہ رہنا نہیں ہے سب کو مرنا ہے اور یہاں سے جانا ہے۔ قیامت کے دن حاضری ہوگی حساب کتاب ہوگا اچھے برے اعمال پیش ہوں گے اور دوزخ و جنت میں جانے کے فیصلے ہوں گے۔

زندگی کی قدر کرو:

ایمان والوں کو خطاب کر کے فرمایا تم غور کر لو۔ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے لئے کیا بھیجا؟ جو شخص جو بھی کوئی عمل کرے گا اس کا بدلہ پالے گا اگر نیکیاں بھیجی ہیں اور کم بھیجی ہیں تو اصول کے مطابق ان کا ثواب مل جائے گا اور اگر نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے تو ان کا ثواب بھی خوب زیادہ ملے گا، جو گناہ بھیجے ہیں وہ وبال ہوں گے۔ عذاب بھگتنے کا ذریعہ بنیں گے، انسان اس دنیا میں آیا کھایا پیا اور یہیں چھوڑا، یہ کوئی کامیاب زندگی نہ ہوئی۔ اعمال صالحہ جتنے بھی ہو جائیں اور اموال طیبہ جتنے بھی اللہ کے لیے خرچ ہو جائیں اس سے دریغ نہ کیا جائے فرائض اور واجبات کی ادائیگی کے بعد ذکر تلاوت عبادت و سخاوت جتنی بھی ہو سکے کرتا رہے۔ اپنی زندگی کو گناہوں میں لایعنی کاموں میں برباد نہ کرے۔

ذکر اللہ کے فضائل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں یوں کہوں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو مجھے یہ ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ (رواہ مسلم کما فی المشکوۃ صفحہ ۲۰۰)

Marfat.com

معلوم ہوا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی زندگی کے ہر منٹ اور ہر سیکنڈ کو یاد خدا میں لگائے رکھے اور زندگی کے ان سانسوں کی قدر کرے اور ان کو اپنی آخرت کی زندگی سدھارنے کے لئے صرف کرے، جو لوگ اپنی مجلسوں کو بیکار باتوں اور اشتہاری خرافات اور اخباری کذبات میں صرف کر دیتے ہیں اور اللہ کی یاد سے غافل رہتے ہیں یہ مجلسیں ان کے لئے سراسر خسران اور گھاٹے کے اسباب ہیں۔

عمر انسان کے پاس ایک پونجی ہے جس کو لے کر دنیا کے بازار میں تجارت کرنے کے لئے آتا ہے، جہاں دوزخ یا جنت کے ٹکٹ خریدے جاتے ہیں اور ہر دن اور رات اور گھنٹہ اور منٹ اسی عمر کی پونجی کے اجزا اور ٹکڑے ہیں جو ہر گھڑی انسان کے پاس سے جدا ہوتے جارہے ہیں کوئی اس کے بدلہ جنت کا پروانہ (عمل صالح) خریدتا ہے اور کوئی دوزخ کا پروانہ (برا عمل) خرید لیتا ہے، افسوس ہے اس شخص پر جس کی پونجی اس کی ہلاکت کا سبب بنے۔ وہاں جب نیکیوں کا اجر و ثواب ملنا شروع ہوگا تو آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور افسوس ہوگا کہ ہائے ہائے ہم نے یہ عمل نہ کیا اور یہ عمل نہ کیا، حسرت اور افسوس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا لہٰذا جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کر لیں اور یہیں کر لیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہے اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے (الترغیب والترہیب) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس رات مجھ کو سیر کرائی گئی (یعنی معراج کی رات) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو میرا اسلام کہہ دیجیو اور ان کو بتلا دیجیو کہ جنت کی اچھی مٹی ہے اور میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے یہ ہیں: سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر (مشکوۃ)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں اگر چہ درخت بھی ہیں، پھل اور میوے بھی مگر ان کے لئے چٹیل میدان ہے جو نیک عمل سے خالی ہیں، جنت کی ایسی مٹی ہے جیسے کوئی زمین کھیتی کے لائق ہو اس کی مٹی اچھی ہو اس کے پاس میٹھا پانی ہو اور جب اس کو بو دیا جائے تو اس کی مٹی کی اپنی صلاحیت اور پانی کے سینچاؤ اور قدرت خداوندی کی وجہ سے اس میں اچھے عمدہ درخت اور بہترین غلہ پیدا ہو جائے بالکل اسی طرح جنت کو سمجھ لو کہ جو کچھ یہاں بو دو گے وہاں کاٹ لو گے ورنہ وہ خالی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کو جو شخص صبح کو سو مرتبہ سبحان اللہ کہے اور شام کو سو مرتبہ سبحان اللہ کہے، اس کو سو حج کا ثواب ملے گا اور جو شخص سو مرتبہ صبح کو اللہ کی حمد بیان کرے (الحمدللہ کہے) اور سو مرتبہ شام کو اللہ کی حمد بیان کرے تو اسے مجاہدین کو سو گھوڑے دینے کا ثواب ملے گا اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو لا الہ الا اللہ کہا اس کو اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سو غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو اللہ اکبر کہا تو اس دن کوئی دوسرا شخص اس کے برابر عمل کرنے والا نہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اس کے برابر یا اس سے زیادہ (یہ مذکورہ) کلمات کہے ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۲۰۲ عن الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وقال حسن غریب)

عہد نبوت کا ایک واقعہ:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک روز دن کے شروع حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ کے پاس ایسے لوگ آئے جن کے پاس کپڑے نہیں تھے انہوں نے اون کی چادریں یا عبائیں پہنی ہوئی تھی، گردنوں میں تلواریں لٹکائی ہوئی تھیں ان میں سے اکثر افراد بلکہ سب ہی قبیلہ بنی مضر میں سے تھے۔ ان کی حاجت مندی کا حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، آپ اندر گھر میں تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے۔ (اتنے میں زوال ہو چکا تھا) آپ نے بلال کو اذان دینے کا حکم دیا انہوں نے اذان دی اقامت کہی آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور سورہ نساء کی آیت ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي

Marfat.com

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ آیت کے ختم یعنی ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ تک تلاوت فرمائی اور دوسری آیت سورۃ حشر کی یعنی ﴿يَاۤ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ﴾ تلاوت فرمائی اور حاضرین کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا (لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا) کوئی شخص دینار لایا کسی نے درہم کا صدقہ کیا، کسی نے کپڑا دے دیا۔ اور کوئی شخص گیہوں کا ایک صاع لے آیا اور کسی نے چھواروں کا ایک صاع پیش کر دیا (حسب توفیق حاضرین چیزیں لاتے رہے) یہاں تک کہ راوی نے آدھی کھجور کا تذکرہ بھی کیا یعنی لوگ آدھی کھجور لے آئے۔ تھوڑی دیر میں انصار میں سے ایک شخص (دراہم یا دنانیر) کی تھیلی لے کر آیا جو اتنی بھاری تھی کہ اس کا ہاتھ اٹھانے سے عاجز ہو چکا تھا، پھر دیگر افراد بھی لگاتار مختلف چیزیں لاتے رہے یہاں تک کہ میں نے کھانوں کی چیزوں اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھ لئے یہ سب کچھ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ کھل اٹھا۔ گویا کہ اس پر سونے کا پانی پھیر دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کر دیا اسے اس کا ثواب ملے گا اور جس نے اس کے بعد اس پر عمل کیا اسے اس کا بھی ثواب ملے گا اور دوسرے کے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

(مزید فرمایا) جس نے اسلام میں برا طریقہ جاری کر دیا اس کو اس کے جاری کرنے کا بھی گناہ ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس پر عمل کریں گے اس کے عمل کا بھی اسے گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں سے کمی نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم صفحہ ۳۲۷: ج ۱)

ولا تکونوا کالذین نسوا الله:

(ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے) جنہوں نے اللہ کے حکموں پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور گمراہی کی زندگی اختیار کی اور غفلت میں ایسے پڑے کہ اللہ کو بھول گئے انہیں اللہ نے اس بھولنے پر یہ سزا دی کہ انہیں ان کی جانوں ہی کو بھلا دیا یعنی انہیں یہ دھیان نہ رہا کہ موت کے بعد ہمارا کیا بنے گا، دنیا کی لذتوں میں پڑ کر انہوں نے آخرت کی نعمتوں سے محروم ہونا منظور کر لیا اور وہاں کی لذتوں سے محروم رہ گئے۔ (قال صاحب معالم التنزیل فانساھم انفسھم ای حظوظ انفسھم حتی لم یقدموا لھا خیراً)۔

پھر فرمایا ﴿اولئك هم الفاسقون﴾ یہ لوگ فاسق ہیں، صاحب روح المعانی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے الکاملون فی الفسوق یعنی یہ وہ لوگ ہی جو انتہائی درجہ کے فاسق ہیں۔

اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار برابر نہیں ہیں:

﴿لَا يَسْتَوِيْۤ أَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ (دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں) میدان آخرت میں حاضر ہوں گے تو اہل جنت اپنے باغوں میں جائیں گے اور دوزخ والے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے ان کو دائمی سزا ملے گی۔

آخر میں فرمایا ﴿أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (جنت والے ہی کامیاب ہوں گے)۔ فاسقون فائزون کے مرتبہ کو کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

قرآن مجید کی صفت جلیلہ:

اس کے بعد فرمایا ﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ﴾ (الآیۃ) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو اے مخاطب تو اسے اس حال میں دیکھتا کہ یہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا)

صاحب روح المعانی (صفحہ ۶۱: ج ۲۸) اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے انسان کی قساوت قلبی اور تلاوت قرآن کے وقت خشوع و تدبر کی کمی پر متنبہ کیا ہے قرآن میں جو جھنجھوڑنے والی آیات ہیں انسان ان کی طرف دھیان نہیں دیتا حالانکہ اگر یہی قرآن کسی پہاڑ پر اتارا جاتا اور اسے عقل دے دی جاتی تو وہ خشوع اختیار کرتا اور پھٹ جاتا۔

صاحب معالم التنزیل (صفحہ ۳۳۶: ج ۴) نے یہ بات بھی لکھی ہے اور یہ بات بڑھا دی ہے کہ پہاڑ اپنی سختی کے باوجود اس ڈر سے

Marfat.com

ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا کہ قرآن کریم کا جو حق اللہ تعالیٰ نے لازم فرمایا ہے وہ مجھ سے ادا نہ ہو سکے گا۔ یہ انسان ہی ہے جو قرآن کو پڑھتا ہے اور سنتا ہے اور اس کی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتا حالانکہ یہ مضامین عجیبہ اللہ تعالیٰ اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ فکر کریں۔

ولا حاجة ان يفرض تركب العقل فيه لان الجبال فيها ادراك كما ذكر الله تعالىٰ فى آخر سورة الاحزاب "فأبين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان" وقال تعالىٰ فى سورة البقرة: "وان منها لما يشقق فيخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله۔"

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

وہ اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ غیب کا اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمٰن ہے وہ رحیم ہے، وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، بہت پاک ہے، باسلامت ہے، امن دینے والا ہے، عزیز ہے، جبار ہے، بڑی عظمت والا ہے، اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں، وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں، اور وہ عزیز ہے حکیم ہے

اللہ تعالیٰ کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں جو اس کی صفات جلیلہ کا مظہر ہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی شان الوہیت بیان کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو لوگ اس کی ذات صفات میں اور اس کی شان الوہیت میں جس کسی کو بھی شریک بناتے ہیں وہ ان شرک کرنے والوں کے شرک سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے اولاً، عالم الغیب والشھادۃ فرمایا یعنی وہ غائب کی چیزوں کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں ظاہر ہیں اس کی مخلوق کے سامنے ہیں انہیں بھی جانتا ہے غیب کے مفہوم عام میں سب کچھ آجاتا ہے جو چیزیں پیدا ہو کر نا پید ہو گئیں اور جو آئندہ وجود میں آئیں گی، ازل سے ابد تک اسے ہر چیز کا علم ہے، جو چیزیں وجود میں کبھی بھی آئیں گی اسے ان کا بھی علم ہے اور جو چیزیں ممتنع الوقوع ہیں اسے ان کا بھی علم ہے۔ الشھادۃ کا مفہوم بھی عام ہے مخلوق کو جن چیزوں کا علم ہے اور جن چیزوں کا مخلوق کو علم نہیں وہ انہیں بھی جانتا ہے اور ان کے نہ جاننے کو بھی جانتا ہے۔

غرضیکہ ہر ممتنع اور ہر موجود اور ہر غیر موجود کا اسے علم ہے۔ جو علم اللہ نے کسی کو دے دیا اور جتنا دیدیا، اسے اسی قدر مل گیا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو جو کچھ علم غیب دیا گیا وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہی ملا اور اتنا ہی ملا جتنا اللہ تعالیٰ نے دیا کماقال اللہ تبارک تعالیٰ: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (الآیة) وقال تعالیٰ: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الآیة)

ثانیاً: صفت رحمت کو بیان کیا اور فرمایا ھو الرحمن الرحیم کہ وہ رحمٰن بھی ہے رحیم بھی ہے۔ مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رحمت سے مشتق ہیں چونکہ دونوں کے معنی میں مبالغہ ہے اس لئے ترجمہ میں بھی مبالغہ کا خیال رکھنا چاہئے، اکثر علماء فرماتے ہیں لفظ رحمٰن میں لفظ رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے دنیا میں بھی اس کی رحمت کا بہت زیادہ مظاہرہ ہوتا رہتا ہے

Marfat.com

آخرت میں بھی اس کا بہت بڑا مظاہرہ ہوگا۔

ثالثاً: الملك فرمایا ملک بادشاہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ حقیقی بادشاہ ہے دنیا میں جو بادشاہ ہیں وہ سب اس کے بندے ہیں اور سب اس کی مخلوق ہیں۔ وہ ملک الملوک یعنی سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اور سارا ملک اسی کا ہے۔ سورہ یٰسین میں فرمایا: ﴿فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

رابعاً: القدوس فرمایا، یعنی وہ ہر نقصان اور ہر عیب سے بہت زیادہ پاک ہے، یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ وتروں کا سلام پھیر کر تین مرتبہ ذرا اونچی آواز سے سبحان الملك القدوس پڑھا کرتے تھے اور القدوس کی دال کے پیش کو کھینچ کر پڑھتے تھے یعنی واؤ ساکن جو حرف مدہ ہے۔ اس کے مد کو مد طبعی سے زیادہ ادا کرتے تھے۔

خامساً: السلام فرمایا، یہ لفظ مصدر ہے، علماء نے لفظ السلام کے کئی معنی لکھے ہیں اول یہ کہ وہ باسلامت ہے ہر طرح سالم ہے اس کی ذات وصفات میں کبھی بھی کوئی کمی آنے والی نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ وہ سلامتی دینے والا ہے۔

سادساً: المؤمن فرمایا اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ امن وامان دینے والا ہے، دنیا میں اپنے بندوں کو امن وامان سے رکھتا ہے، اہل ایمان کے قلوب کو اطمینان عطاء فرماتا ہے، نیک بندوں کو قیامت کے دن اطمینان عطا فرمائے گا، جس کے بارے میں ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ﴾ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ ﴿يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾

اور بعض حضرات نے المؤمن کا یہ معنی بتایا ہے کہ اس نے اپنی مخلوق سے وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

وقال بعضهم معناه هو ذوالامن من الزوال لا ستحالة عليه سبحانه وتعالىٰ وفي معناه اقوال اخرى ذكرها صاحب الروح۔

سابعاً: المهيمن فرمایا اس کے معنی ہے نگران اللہ تعالیٰ شانہ اپنی ساری مخلوق کا نگران اور نگہبان ہے۔ قال صاحب الروح اى الرقيب الحافظ لكل شي مُفَيْعِلٌ من الامن بقلب همزته هاء واليه ذهب غير واحد ثم استعمل بمعنى الرقيب والحفيظ على الشي۔

ثامناً: العزیز، فرمایا یعنی وہ غالب ہے زبردست ہے اس کے ارادہ سے اسے کوئی چیز روکنے والی نہیں وہ جو چاہے کرے اسے ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ ہر طرح صاحب اقتدار ہے۔

تاسعاً: الجبار فرمایا، یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے جو جبر یجبر سے ماخوذ ہے بعض حضرات نے اس کو معروف معنی میں لیا ہے یعنی وہ جبار اور قہار ہے وہ اپنی مخلوق میں جو بھی تصرف کرنا چاہے کرسکتا ہے اسے کوئی بھی کسی تصرف سے روک نہیں سکتا۔

اور بعض حضرات نے اس کو مصلح کے معنی میں لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خرابیوں کو درست کرنے والا ہے ٹوٹی ہوئی چیزوں کو جوڑنے والا ہے۔ احوال کی اصلاح کرنے والا ہے۔

عاشراً: المتكبر فرمایا، یہ باب تفعّل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے الكامل في الكبرياء اسی لئے اوپر اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ وہ بڑی عظمت والا ہے۔ مخلوق کے لئے یہ لفظ بولتے ہیں تو یہ باب تفعل تکلف کے معنی میں ہوتا ہے اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص بڑا بنتا ہے، بڑائی اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے مخلوق کو بڑائی بگھارنا جائز نہیں۔ اگر کسی مخلوق میں کوئی بڑائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ جس نے دی ہے اس کا شکر ادا کرے نہ یہ کہ اس کی مخلوق کو حقیر جانے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔

سورۃ الجاثیہ کے ختم پر فرمایا ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (اس کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الكبرياء ردائي والعظمة ازاري فمن نازعني وا حدا منهما ادخلته النار (رواہ المسلم) یعنی کبریائی اور عظمت میری

Marfat.com

خاص صفات ہیں سو جو شخص ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی منازعت کرے گا میں اسے دوزخ میں ڈال دوں گا۔

الحادی عشر: الخالق پیدا کرنے والا

الثانی عشر: الباری پیدا کرنے والا

ان دونوں کلمات کا ترجمہ قریب قریب ہے بعض حضرات نے الخالق کا معنی بالکل صحیح ٹھیک اندازے کے مطابق بنانے والا کیا اور الباری کا معنی کیا ہے کہ وہ عدم سے وجود بخشنے والا ہے۔

علامہ قرطبی نے الخالق ھاھنا المقدر والباری المنشی والمخترع لکھا ہے۔ ملا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

الخالق من الخلق واصله التقدير المستقيم ويستعمل بمعنى الابداع وايجاد شي من غير اصل كقوله تعالىٰ خلق السماوات والارض وبمعنى التكوين كقوله عزوجل: خلق الانسان من نطفة وقوله بمعنى انه مقدره اوموجده من اصل او من غير اصل۔

اس کے بعد الباری کے بارے میں لکھتے ہیں۔ الھمزہ فی آخرہ ای الذی خلق الخلق بری من التفاوت۔

اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ خالق کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے بالکل ابتداء بغیر کسی اصل کے پیدا فرمایا اور یہ بھی ہے کہ اس نے پہلے سے کوئی چیز پیدا فرمائی ہو پھر اس سے کوئی چیز پیدا فرما دی اور ٹھیک اندازہ کے مطابق پیدا فرمانے کا معنی بھی ہے اور باری کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ پیدا فرمایا وہ تفاوت سے بری ہے۔

الثالث عشر: المصور، یعنی تصویریں بنانے والا، اجسام کی جتنی بھی تصویریں ہیں وہ سب اللہ کی بنائی ہوئی ہوتی ہیں یہ سب اس کی قدرت کاملہ کے مظاہرے ہیں۔ سورۃ الانفطار میں فرمایا ﴿خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ (جس نے تجھ کو پیدا فرمایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیدیا)۔

پھر فرمایا ﴿لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (یعنی اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں) جن اسماء وصفات پر یہ اسماء دلالت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ ان سے متصف ہے۔ سورۃ الاعراف میں فرمایا ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ (اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں سو ان کے ذریعہ اس کو پکارو) اور سورۃ الاسراء میں فرمایا ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (آپ فرما دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو اس کے لئے اچھے اچھے نام ہیں)

صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں جو شخص انہیں اچھی طرح یاد کرلے گا۔ جنت میں داخل ہوگا۔

مزید تشریح وتوضیح کے لئے انوار البیان اور علامہ جزری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الحصن الحصین اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کرلیں۔ سنن ترمذی میں ننانوے نام مروی ہیں اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہیں ان میں بعض نام وہ ہیں جو سنن ترمذی کی روایت سے زائد ہیں یعنی ان میں سے بہت سے نام وہ ہیں جو سنن ترمذی میں مروی نہیں ہیں۔

﴿يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (سب چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے)۔

فائدہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم پڑھ کر سورہ حشر کی یہ آخری تین آیات پڑھ لے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دے گا جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر اس دن مرجائے تو شہید مرے گا اور جو شخص شام کو یہ عمل کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دے گا جو اس پر صبح تک رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر وہ اس رات میں مرجائے گا تو شہید مرے گا۔ (ترمذی)

تم تفسير سورة الحشر والحمدلله اولا وآخرا وبطنا و ظاهرا

Marfat.com

آیاتہا ۱۳ — ۶۰ سُورَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۱ — رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورہ الممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تیرہ آیات اور دو رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا
بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ
جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۗ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَمَاۤ
اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۞ اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ
یَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۞ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ
اَوْلَادُكُمْ ۚ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ یَفْصِلُ بَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۞

اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ تم ان کی طرف دوستی کرتے ہو اور حالانکہ وہ حق کے منکر ہو چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے وہ رسول کو اور تمہیں اس وجہ سے نکال چکے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کے لئے میری راہ میں اور میری رضا تلاش کرنے کے لئے، تم ان کی طرف چپکے سے دوستی کی باتیں کرتے ہو اور میں ان باتوں کو خوب جانتا ہوں جنہیں تم چھپاتے ہو اور جنہیں تم ظاہر کرتے ہو اور تم میں سے جو شخص ایسا کریگا سو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا، اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو اور اپنی زبانوں کو بڑھا دیں انہیں اس بات کی خواہش ہے کہ تم کافر ہو جاؤ، ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گی تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان جدائی فرما دے گا اور اللہ تمہارے سارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے کی ممانعت

ان آیات کا سبب نزول ایک واقعہ ہے جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

انہوں نے اہل مکہ کو (جو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے) ایک خفیہ خط لکھا جس کا واقعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد صفحہ ۴۲۲ اور کتاب المغازی صفحہ ۵۶۷، صفحہ ۲۸۶ اور کتاب التفسیر صفحہ ۷۲۶ میں یوں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے اور زبیر اور مقداد کو (اور بعض روایات میں حضرت ابو مرثد غنوی کا نام بھی ہے) (یہ چاروں حضرات گھوڑا سوار تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا کہ تم روانہ ہو جاؤ اور چلتے رہو یہاں تک کہ روضہ خاخ تک پہنچ جاؤ، وہاں تمہیں مشرکین میں سے ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب کی طرف سے مشرکین کے نام ایک رقعہ ملے گا، (شارح حدیث نے لکھا ہے کہ روضہ خاخ مدینہ منورہ سے بارہ میل

Marfat.com

کی مسافت پر ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ مقام مذکور تک پہنچ گئے، وہاں دیکھا کہ ایک عورت اونٹ پر جارہی ہے ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھا دیا اور رقعہ تلاش کیا تو اس کے پاس کہیں سے برآمد نہیں ہوا۔ ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نہیں فرمایا، اس کے پاس رقعہ ضرور ہوگا ہم نے کہا کہ تیرے پاس جو رقعہ ہے وہ نکال، کہنے لگی میرے پاس کوئی رقعہ نہیں ہے۔ ہم نے ذرا زوردار طریقہ پر کہا پرچہ نکال ورنہ ہم تجھے ننگا کردیں گے، جب اس نے یہ انداز دیکھا تو اپنی کمر باندھنے کی جگہ سے اور بعض روایات میں ہے کہ اپنے سر کے بالوں کی مینڈھیوں سے پرچہ نکالا یہ پرچہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا، جس میں مشرکین کو یہ خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس پرچہ کو لے کر مدینہ منورہ واپس آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا۔ آپ کو جب اس کے مضمون کا علم ہوا تو فرمایا اے حاطب یہ کیا بات ہے؟ حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں میں نے کفر اختیار کرنے اور مرتد ہونے کے لیے یہ پرچہ نہیں لکھا بات یہ ہے کہ میں قریش میں مل جل کر رہتا تھا ان کا حلیف تھا خود قریشی نہیں تھا۔ آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں مکہ مکرمہ میں ان کی رشتہ داریاں ہیں جن کے ذریعے ان کے اہل وعیال واموال محفوظ ہیں، مجھے یہ بات پسند آئی کہ ان سے میرا کوئی سلسلہ نسب نہیں ہے تو ان پر ایک احسان ہی دھر دوں تاکہ وہاں جو میرے متعلقین ہیں ان کی حفاظت کا ایک بہانہ بن جائے (تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اصلا یمن کے رہنے والے تھے صفحہ ۵۱: جلد ۱۸) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول کے رہنے والے تھے صفحہ ۵۱: جلد ۱۸) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاطب نے غزوہ بدر میں شرکت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرکاء بدر کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری بخشش کردی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے سورۃ ممتحنہ کی ابتداء آیات ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ﴾ تک نازل فرمائیں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جو عمل کیا وہ تو غلط ہی تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے ان کو کوئی سزا دینا مناسب نہیں سمجھا کہ وہ شرکاء بدر میں سے تھے جن سے سوچ اور فکر کرنے میں خطا ہوگئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جوش ایمانی کی وجہ سے یہ دھیان نہ رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرما دیا کہ انہوں نے سچ کہا ہے اس کے بعد انہیں منافق کہنے اور گردن مارنے کا موقع نہیں ہے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکاء بدر میں ان کے شریک ہونے کی فضیلت بیان فرمائی تو حضرت عمر خاموش ہوگئے۔

البدایہ والنہایہ (صفحہ ۲۸۴: ج ۴) میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے خط کی عبارت بھی نقل کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب ان کا مواخذہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے نفاق سے یا اللہ کے رسول کی خیانت کی وجہ سے یہ خط نہیں لکھا تھا یہ تو میں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غالب فرمائے گا اور اپنے دین کو مکمل فرمائے گا لہٰذا میرے لکھنے نہ لکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاں اتنی بات ہے کہ میں جب مکہ میں تھا تو ان کے درمیان پردیسی تھا اور میری والدہ بھی وہیں ہیں لہٰذا میں نے چاہا کہ ان پر میرا کوئی احسان ہو جائے۔ یہ ان کی ایک سوچ تھی جس کی وجہ سے یہ خط لکھ دیا جو سورہ ممتحنہ کی آیات کے نزول کا سبب بن گیا اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لئے تنبیہ ہوگئی جب یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے عنقریب تشریف لے جارہے ہیں اور آپ کو غلبہ ہونا ہی ہونا ہے تو چند دن کے لئے اہل مکہ پہ احسان دھرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

اللہ جل شانہ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، دشمنوں کی طرف دوستی پھینکنا اور ان کو یہ بتانا کہ ہم تمہارے ہمدرد ہیں اور دوست ہیں (گو ظاہری طور پر ہو) یہ شان ایمان کے خلاف ہے جو گناہ کے کام ہیں وہ ظاہر کرو یا پوشیدہ کرو میں انہیں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ ایسی حرکت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو بھی کوئی شخص ایسی حرکت کرے گا ﴿سَوَآءَ السَّبِیْلِ﴾ یعنی سیدھے راستے سے ہٹ جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا راستہ ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ

Marfat.com

﴿خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ جو فرمایا یہ شرط ہے اس کی جزا محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم اپنے وطن کو چھوڑ گے اس لئے آئے ہو کہ میری راہ میں جہاد کرو، میری مرضی کے طالب بنو تو میرے اور اپنے دشمنوں کی طرف دوستی مت پھینکنا، مشرکین کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے حق کا انکار کر دیا کفر پر جمے رہے اور رسول اللہ ﷺ کو اور تم لوگوں کو اپنے شہر سے نکال دیا جبکہ تمہارا کچھ بھی قصور نہ تھا بس اتنی بات تھی کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے۔ یہ ایمان لانا اور مومن بندہ بننا کوئی عیب کی بات نہیں جس کی وجہ سے کسی کو نکالا جائے ان کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے تمہیں شہر بدر کر دیا اور ان کی یہ دشمنی پوری نہیں ہوگئی اور ابھی تک تمہارے دشمن ہیں ان کا یہ حال ہے کہ اگر وہ تم کو کہیں پالیں تو ان کی دشمنی ظاہر ہو جائے گی اور دست درازی بھی کریں گے اور زبان درازی بھی، تمہیں تکلیف پہنچانے کی اور قتل کرنے کی کوشش کریں گے اور تمہارے بارے میں برے الفاظ استعمال کریں گے اور ان کی یہ تمنا اور آرزو ہے کہ تم لوگ ایمان کو چھوڑ کر پھر کفر میں داخل ہو جاؤ یہ تو ان کا حال ہے اور تمہارا حال یہ ہے کہ چپکے سے ان کی طرف دوستی ڈالتے ہو جو سراسر شان ایمان کے خلاف ہے۔ ﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (قیامت کے دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گی) یہ ایک عام مضمون ہے ہر مسلمان سے متعلق ہے۔ خصوصی طور پر یہاں اس کا ذکر اس لئے فرمایا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جو خط بھیجا تھا اس کی معذرت کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ میں نے اپنی رشتہ داریوں کے خاطر بھیجا ہے تاکہ قریش مکہ پر میرا یہ احسان ہو جائے اور میرے اقرباء کو تکلیف نہ پہنچائیں رشتہ داریوں کا تو خیال رہا اور یہ دھیان نہ رہا کہ رسول اللہ کی جاسوسی کر بیٹھے سورہ لقمان میں ارشاد فرمایا ہے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا﴾ (اے ایمان والو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی جانب سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا۔

اور سورہ عبس میں فرمایا: ﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ (پھر جس وقت کانوں کا بہرا کر دینے والا شور برپا ہوگا ہر آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو کسی اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا)۔

جب رشتہ داروں کا یہ حال ہوگا تو دوسرے لوگ کیا کام آسکتے ہیں جس دن انسان سب اوقات اور احوال سے زیادہ حاجت مند ہو گا سب ہی اس سے دور بھاگیں گے ان سے دوستی کرنا اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ کی جاسوسی کرنا ایمان کے صریح خلاف ہے۔

جاسوسی کا شرعی حکم:

فائدہ: حضرت امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں باب فی حکم الجاسوس اذا کان مسلما قائم کیا ہے اور اس کے ذیل میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ لکھا ہے اس کے بعد باب فی الجاسوس الذمی اور اس کے بعد تیسرا باب باب فی الجاسوس المستامن قائم کیا ہے۔

جاسوس مسلم، جاسوس ذمی، جاسوس مستامن یہ تین قسم کے جاسوس ہوئے اور چوتھا جاسوس حربی ہے۔ جس سے کوئی معاہدہ نہ ہو ان چاروں قسم کے جاسوسوں کے بارے میں حضرات فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں شارح مسلم امام نووی نے فرمایا کہ جاسوس حربی تو باجماع المسلمین قتل کر دیا جائے گا اور جو جاسوس معاہد اور ذمی ہے اس کے بارے میں حضرت امام مالک اور امام اوزاعی نے فرمایا ہے کہ جاسوسی کی وجہ سے معاہدہ ٹوٹ جائے گا اب امام المسلمین اسے غلام بھی بنا سکتا ہے اور قتل کی بھی اجازت ہے اور جمہور علماء کا فرمان ہے کہ اس سے اس کا معاہدہ منقوض نہیں ہوگا، ہاں اگر معاہدہ میں یہ شرط لگائی گئی تھی کہ جاسوسی کرے گا تو معاہدہ منسوخ ہو جائے گا تو پھر

Marfat.com

نقض عہد میں شمار ہوگا اور جو شخص مسلمانوں میں سے جاسوسی کرے اس کے بارے میں امام شافعی اور امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ اور بعض مالکیہ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ امام المسلمین اس کو جو چاہے تعزیر کے طور پر سزا دیدے اور اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے اور امام مالک نے فرمایا ہے کہ امام المسلمین اجتہاد کر کے اپنی رائے کے مطابق عمل کرے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶

تمہارے لئے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو ان کیساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم کی اتنی بات جو اپنی باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں، اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار آپ ہم کو کافروں کا فتنہ نہ بنایئے اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے، بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں، بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص روگردانی کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور مستحق حمد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ قابل اقتداء ہے اور کافر کے لئے استغفار ممنوع ہے

ایمان اور کفر کی ہمیشہ سے لڑائی رہی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے جو اپنی قوم سے اور اپنی باپ سے مباحثے ہوئے جگہ جگہ قرآن مجید میں مذکور ہیں، ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے بغیر کسی مداہنت کے اپنی قوم کے سامنے اعلان کر دیا کہ ہم تم سے اور تم اللہ کے سوا جن کی بھی عبادت کرتے ہو ان سے بھی بیزار ہیں، اس اعلان کے ساتھ یہ بھی اعلان کیا کہ ہم تمہارے منکر ہیں ہم تمہارے دین کو نہیں مانتے اور ہمارے تمہارے درمیان بغض ہے اور دشمنی ہے اور یہ دشمنی ہمیشہ رہے گی جب تک تم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان نہ لاؤ۔

اہل ایمان کو اسی طرح کھلے طور پر اپنے ایمان کا اعلان کرنا چاہئے کافروں کے سامنے جھکنا اور ان سے ایسی ملاقات کرنا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان سے دوستی ہے یا یہ کہ وہ بھی دین حق پر ہیں یا یہ کہ ہمارا دین کمزور ہے (العیاذ باللہ) یہ سب باتیں ایمان کے خلاف ہیں۔ ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیں کہ ہم تم میں سے نہیں اور تم ہم میں سے نہیں، کافروں سے کسی قسم کی موالات و مداہنت کا معاملہ نہ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے باپ سے باتیں کی تھیں ان میں ایک یہ بات بھی تھی ﴿لاستغفرن لك﴾ کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا اور ساتھ یہ بھی کہا تھا، ﴿وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾۔ (میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک

Marfat.com

نہیں) یعنی ایمان قبول نہ کرو گے اور کفر ہی اختیار کئے رہو گے تو میں اللہ کے عذاب سے تمہیں نہیں بچا سکتا اس میں مغفرت کی دعاء کا جو وعدہ کیا تھا اس کے مطابق انہوں نے دعا بھی کی تھی جس کا سورہ شعراء میں ذکر ہے۔ ﴿وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ﴾۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ان کو ایمان کی توفیق دے اور مغفرت فرما، سورہ توبہ میں فرمایا ہے ﴿فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ﴾ (جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے یعنی یہ یقین ہو گیا کہ کفر پر باپ کی موت ہو گی تو بیزاری ظاہر کر دی)۔

سورہ ممتحنہ میں جو ﴿اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ﴾ فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم اور ان کے ساتھ جو توحید اور اعمال صالحہ میں ان کے شریک حال تھے ان میں تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے سوائے اس بات کے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے استغفار کرنے کا وعدہ کیا۔ اس بات میں ان کا اسوہ نہیں ہے۔

﴿رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ﴾ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی دعاء ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں قولوا مقدر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کو حکم دیا ہے کہ یوں دعاء کریں کہ اے ہمارے رب ہم نے آپ پر بھروسہ کیا اور آپ ہی کی طرف رجوع کیا اور آپ ہی کی طرف جانا ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ (اے ہمارے رب ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا دیجئے) یعنی انہیں ہمارے اوپر مسلط نہ کیجئے کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچا سکیں۔ واغفرلنا ربنا (اور ہماری مغفرت فرما دیجئے اے ہمارے رب)۔ ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ (بے شک آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں)۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الآیہ) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے طرز عمل میں اس شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کے سامنے حاضر ہونے کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو۔ ﴿ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید﴾

اور جو شخص روگردانی کرے گا، سو اللہ بے نیاز ہے اور حمد کا مستحق ہے جو کوئی شخص کافروں سے موالات کرے گا ان کی طرف جھکے گا اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا وہ غنی ہے بے نیاز ہے اور حمید بھی ہے ہمیشہ تعریف کا مستحق ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِیْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۷ لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝۸ اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

عنقریب اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی پیدا فرما دیگا جن سے تمہاری عداوت ہے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کیساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو شخص ان سے دوستی کرے گا سو یہ وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

Marfat.com

ہجرت کرنے کے بعد وطن سابق کے لوگوں سے تعلق رکھنے کی حیثیت

جیسا کہ معلوم و معروف ہے جو حضرات ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے مکہ معظمہ میں ان کے رشتہ دار تھے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا طبعی طور پر مہاجرین کے دلوں میں اس کا احساس ہونا ممکن تھا کہ ان لوگوں سے تعلقات ٹوٹ گئے (لیکن ایمان وکفر کے مقابلہ کی وجہ سے تعلقات ٹوٹنا بھی ضروری تھا) اوپر جن آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے ان میں سے پہلی آیت میں اہل ایمان کو تسلی دی ہے اور امید دلائی ہے کہ ایمان کی وجہ سے جن رشتہ داروں سے تعلقات ختم ہو گئے اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے اور ان کے درمیان مودت یعنی محبت پیدا فرما دے گا (یہ محبت اس طرح وجود میں آئے گی کہ جو لوگ اب تک مسلمان نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی توفیق دیدے گا) چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ لوگ فتح مکہ سے پہلے اور کچھ اس دن اور کچھ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے جس کی وجہ سے رشتہ داریوں کے تعلقات استوار ہو گئے ابوسفیان بن حرب حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، حکیم بن حزام مسلمان ہو گئے ان میں ابوسفیان وہ شخص ہیں جو مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کے لشکر کی قیادت کرتے تھے اور سہیل بن عمرو وہی شخص ہیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کے نمائندہ بن کر آئے تھے اور صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تھا۔

کافروں کو ایمان کی توفیق دینا ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دینا اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے اسی لیے آیت کے اختتام پر فرمایا ﴿وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ﴾ (اور اللہ قادر ہے) نیز ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ بھی فرمایا جس میں یہ بتایا کہ کفار جب مسلمان ہو جائیں گے تو ان کا پچھلا سب معاف کر دیا جائے گا، جب اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ معاف فرما دے گا تو اہل ایمان کو ان لوگوں سے تعلقات استوار کرنے کے بارے میں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ یہ آدمی تو کل تک دشمن تھا آج دوستی کیسے کریں۔ جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا ان میں دو قسم کے آدمی تھے اول وہ لوگ جنہوں نے نہ جنگ میں حصہ لیا اور نہ اہل ایمان کو نکالنے میں کوشش کی اور نہ اس سلسلہ میں مدد کی اور دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے مسلمانوں سے قتال بھی کیا اور مکہ سے نکالنے پر تل گئے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی آیت کریمہ ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ﴾ پہلے گروہ کے بارے میں اور اس کے بعد والی آیت ﴿اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ﴾ دوسرے گروہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ صاحب روح المعانی نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ پہلی آیت ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ﴾ عورتوں اور بچوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ایمان سے متصف نہیں ہوئے تھے۔ اور حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے ایمان قبول کر لیا تھا مگر ہجرت نہیں کی، مہاجرین وانصار ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے پرہیز کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے فرض کے تارک تھے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں رہ گئے تھے ہجرت نہ کر سکتے تھے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے آیت کا سبب نزول ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب مومن کافر دونوں فریق امن وامان سے رہنے لگے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی والدہ مدینہ منورہ آئیں اور کچھ اپنی ضرورت کا اظہار کیا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو مشرک عورت پر مال خرچ کرنے میں تامل ہوا لہٰذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال پیش کر دیا اور عرض کیا کہ میری والدہ آئی ہیں ان کی طرف سے کچھ حاجت مندی ظاہر ہو رہی ہے کہ میں صلہ رحمی کے طور پر انہیں کچھ دے دوں آپ نے فرمایا ہاں صلہ رحمی کرو۔ راوی حدیث حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا ہے کہ اس پر اللہ جل شانہ نے آیت کریمہ ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۸۸۴: ج ۲)

Marfat.com

صاحب روح المعانی نے بحوالہ مسند امام احمد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یوں حدیث نقل کی ہے کہ قیلہ بنت عبدالعزیٰ اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ ہدیہ لے کر آئیں قیلہ مشرکہ تھیں۔ حضرت اسماءؓ نے ان کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور گھر میں بھی داخل نہ ہونے دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس خبر بھیجی کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے بتائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا نازل فرمائی اور ہدیہ قبول کرنے اور گھر میں بلانے کی اجازت دے دی۔

آیت کریمہ میں واضح طور پر بتا دیا کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارے میں قتال کیا اور تم کو گھروں سے نکالا اور نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ کہ جو لوگ اس قسم کے کافروں سے دوستی کا تعلق رکھیں گے وہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنی جانوں کو مستحق عذاب بنانے والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو، ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو، نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں، اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو ان کو ادا کر دو، اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہوگا جبکہ تم ان کے مہران کو دے دو، اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو، اور جو کچھ تم نے خرچ کیا وہ مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مانگ لیں، یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے، اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں میں رہ جائے پھر تمہاری نوبت آ جائے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر ان کو دے دو، اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

مومنات مہاجرات کے بارے میں چند احکام

۶ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ عمرہ کرنے میں رکاوٹ ڈالنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں آپ نے تحقیق حال کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ کے پاس بھیجا اور خود مقام حدیبیہ میں تشریف فرما ہو گئے حضرات صحابہ بھی آپ کے ساتھ وہیں ٹھہر گئے اہل مکہ نے سہیل بن عمرو کو بھیجا (وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ آپس میں صلح کرنے پر راضی ہو گئے دس شرطوں پر دس سال کے لئے

Marfat.com

صلح ہوگئی جس کی تفصیل سورۃ الفتح کی تفسیر میں گزر چکی ہے، ان دس شرطوں میں یہ بھی تھا کہ جو بھی کوئی شخص اہل مکہ میں سے مدینہ منورہ پہنچ جائے گا اگرچہ مسلمان ہوکر آئے تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور جو شخص مسلمانوں میں سے مکہ پہنچ جائے گا وہ لوگ اسے واپس نہیں کریں گے، ابھی صلح نامہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ خود سہیل بن عمرو کا بیٹا جس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں پہنچ گیا جو مسلمان ہوگیا تھا اور اسی وجہ سے اسے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا۔ اس نے مسلمانوں سے کہا تم مجھے لے چلو واپس نہ ہونے دو، مسلمانوں کی خواہش تھی کہ انہیں واپس نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی سہیل سے کہا کہ اسے مجھے دے دو لیکن سہیل نہیں مانا (جس کا قصہ طویل ہے) جب صلح نامہ کی کتابت ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے اپنی اپنی ہدی کے جانور ذبح کر دیئے اور حلق بھی کرلیا حلال ہوگئے اور احرام سے نکل گئے۔

اس کے بعد کچھ عورتیں آ گئیں انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں ساتھ لے چلو اس موقع پر آیت بالا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ﴾ (الآیة) اور اس کے بعد والی آیت ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ﴾ نازل ہوئی۔ پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آ جائیں تو ان کا امتحان کرلو۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے ایمان کا علم ہے کیونکہ وہ دلوں کا حال جانتا ہے لیکن تم اپنے طور پر امتحان کرلو، سو اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کافروں کی طرف مت لوٹانا نہ یہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ مردان کے لئے حلال ہیں (اگرچہ زمانہ کفر میں وہ میاں بیوی تھے) جب کوئی عورت مسلمان ہوکر دارالحرب سے آ گئی تو سابق کافر شوہر سے اس کا نکاح ختم ہوگیا۔ معاہدہ میں جو یہ شرط تھی کہ جو شخص اہل مکہ میں سے جائے گا اسے واپس کر دیا جائے گا اس کے عموم میں تخصیص کر دی گئی اور عموم الفاظ سے مومنات مہاجرات کا استثناء کر دیا گیا، پھر دشمن بھی اس پر راضی ہوگئے لہٰذا کوئی اشکال نقض عہد کے بارے میں وارد نہیں ہوتا۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی فرما دیا کہ کافروں نے مومن عورتوں پر جو کچھ خرچ کیا وہ ان کو دے دو، (جیسا کہ آئندہ ذکر آ رہا ہے)۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ جب عورت مسلمان ہوگئی تو وہ ہمارے پاس خوش دلی سے نہیں رہ سکتی اور مسلمانوں میں چلی جائے تو اس سے جنگ کا خطرہ بھی نہیں، پھر اوپر سے ہمارے خرچ کئے ہوئے پیسے بھی مل رہے ہیں اس لئے انہوں نے عورتوں کو واپس کرنے کے لئے اصرار نہیں کیا۔

ان مومنات مہاجرات میں سے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی تھیں جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچیں تو ان کے خاندان والے حاضر ہوئے اور واپس کرنے کے لئے کہا رسول اللہ ﷺ نے واپس نہیں کیا۔ صاحب روح المعانی نے ص ۷٦ جلد ۲۸ سبیعہ بنت الحارث، امیمہ بنت بشر کا نام بھی لکھا یہ بحالت ایمان رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوگئیں ان کے خاندان والوں نے واپس کرنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے واپس نہیں کیا۔

﴿وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا﴾ اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہوکر تمہارے پاس آ گئیں ان کے کافر شوہروں نے ان پر جو مال خرچ کیا اتنا مال ان کو دے دیں (یہ حکم خاص اسی وقت کے لئے تھا کیونکہ صلح حدیبیہ میں یہ بات داخل تھی کہ جو شخص اہل مکہ میں سے آپ کے پاس آئے گا اسے واپس کرنا ہوگا پھر اس میں مہاجرات مومنات کا استثناء کر دیا گیا تو حکم دیا گیا کہ ان کے سابقہ شوہروں کو اتنا مال دے دیا جائے جو انہوں نے خرچ کیا تھا)۔

اس وقت جو صلح کی تھی، ایک سال کے اندر قریش مکہ کی طرف سے اس کی خلاف ورزی کر دی گئی جس کی بنیاد پر مکہ معظمہ فتح کیا گیا جب صلح ختم ہوگئی تو صلح کا اثر بھی ختم ہوگیا اگر اب کوئی عورت کافروں کے ملک سے مسلمان ہوکر مسلمانوں کے ملک میں آ جائے گی اسے واپس نہ کیا جائے اور اس کے شوہر کو یا حکومت کافرہ کو کوئی مال نہیں دیا جائے گا۔

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ (اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ ان ہجرت کر کے آنے وا

Marfat.com

عورتوں سے نکاح کرلو جبکہ تم ان کے مہر ادا کردو)۔

اس میں ان عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دے دی جو مسلمان ہو کر دار الحرب چھوڑ کر دار السلام میں آجائیں چونکہ وہ مسلمان تھیں اس لئے دار السلام کے رہنے والے مسلمان احکام شرعیہ کے مطابق ان سے نکاح کر سکتے ہیں، رہی یہ بات کہ اس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں اس کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اس پر عدت لازم نہیں ہے اور عدت گزارے بغیر کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے اور حضرات صاحبین نے فرمایا کہ اس پر عدت لازم ہے اس کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی لیکن اگر ہجرت کر کے آنے والی عورت حاملہ ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو اسے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (دیکھو ھدایہ باب نکاح اہل الشرک)

﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ (اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی نہ رکھو) یعنی تمہاری جو کافر بیویاں دار الحرب میں رہ گئی ہیں ان کا نکاح ختم ہو چکا اب سابق نکاح کے اثر کو باقی نہ سمجھو حتیٰ کہ دار الحرب والی کافرہ بیوی کی کوئی بہن دار السلام میں ہو تو اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔

﴿وَاسْأَلُوْا مَا اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوْا مَا اَنْفَقُوْا﴾ (اور تم نے جو کچھ خرچ کیا ہے وہ طلب کرلو اور انہوں نے جو کچھ خرچ کیا ہے وہ طلب کرلیں) یعنی جو عورت دار الحرب میں کافرہ رہ گئی اور مسلمان ہو کر دار السلام نہ آئی (جس کی وجہ سے نکاح ختم ہو گیا) اس عورت پر جو تم نے خرچ کیا تھا یعنی مہر وہ دار الحرب کے کفاروں سے طلب کرلو۔

اور کافروں نے جو ان عورتوں پر خرچ کیا ہے جو تمہارے پاس مسلمان ہو کر آگئیں وہ تم سے مانگ لیں یہ احکام بھی صلح حدیبیہ سے متعلق ہیں بعد میں منسوخ کر دیئے گئے۔

﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ﴾ یہ اللہ کا حکم ہے۔ ﴿يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ﴾ وہ تمہارے درمیان فیصلے فرماتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ اور اللہ علیم ہے حکمت والا ہے۔

﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ﴾ (الآیۃ) اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں میں رہ جانے کی وجہ سے تمہارے ہاتھ سے نکل گئی یعنی تمہارے ذمہ اسی طرح کا کوئی حق کسی کافر کا نکل آئے تو ان مسلمانوں کو جن کی بیویاں دار الحرب میں رہ گئیں اس قدر دیدو جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا یعنی تمہارے ذمہ جو کافروں کو ان کی سابق بیویوں کو مہر دینا واجب ہے (جو مسلمان ہو گئیں اور دار السلام میں آگئیں) ان مسلمانوں کو دے دو جن کی بیویاں ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں اگر برابر برابر ہے تو کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں اگر کمی بیشی ہو تو اس کو معاملات کے طور پر سوچ لیں یعنی جو کافر کا حق ہے وہ ادا کر دیں اور جو اپنا حق باقی ہے اس کا مطالبہ جاری رکھیں۔

یہ حکم بھی صلح حدیبیہ کے ساتھ مخصوص تھا بعد میں منسوخ ہو گیا ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ (اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو) اس میں تمام احکام کی پابندی کا حکم فرمادیا اور خلاف ورزی پر وعید کی طرف اشارہ فرمادیا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اے نبی جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں جو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کرینگی اور نہ زنا کرینگی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لے کر آئینگی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراشیں اور یہ کہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی سو انہیں بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے

Marfat.com

بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

بیعت کے الفاظ اور شرائط کا بیان

صلح حدیبیہ کے اگلے سال مکہ معظمہ فتح ہوگیا، اہل مکہ تو ڈر رہے تھے کہ دیکھو ہماری زیادتیوں کے بدلہ میں ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے لیکن حضور اقدس ﷺ نے لاتثریب علیکم الیوم پڑھ کر سب کچھ معاف فرما دیا اکا دکا بعض افراد کے سوا عموماً اہل مکہ سب ہی مسلمان ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے بھی عہد لیا اور عورتوں سے بھی، عورتوں سے جو عہد لیا تھا وہ اس آیت میں بیان فرمایا ہے عام طور پر جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں رسول اللہ ﷺ ان سے ان چیزوں پر عہد لیتے تھے اور زبانی بیعت فرما کر رخصت کر دیتے تھے۔ آیت بالا میں چھ چیزیں مذکور ہیں جن پر بیعت کرنے کا حکم ہے۔ علماء نے بتایا ہے گزشتہ آیت میں جو فامتحنوھن فرمایا ہے اس میں ان چیزوں پر عہد لینا مراد ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ہجرت کر کے آنے والی عورتوں سے قسم لیتے تھے کہ وہ اپنے شوہر کے بغض کی وجہ سے آئی ہے اور نہ کسی مسلمان کے عشق میں مبتلا ہے اور نہ کسی سرزمین سے بے رغبت ہو کر آئی ہے اور نہ کوئی ایسی حرکت کی ہے جس کی وجہ سے مواخذہ کی مستحق ہو اور نہ دنیا کے لئے آئی ہے بلکہ محض اسلام میں رغبت کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے آئی ہے جب وہ قسم کھا کر یہ بیان دے دیتی تھی تو رسول اللہ ﷺ اس کو مشرکین کی طرف نہیں لوٹاتے تھے اور مشرکین کی طرف سے مشرکین کو مہر یا جو کچھ اس پر خرچ ہو وہ دے دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مومن عورتیں ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو ان سے آیت کریمہ ﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ﴾ کے ذریعہ امتحان لیتے تھے، جو چیزیں آیت کریمہ میں مذکور ہیں جب وہ ان کا اقرار کر لیتی تھیں تو اسی سے ان کا امتحان ہو جاتا تھا اس اقرار کے بعد رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے جاؤ میں نے تمہیں بیعت کر لیا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا، آپ صرف زبان سے بیعت فرما لیتے تھے۔ (رواہ مسلم صفحہ ۱۳۱: ج ۲)

آیت بالا میں جن چیزوں پر بیعت لینے کا ذکر ہے بظاہر چھ چیزیں ہیں پہلی پانچ چیزوں میں منفی پہلو بیان فرمائے ہیں جن میں یہ ہے کہ ایسا نہ کریں گی اور چھٹی چیز کے الفاظ بھی بظاہر نہی کے الفاظ ہیں لیکن ان کا عموم دین کے سب کاموں کو شامل ہے اور اس میں پورے دین پر چلنے کا عہد لیا گیا ہے۔

پہلا عہد اس بات کا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں گی۔

دوسرا عہد یہ ہے کہ چوری نہ کریں گی

تیسرا عہد یہ ہے کہ زنا نہ کریں گی

چوتھا عہد یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی (یہ عہد اس زمانے میں لینا ضروری تھا کیونکہ اہل عرب اس وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے اور لڑکی پیدا ہو جاتی تو شرماتے ہوئے منہ چھپاتے پھرتے تھے اور اسے زندہ دفنا دیتے تھے اس کا تذکرہ سورہ اعراف اور سورۃ الاسراء اور سورۃ النحل میں گزر چکا ہے) اولاد کو قتل کرنے میں حمل گرانا بھی داخل ہے۔

پانچواں عہد یہ ہے کہ بہتان کی اولاد نہ لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراش لیں یعنی جھوٹ نہ بنائیں، علماء کرام نے اس کے دو مطلب لکھے ہیں۔

اول یہ کہ زنا سے جو حمل ٹھہرا ہوا سے شوہر کی اولاد نہ بنائیں گی۔

دوم یہ کہ کوئی بچہ کہیں پڑا مل جائے تو اس کو اٹھالیں اور شوہر سے کہیں کہ یہ میرا بچہ ہے جو تجھ سے پیدا ہوا ہے ایسا نہ کریں جن عورتوں کے شوہر پردیس میں رہتے ہیں ان کی عورتوں کو ایسا کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں مثلاً شوہر ایک سال میں آیا اور بچہ زنا سے

Marfat.com

پیدا ہوا تو اس کو بتادیا کہ اس کا حمل تمہیں سے قرار پایا تھا۔

چھٹا عہد جو عورتوں سے لیا جاتا تھا وہ یہ ہے کہ کسی معروف کام میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گی لفظ معروف میں ہر وہ چیز داخل ہے جسے مسلمان آدمی کو اپنی زندگی میں اپنانا چاہئے رسول اللہ ﷺ جو بھی حکم فرمائیں درجہ فرض و واجب میں ہو یا درجہ استحباب واستحسان میں مومن مرد اور عورت کا اس پر عمل کرنا ایمان کا اہم تقاضا ہے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی آپ نے آیت کریمہ ﴿اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا﴾ تلاوت فرمائی اور ہمیں کسی کے مرجانے پر نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۲۷: ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں عید الفطر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ پڑھا خطبہ سے فارغ ہو کر آپ مردوں کی صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے عورتوں کے پاس تشریف لائے آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے ان کے سامنے پوری آیت ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ﴾ تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ تم سب اس پر قائم ہو؟ عورتیں خاموش رہیں صرف ایک عورت نے کہا کہ ہاں ہم اس پر قائم ہیں اس کے بعد آپ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا حضرت بلال نے کپڑا پھیلا دیا، عورتیں اس میں اپنی انگوٹھیاں ڈالتی رہیں۔ (صحیح بخاری صفحہ ۱۳۳: ج ۱)

جن چیزوں کا عہد رسول اللہ ﷺ عورتوں کو بیعت کرتے وقت لیتے تھے، ان امور کا مردوں سے بھی عہد لینا ثابت ہے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ چند صحابہ رسول اللہ ﷺ کے آس پاس موجود تھے آپ نے فرمایا آؤ مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گے اور چوری نہ کرو گے اور زنا نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور کوئی بہتان کی چیز نہ لاؤ گے جسے تم اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراش لو اور معروف میں نافرمانی نہ کرو گے، سو جو شخص ان چیزوں کو پورا کردے گا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جس شخص نے خلاف ورزی کرلی اور دنیا میں اس کی سزا دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جس شخص نے کوئی خلاف ورزی کی پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے معاف فرمادے اور اگر چاہے عذاب دے روایت نقل کر کے حضرت عبادہ نے فرمایا کہ ہم نے ان باتوں پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرلی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷: ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں سے بھی یہ عہد لیا کہ کوئی بہتان نہ لاؤ گے جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے تراش لو، یہ الفاظ عورتوں کی بیعت میں بھی مذکور ہیں، وہاں اس کے دو معنی بتائے ہیں ایک یہ کہ کوئی پڑا ہوا بچہ اٹھا کر اپنے شوہر کے ذمہ نہ لگا دیں دوسرا معنی یہ کہ زنا کی اولاد کو شوہر کی اولاد نہ بتادیں چونکہ یہ بات مردوں سے متعلق نہیں ہے اس لیے اس حدیث کی تشریح میں شارحین حدیث نے فرمایا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ کسی پر تہمت نہ رکھیں اور بہتان نہ باندھیں اور ہاتھ پاؤں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اکثر گناہ انہیں سے وجود میں آتے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ مابین الایدی والا رجل (ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان) سے قلب مراد ہے کیونکہ زبان اسی کی ترجمانی کرتی ہے، لہٰذا بہتان وافترا کو قلب کی طرف منسوب کیا گیا۔ (ذکرہ الحافظ فی فتح الباری)

احقر کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اگر عورتوں کے بارے میں بھی یہی مطلب لے لیا جائے اور لقیط (گرے پڑے بچہ) اور زنا کی اولاد کو شوہر کے ذمہ لگانے کو بطور مثال سمجھ لیا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ ایک ہی سیاق میں واقع ہونے والے الفاظ کے معانی بیان کرنے میں تشتت نہ ہو۔

حضرت ام عطیہؓ کی روایت جو اوپر نقل کی گئی اس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت سرور عالم ﷺ نے عورتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ کسی کی موت پر نوحہ نہ کریں گی یعنی رونے پیٹنے والا کام نہ کریں گی (جو اعزہ واقرباء کی موت پر کیا کرتی ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ بیعت لینے میں صرف انہی چیزوں پر انحصار نہیں ہے جو آیت شریفہ ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ﴾ میں مذکور ہیں بلکہ بیعت کرنے کی چیزوں میں حسب موقعہ اضافہ کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

اسی لئے بیعت لینے میں اکابر امت کے یہاں بعض باتوں کا امت کے حالات دیکھ کر اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ ہمارے بعض مشائخ نے دور حاضر میں بیعت کرنے کی چیزوں میں یہ بھی اضافہ کر دیا تھا کہ داڑھی نہیں مونڈیں گے اگر اور کوئی گناہ پھیل جائے اور کوئی شخص بیعت کرنے لگے تو اس گناہ سے بچنے کی تاکید کے لئے اس کا اضافہ کر لیا جائے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان شرطوں پر بیعت کی کہ آسانی میں اور سختی میں اور خوشی میں اور ناگواری میں آپ کی فرمانبرداری کریں گے اور اس بات پر بھی بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور اس بات پر بھی بیعت کی کہ امراء سے جھگڑا نہیں کریں گے ہاں اگر تم کھلا ہوا کفر دیکھو جس کے کفر ہونے میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو تو امراء سے منازعت کرنے کا موقع ہوگا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۱۰۴۵: ج ۲)

﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ﴾ (اور آپ ان عورتوں کے لئے اللہ سے استغفار کیجئے) ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا وہ لوگ آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے جیسے کافر لوگ ناامید ہو گئے جو قبروں میں ہیں۔

اہل کفر سے دوستی نہ کرنے کا دوبارہ تاکیدی حکم

شروع سورت میں اور درمیان سورت میں کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت کا تذکرہ تھا یہاں اس آیت میں خصوصی طور پر یہودیوں سے دوستی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، یوں تو تمام کافروں پر اللہ کا غضب ہے لیکن بعض آیات میں چونکہ یہودیوں کے مغضوب علیہم ہونے کا خصوصی تذکرہ آیا ہے۔ کمافی سورة البقرة فباء وا بغضب علی غضب) و کمافی سورة آل عمران (وباء وا بغضب من الله وضربت علیهم المسكنة) اسی لیے بعض مفسرین نے یہاں ﴿قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ سے یہودیوں کو مراد لیا ہے، مفسر قرطبی نے لکھا ہے کہ بعض فقراء مسلمین یہودیوں کو مومنین کی خبریں پہنچا دیتے تھے اور کچھ پھل مل جاتا تھا اس آیت میں ان کو منع فرما دیا، اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ﴿قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ سے یہود و نصاری دونوں قومیں مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ منافق مراد ہیں۔

درحقیقت عموم الفاظ میں تمام کافروں کو مراد لینے کی گنجائش ہے، ابتداء سورت میں جو دشمنان اسلام سے دوستی کرنے کی ممانعت فرمائی تھی آخر سورت میں پھر بطور تاکید اس حکم کو دہرا دیا ہے۔ ﴿قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ﴾ یہ قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو کافر مر گئے قبروں میں چلے گئے اب دنیا میں آنے سے اور کسی طرح کی خیر ملنے سے ناامید ہو گئے اسی طرح یہ لوگ بھی ہیں جن پر اللہ کا غصہ ہوا، آخرت سے ناامید ہو گئے یہ ایمان قبول نہیں کرتے اور آخرت کو نہیں مانتے ان کا ڈھنگ یہ ہے کہ جیسے ان کے عقیدہ میں قیامت قائم نہیں ہوگی اور میدان حشر میں حاضر نہیں ہوں گے جب ان کا یہ حال ہے تو ایسے لوگوں سے دوستی کرنے کا کیا موقع ہے۔

هذا اذا كانت ''من'' بيانية كما اختاره جماعة واختار ابوحيان كونها لابتداء الغاية والمعنى ان هولاء القوم المغضوب عليهم قد يئسوا من الاخرة كما يئسوا من موتاهم ان يبعثو ويلقو هم في دار الدنيا وهو مروى عن

Marfat.com

ابن عباس والحسن و قتادة فالمراد بالکفار اولائك لقوم ووضع الظاهر موضع ضمير هم تسجيلا لکفر هم واشعاراً بعلة یاسهم۔ (راجع روح المعانی صفحہ۸۳: ج۲۹)

اور صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ چونکہ جس طرح آیت ﴿یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ﴾ آپ کی نبوت کو اور اسی طرح مخالفِ نبی کے کافر اور غیر ناجی ہونے کو خوب جانتے ہیں گو وہ عار و حسد کی وجہ سے اتباع بھی نہ کرتے تھے اس لیے ان کو دل سے یقین تھا کہ ہم ناجی نہیں ہیں تو شیخی کے مارے ظاہراً اس کے خلاف کرتے ہوں پس حاصل یہ ہوا کہ جن کی گمراہی ایسی مسلم ہے کہ وہ خود بھی اس کو دل سے تسلیم کرتے ہیں ایسے گمراہوں سے تعلق رکھنا کیا ضروری ہے؟ اور یہ نہ سمجھا جائے کہ جو گمراہ اشد درجہ کا نہ ہو اس سے دوستی جائز ہے جواز دوستی سے تو مطلق کفر مانع ہے مگر اس صفت سے وہ عدم جواز اور شدید ہو جائے گا اور شاید تخصیص یہود کی اس جگہ اس لیے ہو کہ مدینہ میں یہود زیادہ تھے اور دوسرے وہ لوگ شریر و مفسد بھی بہت تھے۔ انتہی۔

تم سورة الممتحنه وانتهى والحمد لله اولا و آخراً

Marfat.com

ایاتها ۱۴ | ۶۱ سُورَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۹ | رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الصف مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چودہ آیات اور دو رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴

اللہ کی تسبیح بیان کی ان سب چیزوں نے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ عزیز ہے حکیم ہے، اے ایمان والو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے نہیں کرتے، اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جن پر عمل نہ کرو، بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایسی عمارت ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہے

جو کام نہیں کرتے ان کے دعوے کیوں کرتے ہو؟

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ ہم چند صحابہ بیٹھے ہوئے تھے آپس میں ہم نے (اچھے) اعمال کا تذکرہ کیا اور ہم نے کہا کہ اگر ہمیں پتہ چل جاتا کہ کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم اس عمل کو اختیار کر لیتے اس پر اللہ جل شانہ نے ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ نازل فرمائی۔ (سنن الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الصف)

اور معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جب صحابہ نے کہا کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے تو ہم اس عمل کو اختیار کر لیتے اور ہم اپنے جان و مال خرچ کرتے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ نازل فرمائی پھر قریب ہی غزوہ احد کا واقعہ پیش آ گیا جب اس میں ابتلا ہوا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ نازل فرمائی کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے کرتے نہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ جب شہداء بدر کا ثواب سنا تو صحابہ نے کہا کہ اگر آئندہ ہم کسی جہاد کے موقعہ پر حاضر ہوئے تو پوری قوت کے ساتھ جنگ کریں گے پھر اگلے سال جب غزوہ احد کا موقع آیا تو بھاگ کھڑے ہوئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ بات کیوں کہتے ہو جسے کرتے نہیں ہو۔

روح المعانی میں ابن زید سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو وہ مسلمانوں سے جھوٹے وعدے کیا کرتے تھے کہ ہم مدد کریں گے پھر ساتھ نہیں دیتے تھے۔

مفسر قرطبی نے ایک اور بھی قصہ لکھا ہے کہ وہ یہ کہ ایک شخص مسلمانوں کو بہت ایذا دیتا تھا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا قتل تو کیا انہوں نے لیکن ایک آدمی نے اس عمل کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور خدمت عالی میں جا کر عرض کیا کہ فلاں شخص کو میں نے قتل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل کی خبر سے خوشی ہوئی اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے حضرت صہیبؓ کو توجہ دلائی کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر کیوں نہ دی کہ میں نے قتل کیا ہے دوسرے شخص نے اسے اپنی طرف منسوب

Marfat.com

کرلیا۔ (اور رسول اللہ ﷺ کو غلط خبر دیدی) اس پر صہیب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو صحیح صورت حال بتادی۔ اس پر آیت کریمہ ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ نازل ہوئی۔ جس میں غلط خبر دینے والے آدمی کو تنبیہ فرمادی۔

آیت کریمہ کا سبب نزول اگر وہ سب امور ہوں جن کا مذکورہ بالا روایات میں تذکرہ کیا گیا ہے تو اس میں کچھ بُعد نہیں ہے آیت میں مسلمانوں کو جو عمومی خطاب فرمایا ہے سب کو اس میں غور کرنا لازم ہے ہر شخص آیت کے مضمون کو سوچے اور اپنی جان پر نافذ کرے اور یہ دیکھے کہ زندگی میں کیا کیا جھول جھال ہیں اور قول اور فعل میں جو یکسانیت ہونی چاہئے وہ ہے یا نہیں، ہر مسلمان ایمان کے تقاضے پورے کرے اللہ تعالیٰ سے جو وعدے کئے ہیں ان کو پورا کرے جو نذر کرے اسے پوری کرے جس کسی سے جو وعدہ کرے اسے بھی پورا کرے۔ (بشرطیکہ گناہ کا وعدہ نہ ہو، گناہ کا وعدہ کرنا بھی گناہ ہے اور اسے پورا کرنا بھی گناہ ہے) جو کوئی کام خیر کا نہ کیا ہو اسے اپنی طرف منسوب نہ کرے، لوگوں کے سامنے دینی باتیں بیان کرے اور امر و نہی والی آیات اور احادیث پڑھ کر سنائے اور اس پر خود بھی عمل کرے۔ ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (اللہ کے نزدیک یہ ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو)۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی ہر شخص کوشش کرے اور اپنے قول اور فعل میں یکسانیت رکھے۔

ان خطباء کی بدحالی جن کے قول و فعل میں یکسانیت نہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی اس رات میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں، میں نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو وہ باتیں کہتے ہیں جن پر خود عامل نہیں اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۳۸)

واضح رہے کہ آیت کریمہ کا مضمون یہ ہے کہ اپنے قول و فعل میں یکسانیت رکھو جو بات کرو تمہارا اپنا عمل بھی اس کے مطابق ہو اس میں دعوت و تبلیغ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی آ گیا۔

آیت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ عمل نہیں کرتے تو دینی باتیں بھی نہ کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ خیر کی باتیں بھی کرو اور ان پر عمل بھی کرو، یہ بات اس لئے واضح کی گئی کہ بہت سے وہ لوگ جو بے عمل ہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ جب ہم عمل نہیں کرتے تو ہم تبلیغ کر کے گناہگار کیوں بنیں یعنی کہ سورہ الصف کی مخالف کیوں کریں۔ یہ ان لوگوں کی جہالت ہے اور نفس کی شرارت ہے۔

قرآن کریم نے یہ تو نہیں فرمایا کہ نہ حق کہو نہ عمل کرو، قرآن کریم کا مطلب تو یہ ہے کہ دونوں عمل کرو یہ بھی سمجھانا چاہئے کہ احکام شرعیہ پر چلنے کا مستقل حکم ہے اور حق بات کہنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کا مستقل حکم ہے۔

ایک حکم چھوٹا ہوا ہے تو دوسرے حکم کو چھوڑ کر گناہگار کیوں ہوں جس جس موقع پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرمان انجام دینے کا حکم ہے اسے پورا کریں دونوں حکموں کو چھوڑ کر دوہرے گناہگار کیوں ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان کے بارے میں سوال ہوگا جن کی نگرانی سپرد کی گئی ہے۔ (رواہ البخاری صفحہ ۷۸۳: ج ۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان (تم میں سے جو کوئی شخص منکر یعنی خلاف شرع کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے بدل دے سو اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ

Marfat.com

ہو تو زبان سے بدل دے سو اگر زبان سے بدلنے کی طاقت نہ ہو تو دل سے بدل دے یعنی دل سے خلاف شرع کام کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے)۔ (رواہ مسلم صفحہ ۵۱: ج ۱)

اس حدیث میں ہر شخص کو برائی سے روکنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ بھی کرو اور عمل بھی کرو۔ آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نہ عمل کرو نہ تبلیغ کرو۔

مجاہدین اسلام کی تعریف و توصیف:

پھر جہاد کرنے والوں کی تعریف فرمائی ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر قتال کرتے ہیں گویا کہ مجموعی حیثیت سے سب مل کر ایک عمارت ہیں جس میں سیسہ پگھلایا گیا ہو)، اس سے جہاد کرنے اور جم کر لڑنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ بعض مرتبہ صف سے نکلنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے جبکہ دشمن کے افراد ھل من مبارز کہہ کر مسلمان کو مقابلہ کی دعوت دیں یہ کبھی کبھار اور تھوڑی دیر کو ہوتا ہے اصل جنگ وہ ہی ہے جس میں صف بنا کر جم کر اور ڈٹ کر لڑا جائے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶﴾

اور جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور جب کہ عیسیٰ بن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، مجھ سے پہلے جو توراۃ ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر جب ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا اعلان کہ ہم اللہ کے رسول ہیں

پہلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا۔ ''تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ کے رسول کی تعظیم اور احترام ہونا چاہئے اور ایذا دینا اس کے بالکل خلاف ہے۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو طرح طرح سے ایذا دی جس کا تذکرہ سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے اور سورۃ احزاب کے آخری رکوع میں بھی اس کا ذکر ہے۔ ان کو سمجھایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت کرو ایذا مت دو، لیکن بات ماننے اور حق قبول کرنے کو تیار نہ ہوئے اسی کو فرمایا ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ (پھر جب وہ حق سے ہٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو حق سے ہٹا دیا)۔ گمراہوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے، حق پہنچنے اور بار بار سمجھانے کے باوجود حق پر نہیں آتے جب باطل پر ہی جمے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس ضد اور عناد اور مخالفت کی وجہ سے محرومیت کی مار پڑتی ہے پھر انہیں حق قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوتی لہٰذا برابر نافرمانی کو ہی اختیار کرتے چلے جاتے ہیں اور فرمانبرداری کو اختیار نہیں کرتے اور اپنے دلوں میں ہدایت کو

Marfat.com

جگہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔

آیت کے ختم پر فرمایا ﴿وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ کہ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اراءۃ الطریق یعنی راہ حق دکھانے کے بعد انہیں قبول حق کی توفیق نہیں دی جاتی دوسرے آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ یقین جانو میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تمہارے پاس جو پہلے سے کتاب یعنی توراۃ ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میرے بعد جس رسول ﷺ کی آمد ہوگی ان کی آمد کی خوشخبری دیتا ہوں ان کا نام احمد ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے بہت سی باتیں کیں انہیں توحید کا سبق دیا شرعی احکام سکھائے لیکن ان میں سے چند ہی لوگوں نے بات مانی جنہیں حواری کہا جاتا ہے اکثر بنی اسرائیل ان کے دشمن ہوگئے اور ان کے قتل کے درپے ہوگئے، قتل تو نہ کر سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوپر اٹھالیا جیسا کہ سورۃ النساء میں رکوع نمبر ۲۲ میں بیان فرمایا ہے لیکن بعد میں بعض یہودیوں کے ورغلانے اور بہکانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا عقیدہ بنالیا جیسا کہ سورۃ المائدہ اور سورہ توبہ میں بیان ہو چکا ہے یہ لوگ آج تک اسی عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں۔

نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے مخالف ہیں

آیت بالا میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے اس میں ایک بات تو یہ ہے کہ میں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں ان کی یہ بات انجیل متی میں بھی لکھی ہے جسے نصرانی پڑھتے پڑھاتے اور پھیلاتے ہیں تحریف اور تبدیل کے باوجود اب تک اس میں یہ موجود ہے کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں نہ جانا بلکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیوں کی طرف جانا۔ (انجیل متی باب ۱۰) نیز یہ بھی فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑیوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (انجیل متی باب ۵۱)

یہ نصاریٰ نے جو دنیا بھر میں اپنے مشن قائم کر رہے ہیں اور اپنے بنائے ہوئے دین شرک کو پھیلاتے ہیں اس میں اپنے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہیں جنہوں نے فرمایا تھا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں اور تم کسی اور شہر کی طرف نہ جانا۔

اپنے دعوے کے مطابق یہودی بنی اسرائیل ہیں وہ تو اپنے دینی معاملے میں نصاریٰ کو پاس پھٹکنے ہی نہیں دیتے بلکہ اپنی مکاریوں سے سیاست باطلہ میں نصاریٰ کو استعمال کر لیتے ہیں اور نصاریٰ اپنے رسول کے خلاف غیر قوموں میں اور خاص کر مسلمانوں میں شرکیہ مذہب کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں اور مال کا لالچ دے کر اپنے شرکیہ دین کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دین حق پھیلانے کے لئے لالچ نہیں دیا جاتا جو لوگ اپنے مذہب کو ثابت کرنے میں دلیل سے عاجز ہیں وہ لوگ کھانے پینے کی چند چیزیں مفت تقسیم کر کے غیر قوموں کو قریب کرتے ہیں پھر اپنا دین شرک سکھلاتے ہیں۔ قاتلهم الله انى يؤفكون۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت دینا کہ میرے بعد احمد نامی ایک رسول آئیں گے:

دوسری بات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ ایک ایسے رسول کی بشارت دے رہا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہوگا اس میں انہوں نے اپنے بعد آخر الانبیاء احمد المجتبیٰ ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے متعدد نام ہیں آپ نے فرمایا کہ میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور ماحی ہوں میرے ذریعہ اللہ کفر کو مٹائے گا اور حاشر ہوں اللہ تعالیٰ لوگوں کو میرے قبر سے نکلنے کے بعد قبروں سے نکالے گا اور میں عاقب بھی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۶۱: ج ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں عیسیٰ بن مریم سے قریب تر ہوں دنیا میں بھی آخرت میں بھی، تمام انبیاء کرام آپس میں ایسے ہیں جیسے باپ شریک بھائی ہوں اور مائیں مختلف ہوں ان سب کا دین ایک ہی ہے (یعنی توحید

Marfat.com

اور رسالت اور وقوع قیامت پر ایمان لانا) آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ ہمارے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۶۵: ج ۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو سیدنا رسول اللہ ﷺ کی آمد کی بشارت دی تھی وہ ان کے ماننے والے راہبوں میں مشہور تھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو متعدد راہبوں میں سے (جن کے پاس یکے بعد دیگرے وقت گزارا) آخری راہب نے نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی جو ان کے درمیان آپس میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی چلی آرہی تھی۔ اسی لئے وہ مدینہ منورہ میں آکر بس گئے تھے اور اس راہب نے سرور عالم ﷺ کی جو علامات بتائی تھیں وہ علامات دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے جس کی تفصیل ہم سورہ اعراف کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں۔

توارت و انجیل میں خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت:

نزول قرآن کے وقت بھی یہود و نصاریٰ توریت اور انجیل میں رسول اللہ ﷺ کے آنے کی خبر پاتے تھے جسے سورہ اعراف کی آیت کریمہ ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

موجودہ انجیلوں میں (جن میں نصرانی بہت کچھ ادل بدل کر چکے ہیں) بھی آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ قرآن مجید کی تصریح کے بعد کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دی تھی اس کی تصدیق کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں ہے قرآن کا فرمان ہی کافی ہے، تاہم نصرانیوں پر خود انہیں کی کتاب سے حجت قائم کرنے کے لئے انجیل یوحنا کی یہ عبارت پڑھ لینا ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے'' (۶۱/ ۱۵-۱۴) اور فرمایا ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا'' (۱۶/ ۷)۔ (یہ ترجمہ ''بائبلز فور دی ورلڈ'' امریکہ کی طرف سے ۱۹۷۵ء میں زندہ کلام کے نام سے شائع ہوا)

لفظ فارقلیط کے بارے میں ضروری وضاحت:

ہم نے لفظ بہ لفظ نصاریٰ کا اپنا کیا ہوا ترجمہ اوپر نقل کر دیا ہے تینوں عبارتوں میں جو لفظ ''مددگار'' آیا ہے یہ لفظ ''فارقلیط'' کا ترجمہ کیا گیا ہے جو انجیلوں کے پرانے ایڈیشنوں میں پایا جاتا ہے، اس لفظ کا ترجمہ ''احمد'' کے معنی کے قریب تر ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان بولتے تھے آپ کے فرمان کا یونانی میں ترجمہ کیا گیا، الفاظ بدل گئے لیکن مفہوم باقی رہا۔ جب نصاریٰ نے دیکھا کہ ان الفاظ سے ہم پر حجت قائم ہوتی ہے تو انہوں نے فارقلیط کا لفظ چھوڑ کر اس کی جگہ ''مددگار'' کا ترجمہ کر دیا۔ اصل لفظ پیرکلوطوس تھا جس کا معنی محمد اور احمد کے قریب ہے۔ سیدنا محمد ﷺ کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک پیشین گوئی دوسرے الفاظ میں دی ہے جو انجیل یوحنا کے سولھویں باب میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے۔ ''لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔'' یہ پیشین گوئی پوری طرح سیدنا محمد ﷺ پر صادق آتی ہے۔

یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں کی تحریف میں مہارت رکھتے ہی ہیں انہوں نے لفظ پیرکلوطوس کا ترجمہ کبھی ''مددگار'' اور کبھی شافع کر دیا لیکن ان کی تغییر اور تحریف سے ان کو کفر پر جمے رہنے کے بارے میں کچھ فائدہ نہ پہنچا کیونکہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ احمد بھی تھے اور محمد بھی تھے اور اپنے صفات کے اعتبار سے معین اور مددگار بھی تھے اور روزِ محشر میں اہلِ ایمان کے شافع ہوں گے پھر نصاریٰ سے یہ بھی سوال ہے کہ اگر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مصداق نہیں ہیں تو کون شخص ہے جس کی انہوں نے بشارت

Marfat.com

دی تھی اگر کٹ حجتی کے طور پر کسی شخصیت کا نام جھوٹ موٹ پیش کر دیں تو ان سے یہ سوال ہے کہ اگر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اس بشارت کا مصداق ہو چکا تھا تو یہود و نصاریٰ نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کے کیوں منتظر تھے اور جب آپ کی بعثت ہوگئی تو نصرانی بادشاہوں اور راہبوں نے اسی بشارت کے مطابق جو ان کے یہاں چلی آرہی تھی آپ کو کیوں اللہ کا رسول تسلیم کیا۔ شاہ روم ہر قل اور ملک حبشہ کا قصہ مشہور ہی ہے اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ایک راہب نے کہا تھا اب نبی آخر الزماں کا انتظار کرو نجران کے نصاریٰ آئے، وہ بھی قائل ہو کر چلے گئے اور یہ بھی سب پر واضح ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہود و نصاریٰ کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مصداق کے لئے کسی شخص کی نہ تلاش ہے اور نہ انتظار ہے مزید تشریح اور توضیح کے لئے ''اظہار الحق'' عربی از مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور اس کا اردو ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' کا مطالعہ کیا جائے۔

جھوٹے مدعی نبوت کی گمراہی:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد جس نبی کے آنے کی خبر دی تھی اس کا نام احمد بتایا اور اس رسول کی بعثت ہوگئی جس کے بارے میں قرآن کریم نے بتا دیا کہ وہ خاتم النبیین ہے اور خود صاحب رسالت ﷺ نے بھی فرما دیا انا خاتم النبیین لانبی بعدی لیکن غیر منقسم ہندوستان میں بعض جھوٹے مدعیان نبوت نے آیت شریفہ کا مصداق اپنے آپ کو بنا دیا اور آپ کے مضمون میں تحریف کر دی۔ دعوائے نبوت سے بھی یہ شخص کافر ہوا اور سورۃ الاحزاب کی آیت میں جو محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا اس کی تحریف سے بھی کافر ہوا اور سورۃ الصف میں جو احمد مجتبیٰ رسول مصطفیٰ ﷺ کی بشارت دی اپنی ذات کو اس کا مصداق قرار دے کر بھی کفر در کفر کا مرتکب بن گیا۔ خود سورۃ الصف کی آیت میں آگے موجود ہے ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ جب وہ رسول آ گیا جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے اس میں ایک تو جاء ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب آیت کریمہ نازل ہوئی تھی اس وقت اس رسول کی بعثت ہو چکی تھی اور لوگوں نے کہا تھا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے دنیا جانتی ہے کہ جس کسی نے بھی احمد مجتبیٰ خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ایسے لوگوں کو جھوٹا بھی کہا گیا اور ان کے بارے میں دوسری باتیں بھی کہی گئیں لیکن جادوگر نہیں کہا گیا۔

جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنے آپ کو نبی بتاتا ہے اور اپنے کو سورۃ صف کا مصداق بتاتا ہے اس کا جھوٹا ہونا آیت کریمہ کے الفاظ ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ سے ظاہر ہے اور اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ اس شخص کا نام احمد نہیں تھا ہم نے اس کے نام سے تفسیر کو ملوث کرنا نہیں چاہا اس لیے نام ذکر نہیں کیا، جاننے والے جانتے ہیں وہ کون شخص ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧﴾ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔ وہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

Marfat.com

اللہ کا نور پورا ہو کر رہے گا اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو

یہ تین آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی شخص اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی دعوت دی جارہی ہے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ جنہیں اسلام قبول کرنا نہیں ہے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کے پھونکوں سے بجھادیں ان کے ارادوں سے کچھ نہ ہوگا اسلام بڑھ چڑھ کر رہے گا، اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا فرمادے گا کافروں کو برا لگے لگتا رہے انہیں اسلام کی ترقی اور اس کا عروج گوارا نہیں ان کی اس ناگواری کا اسلام کی رفعت اور بلندی پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

جب سے دنیا میں اسلام آیا ہے دشمنان اسلام نے اس کی روشنی کو بجھانے اور اس کی ترقی کو روکنے کے لئے کبھی بھی کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی اور آج بھی کفار اعداء دین اسلام اور مسلمان کے مٹانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں لیکن الحمد للہ اسلام بڑھ رہا ہے خود دشمنوں کے ممالک میں اسلام پھیل رہا ہے اور ان کے افراد برابر مسلمان ہو رہے ہیں اپنی آنکھوں سے اسلام کا پھیلاؤ دیکھ رہے ہیں اور اسلام کو روکنے کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں مگر اسلام بڑھتا چڑھتا چلا جا رہا ہے۔

مفسر قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کا سبب نزول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چالیس دن تک وحی نہیں آئی اس پر کعب بن اشرف یہودی نے کہا کہ اے یہودیو خوش ہو جاؤ اللہ نے محمد کا نور بجھا دیا اور اندازہ یہ ہے کہ ان کا یہ دین پورا نہ ہوگا اس پر رسول اللہ ﷺ کو رنج ہوا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس کے بعد وحی کا تسلسل جاری ہو گیا۔

مفسر قرطبی نے اس بارے میں پانچ قول نقل کئے ہیں کہ نور اللہ سے کیا مراد ہے؟

۱۔ قرآن مراد ہے ۲۔ دین اسلام مراد ہے ۳۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد ہے ۴۔ اللہ تعالیٰ کے دلائل مراد ہے۔ ۵۔ جس طرح کوئی شخص اپنے منہ سے سورج کے نور کو بجھانا چاہے تو نہیں بجھا سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کو ختم کرنے اور اس کے پھیلاؤ کو روکنے والے اور اس کا ارادہ کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (وھذا راجع الی القول الثانی)۔

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اللہ تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے اس کے مطابق ہو کر رہے گا۔ مشرکین جو اس کے لئے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام نہ پھیلے ان کی ناگواری کے باوجود اسلام پھیل کر رہے گا۔

مزید تفصیل اور تشریح کے لئے سورۃ توبہ رکوع نمبر ۵ کی تفسیر دیکھی جائے۔ (انوار البیان)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَٰرَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ⑩ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ بِأَمْوَٰلِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ⑪ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ وَمَسَٰكِنَ طَيِّبَةً فِى جَنَّٰتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ⑫ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ⑬

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں

Marfat.com

میں ہوں گے یہ بڑی اور عمدہ کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت بھی ہے جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی اور آپ مومنین کو بشارت دیجئے۔

ایسی تجارت کی بشارت جو عذاب الیم سے نجات کا ذریعہ اور جنت ملنے کا وسیلہ ہو جائے

ان آیات میں اہل ایمان کو آخرت کی تجارت کی طرف توجہ دلائی ہے دنیا میں کھانے پینے، پہننے اور دیگر ضروریات کے لئے کسب مال کی ضرورت ہوتی ہے جسے بہت سے لوگ تجارت کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اس میں بہت سے لوگ بہت زیادہ انہماک کر لیتے ہیں موت اور موت کے بعد کے حالات اور آخرت کے اجر و ثواب میں دھیان ہی نہیں دیتے زیادہ مال کی طلب میں ایسے لگتے ہیں کہ آخرت میں کام دینے والے اعمال کو بھول ہی جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت اور سودا گری نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دیدے، تجارت میں دونوں چیزیں دیکھی جاتی ہیں اول یہ کہ نفع ہو دوسرے یہ کہ نقصان نہ ہو اور دوسری چیز کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے اور یہ مقولہ تو مشہور ہے کہ دفع مضرت جلب منفعت سے بہتر ہے لہٰذا عذاب سے نجات دینے کو پہلے بیان فرمایا بعد میں جنت کے داخلہ کی بشارت دی۔

دونوں چیزوں میں کامیاب ہونے کا یہ راستہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ یہ عمل تمہارے لئے بہتر ہے جب یہ عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی بخش دے گا (جو عذاب کا سبب ہیں) اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور عمدہ عمدہ اچھے رہنے کے گھروں میں رہنا نصیب ہوگا جو اقامت کرنے کی جنتوں میں ہوں گے یعنی وہ جنتیں ایسی ہوں گی جہاں رہنا ہی رہنا ہوگا وہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا اور وہاں سے نکلنا بھی نہ چاہیں گے اسی کو سورہ کہف میں فرمایا ﴿لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا﴾ اور سورہ فاطر میں اہل جنت کا قول نقل فرمایا: ﴿إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ الَّذِيٓ أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (بیشک ہمارا پروردگار غفور ہے شکور ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں رہنے کی جگہ میں نازل فرمایا)۔

معلوم ہو گیا کہ ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ (جو نفس سے جہاد کرنے کو بھی شامل ہے) عذاب الیم سے بچانے کا بھی ذریعہ ہیں اور جنت دلانے کا بھی دنیا کی تجارت اس منفعت عظیمہ کے سامنے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی وہ تو فنا ہونے والی چیز ہے اور گناہوں کے ذریعہ جو دنیا حاصل کی جائے وہ تو آخرت میں وبال بھی ہے اور عذاب بھی لہٰذا مومن بندے آخرت کی تجارت میں لگیں وہاں کی کامیابی سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں ہے اسی کو فرمایا ﴿ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ مفسر قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کونسی تجارت محبوب ہے تو میں وہ تجارت اختیار کر لیتا اس پر آیت بالا ﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ﴾ نازل ہوئی سورہ توبہ میں اسی تجارت کو ﴿فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ﴾ اور سورہ فاطر میں ﴿يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ﴾ فرمایا ہے۔ ﴿وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا﴾ (اور تمہارے لئے ایک نفع کی چیز اور بھی ہے یعنی اللہ کی مدد اور زمانہ قریب میں حاصل ہونے والی فتح) اس میں یہ بتا دیا کہ جو مومن اور مجاہد ہوں ان کی تجارت کا نفع صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی اس کے منافع ملیں گے جنہیں تم پسند کرتے ہو اس میں سے ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی اور دوسرے یہ کہ عنقریب فتح نصیب ہوگی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس سے فارس اور روم کا فتح ہونا مراد ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فتح مکہ مراد ہے۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (اور مومنین کو خوشخبری دے دو) اس میں دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہونے پر پیشگی خوشخبری دی گئی ان بشارتوں کا بارہا ظہور ہو چکا ہے (اگر مسلمان آج مذکورہ تجارت میں لگیں تو پھر مدد اور فتح کا ظہور ہو)۔

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کون لوگ اللہ کی طرف میرے مددگار ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی اور دوسری جماعت نے کفر اختیار کرلیا، سو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کے دشمن کے مقابلہ میں ان کی مدد کی سو وہ غالب ہو گئے

اللہ کے انصار اور مددگار بن جاؤ

شروع سورت میں جہاد کرنے کا ذکر تھا پھر درمیان سورت میں بھی اس کی فضیلت سنائی اب یہاں سورت کے ختم پر بھی دین اسلام کی بلندی کے لیے نصرت کرنے کا حکم فرمایا اہل ایمان کے لئے ایسے احوال سامنے آتے رہتے ہیں کہ ہجرت اور نصرت اور جہاد کی ضرورت پڑتی ہے ان تینوں چیزوں پر عمل کرنے سے دین اسلام کی ترقی ہوتی ہے اور اس کی دعوت آگے بڑھتی رہی ہے اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں لیکن جو لوگ اس کے دین کو بلند کرنے کی محنت کریں۔ انہیں محض اپنے فضل سے مبارک لقب یعنی لفظ ''انصار اللہ'' سے یاد فرمایا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ان کا زمانہ بنسبت دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے قریب تھا اور ان کی دعوت و تبلیغ کے بارے میں نزول قرآن کے وقت جو لوگ موجود تھے وہ کچھ نہ کچھ اس کا علم رکھتے تھے خاص کر جو راہب بنے ہوئے تھے ان سے ملنے جلنے والے افراد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا کچھ نہ کچھ حال معلوم تھا اور وہ جانتے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اکثر بنی اسرائیل نے ان کی نبوت کا انکار کیا تھوڑے سے آدمیوں نے (جنہیں حواری کہا جاتا تھا) ایمان قبول کیا اور آپ کا ساتھ دیا، اور آپ کا پیغام لے کر مختلف اطراف واکناف چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے امت حاضرہ کے اہل ایمان سے خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو تم اللہ کے مددگار ہو جاؤ یعنی اس کے دین کی خدمت کرو جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حوارییّن سے فرمایا کہ کون لوگ ہیں جو اللہ کی طرف یعنی اللہ کے دین کی دعوت میں لگنے کی طرف میرا ساتھ دیتے ہیں؟ حواریوں نے جواب میں کہا کہ ہم انصار اللہ ہیں۔ دعوت و تبلیغ کے کام میں آپ کی مدد کریں گے۔

مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب حوارییّن نے یہ کہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں بلاد شام میں داعی بنا کر بھیج دیا۔

حواری کون تھے اور وجہ تسمیہ کیا ہے اس کے بارے میں ہم سورۃ آل عمران میں لکھ چکے ہیں۔ (انوار البیان جلد اول)

بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی (یہ تھوڑے سے لوگ تھے) اور ایک جماعت نے کفر اختیار کیا۔ جسے ﴿فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت رکھنے والوں کی تین جماعتیں:

معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تو لوگوں میں اختلاف ہو گیا ایک جماعت نے کہا کہ عیسیٰ عین اللہ تھے وہ خود سے اوپر چلے گئے اور ایک جماعت نے کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے تھے اللہ نے انہیں اٹھالیا اور تیسری جماعت نے کہا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے اللہ نے ان کو اوپر اٹھالیا یہ تین فرقے تھے اور ہر فرقے کے ماننے والے لوگ تھے، جنگ ہوئی تو دونوں کافر فرقے مومنین کی جماعت پر غالب آگئے پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

مبعوث فرمایا تو ایمان والی جماعت کفر والی جماعت پر غالب ہوگئی اس کو ﴿فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ ہی حق ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے جو اہل ایمان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید فرمائی اور وہ لوگ دلیل سے غالب آگئے اور یہ بات تائید قرآنی سے صحیح ثابت ہوگئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ تھے۔ (معالم التنزیل صفحہ ۳۴۹: ج ۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد ان کے ماننے والوں کا کفر اختیار کرنے والے فرقوں پر غالب آنے کا چونکہ تاریخ میں کوئی واقعہ ماثور اور منقول نہیں ہے اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ﴾ کا یہ مطلب بتایا کہ اہل ایمان اہل کفر پر دلیل اور حجت سے غالب ہو گئے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بھی نصیب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کو لے کر کافر فرقوں پر حجت کے ذریعہ غلبہ بھی پالیا۔

یہ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک تھا، اس کے بعد جو نصاریٰ کے فرقوں سے مسلمانوں کی صلیبی جنگیں ہوئیں ان میں تو اہل ایمان کو تلوار کے ذریعہ بھی غلبہ حاصل ہوگیا۔

فلله الحمد والنعمة على دين الاسلام و هزم اعداء الاسلام وهذا آخر تفسير سورة الصف و الحمد لله رب العلمين والصلوة على جميع الانبياء والمرسلين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

Marfat.com

آیاتہا ۱۱ ۶۲ سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۰ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی جس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ② وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں جو بادشاہ ہے، بہت زیادہ پاک ہے، غالب ہے، حکمت والا ہے، وہ ہی ہے جس نے بے پڑھے لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اور بلاشبہ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور دوسروں کے لئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں، جو ان کے ساتھ نہیں ملے، اور وہ عزیز ہے، حکیم ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ قدوس ہے، عزیز ہے، حکیم ہے اس نے تعلیم وتزکیہ کے لئے بے پڑھے لوگوں میں اپنا رسول بھیجا

یہاں سے سورۃ الجمعہ شروع ہو رہی ہے۔ پہلے رکوع میں ارشاد فرمایا کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی مخلوق ہے سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی چار صفات جلیلہ بیان فرمائیں یعنی ﴿الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ﴾ جس کا ترجمہ اور مطلب سورۃ الحشر کے ختم کے قریب آیت کریمہ ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی تفسیر کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

مزید جو دو صفات بیان فرمائیں ان میں ایک العزیز اور دوسری الحکیم ہے ان دونوں صفات کا تذکرہ بار بار قرآن مجید میں فرمایا ہے، العزیز عزت والا زبردست غلبہ والا اور الحکیم حکمت والا۔ ان دونوں صفات کے بار بار بیان کرنے میں مخلوق کو اس بات پر تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غالب ہے اس کی گرفت سے نکل کر کوئی کہیں نہیں جا سکتا اور یہ کہ وہ حکمت والا ہے اس کا کوئی فعل اور کوئی امر حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ایک بہت بڑے احسان کا تذکرہ فرمایا، اور وہ یہ ہے کہ اس نے امیین (یعنی بے پڑھے لوگوں) میں ایک رسول بھیجا جو انہیں میں سے ہے، امیین سے عرب مراد ہیں جن میں پڑھنے لکھنے کا بہت کم رواج تھا اگرچہ شاعری کرتے رہتے تھے۔ (جس کے لئے علم سے متصف ہونا ضروری نہیں ہے) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نحن امة امية یعنی ہم (عرب) بے پڑھے لوگ ہیں لانکتب ولا نحسب نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں، اہل مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی وہ امی تھے اور خود آپ بھی امی تھے جیسا کہ آیت بالا میں رسولا منھم اور سورۃ الاعراف میں ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ﴾ فرمایا ہے اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔ ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ (اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر

Marfat.com

ایسا ہوتا تو باطل والے شبہ لگا لیتے)۔

اللہ تعالیٰ نے امیین میں رسول بھیجا جو خود بھی امی تھا اس امی پر کروڑوں پڑھے لکھے قربان جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب لایا کہ اس کے مقابلہ میں بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء ایک چھوٹی سی سورہ بنا کر لانے سے بھی عاجز رہے اور عاجز ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس رسول کو سارے عالم کے لئے ہادی اور رحمت بنا کر بھیجا بڑے بڑے اہل علم نے اس رسول امی ﷺ کے دامن میں پناہ لی، اور آپ کے سامنے علمی ہتھیار ڈال دیئے، اس رسول عظیم کی بعثت کا تذکرہ فرمایا اور اس کی صفات بھی بیان فرمائیں۔

اولاً: فرمایا ﴿رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ یعنی انہیں امیین میں سے رسول بھیجا۔

ثانیاً: فرمایا کہ وہ ان کا تزکیہ فرماتا ہے۔ اس سے نفوس کا تزکیہ کرنا مراد ہے انسانوں کے نفوس میں جو رذائل اور بری صفات اور عادات ہوتی ہیں ان سے پاک کرنے کو تزکیہ کہا جاتا ہے۔

چوتھی: صفت یہ بیان فرمائی کہ یہ رسول کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

مفسرین نے فرمایا کہ کتاب سے قرآن مجید اور حکمت سے فہم قرآن مراد ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ کا سکھانا اور اس کے معانی اور مفاہیم اور مطالب کا سمجھانا یہ سب حکمت میں شامل ہیں۔ مزید توضیح اور تفسیر کے لئے سورہ بقرہ کی آیت ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ﴾ کا مطالعہ کیا جائے۔ (دیکھو انوارالبیان جلد اول)

پھر فرمایا ﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ یہ امی لوگ جن میں رسول امی ﷺ کو بھیجا اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے مشرک تھے بت پرست تھے۔ قتل وقتال اور لوٹ مار میں لگے رہتے تھے، صاحب رسالت محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے اہل عرب میں ہدایت بھی آ گئی برے اعمال بھی چھوٹ گئے اور چونکہ آپ کی بعثت عمومی ہے اس لئے آپ کی دعوت وتبلیغ پورے عالم میں پھیل گئی۔

اہل عجم کی اسلام کی خدمتیں:

جب حدود عرب سے نکل کر آپ کا لایا ہوا پیغام توحید شرقاً غرباً عجم میں پھیل گیا تو عجمیوں نے قرآن کو لیا حفظ کیا قرأتیں اور روایتیں محفوظ کیں، طرق ادا سیکھے، معانی سمجھے، قرآن کی تفسیریں لکھیں اور احکام قرآن پر کتابیں تالیف کیں، قرآن کے مواعظ کو امت میں پھیلایا حتیٰ کہ کثیر تعداد میں علماء وصلحاء وجود میں آ گئے اہل عرب کے بعد اہل عجم کا خدمات اسلام میں بہت بڑا حصہ ہے اسی کو فرمایا ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (اور ان امیین کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف بھی ان ہی کو رسول بنا کر بھیجا جو ابھی تک امیین سے نہیں ملے) یعنی ان تک اسلام نہیں پہنچا یا انہوں نے ابھی قبول نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے اس وقت سورۃ الجمعہ نازل ہوئی جس میں ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے؟ تین بار سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا اس وقت وہاں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ موجود تھے آنحضرت سرور عالم ﷺ نے ان پر ہاتھ رکھ دیا (اور اس طرح بتا دیا کہ وہ لوگ ان میں سے ہوں گے) پھر فرمایا اگر ثریا (ستاروں) کے نزدیک بھی ایمان ہو تو ان میں ایسے لوگ ہوں گے جو وہاں سے لے لیں گے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۲۷: جلد ۲)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارس کے رہنے والے تھے حضور اقدس ﷺ نے اہل فارس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو یہ لوگ وہاں سے لے لیں گے یہ بطور مثال ہے ان کے علاوہ جو غیر عرب ہیں انہوں نے بھی اسلام کی بہت خدمت کی۔ جب اہل فارس نے ایمان اور قرآن کو چھوڑ دیا اور شیعیت اختیار کر لی اس وقت سے دوسری اقوام نے الحمد للہ تعالیٰ اسلام کو خوب بڑھایا

Marfat.com

اور طرح طرح سے اس کی خوب خدمات انجام دیں۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے)۔ ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔

اللہ تعالیٰ جس کو بھی ایمان کی توفیق دیدے یہ اس کا فضل ہے۔ تمام اہل ایمان اور خاص کر وہ لوگ جو اسلام کی خدمات میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں مومن بنایا اور اسلام کی خدمت میں لگایا۔ فله الحمد والمنه۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ
الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ
لَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ
تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

مثال ان لوگوں کی جنہیں توراۃ اٹھانے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے نہیں اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے، جو کتابوں کو لادتا ہے، بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، آپ کہہ دیجئے اے وہ لوگو جنہوں نے یہودیت اختیار کی اگر تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں کبھی بھی اس بات کی تمننا کریں گے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو آپ فرما دیجئے کہ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہوئے وہ ضرور تم سے ملاقات کرے گی پھر تم لوٹا دیئے جاؤ گے غیب اور شہادت کے جاننے والے کی طرف سو وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کردے گا۔

یہودیوں کی ایک مثال اور ان سے خطاب کہ جس موت سے بھاگتے ہو وہ ضرور آ کر رہے گی

ان آیات میں یہود کی بے دینی اور ان کی دنیا و آخرت کی بدحالی بیان فرمائی ہے، یہود حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جن کا لقب اسرائیل تھا اور اسی مناسبت سے یہودیوں کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان میں جو انبیاء بھیجے ان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام زیادہ معروف ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے توراۃ شریف عطا فرمائی، جس میں یہودیوں کے لئے احکام تھے، ان میں اہل علم بھی تھے اور اہل عمل بھی جیسا کہ سورۃ المائدہ میں فرمایا ہے۔ ﴿يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ﴾

(انبیاء جو کہ مطیع تھے اس کے موافق حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اس کے کہ ان کو کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس کے اقراری ہو گئے تھے)۔

کچھ عرصہ تو یہودیوں کے علماء توراۃ شریف کے مطابق چلتے رہے اور قوم کو چلاتے رہے پھر توراۃ شریف کی تعلیمات کو چھوڑ دیا بلکہ ادل بدل کر دیا اور اس کے احکام پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ جو علم تھا اس پر عمل نہ رہا تو حامل کتاب ہونا ان کے لئے فائدہ مند نہ رہا ان لوگوں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ جن لوگوں سے توراۃ اٹھوائی گئی یعنی انہیں حکم دیا گیا کہ احکام توراۃ پر عمل کرو پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا (اور یہ دعوے کرتے رہے کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے) ان کی ایسی مثال ہے جیسے گدھے پر کتابیں لاد دی گئی ہوں وہ کتابیں

Marfat.com

لادے پھرتا ہے اور اس کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ میرے اوپر کیا ہے؟۔

یہود کی بدعملی اور اپنے بارے میں خوش گمانی:

یہود کے پاس توراۃ شریف تھی لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی قتل کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے پھر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور آپ کو پہچان بھی لیا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کا توراۃ وانجیل میں ذکر ہے پھر بھی ایمان نہ لائے۔

ان کی اس بدحالی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ (بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا)

یہودیوں کا اپنے بارے میں یہ گمان تھا کہ ہم اللہ کے دوست ہیں اور ہمارے سوا اللہ کا کوئی دوست نہیں بلکہ یوں کہتے تھے کہ ﴿نحن ابنآء الله واحبآء﴾ (ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں) اور یوں بھی کہتے تھے کہ دارالآخرۃ صرف ہمارے لئے ہے ان کی ان باتوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (آپ فرما دیجئے کہ اے یہودیو اگر تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ اس دوستی میں شریک نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو) مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں پکا یقین ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہو اور اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہے تو اس دنیا والی زندگی میں کیوں تکلیفیں اٹھا رہے ہو، اگر اپنے کو حق پر سمجھتے ہو اور یہ خیال کرتے ہو کہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے تو تمہیں جلد از جلد مر جانا چاہیے تاکہ دنیا چھٹے اور جنت ملے جبکہ تم جانتے اور مانتے ہو کہ جنت کی زندگی اس دنیا کی زندگی سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ تمہیں جلد سے جلد مر کر جنت کے لئے فکر مند ہونا چاہئے اگر یوں کہو کہ موت کا لانا اپنے قبضہ میں نہیں ہے تو موت کی تمنا ہی کر کے دکھا دو اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو۔ ﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ (اور یہ لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے)۔

یعنی یہ ان کے زبانی دعوے ہیں کہ جنت ہمارے ہی لئے ہے اور ہم اللہ کے ولی ہیں۔ لیکن کفر اور اعمال بد کی وجہ سے موت سے ڈرتے ہیں یہ موت کی تمنا کرنے والے نہیں ہیں سورۃ البقرۃ میں فرمایا ہے ﴿ولتجدنهم احرص الناس علی حيوة﴾ (اور آپ ان کو ایسا پائیں گے کہ لوگوں میں زندگی کے سب سے زیادہ حریص ہیں) یہ یقین کرتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد عذاب میں گرفتار ہوں گے لہٰذا جتنی بھی دنیاوی زندگی مل جائے بہتر ہے اپنے بارے میں اللہ کے اولیاء اور احباء ہونا محض زبانی دعویٰ ہے۔

شاید کسی کو یہ اشکال ہو کہ اگر کسی مسلمان سے کہا جائے کہ تو موت کی تمنا کر تو وہ بھی ایسی تمنا نہیں کرے گا پھر یہ حق اور باطل کا معیار کیسے ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہودیوں سے جو بات کی جا رہی تھی وہ ان کے اس دعوے سے متعلق ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں اور پیارے ہیں جنت میں صرف ہم ہی کو جانا ہے۔ ان کے اس دعوے کا الزامی جواب دیا گیا ہے انہیں اپنے دعویٰ کے مطابق عقلی طور پر بغیر کسی جھجک کے فوری طور پر مر جانا چاہئے تاکہ اپنے عقیدہ کے مطابق مرتے ہی جنت میں چلے جائیں، اگر مر نہیں سکتے تو مرنے کی تمنا ہی کریں۔

رہا مومنین اہل اسلام کا معاملہ تو ان میں سے کسی کو اگر موت سے کراہت ہے تو وہ طبعی امر ہے پھر احادیث شریفہ میں موت کی تمنا کرنے سے منع بھی کیا گیا ہے، مومن کے زندہ رہنے میں خیر ہے اگر نیک آدمی ہے تو اچھا ہے اور زیادہ اچھے عمل کر لے گا اور اگر گناہوں کی زندگی گزار رہا ہے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ کی توفیق ہو جائے، البتہ جس نے قصداً کفر اختیار کیا ہے اور کفر پر جما ہوا ہے اور کفر پر ہی رہنے

Marfat.com

کا ارادہ ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ کفر کے باوجود مجھے جنت ملے گی اور مجھے اور میرے ساتھیوں کے سوا کسی اور کو نہ ملے گی اس سے وہی خطاب ہے جو یہودیوں سے ہے۔

یاد رہے کہ بعض یہودی اپنے بارے میں دوزخ میں جانے کا بھی یقین رکھتے تھے لیکن یوں کہتے تھے کہ ہم چند دن دوزخ میں رہیں گے پھر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں ان یہودیوں سے خطاب ہے جو اپنے بارے میں اولیاء اللہ ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہم کو مرتے ہی جنت میں داخل ہونا ہے۔

اسی طرح کا ایک مضمون سورۃ البقرہ میں بھی گزرا ہے وہاں ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا تھا کہ اس میں یہودیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو آجاؤ ہم مل کر موت کی دعا کریں کہ دونوں فریق میں جو بھی جھوٹا ہے وہ فوراً مر جائے جب یہ بات سامنے آئی تو وہ اس پر راضی نہیں ہوئے اور راہ فرار اختیار کر لی۔ (سورۃ البقرہ ع ۱۱)

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ﴾ (آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ جس موت سے تم بھاگتے ہو اس سے تمہاری ملاقات ضرور ہوگی)۔ موت سے بھاگنے کی کوئی صورت نہیں ہر ایک کی اجل مقرر ہے جو شخص جہاں بھی ہوگا اپنے وقت پر اسے موت وہیں آجائے گی اور ضرور آئے گی۔ سورہ نساء میں فرمایا ﴿اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ﴾ (تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط برجوں میں ہو) موت سے کسی کو چھٹکارہ نہیں اور زیادہ عمر ہو جانے سے عذاب سے بچاؤ نہیں، جو لوگ بحالت کفر مر جائیں گے انہیں جہنم میں داخل ہونا ہے اور عذاب ضرور ہونا ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا ﴿یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ (ان کا ایک ایک فرد یہ آرزو کرتا ہے کہ کاش اسے ہزار سال کی عمر دیدی جائے) ﴿وَ مَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ﴾ (اور حال یہ ہے کہ اسے یہ چیز عذاب سے بچانے والی نہیں ہے کہ اس کی عمر ہزار سال کر دی جائے) دیر سویر ہر ایک کو موت آنی ہی ہے اور اہل کفر کے لئے جو عذاب طے شدہ ہے وہ انہیں ملنا ہی ہے جو دائمی عذاب ہوگا۔ ﴿ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (پھر تم اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب والشہادۃ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو عمل تم دنیا والی زندگی میں کیا کرتے تھے) جب قیامت کے دن حاضر ہونا ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ کفر کی سزا دائمی عذاب ہے تو سمجھداری کا تقاضا یہ ہے کہ تم ایمان قبول کر لو، کوئی شخص یوں نہ سمجھ لے کہ میرے اعمال کا کسے پتہ ہے جس نے پیدا کیا اسے سب علم ہے وہ غیب اور شہادہ سب جانتا ہے وہ سب بتا دے گا کہ کس نے کیا کیا ہے پھر وہ اپنے علم کے مطابق اعمال کی جزا سزا دے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو، اور بیع کو چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو، پھر جب نماز کی ادائیگی ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو خوب زیادہ یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

جمعہ کی اذان ہو جائے تو کاروبار چھوڑ دو اور نماز کے لئے روانہ ہو جاؤ

ان آیات میں جمعہ کی فرضیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے اول تو یہ ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے پکارا جائے

Marfat.com

یعنی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ نماز جمعہ سے پہلے جو خطبہ ہوتا ہے اسے ذکر اللہ سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کو سننے کے لئے دوڑ جانے کا حکم دیا ہے دوڑ جانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ بھاگ کر جاؤ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی حاضری جلدی کرو اور خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاؤ۔

﴿وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ خرید فروخت بطور مثال فرمایا ہے کیونکہ تاجر لوگ اپنے سوداگری کے دھندوں کی وجہ سے جمعہ کی اذان سن کے مسجد کی حاضری دینے میں کچے پڑ جاتے ہیں اور دنیاوی نفع سامنے ہونے کی وجہ سے خرید و فروخت میں لگے رہتے ہیں اور کاروبار بند کرنے کے لئے طبیعتیں آمادہ نہیں ہوتیں۔ اس لئے تنبیہ فرمائی۔

دنیاوی نفع حاصل کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگ جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے اور بہت سے لوگ صرف آدھا تہائی خطبہ سن لیتے ہیں۔ اس لیے صاف صاف اعلان فرما دیا۔ ﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (یہ جمعہ کی حاضری تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)۔ نزول قرآن کے وقت صرف ایک ہی اذان تھی جو امام کے منبر پر چڑھنے کے بعد دی جاتی تھی اس زمانہ کے لوگ رغبت سے نماز کے لیے پہلے سے حاضر رہتے تھے کوئی اکادکارہ گیا تو اذان سن کر حاضر ہو جاتا تھا۔

حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایسا ہی رہا۔ پھر جب نمازیوں کی کثرت ہوگئی تو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان خطبہ سے پہلے ایک اور اذان جاری کر دی جو مسجد سے ذرا دور بازار میں مقام زوراء پر ہوتی تھی (صحیح بخاری صفحہ ۱۲۴) اس وقت سے یہ پہلی اذان بھی جاری ہے علماء نے فرمایا کہ کاروبار چھوڑ کر جمعہ کے لئے حاضر ہونا اب اسی اذان اول سے متعلق ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ خلفاء راشدین میں سے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين فرمایا ہے اس لئے ان کا اتباع بھی لازم ہے۔

جمعہ کے فضائل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں جو پہلے آیا اس کا نام پہلے اور جو بعض میں آیا اس کا نام بعد میں لوگوں کی آمد کے اعتبار سے نام لکھتے رہتے ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص دوپہر کا وقت شروع ہوتے ہی جمعہ کے لئے روانہ ہو گیا اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ گویا اس نے بدنہ یعنی اونٹ کی ہدی پیش کی پھر جو اس کے بعد آیا اس کا ایسا ثواب ہے گویا اس نے گائے کی ہدی پیش کی اس کے بعد آنے والے کا ایسا ثواب ہے گویا اس نے مینڈھا ھدی میں پیش کیا اس کے بعد آنے والے کا ایسا ثواب ہے جیسا کہ اس نے مرغی پیش کی اس کے بعد آنے والے کا ایسا ثواب ہے گویا کہ اس نے انڈا پیش کیا، پھر جب امام (اپنے حجرہ سے ممبر پر آنے کے لئے) نکلتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفوں کو لپیٹ دیتے ہیں اور ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (رواہ البخاری صفحہ ۱۲۱، ۱۲۷، ومسلم صفحہ ۲۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ میں حاضر ہوا اور کان لگا کر (خطبہ) سنا اور خاموش رہا اس کے لئے اس جمعہ سے لیکر آئندہ جمعہ تک کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی اور مزید تین دن کی مغفرت ہوگی (کیونکہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا زیادہ دیا جاتا ہے) پھر فرمایا کہ جس نے کنکریوں کو چھولیا اس نے لغو کام کیا (کیونکہ جو شخص خطبہ کی طرف سے غافل ہو گا وہ ہی کنکریوں سے کھیلے گا یا اسی طرح کا اور کوئی لغو کام کرے گا)۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۸۳: ج ۱)

اس حدیث میں اچھی طرح وضو کر کے آنے کا حکم ہے اور بعض روایات میں غسل کرنے، تیل یا خوشبو لگانے، اور پیدل چل کے جانے اور مسواک کرنے اور اچھے کپڑے پہننے اور امام کے قریب ہو کر خطبہ سننے کی بھی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

Marfat.com

جو شخص خطبہ کے درمیان بات کرنے لگے اس کو یوں کہنا کہ خاموش ہو جا یہ بھی ممنوع ہے (کیونکہ اس میں دھیان سے خطبہ سننے میں فرق آتا ہے) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو نے بات کرنے والے سے یوں کہہ دیا کہ چپ ہو جا تو نے لغو کام کیا۔ (رواہ البخاری صفحہ ۱۲۷: ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب دنوں سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے (ان کا وہاں سے نکالا جانا دنیا میں ان کی نسل بڑھنے کا اور ان میں سے انبیاء، شہداء صدیقین، صالحین اور عام مومنین کے وجود میں آنے کا سبب بنا۔ جنہیں جنت کا داخلہ نصیب ہوا) اور فرمایا کہ قیامت جمعہ ہی کے دن آئے گی۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۸۲: ج ۱)

ترک جمعہ پر وعید:

فائدہ: مریض اور مسافر اور عورت اور غلام پر جمعہ کی حاضری ضروری نہیں ہے۔ بالغ مرد جسے کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو جو نماز کو جانے سے مانع ہو اس پر خوب ہمت کر کے کاروبار چھوڑ کر اور آداب کا خیال کر کے حاضر ہونا لازم ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے رک جائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ لوگ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۸۲: ج ۲)

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ جمعہ کی نماز سے پیچھے رہ جاتے ہیں میں نے ان کے بارے میں پکا ارادہ کر لیا ہے کہ کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر پیچھے سے جا کر ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو جمعہ کی نماز کی حاضری سے رہ جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۲۱)

ساعت اجابت:

فائدہ: جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے جس میں دعاء ضرور قبول ہوتی ہے بعض روایات میں ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد سے نماز کے ختم ہونے تک کے درمیان دعاء قبول ہونے کا وقت ہے۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۸۱)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جمعہ کے دن جس گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے اس گھڑی کو عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک تلاش کرو۔ (رواہ الترمذی صفحہ ۱۱۱: ج ۱)

سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت:

فائدہ: جمعہ کے دن سورۂ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھنے کی بھی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ تین آیات پڑھ لیا کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (رواہ الترمذی صفحہ ۱۱۶: ج ۲) بعض روایات میں جمعہ کے دن سورہ کہف کی آخری آیات پڑھنے کا بھی ذکر آیا ہے اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لی اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا یعنی جمعہ کے دن اس سورہ کے پڑھنے کی وجہ سے اس کی قبر میں یا قلب میں ایک ہفتہ کے بقدر روشنی رہے گی۔ (رواہ البیہقی فی دعوات الکبیر)

فائدہ: جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھنے کا بھی حکم وارد ہوا ہے۔ (رواہ الدارمی صفحہ ۳۲۶)

جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت:

فائدہ: جمعہ کے دن درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے یوں تو درود شریف پڑھنے کا ہمیشہ ہی بہت زیادہ ثواب ہے لیکن جمعہ کے دن

Marfat.com

خاص طور پر آپ ﷺ نے درود پڑھنے کا حکم دیا۔ (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۲۰)

نماز جمعہ کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو:

اس کے بعد ارشاد فرمایا ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ (الآیۃ) (یعنی جب نماز ختم ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو)۔ یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے اباحت اور اجازت کے لیے ہے۔ مطلب یہ کہ جب نماز ختم ہو گئی تو مسجد کی حاضری والا کام ختم ہو گیا اب اپنے دنیاوی مشاغل میں لگ سکتے ہو مسجد سے فارغ ہو کر بازار میں جاؤ۔ اللہ کا رزق حاصل کرو۔ جمعہ کی حاضری کے لیے جو کاروبار چھوڑ کر آئے تھے چاہو تو اس میں لگ جاؤ چونکہ یہ امر اباحت کے لیے ہے اس لئے اگر کوئی شخص نماز پڑھ کر عصر تک یا مغرب تک مسجد میں رہ جائے اعتکاف، تلاوت ذکر، ساعت اجابت کی تلاش میں وقت گزارے تو یہ بھی اچھی بات ہے۔

خرید و فروخت کی اجازت دینے کے بعد ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ بھی فرمایا اور یہ بتادیا کہ خرید و فروخت کی مشغولیت یا دوسرے کام اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، مومن کو ہر حال میں اللہ کے ذکر میں لگا رہنا چاہئے جو حاصل زندگی ہے، نماز بھی اللہ کے ذکر کے لئے ہے جیسا کہ سورۃ طہٰ میں فرمایا ہے۔ ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (کہ نماز کو میرے ذکر کے لئے قائم کرو) سورۃ العنکبوت میں فرمایا ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے) سورۃ الاحزاب میں فرمایا ہے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا﴾ (اے ایمان والو، اللہ کا ذکر کرو خوب زیادہ اور صبح وشام اس کی تسبیح میں مشغول رہو) پھر فرمایا لعلکم تفلحون (تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ اس میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے اس سے قلب کو راحت ہوتی ہے اطمینان حاصل ہوتا ہے چونکہ بازار میں بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے خرید و فروخت کی آوازیں لگتی ہیں۔ غفلت کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں اس لئے طلب رزق کے ساتھ کثرت ذکر کا بھی حکم فرمایا۔ ذیل میں لکھے ہوئے الفاظ پڑھنے کی خاص فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں داخل ہوا اور اس نے یہ کلمات پڑھے:

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لايموت بيده الخير وهو على كل شيءٍ قدير (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے موت نہ آئے گی، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔ تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ دس لاکھ نیکیاں لکھ دیں گے اور دس لاکھ گناہ معاف فرما دیں گے اور دس لاکھ درجے بلند فرما دیں گے اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیں گے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور جب وہ کسی تجارت یا لہو کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ ایسے لہو اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

خطبہ چھوڑ کر تجارتی قافلوں کی طرف متوجہ ہونیوالوں کو تنبیہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم سرول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے۔ اچانک (مدینہ منورہ) میں ایک اونٹوں کا قافلہ آ گیا جن پر کھانے پینے کا سامان لدا ہوا تھا (جب حاضرین کے کانوں میں اس کی بھنک پڑی تو) اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور بازار کی طرف چل دیئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے اس پر آیت کریمہ ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا

Marfat.com

﴿انْفَضُّوْا اِلَيْهَا﴾ نازل ہوگئی۔ (رواہ البخاری صفحہ ۱۲۸: جلد اصفحہ ۷۲۷: جلد ۲)

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور صحیح مسلم صفحہ ۲۸۴ میں اس روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کے خطبہ پڑھنے کو نماز پڑھنے سے تعبیر کر دیا۔ قال النووی فی شرح مسلم والمراد بالصلوة (فی روایة البخاری) انتظار ھا فی حال الخطبة کما وقع فی روایات مسلم)

صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ جو بارہ افرادرہ گئے تھے ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے مراسیل ابوداؤد صفحہ ۷ میں مقاتل بن حبان سے نقل کیا ہے کہ پہلے یہ طریقہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز عیدین کی طرح جمعہ کی خطبہ بھی نماز کے بعد دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر خطبہ میں مشغول تھے کہ ایک شخص اندر مسجد میں آیا اور اس نے کہا کہ دحیہ بن خلیفہ اپنی تجارت کا سامان لے کر پہنچ گیا ہے (اس وقت دحیہ مسلمان نہیں ہوئے تھے)۔ جب وہ باہر سے تجارت کا سامان لے کر آتے تھے تو ان کے گھر والے دف بجا کر استقبال کیا کرتے تھے جو لوگ خطبہ سن رہے تھے وہ یہ سمجھ کر کہ خطبہ چھوڑ کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مسجد سے باہر نکل گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا﴾ نازل فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد سے خطبہ کو نماز سے مقدم کر دیا اور نماز سے خطبہ پہلے پڑھا جانے لگا۔

مراسیل ابوداؤد کی روایت بالا سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ اس موقع پر مسجد سے نکل گئے تھے انہوں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ نماز تو ہو ہی گئی ہے خطبہ نماز کا جزء نہیں ہے اور نصیحت کی باتیں رسول اللہ ﷺ سے سنتے ہی رہتے ہیں، اس لیے خطبہ چھوڑ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے ان کی یہ اجتہادی غلطی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جب یہ تجارت کو دیکھتے ہیں یا کسی لہو کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چل دیتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ لہو سے طبل مراد ہے (جسے مراسیل ابوداؤد میں دف بتایا ہے) معالم التنزیل میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کتنے لوگ مسجد میں رہ گئے؟ عرض کیا بارہ مرد اور ایک عورت باقی رہ گئے آپ نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے تو ان پر آسمان سے پتھر برسا دیئے جاتے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم سب یکے بعد دیگرے چلے جاتے اور کوئی بھی مسجد میں نہ رہتا تو یہ وادی آگ بن کر بہہ پڑتی۔ (معالم التنزیل صفحہ ۳۴۵، ۳۴۶: ج ۴)

بات یہ ہے کہ وہ زمانہ خوراک کی کمی کا بھی تھا اور بھاؤ کے مہنگے ہونے کا بھی دحیہ بن خلیفہ تجارت کا سامان لے کر آئے جس میں کھانے پینے کی چیزیں بھی تھیں۔ اس ڈر سے کہ ممکن ہے اور لوگ خرید لیں اور ہم کو کچھ بھی نہ ملے حاضرین مسجد سے اس طرف چلے گئے۔

ایک تو چیزوں کی نایابی کا زمانہ تھا دوسرے انہوں نے یہ سمجھا کہ نماز کے بعد خطبہ چھوڑ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مال خریدنے میں یہودی اور منافق بھی ہیں اس لیے ہمیں بھی مال جلدی خرید لینا چاہئے۔ اس خیال نے خطبہ چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ کر دیا۔

اگر معاملہ کی ساری صورت حال سامنے رکھی جائے تو بات سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ حضرات صحابہؓ نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن غلطی، غلطی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرما دی ﴿قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ﴾ (آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے لہو سے اور تجارت سے) اس میں یہ بتا دیا کہ نماز میں اور خطبہ کی مشغولیت میں بڑی برکات ہیں۔ ان چیزوں میں مشغول ہوتے ہوئے جو اللہ کی طرف سے دنیا و آخرت میں خیر ملے گی وہ ان چیزوں سے بہتر ہے جن کے لئے اللہ کے ذکر کو چھوڑ کر روانہ ہو گئے مومن بندوں کو اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے ان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں اور اس کے احکام پورے کریں

Marfat.com

اور اسی سے مانگیں۔

﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (اور اللہ تعالیٰ تمام دینے والوں سے بہتر ہے)۔ اسی نے ارزاق واسباب پیدا فرمائے ہیں اور مقدر بھی فرمائے ہیں اس سے بڑھ کر کوئی دینے والا نہیں ہے جو کچھ ملتا ہے اس کی مشیت سے ملتا ہے جو کوئی شخص کسی کو کچھ دیتا ہے وہ بھی اللہ کی طرف سے دل میں ڈال جاتا ہے۔

فائدہ: جمعہ کا خطبہ اداء صلاۃ کے لیے شرط ہے خطبہ پڑھے بغیر دو رکعتیں پڑھ لیں تو جمعہ ادا نہیں ہوگا۔

فائدہ: نماز جمعہ میں پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ اذا جاءك المنافقون پڑھنا مسنون ہے۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۸۷: ج۱)

اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین میں اور صلوۃ جمعہ میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ پڑھتے تھے اگر کسی دن ایسا ہو گیا کہ عید بھی ہے اور جمعہ بھی تو دونوں نمازوں میں ﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۸۸: ج۱)

Marfat.com

آیاتہا ۱۱ ۶۳ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ المنافقون مدینہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات اور دو رکوع ہیں
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ
إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ① اِتَّخَذُوْا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَإِذَا
رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ؕ وَإِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ
كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۘ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ
تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَاءٌ
عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ
خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ
لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑧ ع

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم گواہی دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا سو انہوں نے اللہ کی راہ سے روک دیا بیشک یہ لوگ جو کرتے ہیں برا عمل کرتے ہیں، یہ اس وجہ سے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ان کے دلوں پر مہر مار دی گئی لہٰذا وہ نہیں سمجھتے اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہونگے اور اگر وہ باتیں کرنے لگیں گے تو آپ ان کی بات سننے کی طرف دھیان دینگے گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو ٹیک لگا کر رکھ دی گئی ہیں وہ ہر چیخ کو اپنے اوپر خیال کرتے ہیں کہ یہ دشمن ہی ہیں سو آپ ان سے ہوشیار رہیے، اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں پھرے جا رہے ہیں، اور جب ان سے کہا گیا کہ آجاؤ اللہ کا رسول تمہارے لیے استغفار کرے تو وہ اپنے سروں کو موڑ لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کر رہے ہیں۔ برابر ہے کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں بلاشبہ اللہ انہیں نہیں بخشے گا، بیشک اللہ ہدایت نہیں دیتا فاسقوں کو، یہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں خزانے زمین کے اور آسمان کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے تو عزت والا ذلت والے کو نکال

Marfat.com

دے گا اور اللہ ہی کے لیے ہے عزت اور رسول کے لیے اور مومنین کے لئے، لیکن منافقین نہیں جانتے۔

منافقین کی شرارتوں اور حرکتوں کا بیان

یہاں سے سورۃ المنافقون شروع ہو رہی ہے۔ اس میں منافقین کی بے ایمانی اور بات کر کے مکر جانے اور جھوٹی قسم کھا جانے کا تذکرہ ہے۔ منافقین جو اوپر اوپر سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور دل سے کافر تھے یہ لوگ نمازوں میں بھی برے دل سے شریک ہو جاتے تھے نیز جہاد کے مواقع میں بھی حاضر ہوتے تھے اور اپنی حرکتیں جاری رکھتے تھے، شرارتوں سے اور ناگوار باتوں سے باز نہیں آتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ جہاد کے لئے تشریف لے گئے (شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ یہ غزوہ بنی المصطلق کا واقعہ ہے اور سنن نسائی میں اس کی تصریح ہے) منافقین بھی حسب عادت ساتھ لگ گئے تھے وہاں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو دھپ مار دیا۔ اس پر انصاری نے مدد کے لئے انصار کو اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا رسول اللہ ﷺ نے آواز سنی تو فرمایا یہ کیا جاہلیت کی دہائی ہے (کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی گروہ بندی کی عصبیت کام کرنے لگی)۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصاری کو ایک دھپ مار دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس جاہلیت کی دہائی کو چھوڑو۔ یہ بدبودار چیز ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی مہاجرین اور انصار کے جھگڑنے والی بات سن لی اس نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے کہ مہاجرین انصار کو مارنے لگے۔ یہ لوگ جو باہر سے آئے ہیں ہم نے انہیں کھلایا پلایا تو یہ اتنے چڑھ گئے، یہ تو وہی بات ہوئی کہ جس کا کھائے اس پر غرائے۔ اب ان لوگوں پر خرچ نہ کرو تاکہ خود ہی منتشر ہو جائیں کھانے کو نہیں ملے گا تو خود ہی تتر بتر ہو جائیں گے اور اس نے یہ بھی کہا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے (عزت والا اس نے اپنے آپ کو کہا کیونکہ انصاری پہلے سے مدینہ میں رہتے تھے اور ذلت والا مہاجرین کو کہا جو مکہ مکرمہ سے آکر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے)۔

یہ واقعہ صحیح بخاری میں حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے جو کہ صحیح بخاری میں صفحہ ۲۸، ۲۹ پر مذکور ہے۔

حضرت زید بن ارقم نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن ابی منافق کی بات نقل کر دی، جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو عبداللہ زوردار قسم کھا گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی، عبداللہ کے جو دوسرے ساتھی تھے انہوں نے بھی جھوٹی قسم کھالی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی تصدیق فرما دی اس پر مجھے اتنی ندامت ہوئی اور طبیعت پر بوجھ ہوا اور رنج کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ سے ﴿لیخرجنّ الاعزّ منها الاذل﴾ تک آیات نازل فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرما دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے مواقع پر اپنے جذبات پر قابو پانے والے کہاں تھے جو بات انہوں نے حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں کہی تھی وہ ہی بات یہاں بھی عرض کر دی اور کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں اس منافق کی گردن مار دوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوڑو اگر ایسا کرو گے تو لوگ یوں کہیں گے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

رئیس المنافقین کے بیٹے کا ایمان والا طرز عمل:

سنن الترمذی میں بھی حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت مذکور ہے اس میں یہ ہے کہ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی امام ترمذی نے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کا قصہ ہے علماء کرام نے اس دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔

جب عبداللہ بن ابی کی یہ بات اس کے بیٹے نے سنی کہ عزت دار ذلت والے کو نکال دے گا تو اس نے باپ سے کہا کہ تو مدینہ میں واپس نہیں ہو سکتا جب تک تو یہ اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ ﷺ عزت دار ہیں چنانچہ جب اس نے یہ اقرار کر لیا تو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دے دی یاد رہے کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا جو مسلمان تھے۔ اب آیت کا ترجمہ دوبارہ پڑھئے

Marfat.com

اور بات سمجھتے جایئے۔ (الدر المنثور)

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کو معلوم ہے کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ اپنی گواہی اور اپنی قسم میں جھوٹے ہیں۔ یہ بات تو سچ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن ان کا اس انداز سے گواہی دینا اور قسم کھانا کہ وہ آپ کو دل سے اللہ کا رسول مانتے ہیں اس میں وہ جھوٹے ہیں، آدمی اس لئے قسم کھاتا ہے کہ وہ سننے والوں کو یہ بتائے کہ میرا ظاہر و باطن ایک ہے اور جو کہہ رہا ہوں وہ ہی دل میں ہے چونکہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت کے قائل نہ تھے اس لئے ان کی اس قسما دھری کو اور اپنے اس دعوے کو کہ ہم دل کی گہرائی سے آپ کے رسول ہونے کی گواہی دے رہے ہیں جھوٹا قرار دیدیا درمیان میں یہ بھی فرمادیا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ﴾ (اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں) آپ کی رسالت کے لئے ان کی گواہی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بات یہ ہے کہ جھوٹا ہی قسمیں زیادہ کھایا کرتا ہے سچے آدمی تو بہت کم کبھی قسم کھالیتے ہیں جن کے دل میں کھوٹ ہوتا ہے وہ ہی اپنی زبان اور دل کی موافقت ثابت کرنے کے لیے قسم کھاتے ہیں۔

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ (انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے) اپنے جھوٹے دعوائے ایمان کو ثابت کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ مسلمان سمجھے جائیں اور مسلمانوں کے ماحول میں ان کی جانیں اور اموال اور اولاد محفوظ رہ سکیں اگر کھل کر کفر کا اقرار کر لیں تو اندیشہ ہے کہ دوسرے کافروں کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ ہی ان کے ساتھ کیا جائے اور ان کے ساتھ جو امن وامان کا برتاؤ ہوتا ہے وہ ختم کردیا جائے۔

﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (سوانہوں نے روک دیا اللہ کی راہ سے) اپنی جانوں کو بھی اللہ کی راہ سے دور رکھا اور اپنی اولاد کو بھی اور دوسرے ملنے جلنے والوں کو بھی ﴿اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (بیشک یہ لوگ جو عمل کرتے ہیں یہ برے عمل ہیں) گویہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے اپنے لئے اچھا طریقہ اختیار کیا کہ مسلمانوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور غیر مسلموں سے بھی) یہ لوگ اپنی بدعملی کی سزا پالیں گے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا﴾ (الآیۃ) ان کی یہ بدعملی اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے یعنی ظاہری طور پر اپنے کو مومن بتایا، ان لوگوں کے لئے خیر اسی میں تھی کہ ظاہر و باطن سے مومن ہوتے اور اپنے باطن کو بھی ظاہر کے مطابق کر لیتے یعنی سچے دل سے مومن ہوجاتے لیکن انہوں نے یہ حرکت کی کہ ظاہر میں بھی کافر ہوگئے یعنی ان سے ایسی باتیں ظاہر ہوگئیں جن سے یہ معلوم ہوگیا کہ یہ لوگ مومن نہیں جو ظاہری ایمان تھا اس کو بھی باقی نہ رکھ سکے۔ ﴿فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ (جب یہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر ماردی گئی) ﴿فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ (اب یہ حق کو نہ سمجھیں گے) اور حقیقی بات کو نہ جانیں گے۔

منافقوں کی ظاہری باتیں پسند آتی ہیں:

﴿وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ﴾ منافقین کی صفت بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ یہ لوگ نظروں میں بھاتے ہیں ان کے قد بھی بڑے ہیں رنگ بھی اچھے ہیں۔ صحیح البخاری میں ہے کانوا رجالا واجمل شیٔ۔ ﴿وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ﴾ اور باتیں کرنے کا ڈھنگ اور فصاحت و بلاغت ایسی ہے کہ اگر آپ سے باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور آپ ان کی بات کو دھیان سے سنیں گے۔ ﴿كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾ (گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئی) یعنی ان کے جسم بھی قد و قامت والے ہیں باتیں بھی میٹھی ہیں مگر آپ کے کام نہیں آسکتے وہ ایسے ہیں جیسے لکڑیاں دیوار کے سہارے سے کھڑی ہوں۔ جیسے لکڑیاں بے جان ہیں ایسے ہی ان کے لمبے چوڑے جسموں کا حال ہے ایمان سے بھی خالی ہے اور جرأت اور ہمت سے بھی، یہ آپ کے کام نہیں آسکتے۔

Marfat.com

صاحب معالم التنزیل نے یوں تفسیر کی ہے کہ یہ لوگ اشجار مثمرہ یعنی پھل دار درخت نہیں ہیں بلکہ ایسے ہیں جیسے لکڑیاں ہوں جنہیں دیوار کے سہارے ٹیک دیا گیا ہو۔ اس کے بعد ان کی بزدلی اور باطنی خوف کا تذکرہ فرمایا ہے:

﴿یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ﴾ (یہ لوگ ہر چیخ کو اپنے اوپر خیال کرتے ہیں کہ دشمن ہے) چونکہ دل سے مومن نہیں ہیں اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہمارے نفاق کا پتہ نہ چل جائے اور جو بھی چیخ سنتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر ہی کوئی مصیبت پڑنے والی ہے۔

فاحذرھم لہٰذا آپ ان سے محتاط اور ہوشیار رہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو اور اہل ایمان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ﴾ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں الٹے پھرے جا رہے ہیں، ایمان کی طرف آتے ہی نہیں۔ ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا﴾ (الآیة) معالم التنزیل صفحہ ۳۵۰: جلد ۴ میں لکھا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں آیت قرآنیہ نازل ہو گئی جس سے اس کا جھوٹا ہونا اور حضرت زید بن ارقم کا سچا ہونا، ثابت ہو گیا تو اس سے کسی نے کہا کہ دیکھ تیرے بارے میں کیسی سخت بات نازل ہوئی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا کہ وہ تیرے لئے اللہ سے دعا کریں اس پر اس نے انکار کرتے ہوئے اپنے سر کو حرکت دی اور کہنے لگا کہ تم لوگوں نے مجھ سے ایمان لانے کو کہا تو میں ایمان لے آیا تم لوگوں نے زکوٰۃ دینے کے لئے کہا تو میں نے زکوٰۃ بھی دی۔ اب اتنی سی بات رہ گئی ہے کہ رسول اللہ کو سجدہ کرلوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ﴾ نازل فرمائی (اور جب کہا گیا کہ آجاؤ اللہ کے رسول تمہارے لئے استغفار کر دیں تو انکار کرتے ہوئے اپنے سروں کو پھیر دیتے ہیں اور تکبر کرتے ہوئے بے رخی اختیار کر لیتے ہیں)۔

صحیح بخاری میں لووا ء وسھم کی تفسیر میں لکھا ہے: حرکوا ءو سھم استھزوا بالنبی ﷺ

کہ یہ لوگ سر کو حرکت دیتے ہیں اور یہ حرکت دینا اس انداز میں ہوتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانا مقصود ہوتا ہے۔

ان کی بے رخی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ﴿سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ (ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں) آپ کا استغفار کرنا انہیں کوئی نفع پہنچانے والا نہیں)۔

﴿لن یغفر الله لهم﴾ (اللہ تعالیٰ ہرگز کبھی ان کی بخشش نہیں فرمائے گا) کیونکہ کفر کی بخشش نہیں ہو سکتی اور یہ پہلے معلوم ہو گیا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے مزید فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ (بیشک اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا)۔

منافقین کہتے تھے کہ اہل ایمان پر خرچ نہ کرو وہ مدینہ سے خود ہی چلے جائیں گے:

اس کے بعد منافقین کا دوسرا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ﴿هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا﴾ (یہ وہ لوگ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر خرچ مت کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ خود منتشر ہو جائیں) منافقین نے دوسری بیہودہ باتوں کی طرح یہ بھی بڑی جاہلانہ بات کہی انہوں نے اپنے کو رازق سمجھ لیا اور یہ سوچا کہ یہ مہاجرین کو کھانا نہیں دیں گے تو روٹی کی فکر انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہٹا دے گا (عموماً جاہل دنیادار اس طرح کی باتیں کہہ دیا کرتے ہیں اور مدارس و مساجد میں کام کرنے والوں پر اس طرح کی پھبتی کس دیتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرما دیا ﴿وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے) جس کو چاہے گا دے گا، کوئی یہ نہ سمجھے کہ فلاں کھانا دیتا ہے۔ سب کو کھلانے پلانے والا اللہ ہی ہے۔ ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ﴾ (لیکن منافق نہیں سمجھتے)۔

اللہ اور رسول اور مومنین ہی کے لئے عزت ہے:

(اور اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لئے) ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ﴾ (اور لیکن

Marfat.com

منافقین نہیں جانتے) تھوڑی سی دنیا کے بل بوتہ پر یہ باتیں کر رہے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ آگے کیا ہوگا۔ اللہ کے رسول اور اہل ایمان ہی عزت والے ہوں گے اور یہ جاہل منافق ہی ذلیل اور خوار ہوں گے، بالآخر ایک وہ دن آیا کہ ان کو مسجد نبوی سے ذلت کے ساتھ نکال دیا گیا پھر ایک ایک کر کے دفع اور دفن ہو گئے اور بعض اسلام قبول کر کے عزت کی زندگی میں داخل ہو گئے۔

منافقین نے یہ جو کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر عزت دار ذلت والے کو نکال دے گا ان کی اس بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہو گئے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا) اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم عزت دار ہیں مدینہ شہر ہمارا شہر ہے۔ ہم اس میں پہلے سے رہتے ہیں مہاجر بعد میں آئے ہیں ہمارے سامنے ذلیل ہیں (العیاذ باللہ)۔ ہم ان کو نکال دیں گے بات صاف نہیں کہی مگر کہہ دی متکلم کا صیغہ کہنے کے بجائے غائب کا صیغہ اختیار کیا، اللہ جل شانہ نے جواب میں فرمایا ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١١

اے ایمان والو! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو شخص ایسا کرے گا سو یہ لوگ وہ ہیں جو نقصان میں پڑنے والے ہیں، اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آ جائے سو وہ کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے تھوڑی مدت کے لئے مجھے کیوں مہلت نہ دی میں صدقہ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کی اجل آ جائے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

تمہارے اموال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اللہ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرو!

دنیا میں مال اولاد دو چیزیں ایسی ہیں جن میں مشغول ہو کر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ فرائض اور واجبات کو چھوڑنا نوافل واذکار سے دور رہنا زبان سے دنیاوی دھندوں میں پھنسا رہنا، یہ سب امور ایسے ہیں جو اللہ کی یاد سے غافل کرنے والے ہیں، آدمی مال کمانے میں لگتا ہے تو اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اولاد کو مالدار بنانے کے لئے اور موت کے بعد بہت سا مال چھوڑنے کے لئے کمائی کرتا ہے۔ حلال حرام کا خیال نہیں کرتا زکوٰۃ ادا نہیں کرتا واجبات شرعیہ میں خرچ نہیں کرتا، اگر کوئی شخص حلال مال ہی کمائے تب بھی کمانے کا انہماک اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے، پھر اولاد کے غیر ضروری اخراجات لاڈ اور پیار اور ایسی ہی بہت سی چیزیں ہیں جو گناہ پر لگاتی ہیں اور اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ بقدر ضرورت اپنی جان کے لئے اپنے اہل و اولاد کے لئے اپنے ماں باپ کے لئے مال کمانا جس میں اللہ کی رضا بھی مقصود ہو یہ تو اللہ کے ذکر میں ہی شامل ہے لیکن جس میں دنیا ہی مقصود ہو مال ہی مقصود ہو اس میں اللہ کے ذکر سے غفلت ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ (اور جو شخص ایسا کرے یعنی اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے تو یہ لوگ

Marfat.com

نقصان میں پڑنے والے ہیں) جو شخص کافر ہے وہ تو پورا ہی خسارہ میں ہے یعنی اس کی ہلاکت کامل ہے آخرت میں اس کے لئے دائمی عذاب ہے اور جو شخص مومن ہوتے ہوئے دنیا کے جھمیلوں میں لگے وہ بقدر جھمیلوں کے اللہ کے ذکر سے غافل رہتا ہے اور اسی کے بقدر خسارہ میں ہے اور یہ خسارہ کوئی معمولی نہیں ہے اللہ کا نام لینے سے ذرا سی غفلت بھی بہت بڑے نقصان کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے ایک بار سبحان اللہ و بحمدہ کہا اس کے لئے جنت میں کھجور کا درخت لگا دیا جائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ایک بار سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہہ دوں تو یہ مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔ دیکھو اللہ کے ذکر سے غافل ہونے میں کتنا بڑا نقصان ہے؟

اس کے بعد مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا ﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ (الآیة) کہ موت آنے سے پہلے اس مال میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو دیا ہے۔ چونکہ ذکر اللہ سے غفلت مال کمانے میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے ساتھ ہی مال خرچ کرنے کا بھی حکم دیدیا، مال آتا ہے تو خرچ بھی ہوتا ہے مومنین صالحین اسے اللہ کی رضا میں خرچ کرتے ہیں اور جن لوگوں کو مال سے محبت ہوتی ہے دین پر چلنے کا شوق نہیں ہوتا وہ مال لے کر بیٹھے رہتے ہیں روپیہ پیسہ کے غلام بنے رہتے ہیں، فرض زکوٰۃ اور تھوڑا سا صدقہ بھی انہیں کھلتا ہے۔

آیت بالا میں یہ بھی فرمایا ہے کہ موت کے آنے سے پہلے مال خرچ کرو اگر زندگی میں اللہ کے لئے مال خرچ نہ کیا تو موت کے وقت یہ آرزو کام نہیں آئے گی کہ تھوڑی سی اور زندگی مل جاتی تو اللہ کے لئے خرچ کرتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس کے پاس اتنا مال ہو جس کے ذریعہ بیت اللہ کا حج کر سکتا ہے اور زکوٰۃ فرض ہوگئی پھر اس نے اس کو زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ موت کے وقت رجعت کا سوال کرے گا یعنی یہ کہے گا کہ مجھے واپس زندگی دے دی جائے تاکہ صدقہ دے دوں اور نیک کام کروں اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿یا ایھا الذین امنوا لا تلھکم﴾ سے لے کر آخری سورۃ تک تلاوت فرمائی۔ آخر میں فرمایا ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ کسی کی جان کی موت کو اللہ مؤخر نہ کرے گا جب اجل آ گئی۔ اجل پر تو مرنا ہی مرنا ہے جسے جو کچھ عمل کرنا ہے موت سے پہلے ہی کر لے، موت کے وقت حسرت کام نہ دے گی اور زندگی واپس نہ ملے گی اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ زندگی بھر میں نے جو کچھ کیا ہے اس کی کسی کو کیا خبر ہے کیونکہ جس نے پیدا کیا جان دی اور زندگی دی اس کو تمہارے ہر کام کی خبر ہے۔

آخر تفسیر سورۃ المنافقون والحمدللہ اولا و آخرا

Marfat.com

ایاتها ۱۸ | ۶۴ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۸ | رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورہ التغابن مکہ معظمہ میں اور ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١﴾
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿٣﴾ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٤﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۖ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٥﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۖ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۗ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ
حَمِيْدٌ ﴿٦﴾ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۗ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۗ
وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧﴾ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا
يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ﴿٩﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٠﴾ ع

سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ اس کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو حق کیساتھ اور تمہاری صورتیں بنادیں سو اچھی بنائیں اسی کی طرف لوٹ جانا ہے، وہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ سب اعمال کو جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ کیا تمہارے پاس ان کافروں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، یہ اس وجہ سے کہ بیشک ان کے پاس ان کے رسول کھلے ہوئے معجزات لائے تھے سو انہوں نے کہا کیا ہمیں آدمی ہدایت دیں گے سو انہوں نے کفر اختیار کیا اور اعراض کیا اور اللہ نے بے نیازی کا معاملہ کیا، اور اللہ بے نیاز ہے اور حمد کا مستحق ہے۔ کافروں نے یہ خیال کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائینگے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ تم ضرور

Marfat.com

ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہیں ضرور ضرور تمہارے اعمال سے باخبر کیا جائے گا، اور یہ اللہ پر آسان ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے، جس دن تم کو جمع ہونے کے دن میں جمع فرمائے گا، یہ دن ہے جس میں لوگ نقصان میں پڑیں گے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ بڑی کامیابی ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

آسمان و زمین کی کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہے، تم میں بعض کافر اور بعض مومن ہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

یہاں سے سورۃ التغابن شروع ہو رہی ہے یہ لفظ ''غبن'' سے لیا گیا ہے۔ غبن نقصان کو کہتے ہیں آخرت میں جو نقصان ہوگا اس سورت کے پہلے رکوع کے ختم کے قریب اس کو تغابن اور یوم آخرت کو یوم التغابن سے تعبیر فرمایا ہے اس لئے یہ سورۃ، سورۃ التغابن کے نام سے معروف ہے اوپر چند آیات کا ترجمہ لکھا گیا ہے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بیان فرمائی ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں زبان قال یا زبان حال سے سب تسبیح میں مشغول ہیں، پھر فرمایا ﴿لَهُ الْمُلْكُ﴾ (اسی کے لئے ملک ہے) ساری مخلوق اسی کی ملکیت ہے ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ﴾ (اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں) اس کے تصرفات اور اختیارات میں کسی کو کوئی دخل نہیں اور وہ اپنے تمام تصرفات میں محمود ہے۔

﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔ وہ جو بھی کرنا چاہے کر سکتا ہے کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں۔
پھر دوسری اور تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت بیان فرمائی، فرمایا ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ (اللہ تعالیٰ وہ جس نے تمہیں پیدا کیا سو تم میں سے بعض کافر ہوئے اور بعض مومن ہوئے) اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا سمجھ دے دی قوت فکریہ عطا فرمادی، انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا کتابیں نازل فرمائیں، ہدایت پوری طرح سامنے آگئی۔ اس کے باوجود جسے کفر اختیار کرنا تھا وہ کفر پر اڑا رہا، اور جنہیں مومن ہونا تھا، انہوں نے ایمان اختیار کر لیا۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے)۔ وہ اہل ایمان کے اعمال اور اہل کفر کے کام ان سب کو وہ دیکھتا ہے سب کے اعمال سے باخبر ہے ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزاء یا سزا دے گا عمل کے عموم میں اعمال قلبیہ اور افعال جوارح سب داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا فرمایا اور تمہاری اچھی صورتیں بنائیں:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو حق (یعنی حکمت) کے ساتھ پیدا فرمایا ﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری اچھی صورتیں بنائیں۔

اس میں انسانوں پر امتنان فرمایا اور اپنے ایک احسان عظیم کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ نے ماؤں کے رحموں میں تمہاری صورتیں بنا دیں اور اچھی صورتیں بنائیں ہاتھ، پاؤں آنکھ ناک قد وقامت کے اعتبار سے جو اعضاء انسانی میں تناسب ہے اور ساتھ ہی حسن و جمال ہے۔ ان سب کو دیکھ کر انسانوں کو اپنے خالق کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ صورت اور شکل کے اعتبار سے جو انسان کی برتری ہے اسے انسان ہی سمجھتا ہے۔ زمین پر جو دوسری چیزیں رہتی اور بستی ہیں ان میں سے کوئی چیز کتنی بھی خوبصورت ہو اور کوئی انسان کتنا بھی بدصورت ہو وہ کبھی بھی یہ گوارا نہیں کرے گا کہ اس کی انسانی صورت سلب کر لی جائے اور وہ غیر انسانی صورت میں منتقل کر دیا جائے۔ ﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) وہی خالق ہے اور وہی مصور ہے اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ لہٰذا انسانوں کو اسی کی طرف متوجہ رہنا لازم ہے اسی کی عبادت کریں اور اس کا شکر ادا کریں اور اس کی یاد میں لگے رہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ مافی السموت ومافی الارض اور مافی الصدور کو جانتا ہے:

چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بیان فرمایا، ارشاد فرمایا ﴿یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الآیة) (اور وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں)۔ ﴿وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾ (اور وہ تمہارے سب اقوال اور اعمال کو جانتا ہے جنہیں تم چھپاتے ہو اور جنہیں تم ظاہر کرتے ہو) ﴿وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (اور وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے)۔

یعنی اس کا علم اقوال اور افعال تک ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے بندے جو کچھ سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اگرچہ ادنی وسوسہ ہو اسے اس سب کا بھی علم ہے۔ ظاہر ہے ایسی ذات جلیل الصفات پر ایمان لانا اور اس کے احکام پر چلنا لازم ہے اور یہ مراقبہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا خالق اور مالک سب کچھ جانتا ہے۔

گزشتہ اقوام سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین:

پانچویں اور چھٹی آیت میں مخاطبین قرآن کو گزشتہ اقوام کی بدحالی کا انجام بتایا جس میں یہ سمجھایا کہ اگر تم کفر سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی برا انجام ہوگا، ارشاد فرمایا ﴿اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ﴾ (کیا تمہارے پاس ان کافروں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے) ﴿فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ﴾ (سو انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا) یہ تو دنیا میں ہوا ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

امم سابقہ کی گمراہی کا سبب:

پھر ان لوگوں کے کفر پر جمے رہنے کا سبب بتایا ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ﴾ (الآیة) یہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے ان لوگوں نے ان کی دعوت پر ایمان نہ لانے کا یہ حیلہ نکالا اور یہ بہانہ تراشا کہ یہ تو آدمی ہے اور ہم بھی آدمی ہیں بھلا آدمی، آدمی کو کیا ہدایت دے گا۔ اس جاہلانہ بات کو اٹھایا اور کفر پر جمے رہے اور حق سے اعراض کیا اور اللہ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ انجام کار وہ دنیا وآخرت میں سزا کے مستحق ہوئے۔

﴿وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾ (اور اللہ بے نیاز ہے) کوئی بھی ایمان نہ لائے تو اس کا کوئی نقصان نہیں، وہ ستودہ صاف ہے ہمیشہ سے حمد وثناء کا مستحق ہے۔

منکرین قیامت کا باطل خیال:

ساتویں آیت میں منکرین قیامت کا تذکرہ فرمایا ﴿زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا﴾ (الآیہ) (جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے یہ جھوٹا خیال کیا کہ وہ ہرگز دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے)۔

﴿قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ﴾ (اے محمد آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی تم ضرور ضرور اٹھائے جاؤ گے اور ضرور ضرور اپنے اعمال سے باخبر کئے جاؤ گے) ﴿وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ (اور یہ قبروں سے اٹھانا اور اعمال کا جتانا اللہ کے لئے آسان ہے) کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ یہ دشوار کام ہے یہ کیسے ہوگا۔

ایمان اور نور کی دعوت:

آٹھویں آیت میں ایمان کی دعوت دی۔ ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا﴾ سو تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور ایمان لاؤ اس نور پر جو ہم نے نازل فرمایا یعنی قرآن حکیم۔

Marfat.com

﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔نویں اور دسویں آیت میں روز قیامت کی حاضری کی خبر دی اور مومنین اور کافرین کا انجام بتایا فرمایا ﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ (اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تمہیں جمع فرمائے گا اور یہ جمع کرنے کا دن نقصان میں پڑنے کا دن ہوگا) ہر ایک کو اپنے اپنے وقت پر مختلف ایام میں موت آئی۔ قیامت کا دن یوم الجمع ہے اس میں زندہ ہو کر سب جمع ہوں گے۔

قیامت کا دن یوم التغابن ہے:

اس یوم الجمع کو یوم التغابن بھی فرمایا ہے یہ لفظ غبن سے لیا گیا ہے، غبن نقصان کو کہتے ہیں قیامت کے دن سب کا خسارہ ظاہر ہو جائے گا، کافر کا خسارہ تو ظاہر ہی ہے کہ جنت سے محروم ہو کر دوزخ میں جائے گا اور مومنین کا خسارہ یہ ہوگا کہ جتنی بھی نعمتیں مل جائیں انہیں یہ حسرت رہ جائے گی کہ ہائے ہائے اور اچھے اعمال کر لیتے تو اور زیادہ نعمتیں مل جاتیں۔

قال صاحب معالم التنزیل فیظهر یومئذ غبن کل کافر بترکه الایمان و غبن کل مومن بتقصیرہ فی الاحسان) (صفحه ۳۵۳: ج ۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی شخص کو بھی موت آئے گی وہ (موت کے بعد) نادم ہوگا۔صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کو کیا ندامت ہوگی؟ فرمایا اگر وہ اچھے عمل کرنے والا تھا تو اسے یہ ندامت ہوگی کہ کاش اور زیادہ نیکیاں کر لیتا تو اچھا ہوتا اور جس نے برے کام کئے تھے اسے یہ ندامت ہوگی کہ کاش نافرمانیوں سے باز آجاتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۸۴)

حضرت محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بندہ پیدائش کے دن سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ کی فرمانبرداری کے طور سجدہ ہی میں پڑا رہے تو قیامت کے دن اپنے اس عمل کو بہت ذرا سا سمجھے گا اور اس کی آرزو ہوگی کہ اسے دنیا کی طرف واپس کر دیا جائے تا کہ اور زیادہ اجر و ثواب کی کمائی کرلے۔ (رواہ احمد کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۴۵۲، وذکرہ المنذری فی الترغیب صفحہ ۳۹۷: ج ۴ وعزاالی احمد ثم قال ورواتہ رواۃ الصحیح)

بعض علماء نے تغابن کو باب تفاعل ہونے کی وجہ سے شرکت فی الفاعلیت پر محمول کیا ہے لیکن ایسی کوئی صورت واضح نہ ہوئی جس سے معلوم ہو سکے کہ کافر مومنین کو وہاں کوئی نقصان پہنچا دیں گے صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

اخرج عبد بن حمید عن ابن عباس و مجاهد وقتادة انهم قالوا یوم یغبن فیه اهل الجنة و اهل النار فالتفاعل لیس فیه علی ظاهره کمافی التواضع والتحامل لوقوعه من جانب واحد واختیر للمبالغة والی هذا ذهب الواحدی۔

اہل ایمان کو بشارت اور کافروں کی شقاوت:

اس کے بعد اہل ایمان کی کامیابی کا تذکرہ فرمایا ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا﴾ (الآیۃ) (اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے)۔

پھر کافروں کی بدحالی بیان فرمائی ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ﴾ (الآیۃ) (اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے)۔

Marfat.com

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ⑪
وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ
عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑭ اِنَّمَآ
اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ⑮ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَ
اَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ
تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ⑰ عٰلِمُ الْغَیْبِ
وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑱

جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے اور جو بھی کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے وہ اس کے قلب کو ہدایت دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی سو اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول پر پہنچا دینا ہے واضح طور پر، اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہ ہی، اور اللہ ہی پر بھروسہ کریں مومن بندے، اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو، اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو سو بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے بات یہی ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے سو تم اللہ سے ڈرو جہاں تک تمہاری طاقت ہے اور بات سنو اور فرمانبرداری کرو اور اچھے مال کو اپنی جانوں کے لئے خرچ کرو۔ اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچا دیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں، اگر تم اللہ کو قرض دو اچھا قرض دو تو وہ تمہیں اس کو بڑھا کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا اور اللہ قدردان ہے بردبار ہے، غیب اور شہادۃ کا جاننے والا ہے۔ عزیز ہے حکیم ہے۔

جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے

یہ سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کا ترجمہ ہے جو سات آیات پر مشتمل ہے یہ آیات متعدد مواعظ اور نصائح پر مشتمل ہیں پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی رہے اور جو تکلیف پہنچ جائے اس پر صبر کرے۔ سنن ابن ماجہ صفحہ ۹ میں ہے:

ان ما اصابك لم یكن لیخطئك وان ما اخطاك لم یكن لیصیبك

(یعنی یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تمہیں جو تکلیف پہنچ گئی وہ خطا کرنے والی نہ تھی اور جو تکلیف نہیں پہنچی وہ پہنچنے والی ہی نہ تھی) لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کرو اور اس پر راضی رہو، پھر فرمایا ﴿وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ (اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے) جس کی وجہ سے سراپا رضاء و تسلیم بن جاتا ہے تکلیف پر صبر کرتا ہے اور اس کا ثواب لیتا ہے اور ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ پڑھ کر مزید ثواب عظیم کا مستحق ہو جاتا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ (اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے) اسے صابروں کا بھی پتہ ہے اور بے صبروں کا بھی علم ہے ہر ایک کو

Marfat.com

اس کے استحقاق کے مطابق جزا دے گا۔

اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری اور توکل اختیار کرنے کا حکم

دوسری نصیحت یہ فرمائی ﴿وَاَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ﴾ (اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو (اس میں بندوں کا اپنا ہی بھلا ہے) اللہ کے رسول نے پیغام پہنچا دیا اگر کوئی شخص روگردانی کرے تو اللہ کے رسول پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اسی کہ واضح طور پر قیغام پہنچادے) جو نہ مانے گا وہ اپنا ہی برا کرے گا۔

تیسری نصیحت فرماتے ہوئے اول توحید کی تلقین فرمائی اور فرمایا ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں) پھر توکل کا حکم فرمایا۔ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ﴾ اور مومنین اللہ ہی پر توکل کریں۔

بعض ازواج اور اولاد تمہارے دشمن ہیں:

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ تمہاری بیویوں اور اولاد میں ایسے (بھی) ہیں جو تمہارے دشمن ہیں لہٰذا تم ان سے ہوشیار رہو۔ فطری اور طبعی طور پر انسان کو نکاح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب نکاح ہو جاتا ہے تو اولاد بھی ہوتی ہے۔ میاں بیوی کی آپس میں محبت ہوتی ہے اور اولاد سے محبت ہونا امر طبعی ہے، اسلام نے بھی ان محبتوں کو باقی رکھا ہے لیکن اس کے لئے ایک حد بندی بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حق سب پر مقدم ہے، بیوی ہو یا شوہر بیٹا ہو یا بیٹی ہر ایک سے اتنی ہی محبت کی جاسکتی ہے جس کی وجہ سے اسلامی احکام پر چلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ شریعت اسلامیہ کے مطابق چلتے رہیں۔

معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے جب انہوں نے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی ازواج اور اولاد نے انہیں ہجرت سے روک دیا اور یوں کہا کہ ہم نے تمہارے مسلمان ہونے پر صبر کر لیا لیکن تمہاری جدائی پر صبر نہیں کر سکتے ان کی یہ بات سن کر انہوں نے ہجرت کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اس پر آیت کریمہ: ﴿اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ وَاَوۡلَادِکُمۡ عَدُوًّا لَّکُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُمۡ﴾ نازل ہوئی اور دوسرا سبب نزول یہ لکھا کہ حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ بال بچہ دار تھے وہ جب جہاد کے لئے جانے کا ارادہ کرتے تو یہ لوگ رونے لگتے اور یوں کہتے کہ آپ ہمیں کس پر چھوڑے جا رہے ہیں؟ یہ سن کر انہیں ترس آجاتا تھا اور جہاد کی شرکت سے رہ جاتے تھے اس پر آیت بالا نازل ہوئی جس میں یہ بتا دیا کہ بیوی بچے تمہیں نیک کام کرنے سے روکتے ہیں ان کی طرف سے ہوشیار رہو اور ان کی بات نہ مانو، دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

لفظ ازواج جمع ہے زوج کی، یہ لفظ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے بولا جاتا ہے لہٰذا آیت کریمہ کے عموم الفاظ سے معلوم ہو گیا کہ ہر شخص اس کا اہتمام کرے بیوی ہو یا شوہر آپس میں ایک دوسرے کی وجہ سے یا اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نافرمان نہ ہو جائیں۔

بیوی بچوں کی محبت میں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں:

بیوی اور شوہر اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق چلیں اور اولاد کو بھی اسی پر چلائیں، اللہ کی نافرمانی نہ شوہر کرے نہ بیوی کرے اور نہ اولاد کو کرنے دیں، اگر ازواج اور اولاد سے اتنی محبت کی کہ اللہ کے فرائض اور واجبات چھوٹنے لگے تو ان لوگوں کی محبت خود اپنے حق میں دشمن بن جائے گی پھر اس دشمنی کا مظاہرہ میدان حشر میں ہوگا ان کی وجہ سے جو گناہ کئے ان پر مواخذہ اور عذاب ہوگا۔ یہ انسان کی بیوقوفی ہے کہ بیوی بچوں کے لئے کمائے اور انہیں کھلائے پلائے لیکن اس میں حلال و حرام کا خیال نہ رکھے۔ حرام کمانے کا بھی گناہ اپنے سر لے اور حرام کھانے اور کھلانے کا بھی اور ان کی وجہ سے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہو جائے۔ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ بیوی بچوں کی خواہش اور ضد کی وجہ سے گناہ کر لیتے ہیں سود پر قرض بھی لیتے ہیں دوسروں کے اموال میں خیانت بھی کر لیتے ہیں فضول خرچی بھی کرتے ہیں ہر تقریب میں بیوی کو نیا جوڑا پہنانے کے لئے ادھار بھی لیتے ہیں اور رشوت لے کر بھی گھر والوں کے

Marfat.com

اخراجات پورے کرتے ہیں۔ اور ان سب کا وبال اپنے سر لیتے ہیں، بیوی بچوں کو اس سے بحث نہیں کہ ہمارے ذمہ دار کا آخرت میں کیا بنے گا۔ انہیں تو اپنے نفس کے تقاضے پورے کرنا ہے، اگر اللہ کے قانون کو نہ دیکھا اور بیوی بچوں کی فرمائشیں پوری کر دیں جن میں گناہوں کا ارتکاب کیا، پھر قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوئے تو یہ کہاں کی سمجھداری ہے اس وقت یہ بیوی بچے دشمن نظر آئیں گے اور یہ سمجھ میں آ جائے گا کہ انہوں نے میرے ساتھ دشمنوں والا برتاؤ کیا یہ مجھے نصیحت کر کے اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے کی تاکید کرتے اور حرام چیزوں سے اور حرام کاموں سے روکتے انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی خواہشوں کو پورا کرنے میں مجھے رگڑ دیا اور مجھے حرام کاموں میں لگا دیا:

قال صاحب الروح قال غير واحد ان عداوتهم من حيث انهم يحولون بينهم و بين الطاعات والامور النافعة لهم في آخر تهم وقد يحملونهم على السعي في اكتساب الحرام و ارتكاب الاثم لمنفعة انفسهم۔

یہ بیوی بچوں کی عام حالت ہے اور بہت سے اولاد اور ازواج ایسے بھی ہوتے ہیں جو خیر کی دعوت دیتے ہیں اور خیر پر چلاتے ہیں اس لئے ﴿اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ فرمایا کہ تمہارے ازواج اور اولاد میں سے تمہارے دشمن (بھی) ہیں تو تم ان سے ہوشیار رہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ سب ہی اولاد اور ازواج دشمن ہیں۔

معاف اور درگزر کرنے کی تلقین:

﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو سو اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

بعض مرتبہ بیویوں کی اور اولاد کی فرمائشیں ایسی ہوتی ہیں کہ کبھی تو نفس کو فرمائش ہی ناگوار گزرتی ہے اور کبھی ان کو پورا کرنے کا موقع نہیں ہوتا ایسی صورت میں بھی طبیعت کو ناگواری ہوتی ہے ارشاد فرمایا کہ اگر تم انہیں معاف کر دو اور درگزر کر دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان ہے تم ان کو معاف کر دو گے تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے گناہ معاف کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اللہ غفور ہے رحیم ہے اس کی مغفرت اور رحمت کے امیدوار رہو۔

اموال و اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں:

پانچویں نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (بات یہی ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے)۔

اس میں یہ تنبیہ فرمائی کہ تمہارے اموال تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں۔ یعنی آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ مال کمانے اور مال خرچ کرنے میں اور اولاد کی پرورش کرنے میں اور ان کے ساتھ رہنے سہنے میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جائے اور مال کی تحصیل اور اولاد کی محبت اور دیکھ بھال کو ہی زندگی کا مشغلہ نہ بنالیا جائے اللہ کے پاس اجر عظیم ہے اس کے لئے محنت اور کوشش میں لگنا ایمان کا اہم تقاضا ہے۔

اس آیت کے ہم معنی سورۃ الانفال کے تیسرے رکوع میں بھی ایک آیت گزر چکی ہے وہاں ہم نے اموال اور اولاد کے فتنہ ہونے کی تشریح کر دی ہے۔ (دیکھو انوار البیان جلد اول)

تقویٰ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم:

چھٹی نصیحت یہ ہے ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (اللہ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہو سکے) ﴿وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا﴾ (اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات سنو اور فرمانبرداری کرو) ﴿وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ﴾ (اور اپنی جانوں کے لئے اچھا مال خرچ کرو)۔ یہ

Marfat.com

نصیحت کئی نصیحتوں پر شامل ہے، اللہ تعالیٰ شانہ نے جو احکام بھیجے ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کی جائے جہاں تک ہو سکتا ہو ہر عمل کو پورا کریں۔فرائض واجبات پورے کریں اور گناہوں سے بچیں۔اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا جو عمل کرنے والوں کے بس سے باہر ہو، ہاں بعض اعمال نفس پر شاق گزرتے ہیں ہمت کر کے اور نفس کو قابو میں کر کے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگے رہیں۔اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنیں اور فرمانبرداری کریں۔اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں میں مال خرچ کریں یہاں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جو کچھ خرچ کرے گا وہ اپنے ہی کام آئے گا اس میں اپنی جانوں کا بھلا ہوگا۔

بخل سے پرہیز کرنے والے کامیاب ہیں:

﴿وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (اور جو شخص اپنے نفس کی کنجوسی سے بچالیا گیا سو یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں) یہ مضمون سورۃ الحشر کے پہلے رکوع کے ختم کے قریب گزر چکا ہے۔وہاں تفسیر اور تشریح دیکھ لی جائے۔(انوار البیان جلد اول)

اللہ کو قرض حسن دیدو وہ بڑھا چڑھا کر دے گا اور مغفرت فرمادے گا:

﴿إِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾ (اگر تم اللہ کو قرض دے دو گے اچھا قرض (جس میں اخلاص ہو اور خوش دلی سے ان کاموں میں خرچ کر دیا جائے جہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے یا مستحب قرار دیا ہے) اللہ تعالیٰ اس پر چند در چند اضافہ کر کے اجر عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا) سب بندے اللہ کے ہیں اور سارے اموال بھی اللہ ہی کے ہیں اس نے کرم فرمایا کہ اس کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جائے اس کا نام قرض رکھ دیا پھر اس پر چند در چند ثواب دینے کا وعدہ فرمالیا۔یہ مضمون سورۃ البقرہ میں بھی گزر چکا ہے۔(دیکھو انوار البیان جلد اول)

﴿وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ (اور اللہ شکور ہے یعنی قدر دان ہے) تھوڑے عمل اور تھوڑے مال کے عوض بہت زیادہ دیتا ہے اور حلیم یعنی بردبار ہے گناہوں کی سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا اور بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ (وہ غیب اور شہادۃ کا جاننے والا ہے) ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (وہ زبردست ہے حکمت والا ہے)۔

وهذا آخر تفسير سورة التغابن بفضل الله المليك العلام و الحمدلله على التمام والصلوٰة على البدر التمام
وعلى اله واصحابه البررة الكرام

Marfat.com

ایاتها ۱۲ ۶۵ سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ۹۹ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الطلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات اور دو رکوع ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا
تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۚ وَ
مَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا (۱) فَإِذَا
بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَ
أَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۚ ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ
يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (۲) وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ
اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (۳)

اے نبی ﷺ جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں عدت سے پہلے طلاق دو، اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو، اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو تم ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کرلیں یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، اے مخاطب شاید تو یہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرمادے، پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں روک لو بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دو بھلائی کے ساتھ اور عدل والے دو آدمیوں کو گواہ بنالو اور اللہ کے لیے گواہی کو قائم کرو اور یہ وہ چیز ہے جس کی اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں اسے ملنے کا گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرلے سو وہ اس کے لیے کافی ہے بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا ہی کر کے رہتا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔

طلاق اور عدت کے مسائل، حدود اللہ کی نگہداشت کا حکم

یہاں سے سورۃ الطّلاق شروع ہے اس کے پہلے رکوع میں طلاق اور عدت کے مسائل بتائے ہیں درمیان میں دیگر فوائد بھی مذ[کور] ہیں چونکہ اس میں عورتوں سے متعلقہ احکام مذکور ہیں اس لیے اس کا دوسرا نام سورۃ النساء القصریٰ بھی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضر[ت] ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے اس نام سے موسوم کیا۔

اصل بات تو یہی ہے کہ جب مرد عورت کا آپس میں شرعی نکاح ہو جائے تو آخر زندگی تک میل محبت کے ساتھ زندگی گزار دیں لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ طبیعتیں نہیں ملتی ہیں اور کچھ ایسے اسباب بن جاتے ہیں کہ علیحدگی اختیار کرنی پڑ جاتی ہے لہٰذا شریع[ت]

Marfat.com

اسلامیہ میں طلاق کو بھی مشروع قرار دیا ہے، جب شوہر طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت پر عدت گزارنا بھی لازم ہے جب تک عدت نہ گزر جائے عورت کو کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ عدت کے بھی متعدد احکام ہیں، حیض والی عورت اور حمل والی عورت اور بے حمل والی عورت اور زیادہ عمر والی عورت (جسے حیض نہ آتا ہو) ان کے ایام عدت میں فرق ہے، جن عورتوں کو حیض آتا ہے اگر ان کو طلاق دے دی جائے اور حمل سے نہ ہوں تو ان کی عدت حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک تین حیض ہیں اور حضرات شافعیہ کے نزدیک تین طہر ہیں یہ اختلاف لفظ قروء کا معنی متعین کرنے کی وجہ سے ہو گیا ہے جو سورۃ البقرہ میں وارد ہوا ہے۔

یہ لفظ قرء کی جمع ہے جو لفظ مشترک ہے حیض کے معنی میں بھی آتا ہے اور طہر کے معنی بھی۔ اپنے اپنے اجتہاد کے پیش نظر کسی نے اس کو حیض کے معنی میں لیا اور کسی نے طہر کے معنی میں لیا، ہر فریق کے دلائل اور وجوہ ترجیح اپنے اپنے مسلک کی کتابوں میں لکھی ہیں۔

یہاں سورۃ الطلاق میں فرمایا کہ اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ایسے وقت میں طلاق دو کہ طلاق کے بعد ان کی عدت شروع ہو جائے۔ اس میں ابتدائی خطاب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اس کے بعد ضمیر جمع مذکر حاضر لا کر ﴿طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾ فرمایا ہے کیونکہ امت کے لیے احکام بیان کرنا مقصود ہے، حیض والی عورت کی عدت حنفیہ کے نزدیک چونکہ تین حیض ہیں اس لیے ان کے نزدیک ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں طلاق دو کہ اس کے بعد عدت شروع ہو جائے طلاق کے بعد جو پہلا حیض آئے گا وہ حیض اور اس کے بعد دو حیض آنے پر عدت تمام ہو جائے گی، جب عدت گزارنے کے لیے تین حیض پورے کرنے ہیں تو طلاق ایسے وقت پر دی جائے جو حیض شروع ہونے سے پہلے ہو اور یہ وقت طہر کا ہے اور بموجب حکم حدیث طلاق اس طہر میں دینی چاہیے جس میں جماع نہ کیا ہو یا عورت کو حمل ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی جبکہ وہ حیض کے دن گزار رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر غصہ آ گیا پھر فرمایا کہ اس سے کہو کہ رجوع کر لے پھر پاک ہونے تک اسے روکے رکھے پھر جب ایک حیض آ جائے اور اس کے بعد پاک ہو جائے اور طلاق دینے کی رائے ہو تو طلاق دے دے، یہ طلاق طہر کی حالت میں ہو اور ایسے طہر میں ہو جس میں جماع نہ کیا ہو، پھر فرمایا کہ یہ ہے وہ عدت جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۹۲: ج ۲)

صحیح مسلم جلد نمبر ایک میں ہے:

فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیراجعها وقال اذا طهرت فلیطلقها او یمسك قال ابن عمر رضی الله عنهما وقرء النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقو هن فی قبل عدتها وهو بضم القاف والباء ای فی وقت تستقبل فیه العدة وهو تفسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم للفظ لعدتهن.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے اگر حیض میں طلاق دے دی تو رجوع کر لے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق ایسے طہر میں دے جس میں جماع نہ کیا ہو ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کی مذکورہ بالا تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ طہر میں طلاق دی جائے تاکہ اس کے بعد پورے تین حیض آ جانے پر عدت ختم ہو جائے اور حضرت شوافع کے نزدیک چونکہ عدت طہروں سے معتبر ہے اس لیے ان کے نزدیک آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ طہر کے شروع میں طلاق دیدو تاکہ عدت وہیں سے شروع ہو جائے۔

عدت کو اچھی طرح شمار کرو:

﴿وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ کا معنی یہ ہے کہ عدت کو اچھی طرح سے شمار کرو کیونکہ اس سے متعدد مسائل متعلق ہیں، اس میں سے ایک تو

Marfat.com

رجعت کا ہی مسئلہ ہے، جب کسی عورت کو رجعی طلاق دیدے تو عدت کے اندر اندر رجوع کرنا جائز ہے اور زمانہ عدت کا خرچہ بھی طلاق دینے والے مرد کے ذمہ ہے، عدت گزرنے تک اس کا خرچہ دے، اگر عدت کے اندر شوہر نے رجوع نہ کیا تو عورت کو عدت گزرنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت ہے، اگر اچھی طرح عدت کو شمار نہ کیا جائے تو ہوسکتا ہے کہ ان احکام میں فرق پڑ جائے مثلاً عورت عدت کے اندر دوسرا نکاح کرلے یا عدت گزرنے کے بعد بھی شوہر سے خرچہ مانگتی رہے یا عدت کے ختم ہونے کے بعد شوہر یہ سمجھ کر کہ ابھی عدت پوری نہیں ہوئی رجوع کرلے۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾ (اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے) عورت جھوٹ نہ کہہ دے کہ میری عدت گزر گئی اور مرد عدت گزرنے کے بعد بھی رجوع کا دعویدار نہ ہو جائے اور عدت گزر جانے کے باوجود عورت خرچہ وصول نہ کرتی رہے۔

مطلقہ عورتوں کو گھر سے نہ نکالو:

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ (جن عورتوں کو تم نے طلاق دیدی انہیں عدت کے درمیان گھر سے نہ نکالو اور عورتیں بھی گھر سے نہ نکلیں) عدت گزرنے تک اس گھر میں رہیں جس میں طلاق ہوئی ہے۔ جس عورت کو طلاق ہوگئی ہو اس کا نفقہ یعنی ضروری خرچہ اور رہنے کا گھر طلاق دینے والے شوہر کے ذمہ ہے، مرد بھی اسے اس گھر میں رکھے جہاں اسے طلاق دی ہے اور عورت بھی اسی گھر میں رہے: ﴿اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ اس میں استثناء کی ایک صورت بیان فرمائی ہے یعنی اگر مطلقہ عورت عدت کے زمانہ میں کھلی ہوئی بے حیائی کر بیٹھے تو اسے گھر سے نکالا جاسکتا ہے جس میں اس کو طلاق دی ہے مثلاً اگر اس نے زنا کرلیا تو حد جاری کرنے کے لیے اس کو گھر سے نکالا جائے گا پھر واپس اسی گھر میں لے آئیں گے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاحشہ مبینہ کا مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورت بدزبان ہو اگر شوہر اور شوہر کے گھر والوں کے ساتھ بدزبانی کرتی ہو تو اس کی وجہ سے گھر سے نکالا جاسکتا ہے۔

﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ (اور یہ اللہ کے احکام ہیں) ان کی پابندی کرو۔ ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾ (اور جو شخص اللہ کے حدود سے آگے بڑھ جائے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اپنی جان پر ظلم ہے اس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں سزا مل سکتی ہے۔

طلاق اور عدت اور رجعت اور گھر سے نکالنے کی تاکید ان میں سے کسی بھی حکم شرعی کی مخالفت کی تو یہ ظلم شمار ہوگا۔

﴿لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ (ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ طلاق دینے کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرمادے) مثلاً طلاق دینے پر ندامت ہو جائے اور دل میں رجوع کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے، لہٰذا سوچ سمجھ کر احکام شرعیہ کو سامنے رکھ کر طلاق دینے کا اقدام کیا جائے۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تین طلاق بیک وقت نہ دی جائیں کیونکہ اس کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا۔ اگر تین طلاق دینی ہی ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے دے۔ دو طلاق تک عدت میں رجوع کرنے کا حق ہے اگر تین طلاقیں بیک وقت دے دیں تو رجوع کا وقت ختم ہو جائے گا اور طلاق بائن دینے سے بھی رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے اس لیے سوچ سمجھ کر اقدام کرے۔

طلاق رجعی کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو مطلقہ کو روک لو یا خوبصورتی کے ساتھ اچھے طریقے پر چھوڑ دو

﴿فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ (جب مطلقہ عورتوں کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو انہیں خوبی کے ساتھ روک لو) یعنی رجوع کرلو۔ ﴿اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ (یا انہیں خوبی کے ساتھ جدا کردو) ایسا نہ کرو کہ انہیں دکھ تکلیف دینے کے لیے با

Marfat.com

بار طلاق دیتے رہو اور رجوع کرتے رہو۔ یہ مضمون سورۃ البقرہ میں بھی ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا﴾ (اور انہیں نہ روکو یعنی ایسا نہ کرو کہ انہیں ضرر پہنچانے یا دکھ دینے کی وجہ سے روک کر رکھے رہو) وہاں یہ بھی فرمایا ہے ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾ (جو شخص ایسا کرے گا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا) (دیکھو انوار البیان جلد اول) ﴿وَّاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ (اور اصحاب عدل میں سے اپنے دو آدمیوں کو گواہ بنالو) یہ امر استحبابی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق دینا ہو یا طلاق دینے کے بعد رجوع کرنا ہو یا طلاق بائن دے کر رجوع نہ کرنا طے کر دیا ہو تو ان چیزوں پر دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو نیک صالح اور سچے لوگ ہوں تاکہ اگر کبھی پھر کوئی اختلاف کی صورت بن جائے تو گواہوں کے ذریعہ ثابت کیا جاسکے۔ ﴿وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ (اور گواہی کو اللہ کے لیے قائم کرو)۔

اس میں یہ بتادیا کہ گواہی ٹھیک طریقہ پر قائم کی جائے یعنی صحیح گواہی دی جائے نیز یہ بھی بتادیا کہ جو بھی گواہی دی جائے وہ اللہ کی رضا کے لیے ہو جس کے ذریعہ مظلوم کا حق اسے مل جائے۔ اہل دنیا میں سے کسی کے دباؤ میں جھوٹی گواہی نہ دے دی جائے۔ اللہ کی رضا کے لیے گواہی دینے میں یہ بھی شامل ہے کہ اجرت لے کر گواہی نہ دے۔ گواہی دینے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے البتہ آنے جانے کا کرایہ لے سکتا ہے۔

شہادت کے تفصیلی احکام سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر ۳۹ میں گزر چکے ہیں:

﴿ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ اوپر جو باتیں بیان ہوئیں ان کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو۔

اوپر جو احکام مذکور ہوئے سراپا ہدایت ہیں ان کے ماننے میں خیر ہی خیر ہے۔ اہل ایمان پر لازم ہے کہ ان کا دھیان کریں اور ان کے مطابق چلیں، سامنے آخرت کا دن بھی ہے جسے آخرت کا یقین ہے حساب کتاب کا ڈر ہے اسے تو ضرور ہی نصیحت پر عمل کرنا لازم ہے۔

تقویٰ اور توکل کے فوائد:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ (اور جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے لیے اللہ مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے)۔

﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے رزق ملنے کا خیال بھی نہ ہو) اس میں مومن بندوں کے لیے بہت بڑی تعلیم ہے جو شخص فرمانبرداری کرے گا نیک اعمال میں لگے گا گناہوں سے بچے گا اور احکام شرعیہ پر عمل کرے گا (خواہ طلاق یا رجعت سے متعلق ہوں جن کا یہاں ذکر ہے۔ خواہ زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلق) ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی ہے۔

تقویٰ مومن بندوں کے لیے دنیا و آخرت میں فلاح کا ذریعہ ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ والوں سے دو وعدے کیے ہیں اول یہ کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی مخرج یعنی مشکلات سے نکلنے کا راستہ نکال دے گا۔ دنیا میں مشکلات تو پیش آتی ہی رہتی ہیں۔ لوگ ان کے لیے تدبیریں کرتے رہتے ہیں بعض لوگ گناہوں کے ذریعہ ان کو دفع کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر بھی مشکلات میں پھنسے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے وعدہ فرمایا کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں (کیا رجوع کرنے کی کوئی صورت ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم لوگ حماقت کا کام کرتے ہو پھر کہتے ہو اے ابن عباس، اے ابن عباس، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ اور اے سائل تو اللہ سے نہیں ڈرا۔ میں تیرے لیے کوئی مخرج یعنی مشکل سے نکلنے

Marfat.com

کا راستہ نہیں پاتا، تو نے اللہ کی نافرمانی کی تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔ (رواہ ابو داؤد صفحہ ۲۹۹)

دوسرا وعدہ یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے والے کو اللہ ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں اس کا دھیان بھی نہ ہوگا۔

دونوں وعدے دنیا سے متعلق ہیں اور آخرت سے بھی، تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے دنیا میں بھی خیر ہے مشکلات سے چھٹکارہ ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے جہاں سے خیال بھی نہ ہو۔ یہ باتیں آزمائی ہوئی ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کرلیں تو ان کے لیے کافی ہوجائے۔ وہ آیت یہ ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۵۳)

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (-اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے سو اللہ اس کے لیے کافی ہے) اس سے پہلے متقی کے لیے غیبی مدد اور خیر و خوبی اور رزق کا وعدہ فرمایا اور اس جملہ میں توکل کرنے والوں سے خیر کا وعدہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لیے کافی ہے یہ بھی بہت بڑی بشارت ہے اور اللہ کی طرف سے مدد اور نصرت کا اعلان ہے۔

تقویٰ اور توکل دونوں بڑی اہم چیزیں ہیں مومن کی گاڑی کے پہیے ہیں۔ کوئی دونوں کو اختیار کر کے تو دیکھے پھر دونوں چیزوں کی برکات بھی دیکھ لے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا دل ہر وادی میں کچھ نہ کچھ مشغول رہتا ہے سو جس شخص نے اپنے دل کو ان سب مشغولیتوں میں لگا دیا اس کے بارے میں اللہ کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ اسے کس وادی میں ہلاک کردے اور جو شخص اللہ پر توکل کرے اللہ اس کے سب کاموں کی کفایت فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۵۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دیتا جیسے پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آجاتے ہیں۔

توکل کے درجات ہیں ترک اسباب بھی ایک درجہ ہے رسول اللہ ﷺ نے اسی کو اختیار فرمایا کہ میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں بلکہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے۔ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ (اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کیجئے اور سجدہ کرنے والوں میں سے رہیے اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت کیجئے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۴)

اسباب اختیار کرتے ہوئے بھی بندہ متوکل ہوسکتا ہے بشرطیکہ اسباب پر بھروسہ نہ ہو بھروسہ اللہ پر ہی ہو اور حقیقی رازق اسی کو سمجھتا ہو جب یہ بات حاصل ہو جائے تو بندہ اسباب اختیار کرنے میں بھی گناہ سے بچتا ہے اور رزق حاصل کرنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتا جس میں گناہ کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا انداز مقرر فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ﴾ (بیشک اللہ اپنا کام پورا کر ہی دیتا ہے) وہ جو ارادہ فرمائے گا اس کے ارادہ کے مطابق ہو کر رہے گا اور احکام تشریعیہ میں جو حکم دینے کا ارادہ کرے گا وہ حکم دے ہی دے گا اس کے ارادہ کو کوئی روکنے والا نہیں۔ ﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ (بے شک اللہ نے ہر چیز کو ایک انداز مقرر میں رکھا ہے)۔ اسی کے مطابق تکوینی اور تشریعی احکام نافذ ہوتے رہتے ہیں۔

وَالّٰٓـئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ

Marfat.com

يُسْرًا ﴿۴﴾ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ﴿۵﴾
اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ
اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ
وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ﴿۶﴾ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ
سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ
سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿۷﴾

اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آتا اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا، یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا، تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے ضرر مت پہنچاؤ اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرو۔ پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لیے دودھ پلائیں تو تم ان کو اجرت دو۔ اور باہم مناسب طور مشورہ کر لیا کرو۔ اور اگر باہم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے گی۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہیے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے اللہ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے اللہ تنگی کے بعد جلدی خوشحالی دے دے گا۔

عدت سے متعلق چند احکام کا بیان، حاملہ، حائضہ، آئسہ کی عدت کے مسائل

ان آیات میں متعدد احکام بیان فرمائے ہیں۔ اولاً تو ان عورتوں کی عدت بیان فرمائی جن کو حیض آنا بند ہوا۔ ان کی عدت تین ماہ ہے۔ دوم وہ عورتیں جن کو حیض آنا شروع نہیں ہوا، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔

پھر ان عورتوں کی عدت بیان فرمائی جن کو حمل ہو ان کا حمل جب بھی ختم ہو جائے (بچہ پیدا ہو جانے سے یا ایسے حمل ساقط ہو جانے سے جس کا کوئی عضو بن گیا تھا)۔ عدت ختم ہو جائے گی، حمل والی عورتوں کی عدت علی الاطلاق وضع حمل جو بتائی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا عموم ہر عدت گزارنے والی عورت کو شامل ہے۔ جس کسی عورت کا شوہر کی وفات پر جو چار مہینے اور دس دن اور طلاق والی عورت کو جو عدت گزارنے کے لیے تین حیض گزارنے کا حکم ہے یہ ان عورتوں سے متعلق ہے جن کو حمل نہ ہو۔

فائدہ: جس کسی عورت کا کسی مرد سے نکاح ہوا ہو، پھر میاں بیوی کی تنہائی ہونے سے پہلے ہی طلاق ہو جائے تو ایسی عورت پر کوئی عدت واجب نہیں۔

فائدہ: جس عورت کو حیض آتا ہے پھر حیض آنا بند ہو گیا اور ابھی اس عمر کو بھی نہیں پہنچی جس میں حیض آنا بند ہو جاتا ہے (جس کو سن ایاس کہتے ہیں) ایسی عورت کو طلاق ہو جائے تو اس کی عدت تین مہینے گزرنے سے نہیں پوری ہو گی وہ انتظار کرے یا تو تین حیض آ جائیں یا پھر سن ایاس آ جائے جس میں بڑی عمر ہونے کی وجہ سے حیض آنا ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ

Marfat.com

یُسْرًا﴾ (کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے آسانی فرما دیتا ہے) دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانیاں ہو جاتی ہیں۔
پھر فرمایا ﴿ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے۔
﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا﴾ اور جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔

اس رکوع میں تین بار تقویٰ کی فضیلت بیان فرمائی ہے پہلے تو یہ فرمایا جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ بنائے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے خیال بھی نہ ہو، پھر فرمایا جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کاموں میں آسانی فرما دے گا، پھر فرمایا جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔
تینوں آیات ملانے سے تقویٰ کی بڑی اہمیت اور ضرورت معلوم ہوئی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے تقویٰ اختیار کرنے پر جو وعدے فرمائے ہیں ان کا علم ہوا۔
کوئی شخص تقویٰ اختیار کر کے تو دیکھے پھر دیکھے اللہ تعالیٰ کے وعدے کس طرح پورے ہوتے ہیں لوگوں نے تقویٰ اور توکل کو چھوڑ دیا، عام طور سے لوگوں میں گناہگاری اور دنیا داری آ گئی، لہٰذا غیبی مددیں بھی نہیں رہیں۔
تیسرا حکم یہ فرمایا ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾ کہ ان عدت گزارنے والی عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ، جہاں تم ٹھہرے ہوئے ہو اپنی استطاعت کے مطابق۔
چوتھا حکم یہ فرمایا ﴿وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ (اور تم ان کو ضرر نہ پہنچاؤ تاکہ انہیں تنگی میں ڈال دو اور وہ تمہارے گھر سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں)۔
پانچواں حکم یہ فرمایا کہ حمل والی عورتوں پر حمل وضع ہونے تک خرچ کرو۔

مطلقہ عورتوں کے اخراجات کے مسائل

ان احکام کی توضیح اور تفسیر یہ ہے کہ عدت والی عورتوں کی پانچ قسمیں ہیں:
(۱) رجعی طلاق دی ہوئی ہو۔ (۲) طلاق بائن یا مغلظ دی گئی ہو اور عورت حمل والی نہ ہو۔ (۳) طلاق ملنے والی عورت حاملہ ہو۔ (۴) وہ عورت جس نے شوہر سے خلع کر لیا ہو۔ (۵) عدۃ الوفاۃ گزار رہی ہو۔
ان عورتوں کو جن اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے وہ تین ہیں:
(۱) کھانے کا خرچہ۔ (۲) رہنے کا گھر۔ (۳) کپڑے پہننے کی ضرورت
طلاق رجعی ہو یا بائن یا مغلظ حالت حمل میں ہو یا غیر حمل میں۔ ہر صورت میں طلاق دینے والے کے ذمہ ہے کہ عدت کے زمانے کا نان و نفقہ برداشت کرے اور رہنے سہنے کے لیے گھر بھی دے اگر خود بھی اسی گھر میں رہے تو طلاق بائن یا مغلظہ ہونے کی صورت میں پردہ کر کے رہے اور اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے خلع کر لی تو یہ بھی طلاق بائن کے حکم میں ہے وھو مقید بھا اذا لم تجعله داخلا فی بدل الخلع، (راجع البحر الرائق) اس میں بھی عدت واجب ہوتی ہے اور عدت کا نان و نفقہ اور رہنے کے لیے گھر دینا واجب ہوتا ہے اور جس عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو اس پر عدت تو لازم ہے لیکن شوہر کے مال میں نان و نفقہ واجب نہیں یہ عورت اپنے مہر میں سے یا میراث کے حصہ میں سے اپنے اوپر خرچ کرے اگر خرچہ موجود نہ ہو اور میکہ والے بھی خرچ نہ کریں تو محنت مزدوری کر کے گزارہ کر لے، اگر اس کے لیے گھر سے نکلنا پڑے تو پردہ کے ساتھ دن میں باہر جا سکتی ہے اگر واپسی میں دیر ہو جائے اور تھوڑی سی ابتدائی رات اپنے گھر سے باہر گزر جائے تو اس کی اجازت ہے ضرورت پوری ہوتے ہی واپس آ جائے اور رات کو اسی گھر میں رہے جس میں

Marfat.com

رہتے ہوئے شوہر نے وفات پائی ہے عدت وفات والی عورت کے شوہر کی میراث سے مذکورہ گھر میں اگر اتنا حصہ نہ نکلتا ہو جو اس کی رہائش کے لیے کافی ہو یا شوہر کے ورثا اس کو گھر سے نکال دیں یا مکان کرائے پر تھا اس کا کرایہ ادا کرنے کی طاقت نہ ہو یا اپنی جان یا مال کے بارے میں خوف وخطرہ ہو تو اس گھر کو چھوڑ سکتی ہے جس میں شوہر کی وفات ہوئی۔

مطلقہ عورتوں کو رہنے کی جگہ دینے کا حکم:

﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾ میں فرمایا ہے اور ﴿مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾ فرما کر یہ بتا دیا کہ اپنی وسعت قوت اور طاقت کو دیکھو اس کے مطابق اسے رہنے کو جگہ دو، شریعت کی پاسداری کرو حکم شرعی ہونے کی وجہ سے انہیں اسی گھر میں ٹھہراؤ جس میں تم رہتے ہو ﴿وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ اور ان کو تکلیف نہ دو تاکہ تم انہیں تنگدل کر دو یعنی ایسی صورت اختیار نہ کرو کہ وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ قول سے یا فعل سے کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے اس کا تمہارے ساتھ رہنا دوبھر ہو جائے یہ تو مطلقہ عورتوں کو رہائش دینے کا حکم ہوا۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ جب اولاد پیدا ہوتی ہے تو ماں باپ دونوں مل کر پرورش کرتے ہیں۔ بچے شفقت میں پلتے بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔ ماں دودھ پلاتی ہے اور باپ بچہ پر اور بچہ کی ماں پر خرچ کرتا ہے لیکن اگر طلاق ہو جائے تو بچے کی پرورش کا اور دودھ پلانے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ماں کا دل تو چاہتا ہے کہ میں ہی اسے دودھ پلاؤں اگر مفت میں پلائے تو اسے اختیار ہے اور اچھی بات ہے اور اگر بچہ کے باپ سے دودھ پلانے کی مناسب اجرت مانگے تو یہ بھی جائز ہے اور باپ کے ذمے ہے کہ اسے دودھ پلانے کی اجرت دے۔ اس مضمون کو مذکورہ عبادت میں بیان فرمایا ساتھ ہی ﴿وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ﴾ بھی فرما دیا مطلب یہ ہے کہ ماں اور باپ دونوں باہمی مشورہ کر لیں اور بچہ کی خیر خواہی ہر ایک کے پیش نظر رہے عورت بھی مناسب سے زیادہ اجرت نہ مانگے اور باپ بھی اجرت طے کرنے کے بعد انکار نہ کرے۔ حق واجب کو نہ روکے، باپ یوں نہ سمجھے کہ چونکہ اس کا بچہ ہے اس کو پلانا پڑے گا میں اجرت دوں یا نہ دوں، کم دوں یا زیادہ دوں اور ماں یہ سوچ کر زیادہ اجرت نہ مانگے کہ اپنے بچے کی وجہ سے یہ منہ مانگی اجرت دینے پر راضی ہوگا۔

شرعاً باپ کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بچہ کی ماں کی مطلوبہ اجرت ضرور ہی دے۔ زائد اجرت طلب کرنے کی صورت میں دوسری عورت سے بھی دودھ پلوا سکتا ہے لیکن ماں، ماں ہی ہے وہ زیادہ شفقت سے رکھے گی باپ بچے کو اس کی ماں کے ذمے لگائے اور اسی سے دودھ پلوائے تو اسے بھی چاہیے کہ مناسب اجرت سے زائد نہ لے۔ رضاع اور ارضاع کے مسائل سورۂ بقرہ میں بھی گزر چکے ہیں۔

فائدہ: جب کسی مرد نے کسی عورت کو طلاق دے دی اور ماں نے بچہ کو پرورش کے لیے لے لیا تو جب تک شوہر کی طرف سے زمانہ عدت کا نان ونفقہ مل رہا ہے تو اس وقت تک دودھ پلانے کی اجرت طلب نہیں کر سکتی، یعنی دوہرا خرچہ نہیں دیا جائے گا۔ اور جب عدت گزر جائے اور ابھی دودھ پلانے کا زمانہ باقی ہے تو اب بچہ کی ماں بچہ کے باپ سے دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے بچہ کے دوسرے اخراجات اس کے سوا ہوں گے۔

﴿وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى﴾ اور اگر تم آپس میں تنگی محسوس کرو کہ نہ ماں مناسب اجرت پر دودھ پلانے پر تیار ہو اور نہ باپ اس کی مطلوبہ اجرت دینے پر راضی ہو تو دوسری عورت پلا دے گی یہ بظاہر خبر بمعنی الامر ہے یعنی بچہ کا والد اور کسی دودھ پلانے والی کو تیار کر لے جو دودھ پلا دے، اس طرز خطاب میں تربیت ربانیہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک جان کو پیدا فرمایا ہے اور اسے زندہ بھی رکھتا ہے اور اس کی پرورش بھی کروانی ہے تو وہ کسی اور کو آمادہ فرما دے گا آخر بے ماؤں کے بچے بھی تو پرورش پاتے ہی ہیں۔

Marfat.com

ہر صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے:

﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ﴾ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔ ﴿وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ﴾ (اور جس کے رزق میں تنگی ہو تو وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دے رکھا ہے) یعنی پیسہ والا آدمی بچہ پر اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور تنگ دست آدمی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا﴾ (اور اللہ کسی جان کو اس سے زیادہ خرچ کرنے کا مکلّف نہیں بناتا مگر جتنا اس کو دیا ہے)۔

اللہ تنگی کے بعد آسانی فرمادے گا:

﴿سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ (اللہ تعالیٰ عنقریب تنگی کے بعد آسانی فرمادے گا) لہٰذا کوئی خرچ کرنے والا راہ خیر میں خرچ کرنے سے پہلو تہی نہ کرے اور مالیات کے سلسلہ میں جو فرائض و واجبات ہیں ان میں خرچ کرے اور یہ نہ سوچے کہ اس کو خرچ کر دوں گا تو اور کہاں سے آئے گا۔ عموماً فقہاء کے کلام میں مطلقہ عورت کے لیے زمانہ عدت کا نان ونفقہ اور سکنی یعنی رہائش کا گھر دینے کا ذکر ہے کسوۃ یعنی پہننے کے کپڑے دینے کا ذکر نہیں ہے۔ صاحب البحر الرائق نے اس پر توجہ فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ ذخیرہ اور خانیہ اور عنایہ اور مجتبیٰ میں پوشاک کے مستحق ہونے کا بھی ذکر ہے۔ پھر لکھا ہے کہ اس کا تعلق حاجت اور ضرورت سے ہے اگر عورت کے پاس پہننے کے لیے کپڑے ہیں اور مدت بھی مختصر ہے مثلاً تین حیض یا تین ماہ ہیں تو کپڑے کا انتظام کرنا واجب نہیں اور اگر اسے کپڑوں کی ضرورت پڑ گئی اور عدت کی مدت لمبی ہوگئی مثلاً حیض نہیں آتا جس کی وجہ سے طہر میں امتداد ہو گیا تو قاضی کپڑے بھی دلائے گا۔

ولم يذكر الكسوة ولامنقول في الذخيره والخانية والعانية والمجتبى ان المعتدة تستحق الكسوة قالوا وانما لم يذكرها محمد في الكتاب لان العدة لا تطول غالبا فتستغني عنها حتى لو احتاجت اليها يفرض لها ذلك فظهر بهذا ان كسوة المعتدة على التفصيل اذا استغنت عنها لقصر المدة كما اذا كانت عدتها بالحيض وحاضت او بالاشهر فانه لا كسوة لها وان احتاجت اليها لطول المدة كما اذا كانت ممتدة الظهر ولم تحض فان القاضي يفرض لها وهذا هو الذى حرره الطرسوسي في انفع الرسائل وهو تحرير حسن مفهوم من كلامهم۔ (البحر الرائق صفحہ ۲۱۶: ج ۴)

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا
نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا
فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُولًا يَتْلُو
عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَمَن
يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ
أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ﴿١١﴾

اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی۔ سو ہم نے ان کا سخت حساب کیا اور انہیں برا عذاب دیا سو اس نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور ان کا انجام کا خسارہ ہوا۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار فرمایا سو

Marfat.com

اے عقل والو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نامہ نازل فرمایا ایک ایسا رسول جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے جو واضح طور پر بیان کرنے والی ہیں تاکہ ان لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو وہ اللہ اسے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی مقرر فرمائی ہے۔

گزشتہ ہلاک شدہ بستیوں کے احوال سے عبرت حاصل کرنے کا حکم

ان آیات میں سرکش اقوام کی ہلاکت اور بربادی کا اور ایمان اور اعمال صالحہ والوں کی کامیابی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں کے آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان بستیوں کے رہنے والوں کو دنیا میں بھوک اور قحط کا اور تلواروں سے مقتول ہونے کا اور دوسری مصیبتوں کا عذاب دیا اور آخرت میں ان سے سخت حساب لیں گے، ان لوگوں نے سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے سے منہ موڑا اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا۔ لہٰذا دنیا میں بھی عذاب میں گرفتار ہوئے اور عذاب بھی منکر تھا بہت سخت اور برا تھا اور رسوا کن تھا پھر آخرت میں بھی ان سے سخت حساب لیا جائے گا وہاں سخت حساب کے جواب کی کسے تاب ہوگی لہٰذا وہاں پوری طرح خسارہ یعنی ہلاکت و بربادی کا سامنا ہوگا اور انجام کے طور پر دوزخ کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے دنیا میں بھی اپنے کیے کا وبال چکھا، اور آخرت میں بھی برباد ہوں گے اسی کو فرمایا ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ کہ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار فرمایا ہے۔

قرآن کریم ایک بڑی نصیحت ہے:

اس کے بعد اہل ایمان سے خطاب فرمایا اور انہیں اہل عقل بتایا ارشاد فرمایا اے عقل والو! جنہوں نے ایمان قبول کیا اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نامہ نازل فرمایا ہے یعنی قرآن اور تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے یہ رسول تمہارے اوپر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے یہ آیات بینات ہیں جو واضح طور پر صاف صاف کھول کر حق اور باطل کے درمیان فرق بتاتی ہیں تاکہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے انہیں اندھیروں سے نور یعنی روشنی کی طرف نکال دے (جو لوگ اللہ کی کتاب قرآن حکیم اور اس کے رسول کریم ﷺ کو نہیں مانتے وہ برابر کفر و شرک کی اندھیریوں میں رہتے ہیں، دنیا میں کفر و شرک کی گمراہی کی اندھیریوں میں رہتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی اندھیریوں میں رہیں گے۔

اہل ایمان کا انعام:

اس کے بعد اہل ایمان کا انعام بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے پھر اس مضمون کو ﴿قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا﴾ پر ختم فرمایا یعنی جو بندہ مومن ہوا اور اعمال صالحہ انجام دیتا رہا اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اچھا رزق تیار فرمایا ہے وہ جنت میں جائے گا تو اپنا رزق لے لے گا یہ رزق بے مثال عمدہ اور دائمی ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ان ہی کی طرح زمین بھی ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم کو معلوم

Marfat.com

ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ علمی میں لیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور انہیں کی طرح زمینیں پیدا فرمائیں

یہ آیت سورۂ طلاق کی آخری آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت اور شان قادریت اور تکوین کو بیان فرمایا، ارشاد فرمایا اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینیں بھی ان کی جیسی یعنی تعداد میں ان کے برابر پیدا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے احکام ان کے درمیان نازل ہوتے ہیں۔ سب سے اوپر کے آسمان سے لے کر سب سے نیچے والی زمین تک جو بھی مخلوق ہے سب پر اس کے احکام تکوینیہ نافذ ہیں اور بہت سی مخلوق احکام شرعیہ کی بھی مکلف ہے۔ یہ سات زمینیں کہاں ہیں کس طرح ہیں جمہور علماء کا یہی فرمانا ہے کہ یہ بھی آسمانوں کی طرح اوپر نیچے سات طبقات ہیں اللہ تعالیٰ کا فرما دینا مومن بندوں کے لیے کافی ہے یہ بات کہ وہ سات زمینیں بنی آدم کے مشاہدہ میں نہیں ہیں ان کے وجود میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے سات زمینوں کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ یہ احادیث حضرت سعید بن زید اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ (دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۴۵۳ اور صحیح مسلم ۳۲، ۳۳: ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ جس نے بالشت بھی کسی کی زمین ناحق لے لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک سب زمینوں کو ساتویں زمین کے ختم تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دے گا۔ (صحیح مسلم صفحہ ۳۲: ج ۲)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تھے تو یہ کلمات ضرور پڑھتے تھے۔

اللھم رب السموت السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وماذرین فانا نسئلك خیر ھذہ القریة وخیر اھلھا ونعوذبك من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا (رواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد واقرہ الذہبی)

(اے اللہ جو ساتوں آسمانوں اور ان سب چیزوں کا رب ہے جو آسمانوں کے نیچے ہیں اور جو ساتوں زمینوں کا اور ان سب چیزوں کا رب ہے جو ان کے اوپر ہیں اور جو شیطانوں کا اور ان سب کا رب ہے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے اور جو ہواؤں کا اور ان چیزوں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اڑایا ہے سو ہم تجھ سے اس آبادی کی اور اس کے باشندوں کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور اس کے شر سے اور اس کی آبادی کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں)۔

﴿لتعلموا ان اللہ علی کل شیء قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیء علما﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہیں آسمانوں اور زمینوں کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس لیے ہے کہ تو یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ بھی جان لو اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے (کوئی چیز اس کے علم وقدرت سے باہر نہیں ہے)۔

وھذا آخر تفسیر سورة الطلاق والحمد للہ العلی الخلاق، والصلوٰة والسلام علی رسولہ الذی عرج الی سبع السموات وعلی الہ واصحابہ الذین نشروا الدین فی الآفاق

Marfat.com

آیاتہا ۱۲ ۶۶ سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۷ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ التحریم مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ①
قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ②

اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جسے اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا، آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے، اور وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

حلال کو حرام قرار دینے کی ممانعت

یہاں سے سورۃ التحریم شروع ہو رہی ہے۔ اس کی ابتدائی آیات کا سبب نزول ایک واقعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر کے بعد تھوڑی دیر کو ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تھوڑا تھوڑا وقت ہر ایک کے پاس گزارتے تھے۔ ایک دن جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے ان کے پاس شہد پی لیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں تو ہم کہہ دیں گے کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے (یہ ایک قسم کا گوند ہوتا تھا) چنانچہ آپ دونوں میں سے کسی ایک کے پاس تشریف لائے تو یہی بات عرض کر دی، آپ نے فرمایا کہ میں نے مغافیر تو نہیں کھایا بلکہ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے کہ اس کے بعد ہرگز نہیں پیوں گا۔ اس پر آیت کریمہ ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری صفحہ ۷۲۹: ج ۲)

یہ قصہ ذرا تفصیل سے صحیح بخاری صفحہ ۷۹۳ میں بھی ہے اس میں کچھ اختلاف روایت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ ﷺ کو اسوہ اور مقتداء بنا کر بھیجا تھا اس لیے طرح طرح کے واقعات ظہور پذیر ہوئے تاکہ امت کو اپنے حالات اور معاملات میں ان سے سبق ملے۔ آپ کی بعض بیویوں نے جو ایسا مشورہ کیا تھا کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم ایسا ایسا کہیں گے یہ شوہر اور بیوی کی آپس کی دل لگی کی بات ہے اس میں یہ اشکال پیدا نہیں ہوتا کہ ان عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کو کیوں ایذا پہنچائی، جب یہ عرض کیا گیا کہ آپ نے گوند کھایا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے گوند نہیں کھایا، میں زینب کے پاس سے شہد پی کر آیا ہوں اور ساتھ ہی قسم بھی کھالی کہ اب میں نہیں کھاؤں گا اور سوال کرنے والی بیوی سے یہ ارشاد فرمایا کہ کسی کو نہیں بتانا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے نبی جو چیزیں اللہ نے آپ کے لیے حلال قرار دی ہیں آپ ان کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہیں، آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں، یہ حرام قرار دینا ان کی خوشنودی کے لیے ہے حلال کو حرام قرار کر لینا اور پھر اس پر قسم کھانا آپ کے شایان شان نہیں ہے۔

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی عظمت بتائی ہے کہ ترک اولیٰ بھی آپ کے مقام رفیع کے خلاف ہے۔ یہ بھی توقع نہیں ہونا چاہیے تھا اور جو کچھ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اسے بھی معاف فرما دیا (آپ نے اعتقاداً حلال کو حرام قرار نہیں دیا تھا البتہ ترک مباح پر قسم کھالی تھی)۔

Marfat.com

قسم کھانے کے بعد کیا طریقہ اختیار کیا جائے:

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ (اے مسلمانو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کا کھول دینا مشروع فرمایا ہے) اس میں لفظ لکم بڑھا کر یہ بتا دیا کہ ساری امت کے لیے یہی حکم ہے کہ جب کسی چیز کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے عہد برآ ہونے کا جو طریقہ مشروع فرمایا ہے اس کے مطابق عمل کر لیں۔ یہ قسم کا کھولنا یعنی قسم کھا کر جو بات اپنے ذمہ کر لی ہے اس سے نکلنا دو طریقہ سے ہے ایک تو یہ ہے کہ قسم کو پورا کر دے (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اور دوسرا یہ کہ اگر قسم ٹوٹ جائے تو اس کا کفارہ دے دیا جائے ان دونوں صورتوں سے قسم ختم ہو جاتی ہے یعنی اس کا حکم باقی نہیں رہتا، پھر معلوم ہونا چاہیے کہ ایک تو یہ قسم ہے کہ اللہ کی قسم ایسا کروں گا یا ایسا نہیں کروں گا (پھر اس میں معلق اور غیر معلق کی تفصیلات ہیں) اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی حلال کو اپنے اوپر حرام کر لے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی یمین ہے اس کا بھی کفارہ واجب ہے جیسا کہ قسم کی خلاف ورزی کرنے پر کفارہ لازم آتا ہے۔

تفسیر قرطبی میں بلا سند نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دے دیا تھا پھر زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کفارہ میں ایک غلام آزاد فرمایا تھا۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

اور جب نبی ﷺ نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے آہستہ سے بیان فرما دی پھر جب وہ بات اس بیوی نے بتا دی اور اللہ نے وہ بات نبی پر ظاہر فرما دی تو پیغمبر ﷺ نے کچھ بات بتا دی اور کچھ بات سے اعراض کیا، پھر جب نبی ﷺ نے وہ بات اس بیوی کو بتا دی تو اس نے کہا کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے نے خبر دی۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک خصوصی واقعہ جو بعض بیویوں کے ساتھ پیش آیا

بعض مفسرین نے اس آیت کا تعلق بھی شہد والے قصہ سے بتایا ہے اور یوں تفسیر کی ہے کہ آپ نے جو یوں فرمایا تھا کہ میں شہد نہیں پیوں گا اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا تھا کہ کسی سے کہنا نہیں لیکن جس اہلیہ سے یہ فرمایا تھا اس نے آپ کی دوسری اہلیہ کو یہ بات بتا دی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اس سے مطلع فرما دیا تو آپ نے اہلیہ کو تھوڑی سی بات بتا دی۔ یعنی یہ جتا دیا کہ تو نے اتنی بات ظاہر کر دی ہے کہ فلاں عورت سے کہہ دی اور آپ نے تھوڑی سی بات سے اعراض فرمایا یعنی غایت کرم کی وجہ سے پورے اجزاء کا اظہار نہیں فرمایا تاکہ ظاہر کرنے والی اہلیہ کو یہ بات جان کر شرمندگی نہ ہو کہ میں نے جو کچھ دوسری خاتون سے کہا ہے وہ سب آپ کو معلوم ہو گیا، جب آپ نے بات بتانے والی بیوی کو یہ جتلایا کہ تو نے میری بات کہہ دی ہے تو اس نے سوال کیا کہ آپ کو کس نے خبر دی، آپ نے فرمایا کہ مجھے علیم و خبیر یعنی اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔ صاحب بیان القرآن نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے لیکن تفسیر کی کتابوں میں یہاں ایک واقعہ بھی لکھا ہے اور آیت بالا کو اسی سے متعلق بتایا ہے وہ واقعہ معالم التنزیل میں یوں لکھا ہے کہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کے گھر سے جانے کی اجازت مانگی، آپ نے اجازت دے دی آپ کی ایک باندی ماریہ قبطیہ تھی جن سے صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے تھے (رضی اللہ عنہما) وہ وہاں پہنچ گئیں آپ نے ان سے اپنی حاجت پوری کر لی، حفصہ جو واپس آئیں تو انہوں نے دروازہ بند دیکھا اور صورتحال کو بھانپ لیا، جب آپ تشریف لائے تو شکایت کی کہ آپ نے میرے اکرام کے خلاف اور میری نوبت کے دن اور میرے بستر پر باندی سے استمتاع کر لیا، آپ نے فرمایا اس میں اعتراض والی کون سی بات ہے میری باندی ہے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اس کو حلال قرار دیا ہے چلو خاموشی اختیار کرو میں اسے اپنے اوپر حرام قرار دیتا ہوں تو راضی ہو جا اور کسی کو خبر نہ دینا، جب آپ باہر تشریف

Marfat.com

لے گئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ کھٹکھٹایا اور انہیں خوشخبری سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام قرار دے دیا ہے، اس کے بعد صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو اپنی باندی کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا۔ ﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ﴾ سے یہ بات مراد ہے جس میں یہ ہے کہ آپ نے حفصہؓ سے فرمایا تھا کہ کسی کو خبر نہ دینا، پھر حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اسی وقت یہ بتا دیا تھا کہ میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوں گے۔ حضرت حفصہ نے یہ باتیں اپنی سہیلی حضرت عائشہؓ کو بتادی، آپ نے فرمایا کہ تو نے عائشہ کو یہ بات بتائی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا مجھے علیم وخبیر نے بتا دیا، حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ کو باندی حرام کرنے والی بات بھی بتا دی تھی اور خلافت والی بھی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے ایک بات کا ذکر فرمایا اور ایک بات چھوڑ دی یعنی یوں نہیں فرمایا کہ تو نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو خلافت والی بات بھی بتائی ہے آپ چاہتے تھے کہ خلافت والی بات لوگوں میں نہ پھیلے۔ مفسر قرطبی نے بھی حضرت ماریہ کو حرام قرار دینے والی بات لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ سند کے اعتبار سے یہ زیادہ ٹھیک ہے، لیکن صحیح احادیث میں مذکور نہیں ہے اگر اس روایت کو سامنے رکھا جائے تو ﴿عَرَّفَ بَعْضَهٗ﴾ کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو جو باتیں بتائی تھیں ان میں سے آپ نے کچھ بات بتا دی اور کچھ بات سے خاموشی اختیار فرمالی۔

آیت بالا کو شہد والے قصہ سے متعلق مانا جائے تو اس میں چونکہ حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم یوں کہیں گے کہ آپ نے شہد پیا ہے۔ لہٰذا دونوں کی ذات پر حرف آتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے والا مشورہ کیوں کیا، ارادہ خواہ ایذا دینے کا نہ ہو صرف دل لگی مقصود ہو لیکن صورت حال ایسی بن گئی کہ آپ ﷺ کو اس سے تکلیف پہنچی لہٰذا توبہ کا حکم دیا گیا۔ دوسرے قصہ میں بظاہر حضرت عائشہؓ پر کوئی بات نہیں آتی کیونکہ انہوں نے صرف بات سنی تھی اور آگے بڑھانے کا ذکر بھی نہیں ملتا، ہاں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے حضرت حفصہؓ نے ان سے یوں کہا ہو کہ تمہیں ایک راز کی بات بتاتی ہوں مجھے منع تو کیا ہے کہ کسی کو نہ بتاؤں لیکن تم سے جو سہیلے پن کا تعلق ہے اس لیے بیان کر دیتی ہوں اگر انہوں نے یوں کہا اور انہوں نے سن لیا تو ایذاء دینے والی بات بن سکتی ہے ان کو چاہیے تھا کہ یوں کہہ دیتیں کہ جب آپ نے بیان کرنے سے منع فرما دیا ہے تو میں نہیں سنتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

اے دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو گئے، اور اگر پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں آپس میں کارروائیاں کرتی رہو تو اللہ ان کا مولیٰ ہے اور جبرائیل بھی اور نیک مسلمان بھی، اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں، اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلہ ان کو تم سے اچھی بیویاں عطا فرما دے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزے رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج سے خطاب

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کو توبہ کی طرف متوجہ فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ کی بارگاہ

Marfat.com

میں توبہ کرلو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل صحیح راہ سے ہٹ گئے تھے تمہاری باتوں سے متاثر ہو کر رسول اللہ ﷺ نے شہد پینے اور اپنی جاریہ سے متمتع ہونے سے اجتناب کرنے کا ارادہ فرمالیا تھا اور اس کے بارے میں قسم کھالی تھی حالانکہ آپ کو یہ چیزیں پسند تھیں ان باتوں سے جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچی اس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے کی طرف متوجہ فرمایا۔

دوسری آیت میں آپ کی ازواج مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نبی کریم ﷺ تم کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار عنقریب تمہارے بدلہ تم سے اچھی عورتیں عطا فرمادے گا یہ عورتیں اسلام والی، ایمان والی، فرمانبرداری کرنے والی، توبہ کرنے والی، عبادت کرنے والی، روزہ رکھنے والی ہوں گی، جن میں بیوہ بھی ہوں گی اور کنواری بھی، پھر ایسا واقعہ پیش نہیں آیا، نہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں طلاق دی اور نہ ان کے بدلہ دوسری بیویاں عطا کی گئیں۔

مزید فرمایا کہ اگر تم دونوں آپس میں کسی ایسے امر پر ایک دوسرے کی مدد کرتی رہو گی جس سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچ سکتی ہو تو رسول اللہ ﷺ کو اس سے ضرر نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ ان کا مولیٰ ہے اور جبرائیل بھی اور مومنین بھی، اور اس کے بعد فرشتے بھی مددگار ہیں، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہو اور فرشتوں کی خاص کر جبرائیل اور صالح مومنین کی مدد ہو، اسے تمہارے مشورے کیا نقصان دے سکتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا وہ دونوں کون سی عورتیں ہیں جن کے بارے میں ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ﴾ فرمایا ہے ابھی میری بات پوری نہ ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس سے عائشہؓ اور حفصہؓ مراد ہیں۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۳۱: ج ۲)

رسول اللہ ﷺ کے ایلاء فرمانے کا ذکر:

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ناراض ہو کر ایک ماہ کا ایلاء کرلیا تھا یعنی یہ قسم کھالی تھی کہ بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے اس زمانہ میں آپ نے ایک بالاخانہ میں رہائش اختیار فرمالی۔ صحابہؓ میں یہ مشہور ہو گیا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ اس بات کا پتہ چلانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے پہلے سمجھانے کے طور پر حضرت عائشہؓ اور اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے سے حاضر خدمت ہو چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ عورتوں کے بارے میں آپ کو کیا پریشانی ہے اگر آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے تو آپ کے ساتھ اللہ اور جبریل اور میکائیل اور میں اور ابوبکر اور دوسرے مومنین ہیں اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق فرمائی اور آیت کریمہ ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا﴾ اور آیت کریمہ ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ نازل فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا مومنین بیٹھے ہیں اور یوں کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے آپ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا آپ کی اجازت ہو تو میں انہیں بتادوں کہ طلاق نہیں دی آپ نے فرمایا اگر چاہو تو بتادو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بالاخانے سے نیچے اتر آئے، ابھی آپ کو انتیس دن ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابھی ۲۹ دن ہوئے ہیں آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے، آپ نے فرمایا یہ انتیس کا مہینہ ہے۔ (راجع صحیح مسلم صفحہ ۴۷۸ الی ۴۸۲)

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ
شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا
الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا
عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا
يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ
رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٩﴾

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، اس پر فرشتے مقرر ہیں جو سخت مزاج ہیں مضبوط ہیں وہ اس کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا وہ انہیں حکم دیتا ہے، اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اے کافرو! آج عذر بیان نہ کرو تمہیں اسی چیز کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور میں سچی توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جس دن اللہ نبی ﷺ کو اور ان کو رسوا نہ فرمائے گا جو اہل ایمان ان کے ساتھ ہیں ان کا نور ان کے سامنے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا وہ عرض کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے، بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں، اے نبی! جہاد کیجئے کافروں سے اور منافقوں سے، اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

اپنی جانوں کو اور اہل و عیال کو دوزخ سے بچانے کا اور سچی توبہ کرنے کا حکم

یہ چار آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ایمان والوں سے خطاب فرمایا کہ تم اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر ہیں دنیا میں جو آگ ہے وہ لکڑی یا تیل یا گیس سے جلتی ہے اور ہے بھی کم گرم اور دوزخ کی آگ کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر ہیں اور وہ آگ بہت زیادہ گرم بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا سے انہتر درجہ زیادہ گرم ہے (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۴۲) ایسی آگ سے بچنا اور اپنے گھر والوں کو بچانا عقل کے اعتبار سے بھی ضروری ہے اور یہ بچنا اسی طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے خود بھی بچیں اور اپنے گھر والوں کو بھی بچائیں، انہیں دینی احکام سکھائیں اور ان پر عمل کرائیں، دنیا میں کھلانے پہنانے کے لیے اپنے اہل و عیال کے لیے انتظام تو کرتے ہیں لیکن دوزخ کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں کیا جاتا اس میں عموماً غفلت برتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا کہ تم اپنی جانوں کو بھی اس آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل و عیال کو بھی اس میں فرائض و واجبات کا خود اہتمام کرنے اور اہل و عیال سے عمل کرانے کا حکم آ گیا اور گناہوں سے بچنے اور بچانے کا بھی بلکہ حلال کھانے اور کھلانے کا حکم بھی آ گیا، حرام کھانا اور اولاد کو حرام کھلانا دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو گوشت حرام سے پلا بڑھا ہوگا جنت میں داخل نہ ہوگا اور

Marfat.com

جو گوشت حرام سے پلا بڑھا ہوگا، دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہوگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۴۲) حلال کمائے، حلال کھائے اور بیوی بچوں کو بھی حلال کھلائے حرام سے بچے اور حرام سے بچائے حرام سے پیٹ بھر دینا ان کے ساتھ ہمدردی نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ ظلم ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو دین سکھانا بھی ضروری ہے کیونکہ عمل بغیر علم کے نہیں ہوسکتا علم کے بغیر جو عمل ہوگا وہ غلط ہوگا وہ بھی عذاب دوزخ کا سبب بنے گا۔

تفسیر درمنثور میں صفحہ ۳۶: ج ۱ بحوالہ طبرانی، حاکم اور بیہقی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ یہ پتھر جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ میں فرمایا ہے کبریت (گندھک) کے پتھر ہیں اللہ تعالیٰ نے جیسا چاہا پیدا فرما دیا (اس آگ کی تیزی پھر گندھک کے پتھروں کو ایندھن ہونا اس سب کا تصور کرے، خود بھی سوچے اور اہل وعیال کو بھی سمجھائے تاکہ گناہوں کے چھوڑنے پر نفس آمادہ ہو جائے، دوزخ پر جو فرشتے مقرر ہیں ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سخت مزاج ہیں اور بہت زیادہ مضبوط ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے جو کچھ انہیں حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں، اس میں یہ بتا دیا کہ کوئی بھی دوزخی ان فرشتوں سے جان چھڑا کر دوزخ کا دروازہ کھول کر یا دیواروں کو پھاند کر نہیں جاسکتا، انہیں جو بھی حکم ہوتا ہے مضبوطی کے ساتھ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

دوسری آیت میں اس خطاب کا تذکرہ فرمایا جو کافروں کے ساتھ قیامت کے دن ہوگا۔ کافر عذاب سے چھوٹنے کے لیے عذر پیش کریں گے ان سے کہا جائے گا اے کافرو! آج تم عذر پیش نہ کرو، دنیا میں پہلے ہی سب کچھ بتا دیا تھا تم نے اللہ کو نہیں مانا اس کی باتوں کو جھٹلایا قیامت کے دن کا انکار کر دیا جو کچھ تم نے دنیا میں کیا آج یہاں پر اسی کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

تیسری آیت میں اہل ایمان کو توبہ کرنے کا حکم دیا اور فائدہ بتایا، ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حضور میں توبہ کرو۔ یہ توبہ پکی اور مضبوط ہو۔ توبہ کرنے سے تمہارا رب تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا اور ایسے باغات میں داخل فرما دے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

معالم التنزیل میں توبۃ النصوح کی تشریح میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایسی توبہ ہو جس کے بعد گناہ کرنے کے لیے واپس نہ لوٹے جیسے کہ دودھ تھنوں میں واپس نہیں آتا۔

اور حضرت حسن رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ بندہ گزشتہ اعمال پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے پختہ عزم و ارادہ کے ساتھ یہ طے کر لے کہ اب گناہ نہیں کروں گا، یہ توبۃ النصوح ہے۔ اس کے بعد بہت بڑی بشارت دی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ اہل ایمان ہیں رسوا نہیں کرے گا کیونکہ اس دن کی رسوائی کافروں کے لیے مخصوص ہے جو کفر کی وجہ سے ہوگی۔ سورۃ النحل میں فرمایا: ﴿اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (کہ بلاشبہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے)۔ چونکہ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ سے کاملین فی الایمان مراد ہیں جو عذاب سے محفوظ رہیں گے اس لیے یہ اشکال نہیں ہوتا کہ جو اہل ایمان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے ان کا یہ داخلہ بھی تو ذلت کی بات ہے۔

اہل ایمان کی خوبی اور خوشی کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑ رہا ہوگا یعنی پل صراط پر انہیں عطا کیا جائے گا اس نور کی وجہ سے وہ پل صراط سے بغیر کسی خراش اور چھلن کے پار ہو جائیں گے۔

قیامت کے دن اہل ایمان کا نور:

یہ حضرات بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارا نور پورا فرما دیجئے یعنی جو نور کامل ہمیں عطا فرمایا ہے اسے باقی رکھیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صاحب روح المعانی نے نقل کیا ہے جب منافقین کا نور بجھ جائے گا یعنی اہل ایمان کی روشنی میں ان

Marfat.com

کے پیچھے پیچھے آ کر جو ان کی روشنی سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے اور مومنین کے آگے بڑھ جانے کی وجہ سے پیچھے رہ جائیں گے اس وقت اہل ایمان اپنا نور باقی رکھنے کی دعا کریں گے اور نور باقی رہنے کی دعا کے ساتھ مغفرت کی درخواست بھی کریں گے اور گناہوں کی بخشش کروانے کے لیے یوں عرض کریں گے واغفر لنا (اور ہمیں بخش دیجئے)۔ ﴿اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم:

چوتھی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرمایا کہ اے نبی آپ کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کافروں سے جہاد بالسیف کا اور منافقوں پر حجت قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے انہیں یہ بتانا کہ آخرت میں تمہاری بدحالی ہوگی اور تمہارے ساتھ نور نہ ہوگا اور مومنین کے ساتھ پل صراط پر نہ گزر سکو گے یہ سب ان کے ساتھ جہاد کرنے اور سختی کا معاملہ کرنے کو شامل ہے پھر حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ سختی کا معاملہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر حدود قائم کیجئے کیونکہ وہ ایسے کام کرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان پر حد جاری کی جاتی تھی۔ صاحب روح المعانی نے بھی حضرت حسن سے یہ بات نقل کی ہے۔ ان حضرات نے جو کچھ فرمایا وہ بھی ٹھیک ہے، احقر کے خیال میں ﴿وَاغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ﴾ کا مصداق یہ بھی ہے کہ منافقوں کی حرکتیں ایک عرصہ تک برداشت کرنے کے بعد انہیں ذلت کے ساتھ نام لے لے کر پکڑ پکڑ کر مسجد نبوی سے نکال دیا گیا تھا کما ذکرناہ فی تفسیر سورۃ البقرۃ۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّ امۡرَاَتَ لُوۡطٍ ؕ کَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَیۡنِ مِنۡ عِبَادِنَا
صَالِحَیۡنِ فَخَانَتٰہُمَا فَلَمۡ یُغۡنِیَا عَنۡہُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا وَّ قِیۡلَ ادۡخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیۡنَ ﴿۱۰﴾ وَ ضَرَبَ
اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ ۘ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَکَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ وَ نَجِّنِیۡ
مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَ عَمَلِہٖ وَ نَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾ وَ مَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ
فَرۡجَہَا فَنَفَخۡنَا فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ صَدَّقَتۡ بِکَلِمٰتِ رَبِّہَا وَ کُتُبِہٖ وَ کَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ ﴿ع ۱۲﴾

اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کا حال بیان فرمایا یہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں۔ سو ان دونوں کی خیانت کی پھر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان عورتوں کے ذرا بھی کام نہ آسکے، اور حکم دیا گیا کہ تم دونوں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اور اللہ نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کا حال بیان فرمایا ہے جبکہ اس نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لیے اپنے قرب میں جنت میں گھر بنا دیجئے اور مجھے فرعون سے اور ظالم قوم سے نجات دیجئے اور عمران کی بیٹی مریم کا حال بیان فرمایا جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

حضرت نوح ولوط علیہما السلام کی بیویاں کافر تھیں اور فرعون کی بیوی اور حضرت مریم مومنات میں سے تھیں

ان آیات میں دو ایسی عورتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو نبیوں کے نکاح میں ہوتے ہوئے کافرہ تھیں اور کفر پر جمی رہیں اور دو ایمان والی عورتوں کا تذکرہ فرمایا۔ جن کافر عورتوں کا تذکرہ ان میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام کی اور دوسری حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے (یہ شرائع

Marfat.com

سابقہ کی بات ہے ان کی شریعتوں میں کافر عورت سے نکاح جائز تھا ہماری شریعت میں صرف مسلمہ اور کتابی عورت سے نکاح جائز ہے کافر غیر کتابیہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے)۔

حضرت نوح علیہ السلام کا جیسے ایک بیٹا کافر تھا سمجھانے بجھانے اور طوفان کا عذاب نظروں سے دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا اسی طرح سے آپ کی بیوی نے بھی ایمان قبول نہ کیا۔ اللہ کے ایک نبی کے ساتھ رہتی رہی لیکن مومن ہونا گوارہ نہ کیا۔ معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ عورت یوں کہا کرتی تھی کہ یہ شخص دیوانہ ہے۔

دوسری کافر عورت جس کا ذکر فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی قرآن مجید میں کئی جگہ یہ بتایا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ غیر فطری عمل کرتے تھے اور مردوں سے شہوت پوری کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بار ہا انہیں سمجھایا لیکن وہ لوگ نہ مانے۔ معالم التنزیل میں یہ لکھا ہے کہ ان کی بیوی قوم کے لوگوں کی مدد کرتی تھی اور جب کوئی مہمان حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آتا تو لوگوں کو گھر میں آگ جلا کر بتا دیتی تھی کہ اس وقت تمہارا مقصد پورا ہو سکتا ہے (آگ جلانے کو اس نے مہمانوں کی آمد کا نشان بنا رکھا تھا قوم کے لوگ دھواں یا روشنی دیکھ کر سمجھ جاتے تھے کہ مہمان آئے ہیں اور پھر ان سے خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے) روح المعانی میں بھی ﴿فَخَانَتَاهُمَا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ان دونوں باتوں کو لکھا ہے یعنی یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی آپ کو دیوانہ بتاتی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی مہمانوں کی خبر دے دیتی تھی۔ (ثم قال رواہ جمع وصححہ الحاکم عن ابن عباس)

ان دونوں میں سے ہر عورت، اللہ کے نبی کی بیوی تھی لیکن دونوں کفر پر قائم رہیں اور اسی پر موت آئی، لہٰذا اس کی سزا میں ان کو دوسرے دوزخیوں کے ساتھ دوزخ میں جانا پڑا، ان کے شوہروں کا نبی ہونا ان کے کچھ کام نہ آیا۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ شانہ نے ہر ایسے شخص کی امید کو قطع کر دیا جو خود گناہگار ہو (کفر کی معصیت ہو یا فسق کی) اور امید یہ رکھتا ہو کہ جن نیک بندوں سے میرا تعلق ہے ان کی نیکی اور خوبی میرے تعلق کی وجہ سے مجھے نفع دے گی، خود گناہگار ہوتے ہوئے اپنے متعلقین کا نیک ہونا کام نہیں آ سکتا، اپنی نجات کی خود فکر کریں، جو لوگ نسبتوں پر بھروسہ کر کے ایمان سے اور اعمال صالحہ سے دور رہتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ کسی کی بیوی یا بیٹا یا پوتا یا نواسہ ہونے سے ہماری نجات ہو جائے گی یہ ان کی غلطی ہے۔ قطع اللہ بھذہ الآیۃ طمع کل من یرکب المعصیۃ ان ینفعہ صلاح غیرہ۔ (صفحہ ۲۳۶۸: ج ۴)

جن دو مومن عورتوں کا تذکرہ فرمایا ان میں ایک فرعون کی بیوی تھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھی۔ جو لوگ ایمان لے آئے تھے فرعون انہیں بڑی تکلیفیں پہنچاتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کو زمین پر لٹا کر ہاتھوں میں کیلیں گاڑ دیتا تھا اور اس وجہ سے اس سے سورۂ ص اور سورۂ والفجر میں ذوالاوتاد (کیلوں والا) بتایا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑ دی تھیں جب کیلیں گاڑنے والے جدا ہو گئے تو فرشتوں نے اس پر سایہ کر دیا اس وقت اس نے یہ دعا کی ﴿رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ (اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دیجئے) یعنی مقرب بندوں کے مقامات عالیہ میں جگہ نصیب فرمائیے۔ دعا کی تو ان کا جنت والا گھر اسی وقت منکشف ہو گیا۔

جنت میں بلند مرتبوں کی درخواست کرنے کے بعد یوں دعا کی کہ ﴿وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ﴾ (کہ یا رب مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے نجات دیدے) اور ساتھ ہی یوں بھی دعا کی ﴿وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (کہ مجھے ظالم قوم سے نجات دے دیجئے) ان ظالموں سے فرعون کے کارندے انصار و اعوان مراد ہیں جو فرعون کے حکم سے اہل ایمان کو تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے (روح المعانی صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴: ج ۲۸) معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جب فرعون نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جائے۔ جب پتھر لے کر آئے تو انہوں نے مذکورہ بالا دعا کی، انہوں نے اپنا گھر جنت میں دیکھ لیا جو موتیوں کا گھر تھا اور اسی وقت روح پرواز کر گئی جب لوگوں نے پتھر رکھا تو بلا روح کا جسم تھا انہیں اس پتھر سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور حضرت حسن اور ابن کیسان سے نقل کیا

Marfat.com

ہے کہ اللہ نے فرعون کی بیوی کو جنت میں اوپر اٹھالیا وہ وہاں کھاتی پیتی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

رسول اللہ ﷺ نے جن عورتوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے ان میں حضرت خدیجہؓ، حضرت مریمؑ، حضرت سید فاطمہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت آسیہ علیہا السلام کی فضیلت کا ذکر ملتا ہے (روح المعانی)۔ آسیہ فرعون کی بیوی کا نام تھا۔

صحیح بخاری صفحہ ۵۳۲: ج ۱ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں سے کامل نہیں ہیں مگر مریمؑ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ) اور آسیہؓ (فرعون کی بیوی) اور عائشہؓ کی فضیلت لوگوں پر ایسی ہے جیسی فضیلت ہے ثرید کی باقی کھانوں پر۔

اہل ایمان کو حضرت مریم بنت عمرانؑ کا حال بھی بتایا ان کا تذکرہ سورۃ آل عمران رکوع ۴، ۵ میں اور سورۃ مریم رکوع ۲ اور سورۃ الانبیاء رکوع ۶ میں پہلے گزر چکا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لیے بنی اسرائیل نے حضرت مریم پر تہمت دھری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت اور پاکبازی بیان فرمائی۔ ارشاد فرمایا ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ (اور اللہ نے اہل ایمان کے لیے مریم بنت عمران کی مثال بیان فرمائی جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا)۔

﴿فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ (سو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی)۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جنہوں نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک دیا اسی سے حمل قرار پا گیا اور کچھ وقت گزرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ جس کی تفصیل سورۃ مریم میں گزر چکی ہے۔

حضرت مریم کی پاکدامنی بیان فرمانے کے بعد ان کی دو صفات بیان فرمائیں۔ ارشاد فرمایا ﴿وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ﴾ (اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی) یہ مضمون تمام ایمانیات کو شامل ہے۔ نیز فرمایا ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ﴾ (اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگی رہتی تھی، عربی قواعد کے اعتبار سے بظاہر وکانت من القانتات ہونا چاہیے (جو صیغہ تانیث ہے) ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ﴾ جو فرمایا اس کے بارے میں بعض مفسرین نے یوں کہا ہے کہ یہاں لفظ القوم محذوف ہے یعنی ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقَوْمِ الْقَانِتِيْنَ﴾۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ ایسے کنبہ اور قبیلہ سے تھیں جو اہل اصلاح تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے اور بعض علماء نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ صیغہ تذکیر تغلیب کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت کرنے میں ان مردوں کے شمار میں آ گئیں جو عبادت و طاعت میں ہی لگے رہتے تھے چونکہ عموماً عبادات میں مرد ہی پیش پیش ہوتے ہیں اس لیے حضرت مریم کو عبادت میں مشغول رہنے والے مردوں میں شمار فرما دیا۔ حدیث شریف میں جو کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران وآسیة امراة فرعون فرمایا ہے اس سے اس طرف اشارہ ملتا ہے۔

وهذا آخر تفسير سورة التحريم والحمد لله العلي الكريم العظيم والصلوٰة على نبي محمد المصطفى الذي هدىٰ الى الطريق المستقيم وعلى اله وصحبه الذين امنو به بقلب سليم ودعوا الى الدين القويم

OOO

Marfat.com

آیاتھا ۳۰ — ۶۷ سُورَۃُ الْمُلْکِ مَکِّیَّۃٌ ۷۷ — رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ ملک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور دو رکوع ہیں
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ ① الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ② الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤

وہ بڑی عالی ذات ہے جس کے قبضے میں ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے پیدا کیا موت کو اور حیات کو تا کہ وہ تمہیں ازمائے کہ تم میں کون شخص عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے اور وہ عزیز ہے غفور ہے، جس نے پیدا کیا سات آسمانوں کو تہ بہ تہ، اے مخاطب تو رحمان کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا، سو تو پھر نظر ڈال کر دیکھ لے کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ تیری نگاہ ذلیل ہو کر تھک کر تیری طرف لوٹ آئے گی اور ہم نے قریب والے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے اور ہم نے ان کے لیے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے سارا ملک اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اسی نے موت و حیات کو پیدا فرمایا تا کہ تمہیں آزمائے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کی عظمت اور سلطنت اور قدرت اور شان خالقیت بیان فرمائی ہے۔ اول تو یہ فرمایا کہ وہ ذات برتر ہے اور بالا ہے جس کے قبضے میں پورا ملک ہے سارے عالم میں اسی کا راج ہے اسی کی سلطنت ہے اس کی قدرت سے کوئی بھی باہر نہیں۔ سورۂ یٰسین میں فرمایا: ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (سو پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کی سلطنت ہے) دوم یہ فرمایا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے سوم یہ فرمایا کہ اس نے موت کو اور حیات کو پیدا فرمایا ہے اور ان دونوں کے پیدا فرمانے میں بڑی حکمت ہے اور وہ یہ کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے سب سے اچھا کون ہے مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا میں آتے جاتے ہیں پیدا ہوتے ہیں، زندہ رہتے ہیں پھر مر جاتے ہیں یہ موت و حیات یوں ہی بغیر حکمت کے نہیں ہے، انسان یوں نہ سمجھے کہ میں یوں ہی عبث بغیر کسی حکمت کے پیدا کیا گیا ہوں۔ سورۃ قیامہ میں فرمایا ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ (کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا)۔

نہ انسان کی تخلیق عبث ہے نہ اس کی زندگی خوانخواہ ہے اس کے پیدا کرنے والے نے اس کی زندگی کے لیے احکام بھیجے ہیں ان احکام پر عمل کرنا جتنا بھی زیادہ کوئی شخص اچھا عمل کرے گا اسی قدر اچھا آدمی ہوگا اور خوبی کی صفت سے متصف ہوگا، پھر جب مرے گا تو

Marfat.com

زندگی کے اعمال کا حساب ہوگا اور جتنے جس کے اچھے اعمال ہوں گے اسی قدر عالم آخرت کی نعمتوں سے مالا مال ہوگا، دنیا میں جینا ہے عمل کرنا ہے پھر مرنا ہے پھر حساب کتاب ہے اچھے اعمال کا اچھا بدلہ ہے اور برے اعمال کی بری سزا ہے۔ سورۂ مومنون میں فرمایا ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے) سورۂ ہود رکوع نمبر ایک میں بھی ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ کی تفسیر دیکھ لی جائے۔ (انوار البیان ج ۲)

چہارم یہ فرمایا ہے کہ وہ عزیز یعنی زبردست ہے کوئی بھی اس کی گرفت اور سلطنت سے باہر نہیں جا سکتا، جسے عذاب دینا چاہے وہ اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اور وہ غفور بھی ہے جسے بخشنا چاہے کوئی اس کی بخشش کو روک نہیں سکتا۔

پنجم یہ فرمایا کہ اس نے سات آسمان تہ بہ تہ یعنی اوپر نیچے پیدا فرمائے۔

ششم یہ فرمایا کہ اے مخاطب تو رحمٰن جل مجدہ کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا اس نے جس چیز کو جس طرح چاہا بنایا آسمانوں کو جیسا بنانا چاہا وہ اسی طرح وجود میں آ گئے نہ ان میں کوئی شگاف ہے ﴿وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾ اور نہ ایک آسمان دوسرے آسمان پر گرتا ہے۔ بغیر ستونوں کے قائم ہیں۔ ہر ایک کے درمیان جتنا بعد رکھا ہے اسی کے مطابق قائم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر آسمان سے لے کر دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۵۱۰ عن احمد والترمذی)

ہفتم یہ فرمایا کہ اے مخاطب تو نظر ڈال اور دیکھ کیا تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے پھر نظر ڈال اور بار بار دیکھ گہری نظر سے دیکھ غور وفکر و تامل کے ساتھ نگاہ ڈال جب تو نظر ڈالے گا تو تیری نظر ذلیل اور درماندہ اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی تجھے کسی طرح کا رخنہ نظر نہ آئے گا۔

ہشتم یہ بیان فرمایا کہ ہم نے قریب والے آسمان کو چراغوں سے مزین کیا (ستارے مراد ہیں) جیسا کہ سورۃ الصافات میں فرمایا: ﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٍۨ الْكَوَاكِبِ﴾ (بیشک ہم نے قریب والے آسمان کو بڑی زینت یعنی ستاروں کے ذریعہ زینت دی)۔ رات کو آسمان کی طرف دیکھو تو ستاروں کی جگمگاہٹ سے ایک خوبصورتی کا کیف محسوس ہوتا ہے یہ بات اصحاب فرحت وسرور اور اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

نہم یہ فرمایا کہ ہم نے ان چراغوں یعنی ستاروں کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بنایا۔ شیاطین اوپر جاتے ہیں تاکہ اہل سماء یعنی حضرات ملائکہ علیہم السلام کی باتیں سنیں۔ ستاروں سے ان کے مارنے کا کام بھی لیا جاتا ہے ضروری نہیں کہ ستارہ خود اپنی جگہ سے ہٹ کر شیطان کو لگے ستاروں میں سے چنگاریاں نکلتی ہیں جو شیاطین کو مارتی ہیں۔ سورۂ حجر میں فرمایا ﴿اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ (مگر یہ کوئی بات چوری سے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ لگ لیتا ہے)۔

دہم یہ فرمایا کہ ہم نے شیاطین کے لیے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے شیاطین کی بڑی بڑی شرارتیں ہیں خود بھی کافر ہیں بنی آدم کو بھی کفر پر رکھنا چاہتے ہیں اور جو شخص ایمان لے آئے اس کو گناہوں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آسمان کے قریب جا کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں جو تکوینی امور سے متعلق ہیں جیسے ہی پہنچتے ہیں، انگاروں اور چنگاریوں کی مار پڑتی ہے جس سے بعض مر جاتے ہیں اور بعض مجنون یعنی دیوانے ہو جاتے ہیں اگر انگارہ لگنے سے پہلے ان میں سے کسی نے ایک آدھ بات سن لی تو زمین پر آ کر اس بات کو کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے پھر وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کر دیتا ہے شیاطین اس لیے یہ حرکت کرتے ہیں کہ لوگوں کو کاہنوں کا معتقد بنائیں اور ایمان سے دور رکھیں۔

فائدہ: سورۃ الملک کے شروع میں جو ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ فرمایا ہے اس سے بظاہر متبادر یہی ہے کہ موت اور حیات دونوں وجودی چیزیں ہیں اگر موت کو عدم الحیاۃ سے تعبیر کیا جائے تو یوں سمجھ آتا ہے کہ ان کی روحیں نکال لی جاتی ہیں روح کا نکالنا یہ تو وجودی چیز ہیں اس اعتبار سے موت کو وجودی چیز کہنے میں کسی تامل کی بات نہیں ہے اور اس میں زیادہ غور وفکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ
هِيَ تَفُوْرُ ۙ۞ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۞
قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ
كَبِيْرٍ ۞ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۞ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا
لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۞

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے، جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی زوردار آوازسنیں گے، اور وہ جوش مار رہی ہو رہی ہوگی ایسا محسوس ہوگا کہ وہ غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گی۔ جب بھی اس میں کافروں کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی ان سے دوزخ کے محافظ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والانہیں آیا۔ وہ جواب میں کہیں گے ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو تھا سو ہم نے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی تم لوگ صرف بڑی گمراہی میں ہو، اور وہ یوں کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم جلنے والی آگ میں نہ ہوتے، حاصل یہ کہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔ سو دوری ہے جلنے والی آگ والوں کے لیے۔

کافروں کا دوزخ میں داخلہ، دوزخ کا غیظ وغضب، اہل دوزخ سے سوال و جواب اور ان کا اقرار کہ ہم گمراہ تھے

گزشتہ آیت میں بتایا کہ شیاطین کے لیے جلتی ہوئی آگ کا عذاب تیار فرمایا ہے۔ ان آیات میں کافروں کے عذاب کا تذکرہ فرمایا جو کفر میں شیاطین کے ہمنوا ہیں اور شیاطین کے ترغیب دینے اور کفر پر جمانے سے کفر کو اختیار کیے ہوئے ہیں، فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور جہنم بری جگہ ہے اور برا ٹھکانہ ہے پھر فرمایا کہ جب یہ لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو دوزخ کی سخت دہشت ناک اور وحشت ناک آوازیں سنیں گے وہ جوش مارتی ہوگی اس کے جوش کا یہ عالم ہوگا کہ گویا ابھی غصے کی وجہ سے پھٹ پڑے گی یہ غصہ اسے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر آئے گا۔ سورۃ الفرقان میں فرمایا ہے ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا﴾ جب دوزخ انہیں دور سے دیکھے گی تو غصے میں بھری ہوئی اس کے جوش کی آوازیں سنیں گے۔ ﴿كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ﴾ (الآیات) جب بھی کافروں کی کوئی جماعت دوزخ میں ڈالی جائے گی تو جھڑکنے اور ڈانٹنے کے طور پر دوزخ کے محافظین ان سے دریافت کریں گے (کہ تمہیں یہاں آنا کیسے ہوا) کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والانہیں آیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بنی آدم کی طرف اپنے رسول بھیجے تھے ان میں سے کوئی رسول تمہارے پاس نہیں پہنچا تھا جس نے تمہیں منکرین کے عذاب سے باخبر کیا اور جھٹلانے والوں کی سزا بیان فرمائی؟ کافر یہ سن کر جواب دیں گے کہ ہاں ڈرانے والا تو آیا تھا لیکن ہم نے ان کو جھٹلایا اور یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا اور صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں ہی کو بڑی گمراہی میں بتادیا کافر لوگ ساتھ ہی یوں بھی کہیں گے کہ اگر ہم سمجھنے کے طور پر ان حضرات کی بات سنتے اور ان کی بات کو سمجھتے تو آج ہم جلنے کے عذاب میں نہ ہوتے۔

﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ﴾ (یہ بات کہہ کر کہ اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو آج جلنے کے عذاب میں نہ ہوتے اپنے گناہ کا اقرار کرلیں گے یعنی یہ مان لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا)۔ ﴿فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (سو جلتی ہوئی آگ میں داخل ہونے

Marfat.com

والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے) یہ دوری ہمیشہ کے لیے ہے کبھی بھی ان پر رحم نہ کیا جائے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾ وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ
اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے اور تم اپنی بات کو چپکے سے کہو یا زور سے بیشک وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے، کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ باریک بین ہے اور باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے بڑی مغفرت ہے اور اجر کریم ہے

یہ تین آیات ہیں پہلی آیت میں اہل ایمان کا اور اعمال صالحہ کا اور گناہوں سے بچنے کا فائدہ بتایا ان کے لیے مغفرت ہے اور ان کے لیے بڑا اجر بھی ہے جس طرح یعنی کہ کافروں کے لیے عذاب سعیر ہے اسی طرح اہل ایمان کے لیے اجر کبیر ہے جو بھی کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا اسے اس کا اجر وہاں کی نعمتوں کی صورت میں ملے گا، دوسری آیت میں فرمایا کہ تم لوگ آہستہ سے بات کرو یا زور کی آواز سے اللہ تعالیٰ دونوں طرح کی آواز کو سنتا ہے اور اگر کوئی بات بالکل ہی بے آواز ہو مثلاً دل میں کوئی بات طے کر لی ہو یا کسی بھی گمراہی کا یقین کر لیا ہو اللہ تعالیٰ کو اس سب کی خبر ہے کیونکہ وہ سینہ کی باتوں کو جانتا ہے۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ مشرکین نے آپس میں ایک دوسرے سے یوں کہا کہ چپکے چپکے باتیں کرو ایسا نہ ہو کہ محمد ﷺ کا معبود سن لے۔ اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔

کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا فرمایا:

تیسری آیت میں فرمایا کہ تم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہی سب کو پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے جب وہ ہر چیز کا خالق ہے تو اپنی ہر مخلوق کو کیسے نہ جانے گا تمہارے احوال و اقوال بھی اسی کی مخلوق ہیں اسے ان سب کا علم ہے زور سے یا آہستہ سے بات کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اسے ظاہر اور باطن کا اور ہر چیز ہر قول ہر فعل کا علم ہے اس کے احاطہ علمی سے کوئی چیز باہر نہیں تمہارا یہ خیال کرنا کہ آہستہ بات کریں گے تو وہ نہ سنے گا اور اسے ہماری بات کا علم نہ ہوگا تو ہماری گرفت بھی نہ ہوگی یہ سب تمہاری جہالت اور ضلالت یعنی گمراہی ہے۔ وہ تمہارے عقائد اور اعمال پر ضرور سزا دے گا۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾
ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ
یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾ وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ
نَكِیْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقْبِضْنَ ؔۘ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ
شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مسخر بنا دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی روزی میں سے کھاؤ، اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین تھرتھرانے لگے یا تم اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک سخت ہوا بھیج دے سو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا

Marfat.com

تھا۔ اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا سو میرا عذاب کیسا تھا؟ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا جو پر پھیلائے ہوئے ہیں اور پروں کو سمیٹ لیتے ہیں، رحمٰن کے علاوہ کوئی انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے بے شک وہ ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے مسخر فرما دیا، اسے قدرت ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا سخت آندھی بھیج دے، بلندی پر جو پرندے اڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کا محافظ ہے

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت اور رازقیت بیان فرمائی ہے اول تو یہ فرمایا کہ یہ زمین جس پر تم بستے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر فرما دی ہے اس کو جیسے چاہتے ہو اپنے تصرف میں لاتے ہو نرم چیز ہے اسے کھودتے ہو بنیادیں ڈال کر گھر بناتے ہو۔ کنویں کھودتے ہو، ہل اور ٹریکٹر چلا کر کھیتی بوتے ہو، اس پر رہتے سہتے ہو، ناپاکی تک اس پر ڈالتے ہو۔ غرض یہ کہ وہ تمہارے کاموں میں آتی ہے اور تمہاری ضرورتوں میں استعمال ہوتی ہے تم اس کے راستوں میں چلو پھرو سفر کرو تجارت کرو یہاں کی چیزیں وہاں لے جاؤ اور وہاں کی چیزیں یہاں لے کر آؤ اور جو رزق تمہیں سفر کیے بغیر مل جائے یا سفر کر کے حاصل ہو اسے کھاؤ پیو۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا رزق ہے اور ساتھ ہی یہ سمجھ لو کہ زمین کی یہ نعمت اور رزق کی دولت صرف اسی حد تک نہیں ہے کہ یہیں کھا پی کر بے فکر ہو جاؤ تمہیں مرنا بھی ہے اور اسی زمین میں دفن ہونا ہے پھر صور پھونکے جانے پر قبروں سے اٹھنا ہے اور حساب کتاب کے لیے خالق جل مجدہ کے حضور پیش بھی ہونا ہے، چلو پھرو، کھاؤ پیو اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اس کی فرمانبرداری میں لگو۔

پھر فرمایا کہ تمہارے سامنے یہ ہمارا رسول ایمان کی دعوت پیش کرتا ہے اس کی بات مانو اور فرمانبرداری کرو۔ اس کی دعوت پر کان نہ دھرنے اور قبول نہ کرنے سے آسمان سے بھی عذاب آ سکتا ہے اور زمین سے بھی جس ذات پاک کا حکم آسمانوں میں نافذ ہے کیا تم اس کی طرف سے نڈر ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ یہی زمین جس کو تمہارے قابو میں دیا ہے وہ اسی زمین کو تمہارے لیے ہلاکت اور عذاب کا سبب بنا سکتا ہے وہ اس زمین میں شگاف ڈال کر تمہیں اس میں دھنسانے لگے تو زمین تھرتھرا کر الٹ پلٹ ہونے لگے گی جس سے تم اس کے اندر چلے جاؤ گے اور اس ذات پاک کو یہ بھی قدرت ہے جس کا آسمان میں حکم اور تصرف جاری ہے کہ تم پر وہ ایک سخت ہوا بھیج دے زمین کے اوپر ہوا چلتی ہے یہاں سے وہاں جاتی ہے۔ عام حالات میں معتدل رہتی ہے کبھی تیز بھی ہو جاتی ہے لیکن عام طور سے اس کی رفتار میں اتنی تیزی نہیں ہوتی کہ لوگوں کو اٹھا کر پھینک دے اس کے خالق اور مالک جل مجدہ کو پوری طرح قدرت حاصل ہے کہ وہ ہوا کو خوب زیادہ تیز چلا دے جو زمین پر بسنے والوں کو تہس نہس کر دے جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے انہیں اس سے ڈرنا چاہیے کہ وہ ہوا کے ذریعہ تمہیں ختم نہ کر دے جیسا کہ بعض گزشتہ امتوں پر ہوا کا عذاب آیا تھا۔

﴿فَسَتَعۡلَمُوۡنَ كَيۡفَ نَذِيۡرِ﴾ (سو عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا) اگر دنیا میں عذاب نہ آیا تو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہاں سے صحیح سالم گزر گئے گرفت نہیں، موت کے بعد جو کفر پر عذاب ہو گا وہ بہت سخت ہو گا۔ اس وقت سمجھ میں آئے گا کہ رسولوں کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے دین بھیجا تھا وہ حق تھا، ہم جو اس کے منکر ہوئے خود اپنا ہی برا کیا اور عذاب شدید میں گرفتار ہوئے ﴿لَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ﴾ (اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے حق کو جھٹلایا سو کیسا تھا میرا عذاب۔ پرانے مکذبین (جھٹلانے والوں) کا انجام تمہیں معلوم ہے اس سے عبرت حاصل کر لو۔

اس کے بعد پرندوں کا حال بیان فرما کر اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ بیان فرمائی اور فرمایا:

﴿اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقۡبِضۡنَ﴾ (کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو ان کے اوپر ہوا میں اپنے بازو پھیلائے ہوئے اڑتے ہیں اور وہ اپنے بازوؤں کو پھیلانے کے بعد سکیڑ لیتے ہیں اور دونوں حالتوں میں وہ فضا میں موجود رہتے ہیں اور

Marfat.com

باوزن ہونے کے باوجود فضا میں پھرتے رہتے ہیں زمین پر نہیں گرتے)۔ ﴿مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ (رحمٰن کے علاوہ انہیں کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے)۔ ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ﴾ (بلاشبہ وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر استدلال کرنے کے لیے پرندوں کا فضا میں پر پھیلائے ہوئے اڑتے پھرنا بلکہ بعض مرتبہ پروں کو سکیڑ کر بھی فضا میں رہنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک بڑی دلیل ہے۔ یہی بازو جو جانوروں کے ہیں اس طرح کے بازو اگر پرندوں کے علاوہ دوسرے جانداروں کو لگا دیئے جائیں تو وہ نہیں اڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا جس خصوصیت سے نواز دیا، آسمان میں سب تصرفات اللہ تعالیٰ کے ہیں جیسے ﴿وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ﴾ میں بیان فرمایا اور زمین میں بھی اس کا تصرف ہے جیسے ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا﴾ میں ذکر فرمایا اور آسمان اور زمین کے درمیان جو فضا ہے اس میں بھی اس قادر مطلق کا تصرف ہے جیسے ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ﴾ میں بیان فرمایا۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

ہاں یہ تو بتاؤ رحمٰن کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کر سکے گا، کافر لوگ صرف دھوکے میں پڑے ہیں اور یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے، بلکہ یہ لوگ سرکشی پر اور نفرت پر جمے ہوئے ہیں۔

رحمٰن کے سوا تمہارا کون مددگار ہے؟ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو تم کیا کر سکتے ہو

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے مدد فرمانے اور رزق عطا فرمانے کا اور کافروں کے غرور اور نفور میں اور سرکشی میں بڑھتے چلے جانے کا ذکر ہے۔ ان آیتوں کا سبب نزول بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو کافر دعوت حق قبول کرنے سے گریز کرتے تھے اور عناد پر تلے ہوئے تھے انہیں دو چیزوں پر گھمنڈ تھا اول تو یوں کہتے اور سمجھتے تھے کہ ہمارے اموال اور ہمارے افراد قوم اور قبیلہ کے لوگ ہماری حفاظت کر لیں گے، دوم وہ بتوں سے نفع وضرر کی امید رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں باتوں کی تردید فرمائی اول تو یہ فرمایا کہ بتاؤ تمہارے وہ کون سے لشکر ہیں جو رحمٰن جل مجدہ کے علاوہ تمہاری مدد کر دیں گے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب آ جائے تو اسے دفع کرنے والا اور تمہاری مدد کرنے والا کون ہے؟ یعنی کوئی بھی نہیں ہے، تم جھوٹی خام خیالیوں میں مبتلا ہو شیطان نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور یہ سمجھا رکھا ہے کہ کوئی عذاب آ گیا تو ہمارے جو کثیر افراد ہیں وہ حفاظت کر لیں گے، پھر فرمایا کہ یہ بھی بتاؤ کہ رازق مطلق جو تمہیں رزق دیتا ہے اگر وہ اپنے رزق کو روک لے تو بتاؤ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دیدے؟ یعنی اس کے علاوہ تمہیں کوئی بھی رزق دینے والا نہیں۔

طرح طرح کے دلائل سامنے آتے ہیں لیکن پھر بھی سرکشی میں اور نفور میں یعنی حق سے دور ہونے میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اسی کو فرمایا: ﴿بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ﴾ بلکہ وہ لوگ سرکشی اور نفرت پر جمے ہوئے ہیں۔

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

سو کیا جو شخص منہ کے بل گر کر اوندھا چل رہا ہو وہ شخص زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھے راستے پر چل رہا ہو؟ آپ فرما دیجئے

Marfat.com

کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو آپ فرما دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا دیا اور تم اسی کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے۔

جو شخص اوندھا منہ کر کے چل رہا ہو کیا وہ صراط مستقیم پر چلنے والے کے برابر ہو سکتا ہے؟

ان آیات میں پہلے تو کافر اور مومن کی مثال بیان فرمائی ارشاد فرمایا کہ ایک شخص منہ کے بل گرا ہوا ہے اور اسی طرح اوندھا چل رہا ہے (یہ کافر کی مثال ہے) اور ایک وہ شخص ہے جو ٹھیک راستے پر جا رہا ہے نہ اسے گرنے کا خطرہ ہے نہ پھسلنے کا ڈر ہے (یہ مومن کی مثال ہے) بتاؤ ان دونوں میں صحیح راہ پر کون ہے اور دونوں میں کون بہتر ہے۔ ظاہر ہے ایک سمجھدار آدمی اس کو بہتر اور صحیح راہ پر بتائے گا جو اعتدال کے ساتھ ٹھیک طریقہ سے سیدھے راستہ پر جا رہا ہے جس میں نہ کجی ہے نہ پھسلنے کا خطرہ ہے مومن اس صفت سے متصف ہے اور اس کی حالت ہر طرح سے اوندھے منہ چلنے والے کافر سے بہتر ہے۔

اعضاء و جوارح کا شکر کرو:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ شانہٗ کا یہ احسان فرمایا کہ اس نے تمہیں پیدا کیا، تمہارا بالکل ہی وجود نہ تھا اس نے تمہیں وجود بخشا اور صرف وجود ہی نہیں دیا بلکہ بہترین اعضاء و جوارح سے آراستہ فرما دیا، تمہیں اس نے قوت سامعہ دی آنکھیں عطا فرمائیں دل عنایت فرمائے۔ ان سب نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ خوب بڑھ چڑھ کر اس کا شکر ادا کرو۔ قلب سے اور قالب سے شکر گزار بندے بنے رہو۔ سمجھداری کا تو تقاضا یہی ہے مگر تمہارا حال یہ ہے کہ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے علم و فہم اور ادراک و شعور عطا فرمایا ہے ان کے کچھ ذرائع بھی بنا دیئے ہیں۔ دیکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دیں۔ سننے کے لیے قوت سامعہ عطا فرمائی، سونگھنے کے لیے ناک کے اندر قوت شامہ رکھ دی اور چکھنے کے لیے زبان کے جسم میں قوت ذائقہ ودیعت فرما دیا اور قوت لامسہ یعنی چھونے کی قوت سارے بدن میں رکھ دی۔ اعضاء کی نعمتوں میں سے یہاں تین چیزوں یعنی سمع اور بصر اور افئدہ یعنی قلوب کو ذکر فرمایا ہے یہ مضمون سورۂ نحل اور سورۃ المومنون اور سورۂ الم سجدہ میں بھی بیان فرمایا ہے افئدہ فؤاد کی جمع ہے فؤاد دل کو کہتے ہیں جو علم اور فہم، ادراک اور شعور کا مرکز ہے اور انسان کو زیادہ معلومات سننے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد دیکھنے کا مرتبہ ہے اس سے بھی علم حاصل ہوتا ہے لیکن جو معلومات سننے سے حاصل ہوتی ہیں ان معلومات سے زیادہ ہیں جو دیکھنے سے حاصل ہوتی ہیں اس سے سمع و بصر کے ذکر پر اکتفا فرمانے اور سمع کو بصر پر مقدم فرمانے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی گو دل کو ان حواس کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے لیکن ان حواس کا ذریعہ علم ہونا بھی صحت قلب پر موقوف ہے اگر انسان کا دل ٹھکانے نہ ہو تو یہ چیزیں ادراک سے قاصر اور عاجز رہتی ہیں۔ اس اعتبار سے سمع بصر اور فؤاد کی نعمت کو اکٹھا بار بار بیان کرنے کی حکمت معلوم ہو گئی۔

اللہ نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے:

پھر فرمایا کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلا دیا (زمین میں چلتے پھرتے کھاتے کماتے ہو اور زمین کی پیداوار سے منتفع اور متمتع ہوتے ہو اس پر گھر بناتے ہو آرام سے رہتے سہتے ہو) ان نعمتوں کی قدردانی کرو اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس زمین پر ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ تمہیں موت آئے گی پھر قیامت کے دن اسی خالق اور رازق کی طرف جمع کیے جاؤ گے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور نعمتوں سے نوازا وہاں جمع کیا جانا اعمال کا بدلہ دینے کے لیے ہوگا لہٰذا حساب کے دن کی پیشی کے لیے فکر مند رہو۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

Marfat.com

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو صرف واضح طریقہ پر ڈرانے والا ہوں، پھر جب اس کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے۔

منکرین کا سوال کہ قیامت کب آئے گی اور ان کا جواب

منکرین کے سامنے جب قیامت آنے اور وہاں پیشی ہونے کی باتیں آتی تھیں اور انہیں وعید سنائی جاتی تھی تو مذاق کے طور پر انکار کے پیرایہ میں سوال کرتے تھے کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو اس کی تاریخ بتا دو، ان کے جواب میں فرمایا ﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (آپ فرما دیجئے کہ علم صرف اللہ کے پاس ہے) ﴿وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں) میرا کام بتانا سمجھانا واضح طور پر بیان کرنا ہے (اگر مجھے قیامت کے واقع ہونے کا وقت معلوم ہوتا تو تمہیں بتا دینا) لیکن یہ بھی نہ سمجھو کہ اس کے وقوع کی تاریخ معلوم نہ ہوسکی تو وہ آنے والی ہی نہیں۔

جب قیامت آنے لگے گی اور اس کا وقوع قریب ہو جائے گا تو کافروں کا برا حال ہوگا۔ عذاب نظر آئے گا تو ان کے چہرے بگڑ جائیں گے ان پر ذلت سوار ہوگی، سورۂ زمر میں فرمایا ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾ (اور اے مخاطب تو قیامت کے دن دیکھے گا کہ جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے) اور سورۂ عبس میں فرمایا ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ (اور بہت سے چہروں پر اس روز سیاہی ہوگی ان پر کدورت چھائی ہوگی۔ یہ لوگ کافر و فاجر ہوں گے)۔

﴿وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ﴾ اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جسے تم طلب کیا کرتے تھے۔

یعنی تم جو یہ کہتے تھے کہ قیامت آنے کا وعدہ کب پورا ہوگا گویا انداز بیان ایسا تھا جیسے تم قیامت کے چاہنے والے ہو، لو اب وعدہ پورا ہو گیا تمہاری مانگ پوری ہوگئی آج اپنے انکار و تکذیب کی سزا بھگت لو۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک فرما دے یا ہم پر رحم فرمائے سو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچائے گا، آپ فرما دیجئے کہ وہ رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا، سو تم عنقریب جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہے، آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر تمہارا پانی زمین میں نیچے چلا جائے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس چشمہ والا پانی لے آئے۔

اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک فرما دیں تو کون ہے جو کافروں کو عذاب سے بچائے گا

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرمایا کہ آپ اپنے مخاطبین سے یہ باتیں فرما دیں، پہلی بات یہ ہے کہ تم میرے لیے اور میرے ساتھ والوں کے لیے دکھ تکلیف میں مبتلا ہونے کی آرزو رکھتے ہو تم اپنے بارے میں غور کرو، دیکھو اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے

Marfat.com

ساتھیوں کو ہلاک کر دے (جیسا کہ تم چاہتے ہو) یا ہم پر رحم فرما دے جیسا کہ ہم اس سے یہی امید رکھتے ہیں تو اس سے تمہارا کوئی بھلا ہونے والا نہیں ہمارے لیے تو ہر حالت بہتر ہے موت بھی بہتر ہے۔ زندگی بھی رحمت ہے۔ تم پر جب کفر کا عذاب آئے گا تو تم کو کون بچائے گا اس کو سوچو۔ دوسری بات ان سے یہ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر توکل کیا ہمیں اس سے ہر طرح سے خیر کی امید ہے اور ہم سراپا ہدایت پر ہیں لیکن تم اس بات کو نہیں مانتے۔ سنو تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے جب تم کفر کی سزا پاؤ گے اس وقت واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ تم گمراہ تھے اگرچہ ہمیں یہاں گمراہ بتاتے ہو ہم اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم اپنے بارے میں ہدایت پر ہونے کا یقین رکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ فیصلے فرمائے گا اور تم عذاب میں پڑو گے تو معلوم ہو جائے گا گمراہ ہم ہیں یا تم ہو؟

اگر پانی زمین میں واپس ہو جائے تو اسے واپس لانے والا کون ہے؟

تیسری بات یہ فرمائی کہ آپ ان سے یوں فرما دیں کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا یہ پانی جو بارش کے ذریعہ تمہیں ملتا ہے اور جسے کنوؤں سے نکالتے ہو اور جسے میٹھی نہروں سے حاصل کرتے ہو یہ تمہارے پینے کھانے پکانے نہانے دھونے میں اور باغوں اور کھیتیوں کی آبپاشی میں کام آتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پانی کو ایسا کر دے کہ بالکل ہی زمین میں دور تک اترتا چلا جائے اور جہاں تک تمہاری رسائی نہ ہو وہاں تک پہنچ جائے تو بتاؤ وہ کون ہے جو پانی کو لے آئے۔ صاحب جلالین لکھتے ہیں کہ یہاں پہنچ کر تلاوت کرنے والا لفظ معین کے بعد یوں کہے کہ ﴿اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (اللہ رب العالمین ہی پانی لا سکتا ہے) یعنی اللہ اس نعمت عظیمہ کو غائب فرما دے تو اس کے علاوہ کوئی بھی کہیں سے پانی دینے والا نہیں۔

تفسیر جلالین شریف میں لکھا ہے کہ جب سورۃ الملک کی آخری آیت بعض متکبروں نے سنی تو ﴿فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾ کے جواب میں اس نے کہا تاتی بہ بالفوس والمعاول (یعنی کدال اور پھاوڑہ کے ذریعہ پانی لے آئیں گے) اس کا یہ کہنا تھا کہ اس کی آنکھوں کا پانی خشک ہو گیا آنکھوں میں جو پانی ہے جس سے چمک دمک اور روشنی ہے وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا پیدا فرمودہ ہے، جسے کدال اور پھاوڑہ پر غرور ہے وہ اپنی آنکھ کا خشک شدہ پانی پھاوڑہ چلا کر کھدائی کر کے لے آئے۔

فضیلت

احادیث شریفہ میں سورۃ الملک کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ قرآن میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں اس نے ایک شخص کے لیے شفاعت کر دی یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا وہ سورت تبارك الذی بیده الملك ہے۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۱۸۲)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے ایک جگہ اپنا خیمہ لگایا وہاں قبر تھی جس کا انہیں پتہ نہ تھا وہاں انہوں نے ایک شخص کی آواز سنی جو سورۃ تبارك الذی بیده الملك پڑھ رہا تھا اس نے پوری سورت ختم کر لی، یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو پوری کیفیت سنائی، آپ نے فرمایا یہ سورت عذاب سے روکنے والی ہے قبر والے شخص کو اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۱۸۸)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک سورۃ الم تنزیل (جو اکیسویں پارہ میں ہے) اور سورۃ تبارك الذی بیده الملك نہیں پڑھ لیتے تھے اس وقت تک (رات کو) نہیں سوتے تھے۔ (رواہ احمد والترمذی والدارمی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۱۸۸)

وهذا آخر تفسير سورة الملك بفضل الله المليك العلام والحمد لله على التمام والصلوٰة على البدر التمام وعلى اله واصحابه البررة الكرام

Marfat.com

اٰیاتھا ۵۲ ۶۸ سُورَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ ۲ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ القلم مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۵۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ ۠ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ۝۷

نٓ، قسم ہے قلم کی اور فرشتوں کے لکھنے کی، آپ اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے مجنوں نہیں ہیں، اور بلاشبہ آپ کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور بیشک آپ بڑے اخلاق والے ہیں، سو عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو جنون تھا، بلاشبہ آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے خطاب کہ آپ کے لیے بڑا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور آپ صاحب خلق عظیم ہیں

یہاں سے سورۃ القلم شروع ہو رہی ہے (نٓ) حروف مقطعات میں سے ہے جو متشابہات میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قلم کی اور فرشتے جو کچھ لکھتے ہیں اس کی قسم کھا کر فرمایا کہ اے محمد ﷺ آپ اپنے رب کے انعام کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں، مشرکین جو بطور عناد رسول اللہ ﷺ کو والعیاذ باللہ دیوانہ بتاتے تھے اس میں ان کی تردید فرمائی۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ قلم سے وہ قلم مراد ہے جس نے لوح محفوظ میں کائنات کے بارے میں اللہ کے حکم سے وہ سب کچھ لکھ دیا تھا جو آئندہ وجود میں آنے والا تھا اور ﴿وَمَا یَسْطُرُوْنَ﴾ سے ان فرشتوں کا اعمال لکھنا مراد ہے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں (علی ان ما مصدریۃ) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا پھر فرمایا کہ لکھ قلم نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا وہ سب چیزیں لکھ دے جو مقدر ہو چکی ہیں۔ لہٰذا قلم نے وہ سب کچھ لکھ دیا جو ہمیشہ آئندہ تک ہونے والا ہے۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث اسنادہ غریب کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۲۱)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں القلم سے مطلق قلم مراد ہے جو قلم تقدیر کو اور فرشتوں اور انسانوں کے قلموں کو شامل ہے اللہ تعالیٰ نے قلم اور جو کچھ قلم سے لکھا جاتا ہے اس کی قسم کھا کر فرمایا ہے ﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ﴾ (آپ اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے مجنون نہیں ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نعمت دی ہے۔ اپنے فضل سے نوازا ہے اور یہ نعمت نبوت ہے اس نعمت کی وجہ سے آپ انہیں توحید کی دعوت دیتے ہیں اس دعوت کو سن کر یہ لوگ آپ کو مجنون کہتے ہیں حالانکہ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت مکمل ہو وہ مجنون نہیں ہو سکتا۔ قال صاحب الروح والمعنی انتفی عنک الجنون فی حال کونک متلبسا بنعمۃ ربک۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ شانہ نے جس چیز کی قسم کھائی ہے وہ مذکورہ مضمون (مقسم بہ) کے بارے میں ایک قسم کی شہادت ہوتی ہے۔ یہاں جو ﴿وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ﴾ فرمایا اس میں یہ بتا دیا کہ لوگو! دنیا کی تاریخ دیکھ لو کیا کیا لکھا ہے اور کیا کیا حالات اور وقائع

Marfat.com

سنتے آ رہے ہو کیا ایسے اعلیٰ اعمال اور اکمل اخلاق والے بھی دیوانے ہوا کرتے ہیں خود ان لوگوں کی عقلیں کہاں ہیں جو ایسے عاقل کامل اور صاحب خُلق عظیم کو مجنون بتا رہے ہیں۔ ﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾ (اور بلاشبہ آپ کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے)۔ یعنی یہ لوگ آپ کو دیوانہ کہہ رہے ہیں اور آپ انہیں توحید کی دعوت دے رہے ہیں انجام کار دعوت کی مشغولیت پر اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بڑا اجر و ثواب ملے گا جو کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔

پھر فرمایا ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ اور بے شک آپ بڑے اخلاق والے ہیں۔

اس میں رسول اللہ ﷺ کی خُلق عظیم کی تعریف بھی ہے اور آپ کے دشمنوں کی تردید بھی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ کاملہ سے نوازا ہے آپ کے اخلاق ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو آپ کو مجنون کہتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو احادیث شریفہ میں جو آپ کے مکارم اخلاق اور معاشرت و معاملات کے واقعات لکھے ہیں ان کا مطالعہ کر لیا جائے توراۃ شریف تک میں آپ کے اخلاق فاضلہ کا ذکر پہلے ہی سے موجود تھا۔ (دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۱۸۵)

آپ صاحب خُلق عظیم تھے اپنی امت کو بھی اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے تھے موطا مالک میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بعثت لاتمم حسن الاخلاق کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن مومن کی ترازو میں جو سب سے زیادہ بھاری چیز رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ فحش گو اور بدکلام کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے تم میں سے سب سے زیادہ وہ لوگ محبوب ہیں جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ایمان والوں میں کامل ترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کس طرح رہتے تھے انہوں نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ نے کبھی کسی کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو ہاں اگر فی سبیل اللہ جہاد میں کسی کو مارا ہو تو اور بات ہے اور اگر کسی سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو تو اس کا انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ کی حرمت والی چیزوں میں سے کسی کی بے حرمتی ہونے لگتی تو آپ اس کا انتقام لے لیتے تھے۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آپ نہ فحش گو تھے نہ بتکلف فحش گو بنتے تھے اور نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف فرماتے اور درگزر فرما دیتے تھے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی مجھ سے کوئی نقصان ہو گیا تو کبھی ملامت نہیں فرمائی، اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی کی طرف سے ملامت ہوتی تو فرماتے کہ چھوڑو جانے دو جو چیز مقدر میں تھی وہ پیش آنی ہی تھی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۱۹ عن المصابیح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی شخص مصافحہ کرتا تو آپ اس کی طرف سے اپنا چہرہ نہیں پھیر لیتے تھے جب تک وہ ہی اپنا چہرہ نہ پھیر لیتا اور آپ کو کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی پاس بیٹھنے والے کی طرف ٹانگیں پھیلائے ہوئے ہوں۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مسکرانے والا میں نے نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۲۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب آپ نے (یمن جانے کے لیے) رخصت فرمایا تو جب انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو

Marfat.com

آخری وصیت یہ فرمائی کہ احسن خلقك للناس کہ لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔ (رواہ مالک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک مومن آدمی اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے راتوں کو نمازوں میں قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ﴾ (سو آپ دیکھ لیں گے اور وہ لوگ بھی دیکھ لیں گے) ﴿بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾ (کہ تم میں سے کسے جنون ہے) جو لوگ آپ کو دیوانہ کہتے تھے (العیاذ باللہ) پہلے دلائل سے ان کی تردید کی پھر فرمایا کہ عنقریب ہی آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ دیوانہ کون ہے؟ حضرت ابن عباسؓ سے اس کا مطلب یوں منقول ہے کہ یہ اہل باطل جو آپ کو دیوانہ بتا رہے ہیں روز قیامت ان کو پتہ چل جائے گا کہ یہ خود ہی دیوانہ تھے۔ اور بعض حضرات نے آیت کا یہ مطلب بتایا ہے کہ عنقریب ہی سب کے سامنے اسی دنیا میں بات آجائے گی کہ دیوانہ کون ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی بات پھیلی دعوت آگے بڑھی، اہل عرب مسلمان ہوئے اور جو دشمن تھے جانثار ہو گئے اور جنہیں قبول حق کی توفیق نہ ہوئی وہ ذلیل اور خوار ہوئے غزوۂ بدر کے واقعہ نے سب کو بتا دیا کہ دیوانہ کہنے والے ہی دیوانے تھے۔ (روح المعانی صفحہ ۲۹: ج ۲۹)

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ (بلاشبہ آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے) ہر ایک کو اس کے مطابق جزا دے گا۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۞۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۞۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۞۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۞۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۞۱۲ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۞۱۳ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ۞۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۞۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۞۱۶

سو آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانیے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے ہو جائیں، اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیے جو بہت قسمیں کھانے والا ہے ذلیل ہے جو دوسروں کو عیب لگاتا ہے چغل خور ہے، خیر سے روکنے والا ہے گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے، سخت مزاج ہے اور اس کے بعد منقطع النسب بھی ہے اس وجہ سے کہ وہ مال والا بیٹوں والا ہے جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں سے نقل کی جانے والی باتیں ہیں، ہم عنقریب اس کی سونڈ پر نشان لگا دیں گے۔

آپ کی تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانیے، وہ آپ سے مداہنت کے خواہاں ہیں

یہ نو آیات کا ترجمہ ہے ان میں سے پہلی دو آیتوں میں یہ فرمایا کہ آپ تکذیب کرنے والوں کی بات نہ مانیے وہ چاہتے ہیں کہ آپ کچھ نرم پڑ جائیں تو وہ بھی آپ کے معاملہ میں نرمی اختیار کر لیں، اہل باطل کا یہ طریقہ رہا ہے کہ خود تو حق کی طرف جھکتے نہیں ان کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ داعیان حق کو دعوت دیں کہ تم اپنی دعوت چھوڑ دو اور ہمارے کفر و گمراہی میں شریک ہو جاؤ، جب اس پر قابو نہیں چلتا تو کہتے ہیں کہ اچھا آپ کچھ نرم پڑ جائیں اپنی دعوت اور دعوت کے کاموں میں نرمی اختیار کر لیں ہم بھی اپنی مخالفت میں اور سختی میں کمی کر دیں گے رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے حکم دیا کہ ان کی باتوں میں نہ آئیں جو حکم ہوا ہے اس کے مطابق دعوت دیتے رہیں اور دعوت میں کسی بھی طرح کی نرمی اور مداہنت کو منظور نہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مشرکین مکہ نے یوں کہا تھا کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں ہم بھی آپ کی مخالفت نہ کریں گے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ معلوم ہوا کہ مخلوق کو راضی کرنے کے لیے کسی حق کام یا حق بات کا چھوڑ دینا جائز نہیں۔

Marfat.com

ایک کافر کی دس صفات ذمیمہ:

اس کے بعد جو سات آیات ہیں ان میں کسی کا نام نہیں لیا البتہ دس صفاتِ ذمیمہ کا تذکرہ فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ان صفات والے شخص کا اتباع نہ کیجئے اس سے ان صاحب کی مذمت بھی ہوگئی اور جو شخص ان صفات سے متصف ہو اس کی مذمت بھی ہوگئی مفسرین نے لکھا ہے کہ اہل مکہ میں جو لوگ اسلام اور داعی اسلام ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے ان میں ایک شخص ولید بن المغیرہ بھی تھا۔ یہ شخص بہت ہی زیادہ مخالفت پر اترا ہوا تھا۔ ان آیات میں اسی کا ذکر ہے، نام لیے بغیر ارشاد فرمایا کہ ایسے ایسے شخص کی اطاعت نہ کیجئے اول تو ﴿حلاف﴾ فرمایا یعنی بہت زیادہ قسمیں کھانے والا دوسرے ﴿مھین﴾ فرمایا یعنی ذلیل تیسرے ﴿ھماز﴾ فرمایا جو دوسروں کو عیب لگاتا ہے غیبتیں کرتا ہے چوتھے ﴿مشاء بنمیم﴾ یعنی چغل خور ہے جو لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے کے لیے چغلی کرتا ہے اور اس مشغلہ میں خوب آگے بڑھا ہوا ہے۔ پانچویں ﴿مناع للخیر﴾ یعنی خیر سے روکنے والا، اس میں ہدایت سے روکنا بھی آ گیا اور جہاں اللہ کی رضا مندی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں ہاتھ روک لینے اور کنجوسی کرنے کو بھی شامل ہو گیا چھٹے ﴿معتد﴾ فرمایا یعنی حد سے بڑھنے والا ظلم کرنے والا۔ ساتویں ﴿اثیم﴾ فرمایا یعنی گناہگار، آٹھویں ﴿عتل﴾ فرمایا یعنی سخت مزاج، نویں فرمایا ﴿بعد ذلك زنیم﴾ یعنی یہ جو کچھ مذکور ہوا اس کے بعد یہ بھی ہے کہ وہ منقطع النسب ہے۔ یہ شخص ثابت النسب نہیں تھا یعنی اس کا باپ معلوم نہ تھا حقیقت میں قریشی نہ تھا مغیرہ نے اس کی اٹھارہ سال عمر ہونے کے بعد اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا اسی وجہ سے بعض مفسرین نے لفظ زنیم کا ترجمہ حرام زادہ کیا ہے۔ یہاں یہ جو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو بچہ ثابت النسب نہ ہو اس کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پیدا ہونے پر ملامت نہیں ہے حرام زادوں میں افعالِ قبیحہ اور اخلاق ذمیمہ تربیت نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں لہٰذا ان میں ثابت النسب والے افراد والی شرافت عموماً نہیں پائی جاتی، اس کی دسویں صفت ذمیمہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ چونکہ یہ مال والا اور بیٹوں والا ہے اس لیے یہ حرکت کرتا ہے کہ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جھٹلانے کے طور پر کہہ دیتا ہے کہ یہ پرانے لوگوں کی چیزیں ہیں جو نقل در نقل چلی آ رہی ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرتا اور اس کی آیات کی تصدیق کرتا لیکن اس نے مال اور اولاد پر گھمنڈ کر کے آیات قرآنیہ کی تکذیب پر کمر باندھ لی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جہاں تک ہمارا علم ہے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی فرد کو اتنی صفاتِ ذمیمہ کے ساتھ موصوف نہیں فرمایا جو ولید بن المغیرہ کی صفات فرمائیں۔ آخرت میں جو کفر پر مر جانے کی سزا ہے وہ اپنی جگہ ہے دنیا میں اس کو یہ سزا دی کہ اس کی ناک پر غزوۂ بدر کے موقع پر ایک تلوار لگی جس کی وجہ سے ناک پر زخم آ گیا اور مستقل ایک نشان بن گیا اس کی ناک بھی بڑی تھی جسے خرطوم سے تعبیر فرمایا ہے خرطوم ہاتھی کی ناک کو کہتے ہیں یہ شخص زندگی بھر اپنی اس عیب دار ناک کو لیے پھرتا تھا اور سب کے سامنے اس کی بدصورتی عیاں تھی۔

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿١٨﴾
فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾
أَنِ اغْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صٰرِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخٰفَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا
الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا إِنَّا لَضَآلُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ
نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا

Marfat.com

ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰی رَبُّنَآ
اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ
كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع

بلاشبہ ہم نے انہیں آزمایا جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا جب کہ ان لوگوں نے آپس میں قسم کھائی کہ صبح کو چل کر پھل توڑ لیں گے اور انہوں نے انشاء اللہ بھی نہیں کہا، سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا اس حال میں کہ وہ سو رہے تھے، سو وہ باغ صبح کو ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت ہو، سو صبح کے وقت وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ صبح سویرے اپنے کھیت پر چلے چلو اگر تمہیں پھل توڑنا ہے پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے کہ آج تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے اور وہ اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے، پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک ہم راستہ بھول گئے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم محروم کر دیئے گئے، ان میں جو اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں بیان نہیں کرتے، کہنے لگے ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں بلاشبہ ہم قصوروار ہیں، پھر ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر باہم الزام دینے لگے، کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بلاشبہ ہم حد سے بڑھ جانے والے تھے، امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلہ اس سے بہتر عطا فرما دے، بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اسی طرح عذاب ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے۔

ایک باغ کے مالکوں کا عبرت ناک واقعہ

رسول اللہ ﷺ کے ہجرت فرمانے کے بعد مکہ معظمہ کے مشرکوں پر اللہ تعالیٰ نے قحط بھیج دیا تھا۔ قحط کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی، اس کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کو آزمائش میں ڈالا جیسا کہ باغ والوں کو آزمائش میں ڈالا تھا، یہ باغ کہاں تھا باغ والے کون تھے اس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ باغ یمن میں شہر صنعاء سے دو فرسخ کے فاصلہ پر تھا اسے نمازی لوگوں نے بویا تھا جو لوگ اس کے وارث چلے آرہے تھے وہ بڑے سخی تھے جس دن باغ کے پھل کاٹتے تھے مساکین جمع ہو جاتے تھے اسی طرح کھیتی کاٹنے کے دن اور جس دن بھوسہ اور دانہ الگ کرتے تھے مساکین آ جاتے تھے، یہ لوگ مساکین کو دل کھول کر پھل اور کھیتی اور بھوسہ سے نکالے ہوئے دانے دے دیا کرتے تھے۔ آخر یہ ہوا کہ ان میں سے ایک شخص کی موت ہو گئی اس نے اپنے تین لڑکے وارث چھوڑے اب جو کھیتی کاٹنے کا موقع آیا تو ان تینوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ مال کم ہے اہل و عیال زیادہ ہیں اب اگر ہم اسی طرح سخاوت کرتے رہیں اور مسکینوں کو دیتے رہیں تو ہمارے لیے مال کم پڑ جائے گا اب تو مسکینوں سے جان چھڑانا چاہیے لہٰذا انہوں نے آپس میں یہ طے کر لیا کہ آئندہ ہم بالکل صبح صبح باغ میں پہنچ جائیں گے اور مسکینوں کے آنے سے پہلے کاٹ کر گھر والوں میں لے آئیں گے۔ مشورے سے آپس میں یہ باتیں طے کیں اور قسمیں بھی کھائیں کہ ہم ضرور ایسا کریں گے۔ لیکن انشاء اللہ کسی کے منہ سے بھی نہ نکلا، اول تو مسکینوں کو محروم کرنے کی قسم کھائی دوسرے انشاء اللہ کہنا بھول گئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے راتوں رات اس باغ پر آفت بھیج دی، یہ لوگ سو ہی رہے تھے انہیں پتہ بھی نہ چلا کہ باغ کا کیا بنا رات کو جو آفت آئی تو وہ کھیتی ایسی ہو گئی کہ پہلے سے کاٹ دی گئی ہو اسی کو ﴿فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِیْمِ﴾ سے تعبیر فرمایا، وہاں پہنچے تو کچھ بھی نہ پایا حضرت ابن عباسؓ نے ﴿كَالصَّرِیْمِ﴾ کا ترجمہ کالرماد الا سود کیا اور فرمایا ہے کہ بنی خزیمہ کے لغت میں اس کا یہی ترجمہ ہے یعنی ان لوگوں کی کھیتی سیاہ راکھ کی طرح ہو گئی۔

صبح کو جو یہ لوگ اٹھے تو آپس میں ایک دوسرے کو بلایا کہ آؤ اگر تمہیں اپنی کھیتی کی پیداوار پوری لینی ہے اور مسکینوں کو کچھ نہیں دینا

Marfat.com

ہے تو صبح صبح چلے چلو اور جلدی چلو ورنہ عادت کے مطابق مساکین آ جائیں گے، چنانچہ یہ تینوں بھائی چل دیئے چلے جا رہے تھے اور آپس میں چپکے چپکے یوں کہہ رہے تھے کہ دیکھو آج ہم تک کوئی مسکین نہ پہنچنے پائے، جو کچھ مشورہ کیا ہے اس پر قابو پانے کی کوشش کرو اور اپنے مال کو اپنے قبضہ میں کر لو۔

باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ باغ تو جلا ہوا ہے کہنے لگے کہ جی یہ ہمارا باغ نہیں ہے ہم تو راستہ بھٹک گئے ہیں چلو اپنا باغ تلاش کرو، ان میں سے بعض نے کہا کہ ارے یہ بات نہیں ہے ہمارا باغ یہیں تھا ہم اس کی خیر سے محروم کر دیئے گئے ہیں کیونکہ ہم نے یہ ٹھان لیا تھا کہ مساکین کو کچھ نہیں دینا ہے اس پر ہماری گرفت ہوئی ہے جس وجہ سے ہمیں کچھ بھی نہیں ملا، ان میں سے جو سب سے اچھا آدمی تھا اس نے کہا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں بیان کرتے یعنی ان شاء اللہ کیوں نہیں کہتے اب جب ان لوگوں نے باغ کو برباد دیکھا تو بڑی ندامت ہوئی اور کہنے لگے کہ ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں بلاشبہ ہم نے ظلم کا فیصلہ کیا تھا کہ مسکینوں کو کچھ نہ دیں گے۔

اس کے بعد آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور الزام دینے لگے کہ تو نے یہ رائے دی تھی اور تو نے یوں کہا تھا اور کہنے لگے کہ ہائے ہماری خرابی ہم نے سرکشی والا کام کیا اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتے۔ مساکین کو دیتے تو اچھا ہوتا سرکشی کر کے ہم نے اس محرومی کو خود مول لیا (اب سمجھ میں آ گیا کہ ہمیں وہی کرنا چاہیے تھا جو ہمارے باپ دادا کرتے تھے) اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس باغ سے بہتر عطا فرمائے گا جو باغ جل کر خاکستر ہو گیا ہم اپنے رب کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے اخلاص کے ساتھ توبہ کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک باغ عطا فرما دیا جس کے انگور کے خوشے اتنے بڑے بڑے تھے کہ ایک خوشہ ایک خچر پر لاد کر لے جاتے تھے۔

آخر میں فرمایا ﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ﴾ (اسی طرح عذاب ہے) جو شخص ہماری حدود سے آگے بڑھتا ہے اور حکم کی مخالفت کرتا ہے ہم اسے اسی طرح عذاب دیتے ہیں۔ ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ﴾ اور البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔

﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ تا کہ یہ لوگ جانتے ہوتے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

بلاشبہ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس نعمت والے باغ ہیں کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو اس میں تمہارے لیے وہ چیز لکھی ہوئی ہو جسے تم پسند کرتے ہو کیا تمہارے لیے ہمارے اوپر قسمیں ہیں جو قیامت تک باقی رہنے والی ہیں کہ تمہیں وہ دیا جائے گا جس کا تم فیصلہ کرتے ہو ان سے دریافت کیجئے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کیا ان کے لیے ٹھہرائے ہوئے شریک ہیں سو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

Marfat.com

متقیوں کے لیے نعمت والے باغ ہیں اور مسلمین و مجرمین برابر نہیں ہو سکتے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقی بندوں کے انعامات بیان فرمائے ہیں اولاً ارشاد فرمایا کہ انہیں ان کے رب کے پاس نعمتوں والے باغ ملیں گے، اس کے بعد فرمایا کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ یعنی جو لوگ مجرم ہیں انہیں اپنے جرم کی سزا ملے گی اور فرماں بردار بندے اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کا پھل پائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نوازش ہو گی اور نعمتیں ملیں گی، نہ تو یہ ہو گا کہ فرمانبردار نعمتوں سے محروم ہو کر مجرمین کے برابر ہو جائیں اور نہ یہ ہو گا کہ کافرین کو نعمتیں دے دی جائیں، جب اہل ایمان اور اہل تقویٰ کی نعمتوں کا تذکرہ ہوتا تھا تو اہل کفر یوں کہتے تھے کہ دنیا میں ہمیں بھی یہ نعمتیں ملیں گی بلکہ ہم نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں ان کی اس بات کی تردید فرما دی کہ ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ﴾ اور مزید فرمایا ﴿مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ (تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو) تمہارا یہ فیصلہ تو عقل کے اور دنیا داری کے اصول کے بھی خلاف ہے دنیا میں جو اہل انصاف ہیں کیا مجرم اور غیر مجرم کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرتے ہیں؟ تم نے یہ کیسے کہا کہ اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین اور سب سے بڑا انصاف والا ہے وہ مجرموں اور غیر مجرموں کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے گا۔

﴿اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ﴾ (الی آخر الآیات) یہ بات جو تم نے کہی ہے تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ کیا تمہارے پاس آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوئی ہے جسے تم آپس میں پڑھتے ہو؟ اور کیا اس کتاب میں یہ مضمون ہے کہ تم جو چاہو اپنے پاس سے اپنی خواہش کے مطابق کہہ دو گے اسی کے مطابق فیصلہ ہو جائے گا؟ پھر فرمایا کیا تمہارے لیے ہمارے اوپر قسمیں ہیں جو قیامت تک باقی رہنے والی ہیں کہ تمہیں وہ دیا جائے گا جس کا تم فیصلہ کرتے ہو؟ مطلب یہ ہے کہ تم بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا عہد ہے کہ جو تم کہہ دو گے ہم وہی کر دیں گے اور تمہارے کہنے کے مطابق فیصلہ ہو گا؟ ایسا نہیں ہے پھر بڑھ چڑھ کر یہ باتیں اپنی طرف سے کیسے تجویز کر رہے ہو؟ پھر رسول اللہ ﷺ سے خطاب فرمایا ﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ (آپ ان سے دریافت کر لیجئے کہ ایسا کون شخص ہے جو ان کی باتوں کو صحیح ثابت کرنے کا ذمہ دار ہے)۔ یعنی ان کی نامعقول باتوں کو کوئی عاقل صحیح نہیں کہہ سکتا۔

پھر فرمایا ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ﴾ (الآیہ) کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں سو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں) یعنی کیا انہوں نے شریک ٹھہرائے ہوئے ہیں جنہوں نے انہیں ثواب دینے کا اور فرمانبرداروں کے برابر کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے اگر ایسا ہے تو اپنے شریکوں کو پیش کریں اگر اپنے خیال میں سچے ہیں۔

یعنی یہ جو انہوں نے کہا ہے کہ فرماں بردار اور مجرم برابر ہوں گے نہ ان کے پاس اس مضمون کی کوئی آسمانی کتاب ہے نہ کسی دوسرے طریق وحی سے اللہ تعالیٰ نے ان سے ایسا وعدہ فرمایا ہے نہ اللہ کی مخلوق میں اس کے شریک کچھ ہیں جنہوں نے اس بات کی ذمہ داری لی ہو کہ ہم تمہاری بات سچ کر دیں گے یا کروا دیں گے جب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے تو یہ جاہلانہ بات کیسے کہتے ہیں؟

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

جس دن ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے سو سجدہ نہ کر سکیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف اس حالت میں بلائے جاتے تھے جب کہ صحیح سالم تھے۔

ساق کی تجلی اور منافقوں کی بری حالت

ان آیات میں قیامت کے دن کے بعض مظاہر بیان فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جب ساق کی تجلی ہو گی اور لوگوں سے کہا جائے گا

Marfat.com

کہ سجدہ کرو تو مومنین سجدہ کرلیں گے اور منافقین اور ریاکار سجدہ نہ کرسکیں گے اور ان کی کمریں تختہ ہو جائیں گی، سجدہ کرنا چاہیں گے تو گُدّی کے بل گر پڑیں گے۔ صحیح بخاری صفحہ ۷۳۱ اور صفحہ ۱۱۰۷ اور صحیح مسلم صفحہ ۱۰۰ اور صفحہ ۱۰۴ پر اس کی تفسیر وارد ہوئی ہے اور ساق کی تجلی ہونا متشابہات میں سے ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیفیت کے سمجھنے کی فکر نہ کریں یہی اصل طریقہ ہے، صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں سجدہ کی طرف بلائے جانے سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ دار التکلیف نہیں ہے کیونکہ بلایا جانے سے مراد امر بالسجود نہیں ہے بلکہ اس تجلی میں یہ اثر ہوگا کہ سب بالاضطرار سجدہ کرنا چاہیں گے، جس میں مومن اس پر قادر ہوں گے اور اہل ریا ونفاق قادر نہ ہوں گے اور کفار کا قادر نہ ہونا اس سے بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے جس کا آگے ذکر ہے۔

قال البغوی فی معالم التنزیل قوله عزوجل ''یدعون الی السجود فلا یستطیعون،، یعنی الکفار والمنافقون تصیر اصلابهم کصیاصی البقر فلا یستطیعون السجود

کافروں اور منافقوں کی مزید بدحالی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اخلاص کے ساتھ سجدہ کریں اس وقت یہ لوگ صحیح سالم تھے۔ سجدہ پر قادر تھے لیکن سجدہ نہیں کرتے تھے اگر کرتے تھے تو اخلاص سے نہ تھا دنیا میں حکم نہ ماننے کی وجہ سے آج ان کی رسوائی اور ذلت ہوئی۔ معالم التنزیل میں صفحہ ۳۸۳: ج ۴ حضرت سعید بن جبیر سے ﴿وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کانوا یسمعون حی علی الفلاح فلا یجیبون یعنی دنیا میں وہ اذان کی آواز سنتے تھے اور کانوں میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی آواز آتی تھی لیکن نماز کے لیے نہیں آتے تھے۔

فَذَرْنِىْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِىْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِىْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْــَٔـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾

سو آپ مجھے اور ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں ہم انہیں تدریجاً لے جا رہے ہیں اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں، اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر مضبوط ہے، کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کے تاوان سے دبے جا رہے ہیں، کیا ان کے پاس غیب ہے جسے وہ لکھا کرتے ہیں۔

مکذبین کے لیے استدراج اور ان کی مہلت

ان آیات میں منکرین اور مکذبین کو وعید سنائی ہے اور پیرایہ ایسا اختیار کیا ہے کہ بظاہر رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے اور اس ضمن میں آپ کی تسلی بھی مضمر ہے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اور ان لوگوں کو رہنے دیجئے جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں یعنی عذاب آنے میں جو دیر لگ رہی ہے آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں، ہم انہیں بتدریج جہنم کے عذاب کی طرف لے جا رہے ہیں اور وہ بھی اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں، انہیں مہلت دی جا رہی ہے انہوں نے اس مہلت کو اپنے لیے فائدہ مند سمجھ رکھا ہے اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں میں پڑ کر اپنی جانوں کو کامیاب سمجھ رہے ہیں حالانکہ سراسر ناکامی اور عذاب کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ ڈھیل ایک تدبیر ہے اور مضبوط تدبیر ہے ان کو جو مہلت دی جا رہی ہے وہ اس کی وجہ سے اور زیادہ معاصی میں منہمک ہو رہے ہیں اور یہ ہماری طرف سے استدراج ہے۔

پھر فرمایا کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں جس کے تاوان سے وہ دبے جاتے ہیں؟ یہ بطور استفہام انکاری کے ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کا تبلیغ فرمانا اور ایمان کی دعوت دینا یہ سب اللہ کی رضا کے لیے ہے آپ اللہ تعالیٰ ہی سے ثواب کی امید رکھتے

Marfat.com

ہیں ان سے تو آپ کسی طرح کی اجرت یا معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتے اگر ان سے کچھ طلب فرماتے ہوتے تو ان کو اس کی ادائیگی مشکل پڑ جاتی جب آپ ان سے کوئی چیز طلب کرتے ہی نہیں تو انہیں خود سمجھ لینا چاہیے کہ دعوت کے کام میں اتنی محنت کوشش کیوں کر رہے ہیں (لیکن وہ تو دنیا داری کے نشہ میں سمجھداری کو پاس آنے ہی نہیں دیتے اور برابر اعراض کیے جا رہے ہیں)۔

پھر فرمایا ﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے وہ لکھ لیا کرتے ہیں۔

یہ بھی استفہام انکاری کے طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو کسی طریقے سے خود احکام خداوندی معلوم ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ صاحب وحی یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع سے بے نیاز ہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ ان کے پاس ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے احکام خود ہی معلوم کر لیا کریں حالانکہ اپنے خالق کے احکام جاننا ضروری ہے جب اور کوئی ذریعہ اللہ کے احکام معلوم کرنے کا نہیں ہے اور آپ کی نبوت کا انکار کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے تو اس کا انکار کرنا ان کی نا سمجھی، بیوقوفی اور حماقت ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾

سو آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جایئے جبکہ اس نے اس حالت میں پکارا کہ وہ غم سے گھٹ رہا تھا، اگر اس کے رب کی نعمت اس کی دستگیری نہ کرتی تو وہ بدحالی کے ساتھ میدان میں ڈال دیا جاتا، پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کر لیا اور اس کو صالحین میں شامل فرما دیا۔

آپ صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو صبر فرمانے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کے مخاطبین منکرین کو مہلت دی ہے ان پر جلد عذاب نہیں آیا اور آپ کو صبر کی تلقین فرمائی ہے اس پر عمل کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائے۔ مچھلی والے سے حضرت یونس علیہ السلام مراد ہیں جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے (جس کا ذکر سورۂ یونس اور سورۂ الانبیاء اور سورۂ الصافات میں گزر چکا ہے) تو انہیں مچھلی نے نگل لیا۔ مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے رہے، اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں انہوں نے دعا کی کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے، یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا، ایک بلا اذن صریح حق تعالیٰ کے وہاں سے چلے آنے کا ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس ہو جانے کا، اور وہ دعا یہ ہے: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

جس سے مقصود استغفار اور طلب نجات عن الحبس ہے۔ (کذا فی بیان القرآن)

﴿لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ﴾ (الآیۃ) اگر اللہ تعالیٰ کا انعام ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ بدحالی کے ساتھ میدان میں ڈال دیئے جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل فرما دیا مچھلی کے پیٹ سے باہر لایا خشکی میں پہنچے ضعیف اور کمزور تھے اور ان پر ایک بیلدار درخت اُگا دیا جس سے سایہ ہو گیا جیسا کہ سورۂ صافات میں مذکور ہے۔

﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (پھر ان کے رب نے ان کو چن لیا اور برگزیدہ بنا لیا اور انہیں صالحین میں شامل فرما دیا) بلا اذن خداوندی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے کی خطا اجتہادی کا جو صدور ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا اور صالحین کاملین ہی میں ان کا درجہ رکھا۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾

Marfat.com

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

اور کافر لوگ جب ذکر کو سنتے ہیں تو گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرادیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے حالانکہ یہ قرآن تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔

کافر لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنی نظروں سے پھسلا کر گرا دیں

مشرکین عرب کی دشمنی انتہا کو پہنچ گئی تھی رسول اللہ ﷺ پر ہر طرح کا وار کرنے کو تیار رہتے تھے اور جو بھی موقعہ لگتا تھا اس سے نہیں چوکتے تھے آپ کو تکلیف پہنچانے کی جو طرح طرح کی تدبیریں کرتے تھے انہوں نے آپ کو نظر بد لگوانے کی تدبیر بھی سوچی بعض لوگ جن کی آنکھوں میں فطری طور پر نظر لگانے کی خاصیت ہوتی ہے اس وقت اس طرح کا ایک شخص تھا اسے قریش مکہ نے آمادہ کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایسی نظر ڈال جس سے آپ مریض ہو جائیں اور آپ کو تکلیف پہنچ جائے۔ صاحب معالم التنزیل اور صاحب روح المعانی نے یہ بات لکھی ہے کہ ان لوگوں نے آپ پر نظر لگوانے کا ارادہ کیا اور ایک آدمی کو اس پر آمادہ کیا لیکن اس کی آنکھوں کا آپ پر کچھ بھی اثر نہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ فرمایا اور بعض حضرات نے فرمایا ہے معروف نظر لگانا مراد نہیں ہے بلکہ بری بری نگاہوں سے دیکھنا مراد ہے یعنی وہ آپ کو دشمنی کی وجہ سے بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسی عداوت کی وجہ سے آپ کو دیوانہ بتاتے ہیں حالانکہ یہ قرآن جو آپ سناتے ہیں تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہی نصیحت ہے بھلا دیوانہ آدمی ایسی باتیں سنا سکتا ہے؟

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نظر کا لگ جانا اور اس کا موثر ہونا حق ہے جو بامر اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس کے بعد انہوں نے کثیر تعداد میں ایسی احادیث نقل کی ہیں جن میں نظر دور کرنے کے لیے دعا پڑھنے کا ذکر ہے۔ موطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظر لگ جانا حق ہے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ جعفر کے بچوں کو نظر جلدی لگ جاتی ہے تو کیا میں ان کے لیے جھاڑ سکتی ہوں، آپ نے فرمایا ہاں جھاڑ دیا کرو کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھنے والی ہوتی تو نظر بڑھ جاتی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو (تکلیف سے) محفوظ رکھنے کے لیے یہ پڑھا کرتے تھے اعیذ کما بکلمات اللہ التآمة من کل شیطان وهامة ومن کل عین لآمة (اللہ کے پورے کلمات کے ذریعہ میں تمہیں ہر شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور برائی کے ساتھ نازل ہونے والی ہر آنکھ سے پناہ دیتا ہوں) (رواہ البخاری) اور فرماتے تھے کہ تمہارے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کو اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کی حفاظت کے لیے پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہے جھاڑنا مگر نظر لگانے سے یا زہریلے جانور کے ڈسنے سے۔ (رواہ احمد والترمذی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۳۹۰)

دیگر امراض کے لیے بھی جھاڑنا جائز ہے جو حضور ﷺ سے ثابت ہے ان دونوں چیزوں کے لیے جھاڑنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس لیے ایسا فرمایا جو کچھ بھی جھاڑ ہو اللہ کے ناموں سے قرآن مجید کی آیات سے اور مسنون دعاؤں سے ہو شرکیہ الفاظ سے نہ ہو۔ سورۂ ن والقلم کی یہ آخری دو آیتیں مجرب ہیں نظر بد کے لیے پڑھا جائے تو فائدہ ہوتا ہے۔

تم تفسیر نٓ والقلم والحمد للہ اولا وآخرا و باطنا وظاهرا

Marfat.com

ایاتہا ۵۲ | ۶۹ سُورَۃُ الْحَآقَّۃِ مَکِّیَّۃٌ ۷۸ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سورۃ الحاقہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۵۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَآقَّةُ ۝١ مَا الْحَآقَّةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝٣ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا
ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ
لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝٧ فَهَلْ
تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝٨ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا رَسُوْلَ
رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝١٠ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝١١ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً
وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝١٢

ہو جانے والی کیا ہے وہ ہو جانے والی۔ اور آپ کو کیا خبر ہے کہ کیا ہے وہ ہو جانے والی، ثمود نے اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز کی تکذیب کی، سو ثمود تو زور والی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد ٹھنڈی تیز ہوا کے ذریعہ ہلاک کیے گئے اللہ نے اس ہوا کو لگاتار سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط کر دیا تھا۔ سوائے مخاطب تو ان لوگوں کو اس ہوا میں پچھاڑے ہوئے دیکھتا کہ گویا وہ کھجور کے کھوکھلے درختوں کے تنے ہیں، سو کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں نے گناہ کیے سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی پھر اس نے ان کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا، بلاشبہ جب پانی کو طغیانی ہوئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں اٹھا دیا تاکہ ہم تمہارے لیے اس واقعہ کو نصیحت بنا دیں اور تاکہ اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں۔

کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت

یہاں سے سورۃ الحاقہ شروع ہو رہی ہے الحاقۃ حق یحق سے اسم فاعل ہے جس کا ترجمہ ہے واقع ہونے والی چیز یعنی جس کا وجود میں آ جانا ضروری ہے وہ ٹل نہیں سکتی، اس سے قیامت مراد ہے قرآن مجید میں اس کے کئی نام آئے ہیں ان میں سے ایک القارعۃ بھی ہے جو اس سورت کی چوتھی آیت میں مذکورہ ہے علماء نحو نے فرمایا ہے الحاقۃ مبتدا ہے اور ما الحاقۃ خبر ہے۔

طرز بیان ایسا اختیار فرمایا ہے جس سے قیامت کی اہمیت ظاہر ہو جائے ارشاد فرمایا کہ کیسی چیز ہے وہ ہو جانے والی اور اے مخاطب تجھے کیا خبر ہے کہ وہ ہو جانے والی چیز کیا ہے؟ یعنی وہ بڑی چیز ہے اس دن کی پیشی کے لیے فکر مند ہونا لازم ہے۔

جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ان کی بنیادی دعوت تین چیزوں پر ایمان لانے کی تھی۔

(۱) توحید (۲) رسالت (۳) معاد یعنی وقوع قیامت۔

قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام اور قوم عاد کی طرف ہود علیہ السلام معبوث ہوئے تھے ان لوگوں نے اپنے اپنے پیغمبر کی دعوت کو نہیں

Marfat.com

مانا، وقوع قیامت کو جھٹلایا لہٰذا عذاب میں پکڑے گئے اور ہلاک کیے گئے اسی کو فرمایا ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ﴾ (ثمود اور عاد نے کھڑکھڑانے والی چیز یعنی قیامت کو جھٹلایا) ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾ (سو قوم ثمود کے لوگ طاغیہ یعنی سخت چیخ کے ذریعے ہلاک کیے گئے جو اپنی شدت میں حد سے بڑھی ہوئی تھی، یہ سخت ترین چیخ تھی جس کے ذریعہ ہلاک کیے گئے)۔ ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ (اور عاد کو ... کیا گیا) ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾ (اللہ تعالیٰ نے اس تیز ہوا کو ان پر سات رات اور آٹھ دن لگا تار مسلط رکھا)۔ اسی کو سورہ حم السجدہ میں یوں بیان فرمایا ہے ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ (سو ہم نے ان پر ایک سخت تیز ہوا منحوس دنوں میں بھیج دی تا کہ ہم انہیں دنیا والی زندگی کی ذلت کا عذاب چکھائیں اور البتہ آخرت کا عذاب بہت زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی)۔

﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ (سو ان لوگوں نے گر پڑنے کا جو منظر تھا اسے مخاطب اگر تو اسے دیکھتا تو یوں معلوم ہوتا کہ وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے ہیں)۔ اسی تیز ہوا کے چلنے سے سب مر گئے ان میں سے ایک بھی نہ بچا اسی لیے بعد میں فرمایا ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾ (اے مخاطب کیا تو ان میں سے کسی کو دیکھ رہا ہے جو بچا ہوا ہو)۔

فرعون کی بغاوت اور ہلاکت:

اس کے بعد فرعون اور اس سے پہلے باغیوں اور ان بستیوں کا ذکر فرمایا جو برے افعال کرنے کی وجہ سے لپیٹ دی گئی تھیں۔ ارشاد فرمایا ﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ﴾ (اور فرعون اور اس سے پہلے لوگ اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والوں نے گناہ کیے)۔

﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾ (سوانہوں نے اپنے رب کے پیغمبر کی نافرمانی کی لہٰذا اس نے انہیں سخت گرفت کے ساتھ پکڑ لیا)۔

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا ذکر:

﴿اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ (بلاشبہ جب پانی میں طغیانی آئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا) اس میں حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا تذکرہ ہے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں مومنین سوار ہو گئے تھے جن کی تھوڑی سی تعداد تھی پھر انہی سے دنیا میں آبادی بڑھی اور حضرت آدم علیہ السلام کی نسل پھلی پھولی، نزول قرآن کے وقت جو لوگ موجود تھے اور جواب موجود ہیں مومن ہوں یا کافر سب انہی لوگوں کی نسل ہیں جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر نجات پا گئے چونکہ ان لوگوں کا وجود ان لوگوں کی نجات سے متعلق ہے جو کشتی میں سوار ہو گئے تھے اس لیے بطور امتنان ﴿حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ فرمایا کہ ہم نے تمہیں کشتی میں اٹھا دیا۔

﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾ (تا کہ اس کو یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں) کیونکہ اس میں اہل فکر اور اہل نظر کے لیے عبرت اور نصیحت ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ﴿۱۴﴾
فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ
وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا

Marfat.com

مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ
فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی
الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ
مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾
خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ
كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا
حَمِیْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا یَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾

سو جب صور میں پھونکا جائے گا ایک مرتبہ اور اٹھا دی جائے گی زمین اور پہاڑ پھر دونوں کو ایک دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا سو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز بالکل ضعیف ہو جائے گا اور فرشتے اس کے کناروں پر آ جائیں گے، اور اس روز آپ کے پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے جس روز تم پیش کیے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی، سو جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ کہے گا کہ لو میرا اعمال نامہ پڑھ لو، بلاشبہ میں پہلے ہی یقین رکھتا تھا کہ میرا حساب میرے سامنے پیش ہونے والا ہے، سو یہ شخص پسندیدہ زندگی میں ہوگا بہشت بریں میں ہوگا، اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے کھاؤ اور پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال کے بدلہ جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے۔ اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا سو وہ کہے گا کہ ہائے کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے، ہائے کاش موت ہی میرا فیصلہ کر دیتی میرے مال نے مجھے فائدہ نہ پہنچایا میری جو سلطنت تھی وہ برباد ہوگئی، اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں داخل کر دو پھر ایسی زنجیر میں اس کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، بلاشبہ یہ شخص اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا جو عظیم ہے اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا، سو آج اس کے لیے کوئی دوست نہیں اور نہ غسلین کے علاوہ کوئی کھانا ہے اسے صرف گناہگار ہی کھائیں گے۔

قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا، زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے عرش الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے

ان آیات میں روز قیامت کے مناظر ذکر فرمائے ہیں پہلے تو یوں فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا اور زمین اور پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھا دیئے جائیں گے اور وہ دونوں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی یعنی قیامت آ جائے گی اور آسمان پھٹ پڑے گا سو وہ اس دن ضعیف ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور آپ کے رب کے عرش کو اس دن اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ عرش کو آٹھ فرشتوں کا اٹھانا نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگا اس کے بعد قیامت کے دن کی پیشی کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا ﴿یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِیَةٌ﴾ (اس دن تم پیش کیے جاؤ گے اس دن تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی) یوں تو اللہ تعالیٰ کو سب کچھ علم ہے لیکن اس نے فرشتوں سے سب کے اعمال لکھوا بھی رکھے ہیں سورۃ الجاثیہ میں فرمایا: ﴿هٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ

Marfat.com

عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (یہ ہماری کتاب جو تمہارے اوپر حق کے ساتھ بولتی ہے بلاشبہ ہم لکھوا لیتے تھے جو تم کرتے تھے)۔

اعمال ناموں کی تفصیل اور دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملنے والوں کی خوشی:

اس کے بعد اعمال ناموں کی تفصیل ذکر فرمائی، ارشاد فرمایا ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ﴾ (سو جس کے دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا وہ خوشی خوشی لوگوں سے کہے گا آؤ میری کتاب پڑھ لو) داہنے ہاتھ میں کتاب کا دیا جانا ہی دلیل اس بات کی ہوگی کہ یہ شخص کامیاب ہوگیا ﴿اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ﴾ (مجھے پتہ تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملاقات کرنے والا ہوں) مجھے دنیا میں پیشی کا اور اعمالنامے دیئے جانے کا یقین تھا، اسی لیے دنیا میں سنبھل کر اور سوچ سمجھ کر گناہوں سے بچا اور نیک کام کیے۔

﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ (سو یہ شخص ایسی زندگی میں ہوگا جس سے راضی ہوگا اور خوش ہوگا)۔ ﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾ (بہشت بریں یعنی اونچی جنت میں ہوگا)۔

﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾ (اس کے پھل قریب ہوں گے)۔

جیسا کہ سورۂ رحمٰن میں فرمایا ﴿وجنا الجنتين دان﴾ (اور دونوں جنتوں کے پھل قریب ہوں گے یعنی ہر شخص جو پھل بھی چاہے گا بآسانی کھڑے ہوئے لیٹے بیٹھے توڑ سکے گا۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (ان سے کہا جائے گا کہ کھاؤ پیو تمہارا کھانا پینا مبارک ہے اس وجہ سے کہ تم نے گزشتہ دنوں میں یعنی دنیا میں اچھی زندگی گزاری تھی اور اعمال صالحہ اختیار کیے تھے)۔

بائیں ہاتھ میں اعمالنامے ملنے والوں کی بدحالی:

اس کے بعد ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا جن کے بائیں ہاتھ میں کتاب دی جائے گی فرمایا ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ﴾ (اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا تو وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میری کتاب مجھے نہ دی جاتی اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے)

جس شخص کے حساب میں گڑ بڑ ہو وہ یہی چاہتا ہے کہ میرا حساب مجھے نہ دکھایا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے تو اچھا ہوتا۔

﴿يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ﴾ (ہائے کاش دنیا میں جو مجھے موت آتی تھی وہی فیصلہ کر دینے والی ہوتی اور دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب کے لیے حاضر نہ کیا جاتا)

﴿مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ﴾ (میرے مال نے مجھے فائدہ نہ دیا) ﴿هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ﴾ (دنیا میں جو اقتدار اور اختیار اور عہدہ اور منصب تھا وہ سب ختم ہوگیا اس نے بھی کوئی فائدہ نہیں دیا۔

کافروں کی ذلت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا ﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾ (اس کو پکڑ لو پھر اس کو طوق پہنا دو پھر اس کو دوزخ میں داخل کرو پھر ایک ایسی زنجیر میں اس کو جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے)۔

﴿اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ (بلاشبہ یہ اللہ پر ایمان نہیں لاتا تھا جو عظیم ہے)۔

﴿وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (اور وہ مسکین کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا) داہنے ہاتھ اعمال دیئے جانے والوں کی خوشی اور خوش بختی اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جانے والوں کی بدحالی اور بدبختی آیت بالا میں علی الترتیب بیان فرمائی ہے۔

Marfat.com

اہل جنت کے تذکرہ میں یہ فرمایا کہ وہ یوں کہیں گے کہ دنیا میں جو ہم سوچ سمجھ کر زندگی گزارتے رہے کہ ہمارے سامنے ہمارا حساب پیش ہوگا آج ہمیں یہ اس کا انعام ملا ہے اور اہل جہنم کے تذکرہ میں فرمایا کہ وہ یوں کہیں گے ہمارا دوبارہ زندہ ہونا ہمارے لیے وبال ہو گیا پہلی بار جو زندگی گزار کر موت آ گئی تھی وہی سب کچھ ہوتی اور ہمیں دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا تو اچھا ہوتا، یہ جو ہم دنیا کے اموال اور اقتدار اور عہدوں اور منصبوں کی فکر میں لگے رہے یہ تو بیکار ہی گیا یہاں نہ کوئی مال کام آیا اور نہ کسی عہدہ نے فائدہ پہنچایا وہاں پچھتانے سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا، بس خیر اسی میں ہے کہ اسی دنیا میں ایمان قبول کر لیں اور نیک بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہو جائیں عہدوں کے طالب نہ ہوں اور مال کو مطلوب نہ بنائیں۔

دنیاوی حکومتیں:

دنیا میں جو عہدے ہیں وہ تو بڑی مصیبتوں سے ملتے ہیں اور ان میں بڑے بڑے مظالم کرنے پڑتے ہیں جب دنیا میں بادشاہت کا رواج تھا تو بادشاہت حاصل کرتے تھے اور اب جب سے دنیا میں جھوٹی جمہوریت آ گئی ہے اس کی وجہ سے الیکشن لڑتے ہیں اور الیکشن کے بعد عہدہ مل جانے کی صورت میں پھر عہدہ کو باقی رکھنے کے لیے پھر الیکشن میں جو رقمیں خرچ کی گئیں ان کی جگہ مال جمع کرنے کے لیے جو جو مظالم ہوتے ہیں قتل وخون کی نوبت آتی ہے رشوتیں دی جاتی ہیں اور رشوتیں وصول کی جاتی ہیں اور طرح طرح سے انسانوں کو ووٹ دینے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے اور ووٹوں کی خریداری ہوتی ہے ان سب باتوں کو الیکشن لڑنے لڑانے والے جانتے ہیں اتنی معصیتوں اور گناہوں کے ارتکاب کے بعد جو عہدہ ملا وہ لامحالہ وبال جان ہوگا پھر شریعت کا یہ مسئلہ بھی ہے کہ جو شخص عہدہ کا طالب ہو اسے عہدہ نہ دیا جائے۔ (کیونکہ وہ اسی لیے عہدہ طلب کرتا ہے کہ وہ اپنی دنیا سیدھی کر لے اور جائیداد جمع کر لے) یہ عہدے آخرت میں وبال جان بنیں گے، یہاں دنیا میں بڑے خوش ہوتے ہیں کہ کوئی عہدہ مل گیا، وزیر بن گئے وہاں زنجیر میں جکڑے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر رانگ کا ایک حصہ چھوٹے سے پیالہ کے برابر زمین کی طرف آسمان سے چھوڑ دیا جائے تو رات کے آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے جو پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اگر رانگ کا وہ حصہ دوزخی کی زنجیر کے ایک سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک چلتا رہے گا۔

فائدہ: دوزخی کی سزا کا سبب بتاتے ہوئے ایک یہ فرمایا کہ وہ مومن نہیں تھا دوسرے یہ فرمایا کہ وہ مسکین کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا، مسکین کو نہ کھلانا اور اس کے کھلانے کی ترغیب نہ دینا اتنی اہم بات ہے کہ اسے کفر کے ساتھ ذکر کیا گیا تو مسکین پر ظلم کرنا اور اسے کسی نے کچھ دیا ہو تو اسے چھین کر کھا جانا یا خود قابض ہو کر اپنا بنا لینا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ خوب سمجھ لیا جائے۔

مجرمین غسلین کھائیں گے:

﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ﴾ (سو آج اس کے لیے یہاں کوئی دوست نہیں اور نہ غسلین کے علاوہ اس کے لیے کوئی کھانا ہے جسے صرف خطا کار ہی کھائیں گے)۔

لفظ غسلین فعلین کے وزن پر ہے جو لفظ غسل سے ماخوذ ہے غسل دھونے کو کہتے ہیں۔ علماء تفسیر نے اس کا ترجمہ زخموں کے دھوون سے کیا ہے غسلین کا معنی اگرچہ زخموں کا دھوون ہے اور زخموں کو اس وقت دھویا جاتا ہے جب مرہم پٹی کی جائے اور صاف کر کے مرہم لگایا جائے لیکن دوزخیوں کے زخموں کا دھوون خود ان کے جسموں کی پیپ ہی ہوگی جو اوپر سے نیچے تک بہتی رہے گی علاج اور شفا کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما غسلین کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: انه الدم والماء الذی یسیل من لحوم اهل النار (یعنی غسلین سے وہ خون اور پانی مراد ہے جو دوزخیوں کے گوشتوں سے بہتا رہے گا)۔ (ذکرہ صاحب الروح صفحہ ۵۸: ج ۲۹)

Marfat.com

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ
شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا
مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ
اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ
رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

سو میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو، اور وہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے تم بہت کم سمجھتے ہو، یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے، اور اگر یہ شخص ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا لیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کے دل کی رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی اسے سزا سے بچانے والا نہ ہوگا، اور بلاشبہ وہ متقیوں کے لیے نصیحت ہے اور بلاشبہ ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں جھٹلانے والے ہیں اور بلاشبہ یہ کافروں کے حق میں حسرت ہے اور بلاشبہ وہ بالیقین حقیقی بات ہے سو آپ اپنے رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کیجیے

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے متقیوں کے لیے نصیحت ہے

ان آیات میں قرآن کریم اور صاحب قرآن کریم کی صفات جلیلہ بیان فرمائی ہیں اور دشمنوں کی باتوں کی تردید فرمائی ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے کو تیار نہ تھے۔

اولاً ارشاد فرمایا کہ تم جن چیزوں کو دیکھتے ہو اور جن چیزوں کو نہیں دیکھتے میں ان کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ شاعر لوگ شاعرانہ باتیں کرتے تھے وہ عام لوگوں کی باتوں سے مختلف ہوتی تھیں اور کاہن لوگ شیاطین سے سن کر آئندہ ہونے والی کوئی بات بتا دیتے تھے۔ (جس کا ذکر سورۂ جن میں آ رہا ہے اور سورۂ حجر اور سورۂ سباء اور سورۂ صافات میں گزر چکا ہے) اور ان میں اپنے پاس سے اور بہت سی باتیں ملا کر بیان کر دیتے تھے اور تک بندی کی طرح کچھ باتیں کہہ جاتے تھے اہل مکہ نے قرآن کریم کو شاعروں کاہنوں کا کلام بتا دیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نہ شاعر ہیں نہ کاہن ہیں نہ ان لوگوں کے پاس آپ کا اٹھنا بیٹھنا ہے مگر انسان کی ضد و عناد ایسی چیز ہے کہ جب انسان اس پر کمر باندھ لے اور حق سے بالکل ہی منہ موڑ لے تو قبول حق کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے ان میں بہت کم کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جو ضد اور عناد کو چھوڑ کر حق کو قبول کرے اور اپنی سمجھ سے کام لے اس لیے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا:

﴿قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ﴾ (تم بہت کم ایمان لاتے ہو) اور ﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (تم بہت کم سمجھتے ہو) بھی فرمایا۔

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ﴾ جو فرمایا اس میں ان چیزوں کی قسم کھائی جنہیں بندے دیکھتے ہیں اور جنہیں نہیں دیکھتے صاحب روح المعانی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی جو بندوں کے مشاہدات اور مغیبات ہیں اس لیے حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق کی قسم کھا کر بتاکید یہ فرمایا کہ قرآن رسول کریم ﷺ کا لایا ہوا کلام

Marfat.com

ہے حضرت عطا نے فرمایا کہ تبصرون سے آثار قدرت اور مالا تبصرون سے اسرار قدرت مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اجسام اور ارواح مراد ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ انسان اور جن اور ملائکہ مراد ہیں وقیل غیر ذلک (روح المعانی صفحہ ۶۰: ج ۲۹)

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ رسول کریم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں اور مطلب یہ ہے یہ کلام جس کے واسطہ سے تم لوگوں تک پہنچ رہا ہے وہ اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہے جو اللہ کے یہاں گرامی قدر ہے جس کا مرتبہ ہے وہ اس کلام کو لے کر اللہ کی زمین والے رسول کے پاس آیا ہے یعنی بواسطہ جبرائیل علیہ السلام حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ رسول کریم سے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ کلام تمہیں ہمارا رسول سناتا ہے جسے اللہ تعالیٰ شرف رسالت سے نواز دے وہ سچا ہی ہوتا ہے۔

ثانیاً یہ فرمایا ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (یہ کلام رب العلمین کی طرف سے اتارا ہوا ہے) اس میں کلام سابق کی تاکید بھی ہے اور توضیح بھی ہے کوئی کم فہم قول رسول کریم کا مطلب یہ سمجھ سکتا تھا کہ یہ ان کا ذاتی کلام ہے لہٰذا واضح فرما دیا کہ یہ کلام تمہارے سامنے نکلا تو ہے رسول کریم کی زبان سے لیکن اتارا ہوا رب العلمین کی طرف سے ہے۔

ثالثاً یہ فرمایا: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ (اور اگر یہ شخص ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی اسے سزا سے بچانے والا نہ ہوتا)۔

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئ نبوت کو سچا ثابت فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کا رسول اور نبی ہوں اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی ہے اگر یہ ہماری طرف کچھ جھوٹی باتیں منسوب کر دیتا یعنی نبوت کا جھوٹا دعویدار ہوتا اور ہماری طرف کسی ایسی بات کی نسبت کر دیتا جو ہماری طرف سے نازل نہیں کی گئی تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے یعنی اس کی گرفت فرما لیتے اور اس کو موت دے دیتے جب اس کو ہم سزا دیتے تو اس کو تم میں سے کوئی شخص بچا نہیں سکتا، صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ موت دینے کو اس طرح جو تعبیر فرمایا کہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کے دل کی رگ کو کاٹ ڈالتے اس میں ہلاک کرنے کی ایک رسوا کن تصویر بیان فرمائی، جب بادشاہ کسی پر غصہ ہوتے تھے تو اس کے قتل کرنے کے لیے جلاد کو حکم دیتے تھے جلاد یوں کرتا تھا کہ پہلے مقتول کے داہنے ہاتھ کو پکڑتا تھا پھر اس کی گردن مار دیتا تھا اس کے بعد حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ ان المعنی لقطعنا یمینه ثم لقطعن وتینة عبرة ونکالا یعنی ہم اولاً، اس کے داہنے ہاتھ کو کاٹ دیتے پھر ہم اس کی رگ جان کو کاٹ دیتے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ناک سزا ہو جائے۔

رابعاً یہ فرمایا ﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (اور بلاشبہ یہ قرآن نصیحت ہے تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے)

خامساً یہ فرمایا ﴿وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ﴾ (اور بلاشبہ ہم یہ جانتے ہیں تم میں وہ لوگ بھی ہیں جو جھٹلانے والے ہیں) لہٰذا ان جھٹلانے والوں کو ان کے جھٹلانے کی سزا ملے گی۔

سادساً یہ فرمایا ﴿وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (اور بلاشبہ یہ قرآن کافروں کے لیے بہت بڑی حسرت کا سبب ہے) جب قیامت کے دن اہل ایمان کو قرآن کے ماننے اور اس پر ایمان لانے کی وجہ سے اور اس کے مطابق اعمال اختیار کرنے کی وجہ سے ثواب ملے گا اور جنت کی نعمتوں سے مستفید اور منتفع ہوں گے اس وقت کافروں کو حسرت ہوگی اور خیال ہوگا کہ ہائے کاش ہم نے بھی قرآن کو مان لیا ہوتا اور عذاب سے بچ جاتے۔

سابعاً ﴿وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ فرمایا (اور بلاشبہ یہ قرآن یقینی طور پر حق ہے) جس کے حق اور سچا ہونے میں ذرا سا بھی شک و شبہ کرنے کی گنجائش نہیں۔

Marfat.com

سورت کے ختم پر فرمایا ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ (اپنے رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کیجئے) اللہ سب سے بڑا ہے اس کا نام بھی سب ناموں سے بڑا ہے اس کی پاکی بیان کریں اور اس کی تسبیح میں لگے رہیں اس کی کمال ذات اور کمال صفات کو بیان کرتے رہیں۔

تنبیہ: خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد (جن پر نبوت ختم کرنے کا سورۂ احزاب رکوع نمبر ۶ میں اعلان فرما دیا ہے) بہت سے آدمیوں نے نبوت کے دعوے کیے یہ ظاہر ہے کہ دعوے جھوٹے تھے ایسے لوگ آتے گئے مقتول بھی ہوئے اور کیفر کردار تک پہنچے، ان میں سے ایک شخص مسلیمہ پنجاب بھی تھا جو قادیان ضلع گورداسپور کا رہنے والا تھا اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور جھوٹی پیشین گوئیوں کا سہارا لیا اور اس کی ہر پیشین گوئی جھوٹی ثابت ہوئی اور خاص کر جس جس پیشین گوئی پر سچا ہونے کا مدار رکھا تھا خاص کر وہ تو دنیا کے سامنے کھل کر واضح طور پر جھوٹی ثابت ہوگئی۔ اس جھوٹے مدعی نبوت نے اپنے نبی ہونے پر سورۃ الحاقۃ کی مذکورہ بالا آیت سے استدلال کرتے ہوئے یوں کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو اب تک مجھے سزا مل گئی ہوتی، میں مر چکا ہوتا اور میری رگ جان کٹ چکی ہوتی۔ آیت کریمہ میں صرف محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت اور رسالت کا ذکر ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر ان کا دعویٰ صحیح نہ ہوتا تو ہم ان کو سزا دے دیتے اس میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ کے بعد جو بھی کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا ہم اسے موت دے دیا کریں گے اور اس کی رگ جان کاٹ دیا کریں گے۔ آیت کا یہ مفہوم اس جھوٹے شخص نے اور اس کے مشورہ دینے والوں نے خود سے نکالا ہے اللہ تعالیٰ کسی کا پابند نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کے ساتھ یکساں معاملہ ہو آنحضرت ﷺ کے بعد بہت سے نبوت کے دعویدار گزرے ہیں ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوا جس کا آیت کریمہ میں ذکر ہے تو کیا العیاذ باللہ وہ سب سچے ہوگئے؟ پھر ایک سمجھدار آدمی کے لیے یہ کافی ہے کہ اگر یہ پنجاب کا مدعی نبوت جلد ہی مر جاتا تو اس سے اس کی ذلت زیادہ ظاہر نہ ہوتی، ہوا یہ کہ جیسے جیسے اس کے دعوے بڑھتے گئے پیشین گوئیاں جھوٹی ثابت ہوتی چلی گئیں وہ برابر ذلیل ہوتا گیا اور اسہال میں مر گیا۔

اس جھوٹے مدعی نبوت کو سورۃ النساء کی آیت کریمہ ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ﴾ نظر نہ آئی جس میں واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت ظاہر ہو چکی ہو اور وہ مسلمانوں کے راستہ کے خلاف کسی دوسرے راستہ کا اتباع کرے تو ہم اس طرف پھیرے رکھیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے۔ بات یہ ہے کہ جو شخص گمراہی کو اختیار کرتا ہے اور تنبیہ کرنے والوں کی تنبیہ پر واپس نہیں آتا اللہ جل شانہٗ اس کے دل میں مزید زیغ اور گمراہی ڈال دیتا ہے جیسا کہ سورۂ صف میں فرمایا ﴿فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾

رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی بھی مدعی نبوت اور کوئی بھی ملحد اور زندیق اور گمراہی کا داعی اور ضلال اور عقائد باطلہ کا پیشوا اس دھوکہ میں نہ رہے کہ چونکہ میں جی رہا ہوں اور کھا رہا ہوں اور پی رہا ہوں اور میرے ماننے والے بڑھ رہے ہیں اور مجھے کوئی سزا نہیں مل رہی ہے اس لیے میں صحیح راہ پر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ بھی سامنے رکھنا لازم ہے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ مؤمنین کے راستہ سے ہٹ کر جو بھی کوئی شخص گمراہی کا راستہ اختیار کرے گا ہم اسے اس پر رہنے دیں گے اور ساتھ ہی ﴿وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ﴾ کا استحضار رہنا بھی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ ہم ایسے شخص کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

سورۂ نساء کی آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مومنین کے راستہ کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرنا دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔

الحمد لله على تمام تفسير هذه سورة الحاقة اولا و آخراً و باطنا وظاهرا

○○○

Marfat.com

ایاتہا ۴۴ ۷۰ سُورَۃُ المَعَارِج مَكِّيَّةٌ ۷۹ رکوعاتہا ۲

سورۃ المعارج مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۴۴ آیات اور ۲ رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝۶ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۷

سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے عذاب کے بارے میں جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں، یہ عذاب اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو معارج والا ہے فرشتے اور روحیں اس کی طرف چڑھ کر جاتی ہیں یہ عذاب اس دن واقع ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، سو آپ ایسا صبر کیجئے جو صبر جمیل ہو، بیشک وہ اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

قیامت کے دن کافروں کی بدحالی اور بے سروسامانی، ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا

یہاں سے سورۂ معارج شروع ہو رہی ہے چونکہ اس میں لفظ ذی المعارج وارد ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لیے سورۂ المعارج کے نام سے موسوم ہوئی۔ المعارج معرج کی جمع ہے جس کا معنی ہے چڑھنے کی جگہ۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ المعارج سے آسمان مراد ہے چونکہ آسمانوں سے زمین کی طرف اور زمین سے آسمانوں کی طرف فرشتوں کا آنا جانا رہتا ہے اس لیے آسمانوں کو المعارج فرمایا اور خالق تعالیٰ شانہٗ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے آسمان بھی اس کی مخلوق ہیں جہاں سے فرشتوں کا گزر ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ایک وصف ذی المعارج ذکر فرمایا۔ مفسرین کرام نے اس سورت کی ابتدائی آیات کا شان نزول یہ ذکر فرمایا ہے کہ نضر بن حارث جو ایک بڑا مشرک اور مکہ معظمہ میں اسلام کا اور مسلمانوں کا بہت زیادہ کٹر دشمن تھا اس نے بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی کہ اے اللہ اگر یہ دین (جو محمد ﷺ لائے ہیں) حق ہے (جسے ہم قبول نہیں کر رہے ہیں) تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دیجئے یا ہم پر دردناک عذاب لے آئیے۔ روح المعانی میں امام نسائی سے یہ روایت نقل کی ہے مذکورہ بالا دعا ابو جہل نے کی تھی اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍo لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌo مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾ یعنی ایک سوال کرنے والے نے عذاب کا سوال کیا جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں یہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو معارج یعنی آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور ان کا مالک ہے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے بیان فرمانے میں بظاہر یہ نکتہ ہے کہ زمین پر رہنے والے عذاب کا سوال کر رہے ہیں زمین تو ان کے قریب ہی ہے اس میں دھنسائے جا سکتے ہیں اور زلزلہ اور بھونچال کے ذریعے بھی ہلاک کیے جا سکتے ہیں اور آسمان کی جانب سے بھی ان پر عذاب آ سکتا ہے انہوں نے جو آسمان سے پتھر برسانے کی دعا کی ہے یہ دعا بعینہٖ بھی قبول ہو سکتی ہے اور پتھر برس سکتے ہیں۔ جیسے زمین میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے اسی طرح وہ آسمانوں اور جو چیزیں ان میں ہیں ان سب کا بادشاہ ہے، یہ تو آیات کا ترجمہ اور سبب نزول بیان ہوا اور نتیجہ اس دعا کا یہ ہوا کہ نضر بن حارث اور ابو جہل دونوں غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مقتول ہوئے اور ان کے ساتھ دوسرے مشرکین بھی مارے گئے جن میں کفر کے بڑے بڑے سرغنہ تھے بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کی تعداد ستر تھی اور ستر کو قیدی بنا کر مدینہ منورہ میں لایا گیا خود ان کی بددعا ان کے حق میں لگ گئی پھر ان قیدیوں میں سے بعض لوگ بعد

Marfat.com

میں مسلمان بھی ہو گئے تھے۔

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ (فرشتے اور روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں) یعنی عالم بالا میں جو مواقع ان کے عروج کے مقرر فرما دیئے ہیں وہاں پہنچتی ہیں۔ قال صاحب الجلالين الى مهبط امره من السماء۔

﴿فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ (ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی)

صاحب بیان القرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ ذی المعارج کے بعد ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ﴾ میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان فرمائی ہے اور فی یوم متعلق ہے محذوف سے اور مطلب یہ ہے کہ سائل نے جس عذاب کا سوال کیا ہے وہ عذاب ایسے دن میں واقع ہوگا جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی اس سے قیامت کا دن مراد ہے۔

صاحب جلالین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ حيث قال في يوم متعلق بمحذوف اى يقع العذاب بهم في يوم القيامة۔ اس میں جو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو عذاب مانگا تھا وہ تو غزوۂ بدر میں آچکا پھر لفظ في يوم کو يقع سے کیوں متعلق کیا جا رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے معارض نہیں ہے دنیا میں بھی عذاب واقع ہو گیا اور آخرت میں بھی واقع ہوگا اگر دونوں کا تذکرہ مقصود ہو تو اس میں اشکال کی کوئی بات نہیں، جملہ فی یوم کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

وايا ما كان فالجملة استيناف مؤكد لما سيق له الكلام وقيل هو متعلق بواقع وقيل بدافع والمرّاد باليوم على هذه الا قوال ما اريد به فيما سبق وتعرج الملئكة والروح اليه مستطرد عندو صفه عزوجل بذى المعارج وقيل هو متعلق بتعرج كما هو الظاهر الا ان العروج في الدنيا والمعنى تعرج الملئكة والروح الى عرشه تعالىٰ ويقطعون في يوم من ايامكم ما يقطعه الانسان في خمسين الف سنة لو فرض سيره فيه۔

ہزار سال اور پچاس ہزار سال میں تطبیق:

یہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔ اس سے بظاہر قیامت کا دن مراد ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کی سزائیں بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے اور سورۂ الم سجدہ میں فرمایا ہے: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ اس آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ قیامت کا دن ایک ہزار سال ہوگا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ فقراء جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے جو آدھا دن ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۷)

ایک ہی دن کے بارے میں ایک ہزار سال بھی بتایا اور اس کی مقدار پچاس ہزار سال بھی بتائی اس کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ لوگوں کے احوال کے اعتبار سے ہوگا کافروں کے لیے پچاس ہزار سال ہی کا دن ہوگا اور انہیں حساب کی سختی کی وجہ سے اتنا ہی لمبا معلوم اور محسوس ہوگا اور مومن آدمی کے لیے ہلکا کر دیا جائے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو دن پچاس ہزار سال ہوگا اس کی لمبائی کتنی زیادہ ہوگی (بطور تعجب اور اظہار تشویش یہ سوال کیا) آپ نے ارشاد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ دن مومن پر ہلکا کر دیا جائے گا یہاں تک کہ جو دنیا میں ایک شخص نماز پڑھتا ہے اس سے بھی زیادہ ہلکا کر دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۸۷)

اس سلسلہ میں ہم نے سورۂ حج کی آیت ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ اور سورۂ الم سجدہ کی مذکورہ بالا آیت کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کی بھی مراجعت کر لی جائے۔

﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا﴾ (سو آپ ایسا صبر کیجئے جو صبر جمیل ہو) صبر جمیل اسے کہتے ہیں جس میں شکایت کا نام نہ ہو مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان کو حق پہنچایا حق کی دعوت دی آپ کے ذمہ جو کام تھا وہ آپ نے کر دیا اب جو یہ لوگ نہیں مانتے کفر پر جمے ہوئے

Marfat.com

ہیں آپ ان کی طرف سے دلگیر نہ ہوں اور رنج میں نہ پڑیں صبر سے کام لیں اور صبر جمیل اختیار فرمائیں دنیا میں نہیں تو قیامت کے دن تو ہر کافر کو سزا ملنی ہی ہے۔

﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا﴾ (یہ لوگ قیامت کے دن کو دور دیکھ رہے ہیں) یعنی یہ سمجھ رہے ہیں کہ صرف کہنے کی باتیں ہیں قیامت آنے والی نہیں ہے اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ قیامت آنی ہے اور ان لوگوں کو اس دن عذاب میں مبتلا ہونا ہی ہے اسی کو سورۃ انعام میں فرمایا۔

﴿اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ (بلاشبہ تم جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور آ جانے والی چیز ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو)۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝۸ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَ لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ۝۱۲ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝۱۳ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝۱۴ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝۱۵ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝۱۶ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝۱۷ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝۱۸

جس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہونگے اور کوئی دوست کسی دوست کا نہ پوچھے گا باوجود یہ کہ ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے مجرم شخص اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ اپنے بیٹوں اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنے کنبے کو جس میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنی جان کے بدلہ میں دے دیتا پھر یہ اس کو بچا لیتا یہ ہرگز نہیں ہوگا بیشک وہ آگ شعلے مارنے والی ہے سر کی کھال اتار دینے والی ہے وہ اس شخص کو بلاتی ہے جس نے پشت پھیری اور بے رخی اختیار کی اور مال جمع کیا پھر اس کو سنبھال کر رکھا۔

قیامت کے دن ایک دوست دوسرے دوست کو نہ پوچھے گا، رشتہ داروں کو اپنی جان کے بدلہ عذاب میں بھیجنے کو تیار ہوں گے

ان آیات میں قیامت کے دن کی بعض بڑی چیزوں کے ادل بدل ہو جانے کا تذکرہ فرمایا ہے ارشاد ہے کہ اس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا اور پہاڑ رنگی ہوئی اون کی طرح ہوں گے۔ سورۃ القارعہ میں لفظ المنفوش کا بھی اضافہ ہے مطلب یہ ہے کہ پہاڑ رنگی ہوئی اون کی طرح ہوں گے جو اڑتے ہوئے پھریں گے۔

آسمان کے بارے میں جو کالمھل فرمایا اس کا ایک ترجمہ تو وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے یعنی تیل کی تلچھٹ اور صاحب جلالین نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کذائب الفضتہ کہا ہے یعنی پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہوگا اس میں آسمان کی ایک کیفیت ذکر فرمائی ہے وہ واھیۃ کی تصویر ہے جیسا کہ گزشتہ سورت میں ﴿فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾ گزر چکا ہے۔

آسمانوں اور پہاڑوں کا حال بیان فرمانے کے بعد میدان قیامت میں حاضر ہونے والوں کی حیرانی اور پریشانی بیان فرمائی۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا﴾ (اور اس دن کوئی بھی دوست کسی بھی دوست کو نہ پوچھے گا) ﴿يُبَصَّرُوْنَهُمْ﴾ (آپس میں ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے) یعنی ایک دوسرے کو دیکھیں گے مگر کوئی کسی کی مدد اور ہمدردی نہیں کر سکے گا۔

﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ

Marfat.com

﴿تُؤْوِيهِ﴾ (مجرم شخص آرزو کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے کنبہ کو جو اسے ٹھکانہ دیتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنی جان کے بدلہ میں دے کر عذاب سے چھٹکارا پالے) مطلب یہ ہے کہ اس دن سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور ایسی نفسانفسی ہوگی کہ انسان دنیا میں جن لوگوں پر جان دیتا تھا ان کو اپنی جان کے عوض عذاب میں ڈال کر اپنی جان بچانے کی تمنا کرے گا لیکن وہاں کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا اور ہر شخص کو اپنا اپنا عذاب بھگتنا ہوگا اسی کو فرمایا کلا (ہرگز ایسا نہ ہوگا) کہ کوئی شخص اپنی جان کا بدلہ دے کر چھوٹ جائے

﴿اِنَّهَا لَظٰى ٥ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ٥﴾ (بلاشبہ وہ دوزخ سخت گرم چیز ہے جو سر کی کھال اتار دینے والی ہے) جب دوزخ کی آگ جلائے گی تو سر کی چمڑی اتر کر علیحدہ ہو جائے گی۔ ﴿تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى﴾ (دوزخ اس کو پکارے گی جس نے دنیا میں پشت پھیری اور بے رخی کی اور مال جمع کیا اور پھر اس کی حفاظت کرتا رہا)۔

﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ﴾ سے یہاں تک کافر کا حال بیان ہوا ہے۔ پہلے تو یہ بتایا کہ کافر مجرم عذاب سے بچنے کے لیے اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو اور کنبہ قبیلہ کو اور جتنے بھی اہل زمین ہیں سب کو اپنی جان کے عوض دے کر اپنی جان کو عذاب سے چھڑانے کی آرزو کرے گا، پھر یہ بتایا کہ وہ کسی طرح عذاب سے چھوٹ نہیں سکتا اسے دوزخ میں جانا ہی ہے دوزخ اپنے لوگوں کو پہچانے گی اور پکار پکار کر آواز دے دے کر بلائے گی کافروں کے کرتوت تو بہت ہیں لیکن اجمالی طور پر دنیا میں حق سے پشت پھیر کر جانے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے اعتراض کرنے اور مال جمع کرنے اور اسے اٹھا اٹھا کر رکھنے یعنی خرچ نہ کرنے کا تذکرہ فرمایا۔

﴿اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى﴾ میں کفر سے متصف ہونا بیان فرما دیا اور ﴿جَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ میں مال کی محبت کا تذکرہ فرما دیا اور کافروں کی صفت بخل بھی بتا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ انہیں مال سے محبت تھی حقوق اللہ ضائع کر کے اور حقوق العباد تلف کر کے مال پر مال جمع کرتے رہے، سود بھی لیا اور غبن بھی کیا، خیانتیں بھی کیں اموال غصب بھی کیے، نوٹوں کی گڈیوں کی محبت میں اور بینک بیلنس کی فکر میں حلال حرام کچھ نہ دیکھا ایسی صورت میں لامحالہ دوزخ ہی ٹھکانہ ہوگا، جو مسلمان ہونے کے مدعی ہیں انہیں بھی فکر کرنا چاہیے کہ ہمارا مال کہاں سے آرہا ہے اور مال جمع کرنے میں کتنے گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے پھر حلال مال مل جائے تو اس میں سے فرائض اور حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ اے ابن آدم! تو اللہ کی وعید سنتا ہے پھر بھی مال سمیٹتا ہے۔ (ذکرہ ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتی ہوں گی اور دو کان ہوں گے جن سے سنتی ہوگی اور ایک زبان ہوگی جس سے بولتی ہوگی وہ کہے گی میں ان تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں۔

(۱) ہر سرکش ضدی پر (۲) ہر اس شخص پر جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی معبود ٹھہرایا (۳) تصویر بنانے والے پر۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

تفسیر ابن کثیر سے نقل کیا ہے کہ جس طرح جانور دانہ تلاش کر کے چگ لیتا ہے اسی طرح دوزخ میدان حشر سے ان لوگوں کو دیکھ بھال کر چن لے گی جن کا دوزخ میں جانا مقرر ہو چکا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۙ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۖ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۖ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۖ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۖ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ

Marfat.com

مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى
اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

بیشک انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو خوب گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے اور جب اس سے اچھی حالت مل جاتی ہے تو منع کرنے والے بن جاتا ہے، سوائے ان لوگوں کے جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے کے لیے اور محروم کے لیے حق معلوم ہے اور جو لوگ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں بلاشبہ ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ملکیت میں آنے والی باندیوں کے سو وہ ان کے بارے میں ملامت کیے جانے والے نہیں ہیں۔ سو جس نے اس کے علاوہ کوئی جگہ تلاش کی تو یہ وہ لوگ ہیں جو حد سے آگے بڑھ جانے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔

انسان کا ایک خاص مزاج، گھبراہٹ اور کنجوسی، نیک بندوں کی صفات اور ان کا اکرام وانعام

آیات بالا میں انسان کی بعض صفاتِ رذیلہ اور بہت سی صفات جمیلہ بیان فرمائی ہیں اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ دوزخ انہیں بلائے گی جنہوں نے روگردانی کی پشت پھیری اور مال جمع کیا اور اٹھا اٹھا کر رکھا اور ان آیات میں سے پہلی اور دوسری اور تیسری آیت میں انسان کا ایک خاص مزاج بتایا ہے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾ (بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے) صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہا الھلع سرعة الجزع یعنی جلدی سے گھبراہٹ میں پڑ جانے کو ھلع کہا جاتا ہے یہ لفظ ناقة ھلوع سے لیا گیا ہے جو اونٹنی سریع السیر ہو تیز چلنے والی ہو اس کے لیے ناقة ھلوع بولا جاتا ہے اس کے بعد فرمایا ﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان دونوں آیتوں میں ھلوع کا معنی بیان فرمایا ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کے ھلوع ہونے کا زیادہ مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔ تکلیف پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبراہٹ میں پڑ جاتا ہے خوب جزع فزع کرتا ہے اور ہائے ہائے کرنے بیٹھ جاتا ہے (اسی کو ''کم ہمتی،، سے تعبیر کیا گیا ہے)

اور جب مال مل جاتا ہے تو اسے خرچ کرنا نہیں چاہتا، اللہ تعالیٰ جب مال دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات میں اور مقرر کردہ حقوق میں خرچ نہیں کرتا۔ ضرورت مندوں کی حاجتیں رکی رہتی ہیں لیکن مال کو بھینچ کر رکھے رہتا ہے اس کا دل چاہتا ہے کہ تجوری بھری رہے بینک بیلنس بڑھتا رہے اس میں اور ملاؤں لیکن جو موجود ہے اس میں سے خرچ نہ کروں یہ جانتے ہوئے کہ نہ میں ہمیشہ رہوں گا نہ مال ہمیشہ رہے گا نہ مال ساتھ جائے گا پھر بھی مال کو دبائے بیٹھا رہتا ہے یہی خرچ نہ کرنے کا جذبہ بخل اور کنجوسی کہلاتا ہے بخل کی صفت انسان کو نیک کاموں میں آگے نہیں بڑھنے دیتی اور صدقات اور خیرات کے کاموں سے روکتی ہے بخیل آدمی جب خرچ کرنے لگتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جان نکل جائے گی۔ اسی کو حدیث شریف میں فرمایا شر ما فی الرجل شح ھالع وجبن خالع (بلاشبہ انسان میں جو سب سے بری خصلت ہے وہ کنجوسی ہے جو گھبراہٹ میں ڈال دیتی ہے اور وہ بزدلی ہے جو جان نکال دینے والی

Marfat.com

ہے)۔(رواہ ابوداؤد کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۱۶۵)

اس کے بعد ان حضرات کی صفات بیان فرمائی جو صفت ھلوع سے بچے ہوئے ہیں۔

اولاً نمازیوں کا ذکر فرمایا: ﴿اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾ سوائے ان لوگوں کے جو نمازی ہیں جو اپنی نماز پر متوجہ رہتے ہیں۔ لفظ دائمون دوام سے ماخوذ ہے، صاحب روح المعانی اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ای مواظبون علی ادائها لا یخلون بها ولا یشتغلون عنها بشي عن الشواغل یعنی نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں ان میں ذرا سا خلل بھی گوارا نہیں کرتے اور دیگر مشغولیتیں انہیں نماز سے نہیں ہٹاتیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: وقیل دائمون ای لا یلتفتون فیها یعنی جب نماز پڑھنے لگتے ہیں تو برابر نماز ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں، نہ ادھر ادھر کی باتیں سوچتے ہیں اور نہ دائیں بائیں دیکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے:

اذا قمت فی صلوتك فصل صلوة مودع (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۵)

ثانیاً ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کے مالوں میں سوالی اور محروم کا حق معلوم ہے یعنی جو لوگ سوال کرنے والے ہیں انہیں بھی اپنے اموال میں سے دیتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی دے دیتے ہیں جن کا سوال کرنے کا مزاج نہیں ہے وہ اپنی حاجتیں دبائے بیٹھے رہتے ہیں اور اموال سے محروم رہتے ہیں یہ اصحاب خیر انہیں جا کر مال دے دیتے ہیں اس انتظار میں نہیں رہتے کہ کوئی شخص مانگے گا تب دیں گے۔

﴿حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾ جو فرمایا اس کے بارے میں بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے زکوٰۃ مفروضہ مراد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے وہ حق مراد ہے جو صاحب مال خود اپنے اوپر مقرر کر لے کہ مہینہ میں یا ہفتہ میں یا روزانہ یا اپنی آمدنی میں سے اس قدر ضرور اللہ کی راہ میں خرچ کیا کریں گے۔

ثالثاً ﴿وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ﴾ (اور جو لوگ روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں)۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا جانی اور مالی عبادت جو لگے ہوئے ہیں اس عبادت کے اجر وثواب کی سچے دل سے آرزو رکھتے ہیں اور ثواب آخرت کے لیے اپنی جانوں کو نیک کاموں میں لگاتے اور تھکاتے ہیں چونکہ قیامت پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا اور اس ایمان میں سبھی برابر ہیں اس لیے امتیازی شان بتانے کے لیے ان کی تعریف فرمائی ہے یہ لوگ آخرت پر ایمان تو رکھتے ہی ہیں وہاں کے لیے دوڑ دھوپ بھی کرتے ہیں۔

رابعاً فرمایا ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ﴾ (اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں)۔

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ﴾ (بلاشبہ ان کے رب کا عذاب ایسا نہیں جس سے بے خوف ہوں) مطلب یہ ہے کہ صالحین کا یہ طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بھی لگتے ہیں۔ جانی عبادت بھی کرتے ہیں اور مالی بھی، ان سب کے باوجود ڈرتے بھی رہتے ہیں کہ قبول ہوا یا نہیں ہوا جو اعمال کیے ہیں ان کے علاوہ کتنے چھوٹ گئے ہیں ان کی طرف بھی دھیان رہتا ہے اور اپنی ہر طرح کی لغزش، کمی، کوتاہی اور معصیت کی طرف خیال کرتے ہوئے مواخذہ اور محاسبہ سے ڈرتے رہتے ہیں، اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے بے فکر اور مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں جاتے۔

سورۃ المومنون میں فرمایا ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا آتَوا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ (اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ انہوں نے دیا اس حال میں دیا کہ ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔

اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو کر بیٹھ جانا مومنین کی شان نہیں ہے۔ خوف اور طمع دونوں ساتھ ساتھ رہنی چاہیے۔

خامساً فرمایا ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ (اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں)

Marfat.com

﴿اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ﴾ (مگر اپنی بیویوں پر اور اپنی مملوکہ باندیوں پر) کہ ان کی شرمگاہوں کی حفاظت کی ضرورت نہیں کیونکہ بیویاں اور باندیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کر دی گئی ہیں ﴿فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ﴾ (لہٰذا ان سے استمتاع کرنے پر انہیں کوئی ملامت نہیں)۔

﴿فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ (سو جو شخص اس کے علاوہ کا طلب گار ہوگا یعنی بیوی اور شرعی باندی کے علاوہ اور کسی جگہ شہوت پوری کرے گا سو یہ لوگ ہیں حد سے آگے بڑھ جانے والے)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حد مقرر فرمائی کہ شہوت پورا کرنے کے جذبات کو صرف بیویوں اور باندیوں تک محدود رکھیں اس کے خلاف ورزی کر کے مقررہ حد سے آگے نکل کر اپنے کو گناہ گار بنانے والے ہیں اور حدود سے آگے بڑھ جانے پر جو دنیاوی اور اخروی عذاب ہے اس کے مستحق ہو جانے والے ہیں۔

بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ جس سے بھی شہوت رانی کی جائے وہ حرام ہے اس میں زنا کاری اور بیویوں کے ساتھ غیر فطری عمل اور ہم جنسوں کے ساتھ شہوت رانی اور روافض کا متعہ سب داخل ہے۔ روافض جو متعہ کرتے ہیں وہ بھی حرام ہے دیگر دلائل کے علاوہ اس آیت سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہو رہی ہے کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ روافض کے نزدیک بھی بیوی نہیں ہوتی اگر متعہ کر کے کوئی شخص مدت مقررہ ختم ہونے سے پہلے مر جائے تو اس عورت کو میراث نہیں ملے گی (بیوی ہوتی تو میراث پاتی) اور دیگر احکام متعلقہ ازواج بھی اس پر نافذ نہیں کیے جاتے۔

سادساً یوں فرمایا ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ (اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں)۔

اللہ کے حقوق جو بندوں پر ہیں نماز، زکوٰۃ، روزے، کفارات، نذر کا پورا کرنا اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں یہ سب امانتیں ہیں جن کی ادائیگی یا اضاعت ہر شخص کو معلوم ہوتی ہے کہ میں نے کس حکم پر عمل کیا اور زندگی میں کس موقعہ پر حکم عدولی کی اس کی دوسروں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حقوق العباد جو ایک دوسرے پر واجب ہیں وہ بھی امانتیں ہیں ان کی ادائیگی فرض ہے ہر شخص اپنے متعلقہ احکام میں امانتدار ہے چھوٹے بڑے حکام اور ملوک اور روسا اور وزراء امانت دار ہیں انہوں نے جو عہدے اپنے ذمے لیے ہیں وہ ان کی ذمہ داری شریعت اسلامیہ کے مطابق پوری کریں کسی بھی معاملہ میں عوام کی خیانت نہ کریں اسی طرح سے بائع اور مشتری اور سفر کے ساتھی اور پڑوسی، میاں بیوی اور ماں باپ اور اولاد سب ایک دوسرے کے مال کے اور دیگر متعلقہ امور کے امانتدار ہیں جو بھی کوئی کسی کی خیانت کرے گا گناہگار ہوگا اور میدان آخرت میں پکڑا جائے گا، جو مال کوئی شخص کسی کے پاس حفاظت کے لیے رکھ دے کہ میں بعد میں لے لوں گا یہ بھی امانت ہے اس کی حفاظت بھی لازم ہے اور اس کا ضائع کرنا اور اس میں خیانت کرنا بہت بڑی گناہگاری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کر رہے تھے۔ ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) آیا اس نے سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ جب نا اہلوں کو کام سپرد کر دیے جائیں اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔

امانتوں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ عہود کی نگرانی کا بھی حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیے ہیں وہ بھی پورے کریں اور بندوں سے جو عہد کیے ہیں انفرادی واجتماعی معاہدات ہیں ان کو بھی پورا کرنے کا اہتمام کریں۔ سورۃ الاسراء میں فرمایا:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (اور عہد پورا کرو بلاشبہ عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا)۔

سابعاً فرمایا ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ (اور جو اپنی گواہیوں کے ساتھ قائم رہنے والے ہیں)

یعنی گواہیوں کو ٹھیک طرح سے ادا کرتے ہیں، اس میں ہر قسم کی گواہی داخل ہے، ایمانیات کی گواہی دینا اور اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا ہے اس کے مطابق حق اور ناحق کی تعلیم اور تفہیم میں مشغول رہنا اور جہاں کہیں کسی کا کوئی حق مارا جاتا ہو اپنی سچی گواہی سے اسے ثابت کرنا اور صاحب حق کو اس کا حق دلوانا دینا یہ سب شهاداتهم قائمون کے عموم میں داخل ہے، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

Marfat.com

کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتادوں جو گواہوں میں سب سے بہتر ہے، پھر خود ہی فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو سوال کرنے سے پہلے اپنی گواہی پیش کردے۔ (رواہ مسلم)

جب کسی کا حق مارا جارہا ہو اور کسی کو صورت حال کا صحیح علم ہو وہ حق کی حفاظت کرنے کے لیے گواہ بن کر پیش ہو جائے اور گواہی دے دے اور جب صاحب حق گواہی دینے کے لیے بلائے تو نہ گواہی کو چھپائے اور نہ گواہی دینے سے انکار کرے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں فرمایا ﴿وَ لَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا﴾ (اور گواہ انکار نہ کریں جب بلائے جائیں) اور فرمایا ﴿وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾ (اور گواہی کو مت چھپاؤ، اور جو شخص اس کو چھپائے اس کا دل گناہگار ہے)۔

ثامناً فرمایا ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ﴾ (اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں)۔

نمازوں کی پابندی یعنی اہتمام کے ساتھ ادا کرنا مومن کی صفات خاصہ اور لازمہ میں سے ہے یہاں اس کو دو مرتبہ ذکر فرمایا ایک مرتبہ مومنین کی صفات کے شروع میں اور ایک مرتبہ آخر میں۔

آخر میں فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ﴾ مومنین کے اوصاف بیان فرمانے کے بعد ان کی جزا بیان فرمادی کہ وہ موت کے بعد بہشتوں میں باعزت رہیں گے۔

فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ ﴿۳۷﴾ اَیَطْمَعُ كُلُّ
امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ
الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۴۱﴾
فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ
الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ
الْیَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

سو کیا ہوا کافروں کو کہ آپ کی طرف دائیں سے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑ رہے ہیں، کیا ان میں سے ہر شخص اس کا لالچ کرتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کردیا جائے ایسا ہرگز نہ ہوگا، بلاشبہ ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں، سو میں مشارق اور مغارب کے رب کی قسم کھاتا ہوں بے شک ہم اس پر قدرت رکھنے والے ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم عاجز نہیں ہیں سو آپ ان کو ان کے شغل میں رہنے دیجئے باطل چیزوں میں غور وخوض کیا کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ اپنے اس دن سے ملاقات کرلیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے جس دن قبروں سے نکل کر جلدی جلدی چلیں گے گویا کہ وہ کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑ رہے ہیں ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی یہ وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے باطل میں لگے رہیں، قیامت میں ان کی آنکھیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی

ان آیات میں منکرین کا طرز عمل بتایا ہے جو انہوں نے دنیا میں اختیار کر رکھا تھا۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ جب رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کعبہ شریف کے قریب نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوتے تو مشرکین آپ کے چاروں طرف حلقے بنا بنا کر جمع ہو جاتے تھے اور ان کی مختلف جماعتیں بن جاتی تھیں، قرآن کو سن سن کر اس کا مذاق بناتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو مسلمان ہوتے تھے (جو بظاہر ٹوٹے پھوٹے حال میں تھے) انہیں دیکھ کر کہتے تھے کہ اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ محمد ﷺ کا بیان ہے تو بلاشبہ ہم ان سے پہلے داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا کیا ان میں سے ہر شخص یہ آرزو رکھتا ہے کہ کافر ہوتے ہوئے نعمتوں والی جنت میں داخل ہو جائے اول تو اسے استفہام انکاری کی صورت میں بیان فرمایا پھر مزید تردید فرمائی ﴿كَلَّا﴾ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ کوئی کافر جنت میں داخل ہو جائے یہ ان کی جھوٹی آرزوئیں ہیں ان کے نفس نے انہیں دھوکہ دے رکھا ہے اپنے مال اور اولاد کو دیکھ کر یوں سمجھتے ہیں کہ جب ہم دنیا میں اموال اور اولاد والے ہیں تو آخرت میں بھی ہم کامیاب ہوں گے اور اچھے حال میں ہوں گے۔ یہ ان کی جہالت اور حماقت تھی۔ کروڑوں کافر آج بھی اسی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

﴿اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ (بلاشبہ ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا جسے وہ جانتے ہیں)۔

یعنی ان کو ہم نے نطفہ سے پیدا کیا ہے جس کی انہیں خبر ہے اس میں منکرین بعث کی تردید ہے وہ لوگ قیامت قائم ہونے پر ایمان نہیں لاتے تھے اور یہ جو کہتے تھے کہ یہ لوگ (اہل اسلام) جنت میں جائیں گے تو ہم ان سے پہلے جائیں گے ان کا یہ کہنا بطور تمسخر تھا جب ان کے سامنے بعث و حشر و نشر کی بات آتی تھی تو تعجب کرتے تھے اور منکر ہو جاتے تھے ان کے جواب میں فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہیں کس چیز سے پیدا کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری پیدائش نطفہ منی سے ہوئی ہے جس ذات پاک نے بے جان نطفہ سے پیدا فرما دیا اسے اس پر بھی قدرت ہے کہ موت دے کر دوبارہ زندہ فرما دے، اسی کو سورۂ قیامہ کے آخر میں فرمایا ﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى﴾ (کیا وہ منی کا نطفہ نہیں تھا جو ٹپکایا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا تھا پھر اللہ نے اسے بنایا پھر اعضاء درست کیے پھر اس کی دو قسمیں کر دیں مرد اور عورت، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ وہ مردوں کو زندہ فرما دے)۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾ (الآیتین) (سو میں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ بلاشبہ ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں) یعنی ہمیں اس پر قدرت ہے کہ ان لوگوں کو بالکل ختم کر دیں اور ان کی جگہ دوسرے لوگ لے آئیں جو ان سے بہتر ہوں، یعنی ہم ان کو ختم کر کے ان سے بہتر لوگ پیدا کرنے پر قادر ہیں تم بھی دوبارہ پیدا ہو سکتے ہو اور تمہاری جگہ دوسری مخلوق بھی پیدا ہو سکتی ہے۔

﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا﴾ (سو آپ انہیں چھوڑ دیجیے۔ یہ باطل چیزوں میں پڑے رہیں اور کھیل میں لگے رہیں) انہیں ایمان لانا نہیں ہے۔ انکار و عناد پر تلے ہوئے ہیں انہیں اس دن سے سابقہ پڑنا ہی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (اس سے قیامت کا دن مراد ہے) جس دن صور پھونکا جائے گا یہ اس دن اپنی قبروں سے ایسی تیزی سے نکلیں گے جیسا کہ دنیا میں پرستش گاہوں کی طرف جلدی جلدی جایا کرتے تھے جن میں بت وغیرہ رکھے ہوئے ہوتے تھے یہ لوگ دنیا میں بڑا شور مچاتے تھے قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا کہ ان کی آنکھیں نیچے کو جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی۔

﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ (یہ وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا)۔

دنیا میں جو اس دن کے واقع ہونے کی خبر دی جاتی تھی اور یہاں کے احوال و اہوال سے باخبر کیا جاتا تھا اسے نہیں مانتے تھے آج سب کچھ سامنے آ گیا۔ تو ذلت چھائی ہے اور عذاب سامنے ہے۔

وهذا آخر تفسير سورة المعارج ولله الحمد على اتمامه وانعامه واكرامه

ооо

Marfat.com

آیاتہا ۲۸　۷۱ سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ ۷۱　رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ
يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ
يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ
دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ
جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ
دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ
اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ⑩ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ⑪ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ
لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ⑫ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ اَلَمْ
تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ⑮ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ
سِرَاجًا ⑯ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ⑰ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ⑱ وَ
اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ⑲ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ⑳ ع

بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو اس سے پہلے ڈرایئے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے انہوں نے کہا کہ اے میری قوم بلاشبہ میں تمہیں صاف طریقہ پر ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں وقت مقرر تک مہلت دے گا بلاشبہ جب اللہ کی مقرر کی ہوئی اجل آ جائے تو مؤخر نہیں کی جاتی کیا خوب ہوتا اگر تم جانتے ہوتے، انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے رب بیشک میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا سو میرے بلاوے نے ان کا بھاگنا زیادہ ہی کر دیا اور بلاشبہ جب میں نے انہیں بلایا تا کہ آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور اصرار کیا اور حد درجہ کا تکبر کیا پھر میں نے انہیں بلند آواز سے بلایا پھر انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور پوشیدہ طریقہ پر بھی دعوت دی۔ سو میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر خوب زیادہ برسنے والی بارش بھیجے گا، اور مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغیچے اور تمہارے لیے نہریں بنا دے گا، تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوتے حالانکہ تمہیں اس نے

Marfat.com

مختلف اطوار سے پیدا فرمایا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح اوپر نیچے سات آسمان پیدا فرمائے اور ان میں چاند کو نور بنا دیا اور سورج چراغ اور اللہ نے تمہیں ایک خاص طور پر زمین سے پیدا فرمایا اور پھر وہ تمہیں اس میں واپس لے جائے گا اور تمہیں خاص طور پر نکالے گا، اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تا کہ تم اس کے کھلے ہوئے رستوں میں چلو۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب، نعمتوں کی تذکیر، توحید کی دعوت، قوم کا انحراف اور باغیانہ روش

یہاں سے سورۂ نوح شروع ہو رہی ہے اور بھی کئی سورتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا اور ان کی قوم کی نافرمانی کا اور قوم کے انجام کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے تقریباً ایک ہزار سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہوئی وہ اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے ان لوگوں میں بت پرستی پھیل گئی تھی۔ بت بنا لیتے تھے اور ان کے نام بھی تجویز کر لیتے تھے جو اس سورت کے دوسرے رکوع میں مذکور ہیں، حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں طرح طرح سے سمجھایا توحید کی اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دی، لیکن ان لوگوں نے نہ مانا اور طرح طرح سے کٹ حجتی کرنے لگے جس کا کچھ تذکرہ سورۂ اعراف میں اور سورۂ ھود میں گزر چکا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو میں اللہ کا رسول ہوں میری بات مانو میں جس طرح کہوں اس طرح زندگی گزارو۔ ایمان قبول کر لو گے تو تمہارے گزشتہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے ایک اجل مقرر فرما دی ہے وہ تمہیں اس اجل تک پہنچا دے گا (یہ اجل ایمان اور اطاعت کی صورت میں ہے) اور اگر تم کفر اور معصیت پر جمے رہے تو وہ اجل تمہارا صفایا کر دے گی جو ایمان اور اطاعت والی اجل کے علاوہ ہے اور بصورت عدم ایمان تمہیں اس کے وقت پر ہلاک ہونا ہوگا، بلاشبہ اللہ نے جو اجل مقرر فرمائی ہے اس میں تاخیر نہیں کی جاتی لہٰذا تم اس اجل کے آنے سے پہلے ایمان قبول کر لو جو بحالت کفر تمہارے ہلاک ہونے کے لیے مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ اجل جب آتی ہے تو مؤخر نہیں کی جاتی کیا ہی اچھا ہوتا تم جانتے ہوتے حق کو مانتے، موحد بنتے۔

اوپر جن باتوں کا تذکرہ تھا یہ وہ باتیں تھیں جن کے ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب فرمایا ان کے مخاطب ان کی بات نہ مانیں تو اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی ایمان کی طرف بلایا اور اس بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کی سستی سے کام نہیں لیا۔ لیکن وہ لوگ الٹی ہی چال چلے۔ میں نے انہیں جس قدر بھی دعوت دی وہ اسی قدر دور بھاگے، میں نے کہا کہ ایمان قبول کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں یعنی بات سننا بھی گوارا نہ کیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ کپڑے اوڑھ کر لیٹ گئے تا کہ نہ مجھے دیکھ سکیں نہ میری بات سن سکیں، انہیں کفر پر اصرار ہے اور ان میں تکبر کی شان بھی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ میری بات مانیں گے (شرک کو چھوڑ کر توحید پر آ جائیں گے) تو ان کی بڑائی میں فرق آ جائے گا۔ قبول حق کی راہ میں تکبر رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے مزید عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے انہیں زور سے بھی دعوت دی۔ شاید زور سے بات کرنے سے مان جائیں لیکن وہ نہ مانے، آہستہ آہستہ طریقہ پر بھی انہیں سمجھایا بجھایا۔ حق پر لانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے دھیان نہ دیا ان سے میں نے کہا کہ دیکھو ایمان قبول کر لو اپنے رب سے مغفرت چاہو وہ بہت بڑا معاف فرمانے والا ہے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور خوب زیادہ بارش بھی بھیجے گا، یہ جو تمہیں قحط سالی کی تکلیف ہو رہی ہے دور ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اموال میں بھی اضافہ فرمائے گا اور بیٹوں میں بھی، وہ تمہیں باغ بھی دے گا اور نہریں بھی جاری فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق اور اس کے انعامات تمہارے سامنے ہیں اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ سب کچھ اسی نے پیدا فرمایا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے۔

دیکھو اس نے تمہیں مختلف اطوار سے پیدا فرمایا تم پہلے نطفہ تھے پھر جمے ہوئے خون کی صورت بن گئے، پھر ہڈیاں بن گئیں اور ان

Marfat.com

پر گوشت چڑھ گیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے اس نے تمہیں پیدا فرما کر احسان فرمایا لیکن تمہیں کیا ہو گیا عقلوں پر پتھر پڑ گئے کہ خالق تعالیٰ شانہ کی ذات پاک پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی وحدانیت کے قائل نہیں ہوتے۔

انسانوں کے اپنے اندر جو دلائل توحید ہیں ان کے ذکر کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام نے دوسرے دلائل کی طرف بھی متوجہ کیا اور فرمایا کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے نیچے اوپر سات آسمان پیدا فرمائے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا جس طرح ایک گھر میں ایک چراغ کے ذریعے سارے گھر کی چیزوں کو دیکھ لیا جاتا ہے اسی طرح سورج کے ذریعے اہل دنیا سورج کی روشنی میں وہ سب کچھ دیکھ لیتے ہیں جو زمین کے اوپر ہے۔

مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے ایک خاص طریقہ پر پیدا فرمایا ہے جس کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے سلسلہ میں گزر چکا ہے پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس فرما دے گا یعنی موت کے بعد اسی زمین میں چلے جاؤ گے پھر وہ تمہیں قیامت کے دن ایک خاص طریقہ پر قبروں سے نکالے گا ہڈیاں آپس میں مرکب ہو جائیں گی وہ ان پر گوشت پیدا فرما دے گا اور قبروں سے تیزی کے ساتھ نکل کر میدان حشر کی طرف روانہ ہو جاؤ گے۔

اس میں حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی شان خالقیت بھی بیان فرمائی اور میدان حشر کی حاضری کا بھی احساس دلا دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو عالم علوی کے ذکر کے بعد عالم سفلی کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ دیکھو اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بساط یعنی فرش بنا دیا جس طرح بستر بچھا ہوا ہوتا ہے اسی طرح زمین تمہارے لیے بچھی ہوئی ہے اس زمین میں چلتے پھرتے ہو یہاں سے وہاں آتے جاتے ہو، اللہ تعالیٰ نے جو راستے بنا دیئے ہیں ان سے فائدہ اٹھاتے ہو اپنی حاجات پوری کرتے ہو، زمین کو تمہارے قابو میں دے رکھا ہے، اس سے طرح طرح کے منافع حاصل کرتے ہو۔

قال تعالیٰ فی سورة الملك ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ﴾ (اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مسخر فرمایا، سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کے رزق میں سے کھاؤ)۔

فائدہ: آفتاب کو جو سراج یعنی چراغ بتایا اس کے بارے میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے سراج سے اس لیے تشبیہ دی ہو کہ چراغ میں خود اپنی ذاتی روشنی ہوتی ہے کسی دوسری چیز سے منعکس ہو کر نہیں آتی۔ سورج میں اپنی روشنی ہے جو کسی دوسرے سیارے سے نہیں آئی جبکہ چاند کی روشنی آفتاب سے منعکس ہو کر آتی ہے لہٰذا چاند کو نور اور شمس کو سراج فرمایا۔ اور ﴿وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا﴾ جو فرمایا ہے اس کے بارے میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں: جعله فیهن مع انه فی احداهن وهی السماء الدنیا کما یقال زید فی بغداد وهو فی بقعة منها (چاند کا ذکر فرماتے ہوئے فیھن ضمیر جمع استعمال فرمائی ہے حالانکہ وہ سماء دنیا یعنی قریب والے آسمان میں ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے زید بغداد میں ہے حالانکہ وہ بغداد کے ایک حصے میں ہوتا ہے)۔

اور صاحب بیان القرآن نے اس کی ترجمانی کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے کہ چاند گو سب آسمانوں میں نہیں مگر فیھن باعتبار مجموعہ کے فرما دیا۔

زمین کو جو یہاں سورۂ نوح میں بساط فرمایا اور سورۂ نباء میں مهاد فرمایا اور سورة الغاشیہ میں ﴿وَاِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ﴾ فرمایا اس سے زمین کا مسطح یعنی غیر کرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بڑے کرہ پر بہت سی چیزیں رکھ دی جائیں خواہ کتنی ہی بڑی ہوں تو یہ محسوس نہیں ہوگا یہ کرہ پر رکھی ہیں جیسے ایک گیند پر ایک چیونٹی بیٹھ جائے تو اس کے جسم کے اعتبار سے گیند ایک سطح ہی معلوم ہوگی اور یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیے کہ زمین کا کرہ ہونا یا کرہ نہ ہونا کوئی امر شرعی نہیں ہے جس کا اعتقاد رکھا جائے زمین اگر کرہ ہو تو کسی آیت سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا
كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا ۙ وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾
وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا ۙ فَلَمْ
يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ
دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَّبِّ اغْفِرْ لِي
وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

نوح نے کہا اے میرے رب بلاشبہ انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان لوگوں کی بات مانی جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا ہے اور انہوں نے مکر کیا بڑا مکر اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو اور ہرگز مت چھوڑو ود کو اور سواع کو اور یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو اور واقعی بات یہ ہے کہ انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا اور آپ ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے، اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ لوگ غرق کر دیئے گئے پھر آگ میں داخل کر دیئے گئے۔ سو اللہ کے سوا انہوں نے کچھ بھی حمایتی نہ پائے۔ اور نوح نے کہا کہ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بھی رہنے والا مت چھوڑیئے، بلاشبہ اگر آپ نے ان کو زمین پر رہنے دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور صرف فاجر اور کافر ہی ان کی اولاد پیدا ہو گی، اے میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو میرے گھر میں بحالت ایمان داخل ہوا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دیجئے اور ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔

قوم کا کفر و شرک پر اصرار، حضرت نوح علیہ السلام کی بد دعا وہ لوگ طوفان میں غرق ہوئے اور دوزخ میں داخل کر دیئے گئے

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی کافر قوم کی بربادی کے لیے اور اہل ایمان کی مغفرت کے لیے دعا کرنا اور قوم کی سرکشی اور قوم کی ہلاکت کا تذکرہ فرمایا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں نے ان لوگوں کو سمجھایا لیکن ان لوگوں نے میری بات نہیں مانی اہل دنیا کی بات مانتے ہیں جن کے پاس مال اور اولاد ہے ان کی نظریں انہیں پر جمی ہوئی ہیں اور وہ لوگ انہیں جو کچھ سمجھاتے اور بتاتے ہیں اسی کو مانتے ہیں وہ لوگ ایمان پر آنے نہیں دیتے کفر پر ہی جمے رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔
لہٰذا دنیاوی رئیسوں اور چودھریوں کا مال اور اولاد ان کے عوام کے لیے خسارہ در خسارہ کا سبب بن گیا نہ وہ لوگ مال اولاد والے ہوتے نہ یہ لوگ انہیں بڑا مانتے نہ ان کے کہنے سے کفر پر جمتے، ان کے چودھریوں نے حق سے باز رکھنے کے لیے بڑی بڑی تدبیریں کیں اور انہیں تاکید کے ساتھ یہ سمجھایا کہ تم اپنے معبودوں کو جن کی عبادت کرتے ہو ہرگز مت چھوڑو، یہ تو انہوں نے اجمالاً سبق پڑھایا۔ پھر تفصیل کے ساتھ ان کے ایک ایک بت کا نام لے کر کہا کہ تم لوگ ہرگز نہ وَد کو چھوڑنا نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو، ان رئیسوں اور چودھریوں نے قوم کے لوگوں کو کثیر تعداد میں گمراہ کر دیا اب ان سے خیر کے آنے پر ذرا بھی امید نہیں رہی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں مزید عرض کیا کہ ان کی گمراہی اور زیادہ بڑھا دیجئے۔ ان لوگوں نے حق کو قبول نہ کیا کفر پر اور خطاؤں پر جمے رہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ ﴿لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ﴾ اب تمہاری قوم میں

Marfat.com

سے کوئی مسلمان نہ ہوگا جنہیں ایمان لانا تھا وہ لا چکے، اور یہ تھوڑے سے لوگ تھے جیسا کہ سورۂ ھود میں فرمایا ﴿وَ مَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ اور ان کے ساتھ نہیں ایمان لائے مگر تھوڑے سے لوگ، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ایک کشتی بنالیں، جب کشتی تیار ہو جائے تو اپنے اہل وعیال کو اور دیگر اہل ایمان کو اس میں سوار کر لینا، حضرت نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا کشتی روانہ ہوگئی آسمان سے پانی برسا اور زمین سے پانی ابلا زبردست طوفان آیا، پوری کافر قوم ہلاک ہوگئی جن میں نوح علیہ السلام کی بیوی اور ایک بیٹا بھی تھا، حضرت نوح علیہ السلام قوم کی طرف سے زیادہ بددل ہو گئے تھے، دل کھٹا ہو گیا تھا کسی کے بھی ہدایت پر آنے کی امید نہ رہی اسی لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لیے بددعا کر دی تھی کہ اے رب کافروں میں سے کسی ایک شخص واحد کو بھی نہ چھوڑیئے اگر یہ زندہ رہے تو نہ ان سے ایمان لانے کی امید ہے اور نہ ان کی اولاد سے مومن ہونے کی امید ہے، ان کی جو اولاد ہوگی وہ بھی کافر اور فاجر ہی ہوگی جب ان کا یہ حال ہے تو زمین پر کیوں بوجھ بنیں، ان کا ہلاک ہونا ہی زیادہ لائق اور مناسب ہے پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لیے مغفرت کی دعا کی اس میں اپنے ساتھ والدین اور ان مسلمانوں کو جو ان کے گھر میں داخل ہوئے اور عام مومنین اور مومنات کو بھی شامل کر لیا اور آخر میں کافروں کو مزید بد دعا دے دی کہ اے رب ظالموں کی ہلاکت اور زیادہ بڑھا دیجئے۔

فائدہ: یہ جو فرمایا: ﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ (اپنی خطاؤں کی وجہ سے وہ لوگ غرق کر دیئے گئے پھر آگ میں داخل کر دیئے گئے) اس میں چونکہ اغرقوا اور ادخلوا دونوں ماضی کے صیغے ہیں اس لیے حضرات علماء کرام نے اس آیت سے عذاب قبر کو ثابت کیا ہے عذاب قبر میں کافر مبتلا ہوتے ہیں اور بعض گناہگار اہل ایمان کا بھی ابتلا ہوتا ہے۔

احادیث شریفہ میں اس کی تفصیلات وارد ہوئی ہیں۔ ثبوت عذاب قبر کے جو دلائل ہیں ان میں ایک یہ آیت بھی ہے ظاہر ہے دوزخ کا داخلہ تو قیامت کے دن ہوگا صیغہ ماضی کے ساتھ جو فرمایا ہے کہ وہ لوگ غرق کر دیئے جانے کے بعد آگ میں داخل کر دیئے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ برزخ میں بھی آگ کا عذاب ہے برزخ کی تکلیف کو جو موت کے بعد قیامت ہونے سے پہلے ہے عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے، بہت سے ملحد جو نئے زمانہ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ عذاب قبر کے منکر ہیں۔ فاتلهم الله انى يوفكون۔

الحمد لله على اتمام تفسير سورة نوح اولا و آخرا وباطنا وظاهرا

○○○

Marfat.com

ایاتها ۲۸ | ۷۲ سُورَۃُ الْجِنِّ مَکِّیَّۃٌ ۴۰ | رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ جن مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۲۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ
فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ
ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا
شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا
رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا
الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ
وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا
رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا
الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾
لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا
مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾

آپ فرما دیجئے کہ میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری طرف بات سننے کے لیے دھیان دیا پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور بہت بلند ہے ہمارے رب کی عزت نہیں بنایا اس نے کسی کو بیوی اور نہ اولاد اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم میں جو احمق ہیں وہ اللہ کی شان میں ایسی باتیں کہتے تھے جو حد سے بڑھی ہوئی ہیں اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ بات نہ کہیں گے اور بیشک بات یہ ہے کہ بہت سے مرد انسان میں سے ایسے تھے جو جنات کے مردوں کو پناہ لیا کرتے تھے تو انہوں نے ان کو تکبر میں زیادہ کیا اور بات یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا جیسا تم نے خیال کیا ہے کہ اللہ کسی کو

Marfat.com

دوبارہ زندہ نہ فرمائے گا اور بلاشبہ ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرہ سے اور شعلوں سے بھرا ہوا ہے، اور بے شک ہم آسمان کے مواقع میں باتیں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے سو جو شخص اب سننا چاہے وہ اپنے لیے ایک شعلہ تیار پاتا ہے، اور بلاشبہ ہم نہیں جانتے کہ جو لوگ زمین میں ہیں ان کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے بارے میں ہدایت کا ارادہ فرمایا ہے، اور بے شک ہم میں سے بعض نیک ہیں اور بعض اس کے علاوہ ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے اور بلاشبہ ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور بھاگ کر اس کو ہرا نہیں سکتے اور بیشک بات یہ ہے کہ جب ہم نے ہدایت کو سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آیا سو اسے نہ کسی کی کا خوف ہے اور نہ کسی طرح کے ظلم کا اور بلاشبہ ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں سو جس شخص نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا اور جو لوگ ظالم ہیں اور دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور اگر وہ راستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم انہیں فراغت پانی سے سیراب کرتے تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے وہ اسے چڑھتے ہوئے عذاب میں داخل فرمائے گا اور بلاشبہ سب سجدے اللہ ہی کیلئے ہیں سو تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو اور بیشک بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے کہ وہ اسے پکارے تو یہ لوگ اس کے اوپر جمگھٹا لگانے والے بن جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے جنات کا قرآن سننا اور اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینا

یہاں سے سورۃ الجن شروع ہو رہی ہے جن پرانی مخلوق ہے جو حضرت آدم اور بنی آدم کی تخلیق سے پہلے سے دنیا میں موجود ہے ان لوگوں میں بھی مومن اور کافر نیک اور بدسب قسم کے افراد ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی ایمان کے مکلف تھے اور ہیں جس طرح بنی آدم میں انسانوں میں کافر اور مشرک ہیں اس طرح جنات میں بھی مشرک اور کافر رہے ہیں اور ان میں مومن بھی ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ:

حضرت خاتم الانبیاء سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے شیاطین نے ایک دھندہ بنا رکھا تھا۔ انسانوں میں کچھ لوگ کاہن بنے ہوئے تھے یہ لوگ آنے والے واقعات کی خبریں بتایا کرتے تھے اور یہ خبریں شیاطین ان کے پاس لاتے تھے، شیاطین کا یہ طریقہ تھا کہ آسمان کے قریب تک جاتے تھے اور وہاں جو زمین میں پیش آنے والے حوادث کا فرشتوں میں ذکر ہوتا تھا اسے سن لیتے تھے پھر کاہنوں کے کان میں آکر کہہ دیتے تھے۔ کاہن اس بات کو لوگوں میں پھیلا دیتے تھے یہ بات چونکہ اوپر سے سنی ہوئی ہوتی تھی اس لیے صحیح نکل جاتی تھی، سننے والے ان کاہنوں کے معتقد ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو اس کو آنے والے واقعات کا علم نہ ہوتا تو پہلے کیسے بتا دیتا؟ اس طرح سے شیاطین اور کاہنوں نے مل کر انسانوں کو بہکانے کا سلسلہ جاری رکھا تھا جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو شیاطین کو اوپر پہنچنے سے روک دیا گیا اس کے بعد سے ان میں سے کوئی فرد خبریں سننے کے لیے اوپر پہنچتا تو اس پر انگارے پھینکے جانے لگے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب یہ صورت حال پیش آئی تو شیاطین آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان آڑ لگا دی گئی ہے اور ہم پر انگارے پھینکے جانے لگے ہیں لہٰذا زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ وہ کیا نئی چیز پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمیں آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کیا اور اصل صورت حال کا سراغ لگاتے ہوئے گھومتے پھرے۔ ان میں ایک جماعت تہامہ کی طرف آئی (یہ عرب کا وہ علاقہ ہے جس میں حجاز واقع ہے) اس جماعت نے دیکھا کہ مقام نخلہ میں آنحضرت سرور عالم ﷺ اپنے صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے ہیں جب ان کے کانوں میں قرآن کی آواز پہنچی تو خوب دھیان کے ساتھ سننے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہی چیز ہے جو تمہارے خبریں سننے کے درمیان حائل ہوگئی ہے اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف واپس ہو گئے اور ان سے کہا: ﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا﴾ اس پر اللہ تعالیٰ نے ﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ

Marfat.com

اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۳۲: ج ۲)

شیاطین جس آزادی سے آسمان تک جاتے تھے اور وہاں فرشتوں کا جو مذاکرہ دنیاوی امور سے متعلق ہوتا تھا اسے سن کر نیچے آجاتے اور کاہنوں کے کان میں ڈال دیتے تھے یہ سلسلہ تو آنحضرت ﷺ کی بعثت پر ختم ہو گیا۔ لیکن شیاطین نے ایک اور دھندہ نکالا اور وہ یہ کہ نیچے سے لے کر بادلوں تک پرا لگا لیتے ہیں، وہاں فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے کان لگا کر پہنچتے ہیں تو ان پر انگارہ پھینک دیا جاتا ہے اس انگارہ کے لگنے سے پہلے کوئی بات سن کر اوپر والے نے اپنے نیچے والے کے کان میں ڈال دی اور ہوتے ہوتے وہ بات کاہن تک پہنچ گئی تو وہ اپنے پاس سے اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں خبریں پھیلا دیتا تھا۔ ان خبروں میں کوئی بات سچی نکل آتی ہے تو وہ وہی ہوتی ہے۔ احادیث شریف میں تفصیل وارد ہوئی ہے اور سورۃ الصافات کی آیت ﴿اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ میں اسی کو بیان فرمایا ہے کہ شیاطین اوپر سے بات اچکنے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب یعنی روشن انگارہ سے مارے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ کاہن جو بطور پیشین گوئی کچھ بتا دیتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کاہن جو بات بیان کرتا ہے ٹھیک نکل جاتی ہے، آپ نے فرمایا وہ ایک صحیح بات وہ ہوتی ہے جسے اُچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے جیسے مرغی کُرکُر کرتی ہے پھر وہ اس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۹۲ از بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی سنا کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں وہ آپس میں ان فیصلوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو عالم بالا میں ہو چکے ہوتے ہیں شیاطین کان لگا کر چرانے کی کوشش کرتے ہیں اور جو بات سنتے ہیں اسے کاہنوں کے کانوں میں جا کر ڈال دیتے ہیں اور کاہن اس میں اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۹۳ عن البخاری)

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (الآیات) آپ فرما دیجئے کہ مجھے اللہ کی طرف سے یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات میں سے چند افراد نے قرآن سنا اور پھر اس سے متاثر ہوئے اور اپنی قوم سے کہا کہ یقین جانو کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے ہماری سمجھ میں قرآن کی بات آگئی اس میں جو ہدایت ہے یعنی توحید کی دعوت ہے وہ ہم نے قبول کر لی اور ہم اس پر ایمان لے آئے جب ہم نے توحید کو سمجھ لیا تو شرک کی گمراہی ہم پر واضح ہو گئی اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اسی شرک کے سلسلہ میں یہ بات تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے بیوی اور اولاد تجویز کرتے تھے ہم اس سے بھی توبہ کرتے ہیں ہمارے رب کی بڑی شان ہے اس نے کسی کو نہ اپنی بیوی بنایا اور نہ اپنے لیے کوئی اولاد تجویز کی اب تک جو ہم کفر اور شرک اختیار کیے رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم میں سے جو احمق لوگ تھے وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کرتے تھے اور ہم یہ سمجھتے رہے کہ انسان اور جنات اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو باتیں کہتے ہیں وہ جھوٹی نہ ہوں گی اور اتنے اشخاص اور افراد مل کر جھوٹ نہ بولتے ہوں گے لہٰذا ہم نے بھی ان کی بتائی ہوئی باتوں کو اختیار کر لیا تھا، یہ ان لوگوں نے اپنے مشرک ہونے کا عذر بیان کیا لیکن یہ عذر غلط ہے توحید جاننے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے گمراہوں کا اتفاق لائق اتباع نہیں ہوتا۔

جنات نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ انسانوں میں سے بہت سے آدمی جنات کی پناہ لیا کرتے تھے جس کا طریقہ یہ تھا کہ جب کبھی سفر میں رات کو کہیں کسی خوف زدہ جگہ میں ٹھہرنا ہوتا تو ان میں سے بعض لوگ یوں پکارتے تھے۔ یا عزیز هذا الوادی اعوذبك من السفهاء الذين فی طاعتك (اے اس وادی کے سردار میں ان بیوقوفوں سے تیری پناہ لیتا ہوں جو تیری فرمانبرداری میں ہیں) اس بات نے جنات کو اور چڑھا دیا اور بد دماغ بنا دیا وہ سمجھنے لگے کہ دیکھو ہم اتنے بڑے ہیں کہ جنات اور انسان ہم سے ہماری پناہ لیتے ہیں جیسا کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جاتی ہے اسی طرح ہماری پناہ لی جاتی ہے۔

جنات نے اپنی قوم کو یہ بھی بتایا کہ جس طرح تمہارے اندر یوم قیامت اور بعث و نشور کا انکار کرنے والے ہیں ہمیں پتہ چل گیا ہے

Marfat.com

کہ اسی طرح انسانوں میں بھی ہیں قرآن سن کر ہمیں پتہ چل گیا کہ قیامت کا انکار بھی گمراہی ہے انکار سے قیامت ٹلنے والی نہیں خواہ انسان انکار کرے خواہ جنات انکار کریں۔

﴿وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ﴾ (الآیات) جنات نے یہ بھی کہا کہ ہم اس سے پہلے آسمان کی طرف جایا کرتے تھے وہاں موقع دیکھ کر بیٹھتے تھے اور اوپر جو باتیں ہوتی تھیں انہیں سنا کرتے تھے اب تو حالت یہ ہے کہ ہم اوپر جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ آسمان سخت پہرہ سے بھرا ہوا ہے (یہ پہرہ فرشتوں کا ہے) اور اس پہرہ کے علاوہ ایک یہ بات بھی ہے کہ جب ہم اوپر جاتے ہیں تو شعلوں کو تیار پاتے ہیں اب اگر کوئی اوپر کی باتوں کو سننا چاہے تو جو شعلے پہلے سے تیار ہیں ان میں سے کوئی شعلہ اسے مار دیتا ہے (اس کی تفصیل سورۂ حجر اور سورۂ صافات میں گزر چکی ہے)۔

﴿وَاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ﴾ (الآیات) جنات نے مزید کہا کہ یہ جو پیغمبر محمد ﷺ مبعوث ہوئے ہیں ان کی آمد کا نتیجہ کیا ہونے والا ہے زمین والے ان کی رسالت کے منکر ہوا سزا پانے والے ہیں یا زمین کے بسنے والے ان کا اتباع کر کے ہدایت پر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر اور بھلائی کے مستحق ہوں گے یعنی تکوینی طور پر نتیجہ کیا نکلنے والا ہے ہمیں اس کا علم نہیں ہے ممکن ہے جنات نے اپنے اس اجمالی کلام سے جنات کو متنبہ کیا ہو کیونکہ وہ بھی زمین کے رہنے والے ہیں اور مطلب یہ ہو کہ دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آ گئی ہے اگر تم نے اسے نہ مانا تو عذاب میں پڑو گے جنات نے مزید کہا کہ پہلے سے ہم میں نیک لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہیں اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ہیں جو صالح نہیں ہیں کافر اور فاجر ہیں جو اب تک ہم مختلف طریقوں پر تھے اور ہم میں چونکہ بہت سے لوگ ہدایت پر نہیں تھے اس لیے یوں سمجھتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت کی بات ہوئی تو ہم بھاگ نکلیں گے۔ لیکن اب ہماری سمجھ میں آ گیا ہے کہ ہم زمین میں جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور ہم کہیں بھی بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اس کو پوری طرح ہم پر قدرت ہے ہم جہاں بھی ہوں۔

قوله قدداً قال صاحب الروح القدد المختلفة المتفرقة جمع قدةٍ من قدَّ اذا قطع كان كل طريق لامتيازها مقطوعة۔

﴿وَاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓی اٰمَنَّا بِهٖ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾ (اور بے شک جب ہم نے ہدایت کو سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے)۔ (الآیات) جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے اسے کسی طرح کے کسی نقصان کا خوف نہیں ہوگا۔ ایمان کا بھی صلہ ملے گا اور اعمال کا بھی ثواب ملے گا اس میں کوئی کمی نہ ہوگی کسی کی کوئی نیکی شمار سے رہ جائے یا کسی نیکی کا ثواب نہ ملے ایسا نہ ہوگا۔

﴿وَّلَا رَهَقًا﴾ جو فرمایا اس کے بارے میں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن صالح کو کسی ذلت کا سامنا نہ ہو گا اور بعض حضرات نے یہ مطلب بتایا ہے کہ کسی مومن پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ یعنی ایسا نہ ہوگا کہ کوئی برا عمل نہ کیا ہو اور وہ اس کے اعمالنامہ میں لکھ دیا جائے (گو ایسا تو کافروں کے ساتھ بھی نہ ہوگا لیکن کافروں کے حق میں یہ چیز کوئی مفید نہ ہوگی)۔

مومن بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بڑے انعام و اکرام کا معاملہ ہے جو بھی نیکیاں دنیا میں ہوں گی ان کو بڑھا چڑھا کر کئی گنا کر کے اجر و ثواب دیا جائے گا۔

قال اللہ تعالٰی فی سورۃ النساء ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرے گا اور اگر کوئی نیکی ہوگی تو اسے کئی گنا کر دے گا اور عمل کرنے والے کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا)۔

جنات نے یہ بھی کہا کہ ہم میں بعض مسلم ہیں یعنی اللہ کے فرمانبردار ہیں اور بعض قاسط ہیں سو جو شخص فرمانبردار ہو گیا اسلام قبول کر لیا ان لوگوں نے سوچ سمجھ کر بہت بڑی ہدایت کا ارادہ کر لیا (یعنی دنیا و آخرت میں اپنا بھلا کر لیا) اور جو لوگ قاسط یعنی ظالم ہیں

Marfat.com

راہ حق سے ہٹے ہوئے ہیں اسلام سے باغی ہیں وہ لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

﴿وَاَلَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾ (صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یہ ﴿انه استمع﴾ پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی بھی کی گئی ہے کہ انسان اور جن اسلام کے طریقے پر مستقیم رہتے تو ہم انہیں خوب اچھی طرح پانی پلاتے یعنی انہیں مال کی فراوانی سے نوازتے اور انہیں بڑی بڑی نعمتیں دیتے ﴿لنفتنهم فيه﴾ تا کہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں کہ نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں۔

﴿وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾ (اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا)۔

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (اور بلاشبہ سب سجدے اللہ ہی کے لیے ہیں سو اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو) یعنی کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ بعض حضرات نے مساجد کو مسجد بفتح الجیم کی جمع لیا ہے اور اسے مصدر میمی بتایا ہے ہم نے اسی کے مطابق آیت کریمہ کا ترجمہ کیا ہے یہ معنی لینے سے غیر اللہ کے لیے ہر طرح کے سجدے کرنے کی ممانعت ہو جاتی ہے سجدہ عبادت کا ہو یا سجدہ تعظیمی ہو ان سب سجدوں کی ممانعت ہے اور اللہ کے علاوہ کسی کے لیے بھی کسی قسم کا کوئی سجدہ جائز اور مباح نہیں ہے پہلے تو بادشاہوں میں رسم تھی کہ دربار میں آنے والے ان کو سجدے کیا کرتے تھے اور اب بہت سے پیروں اور فقیروں نے یہ طریقہ نکال رکھا ہے کہ مریدان کے پاس آتے ہیں یا رخصت ہوتے ہیں تو انہیں سجدہ کرتے ہیں یہ حرام ہے اور شرک ہے۔

اگر مساجد کو مسجد (بکسر الجیم) کی جمع لیا جائے تب بھی معنی سابق کی طرف مفہوم راجع ہوتا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جہاں کہیں بھی کوئی سجدہ کرنے کی جگہ ہے یہ جگہ اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرنے کے لیے مخصوص ہے خواہ عبادت گاہ کے نام سے کوئی جگہ بنالی جائے جسے مسجد کہتے ہیں خواہ ضرورت کے وقت سفر حضر میں کہیں بھی کسی جگہ بھی نماز پڑھنے کا ارادہ کرلیا جائے۔ یہ عبادت بہر حال اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص رکھنا لازم ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت کرنا حرام ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ بھی انه استمع پر معطوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ میری طرف یہ بھی وحی آئی ہے کہ جب اللہ کا بندہ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کی عبادت کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو یہ جنات ان کے پاس جمگھٹے لگا کر جمع ہو گئے۔ یعنی انہوں نے جو آپ کی عبادت کا مشاہدہ کیا اور آپ کی قرأت سنی اور آپ کی اقتداء میں جو آپ کے اصحاب کا رکوع سجود دیکھا تو جماعتیں بن کر کھڑے ہو گئے کیونکہ یہ منظر انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا۔

حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ﴿كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ﴾ کی ضمیر کفار قریش اور دیگر اہل عرب کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کا بندہ (رسول اللہ ﷺ) جب اپنے کام یعنی کار رسالت کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں کو توحید کی دعوت دیتا ہے تو ان کو ناگوار معلوم ہوتا ہے اور آپ کی دشمنی پر تل جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے آپ کے پاس جمگھٹا لگا دیتے ہیں۔

فائدہ: اعوذ بکلمات الله التامات من شر ما خلق (میں اللہ کے پورے کلمات کے واسطہ سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ لیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی منزل پر اتر کر ان کلمات کو پڑھ لے تو وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی بھی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔ (رواہ مسلم)۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ جب کسی منزل پر اترتے تھے تو شیاطین کی پناہ لیتے تھے رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ دعا پڑھنے کو بتائی جس میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝٢٠ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝٢١ قُلْ

Marfat.com

اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ
وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ
فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ
لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ
یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا
لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ع ﴿۲۸﴾

آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا آپ فرما دیجئے کہ بیشک میں تمہارے لیے کسی ضرر کا اور کسی بھلائی کا مالک نہیں ہوں، آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتا، لیکن اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کو ادا کرنا میرا کام ہے اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور تر ہیں اور عدد کے اعتبار سے کس کی جماعت کم ہے، آپ فرما دیجئے میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لیے کوئی مدت دراز مقرر فرما رکھی ہے، وہ غیب کا جاننے والا ہے سو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ہاں مگر جو کوئی اس کا برگزیدہ رسول ہو سو وہ اس کے آگے اور پیچھے محافظ بھیج دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے، اور جو کچھ ان کے احوال ہیں اللہ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر چیز پوری طرح اس کے شمار میں ہے۔

توحید کی دعوت، کفر سے بیزاری، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، نافرمانوں کے لیے دائمی عذاب ہے

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت حق کا اور نافرمانوں کی تعذیب کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کی صفت علم کمال اور جامعیت کا بیان ہے پہلے تو یہ فرمایا ﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ﴾ (الآیات الاربع) کہ آپ مخاطبین سے یہ فرما دیں کہ میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا (جو اپنے لیے میرا ذاتی فیصلہ ہے اور یقین کے ساتھ ہے اسی کی طرف میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں) آپ یہ بھی بتا دیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس کی مخلوق ہوں، اس کا رسول ہوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کی دعوت دیتا ہوں تمہیں کسی ضرر یا کسی بھلائی کے پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا (تم جو یوں کہتے ہو کہ آپ رسول ہیں تو ہم پر عذاب نازل کر دیں تمہاری یہ فرمائش غلط ہے عذاب لانا میرے اختیار کی بات نہیں ہے اور جب عذاب آ جائے اس کو دور کرنا بھی میرے بس کا کام نہیں ہے) اور یہ بھی سمجھ لو کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کام کروں اور اللہ تعالیٰ میرا مواخذہ فرمائے تو مجھے اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پا سکتا ہوں لہٰذا مجھ سے فرمائش کرتے ہو کہ رسالت کا کام چھوڑ دوں یا رسالت کے مضامین کو بدل دوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا، اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا اس کے پیغام کو ادا کرنا میرا یہی کام ہے اگر تم نہ مانو گے اور اللہ کی نافرمانی کرو گے اور میری نافرمانی کرو گے تو سمجھ لو کہ نافرمان کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں

Marfat.com

نافرمان ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ حَتّٰى اِذَا رَاَوْا ﴾ (الآیۃ) اب تو باتیں بنا رہے ہیں لیکن جب قیامت کا دن ہوگا جس کے منکر ہو رہے ہیں (حالانکہ وہ وعدہ سچا ہے) تو اس وقت پتہ چلے گا کہ مددگاروں کے اعتبار سے کون کمزور تر ہے اور جماعت کے اعتبار سے بھی سمجھ لیں گے کہ کس کی جماعت کم ہے، یہاں اس دنیا میں مسلمانوں کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کی تعداد کم ہے اور اپنے کو بلند و برتر سمجھتے ہیں۔ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ جنہیں حقیر جانا وہی بلند نکلے ان کی تو آپس میں شفاعتیں بھی ہوں گی اور مجرمین کا کوئی دوست ہوگا نہ مددگار نہ سفارش کرنا والا۔

﴿ قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ ﴾ (الآیۃ) جب رسول اللہ ﷺ اپنے مخاطبین کو قیامت کی بات بتاتے تھے اور یہ سمجھاتے تھے کہ مرنے کے بعد زندہ اٹھائے جاؤ گے اور میدان حشر میں حاضری دو گے اور وہاں فیصلے ہوں گے تو وہ لوگ بطور انکار یوں کہتے تھے کہ بتاؤ قیامت کب آئے گی اس کے آنے کا کون سا وقت مقرر ہے؟ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیجئے کہ مجھے معلوم نہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اس کی آمد قریب ہے یا میرے رب نے اس کی لمبی مدت مقرر فرما رکھی ہے۔

﴿ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ﴾ (اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے وہ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا) اور قیامت کا وقت بھی انہی چیزوں میں سے ہے جن سے کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔

﴿ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۝ ﴾

ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو اگر کسی ایسے علم پر مطلع کرنا چاہتا ہے جو کہ علم نبوت سے ہو خواہ مثبتِ نبوت ہو جیسے پیشین گوئیاں خواہ فروع نبوت سے ہو جیسے علم احکام تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے (یعنی جمیع جہات میں وحی کے وقت) محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے (تاکہ وہاں شیاطین کا گزر نہ ہو) چنانچہ حضور ﷺ کے لیے ایسے پہریدار فرشتے چار تھے، اور یہ انتظام اس لیے کیا جاتا ہے کہ (ظاہری طور پر) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام (رسول تک بحفاظت) پہنچا دیئے (اور اس میں کسی کا دخل و تصرف نہیں ہوا) اور اللہ تعالیٰ ان (پہرہ داروں) کے تمام احوال کا احاطہ کیے ہوئے ہے (اس لیے پہرہ دار ایسے مقرر کیے گئے ہیں جو اس کام کے پورے پورے اہل ہیں) اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے پس وحی کے سب اجزاء بھی اس کو معلوم ہیں حاصل مقام یہ ہے کہ علم ساعت علوم نبوت سے نہیں اس لیے اس کا علم نہ ہونا قادح نبوت یا مستلزم عدم وقوع ساعت نہیں، البتہ علوم نبوت عطا کیے جاتے ہیں اور وہی مقصود بعثت سے ہیں اور ان میں احتمال خطا کا نہیں ہوتا۔ تم ایسے علوم سے مستفید ہو اور زوائد کی تحقیق کو چھوڑو۔ (از بیان القرآن بحذف)

الحمد لله على اتمام تفسير سورة الجن اولاً و آخراً وباطناً وظاهراً

Marfat.com

اٰیاتہا ۲۰ ۷۳ سورۃ المزمل مکیۃ ۳ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورہ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اس میں بیس آیات اور دو رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝١ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝٢ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝٣ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ
الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝٤ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝٥ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ
قِیْلًا ۝٦ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝٧ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ۝٨ رَبُّ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ۝٩

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو قیام کرو، مگر تھوڑی سی رات یعنی آدھی رات یا آدھی سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو، اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو، بیشک ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں، بلاشبہ رات کا اٹھنا خوب زیادہ مشقت والا ہے اور اس وقت بات خوب ٹھیک طرح ادا ہوتی ہے بلاشبہ دن میں آپ کو زیادہ کام میں مشغولیت رہتی ہے اور آپ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہیں اور قطع تعلق کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں، وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سو اپنے کام سپرد کرنے کے لیے صرف اسی کو اپنا کارساز بنائے رہو۔

رات کے اوقات میں قیام کرنے اور قرآن کریم ترتیل سے پڑھنے کا حکم، سب سے کٹ کر اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنے کا فرمان

یہ سورت مکی ہے اگرچہ بعض حضرات نے بعض آیات کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور مدنی بتایا ہے لفظ مزمل زا اور میم کی تشدید کے ساتھ ہے اصل میں متزمل تھا تا کو زا سے بدل دیا گیا اور زا کا زا میں ادغام کر دیا گیا لہٰذا ﴿مزمل﴾ ہو گیا جیسے ﴿متطهر﴾ سے ﴿مطهر﴾ بن گیا۔ ﴿یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ کا ترجمہ ہے اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مشرکین کی طرف سے آپ کو کوئی رنجیدہ کرنے والی بات پہنچی تھی جو آپ کو بہت ناگوار گزری، آپ کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے جیسے غمگین آدمی کیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کو خطاب فرمایا کہ "اے کپڑا اوڑھنے والے"، (تفسیر قرطبی، صفحہ ۳۲: ج ۱۹) یہ خطاب ملاطفت کی وجہ سے تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اسی ملاطفت کے لیے قم یا ابا تراب (صحیح بخاری صفحہ ۶۲: ج ۱) فرما کر اور حضرت حذیفہؓ کو قم یا نومان فرما کر جگایا تھا۔

مشرکین نے آپ کے حق میں کوئی نامناسب لقب تجویز کیا تھا اس سے آپ کو رنج پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ سے خطاب فرما کر اس کا ازالہ فرما دیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ رات کو اٹھ کر نماز تہجد پڑھا کریں اور یوں فرمایا۔

﴿قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا﴾ یعنی نصف رات قیام کرو یا نصف سے کچھ کم کر دو یا نصف سے کچھ بڑھا دو۔ نصف سے کم کا مصداق ایک ثلث ہے اور نصف سے کچھ زیادہ کا مصداق دو ثلث ہے اللہ تعالیٰ نے رات کو قیام فرمانے کا حکم دیا اور مقدار وقت میں تین صورتوں کا اختیار دے دیا۔

Marfat.com

رات کو قیام کرنے کے ساتھ ہی ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ بھی فرمایا یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، یوں تو جب بھی قرآن کی تلاوت کی جائے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کریں اور جلدی جلدی نہ پڑھیں جس سے حروف کٹیں اور معنی مقصود کے خلاف ایہام ہو جائے لیکن خاص طور پر نماز تہجد میں جو ترتیل کا حکم فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کی نمازوں میں لمبی تلاوت کی جاتی ہے اور رات کے وقت سہانے وقت میں تلاوت میں زیادہ دل لگتا ہے لیکن ساتھ ہی کبھی نیند کے جھونکے بھی آ جاتے ہیں ان جھونکوں کی وجہ سے جلدی جلدی ختم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ جتنا پڑھیں صحیح پڑھیں۔ صاف پڑھیں اور جب نیند آ جائے تو سو جائیں۔ حدیث شریف میں بھی ارشاد فرمایا۔

اذا نفس احدکم وھو یصلی فلیر قد حتی ذھب عنه النوم۔ (الحدیث رواہ الشیخان مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰)

آدھی رات قیام کریں یا تہائی رات یا دو تہائی رات۔ راتوں کو نماز میں قیام کرنا جسے نماز تہجد کہتے ہیں امت کے لیے سنت ہے افضل ہے اور بہت زیادہ فضیلت کا کام ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کو جو حکم دیا ہے اس کا کیا درجہ تھا؟ اس کے بارے میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ رات کو قیام کرنا آپ پر فرض تھا اور ضروری تھا حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قیام اللیل نہ صرف نبی اکرم ﷺ پر بلکہ آپ سے پہلے جو انبیاء کرام علیہم السلام تھے ان پر بھی فرض تھا۔

قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر بھی پڑھے اور صاف بھی پڑھے اور مخارج اور صفات کا لحاظ کر کے پڑھے حضرات قراء کرام نے تلاوت کے تین درجات بتائے ہیں ترتیل، تدویر، حدر، یہ ان کے اصطلاحی الفاظ ہیں ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ خوب آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کی جائے اور حدر کا مطلب یہ ہے کہ جلدی جلدی پڑھا جائے اور تدویر دونوں کے درمیان پڑھنے کو کہتے ہیں لیکن تینوں صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے حرفوں کو کاٹنا اور تجوید کے خلاف پڑھنا درست نہیں ہے حضرات قراء کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ الترتیل تجوید الحروف ومعرفة الوقوف (کہ تجوید حروف کو صحیح طریقے پر ادا کرنا اور وقوف کے پہچاننے کا نام ہے)۔

آج کل بہت سے لوگ جن میں قراء حضرات بھی ہیں، حدر سے پڑھتے وقت بہت سے حروف کھا جاتے ہیں اور کلمات کے اخیر میں جو الف ہوتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ ﴿رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا﴾ میں ہر جگہ الف کھا جاتے ہیں، یہ آج کل کا فیشن ہے۔

پھر فرمایا ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾ (بلاشبہ ہم آپ پر ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں) بھاری کلام سے قرآن مجید مراد ہے جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت قرآن شریف کا کچھ حصہ نازل ہو چکا تھا اکثر حصہ نازل ہونا باقی تھا دشمنوں کی طرف سے معاندانہ سلوک بھی ہونے والا تھا اور دعوت وارشاد کی مزید ذمہ داری سونپی جانے والی تھی۔ اس لیے ارشاد فرمایا کہ ہم تم پر عنقریب ایک بڑا بھاری کلام ڈالیں گے۔ کلام کو پہنچانے پر دشمنوں کی طرف سے معاندانہ روش سامنے آنے کی وجہ سے جو آپ کو تکلیف پہنچی تھی اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ جس وقت آپ پر وحی آتی تھی آپ کو بڑی مشقت برداشت کرنا پڑتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ سخت سردی کے زمانہ میں وحی آتی تھی تو آپ کی حالت بدل جاتی تھی اور جب فرشتہ رخصت ہو جاتا تھا تو آپ کا پسینہ بہتا ہوتا تھا (صحیح بخاری صفحہ ۱: ج ۱) اور ایک مرتبہ وحی کے آنے کے وقت آپ کی ران مبارک زید بن ثابتؓ کی ران پر تھی اس سے زید بن ثابت کی ران پھٹنے لگی۔

اس کے بعد فرمایا ﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً﴾ (بلاشبہ رات کا اٹھنا خوب زیادہ مشقت والا ہے) یعنی اس سے نفس پر دباؤ پڑتا ہے اور نفس کو خوب تکلیف ہوتی ہے۔ یہ تکلیف بظاہر تکلیف ہے اور دنیاوی تکلیف ہے لیکن اس میں نفس کا فائدہ بھی بہت ہے۔ نماز تہجد کی وجہ سے جو درجات بلند ہوں گے ان کی وجہ سے انسان ساری تکلیفیں بھول جائے گا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بلاشبہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا ظاہر اندر سے اور جن کا اندر باہر سے نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان لوگوں کے لیے تیار فرمایا ہے جو کھانے کھلائیں اور سلام پھیلائیں اور رات کو نماز پڑھیں جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ (الترغیب والترھیب جلد ۱: صفحہ ۴۲۴)

﴿وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾ (اور رات کا اٹھنا بات ادا ہونے کے لیے خوب عمدہ ہے)

Marfat.com

یعنی رات کو اٹھ کر جب تہجد پڑھتے ہیں اور دعاؤں میں مشغول ہوتے ہیں اس وقت چونکہ سناٹا ہوتا ہے شور شغب نہیں ہوتا اور ادھر ادھر کی آوازیں نہیں آتیں اس لیے عبادت میں خوب جی لگتا ہے اور دل اور زبان دونوں موافق ہو جاتے ہیں اور اطمینان کے ساتھ قرأت بھی ادا ہوتی ہے اور دعا بھی حضور قلب کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا﴾ (بے شک آپ کو دن میں لمبا کام رہتا ہے) آپ کے مشاغل منتشر ہیں اور متفرق ہیں۔ امور خانہ داری بھی ہے آنے جانے والے لوگ بھی ہیں دعوت و ارشاد کا کام بھی ہے اس لیے لمبی نماز پڑھنے کے لیے رات تجویز کی گئی۔

﴿وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ﴾ (اور اپنے رب کا نام لیتے رہیے)۔

یعنی رات کو تو آپ نماز پڑھتے ہی ہیں دیگر اوقات میں بھی اللہ کا نام لیتے رہیے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا نماز ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اس لیے عام اوقات میں بھی اللہ کی یاد میں لگے رہیے۔ حضور ﷺ اس پر خصوصیت کے ساتھ عمل کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان فرماتی ہیں۔ ان النبی ﷺ کان یذکر اللہ فی کل احیانہ یعنی رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہتے تھے۔

﴿وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا﴾ (اور قطع تعلق کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں) اپنا پورا قلبی رخ اللہ کی طرف رکھیے یعنی اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے اس تعلق کے مظاہرے اور آثار ہر تعلق پر غالب رکھیے بظاہر بیویوں سے بھی تعلق رہے اور اولاد سے بھی اولیاء اور اصدقاء سے بھی لیکن اللہ تعالیٰ کا تعلق بہرحال غالب رہے اس کے احکام کی ادائیگی میں کوئی فرق نہ آئے درحقیقت یہ بہت بڑی نصیحت ہے جو بھی بندہ پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے وہ لوگوں سے بھی ملتا جلتا ہے لیکن اس کا باطن اللہ کی یاد ہی سے معمور رہتا ہے اور مخلوق کو راضی رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتا۔

﴿رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِیۡلًا﴾ (وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو آپ اسی کو اپنا کارساز بنائے رہیں)۔ اس میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حاجت روا نہیں اور کوئی معبود نہیں۔ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان وجود میں آتا ہے سب اسی کی مشیت سے ہوتا ہے وہی سب کا رب ہے آپ اسی کو اپنا کارساز بنائے رہیں اسی کے سامنے اپنی حاجت رکھیں اسی سے سب کچھ مانگیں اور اسی کی طرف متوجہ رہیں۔

قوله تعالىٰ: ''یایها المزمل،، قال الاخفش سعید ''المزمل'' اصله المتزمل فادغمت التاء فی الزای وكذلك ''المدثر،، وفی اصل المزمل قولان: احدهما انه متحمل یقال ازمل الشی اذا حمله ومنه الزاملة لانها تحمل القماش۔ الثانی ان المزمل هو المتلفف: یقال: تزمل ودثر بثوبه اذا تغطی: وزمل غیره اذا غطاه، و كل شئی لفف فقد زمل ودثر، قال امرؤ القیس: (كبیر اناس فی بجادٍ مزمل)۔

قال السهیلی: لیس المزمل باسم من اسماء النبی: ولم یعرف به كما ذهب الیه بعض الناس وعدوه فی اسمائه علیه الصلوٰة والسلام، وانما المزمل اسم مشق من حالته التی كان علیها حین الخطاب، وكذلك المدثر۔

قوله تعالیٰ: ''هی اشد وطا، بفتح الواو وسكون الطاء المقصورة و اختاره ابو حاتم، من قولك، اشتدت علی القوم وطاة سلطانهم۔ ای ثقل علیهم ما حملهم من المؤن، ومنه قوله علیه السلام (اللهم اشدد وطاتك علی مضر) فالمعنی انها اثقل علی المصلی من ساعات النهار۔ وذلك ان اللیل وقت منام وتودع واجما فمن شغله بالعبادة تحمل المشقة العظیمة۔ (من روح العانی)

قوله تعالیٰ: ''واقوم قیلا،،: ای القراءة باللیل اقوم منها بالنهار ای اشد استقامة واستمرارا اعلی الصواب لان الا صوات هادئة والدنیا ساكنة فلا یضطرب علی المصلی ما یقرئه۔

Marfat.com

قوله تعالیٰ: ''ان ناشئة الليل هى اشد وطا،، يريد القيام والانتصاب للصلاة۔ ومنه نشأ السحاب لحدوثه فى الهواء وتربيته شيئا فشيئا۔ (ذكره الراغب فى مفرداته)

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰ وَذَرْنِىْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِى النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝۱۲ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝۱۴

اور یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کیجئے اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو نعمت والے ہیں چھوڑ دیجئے اور انہیں تھوڑے دنوں کی مہلت دیجئے، بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے، جس دن زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا تودہ بن جائیں گے جو ڈھلا جا رہا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو صبر فرمانے کا حکم، دوزخ کے عذاب کا تذکرہ، وقوع قیامت کے وقت زمین اور پہاڑوں کا حال

یہ پانچ آیات کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ آپ جلدی نہ کریں یہ لوگ جو آپ کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں ان کو کچھ مہلت دے دیں۔ یہ ناز و نعمت میں پل رہے ہیں اور بڑھ رہے ہیں اور دنیاوی اموال اور نعمتیں ان کے لیے غفلت کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ ان چیزوں میں پڑ کر وہ آپ کی دعوت کو ٹھکرا رہے ہیں یہ ان کے حق میں کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ یہ جو کچھ کھا پی رہے ہیں اور مزے کر رہے ہیں تھوڑے سے دن کی بات ہے اور اس میں ان کا استدراج بھی ہے۔

کما قال تعالیٰ فی سورة القلم ﴿فَذَرْنِىْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سو آپ مجھے اور ان کو چھوڑ دیجئے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو اس طور پر ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کو خبر بھی نہیں)۔ اس کے بعد کافروں کو تعذیب کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ جو تکذیب میں لگے ہوئے ہیں ہم نے ان کی تعذیب کے لیے بیڑیاں تیار کر رکھی ہیں اور ان کے لیے دوزخ ہے اور ان کے لیے ایسا کھانا ہے جو گلے میں پھنس جانے والا ہوگا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ دوزخیوں کو (اتنی زبردست) بھوک لگا دی جائے گی جو تنہا اس عذاب کے برابر ہوگی جو ان کو بھوک کے علاوہ ہو رہا ہوگا۔ لہٰذا وہ کھانے کے لیے فریاد کریں گے اس پر ان کو ضریع (سورۃ الغاشیہ کی تفسیر دیکھیں) کا کھانا دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک دفع کرے گا پھر دوبارہ کھانا طلب کریں گے تو ان کو ﴿طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ﴾ (گلے میں اٹکنے والا کھانا) دیا جائے گا جو گلوں میں اٹک جائے گا اس کے اتارنے کے لیے تدبیریں سوچیں گے تو یاد کریں گے کہ دنیا میں پینے کی چیزوں سے گلے کی اٹکی ہوئی چیزیں اتارا کرتے تھے لہٰذا پینے کی چیز طلب کریں گے چنانچہ کھولتا ہوا پانی لوہے کی سنڈاسیوں کے ذریعے ان کے سامنے کر دیا جائے گا۔ وہ سنڈاسیاں جب ان کے چہروں کے قریب ہوں گی تو ان کے چہروں کو بھون ڈالیں گی پھر جب پانی پیٹوں میں پہنچے گا تو پیٹ کے اندر کی چیزوں (یعنی آنتوں وغیرہ) کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ یہ عذاب اس دن ہوگا جس دن زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے یعنی ان میں بھونچال آ جائے گا اور پہاڑ ریت کے تودے بنے ہوئے ہوں گے جن میں جماؤ نہ ہوگا اور نیچے کو ڈھلے جا رہے ہوں گے۔

Marfat.com

(یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جبکہ یوم ترجف ظرف ہو ﴿عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ کا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ذرنی سے متعلق ہے)۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۖۗ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾

بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تمہارے اوپر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ سو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو ہم نے اسے پکڑ لیا سخت پکڑنا، سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا اس سے، اس کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔

فرعون نے رسول کی نافرمانی کی، اسے سختی کے ساتھ پکڑ لیا گیا، قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا، قرآن ایک نصیحت ہے، جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے

ان آیات میں مکذبین کو خطاب ہے کہ جس طرح تم جھٹلاتے ہو اسی طرح تم سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا ہے اور پھر اس کی سزا پائی ہے ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو قیامت کے دن تم پر گواہی دے گا کہ ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا جیسا کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو سخت پکڑا، دنیا میں وہ اپنے لشکروں کے ساتھ دریا میں ڈبو دیا گیا اور آخرت کی سزا اس کی یہ ہے، اب تم جو ہمارے رسول کو جھٹلا رہے ہو اور کفر پر جمے ہوئے ہو تم سوچ لو کہ اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا یعنی اس دن ایسی سختی ہو گی جو بچوں کو بوڑھا کر دے گی، اس دن آسمان پھٹ جائے گا اور اللہ کا جو وعدہ ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

بچوں کو بوڑھا کر دینے کا کیا مطلب ہے اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کنایہ ہے شدت سے یعنی وہ دن اتنا سخت ہو گا کہ مصیبت کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چونکہ وہ دن بہت لمبا ہو گا اس لیے دن میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے جو بچن میں وفات پا گئے تھے وہ قبروں سے اسی حال میں نکلیں گے پھر قیامت کے امتداد اور اشتداد کی وجہ سے بوڑھے ہو جائیں گے۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ (بلاشبہ یہ نصیحت ہے) ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ (سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے) یعنی جس راستہ پر چلنے سے وہ راضی ہوتا ہے اور جس کے اختیار کرنے پر اس سے آخرت کی نعمتوں کا وعدہ ہے اس راستہ کو اختیار کر لے وہ دین اسلام ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ

Marfat.com

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾

بلاشبہ آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے ایک جماعت رات کے دو تہائی حصہ کے قریب اور آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں اور اللہ رات اور دن کو مقدر فرماتا ہے اور اللہ کو علم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے سو اس نے تمہارے حال پر مہربانی فرمائی سوتم قرآن سے اتنا حصہ پڑھ لو جو آسان ہو، اسے معلوم ہے کہ تم میں سے مریض آدمی ہوں گے اور بعض وہ لوگ ہوں گے جو زمین میں سفر کرتے ہیں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں اور بعض وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے سوتم قرآن میں سے اتنا حصہ پڑھ لیا کرو جو آسانی سے پڑھا جا سکے اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسن دے دو اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی بھیج دو گے اسے اللہ کے پاس پالو گے وہ اچھا اور خوب بڑے ثواب والا ہے اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

قیام لیل کے بارے میں تخفیف کا اعلان، اقامۃ الصلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا حکم

ابتدائے سورت میں جو رات کو نمازوں میں قیام کرنے کا حکم فرمایا تھا (گو علیٰ سبیل التخییر تھا) اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی رات کو نماز میں قیام فرماتے تھے۔ علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا﴾ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کو اس پر عمل کرنا دشوار ہوا کیونکہ تہائی رات دو تہائی رات اور آدھی رات کا پہچاننا مشکل تھا۔ لہٰذا اس ڈر سے صبح تک قیام کرتے تھے کہ وقت مقرر میں کمی نہ ہو جائے۔ جس کی وجہ سے ان کے پیر پھول گئے اور رنگ بدل گئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں بعض لوگ دو تہائی رات کے قریب اور بعض آدھی رات اور بعض تہائی رات کھڑے رہتے ہیں جس سے مشقت میں مبتلا ہوتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور پہلا حکم منسوخ فرما دیا سو اب تم سے جتنا قرآن مجید آسانی کے ساتھ پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو (اس سے نماز تہجد میں قرآن پڑھنا مراد ہے) اب اللہ تعالیٰ نے آسانی فرما دی اور تہجد کی فرضیت بھی منسوخ ہوگئی اور کتنی نماز پڑھے اور کتنی دیر نماز پڑھے اس کی بھی مقدار متعین اور مقرر نہیں رکھی گئی، لہٰذا آسانی کی صورت بن گئی اس نسخ کی ایک علت تو ﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى﴾ یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے مریض بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہونگے جو تلاش معاش کے لیے زمین میں سفر کریں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔ ان حالات میں تہجد کی اور اوقات مقررہ کی پابندی مشکل تھی لہٰذا آسانی کر دی گئی۔ تہجد پڑھنا مستحب قرار دے دیا گیا اور وقت کی بھی کوئی مقدار مقرر نہیں رکھی گئی۔

علامہ قرطبی شیخ ابو نصر قشیری سے نقل کرتے ہیں کہ مشہور بات یہ ہے کہ قیام لیل کی فرضیت امت کے حق میں منسوخ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں باقی رہی اور ایک قول یہ ہے کہ اصل وجوب تو سب کے لیے باقی رہا البتہ مقدار قیام واجب نہیں رہی۔ جتنی دیر چاہیں پڑھ لیں۔ (تفسیر قرطبی صفحہ ۵۴: ج)

Marfat.com

صاحب روح المعانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المزمل کے شروع میں قیام کو فرض قرار دیا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بارہ ماہ تک سورۃ مزمل کا آخری حصہ نازل نہیں فرمایا اس کے بعد آخری حصہ نازل فرما کر تخفیف فرمادی اور قیام لیل نوافل کے حکم میں باقی رہ گیا اور ایک روایت میں ہے کہ آٹھ ماہ کے بعد تخفیف نازل ہوئی۔ (روح المعانی صفحہ ۱۸۷: ج ۲۹)

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض دو اچھا قرض) یعنی اس کی مخلوق پر خرچ کرو اور اس کی رضا کے کاموں میں مال لگاؤ۔ ہے تو مال اللہ تعالیٰ ہی کا اور مال والے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں لیکن اس نے کرم فرمایا کہ اپنے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے کا نام قرض رکھ دیا اور کرم بالائے کرم یہ ہے کہ اس پر بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمادیا سورۂ بقرہ میں فرمایا ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً﴾ (کون ہے جو اللہ کو قرض دے قرض حسن پھر وہ اس کے لیے اسے چند در چند یعنی بہت گنا کر کے اضافہ فرمادے)۔

﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا﴾ (اور جو کوئی خیر اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پالو گے وہ بہت بہتر ہوگی اور بہت بڑے ثواب کا ذریعہ ہوگی)۔

﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ﴾ (اور اللہ سے مغفرت طلب کرو) کیونکہ اعمال میں کچھ نہ کچھ کوتاہی ہوتی رہتی ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (بے شک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے)۔

تم تفسير سورة المزمل بحمد الله تعالٰى وحسن توفيقه

Marfat.com

آیاتہا ۵۶ ۷۴ سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ مَکِّیَّۃٌ ۴ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یہ سورۃ مدثر ہے جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات اور دو رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ⑦

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور بتوں سے علیحدہ رہو اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ مل جائے اور اپنے رب کے لیے صبر کیجئے۔

رسول اللہ ﷺ کو دینی دعوت کے لیے کھڑے ہو جانے کا حکم، اور بعض دیگر نصائح کا تذکرہ

لفظ مدثر اصل میں متدثر تھا اس میں بھی تفعل کی ت فا کلمہ سے بدل کر اسی میں مدغم ہوگئی، اصل مادہ دثر (د ث ر) ہے جس کا معنی کپڑا اوڑھنے کا اور کپڑے میں لپٹنے کا ہے صحیح بخاری صفحہ ۲: ج ۱ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلی مرتبہ وحی آنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غار حرا میں عبادت کے لیے متعدد راتیں گزارا کرتے تھے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جایا کرتے تھے ایک دن فرشتہ آیا اس نے کہا اقراء کہ پڑھیے (آگے آپ کی زبانی بیان کیا) میں نے کہا ما انا بقاری کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس پر فرشتے نے مجھے پکڑا اور مجھے اتنے زور سے دبایا کہ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور وہی بات کہی کہ اقراء میں نے وہی جواب دیا: ما انا بقاری پھر اس نے مجھے دوبارہ پکڑ کر اسی قدر دبایا کہ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی فرشتے نے تیسری مرتبہ پھر مجھے دبایا اور چھوڑ دیا اور فرشتہ یوں عبارت پڑھتا چلا گیا: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ ○ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○﴾ رسول اللہ ﷺ نے یہ عبارت سن لی اور اس کو دہرا لیا، اس کے بعد آپ وہاں سے اپنے گھر تشریف لے آئے اس وقت دل کانپ رہا تھا، اپنی اہلیہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے فرمایا زملونی زملونی (مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ) چنانچہ انہوں نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا، آپ تھوڑی دیر لیٹے رہے یہاں تک کہ گھبراہٹ کی کیفیت جاتی رہی اس کے بعد بہت دن تک وحی نہیں آئی۔ بعض حضرات نے کہا تین سال تک وحی رکی رہی۔ (قسطلانی)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فترۃ الوحی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے یوں نقل کیا ہے کہ میں ایک دن جا رہا تھا میں نے آسمان سے آواز سنی نظر اٹھائی تو دیکھا کہ جو فرشتے میرے پاس حراء میں آیا تھا وہی آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اسے دیکھ کر مجھ پر رعب طاری ہو گیا میں واپس ہو کر گھر پہنچا اور وہی بات کہی کہ زملونی زملونی مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ، اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○﴾ اس کے بعد مسلسل وحی آنے لگی اور آتی رہی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۳: جلد ۱)

مذکورہ بالا آیات میں رسول اللہ ﷺ کو اول تو ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ سے مخاطب فرمایا کیونکہ اس وقت آپ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے پھر حکم فرمایا کہ ﴿قُمْ﴾ (آپ کھڑے ہو جائیے) ﴿فَاَنْذِرْ﴾ (اور آپ ڈرائیے) اس میں آپ کو دعوت توحید کے کام پر مامور فرما دیا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یوں تو آپ بشیر بھی تھے اور نذیر بھی لیکن ابتدائے نبوت میں چونکہ انذار ہی غالب تھا اس لیے صرف

Marfat.com

انذار کا ذکر فرمایا یہ بطور اکتفاء ہے جس میں ایک چیز کو ذکر کیا جاتا ہے اور دوسری چیز کو چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ شے مذکور سے سمجھ میں آتی ہے۔

دوسرا حکم فرمایا ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ (اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے) یعنی اپنے رب کی عظمت اور کبریائی کا اعتقاد بھی رکھیے اور اسے بیان بھی کیجئے۔ چنانچہ اللہ کی بڑائی بیان کرنا نماز کے شروع میں بھی مشروع ہو گیا اور نماز کے انتقالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے بار بار اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (اور اپنے کپڑوں کو پاک کیجیے) اس میں ظاہری الفاظ میں تو کپڑوں کو پاک رکھنے کا حکم ہے لیکن حضرات مفسرین اور علمائے محققین نے اس سے یہ بات بھی مستنبط کی ہے کہ اپنے نفس کو اور قلب کو اخلاق رذیلہ غیر مرضیہ سے صاف اور پاک رکھیے کیونکہ جہاں کپڑوں کو غیر طاہر رکھنے کی اجازت نہ ہو گی وہاں قلب اور نفس کو پاک رکھنا کیونکر ضروری نہ ہو گا۔

مزید فرمایا ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (اور گناہوں کو چھوڑے رہو) اس میں اعضاء کی تطہیر کا حکم بھی ہو گیا کیونکہ عموماً گناہ اعضاء و جوارح سے ہوتے ہیں، بعض حضرات نے الرجز سے عبادۃ الاصنام مراد لیا ہے یعنی بتوں کی عبادت چھوڑ و رسول اللہ ﷺ نے کبھی بتوں کی عبادت نہیں کی یہ خطاب آپ کے توسط سے مشرکین مکہ کو ہے۔ صاحب روح المعانی نے (صفحہ ۱۳۶: ج ۲۹) بعض اکابر سے نقل کیا ہے کہ الرجز سے دنیا مراد ہے جو سب سے بڑا بت ہے کیونکہ بتوں کی عبادت تو مندروں میں ہوتی ہے اور دنیا کی عبادت ہر جگہ مساجد تک میں دنیا کی عبادت ہوتی ہے یعنی دنیا کے لیے جنگ کی جاتی ہے۔ دنیا کے لیے مساجد بنائی جاتی ہیں۔ دنیا کے لیے قرآن پڑھایا جاتا ہے دنیا کے لیے وعظ و تقریر کو اختیار کیا جاتا ہے جس میں اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوتی اپنی تعریف کروانا حاضرین سے پیسے لینا وغیرہ وغیرہ مقصود ہوتا ہے۔

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ یعنی کسی پر احسان کرتے ہوئے یہ نیت نہ رکھو کہ جس کو دے رہا ہوں یہ شخص مجھے اس کے بدلہ میں زیادہ دے گا، نہ زبان سے طلب کرو نہ دل میں اس کا خیال رکھو، جو دینا ہو اللہ کی رضا کے لیے دے دو۔ سورۂ دہر میں اللہ کے بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا o اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ (اور کھانا کھلاتے ہیں۔ کھانے کی محبت ہوتے ہوئے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں تم سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طلب گار نہیں ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کو کچھ دے یا مال خرچ کرے تو جس پر خرچ کیا ہے اس سے مالی فائدہ کی امید تو کیا شکریہ تک کی آرزو نہ رکھے۔

﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ (اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو) چونکہ آپ کو دعوت کا کام کرنے کا حکم ہوا اور اس میں مخاطبین سے تکلیف پہنچنا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے انذار کے حکم کے ساتھ اصطبار کا حکم بھی فرما دیا یعنی آپ دعوت توحید کے کام پر جمے رہیں اور دشمنوں سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرتے رہیں اور یہ صبر اللہ کی رضا کے لیے ہو جب اللہ کی رضا مقصود ہو گی تو صبر کرنا کچھ مشکل نہ ہو گا ثواب ملنے کی امید تکلیف کو آسان بنا دے گی۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب﴾۔

فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرْنِىْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ

Marfat.com

وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾
وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾

پھر جب صور پھونکا جائے گا سو یہ دن کافروں پر سخت ہوگا، آسان نہ ہوگا، مجھے اور اس شخص کو رہنے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے میں نے مال دیا، جو بڑھتا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ رہنے والے بیٹے دیئے اور میں نے اس کے لیے ہر طرح کا سامان مہیا کر دیا پھر وہ آرزو کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں گا ہرگز نہیں، وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے عنقریب میں اسے دوزخ کے پہاڑ پر چڑھا دوں گا بیشک اس نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی پھر اس نے دیکھا پھر منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا پھر بولا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو منقول ہوتا ہوا آ رہا ہے یہ کچھ نہیں مگر آدمی کا کلام ہے میں عنقریب اسے دوزخ میں داخل کروں گا اور اے مخاطب تجھے کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے نہ وہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی وہ بدن کی حیثیت کو بگاڑ دینے والی ہے اس پر اُنیس فرشتے مقرر ہوں گے۔

مکہ معظمہ کے بعض معاندین کی حرکتوں کا تذکرہ اور اس کے لیے عذاب کی وعید، عذاب دوزخ کیا ہے؟

معالم التنزیل صفحہ ۴۱۵: ج ۴ میں علامہ بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک دن ولید بن مغیرہ مسجد حرام میں تھا رسول اللہ ﷺ سے اس نے سورۂ غافر کی شروع کی دو آیات سنیں اور آیات سن کر متاثر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے محسوس فرما لیا کہ یہ متاثر ہو رہا ہے۔ آپ نے دوبارہ آیات کو دہرایا اس کے بعد ولید وہاں سے چلا گیا اور اپنی قوم بنی مخزوم میں جا کر کہا کہ اللہ کی قسم میں نے محمد ﷺ سے ابھی ابھی ایسا کلام سنا ہے جو نہ انسانوں کا کلام ہے نہ جنات کا اور اس میں بڑی مٹھاس ہے۔

اور وہ خود بلند ہوتا ہے دوسروں کو بلند کرنے کی ضرورت نہیں اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ ولید نے تو نیا دین قبول کر لیا اب تو سارے قریش اس نئے دین کو قبول کر لیں گے، یہ سن کر ابوجہل نے کہا کہ میں تمہاری مشکل دور کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ ولید کے پاس گیا اور اس کی بغل میں رنجیدہ ہو کر بیٹھ گیا، ولید نے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے کیا بات ہے تم غمگین نظر آ رہے ہو، ابوجہل نے کہا رنجیدہ ہونے کی بات ہی ہے قریش نے فیصلہ کیا تھا کہ تیرے لیے مال جمع کریں اور تیرے بڑھاپے میں تیری مدد کریں اب وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ تو نے محمد ﷺ کا کلام سنا ہے اور تو ان کے پاس جاتا ہے وہاں ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) بھی موجود ہوتا ہے اور تو ان لوگوں کے کھانے میں سے کھا لیتا ہے یہ بات ولید کو بڑی بری لگی اور کہنے لگا کہ قریش نے ایسا خیال کیوں کیا؟ کیا قریش کو معلوم نہیں کہ میں ان سے بڑھ کر ہوں اور محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا کبھی پیٹ بھرا بھی ہے جو ان کے پاس فاضل کھانا ہو (جس سے میں کھا لوں)۔

اس کے بعد ولید ابوجہل کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنی قوم کی مجلس میں پہنچا اور کہنے لگا کہ تم لوگ خیال کرتے ہو کہ محمد ﷺ دیوانہ آدمی ہے تو کیا تم نے کبھی دیکھا کہ وہ اپنا گلا گھونٹ رہا ہو۔ سب نے کہا نہیں، پھر کہنے لگا کہ تم لوگ خیال کرتے ہو کہ وہ کاہن ہے تو کیا تم نے کبھی انہیں کاہنوں والی بات کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ کہنے لگے نہیں! کہنے لگا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ محمد ﷺ شاعر ہے کیا تم نے کبھی کوئی شعر کہتے ہوئے سنا ہے؟ کہنے لگے نہیں، کہنے لگا تم کہتے ہو کہ وہ جھوٹا ہے کیا تم نے اس کی زندگی میں کبھی کوئی بات ایسی آزمائی ہے جس میں اس نے جھوٹ بولا ہو، سب نے کہا نہیں (ان لوگوں کی کیا مجال تھی کہ کوئی جھوٹ آپ کی طرف منسوب کرتے انہوں نے تو خود ہی آپ کو نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے امین کا لقب دے رکھا تھا)۔

قریش نے ولید سے کہا تو تو بتا پھر کیا بات ہے اس نے کہا کہ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ وہ جادوگر ہے تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس کی

Marfat.com

باتوں سے میاں بیوی اور بیٹوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے۔

روح المعانی میں یوں ہے کہ ابوجہل نے ولید سے کہا کہ تیری قوم تجھ سے راضی نہیں ہو سکتی جب تک کہ تو اس کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دے جس سے معلوم ہو جائے کہ تو اس شخص کا معتقد نہیں ہے ولید نے کہا کہ مجھے مہلت دی جائے تا کہ میں سوچ لوں پھر اس نے سوچ کر کہا کہ وہ جادوگر ہے۔

ولید بن مغیرہ مالدار بھی تھا، کھیتی باڑی، دودھ کے جانور، پھلوں کا باغ، تجارت، غلام اور باندی کا مالک ہونا، ان سب چیزوں کا مفسرین نے تذکرہ کیا ہے نیز اس کے لڑکے بھی تھے جو حاضر باش رہتے تھے ان کی تعداد دس تھی اور جب اس کے سامنے جنت کا ذکر آیا تو کہنے لگا کہ محمد ﷺ جنت کی خبر دے رہے ہیں اگر یہ سچی ہے تو سمجھ لو کہ وہ میرے لیے ہی پیدا کی گئی ہے۔

ان باتوں کو سامنے رکھ کر آیات کا ترجمہ اور تفسیر ذہن نشین فرمایئے اول تو قیامت کا تذکرہ فرمایا کہ جس دن صور پھونکا جائے گا وہ دن کافروں پر سخت ہوگا جس میں ان کے لیے ذرا آسانی نہ ہوگی، اس کے بعد ایک بڑے معاند کٹر کافر یعنی ولید بن مغیرہ کا تذکرہ فرمایا۔

﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾ (مجھے اور اس شخص کو رہنے دیجئے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے) ہم اسے سزا دے دیں گے آپ کو اس کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں اس کے پیدا کرنے میں میرا کوئی شریک نہیں اور جب اسے میں نے پیدا کیا تو وہ بالکل اکیلا تھا مال اور اولاد اس کے پاس کچھ نہیں تھا (علی ان یکون "وحیدا"۔ حالا من الفاعل او المفعول) اس کافر کے بارے میں دوسری بات یہ بتائی کہ میں نے اسے کثیر مال دیا ہے جو بڑھتا رہتا ہے (قال فی معالم التنزیل ممدوداً ای کثیراً قیل ھو ما یمد بالنماء کالزرع والضرع والتجارۃ،، اور تیسری بات یہ فرمائی کہ میں نے اس کو بیٹے دیئے ہیں جو اس کے سامنے رہتے ہیں اور چوتھی بات یہ فرمائی کہ میں نے اسے ہر طرح کا سامان مہیا کر دیا یہ (مھدت لہ تمھیداً) کا ترجمہ ہے قال فی معالم التنزیل ای بسطت لہ فی العیش وطول العمر بسطا وقال الکلبی یعنی المال بعضہ علی بعض کما یمھد الفرش۔

پھر فرمایا ﴿ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ﴾ (پھر وہ آرزو رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ مال اور اولاد دے دوں) ﴿كَلَّا﴾ (ہرگز نہیں) اسے دنیا میں مزید مال اور اولاد دینے کی بھی نفی ہوگئی اور وہ جو اس نے کہا تھا کہ اگر جنت واقعی پیدا ہوئی ہے تو مجھے ہی ملے گی اس کی بھی تردید ہوگئی۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ولید برابر مال اور اولاد کے اعتبار سے نقصان میں جاتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا، کب مرا کہاں مرا اس کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ بعض اہل سیر کا قول ہے کہ غزوۂ بدر میں مارا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے ملک حبشہ نے قتل کر دیا تھا۔ بہرصورت وہ کفر پر ہی مقتول ہوا۔

اس کے بعد فرمایا ﴿سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا﴾ (میں اسے صعود پر چڑھاؤں گا) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صعود آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر دوزخی کو ستر سال تک چڑھایا جائے گا۔ جب ایک بار چڑھایا جائے گا تو اسی طرح ستر سال تک اترتا رہے گا اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا یعنی ہمیشہ ہمیشہ چڑھنے اور اترنے میں رہے گا اس سے کبھی فارغ نہ ہوگا (اور یہ اترنا چڑھنا جبری ہوگا)۔ (رواہ الترمذی)

آگے اس بات کا ذکر ہے کہ جب ولید سے کہا گیا کہ قوم قریش تجھ سے راضی نہیں ہو سکتی جب تک تو محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دے جو قریش کے جذبات کے موافق ہو تو اس نے کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا۔ ﴿إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ﴾ (بلاشبہ اس نے سوچا کہ قرآن کے بارے میں کیا بات تجویز کروں۔ پھر سوچ کر ایک بات تجویز کی)۔ ﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ (پھر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی) ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ (پھر اس نے حاضرین کے چہروں کو دیکھا کہ جو بات اپنے نفس میں تجویز کی ہے وہ ان سے

Marfat.com

کہہ دوں) ﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾ (پھر اس نے منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا). تا کہ دیکھنے والے یوں سمجھیں کہ اسے قرآن سے واقعی بہت کراہت ہے اور اندر سے انقباض بہت زیادہ ہے۔ ﴿ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ (پھر اس نے منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا) اس میں بھی نفرت کا اظہار تھا۔

﴿فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ (پھر کہنے لگا یہ تو بس جادو ہی ہے جو منقول ہے یعنی دوسروں سے لیا گیا ہے اور یہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور نہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے بلکہ انسانوں کا کلام ہے)۔

ولید بن مغیرہ کی یہ بات نقل کر کے ارشاد فرمایا ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾ (میں اسے دوزخ میں داخل کروں گا) ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾ (اور اے مخاطب تجھے کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے) ﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ﴾ (نہ وہ باقی رہنے دے گی نہ چھوڑے گی) ﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾ (وہ بدن کی حالت کو بگاڑ کر رکھ دے گی) ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ (اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں)۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جو ان کی تعداد رکھی ہے صرف اس لیے کہ کافروں کے لیے فتنہ کا ذریعہ بنیں اور تا کہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور شک نہ کریں اہل کتاب اور اہل ایمان اور تا کہ وہ لوگ یوں کہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو لوگ کافر ہیں کہ اللہ نے اس عجیب مضمون سے کیا ارادہ فرمایا اللہ ایسے ہی گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت انسانوں کے لیے۔

دوزخ کے کارکن صرف فرشتے ہیں ان کی معینہ تعداد کافروں کے لیے فتنہ ہے، رب تعالیٰ شانہ کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب آیت بالا نازل ہوئی جس میں انیس فرشتوں کا ذکر ہے تو ابو جہل نے قریش سے کہا تمہارا ناس ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہیں تو کیا تم پہلوان ہوتے ہوئے ان سے مار کھائے جاؤ گے کیا تم میں سے ہر دس آدمی ایک فرشتے کے لیے کافی نہ ہوں گے وہیں اسید بن کلدہ بھی ایک شخص موجود تھا اس نے کہا کہ سترہ فرشتوں سے تو میں نمٹ لوں گا دس میری پیٹھ پر سات میرے پیٹ پر ہوں تو میں نمٹا دوں گا اور باقی دو سے تم نمٹ لینا، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے کہا کہ میں پل صراط پر تمہارے آگے آگے چلوں گا دس فرشتوں کو داہنے مونڈھے سے اور نو فرشتوں کو بائیں مونڈھے پر دھکیل دوں گا اور ہم پل صراط سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً﴾ نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ دوزخ کے کارکن فرشتے ہیں انسان نہیں ہیں تا کہ انسانوں پر قیاس کر کے کوئی شخص یوں نہ کہنے

Marfat.com

لگے کہ میں اتنے عدد سے نمٹ لوں گا۔ ہر فرشتے کی بہت زیادہ قوت ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک فرشتے کی قوت تمام جنات اور انسانوں کے برابر ہے۔ (الدر المنثور صفحہ ۲۸۴: ج ۶)

﴿وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (اور ہم نے کارکنان دوزخ کی جو مقدار رکھی ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ کافرین کی جانچ اور امتحان ہو وہ اس کی تکذیب کریں اور گمراہی میں پڑیں)۔ ﴿لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ (تاکہ وہ لوگ یقین کر لیں جنہیں کتب دی گئی ہے)۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے پاس جو کتابیں ہیں ان میں بھی یہ تذکرہ تھا کہ کارکنان دوزخ کی تعداد انیس ہے۔ اب جب انہوں نے اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کا یہ اعلان سنا جس میں فرشتوں کی یہی تعداد بتائی ہے تو انہیں یقین آ جائے گا کہ واقعی قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور اس طرح سے ایمان قبول کرنے کی رغبت ہوگی ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا﴾ (اور ان میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کا ایمان اور بڑھ جائے گا)۔

﴿وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (اور اہل کتاب اور مومنین شک نہ کریں) کہ کارکنان دوزخ کی تعداد انیس ہے۔ ﴿وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾ (اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور کافر لوگ یوں کہیں کہ اللہ نے اس عجیب مضمون سے کیا ارادہ کیا ہے) جن کے دلوں میں ایمان ہوتا ہے وہ اعتراض نہیں کرتے اللہ اور اس کے رسول کی جو بات سنتے ہیں فوراً مان لیتے ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (اللہ اسی طرح گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے) اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾ (اور آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے)۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ مشرکین کی اس بات کا جواب ہے کہ محمد ﷺ کے مددگار بس انیس ہی افراد ہیں، ارشاد فرمایا کہ آپ کے رب کے لشکر تو بہت زیادہ ہیں جنہیں صرف وہی جانتا ہے۔

(یہ انیس عدد تو اصل ذمہ دار ہیں اس کے خازن ہیں یعنی بڑے ذمہ دار ہیں اور ان کے اعوان و انصار بہت زیادہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو لایا جائے گا اس وقت اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی، ہر باگ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔

﴿وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ﴾ (یعنی دوزخ کا ذکر اور اس کے احوال کا بیان صرف اس لیے ہے کہ انسان نصیحت حاصل کریں اور وہاں کے عذاب سے ڈر کر ایمان لائیں)۔ لوگ ایمان تو لاتے نہیں انکار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مزید کفر میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ یہ منکرین کی بدبختی ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيْرًا
لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ
اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا
لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا
نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ

Marfat.com

عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ
شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

باتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے بلاشبہ یہ دوزخ بڑی بھاری چیزوں میں سے ایک ہے جو انسان کے لیے براڈراوا ہے تم میں سے جو شخص آگے بڑھے اس کے لیے بھی یا جو پیچھے ہٹے اس کے لیے بھی، ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ کا مرہون ہوگا سوائے اصحاب یمین کے کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے، مجرمین کے بارے میں دریافت کرتے ہوں گے تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور مشغلہ رکھنے والوں سے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے اور ہم بدلہ کے دن کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس موت آ گئی، سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کام نہ دے گی، سو انہیں کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی کرنے والے ہیں گویا کہ وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے نوشتے دے دیئے جائیں، ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے، یہ یقینی بات ہے کہ یہ قرآن نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کرلے اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور جو معاف کرتا ہے۔

دوزخیوں سے سوال کہ تمہیں دوزخ میں کس نے پہنچایا؟ پھر ان کا جواب، ان کو کسی کی شفاعت کام نہ دے گی، یہ لوگ نصیحت سے ایسے اعراض کرتے ہیں جیسے گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں

ان آیات میں اول تو یہ فرمایا ہے کہ چاند کی اور رات کی اور صبح کی قسم یہ دوزخ (جس کا اوپر سے ذکر چلا آرہا ہے) بڑی بھاری چیزوں میں سے ایک چیز ہے اس کے عذاب کو معمولی نہ سمجھا جائے اسی دنیا میں رہتے ہوئے جو اس کی خبر اللہ کی کتاب نے دی ہے یہ خبر سچی ہے اور اس کا بیان کرنا اس لیے ہے کہ انسان اس کے اخبار اور احوال سن کر خوف کھائے۔ (قال القرطبی صفحہ ۵۸: ج ۱۹) وذكر، لان معناه معنى العذاب، او اراد ذات انذار على معنى النسب كقولهم امراة طالق وطاهر وقال الخليل: النذير مصدر كالنكير ولذلك يوصف به المؤنث۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ (ہر جان اپنے عمل کی وجہ سے مرہون ہے) جیسے کوئی شخص کسی کے پاس اپنی کوئی چیز رہن رکھ دیتا ہے پھر اسے چھڑا نہیں سکتا۔ جب تک وہ مال ادا نہ کر دے جس کے عوض چیز رہن رکھی ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن ہر شخص کا عمل روکے رکھے گا یعنی حساب کتاب ہوگا اہل کفر اور اہل شرک کا جرم چونکہ سب سے بڑا ہے اس لیے اہل کفر اور اہل شرک اپنے اس جرم کی وجہ سے ہمیشہ ہی محبوس رہیں گے۔ انہیں کوئی عمل کوئی فدیہ کوئی سفارش دوزخ سے نہ چھڑا سکے گی، اب رہے وہ لوگ جو مومن تو تھے لیکن اعمال صالحہ بھی کیے اور برے اعمال کا ارتکاب بھی کر لیا تو یہ لوگ نیکیاں زیادہ ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں گے اور بہت سے لوگ شفاعتوں سے اور بہت سے لوگ حقوق العباد ادا کر کے اور بہت سے لوگ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و مغفرت کی وجہ سے چھوٹ جائیں گے جن کی نیکیوں کے اعمال نامے بھاری ہوں گے وہ لوگ نجات پائیں گے اور جن لوگوں پر دوسرے لوگوں کے حقوق تھے وہ حقوق کی وجہ سے ماخوذ ہوں گے ان کی نیکیاں اصحاب حقوق کو دے دی جائیں گی اگر حقوق ادا کرنے سے پہلے نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان پر اصحاب حقوق کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے پھر دوزخ میں داخل دیا جائے گا۔ (رواہ مسلم کما حدیث القصاص فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۳۵)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ اپنے بندوں کو جمع فرمائے گا جو

Marfat.com

ننگے بے ختنہ اور بالکل خالی ہاتھ ہوں گے پھر ایسی آواز سے ندا دیں گے جسے دور والے ایسے ہی سنیں گے جیسے قریب والے سنیں گے اور اس وقت یہ فرمائیں گے کہ میں بدلہ دینے والا ہوں، میں بادشاہ ہوں (آج) کسی دوزخی کے حق میں یہ نہ ہوگا کہ دوزخ میں چلا جائے اور کسی جنتی پر اس کا ذرا بھی کوئی حق ہو اور یہ بھی نہ ہوگا کہ کوئی جنتی جنت میں چلا جائے اور کسی دوزخی کا اس پر کوئی حق ہو جب تک کہ میں صاحب حق کو بدلہ نہ دوں حتیٰ کہ ایک چپت بھی ظلماً مار دیا تھا تو اس کا بدلہ بھی دلا دوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بدلہ کیسے دلایا جائے گا؟ حالانکہ ہم ننگے بے ختنہ اور بالکل خالی ہاتھ ہوں گے، جواباً سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔ (قال فی الترغیب صفحہ ۴۰۴: ج ۴ رواہ احمد باسناد حسن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اپنے زر خرید غلام کو ظلماً ایک کوڑا بھی مارا تھا قیامت کے روز اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اگر) والدین کا اپنی اولاد پر قرض ہوگا تو جب قیامت کا دن ہوگا وہ اپنی اولاد سے الجھ جائیں گے (کہ ہمارا قرض ادا کرو) وہ جواب دے گا کہ میں تو تمہاری اولاد ہوں (وہ اس کا کچھ اثر نہ لیں گے اور مطالبہ پورا کرنے پر اصرار کرتے رہیں گے، بلکہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش اس پر ہمارا اور بھی قرض ہوتا۔ (الترغیب والترہیب صفحہ ۴۰۵: ج ۴ از طبرانی واسنادہ ضعیف)

﴿اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ﴾ (لیکن داہنی طرف والے مرہون نہ ہوں گے یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ان حضرات کی نجات ہو جائے گی وہ اپنے اعمال کی وجہ سے محبوس نہ ہوں گے جنت میں داخل ہونے کے لیے ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی یہ وہی اصحاب یمین ہیں جن کا سورۃ الواقعہ میں ذکر ہے ﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ○ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ○﴾ (الآیات)

﴿فِيْ جَنّٰتٍ﴾ (حضرات اصحاب الیمین بہشتوں میں ہوں گے) ﴿يَتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ○﴾ یعنی کافروں کے بارے میں سوال کر رہے ہوں گے اور یہ سوال خود مجرمین سے ہوگا۔ ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ﴾ (تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا) ﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾ مجرمین جواب دیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ ﴿وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾ (اور مشغلہ رکھنے والوں کے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے) لفظ خوض کا معنی ہے کسی چیز میں گھسے چلے جانا مطلب یہ ہے کہ اہل باطل کافر اور معاند جب اسلام کی برائیاں کرنے بیٹھتے اور اسلام کی مخالفت میں دور دور کی باتیں سوچتے تو ہم بھی ان کے ساتھ لگ جاتے تھے اور ان کی باتوں میں شریک ہو جاتے تھے ہمارا جرم صرف احکام پر عمل نہ کرنے ہی کا نہ تھا بلکہ ہم کافر تھے اور کافروں کے ساتھ اسلام کی مخالفت کرنے میں مشغول رہتے تھے۔

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ﴾ (اور ہم بدلہ کے دن یعنی یوم آخرت کی تکذیب کرتے تھے اور یہ تکذیب اور انکار اخیر وقت تک رہا یہاں تک ہمیں موت آ گئی)۔

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ﴾ (سو ان لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی) کافر کے لیے کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا جو اسے دوزخ سے نکلوا دے سورۂ مومن میں فرمایا۔

﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ (ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جس کی بات مانی جائے)۔

آخرت میں ان کی یہ بدحالی ہوگی اور دنیا میں ان کا یہ حال ہے کہ نصیحت سے منہ موڑتے ہیں اعراض کر کے چلے جاتے ہیں اور اعراض بھی معمولی نہیں سخت اعراض کرتے ہیں۔

اسی کو فرمایا ﴿كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ (قرآن کی باتیں سن کر وہ اس طرح اعراض کرتے ہیں کہ گویا

Marfat.com

گدھے ہیں جو شیر سے متنفر ہو کر بھاگ رہے ہیں، قسورہ کا ترجمہ شیر کیا گیا ہے یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کما ذکر فی معالم التنزیل وفیه اقوال اخرو هذه الكلمة لا واحدلها من لفظها۔

﴿بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾ یعنی ان کو ایمان لانا نہیں ہے کفر پر جمے رہنے کے لیے ایسے مطالبات کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بس میں نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم میں سے ہر شخص کے سر کے پاس جب صبح کو سو کر اٹھیں تو ایک پرچہ ہونا چاہیے جس میں اللہ کی طرف سے یہ لکھا ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ بھی لکھا ہو کہ ان کا اتباع کرو۔ یہ ان کی جاہلانہ باتیں ہیں واضح ہونے کے بعد حق کو نہ ماننا اور حیلے بہانے تلاش کرنا مزید کفر در کفر ہے۔ (الدر المنثور صفحہ ۲۸۶ ج ۶)

﴿كَلَّا بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ (حقیقت میں بات یہ ہے کہ یہ آخرت سے نہیں ڈرتے نہ انہیں آخرت کا یقین ہے اور نہ وہاں کے عذاب کا خوف ہے اسی لیے ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ ﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (اور نہیں نصیحت حاصل کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے)۔

﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور وہی معاف کرنے والا ہے)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ ﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے لہٰذا کوئی میرے ساتھ کوئی معبود نہ ٹھہرائے سو جو شخص مجھ سے ڈرا اور میرے ساتھ کوئی معبود نہ ٹھہرایا میں اس کا اہل ہوں کہ اسے بخش دوں۔ (روح المعانی صفحہ ۱۵۴: ج ۲۹ وعزاہ الی احمد والترمذی والحاکم)

احیانا الله تعالٰی علی توحیده واماتنا علیه وهذا آخر تفسیر سورة المدثر والحمد لله علی التمام وحسن الختام والصلوٰة والسلام علی نبیه خیر الانام وعلی اله وصحبه البررة الکرام

Marfat.com

ایاتہا ۴۰ ﴿۷۵﴾ سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۳۱ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ القیامہ مکہ میں نازل ہوئی جس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ ﴿۱﴾ وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ
عِظَامَهٗ ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿۵﴾ یَسْـَٔلُ
اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ﴿۹﴾ یَقُوْلُ
الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ اِلْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ
یَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۵﴾

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے، کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے ہم ضرور جمع کریں گے، ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک درست کر دیں، بلکہ آدمی یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فجور کرتا رہے، پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا سو جس وقت آنکھیں حیران رہ جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند ایک حالت میں ہو جائیں گے اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں، ہرگز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں، اس دن صرف تیرے رب ہی کے پاس ٹھکانا ہے، اس دن انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلایا جائے گا بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا، گو حیلے بہانے پیش کرے گا۔

انسان قیامت کا انکار کرتا ہے تا کہ فسق و فجور میں لگا رہے، اسے اپنے اعمال کی خبر ہے اگرچہ بہانہ بازی کرے، قیامت کے دن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی

یہاں سے سورۃ القیامہ شروع ہو رہی ہے اس میں قیامت کے احوال بیان فرمائے ہیں اور انسان کی موت کے وقت کی حالت بتائی ہے اور انسانوں کو آخرت کے لیے فکر مند ہونے کی تنبیہ فرمائی ہے۔

مشرکین وقوع قیامت کا انکار کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ مردہ ہڈیوں میں جان کیسے پڑے گی؟ اور ہڈیاں کیسے جمع کی جائیں گی اسی طرح ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ عدی بن ربیعہ ایک آدمی تھا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد مجھے بتا دیجئے قیامت کب ہوگی کیسے ہوگی کیا کیا احوال گزریں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے قیامت کا حال بتا دیا وہ سن کر کہنے لگا کہ اگر میں اس دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تب بھی تمہاری تصدیق نہ کروں گا اور تم پر ایمان نہ لاؤں گا مگر اس صورت میں کہ اللہ ہڈیوں کو جمع فرما دے اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ابوجہل نے انکار کے طور پر یوں کہا تھا کہ کیا محمد یہ خیال کرتے ہیں کہ ہڈیاں جب گل جائیں گی تو اللہ تعالیٰ ان کو جمع فرما دے گا؟ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کی تردید فرمائی اور قیامت کے دن کی اور ایسے نفس کی قسم کھائی جو اپنے اوپر ملامت کرے یعنی گناہ ہو جانے پر نادم ہو اور نیکی کر کے بھی اپنے نفس پر ملامت کرے کہ اس میں اخلاص کی یا فلاں فلاں آداب کی کمی رہ گئی، جواب قسم

Marfat.com

لتبعثن محذوف ہے یعنی قیامت کے دن کی اور نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہوں کہ تم قیامت کے دن ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے۔

﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾ (کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہرگز ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کریں گے)۔

﴿بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ﴾ (ہاں ہم اس پر ضرور قادر ہیں کہ ہم انسان کی انگلیوں کے پوروں تک کو درست کر دیں)۔ یعنی نہ صرف یہ کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع کر سکتے ہیں بلکہ اس کی جسمانی ساخت کو دوبارہ پاؤں سے لے کر سر تک اسی طرح بنا سکتے ہیں جیسا کہ وہ موت سے پہلے تھا انگلیوں کے پورے جو جسم میں چھوٹی چیزیں ہیں ان کو بھی حسب سابق ان کی جگہ لا سکتے ہیں۔

قال البغوی فی معالم التنزیل صفحہ ۴۲۱: وقال الزجاج و ابن قتیبة: معناه ظن الکافر انا لانقدر علی جمع عظامه بلی نقدر علی ان بغیر اسلامیات علی صغرها فنؤلف بینها حتی نسوی البنان فمن قدر علی جمع صغار العظام فهو علی جمع کبارها اقدر۔

﴿بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ﴾ (بلکہ انسان یوں چاہتا ہے کہ قیامت کی بات سن کر تسلیم نہ کرے اور آئندہ آنے والی زندگی میں فسق و فجور کرتا رہے وہ قیامت کا دن واقع ہونے کا منکر ہے اور بطور انکار یوں پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا) یہ انسان کی بیوقوفی ہے کہ فسق و فجور میں جو ذرا سا مزا ہے اس کی وجہ سے قیامت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے قیامت کو مانا تو اس کے لیے تیاری کرنی ہی پڑے گی۔ گناہوں کو چھوڑنا ہوگا۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ خالق اور مالک نے جو چیز مقدر اور مقرر فرما دی ہے اور فیصلہ فرما دیا ہے اس کا واقع ہونا ضروری ہے نہ ماننے سے اور انکار کرنے سے فیصلہ شدہ واقع ہونے والی چیز ٹل نہ جائے گی آنے والی آکر رہے گی۔

﴿فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ (سو جس وقت آنکھیں حیران رہ جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند ایک حالت کے ہو جائیں گے)۔ ﴿یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ﴾ (اس دن انسان کہے گا کہاں ہے بھاگنے کی جگہ) یعنی میں کہاں بھاگوں اور کیا کروں ﴿کلا لاوزر﴾ (اللہ پاک کی طرف سے جواب ملے گا کہ ہرگز بھی کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے) ﴿اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَئِذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ﴾ (آج کے دن تیرے رب ہی کے پاس ٹھکانا ہے) نہ بھاگنے کی جگہ ہے نہ بھاگنا فائدہ دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے اسی میں رہنا ہوگا اسی کے فیصلے نافذ ہوں گے۔

قولہ تعالیٰ: وجمع الشمس والقمر ای جمع بینهما فی ذهاب ضوء هما فلاضوء للشمس کما لاضوء للقمر بعد خسوفه قاله الفراء والزجاج وقال ابو عبیدة هو علی تغلیب المذکر وقال المبرد التانیث غیر حقیقی۔

﴿یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ (اس روز انسان کو سب کچھ اگلا پچھلا جتلا دیا جائے گا) دنیا میں جو بھی اعمال کیے تھے پہلے کیے ہوں یا بعد میں سب اس کے سامنے کر دیئے جائیں گے اور اعمال نامے سب کچھ بتا دیں گے۔

﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ﴾ (بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب جاننے والا ہے) دنیا میں بھی جانتا ہے اور وہاں بھی جانتا ہوگا کہ میں کیا کیا کر کے آیا ہوں۔ (اپنے اعمال خود بھی یاد ہوں گے اور اعضا بھی گواہی دے دیں گے)۔

قالوا فی معنی ''بصیرہ'' حجة بینة واضحة علی نفسه شاهدة بما صدر عنه من الاعمال السیئة۔ (ذکر صاحب الروح) وفی احکام القرآن للقرطبی قال ابن عباس بصیرة ای شاهدٌ وهو شهود جوارحه علیه وناس یقولون هذه الهاء فی قوله بصیرة هی التی یسمیها اهل الاعراب هاء المبالغة کالهاء فی قولهم داهیة وعلامة وراویه۔

﴿وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ﴾ (اگرچہ حیلے بہانے پیش کرے) یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جب معاذیر اعذار کے معنی میں ہو اور یہ معنی ﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ کے موافق ہے اور بعض حضرات نے معاذیر کا معنی مستور جمع ستر بمعنی پردہ کیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان اگرچہ پردہ کے پیچھے کوئی عمل کرے اور یوں سمجھے کہ کسی نے دیکھا ہی نہیں جو میرے عمل کی گواہی دے تو یہ اس کی

Marfat.com

بیوقوفی ہے اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ خود اپنے عمل کا گواہ بنے گا اور اس کا اقراری ہوگا۔

قال صاحب الروح قال السدی والضحاك المعاذیر الستور بلغة الیمن واحدھا معذار وحکی خلف عن الزجاج ای ولو ارخی ستورہ والمعنی ان احتجابه فی الدنیا والاستتارۃ لا یغنی عنه شیئا لان علیه من نفسه بصیرۃ وفیه تلویح الی معنی قوله تعالٰی وما کنتم تستترون ان یشهد علیکم الایة (انتهی)

وقال البغوی واهل الیمن یسمون الستر معذاراً وجمعه معاذیر ومعناه علی هذا القول: وان اسبل الستر لیخفی ما کان یعمل فان نفسه شاهدۃ علیه ومعاذیرہ ان کان جمع معذرۃ بمعنی الستر فلا اشکال فی الجمع لان المفعال یجمع علی مفاعیل کالمصباح وان کان جمع معذرۃ بمعنی العذر فهو جمع علی خلاف القیاس والقیاس معاذر مغیریاء وقال صاحب القرائد یمکن ان یقال الاصل فیه معاذر فحصلت الیاء من اشباع الکسرۃ ذکرہ صاحب الروح ولم یرض بقول صاحب۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾

آپ قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں تا کہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں، بیشک ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھوا دینا سو جب ہم اس کو پڑھیں سو آپ اس کے پڑھنے میں تابع ہو جایا کریں پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے مشفقانہ خطاب، آپ فرشتہ سے قرآن کو خوب اچھی طرح سن لیں پھر دہرائیں، ہم آپ سے قرآن پڑھوائیں گے اور بیان کروائیں گے

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مشفقانہ خطاب فرمایا ہے جیسا کہ دوسرے خطابات بھی اسی طرح کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا شان نزول یوں بیان فرمایا کہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو رسول اللہ ﷺ مشقت برداشت کرتے تھے اور اپنے دونوں ہونٹوں کو ہلاتے تھے (تاکہ جو کچھ نازل ہو رہا ہے وہ فوراً یاد ہو جائے)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ جلدی نہ کریں ہم اسے آپ کے سینہ میں جمع کر دیں گے اور آپ سے پڑھوا دیں گے۔

﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ (پھر جب ہم قران کو پڑھیں یعنی ہمارا فرشتہ وحی لے کر آئے اور آپ کو سنائے تو آپ سنتے رہیں اس کے بعد آپ پڑھیں)۔

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ (پھر بیشک ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے) یعنی ہم آپ سے قرآن پڑھوائیں گے اور آپ کی زبان پر جاری کر دیں گے آپ لوگوں کو سنائیں گے اور پہنچائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ اس کے بعد یہ ہوتا تھا کہ جب جبرائیل علیہ السلام تشریف لاتے تھے تو آپ متوجہ ہو کر سنتے تھے پھر جب حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے جاتے تھے تو آپ اسی طرح دہرا لیتے تھے جیسے جبرائیل علیہ السلام نے پڑھا تھا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۳: ج ۱، اور صفحہ ۷۳۳: ج ۲)

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَ

Marfat.com

قِيۡلَ مَنۡ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الۡفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوۡمَئِذِ الۡمَسَاقُ ﴿۳۰﴾

ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اور بہت سے چہرے اس دن بدرونق ہوں گے خیال کر رہے ہوں گے کہ ہمارے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا واقعی بات ہے کہ جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے اور کہا جائے کہ کون ہے دم کرنے والا اور وہ یقین کر لے بلاشبہ یہ جدائی کا وقت ہے اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے اس روز تیرے رب کی طرف چلنا ہے۔

قیامت کے دن کچھ چہرے تروتازہ اور کچھ بدرونق ہوں گے، موت کے وقت انسان کی پریشانی

نزول قرآن کے وقت جو رسول اللہ ﷺ کو یاد کرنے میں تکلیف ہوتی تھی اس کے بارے میں آپ کو تسلی دی کہ آپ مشقت میں نہ پڑیں آپ پہلے سن لیں پھر یاد کریں ہم آپ کو یاد کرا دیں گے اور اس کے احکام بھی آپ سے بیان کروا دیں گے یہ مضمون بیان فرما کر پھر قیامت سے متعلق مضمون شروع فرما دیا اور فرمایا کلا بیشک بات یہ ہے کہ مکذبین اور معاندین قرآن پر ایمان نہیں لاتے یہ ان کی گمراہی ہے ان کے نہ ماننے سے قیامت ٹلنے والی نہیں ہے، جیسا وہ غلط خیال کرتے ہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا پھر ان کی گمراہی کا سبب بتایا۔

﴿بَلۡ تُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ﴾ (اے منکرو! تم ایمان نہیں لاتے جو آخرت کا فکر مند بناتا ہے اور وہاں بلند درجات نصیب ہونے کا ذریعہ ہے بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑے ہوئے ہو یہ دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت تمہیں ایمان نہیں لانے دیتی۔

اس کے بعد اہل ایمان کی خوشی اور اہل کفر کی بدحالی بیان فرمائی۔ ارشاد فرمایا ﴿وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ (اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے) یعنی خوش و خرم ہوں گے ان کے چہروں کی خوبی اور چمک دمک دیکھنے والوں کو بتا رہی ہوگی کہ یہ لوگ بڑے خوش ہیں ان کو کوئی فکر نہیں پوری طرح ہشاش بشاش ہیں۔ کما قال تعالیٰ: ﴿تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ﴾
ان میں بہت سے اشخاص رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی خدمت کر کے دعا لینے والے بھی ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نضر الله امرءا سمع مناشيئا فبلغه كما سمعه فرب مبلغ اوعیٰ من سامع (اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر اس نے اسی طرح دوسروں کو پہنچا دی جیسے سنی تھی کیونکہ بہت سے افراد جن کو بات پہنچائی گئی اس سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں جس نے خود سنی تھی)۔

﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ یہ چہرے جو تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے جنت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا دیدار ہوگا جیسا کہ آیت شریف سے ظاہر ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ادنیٰ درجہ والا جنتی وہ ہوگا جو اپنے باغوں اور بیویوں اور نعمتوں اور خادموں اور تختوں کو ہزار سال کی مسافت کے اندر دیکھے گا (یعنی اس کی نعمتیں اتنی دور تک پھیلی ہوئی ہوں گی کہ کوئی شخص اول سے آخر تک ان کے پاس سے گزرنا چاہے تو ہزار سال میں چل کر پہنچے) اور ان میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہوگا جو صبح شام اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے (مذکورہ بالا آیتوں) ﴿وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ (رواہ الترمذی واحمد کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۵۰۱)

پھر فرمایا ﴿وَوُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنۡ يُّفۡعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ (اور کچھ چہرے اس دن بدرونق ہوں گے اور وہ خیال کر رہے ہوں

Marfat.com

گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا) یعنی یہ سمجھ لیں گے کہ دنیا میں جو نافرمانی کی زندگی گزاری ہے اس کی سزا ملنے والی ہے اس سزا کو فاقرۃ سے تعبیر فرمایا، ریڑھ کی ہڈی کو فقار کہا جاتا ہے یہ لفظ اسی سے ماخوذ ہے۔ قال صاحب الروح ای داهية عظيمة تفصم فقار الظهر من فقره اصابه فقاره۔

کلا یہ بات ہرگز ٹھیک نہیں ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے رہو، بلکہ موت کے وقت کے لیے اور موت کے بعد کے حالات کے لیے فکرمند رہنا ضروری ہے۔ یہ دنیا بہرحال چھوٹ جانے والی ہے۔ ﴿اذا بلغت التراقي﴾ جب ہنسلیوں تک پہنچ جائے (یعنی روح نکلنے لگے) ﴿وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ﴾ (اور یوں کہا جائے کہ جھاڑ پھونک کرنے والا کون ہے یعنی پاس کے بیٹھنے والے تیمار دار عزیز قریبی سوچنے لگیں کہ کوئی علاج کرنے والا ہے)۔ ﴿وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾ (اور یہ یقین کرلے گا کہ اب جدائی ہے) یعنی جس کی روح ہنسلیوں تک پہنچی اس کے تیمار دار تو معالج کی تلاش میں لگ جاتے ہیں اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ اب میرا چل چلاؤ ہے روح جسم سے جدا ہو رہی ہے۔ ﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ (اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے) جیسا کہ بعض مرنے والوں کا سکرات موت کے وقت ایسا حال بن جاتا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے پنڈلی کا لپٹنا ہی مراد نہیں بلکہ نزع کے احوال اور سکرات مراد ہیں چونکہ سب سے پہلے پنڈلیوں سے روح نکلتی ہے اور یہ دونوں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں اور خشک ہو جاتی ہیں اسی لیے ان کا تذکرہ فرمایا ﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ﴾ (اس دن تیرے رب کی طرف چلا جانا ہے)۔ یعنی جس وقت مذکورہ بالا حالات انسان پر گزرتے ہیں اس وقت دنیا اور اہل دنیا سے کٹ کر انسان اپنے رب کی طرف چل دیتا ہے یعنی کوئی معاون و مددگار نہیں رہتا اللہ تعالیٰ ہی کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں جنت ملتی ہے یا دوزخ میں جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کا فیصلہ فرما دے گا۔

قال صاحب الروح وتقديم الخبر للحصر والكلام على تقدير مضافٍ هو حكم وقيل هو موعدٌ والمراد به الجنة او النار والمساق مصدر ميميٌّ كالمقال قوله تعالٰى التراقي اى أعالي الصدور هي العظام المكتنفة صغرة النحر عن يمين وشمال جمع ترقوة (من روح المعاني)۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝۳۱ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۳۲ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝۳۳ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝۳۴ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝۳۵ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝۳۶ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝۳۷ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝۳۸ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝۳۹ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۝۴۰

سو اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی اور لیکن جھٹلایا اور منہ موڑا پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا تیرے لیے کمبختی ہے پھر کمبختی ہے پھر تیرے لیے کمبختی ہے پھر کمبختی ہے، کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ منی کا نطفہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا پھر وہ خون کا لوتھڑا تھا، سو اللہ تعالیٰ نے اسے بنا دیا اور پھر اس کے اعضاء درست کر دیئے پھر اس کی دو قسمیں بنا دیں ایک مرد اور ایک عورت کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

انسان کی تکذیب کا حال اور اکڑفوں، کیا اسے پتہ نہیں کہ نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے، جس کی یہ تخلیق ہے کیا اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ فرما دے

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾ کی ضمیر ابوجہل کی طرف راجع ہے (اور اگر کافروں کا ہر سرغنہ مراد لیا

Marfat.com

جائے تو اس میں بھی کوئی بعد نہیں ہے کیونکہ کفر کے سردار اور چودھری اسی مزاج کے ہوتے ہیں جس کا یہاں تذکرہ فرمایا ہے) ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی﴾ (سو اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی)۔ ﴿وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾ اور لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ ﴿ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰی﴾ پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا۔

جن کا متکبرانہ انداز ہوتا ہے ان کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ اپنی چال ڈھال سے تکبر ظاہر کرتے ہیں اکڑتے مکڑتے اتراتے ہوئے چلتے ہیں جب کسی نے کوئی حق بات کہی اور حق کی دعوت دی تو اسے ٹھکرا کر منہ موڑ کر متکبرانہ چال سے گزر جاتے ہیں اور جب مجلس سے اٹھ کر گھر میں جانے لگیں تو ان کی متکبرانہ رفتار کا پوری طرح مظاہرہ ہو جاتا ہے۔

﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى﴾ (تیرے لیے کمبختی ہے پھر کمبختی ہے پھر تیرے لیے کمبختی ہے پھر کمبختی ہے) یہ جھٹلانے والے اور منہ موڑنے والے کے لیے وعید ہے اور وعید پر وعید ہے اور مطلب یہ ہے کہ تو نجات پانے والا نہیں ہے عذاب میں مبتلا ہوگا تو عذاب کا مستحق ہے اور عذاب تیرے حال سے قریب تر ہے، لفظ اولی ولی سے مشتق ہے جس کا معنی قرب اور نزدیکی کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تو عذاب کا مستحق ہے اور عنقریب ہی تیری کمبختی آنے والی ہے۔ حضرت قتادہ سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سنگریزوں والی زمین میں ابوجہل کے کپڑے پکڑے اور اسے آیت کریمہ ﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى﴾ سنا دی۔ ابوجہل نے کہا کہ اچھا تم مجھے دھمکی دیتے ہو، تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں کر سکتے۔ مکہ کے پہاڑوں کے درمیان جو لوگ چلتے پھرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ معزز ہوں پھر غزوۂ بدر کے موقع پر وہ بری طرح مقتول ہوا۔

قال صاحب الروح اولٰى لك فاولٰى من الولي بمعنى القرب فهو للتفضيل فى الاصل وغلب فى قرب الهلاك ودعا السوء كانه قيل هلاكاً اولٰى لك بمعنى اهلك الله تعالٰى هلاكاً اقرب لك من كل شر و هلاك وعن ابى على ان اولى لك علم للويل مبنى على زنة افعل من لفظ الويل على القلب واصله اويل الى اخر ما قال صاحب الروح (صفحہ ۱۷۰: جلد ۲۹)

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ (کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا)۔

قرآن مجید کے مخاطبین ایمان لانے کو تیار نہ تھے اور جب انہیں قیامت اور وہاں کے حساب کتاب اور جنت اور جہنم کے داخلے کی باتیں بتائی جاتی تھیں تو ان سب کو جھٹلا دیتے تھے اور یوں سمجھتے تھے کہ دنیا میں رہیں گے مزے اڑاتے رہیں گے۔

دنیا میں آئے، وقت پورا کیا، چلے گئے، موت کے بعد پوچھ گچھ جزا سزا کچھ نہیں ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کیا انسان یوں سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ یہ استفہام انکاری ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کا اپنے بارے میں یہ سوچ لینا کہ میں یوں ہی بلا حساب کتاب چھوڑ دیا جاؤں گا غلط ہے۔

﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى﴾ (کیا وہ منی کا نطفہ نہیں تھا جسے ٹپکایا گیا)۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى﴾ (پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے اعضاء درست کر دیئے)۔

﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ (پھر اس نے اس کی دو قسمیں بنا دیں ایک مرد ایک عورت)۔

﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى﴾ (ان تصرفات اور تخلیقات والا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ مُردوں کو زندہ فرما دے)

انسان جو قیامت کا منکر ہے انکار کرتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ بھلا مر کر بھی زندہ ہوں گے، اس کے جواب میں فرما دیا کہ دیکھ تو منی کا ایک قطرہ تھا وہ تیرے ماں کے رحم میں ڈالا گیا پھر وہ جما ہوا خون بن گیا پھر اللہ نے اس کا با قاعدہ جسم بنا دیا یعنی اس لوتھڑے میں اعضاء پیدا فرما دیئے اور پھر اس کی دو قسمیں بنا دیں ایک نر اور ایک مادہ۔ یہ سب باتیں تو جانتا ہے اور مانتا ہے جس ذات پاک نے اتنے تصرفات فرمائے اور قطرہ منی سے بہت سارے مرد و عورت بنا دیئے تو کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ اس کے لیے ابتداً پیدا

Marfat.com

فرمانا اور دوبارہ پیدا فرمانا دونوں برابر ہیں، انسان کی عقل اور قیاس میں ہدایت کے ساتھ یہ بات آجاتی ہے کہ دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت پہلی بات کے آسان ہونا چاہیے لیکن انسان پھر بھی معاد کا یعنی دوبارہ پیدا ہونے کا منکر ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھے اور ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾ پر پہنچے تو اس کے بعد یوں کہے ﴿بلی وانا علی ذلك من الشاهدين﴾ (ہاں وہ احکم الحاکمین ہے اور میں اس پر گواہ ہوں) اور جو شخص سورۃ ﴿لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ پڑھے اور ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى﴾ پر پہنچے تو بَلٰی کہے (یعنی یوں کہے کہ ہاں میں یہ مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے) اور جو شخص سورۃ والمرسلت پڑھے اور ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ پر پہنچے تو یوں کہے امنا باللّٰہِ (کہ ہم اللہ پر ایمان لائے)۔ (رواہ ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۸۱)

وهذا آخر تفسير سورة القيامه والحمد لله اولا و آخرا وباطنا وظاهرا

Marfat.com

آیاتھا ۳۱ ۷۶ سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ ۹۸ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الدہر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی، اس میں اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③

بے شک انسان پر ایک ایسا وقت آ چکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں سو ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنا دیا، ہم نے اس کو راستہ دکھایا تو وہ شکر گزار ہو گیا یا ناشکرا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا اور اسے دیکھنے والا سننے والا بنایا اسے صحیح راستہ بتایا، انسانوں میں شاکر بھی ہیں کافر بھی ہیں

یہاں سے سورۃ الدہر شروع ہو رہی ہے جس کا دوسرا نام سورۃ الانسان بھی ہے اس کے پہلے رکوع میں انسان کی ابتدائی آفرینش بتائی ہے اس کے بعد انسان کی دو قسمیں بتائیں ایک شکر گزار اور ایک ناشکرا اس کے بعد ناشکروں کا عذاب اور شکر گزاروں کے انعامات بیان فرمائے ہیں۔ دوسرے رکوع میں رسول اللہ ﷺ کو صبر کرنے اور ذکر کرنے اور راتوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور دنیا داروں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑا دن چھوڑ رکھا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ بالکل ہی قابل ذکر کوئی چیز نہ تھا نہ اس کا کوئی تذکرہ کرتا تھا نہ اس کا کچھ نام تھا نہ اس کی کچھ حیثیت تھی، مطلب یہ ہے کہ یہ انسان جو دنیا میں نظر آ رہے ہیں ان میں بڑے بھی ہیں چھوٹے بھی ہیں متکبر بھی ہیں اکڑفوں دکھانے والے بھی ہیں ان میں سے ہر شخص پر ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی چیز بھی نہ تھا جو قابل ذکر ہو بلکہ نطفہ منی تھا اور اس سے پہلے غذا تھا اور یہ غذا مٹی سے نکلی تھی، ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا یعنی مرد اور عورت دونوں کے مخلوط مادہ منویہ سے رحم مادر میں اس کی ابتداء کی پھر وہ ایک عرصے تک نطفہ رہا پھر علق یعنی خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر اس کے اعضاء بنا دیئے پھر اس میں جان ڈال دی اس کے بعد رحم مادر سے باہر آ گیا یہ اس کا باہر آنا پلنا بڑھنا بے حکمت نہیں ہے انسان یوں نہ سمجھے کہ میں یوں ہی چھوڑ دیا جاؤں گا۔ (کما مر فی السورۃ السابقۃ) بلکہ اس کی یہ تخلیق ابتلاء اور امتحان اور آزمائش کے لیے ہے اسے بہت سے کاموں کا مکلف کیا گیا ہے۔ سورۂ ملک میں فرمایا ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے اعمال والا کون ہے)۔

اور انسان کو صرف حیات دے کر آزمائش میں نہیں ڈالا بلکہ اس کو عقل و فہم و سمع و بصر کا عطیہ دیا ہے وہ سمجھتا ہے دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور ہدایت کو اس کی عقل و فہم پر نہیں رکھا بلکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے واسطے سے حق راہ بتائی چاہیے تو یہ تھا کہ تمام انسان اپنے خالق کو پہچانتے، مخلوق کو دیکھ کر خالق کی معرفت حاصل کرتے اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے جو دین پیش کیا اسے قبول کرتے اور اللہ کے شکر گزار بندے بنتے لیکن انسانوں کی دو قسمیں ہو گئیں ان میں سے بعض شکر گزار بنے اور بعض ناشکرے بن گئے، مومن بندے شکر گزار ہیں اور غیر مومن یعنی کافر ناشکرے ہیں جنہوں نے عقل اور سمع و بصر سے فائدہ نہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

نعمتوں کی ناشکری کر کے کفر اختیار کرلیا۔

(قال صاحب الروح وحاصله دللنا على الهداية والاسلام فمنهم مهتد مسلم ومنهم ضال كافر) قوله تعالىٰ: هل اتى قيل هل بمعنى قدو قيل اصله اهل على ان الاستفهام للتقرير اى الحمل على الاقرار بما دخلت عليه۔

وقوله: امشاج، جمع مشجٍ بفتحتين او بفتح فكسر او جمع مشيج جمع خلطٍ بمعنى مختلف ممتزج يقال مشجت الشي اذ خلطته ومزجته فهو مشيج وممشوج وهو صفة لنطفة ووصف بالجمع وهى مفردة لان المرادبها مجموع ماء الرجل والمراة۔

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِينَ سَلٰسِلَا۟ وَأَغْلٰلًا وَسَعِيرًا ﴿٤﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ
مِزَاجُهَا كَافُورًا ﴿٥﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ﴿٦﴾ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ
وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا
وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا
يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١١﴾ وَجَزٰىهُم بِمَا
صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ﴿١٣﴾
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِـَٔانِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ
كَانَتْ قَوَارِيرَا۠ ﴿١٥﴾ قَوَارِيرَا۟ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا
زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدٰنٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ
حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ
سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوٓا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾ إِنَّ هٰذَا
كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾

بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے جس کو وہ بہا کر لے جائیں گے، وہ لوگ نذر کو پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی، اور کھانا کھلاتے ہیں، اللہ کی محبت کی وجہ سے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو، ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے، بیشک ہم اپنے رب کی طرف سے ایک ایسے سخت دن کا اندیشہ رکھتے ہیں جو بہت ہی تلخ ہوگا، سو اللہ انہیں اس دن کی سختی سے محفوظ فرمائے گا اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا اور انہوں نے صبر کیا اس کے بدلہ میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا، وہ اس میں مسہریوں پر تکیے لگائے ہوں گے، نہ وہاں دھوپ محسوس کریں گے اور نہ ٹھنڈک اور ان پر اس کے سائے قریب ہوں گے اور اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں

Marfat.com

گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے، وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا، اور اس میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے جس کا نام سلسبیل ہوگا اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اے مخاطب اگر تو انہیں دیکھے تو یوں سمجھے وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے گی ان پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں شراب طہور پلائے گا بلاشبہ یہ تمہاری جزا ہے اور تمہاری کوشش کی قدر دانی کی گئی ہے۔

کافروں کے عذاب اور اہل ایمان کے ماکولات، مشروبات اور ملبوسات کا تذکرہ

یہ انیس آیات ہیں ان میں سے پہلی آیت میں کافروں کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے زنجیریں ہیں اور طوق ہیں اور دہکتی ہوئی آگ ہے۔ قرآن مجید کی دیگر آیات میں بھی ان چیزوں کا ذکر ہے۔ دیکھو سورۂ یٰسین رکوع نمبر ا اور سورۃ الحاقۃ رکوع نمبر ا، اس کے بعد کی آیت میں نیک بندوں کی صفات بیان فرمائی ہیں اور ان کی ماکولات اور مشروبات اور مرغوبات اور ظروف کا تذکرہ فرمایا ہے یہ چیزیں انہیں ایمان اور اعمال صالحہ کے بدلہ میں بطور انعام دی جائیں گی۔

ارشاد فرمایا کہ نیک بندے ایسے جام سے شراب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی اور چند سطر کے بعد فرمایا ان حضرات کو ایسا جام پلایا جائے گا جس کی شراب میں زنجبیل یعنی سونٹھ کی آمیزش ہوگی یہ کافور اور زنجبیل وہاں کا ہوگا اور اس کا کیف اور لذت بھی بے مثال ہوگی جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن میں جنت کی چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے یہ سب (سمجھانے کے لیے) نام کی حد تک ہے۔ وہاں کی چیزوں میں سے دنیا میں کوئی چیز بھی نہیں ہے۔

﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾ لفظ عیناً کیوں منصوب ہے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں لفظ اعنی محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات جو جام پئیں گے وہ ایک ایسے چشمہ سے بھرا جائے گا جسے وہ لوگ بہا کر لے جائیں گے یعنی وہ چشمہ ان کی مرضی کے مطابق بہتا ہوگا اپنے منزلوں اور محلات میں جیسے چاہیں گے جہاں چاہیں گے اسے جاری کرلیں گے۔

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾ دنیا میں وہ لوگ اپنی نذر پوری کرتے ہیں نذر کا معنی تو معروف ہی ہے مطلب یہ ہے کہ جب یہ حضرات کسی نیک کام کی نذر مان لیتے ہیں تو اسے پوری کر لیتے ہیں، جب کوئی شخص کسی کام کی نذر مان لے تو اس کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا ﴿وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾ نذر نہ مانے تو کوئی گناہ نہیں لیکن اگر نذر مان لے (اور گناہ کی نذر نہ ہو) تو اس کا پورا کرنا واجب ہے اگر گناہ کی نذر مان لے تو اسے پوری نہ کرے بلکہ اس کا وہی کفارہ دے دے جو قسم کا کفارا ہے۔ احادیث شریفہ میں نذر کے بارے میں یہ ہدایات وارد ہوئی ہیں۔ (دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۹۷)

﴿وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾ یہ بھی نیک بندوں کی صفت ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ اللہ کے نیک بندے قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی، سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے ستارے جھڑ جائیں گے آسمان پھٹ پڑیں گے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے لوگ قبروں سے گھبرائے ہوئے اٹھیں گے، حساب ہوگا، پیشیاں ہوں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن رونے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کیوں روتی ہو؟ عرض کیا مجھے دوزخ یاد آ گئی اس کی وجہ سے رو رہی ہوں۔ یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد فرمائیں گے آپ نے فرمایا تین مواقع میں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔

(۱) ایک تو اعمال کے وزن کیے جانے کے وقت جب تک یہ نہ جان لے کہ اس کی تول ہلکی ہوتی ہے یا بھاری۔

(۲) جب اعمالنامے تقسیم کیے جانے لگیں جب تک یہ نہ جان لے کہ اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے یا بائیں ہاتھ میں

Marfat.com

پشت کے پیچھے سے۔

(۳) جب دوزخ کی پشت پر پل صراط رکھ دی جائے گی۔ (رواہ ابو داؤد صفحہ ۲۹۸ ص ج ۲)

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾

یہ نیک بندوں کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی محبت کی وجہ سے اس کی مخلوق پر مال خرچ کرتے ہیں مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اس میں جو لفظ اسیر آیا ہے یعنی قیدی اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مسلمان قیدی مراد ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ہر قیدی کو عام ہے کافر مشرک قید میں ہو اس کو بھی کھانا کھلانا ثواب ہے خصوصاً جب کسی کو ظلماً قید کر لیا گیا ہو، پھر جب کسی کو قتل کرنا نہیں ہے اور جیل میں رکھنا ہے تو ظاہر ہے کہ اسے کھانا دینا ہی ہوگا کیونکہ وہ مجبور ہے۔

نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے مزید فرمایا ﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾

یہ حضرات جو ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں کوئی احسان نہیں دھرتے اور انہیں بتا دیتے ہیں کہ آپ لوگ بے تکلف کھائیں ہماری طرف سے نہ کسی عوض کا مطالبہ ہے اور نہ کسی شکریہ کا ہمیں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید ہے ہم صرف اسی کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی مخلوق میں سے جب کسی پر خرچ کیا جائے تو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہونی چاہیے نام آوری مقصود ہو نہ کسی عوض کی طلب ہو۔ حد یہ ہے کہ دل میں یہ بھی نہ ہو کہ جس پر خرچ کیا ہے وہ مرا شکریہ ادا کرے، جاہ اور مال ذرا سی بھی طلب ہوگی تو اخلاص میں فرق آ جائے گا۔

بہت سے لوگ کسی ضرورت مند پر خاص کر اپنے عزیزوں پر مال خرچ کر دیتے ہیں پھر کسی موقع پر احسان جتا دیتے ہیں اور یوں کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے وہ تو ایسا نکلا کہ اس نے چھوٹے منہ سے جزاک اللہ بھی نہ کہا ایسا کہہ کر سب دیا، جس کے ساتھ احسان کیا تھا اسے تو چاہیے کہ شکریہ بھی ادا کرے اور دعائیں بھی دے۔ نیز لوگوں کو بتائے بھی کہ فلاں نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے لیکن دینے والا اور خرچ کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرے۔ حدیث شریف میں احسان جتانے کے لیے بڑی وعید آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ بات نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ راوی حدیث حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ان کا برا ہو نقصان میں پڑیں یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں، آپ نے فرمایا:

(۱) اپنے تہبند کو نیچے لٹکا کر چلنے والا۔ (۲) احسان جتانے والا۔

(۳) اپنے بکری کے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعے چالو کرنے والا۔ (رواہ مسلم)

﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾ (یہ بھی اللہ کے نیک بندوں کا قول ہے، وہ قیامت کے دن کا استحضار رکھتے ور کہتے ہیں کہ ہم اپنے رب سے سخت دن کا اندیشہ رکھتے ہیں یعنی ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ قیامت کے سخت دن میں اللہ تعالیٰ ہماری گرفت نہ فرمائے۔ لفظ عبوس فعول کے وزن پر ہے جس کا معنی منہ بگاڑنا اور ناراضگی اور ترش روئی کے ساتھ پیش آنا ہے۔ قمطریر بھی تقریباً اسی معنی میں ہے لیکن یہ بہت زیادہ منہ بگاڑنے پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ قرطبی نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے عبوس وہ ہے جو ہونٹوں سے منہ بگاڑے اور قمطریر وہ ہے جو پیشانی سے اور بھنوؤں سے چہرہ بگاڑ کر سامنے آئے قیامت کے دن کو اور قمطریرا دونوں صفات سے متصف فرمایا ہے اس لیے عبوس کا ترجمہ سخت اور قمطریرا کا ترجمہ تلخ کیا گیا ہے۔

﴿فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾ (سو اللہ انہیں اس دن کی سختی سے محفوظ فرمائے گا اور انہیں تازگی اور سے ہمکنار فرمائے گا) وہ دنیا میں قیامت کے دن سے ڈرتے تھے اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کی سختی سے بچا دے گا ان کے چہروں میں ہوگا تر و تازگی ہوگی اور دلوں میں خوشی ہوگی خوب ہشاش ہوں گے۔ جعلنا اللہ تعالیٰ منہم۔ (آمین)۔

Marfat.com

﴿وَجَزٰهُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّةً وَّحَرِيۡرًا﴾ (اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے صبر کی وجہ سے جنت عطا فرمائے گا اور ریشمی لباس) ﴿مُّتَّكِـئِيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ﴾ (اس میں مسہریوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے)۔ ﴿لَا يَرَوۡنَ فِيۡهَا شَمۡسًا وَّلَا زَمۡهَرِيۡرًا﴾ (اس میں نہ دھوپ دیکھیں گے اور نہ ٹھنڈک) یعنی وہاں کی فضا پر کیف ہوگی گرمی اور دھوپ کی تپش اور کسی طرح کی سردی اور ٹھنڈک محسوس نہ ہوگی۔ ﴿بِمَا صَبَرُوۡا﴾ جو فرمایا اس کا عموم تینوں قسم کے صبر کو شامل ہے طاعات پر جمنا (یعنی احکام کی پابندی کرنا) اور اپنے نفس کو گناہوں سے بچائے رکھنا اور مصائب اور مکروہات پر صبر کرنا صبروا کے عموم میں سب داخل ہے۔ جنت کی پر فضاء بہار اور موسم کی کیفیت بیان کرنے کے بعد وہاں کے پھلوں کی کیفیت بیان فرمائی۔

﴿وَدَانِيَةً عَلَيۡهِمۡ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتۡ قُطُوۡفُهَا تَذۡلِيۡلًا﴾ (اور ان پر اس کے سائے قریب ہوں گے اور ان پر اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے)۔ جنت میں دھوپ نام کو نہ ہوگی سایہ ہی سایہ ہوگا اور سایہ قریب بھی ہوگا اور گہرا اور گھنا بھی کما قال تعالیٰ ﴿وندخلهم ظلا ظليلا﴾ اور جو پھل ملیں گے وہ ان کے اختیار میں ہوں گے، کھڑے اور لیٹے اور بیٹھے توڑ سکیں گے۔ اس کے بعد اہل جنت کے برتنوں کا تذکرہ فرمایا۔

﴿وَيُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِاٰنِيَةٍ مِّنۡ فِضَّةٍ وَّاَكۡوَابٍ كَانَتۡ قَوَارِيۡرَا﴾ (اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آب خورے جو شیشے کے ہوں گے وہ شیشے چاندی کے ہوں گے۔) یعنی جن برتنوں اور آب خوروں میں یہ حضرات جنت کی شراب پئیں گے ان میں چاندی والی سفیدی ہوگی اور وہ شیشے کی طرح شفاف بھی ہوں گے۔

قال صاحب الروح فالمراد تكونت جامعة بين صفائن الزجاجاة وشفيفها ولين الفضة وبياضها۔

﴿قَدَّرُوۡهَا تَقۡدِيۡرًا﴾ برتن اور آب خورے جن کا ذکر اوپر ہوا شراب سے بھرے ہوئے پیش کیے جائیں گے ان کے بھرنے اور لانے پر جو خادم مامور ہوں گے وہ اس انداز سے انہیں پُر کریں گے کہ اس وقت جو پینے کی خواہش ہوگی اسی کے مطابق ان میں شراب بھریں گے نہ اس وقت کی خواہش میں کمی رہے گی اور نہ اس سے کچھ بچے گا کیونکہ یہ دونوں چیزیں بے لطفی کی ہوتی ہیں۔

﴿وَيُسۡقَوۡنَ فِيۡهَا كَاۡسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنۡجَبِيۡلًا ۚ عَيۡنًا فِيۡهَا تُسَمّٰى سَلۡسَبِيۡلًا﴾ (اور اس میں انہیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے جس کا نام سلسبیل ہوگا) یہ آمیزش زنجبیل یعنی سونٹھ کی ہوگی۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ایسا جام پئیں گے جس کی آمیزش کافور کی ہوگی اور کبھی ایسا جام پئیں گے جس کی آمیزش زنجبیل سے ہوگی۔

اس کے بعد خدمت گاروں کا تذکرہ فرمایا جو شراب پلائیں گے اور دیگر خدمات انجام دیں گے۔

﴿وَيَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ﴾ (اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے)۔ ﴿اِذَا رَاَيۡتَهُمۡ حَسِبۡتَهُمۡ لُـؤۡلُـؤًا مَّنۡثُوۡرًا﴾ (اے مخاطب اگر تو انہیں دیکھے تو یوں سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں)۔

یعنی وہ چمک دمک میں موتی کی طرح ہوں گے اور خدمات انجام دینے میں جو ادھر ادھر آئیں جائیں گے اس کی کیفیت ایسی ہوگی جیسے بکھرے ہوئے موتی ہیں کوئی موتی یہاں رکھا ہے اور کوئی وہاں دھرا ہے۔ سورۃ والطور میں فرمایا:

﴿وَيَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ غِلۡمَانٌ لَّهُمۡ كَاَنَّهُمۡ لُـؤۡلُـؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ﴾ اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں یہ لڑکے ان کی خدمت کے لیے خاص ہوں گے۔ (اور سورۃ واقعہ میں فرمایا)۔

﴿يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ ۙ بِاَكۡوَابٍ وَّاَبَارِيۡقَ ۙ وَكَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِيۡنٍ ۙ لَّا يُصَدَّعُوۡنَ عَنۡهَا وَلَا يُنۡزِفُوۡنَ﴾ (ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے آب خورے اور آفتابے اور ایسا جام لے کر آمد و رفت کریں گے جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا انہیں اس سے نہ درد سر ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا)۔

Marfat.com

﴿وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْكًا كَبِیْرًا﴾ (اور اے مخاطب اگر تو وہاں نعمتوں کو دیکھے گا تو تجھے بڑا ملک نظر آئے گا)۔
اس میں جنت کی وسعت بتائی ہے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ ایسے ہی چھوٹے موٹے گھر اور باغیچے ہوں گے جیسے دنیا میں ہوتے ہیں۔ درحقیقت وہاں بہت بڑا ملک ہے ہر ہر شخص کو جو جگہ ملے گی اس کے سامنے ساری دنیا کی وسعت ہیچ ہے۔
سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوں گا اللہ تعالیٰ کا اس سے ارشاد ہو گا کہ جا جنت میں داخل ہو جا تیرے لیے اس دنیا کے برابر جگہ ہے اور اس جیسی دنیا کے برابر دس گنا اس کے علاوہ اور ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس شخص کے بارے میں یوں کہا جاتا تھا کہ وہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ کا جنتی ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۹۲ از بخاری و مسلم)
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ادنیٰ درجہ کا جنتی اپنے باغوں اور بیویوں اور نعمتوں اور خادموں اور مسہریوں کو ہزار سال کی مسافت میں دیکھے گا (یعنی اپنی مذکورہ نعمتوں کو اتنی دور تک پھیلی ہوئی دیکھتا چلا جائے گا جتنی دور تک ہزار سال میں چل کر پہنچے)۔ اور اللہ کے ہاں سب سے بڑا معزز وہ شخص ہوگا جو صبح شام اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ پڑھی (جو عنقریب ہی سورۃ القیامۃ میں گزر چکی ہے)۔ (رواہ احمد والترمذی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۰۱)
جب ادنیٰ درجہ کے جنتی کا اتنا بڑا رقبہ ہوگا تو مختلف درجات کے اعتبار سے دیگر حضرات کے رقبہ کے بارے میں غور کر لیا جائے۔
﴿عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ﴾ (اور ان پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی ہوں گے) یہ ریشم وہاں کا ہوگا دنیا کا ریشم نہ سمجھ لیا جائے اور باریک اور دبیز دونوں قسم کے ریشم عمدہ ہوں گے من بھاتے ہوں گے۔
﴿وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ﴾ (اور ان کو زیور کے طور پر چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے) سورۃ الکہف اور سورۃ الحج میں ہے کہ کنگن سونے کے ہوں گے اس میں کوئی منافات نہیں دونوں طرح کے کنگن ہوں گے کہیں سونے کے کنگن کا ذکر فرما دیا اور کہیں چاندی کا۔ اہل جنت کے کپڑے ہرے رنگ کے ہوں گے کیونکہ یہ رنگ نظروں کو زیادہ بھاتا ہے اور کوئی لفظ حصر پر دلالت کرنے والا بھی نہیں ہے جس سے سمجھا جائے کہ صرف سبز رنگ ہی کے کپڑے زیب تن کریں گے۔ آیت کریمہ ﴿وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ﴾ سے ظاہر ہے کہ جو کچھ جی چاہے گا وہی ملے گا اگر دوسرے رنگ کے کپڑے پہننے چاہیں گے تو وہ بھی عطا کر دیئے جائیں گے اور جس کو جو جی چاہے گا پہنے گا اہل جنت کو جو کنگن پہنائے جائیں گے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنتیوں میں سے اگر کوئی شخص (دنیا کی طرف) جھانک لے جس سے اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو ختم کر دے جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۹۸)
سوال: کنگن عورتوں کے ہاتھوں میں اچھے لگتے ہیں مردوں پر بھلا کیا سجیں گے؟
جواب: کسی بھی لباس یا زیور کا سجنا اور شائستہ و آراستہ ہونا ہر جگہ کے عرف پر موقوف ہوتا ہے دنیا میں اگرچہ عموماً مرد کنگن نہیں پہنتے مگر جنت میں خواہش کر کے پہنیں گے اور سب ہی کو دیکھنے میں بھلے معلوم ہوں گے گھڑی کی چین ہی کو لیجئے طرح طرح کی بناوٹ اور چمک و زیبائش والی پہنی جاتی ہے اور مردوں کے ہاتھوں میں اچھی لگتی ہے بلکہ بعض قوموں میں تو بیاہ شادی کے موقعوں پر دولہا کو کنگن پہناتے ہیں اور برادری کے سب لوگ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں چونکہ رواج ہے اس لیے سب کی نظر بھی قبول کرتی ہے اور سب کے دل بھی اچھا سمجھتے ہیں اور اس رواج پر اس قدر اڑے ہوئے ہیں کہ شریعت کی ممانعت کا بھی خیال نہیں کرتے۔
﴿وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ اور ان کا رب انہیں پاک کرنے والی شراب پلائے گا۔
اس سورت میں پہلی جگہ ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ﴾ فرمایا پھر دوسری جگہ ﴿وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ﴾ فرمایا جس میں اس کے مزید اعزاز کا ذکر ہے کہ خدام شراب لے کر آئیں گے۔

Marfat.com

تیسری جگہ ﴿وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ﴾ فرمایا اس میں پلانے کی نسبت رب جل شانہ کی طرف کی گئی ہے جس میں زیادہ اعزاز ہے۔

شرابا کو متصف کیا ہے طھورا سے۔ اس کا ترجمہ بعض حضرات نے بہت زیادہ پاکیزہ کیا ہے۔ فعول کو مبالغہ کا صیغہ لیا ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے کہ بہت زیادہ پاکیزہ شراب ہوگی۔

قال المحلي مبالغة في طهارته ونظافته بخلاف خمر الدنيا اور صاحب المعالم التنزیل نے حضرت ابوقلابہ اور حضرت ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ لا يصير بولا نجسا ولكن يصير رشحا في ابدانهم كريح المسك۔

یعنی اسے شراب طہور اس لیے فرمایا کہ وہ ناپاک پیشاب نہ بنے گی بلکہ مشک کی طرح پسینہ ہو کر نکل جائے گی اول کھانا کھائیں گے پھر شراب طہور لائی جائے گی جب اسے پی لیں گے تو جو کچھ کھایا تھا وہ سب ان کے مسامات سے خوب تیز مشک سے بھی زیادہ خوشبو والا پسینہ بن کر نکل جائے گا جس سے ان کے پیٹ خالی ہو جائیں گے اور کھانے پینے کی خواہش پھر عود کر آئے گی۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ لفظ طہور مطہر کے معنی میں ہے یعنی پاک کرنے والی چیز اس کا حاصل بھی تقریباً وہی ہے جو حضرت ابوقلابہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ کھایا ہوگا یہ شراب اندر جا کر مشک کی طرح باہر آ جائے گی جس کی وجہ سے پیٹ خالی ہو جائیں گے۔

﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ یقین جانو یہ تمہارا صلہ ہے اور تم نے جو کوشش کی تھی (یعنی نیک کاموں میں لگے تھے) وہ مقبول ہوگئی اور اس کی قدردانی کی گئی جو اس انعام و اکرام کا ذریعہ بن گئی)۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝۲۳ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝۲۴
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۲۵ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝۲۶ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝۲۷ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا
شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝۲۸ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝۲۹ وَمَا
تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۳۰ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ
وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۱

بلاشبہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا تھوڑا تھوڑا کر کے، سو آپ پروردگار کے حکم پر جمے رہیے اور ان میں سے کسی فاسق کافر کی بات نہ مانیے اور صبح شام اپنے رب کا نام ذکر کیجیے اور رات کے حصہ میں اس کو سجدہ کیجیے اور رات کو بڑی دیر تک اس کی تسبیح بیان کیجیے، بلاشبہ یہ لوگ جلدی والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہم ہی نے انہیں پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ مضبوط بنائے اور ہم جب چاہیں ان کے جیسے لوگ بدل دیں، بلاشبہ یہ نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے، اور اللہ کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے، بلاشبہ اللہ علیم ہے حکیم ہے، وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اور جو ظالم ہیں ان کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

حضرت رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہ آپ صبح شام اللہ تعالیٰ ذکر کیجیے اور رات کو نماز پڑھیے اور دیر تک تسبیح میں مشغول رہیے، فاسق یا فاجر کی بات نہ مانیے

اہل جنت کے انعامات کا ذکر فرمانے کے بعد اس انعام عظیم کا تذکرہ فرمایا جو دنیا میں رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا جس کے ذریعے

Marfat.com

آخرت میں انعامات ملیں گے، یہ انعام قرآن کریم کی تنزیل ہے تنزیل تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اول سے آخر تک بیک وقت پورا نازل نہیں فرمایا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا۔ اس میں آپ کے لیے بھی آسانی ہوگئی اور حضرات صحابہؓ کے لیے بھی تھوڑا تھوڑا کر کے یاد بھی ہوگیا اور جیسے جیسے نازل ہوتا رہا آپ مخاطبین کو پہنچاتے رہے چونکہ قرآن کے پہنچانے پر دشمن تکلیف پہنچاتے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ (کہ اپنے رب کے حکم کی ادائیگی میں صبر کے ساتھ لگے رہیے)۔

﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا﴾ (اور ان لوگوں میں سے کسی فاسق یا کافر کی بات نہ مانیے) یہ لوگ آپ کو تبلیغ سے روکتے ہیں آپ ان کی فرمانبرداری نہ کریں اور تبلیغ کے کام میں لگے رہیں۔ ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ (اور صبح شام اپنے رب کا نام ذکر کیجئے)۔ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا﴾ (اور رات کے حصے میں بھی اپنے رب کو سجدہ کیجئے اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے) اس میں یہ بتایا کہ کار دعوت کی مشغولی کے ساتھ ساتھ اپنی ذاتی عبادت میں بھی مشغول رہیں نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو شخص عابد و ذاکر ہوگا۔ تبلیغی کاموں میں اس کی معاونت ہوتی رہے گی اور کام آگے بڑھتا رہے گا۔

﴿إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ﴾ (بلاشبہ یہ لوگ جلدی والی چیز سے محبت کرتے ہیں)۔

جو لوگ دین اسلام قبول نہیں کرتے تھے (اور اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ ان کے سامنے حق پیش ہوتا ہے تو نہیں مانتے) ان لوگوں کا حق سے منہ موڑنا اس لیے ہے کہ انہیں عاجلہ (جلدی والی چیز) یعنی دنیا محبوب اور مطلوب ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اسلام قبول کیا تو دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے نہ جائیداد رہے گی نہ گھر در اور عہدہ بھی جاتا رہے گا، لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ موت کے بعد جو حق قبول نہ کرنے کی سزا ملے گی وہ بہت بڑی ہوگی اور ہمیشہ رہے گی کبھی نہ ٹلے گی یہ ہمیشہ والی سزا جس دن سامنے آئے گی اس دن کی مصیبت کا خیال نہیں کرتے، اسی کو فرمایا:

﴿وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا﴾ (یہ لوگ اپنے سامنے بڑے بھاری دن کو چھوڑے ہوئے ہیں) درحقیقت دنیا امتحان کی جگہ اور دنیا و آخرت دونوں سوتنیں ہیں ایک سے محبت کی تو دوسری گئی اور عجیب بات یہ ہے کہ جن کے پاس ذرا سی بھی دنیا نہیں ہے نہ مال ہے نہ جاہ نہ پیسہ نہ کوڑی نہ عہدہ نہ منصب نہ جاہ نہ عزت، وہ بھی کفر سے چپکے ہوئے ہیں۔ واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

جو لوگ قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھنے پر تعجب کرتے تھے اور وقوع قیامت کے منکر تھے ان کے استعجاب اور انکار کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ﴿نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ﴾ (ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے)۔

﴿وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا﴾ (اور ہم جب چاہیں ان کے جیسے لوگ بدل دیں) یعنی ان کی جگہ ان جیسے لوگ پیدا کر دیں۔ جس ذات پاک نے اولاً پیدا کیا مضبوط بنایا وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگ پیدا فرما سکتا ہے اور وہ تمہیں موت دے کر دوبارہ پیدا فرمانے پر بھی پوری طرح قادر ہے۔

﴿وشددنا اسرھم﴾ جو فرمایا (کہ ہم نے ان کے جوڑ مضبوط کیے) اس میں اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا بیان ہے کہ گوشت اور ہڈی اور کھال سے جو اعضاء بنے ہوئے ہیں یہ رات دن حرکت میں رہتے ہیں اٹھنے بیٹھنے میں مڑتے ہیں، کام کاج میں رگڑے جاتے ہیں لیکن نرم اور نازک ہوتے ہوئے نہ گھستے ہیں نہ ٹوٹتے ہیں جبکہ لوہے کی مشینیں بھی گھس جاتی ہیں اور بار بار پرزے بدلنے پڑتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ انسانی اعضاء بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کام کرتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو تم سے ہر شخص کے جوڑوں کی طرف سے صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے سو ہر سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر الحمد للہ کہنا صدقہ ہے اور ہر لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور دو رکعتیں چاشت کی پڑھ لی جائیں تو وہ اس سب کے بدلہ کا کام دے جاتی ہیں۔

Marfat.com

دوسری حدیث میں ہے کہ ہر انسان تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے سو جس نے اللہ اکبر کہا اور الحمد للہ کہا اور لا الہ الا اللہ کہا اور سبحان اللہ کہا اور اللہ سے مغفرت طلب کی اور لوگوں کے راستہ سے پتھر کانٹا ہڈی کو ہٹا دیا یا امر بالمعروف کیا یا نہی عن المنکر کیا اور ان چیزوں کی تعداد تین سو ساٹھ ہوگئی تو وہ اس دن اس حال میں چلے پھرے گا کہ اپنی جان کو دوزخ سے بچا چکا ہوگا۔ (رواہ مسلم)۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ (بلا شبہ یہ نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے)۔ ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (اور اللہ کی مشیت کے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے) جو وہ چاہے گا وہی چاہو گے جو وہ چاہے گا وہی ہوگا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ (بیشک اللہ علیم ہے حکیم ہے) ﴿يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ (وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے) ﴿وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (اور جو ظالم ہیں ان کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے)۔

وھذا آخر تفسير سورة الانسان والحمد لله المليك الرحمن والصلوٰة والسلام على سيد ولد عدنان، وعلى آله وصحبه الذين نقلوا القرآن، فلهم الاجر الى آخر الازمان۔

OOO

Marfat.com

آیاتہا ۵۰ ۷۷ سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۳۳ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ مرسلات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچاس آیات اور دو رکوع ہیں
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۞ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۞ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۞ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۞ فَالْمُلْقِيٰتِ
ذِكْرًا ۞ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۞ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۞ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۞ وَاِذَا السَّمَآءُ
فُرِجَتْ ۞ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۞ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۞ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۞ لِيَوْمِ
الْفَصْلِ ۞ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۞ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لیے بھیجی جاتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو سختی کے ساتھ چلتی ہیں اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو جدا کر دیتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد کا القاء کرنے والی ہیں توبہ کے طور پر یا ڈرانے کے طور پر، بات یہی ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے، سو جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب پیغمبر معین وقت پر جمع کیے جائیں گے، کس دن کے لیے ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا۔ فیصلہ کے دن کیلئے اور آپ کو معلوم ہے فیصلہ کا دن کیا ہے، بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔

قیامت ضرور واقع ہوگی، رسولوں کو وقت معین پر جمع کیا جائے گا، فیصلہ کے دن کیلئے مہلت دی گئی ہے

مذکورہ بالا آیات میں ہواؤں کی قسمیں کھائیں اور قسمیں کھا کر یہ بتایا کہ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ چیز ضرور واقع ہوگی یعنی قیامت ضرور ہی آئے گی انکار کرنے سے ٹلنے والی نہیں ہواؤں کی جو قسمیں کھائیں اس میں دونوں قسم کی ہوائیں مذکور ہیں۔ فائدہ پہنچانے والی بھی اور ضرر دینے والی بھی۔ بادلوں کو لانے والی فائدہ پہنچانے والی ہیں اور تیزی اور تندی سے چلنے والی تکلیف پہنچانے والی ہیں پہلی ہوائیں شکر ادا کرنے کا ذریعہ ہیں اور خوفناک ہوائیں اللہ کی گرفت اور نعمت یاد دلانے والی ہیں انسان کو دنیا میں دونوں حالتیں پیش آتی ہیں۔ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ قیامت کا دن آنے والا ہے اس روز شکر کا ثواب ملے گا اور توبہ کرنے والوں کو فائدہ پہنچے گا۔

اس کے بعد قیامت کے دن کی کیفیت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ستارے بے نور ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا۔ پہاڑ اڑتے پھریں گے اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام وقت مقرر پر جمع کیے جائیں گے اس وقت فیصلہ کیا جائے گا۔

﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾ (کس دن کے لیے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے) اس کے جواب میں فرمایا کہ ﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾ (کہ فیصلے کے دن کے لیے معاملہ ملتوی کیا گیا ہے) یعنی دنیا میں جو کفار ایمان قبول نہیں کرتے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں سزا نہیں مل رہی ہے تو ہمارا چھٹکارا ہی رہے گا ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا فیصلہ، فیصلے کے دن کے لیے مؤخر کیا گیا ہے اور فیصلہ کا دن کیسا ہے اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے۔

Marfat.com

اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۸﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ
لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلۡنٰهُ فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۲﴾
فَقَدَرۡنَا ۖ فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾
اَحۡيَآءً وَّاَمۡوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسۡقَيۡنٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ
لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۸﴾

کیا ہم نے اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا پھر پچھلے لوگوں کو ان ہی کیساتھ کر دیں گے ہم مجرمین کیساتھ ایسا ہی کرتے ہیں اس روز حق جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے نہیں پیدا کیا سو ہم نے اسے ٹھہرنے کی محفوظ جگہ میں ایک وقت مقرر تک رکھا، سو ہم نے ایک اندازہ ٹھہرا دیا سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں اس دن بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لیے، کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنائی اور ہم نے اس میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا، اس روز بڑی خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔

پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو، اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی کرو، جھٹلانے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے

جب تکذیب پر عذاب میں مبتلا کیے جانے کی وعید سنائی جاتی تھی تو مکذبین و منکرین کہتے تھے کہ یہ ایسی ہی باتیں ہیں عذاب وذاب کچھ آنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا کیا دنیا میں ہم نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا؟ اسے تو تم مانتے ہو کہ تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئی ہیں اور ان پر عذاب آیا ہم نے انہیں ہلاک کیا ان کے بعد والوں کو بھی ان کے ساتھ کر دیں گے یعنی بعد والوں کو بھی عذاب دیں گے اور ہلاک کریں گے اور ہم جُرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں یعنی کافروں کے کفر پر سزا دینا طے شدہ امر ہے خواہ دنیا و آخرت دونوں میں سزا ملے خواہ صرف آخرت میں عذاب دیا جائے۔ بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔

جو لوگ قیامت کے منکر تھے انہیں یہی تعجب ہوتا تھا کہ دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے ان کے استعجاب کو دور کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی یعنی قطرہ منی سے پیدا نہیں کیا؟ اس نطفہ کو ٹھہرنے کی محفوظ جگہ میں یعنی مادر رحم میں ٹھہرایا یعنی وقت ولادت تک اور یہ وقت ہم نے مقرر کر دیا سو ہم اچھے وقت مقرر کرنے والے ہیں، جو وقت مقرر کیا ٹھیک مقرر کیا اسی کے مطابق ہر ایک ن ولادت ہوئی بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔

اس کے بعد فرمایا کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنائی؟ دیکھو اس نے زندوں اور مردوں کو سب کو سمیٹ لیا جب قیامت کا دن ہو گا (جو زندہ ہوں گے وہ بھی مر جائیں گے) پھر یہ سب زندہ ہو کر اٹھیں گے تم بھی اللہ کی مخلوق ہو اس نے تمہیں اپنی زمین میں دوسری مخلوق کی طرح جمع فرما دیا ہے قیامت کے دن زمین کے پیٹ سے نکل کر باہر آ جاؤ گے، مزید فرمایا کہ ہم نے اس میں بڑے بڑے پہاڑ بنا دیئے ان پہاڑوں سے تمہارے لیے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ زمین کی میخیں بنے ہوئے ہیں جو اسے ہلنے نہیں دیتے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین میں زلزلہ آ جائے گا اور پہاڑ بھی دھنے ہوئے اون کی طرح اڑے اڑے پھریں گے۔

مزید فرمایا کہ ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا یہ میٹھا پانی تمہیں سیراب کرتا ہے خوب پیتے ہو اور پیاس بجھاتے ہو۔ اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ لہٰذا تم اپنے خالق اور مالک کی طرف متوجہ ہو اس کے نبی ﷺ کی تصدیق کرو اور قیامت کے دن کے لیے متفکر ہو ﴿وَيۡلٌ

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۞ ۲۹ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۞ ۳۰ لَّا ظَلِيْلٍ وَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ۞ ۳۱ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۞ ۳۲ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۞ ۳۳ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ ۳۴ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۞ ۳۵ وَ لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۞ ۳۶ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ ۳۷ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۞ ۳۸ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۞ ۳۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ ۴۰

تم اس کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے، وہ انگارے پھینکے گا جیسے بڑے بڑے محل، جیسے کالے کالے اونٹ بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے، یہ وہ دن ہوگا جس میں بول نہ سکیں گے اور انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ عذر کر سکیں بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے، یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمہیں اور اگلے لوگوں کو جمع کیا ہے، سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہے تو میرے مقابلے میں اس تدبیر کو استعمال کر لو، بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔

منکرین سے خطاب ہوگا کہ ایسے سائبان کی طرف چلو جو گرمی سے نہیں بچاتا وہ بڑے بڑے انگارے پھینکتا ہے، انہیں اس دن معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی

منکرین اور مکذبین جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اس کی طرف چلو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے یہ لوگ دوزخ کو اور دوزخ کے عذابوں کو جھٹلاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یوں ہی کہنے کی باتیں ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے ابھی اس میں داخل نہ ہوں گے کہ دوزخ سے ایک بڑا دھواں نکلے گا دیکھنے میں سایہ کی طرح ہوگا (جس کا ترجمہ سائبان کیا گیا ہے) اس سایہ کے تین ٹکڑے ہو جائیں گے دیکھنے میں سایہ ہوگا لیکن سایہ کا کام نہ دے گا نہ اس سے کوئی ٹھنڈک حاصل ہوگی اور نہ وہ گرمی سے بچائے گا۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ کافر لوگ حساب سے فارغ ہونے تک اسی دھوئیں میں رہیں جیسا کہ مقبولان بارگاہ الٰہی عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

یہ تو دھوئیں کا ذکر تھا جو دوزخ سے نکلے گا اس کے بعد دوزخ کے شراروں اور انگاروں کا ذکر فرمایا ارشاد فرمایا کہ جہنم ایسے ایسے انگاروں کو پھینکے گا جیسے بڑے بڑے محل یعنی مکانات ہوں اور جیسے کالے کالے اونٹ ہوں۔ کچھ انگارے بہت بڑے بڑے ہوں گے اور کچھ چھوٹے ہوں گے یہ چھوٹے بھی ایسے ہوں گے جیسے کالے کالے اونٹ (جب اس آگ کے انگارے اتنے بڑے بڑے ہوں گے تو وہ آگ کتنی بڑی ہوگی اسی سے سمجھ لیا جائے) ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے)۔

مزید فرمایا کہ یہ وہ دن ہوگا جس میں یہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی لہٰذا عذر بھی پیش نہ کر سکیں گے۔ یہ شروع میں ہوگا بعد میں بولنے اور عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ لیکن وہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔ کما قال تعالیٰ: ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ (اس دن ظالموں کو معذرت نہ نفع دے گی اور ان کے لیے لعنت ہوگی اور وہاں کی بدحالی ہوگی)۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے)۔

مجرمین سے کہا جائے گا کہ یہ فیصلہ کا دن ہے آج ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو جمع کیا آج ہمارا ہی فیصلہ چلے گا ہمارے

Marfat.com

فیصلہ سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے نہ عذاب سے بچ سکتے ہیں نہ بھاگ سکتے ہیں اگر کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو میرے مقابلہ میں کر لو لیکن وہاں کوئی تدبیر نہیں ہو سکے گی۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے)۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٤١﴾ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾

بلاشبہ پرہیز گار لوگ سایوں اور چشموں میں اور ایسے میووں میں ہوں گے جن کی اشتہاء ہوگی، کھاؤ اور پیو مبارک طور پر ان اعمال کے عوض جو تم کرتے تھے، بلاشبہ ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں، بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے، کھاؤ اور برت لو تھوڑے سے دن بیشک تم مجرم ہو۔ بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تم نہیں جھکتے، بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے، سو قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

متقیوں کے سایوں، چشموں اور میووں کا تذکرہ

منکرین و مکذبین کا عذاب بیان فرمانے کے بعد متقیوں (پرہیز گاروں) کے انعامات بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا یقین جانو پرہیز گار لوگ سایوں میں ہوں گے۔ (یہ وہی سایہ ہے جس کا سورۂ دھر کی آیت ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا﴾ میں بیان فرمایا) اور چشموں میں ہوں گے (ان میں سے بعض چشموں کا ذکر سورۂ دھر میں گزر چکا ہے) اور یہ لوگ ایسے میووں میں ہوں گے جن کی انہیں اشتہاء ہوگی، من بھاتے میوے ہوں گے مرغوب ہوں گے، ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ کھاؤ پیو مبارک طریقہ پر ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے، مبارک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کھائیں پئیں گے وہ جسموں کے لیے بھی مبارک ہوگا اور نفسوں کو بھی مرغوب ہوگا، وہاں کی ماکولات اور مشروبات طبیعت اور مزاج کے خلاف نہ ہوں گے اور ان سے جسم اور جان کو ذرا سی بھی تکلیف نہ پہنچے گی۔ ﴿وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ پھر مستقل قانون بیان فرمایا کہ ہم اچھے عمل کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے)۔

اس کے بعد کافروں سے خطاب فرمایا کہ تم دنیا میں تھوڑے دن کھا لو اور اللہ کی نعمتوں کو برت لو ان سے فائدہ اٹھا لو تم مجرم ہو کافر اور مشرک ہو عذاب کے مستحق ہو اگر تم ایمان نہ لائے تو عذاب میں جانا پڑے گا۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے)۔ دنیا میں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سامنے جھکو رکوع کرو سجدہ کرو اور نماز پڑھو تو فرمانبرداری نہیں کرتے اللہ کی بارگاہ میں نہیں جھکتے، نماز سے دور رہتے ہیں اور ایمان سے دور بھاگتے ہیں۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ (بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے)۔

آخر میں فرمایا ﴿فَبِأَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (کہ یہ لوگ اس قرآن کو سنتے ہیں جو طرح طرح سے سمجھاتا ہے اس کی فصاحت اور بلاغت کو بھی مانتے ہیں لیکن اس پر ایمان نہیں لاتے، جب اس پر ایمان نہیں لاتے تو انہیں کس چیز کا انتظار ہے اس کے بعد کس چیز پر ایمان لائیں گے؟

الحمد لله على تمام تفسير سورة المرسلت اولا وآخراً وباطناً وظاهرا

Marfat.com

ایاتها ۴۰ ۷۸ سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ ۸۰ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ النباء مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ
كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸ وَّ
جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا
شِدَادًا ۝۱۲ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ
نَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶

یہ لوگ کس چیز کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، بڑی خبر کے بارے میں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، خبردار وہ عنقریب جان لیں گے پھر خبردار وہ عنقریب جان لیں گے، کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا، اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا ہے اور تمہاری نیند کو ہم نے آرام کی چیز بنایا اور رات کو لباس بنایا، اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا، اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے، اور ہم نے بنا دیا ایک روشن چراغ، اور ہم نے اتار دیا پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب بہنے والا پانی تاکہ ہم اس کے ذریعہ دانے اور سبزی اور گنجان باغ نکالیں۔

یہاں سے سورۃ النباء شروع ہو رہی ہے اس کے ابتداء میں لفظ عم ہے یہ عن حرف جار اور ما استفہامیہ سے مرکب ہے اس میں آخر سے الف ساقط ہو گیا اور نون ساکن کا میم میں ادغام کر دیا گیا۔

تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تو قریش مکہ آپس میں بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے (قرآن مجید میں قیامت کا ذکر بھی ہوتا تھا) اسے سن کر بعض لوگ تصدیق کرتے اور بعض تکذیب کرتے تھے اور معالم التنزیل میں ہے کہ وہ لوگ قیامت کی باتیں سن کر کہتے تھے ما جاء به محمد ﷺ کہ (محمد ﷺ کیا لے کر آئے ہیں؟) ان لوگوں کی اس گفتگو پر ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ نازل ہوئی کہ یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں پھر خود ہی جواب دے دیا کہ بڑی خبر کے بارے میں آپس میں سوال کرتے ہیں جس میں اختلاف کر رہے ہیں کوئی منکر اور کوئی تصدیق کر رہا ہے۔

مزید فرمایا کَلَّا (خبردار) اس میں زجر اور توبیخ ہے کہ قیامت کا انکار کرنا ان کے حق میں اچھا نہیں ہے عنقریب ان کو پتہ چل جائے گا اور تکذیب کی سزا سامنے آ جائے گی اس کو دو مرتبہ بیان فرمایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی قدرت کے مظاہر بیان کیے جو لوگوں کے سامنے ہیں اور وہ اقراری ہیں کہ یہ چیزیں اللہ نے بنائی ہیں جو اس کی قدرت باہرہ پر دلالت کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ جس نے یہ چیزیں پیدا فرمائیں وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

قال القرطبی ولهم على قدرته على البعث ای قدرتنا على ايجاد هذا الامور اعظم من قدرتنا على الاعادة۔

فرمایا کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟ اور کیا پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ زمین کو پیدا فرمایا پھر اسے پھیلا دیا اور بڑے بڑے بوجھل

Marfat.com

پہاڑ اس میں پیدا فرما دیئے تا کہ وہ حرکت نہ کرے بندے اس زمین پر چلتے پھرتے ہیں سفر کرتے ہیں گاڑیاں دوڑاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، پھر فرمایا کہ ہم نے تمہیں ازواج بنا دیا یعنی تم میں مرد بھی پیدا کیے اور عورتیں بھی تا کہ آپس میں میاں بیوی بنتے ہو، ایک دوسرے سے انس حاصل کرتے ہو پھر مرد و عورت کے ملاپ سے اولاد پیدا ہوتی ہے جس سے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے۔

پھر فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے نیند کو آرام کی چیز بنا دیا ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لیے محنت اور مشقت کرتے ہو جب تھک جاتے ہو تو سو جاتے ہو نیند کرنے کی وجہ سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور تازہ دم ہو کر پھر کام کرنے کے لائق ہو جاتے ہو۔ اس مضمون کو سباتاً سے تعبیر فرمایا۔ سبات قطع یعنی کاٹنے پر دلالت کرتا ہے۔ نیند کئی اعتبار سے سبات ہے، جب کوئی شخص سو جاتا ہے تو اس کے اعضاء کی اختیاری حرکت اور مشغولیت ختم ہو جاتی ہے اور جو تھکان ہوگئی تھی وہ بھی منقطع ہو جاتی ہے۔

رات کو آرام کے لیے اور دن کو طلب معاش کے لیے بنایا راتوں کو گھروں میں آرام کرنے کے بعد دن کو باہر نکلتے ہیں اپنی اپنی حاجات پوری کرتے ہیں دن کی روشنی میں رزق حاصل کرتے ہیں دن بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور رات بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اگر ہمیشہ دن ہی دن ہوتا یا رات ہی رات ہوتی تو بڑی مصیبت میں آ جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اوپر سات آسمان بھی بنائے ہیں جو اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں نیز سراج وہاج (روشن چراغ) یعنی آفتاب بھی پیدا فرمایا جو خود روشن ہے اور اس دنیا کو روشن کرنے والا بھی ہے، روشنی کے سوا اس کے اور بھی بہت سے منافع ہیں جیسے پھلوں کا پکنا اور کھیتی کا تیار ہونا اور بقدر ضرورت حرارت حاصل ہونا بھی ہے اور نئی ایجادات اور نئے آلات کی وجہ سے تو سورج کے بہت سے فوائد سامنے آ گئے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ہم نے پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب زیادہ بہنے والا پانی اتارا اور اس پانی کو زمین کی سرسبزی کا سامان بنا دیا اس کے ذریعے کھیتیاں اُگتی ہیں گیہوں جو وغیرہ اُگتے اور باغات میں پھل پیدا ہوتے ہیں جو انسانوں کی خوراک ہیں اور اسی پانی کے ذریعے گھانس پھونس اور بہت سی ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو چوپایوں کی خوراک ہیں، چوپائے اپنی خوراک کھاتے ہیں اور انسان کے کام آتے ہیں دودھ بھی دیتے ہیں اور کھیت کیاری میں اور بوجھ ڈھونے میں کام آتے ہیں۔

انسانوں اور جانوروں کی غذا کا تذکرہ فرماتے ہوئے ﴿حَبًّا وَّنَبَاتًا﴾ فرمایا اور پھل لانے والے درختوں کے لیے ﴿وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا﴾ فرمایا یعنی ہم نے گنجان باغ پیدا کیے۔

لفظ الفافا کا مادہ لفف ہے جو لپٹنے کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ باغوں میں جو درخت آس پاس کھڑے ہوتے ہیں اور ایک درخت کی ٹہنیاں دوسرے درخت میں گھسی ہوئی رہتی ہیں اس کیفیت کو آپس میں ایک دوسرے سے لپٹ جانے سے تعبیر فرمایا۔ لفظ ﴿اَلْفَافًا﴾ کے بارے میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ (یہ بظاہر جمع ہے لیکن) اس کا کوئی واحد کا صیغہ نہیں ہے جیسا کہ اوزاع اور اخیاف جماعات متفرقہ کے لیے مستعمل ہوتے ہیں اور ان کا واحد کا صیغہ کوئی نہیں ہے اور امام کسائی سے نقل کیا ہے کہ یہ لفیف کی جمع ہے جیسے شریف واشراف پھر جمہور اہل لغت کا قول لکھا ہے کہ یہ لف بکسر اللام کی جمع ہے جو ملفوف کے معنی میں ہے۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

بلاشبہ فیصلوں کا دن مقرر ہے، جس دن صور پھونکا جائے گا سو تم لوگ فوج در فوج آ جاؤ گے اور آسمان کھول دیا جائے گا۔ سو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائے گا اور پہاڑ چلا دیئے جائیں گے سو وہ ریت ہو جائیں گے۔

Marfat.com

اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ کے چند مظاہر بیان فرمائے جو سب کے سامنے ہیں۔ ان کو سامنے رکھ کر ہر شخص کی سمجھ میں یہ بات آ جانی چاہیے کہ جس کی اتنی بڑی قدرت ہے وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا کہ فیصلوں کا دن جسے یوم القیامۃ کہا جاتا ہے اس کا وقت مقرر ہے اس سے پہلے اس کا وقوع نہ ہوگا۔ منکروں کے سوالات کرنے اور اختلاف کرنے کی وجہ سے وہ وقت مقرر سے پہلے نہیں آئے گی اور جب وہ دن واقع ہوگا تو نفخ صور یعنی صور پھونکے جانے سے اس کی ابتداء ہوگی اور صور پھونکے جانے سے لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فوج در فوج یعنی گروہ در گروہ میدان قیامت میں آ کر جمع ہو جائیں گے اور آسمان کا یہ حال ہوگا کہ اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے یعنی کثیر تعداد میں بہت سے دروازے ظاہر ہو جائیں گے۔

قال صاحب الروح بتقدیر مضاف الی السماء ای فتحت ابواب السماء فصارت کان کلها ابواب۔

اور پہاڑوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنی جگہوں سے چلا دیئے جائیں گے۔ سورۃ النحل میں فرمایا ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ (اور تو پہاڑوں کے بارے میں خیال کرے گا کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں حالانکہ وہ ایسے گزریں گے جیسے بادل گزرتے ہیں)۔

پہاڑ اپنی جگہوں سے ٹل جائیں گے اور ان کی حالت اور کیفیت بھی بدل جائے گی اور وہ سراب یعنی ریت بن جائیں گے۔ سورۃ مزمل میں فرمایا ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا﴾ (جس روز زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ چلنے والی ریت بن جائیں گے)۔

اور سورۃ الواقعہ میں فرمایا ﴿إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا﴾ (جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر پراگندہ غبار ہو جائیں گے)۔

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَ
لَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾

بلاشبہ جہنم ایک گھات کی جگہ ہے، سرکشوں کا ٹھکانہ ہے جس میں وہ بہت زیادہ عرصہ ہائے دراز تک رہیں گے، اس میں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی کوئی چیز، سوائے گرم پانی کے اور پیپ کے یہ بدلہ ہوگا ان کے اعمال کے موافق بلاشبہ وہ حساب کا خیال نہیں رکھتے تھے اور انہوں نے ہماری آیات کو دلیری کے ساتھ جھٹلایا اور ہم نے ہر چیز کو کتاب میں پوری طرح سے لکھ دیا ہے سو تم چکھ لو، سو ہم تمہارے لیے عذاب کو بڑھاتے ہی رہیں گے۔

قیامت کا وقوع وقت معین پر ہوگا۔ اس دن کیا کیا حالات سامنے آئیں گے اس کا تذکرہ فرما کر میدان قیامت میں حاضر ہونے والی دونوں جماعتوں کا انجام بتایا، پہلے کفر و شرک والوں کی سزا بتائی ﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا﴾ سے شروع ہے پھر متقیوں کا انعام بتایا جس کی ابتداء ﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا﴾ سے ہے، آیات بالا میں پہلے تو یہ فرمایا کہ جہنم گھات کی جگہ ہے اس میں کام کرنے والے فرشتے جو عذاب دینے پر مامور ہیں وہ انتظار کرتے ہیں کہ کفار و مشرکین اس میں کب داخل ہوتے ہیں جیسے ہی آئیں ان کا عذاب شروع کر دیا جائے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ (مرصاد) جہنم کی صفت ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ اس انتظار میں ہے کہ میرے اندر داخل ہونے والے کب آتے ہیں، آئیں اور مبتلائے عذاب ہوں یہ معنی لینا بھی بعید نہیں ہے۔ کیونکہ سورۃ فرقان میں فرمایا ہے ﴿إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا﴾ (دوزخ جب ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اس کا جوش اور

Marfat.com

خروش سنیں گے)۔

﴿لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا﴾ (دوزخ سرکشی کرنے والوں کے لوٹنے کی جگہ ہوگی) یعنی دوزخ ان کا ٹھکانہ ہوگا وہ اسی میں رہیں گے۔ سب سے بڑی سرکشی کفر اور شرک ہے کافروں و مشرکوں کے لیے یہ بات طے شدہ ہے کہ انہیں دوزخ ہی میں رہنا ہوگا۔

﴿لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا﴾ (جس میں وہ زمانہ ہائے دراز تک رہیں گے) لفظ احقاب حقب کی جمع ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر غیر محدود زمانہ سے کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایک حقبہ اسّی (۸۰) سال کی مدت کا نام ہے اور ساتھ ہی سلف سے یہ بھی منقول ہے کہ ان اسّی سالوں کا ہر دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا بہر حال نص قرآنی سے یہ ثابت ہوا کہ اہل کفر کو دوزخ میں بقدر مدت احقاب رہنا ہوگا، چونکہ احقاب کی گنتی نہیں بتائی کہ کتنے احقاب ہوں گے اور سورۂ نساء اور سورۃ الجن میں اہل کفر کی سزا بیان کرتے ہوئے خالدین کے ساتھ ابداً بھی فرمایا ہے جیسا کہ دوسری آیات میں اہل جنت کے لیے بھی ﴿خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ وارد ہوا ہے اس لیے اہل سنت والجماعت کی عقائد کی کتابوں میں یہ ہی عقیدہ لکھا ہے کہ جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جو کفار اور مشرکین جہنم میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے نہ اہل جنت کا انعام ختم ہوگا نہ اہل دوزخ کا عذاب۔ اسی لیے مفسرین نے فرمایا ہے کہ احقابا کا مطلب یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے ہمیشہ ایک حقبہ ختم ہوگا تو دوسرا شروع ہو جائے گا اور مسلسل عذاب دائمی میں رہیں گے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔

اذلا فرق بين تتابع الاحقاب الكثيرة الى مالا يتناهى وتتابع الاحقاب القليلة كذلك۔ (روح المعانی صفحہ ۱۷: ج ۳۰) وقال البغوى فى معالم التنزيل قال الحسن ان الله لم يجعل لاهل النار مدة بل قال لابثين فيها احقابا فو الله ما هو الا اذا مضى حقب دخل آخر ثم آخر الى الابد فليس للاحقاب عدة الا الخلود۔

﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾ (دوزخ میں داخل ہونے والے سرکش اس میں کوئی ٹھنڈک نہ پائیں گے نہ وہاں کی آب و ہوا میں ٹھنڈک ہوگی جو آرام دہ ہو اور نہ پینے کی چیزوں میں کوئی ایسی چیز دی جائے گی جس میں مرغوب ٹھنڈک ہو، جو ٹھنڈک عذاب دینے کے لیے ہوگی (یعنی زمہریر) جس کا بعض احادیث میں ذکر آتا ہے اس میں اس کی نفی نہیں ہے۔

قال صاحب الروح والمراد بالبردما يروحهم وينفس عنهم حر النار فلا ينافى انهم قد يعذبون بالزمهرير۔

﴿اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا﴾ (پینے کے لیے انہیں گرم پانی اور غساق کے سوا کچھ نہیں دیا جائے گا)۔ اس گرم پانی کے بارے میں سورۂ محمد میں فرمایا ﴿وسقوا ماء حميما فقطع امعاءهم﴾ (اور انہیں گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا) اور غساق کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو تمام دنیا والے سڑ جائیں (مشکوٰۃ المصابیح)۔ غساق کیا چیز ہے؟ اس کے متعلق اکابر امت کے مختلف اقوال ہیں صاحب مرقاۃ نے چار قول نقل کیے ہیں:

(۱) دوزخیوں کی پیپ اور ان کا دھوون مراد ہے۔

(۲) دوزخیوں کے آنسو مراد ہے۔

(۳) زمہریر یعنی دوزخ کا ٹھنڈک والا عذاب مراد ہے۔

(۴) غساق سڑی ہوئی اور ٹھنڈی پیپ ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے پی نہ جا سکے گی۔

﴿جَزَآءً وِّفَاقًا﴾ (یہ جو ان لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا ان کے عقیدہ اور عمل کا پورا پورا بدلہ ہوگا) کفر اور شرک بدترین عمل ہے اس لیے ان کا عذاب بھی بدترین ہے اور چونکہ ان کی نیت یہ تھی کہ مشرک ہی رہیں گے اور اسی پہ ان کی موت آئی اس لیے عذاب بھی دائمی

Marfat.com

رکھا گیا۔ ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾ (بلاشبہ وہ حساب کا خیال نہیں رکھتے تھے) ﴿وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا﴾ (اور انہوں نے ہماری آیات کو دلیری کے ساتھ جھٹلایا) ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا﴾ (اور ہم نے ہر چیز کو کتاب میں پوری طرح لکھ دیا ہے) ﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ (سوتم چکھ لو، سوہم تمہارے لیے عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے)۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا
يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ
اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾
اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ
تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

بلاشبہ متقیوں کے لیے کامیابی ہے، باغ ہیں اور انگور ہیں، نوخیز ہم عمر بیویاں ہیں اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں۔ وہ اس میں کوئی لغو بات اور جھوٹ نہ سنیں گے، آپ کے رب کی طرف سے بدلہ دیا جائے گا جو بطور انعام ہوگا، کافی ہوگا جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ رحمٰن ہے یہ لوگ اس سے بات نہ کرسکیں گے۔ جس دن تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بنائے کھڑے ہوں گے، کوئی بھی نہ بول سکے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے اور ٹھیک بات کہے، یہ دن یقینی ہے، سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانہ بنا لے بلاشبہ ہم نے تمہیں عنقریب آ جانے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن انسان ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور کافر کہے گا ہائے کاش میں مٹی ہو جاتا۔

اہل کفر اور اہل شرک کا انجام اور عذاب بتانے کے بعد متقی حضرات کے انعام واکرام کا تذکرہ فرمایا، تقویٰ کے بہت سے درجات ہیں، سب سے بڑا تقویٰ یہ ہے کہ کفر و شرک سے بچے اور اس کے بعد گناہوں سے بچنا بھی تقویٰ ہے اور اس کے بھی درجات مختلف ہیں حسب درجات انعامات ہیں فرمایا ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا﴾ (بلاشبہ تقویٰ والوں کے لیے کامیابی ہے) یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جبکہ مفازا مصدر میمی ہو اور اگر اسم ظرف لیا جائے تو ترجمہ یوں ہوگا کہ (متقیوں کے لیے کامیابی کی جگہ ہے) اس کے بعد کامیابی پر ملنے والی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ﴿حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا﴾ (یعنی ان حضرات کو باغیچے ملیں گے اور انگور ملیں گے) حدائق حدیقة کی جمع ہے جس باغ کی چار دیواری ہو اسے حدیقہ کہا جاتا ہے اور گو حدائق کے عموم میں انگور بھی داخل ہو گئے لیکن ان کو علیحدہ بھی ذکر فرمایا کیونکہ پھلوں کی یہ جنس دوسرے پھلوں کے مقابلے میں زیادہ فضیلت رکھتی ہے، مزید فرمایا و کواعب اور ساتھ ہی اترابا بھی فرمایا۔ کاعب نوخیز لڑکی کو کہتے ہیں التی تکعب ثدیاها واستدار مع ارتفاع یسیر اور اتراب ترب کی جمع ہے جس کا ترجمہ ہم عمر کیا گیا ہے اس میں یہ بات بتادی کہ وہاں میاں بیوی سب ہم عمر ہوں گے۔ دنیا میں عمروں کے بے تکے تفاوت میں جو زوجین کو بدمزگی پیش آتی رہتی ہے اسے جاننے والے جانتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں جانے والا جو شخص بھی اس دنیا سے رخصت ہوگا چھوٹا ہو یا بڑا (داخلہ جنت کے وقت) سب تیس سال کے کر دیئے جائیں گے اس سے کبھی آگے نہیں بڑھیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کا ایک واقعہ جو سورۂ واقعہ کے پہلے رکوع کے ختم پر ہم نے لکھا ہے اس کی بھی مراجعت کر لی جائے۔

Marfat.com

﴿وَّكَاْسًا دِهَاقًا﴾ (اور متقیوں کے لیے لبالب بھرے ہوئے جام ہوں گے) یہاں قدروها تقدیرا کے مضمون سے اشکال نہ کیا جائے کیونکہ جنہیں اور جس وقت پورا بھرا ہوا جام پینے کی رغبت ہوگی انہیں لبالب پیش کیا جائے گا۔ ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا﴾ (وہاں نہ کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹی بات) وہاں جو کچھ ہوگا سچ ہوگا اور نہ صرف یہ کہ کوئی غلط بات نہ ہوگی بلکہ جس بات کا کوئی فائدہ نہ ہوگا وہ وہاں سننے میں بھی نہ آئے گی۔ ایسی بات کو لغو کہا جاتا ہے۔

﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾ (متقی حضرات کو جو اکرام اور انعام سے نوازا جائے گا یہ ان کے ایمان اور اعمال صالحات کا بدلہ ہوگا اور جو کچھ ملے گا کافی ہوگا یعنی وہ اتنا زیادہ ہوگا کہ ان کی تمام خواہش پوری ہوں گی اور مزید جو کچھ اضافہ ہوگا وہ اپنی جگہ رہا۔

﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ﴾ (متقی حضرات کو جو صلہ ملے گا وہ پروردگار جل مجدہ کی طرف سے عطیہ ہوگا، وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اس کا مالک ہے اور رحمٰن ہے)

﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ (اس دن کوئی بھی اس سے خطاب نہ کر سکے گا)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: والمراد نفي قدرتهم على ان يخاطبوه عزوجل بشي من نقص الاوزار و زيادة الثواب من غير اذنه تعالٰى ۔

یعنی جو عذاب میں مبتلا کر دیا گیا وہ عذاب کم کرنے کی درخواست نہ کر سکے گا اور جسے ثواب دے دیا گیا وہ اور زیادہ طلب کرنے لگے اس بارے میں کسی کی ہمت نہ ہوگی ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اجازت دے دے تو وہ بات کر سکے گا جیسا کہ آئندہ آیت میں آ رہا ہے۔

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا﴾ (یعنی روح والی مخلوق اور فرشتے سب صف بنا کر کھڑے ہوں گے) اور بہت سی صفیں ہوں گی۔

﴿لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ (یہ حاضر ہونے والے بات نہ کر سکیں گے مگر وہی شخص بول سکے گا جسے رحمٰن جل مجدہ اجازت دے اور اجازت ملنے پر ٹھیک بولے)۔

یعنی جسے اجازت ملے گی وہ بھی مقید ہوگی ایسا نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے، ٹھیک بات میں سے ایک یہ ہے کہ جس کے لیے سفارش کی اجازت دی جائے اسی کے لیے سفارش کی جا سکے گی۔ سورۃ الانبیاء میں فرمایا ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ (اور فرشتے صرف اسی کے لیے سفارش کر سکیں گے جس کے لیے اللہ کی مرضی ہو)

﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ﴾ (یہ دن یقینی ہے) ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾ (سو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف ٹھکانہ بنا لے) یعنی ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے اور موت تک اسی پر باقی رہے۔

﴿اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا﴾ (بلاشبہ ہم نے تمہیں ایسے عذاب سے ڈرایا ہے جو عنقریب آنے والا ہے) یعنی آخرت کا عذاب، اس کو قریب اس لیے فرمایا کہ جو چیز آنے والی ہے وہ ضرور آ کر ہی رہے گا۔ ﴿يوم ينظر المرء ما قدمت يداه﴾ (جس دن انسان دیکھ لے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی دنیا میں جو کچھ اعمال کیے ہوں گے انہیں اپنے اعمال نامہ میں پا لے گا۔ سورۂ کہف میں فرمایا ﴿ووجدوا ما عملوا حاضرا﴾ (اور جو کچھ عمل انہوں نے کیے تھے انہیں موجود پائیں گے) اور سورۃ زلزال میں فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (سو جس شخص نے ذرہ کے برابر خیر کا عمل کیا ہوگا اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ کے برابر برائی کا عمل کیا ہوگا اسے دیکھ لے گا)۔

﴿وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ (اور کافر کہے گا کہ ہائے کاش میں مٹی ہو جاتا)۔ صاحب معالم التنزیل نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن چوپائے جانور چرند پرند جمع کیے جائیں گے پھر ان کے درمیان دنیا میں جو مظالم

Marfat.com

ہوئے تھے ان کا بدلہ دلایا جائے گا یہاں تک کہ سینگ مارنے کا بدلہ سینگوں والی بکری سے بے سینگوں والی بکری کا بدلہ دلایا جائے گا۔ جب جانوروں کو ایک دوسرے سے بدلے دلا دیئے جائیں گے تو ان سے فرمادیا جائے گا کہ تم مٹی ہو جاؤ، جب کافر یہ منظر دیکھیں گے تو یہ جان کر کہ ہم سے تو جانور ہی اچھے رہے بدلے دلا کر ان کا کام تمام ہو گیا اور آگے ان کے لیے کوئی عذاب نہیں اب یہ مٹی بنادیئے گئے ان کے لیے ثواب نہیں تو عذاب بھی نہیں ہمارے لیے عذاب ہی عذاب ہے۔ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے تو کیسا اچھا ہوتا۔

اور بعض مفسرین نے یالیتنی کنت ترابا کا یہ مطلب بتایا ہے کہ عذاب کو دیکھ کر کافریوں کہیں گے کہ کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے، نہ ایمان کی اور اعمال کی تکلیف دی جاتی نہ نافرمان ہوتے نہ عذاب میں مبتلا ہوتے۔

وھذا آخر تفسیر سورة النبا والحمد للہ اولا و آخرا وباطنا وظاھرا

○○○

Marfat.com

اٰیاتھا ۴۶ ۷۹ سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۸۱ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ النازعات مکہ میں نازل ہوئی اس میں چھیالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ
اَمْرًا ۘ ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا
خَاشِعَةٌ ۘ ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ؕ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ
اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ ﴿۱۴﴾

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو بند کھول دیتے ہیں، اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں، پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں، پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں، جس روز ہلا دینے والی ہلا ڈالے گی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی آ جائے گی، بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی، کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں واپس ہوں گے کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر پہلی حالت پر واپس ہوں گے، کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے خسارے کی ہو گی، وہ بس ایک ہی سخت آواز ہو گی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے۔

ان آیات میں وقوع قیامت اور وقوع کے بعد والے احوال کا تذکرہ فرمایا ہے پہلے فرشتوں کی قسم کھائی اور قسم کھا کر فرمایا کہ ہلا دینے والی چیز ضرور واقع ہو گی (اس سے پہلی بار صور پھونکنا مراد ہے)۔ جن فرشتوں کی قسم کھائی ہے ان میں پہلے ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾ فرمایا یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو سختی سے ساتھ روح کھینچنے والے ہیں اس میں لفظ غرقاً مصدر ہے جو اغراقاً کے معنی میں ہے یعنی جسم کے ہر ہر حصہ سے فرشتے روح کو نکال لیتے ہیں اور اس میں مرنے والے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، پھر فرمایا ﴿وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو بند کھول دیتے ہیں یعنی سہولت کے ساتھ روح نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیا اور چیز آسانی سے نکل گئی۔

قال صاحب معالم التنزیل حلا رفیقا فتقبضها کما ینشط العقال من ید البعیر ای یحل بالرفق۔

حضرات مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ پوری طرح سختی سے کافروں کی جان نکالی جاتی ہے اور سہولت اور آسانی کے ساتھ اہل ایمان کی روح قبض ہوتی ہے (کسی وجہ سے موت کے وقت مومن کو زیادہ تکلیف ہو مثلاً یہ کہ اس کے درجات بلند کرنے کا ذریعہ بنانا ہو تو یہ دوسری بات ہے۔ وانما قلنا ذلك لان عائشة رضی الله عنها قالت ما رایت احدا الوجع علیه اشد من رسول الله ﷺ وقالت فلا اکره شدة الموت بعد النبی ﷺ۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۳۴ عن البخاری)

حدیث شریف میں مومن اور کافر کی موت کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت ملک الموت علیہ السلام مومن کی روح کو قبض کرتے ہیں تو وہ ایسی آسانی سے نکل آتی ہے جیسے (پانی کا) بہتا ہوا قطرہ مشکیزہ سے باہر آ جاتا ہے اور کافر کی موت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب کافر بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کو ہوتا ہے تو سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر اس کے پاس آتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں اور اس کے پاس اتنی دور تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی

Marfat.com

ہے پھر حضرت ملک الموت تشریف لاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں پھر کہتے ہیں اے خبیث جان اللہ کی ناراضگی کی طرف نکل، ملک الموت کا یہ فرمان سن کر روح اس کے جسم میں بھاگی پھرتی ہے لہٰذا ملک الموت اس کی روح کو جسم سے اس طرح نکالتے ہیں جیسے بوٹیاں بھوننے کی سیخ بھیگے ہوئے اون سے صاف کی جاتی ہے (یعنی کافر کی روح کو جسم سے زبردستی اس طرح نکالتے ہیں جیسے بھیگا ہوا اون کانٹے دار سیخ پر لپٹا ہوا ہو اور اس کو زور سے کھینچا جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۴۲)

﴿وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾ یہ ﴿سبح یسبح﴾ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو تیرنے کے معنی میں آتا ہے۔ مفسرین نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ فرشتے مومنین کی روحوں کو آسمان کی طرف بڑی سرعت و سہولت کے ساتھ لے جاتے ہیں گویا تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔

﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا﴾ پھر یہ فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑنے والے ہیں، وہ جب روحوں کو لے کر اوپر پہنچتے ہیں تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا حکم جو ہوتا ہے اس کے مطابق عمل کرنے میں تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔

﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ پھر وہ فرشتے حکم خداوندی کے مطابق تدبیر کرتے ہی یعنی جس روح کے متعلق جو حکم ہوتا ہے اس حکم کے مطابق عمل کرنے کی تدبیروں میں لگتے ہیں۔

﴿یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ یہ جواب قسم ہے فرشتوں کی قسمیں کھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی، اس کا وقوع کس دن ہوگا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس دن ہلا دینے والی چیز ہلا دے گی اس دن قیامت کا وقوع ہوگا۔ ہلا دینے والی چیز سے نفخہ اولیٰ یعنی پہلی بار کا صور پھونکنا مراد ہے۔

﴿تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾ یعنی (ہلا دینے والی چیز) کے پیچھے اس کے بعد آنے والی چیز آجائے گی اس سے نفخہ ثانیہ یعنی دوسری دفعہ صور پھونکنا مراد ہے۔ ﴿قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ﴾ (اس دن دل دھڑک رہے ہوں گے) ﴿اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾ (ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی)۔

یہ قیامت کے دن کی حالت کا بیان ہوا۔ اس کے بعد منکرین قیامت کا قول نقل کیا۔ ﴿یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ﴾ (وہ کہتے ہیں کیا ہم اپنی پہلی حالت پر واپس ہوں گے؟) یہ استفہام انکاری ہے منکرین کہتے ہیں کہ ایسا ہونے والا نہیں کہ ہم پہلی حالت میں آجائیں یعنی موت سے پہلے جو ہماری حالت تھی مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندگی مل جائے گی اور پہلی حالت پر آجائیں ایسا ہونے والا نہیں۔ انہوں نے اپنے واپس ہونے کا استبعاد ظاہر کرنے کے لیے مزید کہا ﴿ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾ (کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت دوبارہ زندگی میں آئیں گے) ﴿قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾ (ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہماری سمجھ میں تو نہیں آرہا کہ ہڈیاں بوسیدہ ہو کر دوبارہ زندگی ملے گی بالفرض اگر دوبارہ زندہ ہو گئے جیسا کہ نبوت کے دعویٰ کرنے والے نے بتایا ہے تو ہماری خیر نہیں اس وقت تو ہمارا برا حال ہو جائے گا کیونکہ جس چیز کو جھٹلا رہے ہیں اس کا واقع ہو جانا لامحالہ ہمارے جھٹلانے کی سزا کا سبب بنے گا اور یہ سزا بھی بڑی ہوگی۔ ان لوگوں کا یہ قول بھی بطور تکذیب اور مسخرہ پن ہی کے ہے کیونکہ کسی درجہ میں بھی ان کے نزدیک وقوع قیامت کا احتمال نہیں تھا اسی لیے انہوں نے ایسی بات کہی حالانکہ جس کو کسی درجہ میں بھی اتنے بڑے نقصان کا احتمال ہو وہ تو فکرمند رہتا ہے، دیکھو دنیا میں ذرا ذرا سے احتمال پر خبر دینے والوں کی تصدیق کرتے ہیں کہ ممکن ہے سچ ہی کہہ رہا ہو، اگر کوئی جھوٹا آدمی یوں کہہ دے کہ وہاں نہیں جانا ادھر ایک اژدھا پڑا ہے تو وہاں جانے کی ہمت نہیں کریں گے۔ یہ منکرین کی حماقت اور شقاوت ہے کہ وقوع قیامت کی بار بار خبر ملنے اور اس پر دلائل قائم ہونے کے باوجود اور یہ جانتے ہوئے کہ اگر قائم ہو گئی تو ہمارا برا حال ہوگا، پھر بھی اس کی تصدیق نہیں کرتے اور اپنی فلاح کے لیے فکرمند نہیں ہوتے۔

قوله تعالٰی الحافرة قال صاحب الروح الحافرة الارض التی حفرها السابق بقوائمه فهو من قولهم رجع فلان فی حافرته ای طریقة التی جاء فیها فحفرها ای اثر فیها بمشیه والقیاس المحفورة فهی اما بمعنی ذات حفر او الاسناد

Marfat.com

مجازی۔ وقوله نخرة من نخر العظم اذ بلی وصار اجوف تمربه الریح فیسمع له نخیر اوصوت۔ وقوله تعالیٰ ''کرة خاسرة'' ای ذات خسر او خاسرا صحابها۔

﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ (وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے) اس میں منکرین کی تکذیب کی تردید ہے اس وقت طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں، حالانکہ اس کا واقعہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھاری بات نہیں ہے جب اس کا حکم ہوگا تو ایک چیخ وجود میں آئے گی (یعنی دوسری مرتبہ کا صور پھونکا جانا) اس وقت بغیر کسی دیر و انتظار کے ایک میدان میں موجود ہوں جائیں گے جو حساب کتاب کی جگہ ہوگی۔

قال صاحب الروح الساهرة قیل وجه الارض والفلاة وفی الکشاف الارض البیضاء ای التی لانبات فیها المستویة سمیت بذلك لان السراب یجری فیها من قولهم عین ساهرة جاریة الماء۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۞ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۞ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۞ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۞ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۞ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۞ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۞ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۞ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۞ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۞ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۞ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۞

کیا آپ کے پاس موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے، جب کہ ان کے پروردگار نے وادی مقدس یعنی میدان طویٰ میں انہیں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے، سو اس سے کہو کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاکیزہ بن جائے اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تو ڈرنے لگے، پھر انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھلائیں سو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی میں لگا رہا، پھر اس نے پشت پھیری کوشش کرتے ہوئے سو اس نے جمع کیا پھر زور سے آواز دی پھر کہا کہ میں تمہارا پروردگار اعلیٰ ہوں، سو اللہ نے اسے پکڑ لیا جس میں دنیا و آخرت کی سزا تھی، بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے مصر میں رہتے تھے وہاں جوان کی مظلومیت کا حال تھا اس کی تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں ان پر فرعون اور آل فرعون کی طرف سے مظالم کے پہاڑ ٹوٹتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام ان ہی حالات میں وہاں پیدا ہوئے پھر فرعون کے محل میں پلے بڑھے جوان ہوئے ایک اسرائیلی یعنی ان کی قوم کے آدمی اور قبطی (فرعون کی قوم کے ایک فرد) کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزر رہے تھے اسرائیلی نے ان سے مدد طلب کی، انہوں نے قبطی کو ایک گھونسہ مار دیا گھونسہ کا لگنا تھا کہ وہ تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا وہیں اس کا ڈھیر ہو گیا، فرعونیوں کو پتہ چلا کہ فلاں شخص نے ہمارے آدمی کو مارا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں لگ گئے اور ان کے قتل کے بارہ میں مشورہ کرنے لگے، ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رائے دی کہ تمہارے بارے میں ایسے ایسے مشورے ہو رہے ہیں تم یہاں سے پھوٹ لو اور کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکلے اور مدین پہنچ گئے وہاں ایک بوڑھے شخص تھے ان کی ایک لڑکی سے نکاح ہو گیا اپنے خسر صاحب کی بکریاں چراتے اور زندگی گزارتے تھے، معیاد کے مطابق دس سال گزار کر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر مصر کی طرف واپس ہو رہے تھے کہ راستہ بھی بھول گئے اور سردی بھی لگ گئی، دور سے انہوں نے دیکھا کہ آگ نظر آ رہی ہے اپنی بیوی سے کہا کہ تم ذرا یہیں ٹھہرو میں تاپنے کے لیے آگ لے کر آتا ہوں آگ نہ ملی تو کوئی راستہ بتانے والا ہی مل جائے گا، جس جگہ آگ نظر آ رہی تھی اس جگہ کا نام طویٰ تھا جسے الوادی المقدس یعنی پاک میدان فرمایا ہے وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرما دیا اور حکم دیا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش بنا ہوا ہے

Marfat.com

اور انہیں دو بڑے بڑے معجزے بھی عطا فرما دیئے ایک یہ کہ وہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈالتے تھے تو اژدھا بن جاتی تھی دوسرے یہ کہ اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈالتے تھے تو بہت زیادہ روشن ہو کر نکلتا تھا۔ یہاں سورۃ النازعات میں اس کا اجمالی تذکرہ ہے فرمایا ﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی ہے۔ ﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ (جبکہ موسیٰ کو ان کے رب نے پاک میدان وادی طویٰ میں پکارا) ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ (تم فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے) ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى﴾ (سو اس سے فرمایئے کیا تجھے اس بات کی رغبت ہے کہ تو پاکیزہ بن جائے)۔ ﴿وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾ (اور کیا تجھے اس بات کی رغبت ہے کہ میں تجھے تیرے رب کی طرف ہدایت دوں) یعنی تیرے خالق اور مالک کی ذات و صفات اور اس کی الوہیت اور ربوبیت اور اس کی قدرت کاملہ اور اس کے قہر اور غلبہ سے تجھے واقف کراؤں۔ فتخشی تا کہ تو اپنے رب سے ڈرنے لگے اور اس سرکشی کو چھوڑ دے جو تو نے اختیار کر رکھی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا فرمان سن کر وادی مقدس سے روانہ ہو کر مصر پہنچے وہاں سے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ساتھ لیا (اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نبوت سے سرفراز فرما دیا تھا) یہ دونوں فرعون کے پاس پہنچے اور اسے حق کی دعوت دی پاکیزہ بننے کے لیے کہا (کیونکہ وہ کفر اور ظلم کی ناپاکی میں لت پت تھا) اور اس سے فرمایا کہ تو ہماری بات مان لے ہدایت پر آ جا ورنہ تجھ پر عذاب آ جائے گا۔ کما فی سورۃ طٰہٰ ﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾

فرعون تو اپنے آپ کو سب سے بڑا رب کہتا تھا جب اس نے یہ سنا کہ میرا بھی کوئی رب ہے (اور بظاہر بھرے دربار میں یہ باتیں ہوئیں) تو وہ بڑا چونکا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعدد سوال جواب کیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پوری جرأت اور دلیری کے ساتھ ہر بات کا جواب دیتے رہے جب فرعون دلیل سے عاجز ہو گیا تو کہنے لگا ﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ﴾ (اگر تو نے میرے علاوہ کسی کو معبود بنایا تو تجھے ضرور قیدیوں میں شامل کر دوں گا)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں تیرے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں تب بھی تو ایسا ہی کرے گا؟ فرعون نے کہا اگر تو سچا ہے تو لے آ وہ کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ اژدھا بن گئی اور اپنا داہنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ خوب زیادہ روشن ہو گیا اسی کو فرمایا ﴿فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾ (پھر انہوں نے اسے بڑی نشانی دکھائی) ﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى﴾ (سو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی پر جما رہا) دلیل سے بھی عاجز ہو گیا اور دو بڑے بڑے معجزے بھی دیکھ لیے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور رب جل شانہ کی نافرمانی پر بدستور قائم رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر بتا دیا پھر جادوگر بلائے ان سے مقابلہ کرایا، جادوگر ہار گئے اور ایمان لے آئے۔ فرعون اب بھی نہ مانا اور اپنی سرکشی پر اڑا رہا، چونکہ وہ مطلق العنان با اختیار تھا اور اس کے غرور کا یہ حال تھا کہ وہ کہتا تھا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں اس لیے اسے اپنے اقتدار کی فکر پڑ گئی اور طرح طرح کی تدبیریں کرنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بات دب جائے اور عوام و خواص ان کی دعوت کو قبول نہ کریں اسی کو فرمایا ﴿ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى﴾ (اس نے پشت پھیری اور کوشش کرنے لگا) ﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى﴾ (سو اس نے لوگوں کو جمع کیا پھر بلند آواز سے پکارا) یعنی اپنے لوگوں کو خطاب کیا۔

﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ (اور اپنا دعویٰ دہرا دیا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں یعنی سب سے بڑا رب ہوں) لیکن اس کی ہر تدبیر ناکام ہوئی اور بالآخر ہلاک ہوا دنیا میں بھی سزا پائی، یعنی اپنے لشکروں سمیت سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا اور آخرت میں بھی دوزخ میں داخل ہوگا بلکہ دوزخ میں داخل ہوتے وقت اپنی قوم سے آگے آگے ہوگا۔ سورۃ ہود میں فرمایا ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ﴾ (قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے ہوگا سو انہیں دوزخ میں پہنچا دے گا)۔

سورۃ القصص میں فرمایا ﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ (اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ لوگ قیامت کے دن بدحال ہوں گے)۔

Marfat.com

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی﴾ (بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرے) جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں اور عبرت کے قصے سن کر خوف کھاتے ہیں کہ کہیں ہمیں نافرمانی کی وجہ سے دنیا و آخرت میں بدحالی اور عذاب میں گرفتار نہ ہونا پڑے ایسے لوگوں کے لیے عبرت اور نصیحت ہے (اور جو لوگ نافرمانیوں میں لگ کر اپنی سمجھ کی پونجی کو کھو بیٹھے اور کسی بات سے متاثر نہیں ہوتے ایسے لوگ نافرمانی ہی میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں) جیسے فرعون نے سرکشی کی راہ اختیار کی اور برباد و ہلاک اور مستحق عذاب نار ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور فرعون سے مکالمہ اور فرعون کا اپنے لشکروں سمیت ڈوب جانا سورۃ طٰہٰ میں تفصیل سے مذکور ہے نیز سورۃ یونس رکوع نمبر ۸ اور سورۂ قصص رکوع نمبر ۱، ۲، ۳ اور سورۂ نمل رکوع نمبر ۱ کی بھی مراجعت کر لی جائے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ لَیْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

کیا پیدائش کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان؟ اللہ نے اس کو بنایا اس کی چھت کو بلند کیا، سو اسے درست بنایا، اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر فرمایا، اور اس کے بعد زمین کو پھیلایا، اس سے اس کا پانی نکالا اور اس کا چارہ، اور پہاڑوں کو جما دیا، تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لیے۔

جو لوگ قیامت کے منکر تھے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم اپنی دوبارہ تخلیق کو مشکل سمجھ رہے ہو یہ بتاؤ کہ تمہاری تخلیق زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی تخلیق، ذرا سی سمجھ والا آدمی بھی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ بظاہر آسمان کی تخلیق زیادہ مشکل ہے (یعنی انسان سوچے تو یہ ہی سمجھ میں آئے گا حالانکہ قادر مطلق کے لیے ہر معمولی اور بڑی سے بڑی چیز پیدا کرنا مشکل نہیں) جب اللہ تعالیٰ نے آسمان جیسی چیز کو پیدا فرما دیا تو تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ اس کے بعد آسمان کی بلندی کا اور رات و دن کا تذکرہ فرمایا۔

﴿رَفَعَ سَمْكَهَا﴾ (اسی کی چھت کو بلند فرمایا) ﴿فَسَوّٰىهَا﴾ (سو اسے بالکل درست بنایا) ﴿وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا﴾ (اور اس کی رات کو تاریک بنایا) ﴿وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا﴾ (اور اس کے دن کو ظاہر فرمایا) رات اور دن کے وجود اور ظہور کا ظاہری سبب چونکہ آفتاب کا طلوع و غروب ہے اور وہ بلندی پر ہے اس لیے لیلها وضحها کی اضافت السماء کی ضمیر کی طرف کی گئی۔ ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا﴾ (اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا)

﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا﴾ (زمین سے اس کا پانی نکالا اور اس کا چارہ نکالا) جو جانوروں کے کام آتا ہے۔ ﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا﴾ (اور پہاڑوں کو جما دیا) ﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾ (تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لیے) یعنی رات اور دن کا وجود اور زمین کا پھیلاؤ اور زمین میں پانی کا ہونا اور چارہ پیدا ہونا اور بہت وزنی پہاڑوں کا زمین پر جما رہنا تاکہ حرکت نہ کریں یہ سب چیزیں انسانوں کے لیے اور ان کے مویشیوں کے لیے بڑے نفع کی چیزیں ہیں، انسان پر لازم ہے کہ اپنے رب کا شکر گزار ہو اور اس کے نبیوں اور کتابوں کی خبروں کے مطابق وقوع قیامت کا اقراری ہو اور اس دن کے لیے فکرمند ہو۔

آسمان اور زمین کی پیدائش میں جو ترتیب ہے اس کا ذکر سورۂ بقرہ میں اور سورۂ حم السجدہ کی تفسیر میں دیکھ لیا جائے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی ﴿۳۴﴾ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ

Marfat.com

مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝٤١ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ
اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝٤٢ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝٤٣ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝٤٤ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ
يَّخْشٰىهَا ۝٤٥ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝٤٦

سو جب بڑی مصیبت آ جائے گی جس دن انسان اپنی کوششوں کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے لیے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا، سو جس نے سرکشی کی اور دنیا والی زندگی کو ترجیح دی سو بلا شبہ دوزخ ہے ٹھکانہ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا سو بلا شبہ جنت ہے ٹھکانہ، وہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہوگا، اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ اس کا منتہائے علم صرف آپ کے رب کی طرف ہے آپ تو بس اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے وہ جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں رہے ہوں یا اس کے اول حصہ میں۔

ان آیات میں قیامت کا منظر بتایا ہے۔ ﴿الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾ جس کا ترجمہ بڑی مصیبت سے کیا گیا ہے یہ طم یَطُمُّ سے ماخوذ ہے جو بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے قیامت کے لیے اس لفظ کا اطلاق اس لیے کیا گیا کہ اس دن کی مصیبت ہر مصیبت پر غالب ہوگی۔ اس سے بڑی مصیبت اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھی ہوگی۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

والطامة اعظم الدواهی لانه من طم بمعنی علا کما وردفی المثل جری الوادی فطم علی القری وجاء السیل فطم الرکی وعلوها علی الدواهی غلبتها علیها فیرجع لما ذکر، قیل فوصفها بالکبریٰ للتاکید ولو فسر کونها طامة بکونها غالبة للخلائق لا یقدرون علی دفعها لکان الوصف مخصصا، وقیل کونها طامة باعتبار انها تغلب وتفوق ماعرفوا من دواهی الدنیا وکونها کبری باعتبار انها اعظم من جمیع الدواهی مطلقا وقیل غیر ذلك۔

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ ﴿الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى﴾ سے نفخہ ثانیہ (دوسری بار صور پھونکنا) مراد ہے۔ ارشاد فرمایا جس دن سب سے بڑی مصیبت آئے گی انسان یاد کرے گا اپنی کوششوں کو یعنی دنیا میں جو اعمال کیے تھے ان کو یاد کرے گا کیونکہ ان اعمال پر عذاب و ثواب کا مدار ہوگا اور اس وقت جحیم یعنی دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا جسے سب دیکھنے والے دیکھ لیں گے۔

حساب و کتاب کے بعد جو فیصلے ہوں اس میں دو ہی جماعتیں ہوں گی ایک جماعت دوزخ میں اور ایک جماعت جنت میں جائے گی، جسے سورۃ الشوریٰ میں بیان فرمایا ہے۔

﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ اور جو لوگ اعراف پر ہوں گے وہ بھی آخر میں جنت میں داخل ہوں گے جنت اور دوزخ کے داخلہ کی بنیاد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ (سو جس نے سرکشی کی اور دنیا والی زندگی کو ترجیح دی یعنی دنیا ہی کے کام کرتا رہا اور آخرت کی تیاری نہ کی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا)۔

عام طور سے کفر کا اختیار کرنا اور حق ظاہر ہوتے ہوئے حق قبول نہ کرنا اسی لیے ہوتا ہے کہ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں مال اور دولت اور کرسی چلے جانے کے ڈر سے حق قبول نہیں کرتے، یہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا ہے جو لوگ مسلمان ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی گناہوں میں بھی منہمک رہتے ہیں اس کا باعث بھی دنیا کو ترجیح دینا ہوتا ہے۔ مال کی طلب یا جاہ اور شہرت اور عہدہ کا لالچ یہ چیزیں گناہوں پر ڈالتی ہیں فرائض و واجبات چھڑاتی ہیں اور کاروبار میں خیانت ملاوٹ وغیرہ کرنے پر آمادہ کرتی ہیں، جو شخص آخرت کو

Marfat.com

ترجیح دے گا اور یہ یقین کرتے ہوئے زندگی گزارے گا کہ قیامت کے دن پیش ہونا ہے وہ دنیا کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ دنیا کی طلب حلال کما کر حلال مواقع پر خرچ کرنے کے لیے جائز ہے۔ البتہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا ہلاکت کا سبب ہے۔

اب دوسرا رخ لیجیے، ارشاد فرمایا: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا یعنی وہاں کے حساب سے خوف زدہ ہوا اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے)۔

بات یہ ہے کہ انسان گناہوں کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ حرام سے بچنے کا ارادہ کرتا ہے فرائض و واجبات کا اہتمام کرنا چاہتا ہے تو اس کا نفس آڑے آجاتا ہے، نفس کو آرام چاہیے مزہ اور لذت چاہیے اسے ہری بھری دنیا محبوب ہے، آخرت میں کیا بنے گا اسے اس کی فکر ہی نہیں لہٰذا وہ گناہوں میں منہمک رہنے ہی کو پسند کرتا ہے، جو لوگ اپنے نفس پر قابو پاتے ہیں اسے گناہوں سے روکتے ہیں حرام سے بچاتے ہیں اور صرف جائز مال اور حلال لذت پر اکتفاء کر لیتے ہیں ایسے لوگ مبارک ہیں ان کے لیے جنت کا وعدہ ہے جہاں ہر خواہش پوری ہوگی قیامت کے دن کے حساب کتاب کا جس نے دھیان رکھا اور وہاں کی پیشی سے خوف زدہ ہوا اس کے لیے جنت کا داخلہ ہے اور اسے دو باغ ملیں گے جیسے کہ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اس کے لیے دو باغ ہوں گے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہے کہ نفس کی خواہشوں پر چلیں گے اور لمبی لمبی امیدیں باندھ کر رہیں گے، پھر فرمایا کہ نفس کی خواہش حق سے روکتی ہے اور امید کی درازی آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ مزید فرمایا کہ یہ دنیا برابر جا رہی ہے اور یہ آخرت کے سفر میں ہے برابر چلی آرہی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں سو اگر تم سے ہو سکے کہ دنیا کے بیٹے نہ بنو تو ایسا کر لو، کیونکہ آج تم دار العمل میں ہو اور حساب نہیں ہے اور کل کو دارِ آخرت میں ہوں گے اور وہاں عمل نہیں ہوگا اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ آخرت کے بیٹے بنو دنیا کے بیٹے مت بنو کیونکہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل کو حساب ہوگا اور عمل نہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۴)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا﴾ (وہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا؟)۔ ان لوگوں کا یہ سوال بظاہر سوال تھا اور حقیقت میں قیامت کا انکار کرنا مقصود تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا: ﴿فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا﴾ (اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق) یعنی آپ کو تو اس کے وقت وقوع کا علم ہی نہیں لہٰذا آپ اس کا وقت نہیں بتا سکتے۔ ﴿اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا﴾ (اس کا منتہائے علم آپ کے رب کی طرف ہے) یعنی قیامت کے واقع ہونے کا وقت معین اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے سورۃ الاعراف میں جو ﴿قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ﴾ فرمایا ہے (ترجمہ: آپ فرما دیجئے قیامت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اس کے وقت پر اسے صرف وہی ظاہر فرمائے گا) یہاں بھی وہی مضمون مذکور ہے۔

﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا﴾ (آپ تو صرف ایسے شخص کے ڈرانے والے ہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو) یعنی آپ کی بات مان کر ایمان لے آئے اور قیامت کے مواخذہ اور محاسبہ سے خوف زدہ ہو، جسے ماننا نہیں ہے آپ کا ڈرانا اس کے حق میں مفید نہیں۔

﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ (جس دن وہ اس کو دیکھیں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا صرف ایک دن کے آخری حصہ میں رہے ہوں یا اس کے اول حصہ میں) آج تو بار بار پوچھ رہے ہیں کہ قیامت کب آئے گی اور بطورِ استہزا اور تمسخر یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا جب قیامت آئے گی اس وقت دنیا والی زندگی (جس میں برسہا برس گزارے تھے)۔ تھوڑی سی معلوم ہوگی اور یوں سمجھیں گے کہ ہم نے جو عذاب کی جلدی مچائی تھی وہ واقعی جلدی آ گیا، وقوع کے وقت جلدی ہی سمجھیں گے اگرچہ اب یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

وهذا آخر تفسير سورة النازعات والحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات والصلوٰة والسلام على سيد الكائنات وعلى آله وصحبه رواة الآيات الهداة الى الجنات

Marfat.com

ایاتھا ۴۲ ۸۰ سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی اس میں بیالیس آیتیں ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝۲ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ۝۳ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ
الذِّكْرٰى ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ
جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲
فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝۱۵ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۶

منہ بنایا روگردانی کی اس وجہ سے کہ ان کے پاس نابینا آیا، اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا، سو نصیحت اسے فائدہ دیتی لیکن جس نے بے پروائی کی سو آپ اس کے لیے پیش آ جاتے ہیں حالانکہ اس بات کا آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں ہرگز ایسا نہ کیجیے بیشک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرلے وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں بلند ہیں، مقدس ہیں ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو مکرم ہیں نیک ہیں۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نابینا تھے ان کا نام عبداللہ بن ام مکتوم معروف و مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عمرو تھا اور والد کا نام قیس تھا، وہ مہاجرین اولین میں سے تھے مشہور قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آ گئے تھے، ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ مشرکین کے سرداروں میں سے بعض لوگ موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے باتیں کر رہے تھے اور اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے، اسی اثناء میں حضرت ابن ام مکتوم حاضر خدمت ہو گئے (چونکہ وہ نابینا تھے اس لیے انہیں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیت کا پتہ نہ چلا) اور بار بار عرض کرتے رہے کہ مجھے بھی کچھ سکھا دیجیے، آپ کو اس وقت ان کا آ جانا اچھا نہ لگا کیونکہ وہ گفتگو کے درمیان بیچ میں آ گئے جس سے ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ ان کا جواب دیں تو حاضرین سے جو بات ہو رہی تھی وہ کٹ جاتی، آپ نے ابن ام مکتوم کی طرف سے اعراض فرمایا اور سرداران قریش میں سے جس سے بات ہو رہی تھی اس کی طرف متوجہ رہے آپ کے خیال مبارک میں یہ بات تھی کہ یہ تو اپنا ہی آدمی ہے کبھی بھی میرے پاس آ سکتا ہے اور سوال کر سکتا ہے لیکن ان قریش کے سرداروں میں سے کوئی شخص اسلام قبول کر لے تو سارے قریش پر اس کا اثر پڑے گا اور اس کا فائدہ زیادہ ہوگا اس وقت ابن ام مکتوم پر توجہ دیتا ہوں تو یہ لوگ یوں کہیں گے کہ ان کے ساتھی یہ ہی نابینا اور نیچے درجہ کے لوگ (غلام باندی) ہیں۔ سنن ترمذی میں یوں ہے کہ وعند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل من عظماء المشرکین ۔ لیکن معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جس وقت ابن ام مکتوم حاضر ہوئے اس وقت آپ کی خدمت میں عتبہ بن ربیعہ اور ابوجہل اور عباس بن عبدالمطلب اور ابی بن خلف اور امیہ بن خلف موجود تھے۔ اور تفسیر بیضاوی میں ہے وعندہ صنادید قریش کہ آپ کے پاس سرداران قریش موجود تھے۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ابن ام مکتوم کا آنا اور بات کرنا ناگوار ہوا اور اس کا اثر چہرہ انور پر ظاہر ہوا، اس پر اللہ جل

Marfat.com

شانہ نے عتاب فرمایا اور سورۂ عبس نازل فرمائی، ارشاد فرمایا ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى﴾ (منہ بنایا اور روگردانی کی) ﴿اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ (یعنی رخ پھیر لیا اس وجہ سے کہ ان کے پاس نابینا آ گیا) پہلے تو غائب کا صیغہ استعمال فرمایا اس میں آپ کا اکرام ہے۔ پھر صیغہ خطاب ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى﴾ (اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا)۔ ﴿اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى﴾ (یا وہ نصیحت قبول کرتا سو نصیحت اسے فائدہ دیتی) یعنی وہ نابینا جو آیا وہ پہلے سے مومن تھا اس نے آپ سے دینی باتیں معلوم کرنا چاہیں آپ اسے کچھ بتاتے سمجھاتے تو وہ اپنی حالت کو سنوار لیتا اور نصیحت حاصل کرتا اور اسے کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچتا۔ آپ کو اس کے سنورنے اور سدھرنے اور نصیحت سے نفع حاصل کرنے کی امید رکھنا چاہیے۔ لفظ لعل جو ترجی کے لیے آتا ہے اسی مفہوم کے ظاہر کرنے کے لیے استعمال فرمایا۔

﴿اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى﴾ (لیکن جس نے بے پروائی کی اس کے لیے آپ پیش آ جاتے ہیں)۔

﴿وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى﴾ (اور آپ پر اس بات کا کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے) یعنی جس نے آپ کا دین قبول نہیں کیا اگر وہ اپنی حالت کو نہ سدھارے یعنی ایمان قبول نہ کرے تو اس بارے میں آپ سے کوئی مواخذہ نہیں۔

﴿وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى﴾ (اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں)۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد نیک تھا مشرکین کے اسلام قبول کرنے کی امید پر ان سے باتیں کرتے رہے اور حضرت ابن ام مکتوم کی طرف توجہ نہ دی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا تاکہ اصحاب صفہ کے دل نہ ٹوٹیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فقیر مومن غنی کافر سے بہتر ہے اور مومن کا خیال کرنا اولیٰ ہے اگرچہ فقیر ہو۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے سورۃ الانعام میں ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾ اور سورۃ الکہف میں ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ فرمایا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حضرت ابن مکتوم کا خاص اکرام فرماتے تھے اور جب ان کو آتا ہوا دیکھتے تھے تو فرماتے تھے مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی (مرحبا ہے اس شخص کے لیے جس کے بارے میں میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا) اور ان سے بار بار دریافت فرماتے تھے کہ کیا تمہاری کوئی حاجت ہے۔ الاستیعاب اور الاصابہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے غزوات میں تیرہ مرتبہ خلیفہ بنایا یعنی جب آپ جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو امامت اور امارت ان کے سپرد کر کے جاتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا ﴿كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ﴾ آپ ہرگز ایسا نہ کیجیے کہ جو شخص آپ کے پاس دینی باتیں معلوم کرنے آئے اس کی طرف سے بے توجہی کریں کیونکہ قرآن ایک نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے آپ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے جو قرآن اور اس کی نصیحت قبول نہ کرے اس کا وبال اسی پر ہے، آپ پر کوئی ضرر نہیں اس کے بعد قرآن کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو اللہ کے یہاں مکرم ہیں اور بلند اور مقدس ہیں، کیونکہ شیاطین وہاں تک نہیں پہنچ سکتے اور یہ صحیفے ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں جو باعزت اور نیک ہیں (فرشتے چونکہ لوح محفوظ سے قرآن مجید کو نقل کرتے ہیں اس لیے ﴿بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ﴾ فرمایا۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

Marfat.com

انسان پر خدا کی مار ہو وہ کیا ہی ناشکرا ہے اسے کس چیز سے پیدا فرمایا، نطفہ سے اس کو پیدا فرمایا، سواسے ایک انداز سے بنایا، پھر اس کا راستہ آسان فرما دیا، پھر اس کو موت دے دی، اس کے بعد اسے قبر میں چھپا دیا، جب چاہے اسے اٹھائے گا، خبردار اس کو جو حکم دیا اسے بجا نہیں لایا۔

ان آیات میں انسان کی ناشکری کا اور اس کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا: قُتِلَ الْاِنْسَانُ (انسان پر خدا کی مار ہو) یعنی وہ اس لائق ہے کہ ذلیل ہو اور اس پر اللہ کی لعنت ہو (قال فی معالم التنزیل ای لعن الکافر) مَاۤ اَکْفَرَهٗ (وہ کتنا بڑا ناشکرا ہے) اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا کتنی نعمتوں سے نوازا۔ نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اور سب سے بڑی ناشکری یہ ہے کہ ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ بھی معلوم ہے کہ کس چیز سے پیدا کیا ہے، لیکن نافرمانی پر تلا ہوا ہے۔

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (اسے کس چیز سے پیدا فرمایا) مِنْ نُّطْفَةٍ (نطفہ سے پیدا فرمایا) جو حقیر اور ذلیل مادہ ہے اگر اپنی اصل کو دیکھے تو شرم سے آنکھیں نیچی ہو جائیں اور خالق کائنات جل مجدہ کی طرف سچے دل سے متوجہ ہو جس نے ذلیل پانی سے ایسی اچھی جیتی جاگتی گوشت اور ہڈی اور بال اور کھال والی مورتی بنا دی۔ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا پھر اس کے اعضاء کو ایک خاص انداز سے بنایا اور ترتیب سے لگایا (کما فی سورة القیامة ثم کان علقة فلق فسوی)۔

ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ (پھر اس کے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا) ماں کے رحم میں نطفہ سے خون کے لوتھڑے سے شکل وصورت بنتی ہے پھر اس میں جان ڈالی جاتی ہے یہ جاندار بچہ جس کا اچھا خاصا جسمانی وجود ہوتا ہے ایک تنگ راستہ سے باہر آ جاتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ ہے اسی نے اندر مادر رحم میں تخلیق فرمائی اور اسی نے باہر آنے کا راستہ بنایا اور باوجود تنگ راستہ ہونے کے بچہ کے باہر آنے میں آسانی فرما دی۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (پھر اسے موت دی پھر اسے قبر میں چھپا دیا) مرنا اور جینا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے اور موت کے بعد تو بالکل ہی بے بس ہو جاتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ کے دوسرے بندے بحکم الٰہی تشریعاً وتکویناً قبر میں پہنچا دیتے ہیں، چونکہ عموماً بنی آدم مردوں کو دفن ہی کرتے ہیں اس لیے لفظ اقبرہ فرمایا انسان کے دفن کیے جانے میں اس کا اکرام ہے اگر میدان میں پڑا رہے اور جانور کھاتے رہیں اور ادھر ادھر ہڈیاں پڑی رہیں اس کی بجائے اس کی نعش کو زمین کے حوالے کر دیا جاتا ہے وہ اسے سنبھال لیتی ہے۔ یہ ظاہری اکرام ہے اس کے بعد قبر میں کیا ہوتا ہے اس کا تعلق مرنے والے کے ایمان اور کفر اور اچھے برے اعمال سے ہے۔ بعض قومیں اپنے مردوں کو جلا دیتی ہیں اور بعض گدھوں کو کھلا دیتی ہیں لیکن جو لوگ دین سماوی کے مدعی ہیں وہ اپنے مردوں کو دفن ہی کرتے ہیں، جو لوگ دفن نہیں کرتے وہ بالآخر راکھ بن کر یا جانور کی غذا بن کر زمین ہی کے حوالے ہو جاتے ہیں کیونکہ جانور بھی مر کر مٹی ہی میں جاتے ہیں۔ اسی کو سورۂ مرسلات میں فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا (کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا)۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ فرما دے گا) یعنی دنیا میں جینا اور مر جانا اسی پر بس نہیں ہے اس کے بعد پھر زندہ ہونا ہے اور دنیا والی زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہے۔ كَلَّا (انسان نے ہرگز شکر ادا نہیں کیا) (قال صاحب الروح: ردع للانسان عما هو علیه من کفران النعم البالغ نهایته)۔

لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ (اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کا حکم دیا انسان اس حکم کو نہیں بجا لایا)۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے عہد اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی خلاف ورزی مراد ہے، اللہ تعالیٰ کے رب ماننے کا اقرار کیا پھر دنیا میں آئے تو خلاف ورزی کی اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ جو ہدایت آئی اور احکام نازل ہوئے ان کے مطابق عمل نہ کیا (عام طور سے انسانوں کا مزاج اور رواج اور چال چلن اسی طرح سے ہے)

Marfat.com

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا
لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو عجیب طریقہ پر پھاڑ دیا سو ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کر دیا تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے انسان کو غور وفکر کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے کھانے کی چیزوں میں غور کرے، یہ چیزیں زمین سے نکلتی ہیں۔ ان میں غلے بھی ہیں اور پھل بھی، انگور بھی ہیں اور زیتون بھی، کھجوریں بھی ہیں اور سبزیاں ترکاریاں بھی، نیز فواکہ بھی ہیں جنہیں بطور تفکہ کھاتے ہیں اور گھاس پھوس بھی ہے جو جانوروں کا چارہ بن جاتا ہے، جن درختوں پر پھل آتے ہیں وہ صرف یہی نہیں کہ اکا دکا کوئی درخت کہیں نکل آیا بلکہ ان کے باغ ہیں جن میں بڑے بڑے درخت ہیں، ان میں خوب کثرت سے پھل پیدا ہوتے ہیں، لفظ حدائق حدیقہ کی جمع ہے جس باغ کی چار دیواری بنا دی گئی ہو وہ حدیقہ ہے اور جس کی چار دیواری نہ ہو وہ باغ تو ہے حدیقہ نہیں اور عنبا کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں عظاما شجرھا یعنی ان کے درخت بڑے بڑے ہوتے ہیں اس میں تن آور ہونا پھیلنا شاخوں کا گنجان ہونا سب داخل ہیں۔ کھیتیاں ہوں یا باغ ان کا ظاہری سبب اللہ نے یہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ زمین پر پانی برساتا ہے وہ پانی زمین کے اندر جاتا ہے جو بیج گٹھلی کے ابھرنے کا سبب بن جاتا ہے اور پودے نکلتے ہیں۔ اسی کو فرمایا: ﴿اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا﴾ (ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو عجیب طریقہ پر پھاڑ دیا)۔

﴿مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾ اوپر جن چیزوں کا بیان ہوا انہیں تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ کے لیے پیدا فرمایا ہے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں ان کے ذریعہ انسان جیتا ہے زندگی گزارتا ہے اس پر لازم ہے کہ ان چیزوں میں غور کرے اور ان کے اور اپنے خالق کی طرف رجوع ہو۔

قوله تعالٰی وابا اختلف فی معناه علٰی اقوال كثيرة فقيل هو ماتا كله البهائم من العشب قال ابن عباس والحسن الابُّ كل ما انبتت الارض مما لا یاكله الناس وما یا كله الادميون هو الحصيد، وعن ابن عباس ايضا وابن ابی طلحة الاب الثمار الرطبة، وقال الضحاك هو التين خاصة وهو محكی عن ان عباس ايضا، وقال ابراهيم التيمی سئل ابو بكر الصديق رضی الله عنه عن تفسير الفاكهة والاب فقال ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت فی كتاب الله ما لا اعلم وقال انس رضی الله عنه سمعت عمر بن الخطاب رضی الله عنه قرا هذه الاية ثم قال كل هذا قد عرفناه فما الاب؟ ثم رفع عصا كانت بيده وقال هذا لعمر الله التكلف وما عليك يا ابن ام عمر الا تدری ما الاب ثم قال اتبعوا مابين لكم من هذا الكتاب وما لا فدعوه۔ (راجع تفسير القرطبی الجزء التاسع عشر صفحه ۲۲۲، ۲۲۳)

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

Marfat.com

سو جب خوب زوردار آواز والی آ جائے گی جس روز انسان اپنے بھائی اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو کسی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی اس روز بہت سے چہرے روشن ہوں گے، ہنس مکھ ہوں گے خوش ہوں گے اور اس دن بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر کدورت ہوگی، ان پر ظلمت چھائی ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو کافر تھے فاجر تھے

ان آیات میں روز قیامت کے بعض مناظر بیان فرمائے ہیں۔ الصاخہ سخت آواز سے بولنے والی چیز کو کہتے ہیں اور بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ ایسی سخت آواز کو کہتے ہیں جو کانوں کو بہرا کر دے اس سے نفخہ ثانیہ مراد ہے جب یہ سخت آواز آئے گی تو انسان اپنی مصیبت میں ایسا مبتلا ہوگا کہ اسے کسی کی طرف کوئی توجہ نہ ہوگی جو خاص اپنے لوگ تھے ان سے بھی بھاگے گا ہر شخص کا اپنا حال جدا ہوگا۔

ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے نیک بندوں کے چہرے روشن ہوں گے ان کی صورتوں سے بشاشت اور خوشی ظاہر ہو رہی ہوگی اور جن نالائقوں نے دنیا میں خدا کو فراموش کیا ایمان اور اعمال صالحہ کے نور سے علیحدہ رہے اور کفر و فجور کی سیاہی میں گھسے رہے قیامت کے دن ان کے چہروں پر سیاہی چڑھی ہوگی ذلت اور رسوائی کے ساتھ حاضر محشر ہوں گے اپنے اعمال بد کی وجہ سے اداس ہو رہے ہوں گے اور خوف زدہ ہو کر یہ سوچتے ہوں گے کہ یہاں ہم سے برا برتاؤ ہونے والا ہے اور وہ آفت آنے والی ہے جو کمر توڑ دینے والی ہوگی ﴿تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾ ۔سورۂ آل عمران میں فرمایا: ﴿یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (اس روز بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم لوگ کافر ہو گئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد سو سزا چکھو بسبب اپنے کفر کے، اور جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آخر تفسير سورة عبس، والحمد لله اولا وآخرا

Marfat.com

ایاتها ۲۹ | ۸۱ سُوْرَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ ۷ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ التکویر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں انتیس آیتیں ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝٢ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣ وَإِذَا الْعِشَارُ
عُطِّلَتْ ۝٤ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝٥ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝٧ وَإِذَا
الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝١١ وَ
إِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝١٢ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝١٣ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝١٤

جب سورج بے نور ہو جائے اور جب ستارے گر پڑیں اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں اور جب حمل والی اونٹنیاں بے کار کر دی جائیں اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں اور جب سمندروں کو دہکا دیا جائے اور نفوس کے جوڑے بنا دیئے جائیں، اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے کہ وہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی اور جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں اور جب آسمان کھول دیا جائے اور جب دوزخ کو دہکا دیا جائے اور جب جنت کو قریب کر دیا جائے ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے حاضر کر دیئے۔

اس سورت میں قیامت کے دن کے احوال اور اھوال بیان کیے گئے ہیں کچھ نفخہ اولیٰ کے وقت اور کچھ نفخہ ثانیہ کے وقت کے ہیں، نفخہ اولیٰ کے وقت کے چھ حالات بیان فرمائے ہیں۔ اولاً ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ (جب سورج کو لپیٹ دیا جائے)۔ کورت لغوی ترجمہ یہی ہے اس کا لپیٹ دینا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا کہ سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی یعنی بے نور کر دیا جائے گا۔ یہ مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حسن اور قتادہ اور مجاہد سے مروی ہے۔

ثانیاً ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ (اور جب ستارے گر پڑیں)۔

ثالثاً ﴿وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ﴾ (اور جبکہ پہاڑ چلا دیئے جائیں) پہاڑوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا، سورۃ النمل، سورۃ طٰہٰ، سورۃ مزمل میں بھی مذکور ہے، پہاڑ ریت کی طرح ہو جائیں گے اور اپنی اپنی جگہوں سے چل دیں گے جیسے بادل چلتے ہیں (وهي تمر مر السحاب)۔

رابعاً ﴿وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾ (اور جب حمل والی اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں) اس میں لفظ العشار عشراء کی جمع ہے جس اونٹنی کو دس ماہ کا حمل ہو اسے عشراء کہتے ہیں اور بیکار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا نہ کوئی طالب رہے گا نہ چرانے والا، نہ سواری کرنے والا، عرب کے لوگ حمل والی اونٹنیوں کو اپنے لیے بہت بڑا سرمایہ سمجھتے تھے اور قرآن کے اولین مخاطبین وہی تھے اس لیے اونٹنیوں کے بیکار ہونے کا تذکرہ فرمایا کہ تم جن چیزوں کو اپنی مرغوب ترین چیز سمجھتے ہو ان پر ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے کہ ان کی طرف ذرا بھی کوئی توجہ نہ کرے گا۔

خامساً ﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں۔ مفسرین نے اس کے کئی معنی لکھے ہیں بعض حضرات نے اس کا یہ معنی لیا ہے کہ وحشی جانوروں کو موت آ جائے گی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے قیامت کے دن کا محشور ہونا مراد ہے

Marfat.com

جیسا کہ سورۂ نباء کی آخری آیت کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ضرور تم حقوق ادا کرو گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگوں والی بکری نے مارا ہو گا تو اس کو بھی بدلہ دلوایا جائے گا، اس میں بطور مثال بکری کا ذکر ہے لیکن دوسرے جانوروں کو حال بھی اسی سے معلوم ہو رہا ہے جس میں وحشی جانور بھی آ جاتے ہیں، صاحب روح المعانی نے مسند احمد سے اسی حدیث میں حتی الذرة من الذرة کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں یعنی چیونٹی کو بھی چیونٹی سے بدلہ دلایا جائے گا، اگر حشرت کا یہ معنی لیا جائے تو الفاظ قرآن سے بعید نہیں لیکن اس کا تعلق نفخہ ثانیہ سے ہے، اگر یہ بات ملحوظ نہ رکھی جائے کہ ترتیب میں اولاً نفخہ اولیٰ والی چیزیں بیان کی گئی ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ مجموعی حیثیت سے نفختین سے متعلق احوال بیان کر دیئے گئے ہیں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

سادساً ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ (اور جب سمندروں کو دہکا دیا جائے) لفظ سجرت تسجیر سے ماخوذ ہے یہ لفظ آگ جلانے دہکانے بڑھکانے اور تیز کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ صاحب روح المعانی اس کا مطلب بتاتے ہوئے لکھتے ہیں ای احمیت بان تغیض میاهها وتظهر النار في مکانها یعنی سمندروں کو گرم کر دیا جائے گا جس سے ان کے پانی خشک ہو جائیں گے اور ان کی جگہ آگ ظاہر ہو جائے گی۔

اس کے نفخہ ثانیہ سے متعلق چھ واقعات بیان کیے۔

اولاً: ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ (اور ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کیے جائیں) کافر علیحدہ اور مسلمان علیحدہ ہوں گے اور ہر فریق کی جماعتیں ہوں گی۔ سورۂ ابراہیم میں فرمایا ﴿وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ (اور تو اس دن مجرموں کو بیڑیوں میں ایک ساتھ جوڑے ہوئے زنجیروں میں دیکھے گا)۔

ثانیاً ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ﴾ (اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے بارے میں پوچھا جائے)۔ ﴿بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (کہ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی) زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ انتظار میں رہتے تھے کہ دیکھو کیا پیدا ہوتا ہے اگر لڑکا پیدا ہوتا تو اسے زندہ رہنے دیتے تھے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اپنے لیے عار سمجھتے تھے اور اسے اسی وقت زندہ ہی دفن کر دیتے تھے اگر کسی کے گھر لڑکی پیدا ہو جاتی تو اسے عیب سمجھ کر چھپا چھپا پھرتا تھا جیسا کہ سورۃ النحل میں فرمایا ﴿يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ﴾ زندہ نومولود لڑکی کو دفن کر دیا جاتا تھا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کی بخشش سے ناراض تھے بے گناہ بچی کو زندہ درگور کر دیتے تھے آیت بالا میں اسی کو بیان فرمایا کہ یہ سوال کیا جانے گا کہ لڑکی کو کس گناہ میں زندہ دفن کیا گیا۔

ثالثاً ﴿وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾ (اور جب صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے) وہ صحیفے جن میں بندوں کے اعمال لکھے گئے تھے سامنے لائے جائیں گے اچھے لوگوں کے داہنے ہاتھ میں اور برے لوگوں کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا ﴿وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا﴾ (اور ہم اس کے لیے اعمال نامہ نکال دیں گے جسے وہ کھلا ہوا اپنے سامنے موجود پالے گا) اور سورۃ الکہف میں فرمایا ﴿وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہو گا اس سے ڈرتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ کوئی چھوٹا بڑا گناہ اس نے نہیں چھوڑا جسے نہ لکھا ہو اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا)۔

رابعاً ﴿وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ﴾ (اور جب آسمان کھول دیا جائے گا)۔

خامساً ﴿وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ﴾ (اور جب دوزخ کو دہکا دیا جائے گا یعنی دوزخ کی جو آگ ہے اسے مزید جلایا جائے گا تاکہ اور زیادہ گرم ہو جائے)۔

Marfat.com

سادساً ﴿وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ﴾ (اور جب جنت کو قریب کر دیا جائے گا) یعنی متقیوں کے لیے قریب کر دی جائے گی جیسا کہ گمراہوں کے لیے دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے۔ کما فی سورۃ الشعراء ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ﴾ (اور متقیوں کے لیے جنت قریب کر دی جائے گی اور گمراہوں کے لیے دوزخ کو سامنے ظاہر کر دیا جائے گا)۔

﴿عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ﴾ (ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے حاضر کیے) یعنی جب مذکورہ بالا امور پیش آئیں گے تو ہر جان کو اپنے کیے دھرے کا پتہ چل جائے گا، اعمال نامے سامنے ہوں گے اور خیر اور شر کا جو بھی عمل کیا ہو گا وہ وہاں موجود ہو گا۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿۱۹﴾ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿۲۵﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿۲۶﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿۲۷﴾ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۹﴾

سو میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں جو پیچھے کو ہٹتے ہیں جو چلنے والے ہیں چھپنے والے ہیں قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے، قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے رسول کریم کا معزز فرشتہ کا لایا ہوا جو عرش والے کے نزدیک قوت والا مرتبہ والا ہے اس کی اطاعت کی جاتی ہے وہ وہاں امانت دار ہے اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے اور یہ بات واقعی ہے کہ اس نے اس فرشتے کو واضح کنارہ پر دیکھا ہے، اور وہ غیب کی باتوں پر بخل کرنے والا نہیں ہے اور وہ شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے، سو تم لوگ کہاں جا رہے ہو بس وہ جہان والوں کے لیے ایک بڑی نصیحت ہے ایسے شخص کے لیے جو تم میں سے سیدھے راستہ پر چلنا چاہے اور تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ اللہ چاہے جو رب العالمین ہے۔

ان آیات میں اللہ جل شانہ نے چند مخصوص ستاروں اور رات کی اور صبح کی قسم کھا کر قرآن کریم کی اور قرآن مجید لانے والے فرشتے یعنی جبرائیل علیہ السلام کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانگی کی طرف منسوب کرتے تھے ان کی تردید کی ہے۔

جن ستاروں کی قسم کھائی ہے ان کے بارے میں الخنس اور الکنس فرمایا ہے۔ الخنس خانس کی جمع ہے جس کا معنی پیچھے ہٹنے والا ہے اور الجوار جاریۃ کی جمع ہے جو ﴿جری یجری﴾ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور فواعل کے وزن پر ہے، ی کو لکھنے اور پڑھنے میں حذف کر دیا گیا ہے اس کا معنی ہے چلنے والے اور الکنس کانس کی جمع ہے اور کنس یکنس کا اسم فاعل ہے جس کا معنی چھپ جانے کا ہے یقال کنس الوحش اذا دخل کناسه الذی یتخذه من اغصان الشجر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے پانچ ستارے مراد ہیں یعنی زحل اور عطارد اور مشتری اور مریخ اور زہرہ، ان کو خمسہ متحیرہ بھی کہتے ہیں یہ چلتے چلتے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں پھر پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں اور کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں جا چھپتے ہیں۔ ووصفت بما ذکر فی الآیة لانها تجری مع الشمس والقمر وترجع حتی تخفی تحت ضوء الشمس فخنوسها رجوعها بحسب الرؤیة وکنوسها اختفاء هاتحت ضونها وتسمی المتحیرة لاختلاف احوالها فی سیرها فیما یشاهد فلها استقامة ورجعة واقامة فبینما تراها تجری الی جهة اذا بها راجعة تجری الی خلاف تلک الجهة وبینما تراها تجری اذا بها مقیمة لا تجری وسبب ذلک علی ما قال المتقدمون من اهل الهیئة کونها فی تداویر فی حوامل مختلفة الحرکات علی مابین فی موضعه و للمحدثین منهم النافسین لما ذکر مما هو مذکور

Marfat.com

فی کتبھم، وھی مع الشمس والقمر یقال لھا السیارات السبع لان سیرھا بالحرکة الخاصة مما لا یکاد یخفی علی احد بخلاف غیرھا من الثوابت) (روح المعانی صفحہ ۶۶: ج ۳۰)

﴿وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ﴾ (اور قسم ہے رات کی جب جانے لگے) لفظ عسعس رباعی مجرد ہے ماضی کا صیغہ ہے اس کے دونوں معنی ہیں ادبر ظلامه و اقبل (تاریکی کا آنا اور جانا) اور دونوں معنی کے لیے آتا ہے صاحب روح المعانی نے فراء نحوی سے نقل کیا ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں عسعس بمعنی ادبر ہے (جس کو ترجمہ میں اختیار کیا گیا ہے) اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں بمعنی اقبل ظلامه (تاریکی لے کر آ گیا) زیادہ مناسب ہے تاکہ آئندہ جملہ کے موافق ہو جائے کیونکہ صبح دن کے اول حصہ میں ہوتی ہے لہٰذا دوسری جانب رات کا پہلا حصہ مراد لینا مناسب ہوگا۔

﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے) یعنی جب وہ آنے لگے (اس سے فجر اول مراد ہے) ان چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ بلاشبہ یہ قرآن کلام ہے رسول کریم کا جسے ایک معزز فرشتہ لایا ہے یہ فرشتہ قوت والا ہے اور مالک عرش کے نزدیک رتبہ والا ہے اور وہاں یعنی آسمان میں اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ فرشتہ امانت دار ہے جو وحی کو بالکل صحیح صحیح پہنچاتا ہے۔ اس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صفات بیان فرمائی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کلام یعنی قرآن کریم کو لایا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے تھے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ جو تمہارے ساتھ رہنے والے ہیں یعنی محمد رسول اللہ ﷺ جن کا حال تم خوب جانتے ہو وہ مجنوں نہیں ہیں جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں وحی لانے کی صفات بھی تمہیں معلوم ہو گئی اور جس پر وحی آتی ہے اس کا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ لہٰذا قرآن کے بارے میں یہ شک کرنا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے یا نہیں یہ تمہاری غلطی ہے جس نے تمہیں کافر بنا رکھا ہے اوپر جو ستاروں کی اور رات کی اور صبح کی قسمیں کھائی ہیں ان قسموں کے بارے میں صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ مطلوب کے اعتبار سے نہایت مناسب ہے چنانچہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور رکنا اور چھپ جانا فرشتہ کے آنے اور جانے اور عالم الملکوت میں جا چھپنے کے مشابہ ہے اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے ظلمت کفر کے رفع ہو جانے کے اور نور ہدایت ظاہر ہو جانے کے اور ان دونوں کا سبب قرآن کریم ہے۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ﴾ (اور اس فرشتہ کو رسول اللہ ﷺ نے افق مبین یعنی آسمان پہ صاف کنارے پر دیکھا ہے) حضرت جبرائیل علیہ السلام جب وحی لاتے تھے تو حضرت دحیہ کلبی صحابی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آیا کرتے تھے۔ سرور عالم ﷺ نے انہیں دو مرتبہ ان کی اصل صورت میں دیکھا، ایک مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہی کے قریب اور ایک مرتبہ محلّہ جیاد میں (جو مکہ معظمہ کا ایک محلّہ ہے) دیکھا آپ نے دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں اور پورے افق کو گھیر رکھا ہے۔ (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ النجم)

پھر فرمایا ﴿وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾ (اور رسول اللہ ﷺ غیب کی باتیں بتانے میں بخل کرنے والے نہیں ہیں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی آتی ہے اسے نہیں چھپاتے جیسا کہ لوگ غیب کی بات جاننے کے مدعی ہوتے تھے اور اسے چھپاتے تھے اور اس پر اجرت پاتے تھے۔

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ﴾ (اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے)۔ ﴿فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾ پس جبکہ وحی لانے والا فرشتہ مذکورہ بالا صفات سے متصف ہے اور جن پر وحی آتی ہے وہ دیوانے بھی نہیں ہے اور نہ کاہن ہیں اور نہ اجرت طلب کرتے ہیں اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کا کلام بھی نہیں ہے تو تم اس کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ﴾ بس یہ قرآن دنیا جہاں والوں کے لیے ایک بڑی نصیحت ہے جو تم میں سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (اور تم نہیں چاہو گے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے) سب کچھ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔

والحمد لله اولا و آخرا و باطنا و ظاهرا

Marfat.com

آیاتہا ۱۹ ۸۲ سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ۸۲ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الانفطار مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیتیں ہیں
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ
بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝۵

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی تو ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو اس نے پہلے بھیجے اور بعد میں بھیجے

ان آیات میں بھی وقوع قیامت کے بعض احوال کا ذکر ہے، ارشاد فرمایا جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے جھڑ پڑیں گے اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے، یعنی دریائے شور و شیریں بہہ کر آپس میں ایک دوسرے سے مل جل جائیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دیں جائیں گی یعنی ان میں سے مردے نکل کھڑے ہوں گے اس وقت ہر شخص اپنے اعمال کو جان لے گا جو اس نے پہلے بھیجے اور بعد میں بھیجے (ان میں سے اول کے تین واقعات نفخۂ اولیٰ سے اور چوتھا واقعہ نفخۂ ثانیہ سے متعلق ہے)۔

روح المعانی میں ﴿وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ﴾ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب سارے دریا میٹھے اور نمکین اکٹھے ہو جائیں گے تو زمین اس سارے پانی کو چوس لے گی اور زمین پر ذرا سا بھی پانی نہیں رہے گا۔ وروی ان الارض تنشف الماء بعد امتلاء البحار فتصیر مستویة ای فی ان لا ماء واریدان البحار تصیر واحدة اولاثم تنشف الارض جمیعا فتصیر بلاماء۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝۶ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا
شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸

اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے رب کریم کے ساتھ دھوکہ میں ڈالا جس نے تجھے پیدا فرمایا سو تیرے اعضا درست بنائے پھر تجھے اعتدال پر رکھا جس صورت میں چاہا تجھے مرکب فرمادیا۔

ان آیات میں انسان کو اس کا حال بتایا ہے اور اسے توجہ دلائی ہے کہ وہ خالق و مالک کی طرف متوجہ ہو۔ انسان کچھ بھی نہیں تھا اللہ تعالیٰ شانہ نے اسے پیدا فرمایا، وجود بخشا اس کے جسم کو نہایت عمدہ ترتیب کے ساتھ ٹھیک بنایا اور اپنی حکمت کے مطابق جس صورت میں چاہا ڈھال دیا، انسان اپنے اختیار سے نہ پیدا ہوا نہ قد کی درازی میں اسے کوئی دخل ہے نہ موٹا پتلا ہونے میں نہ حسین و قبیح ہونے میں، وہ جس صورت اور حالت میں ہے سب اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے ہر شخص اپنی اپنی صورت میں چلتا پھرتا ہے اسی کی طرف متوجہ رہنا اور اسی کا بھیجا ہوا دین قبول کرنا اور اسی کے احکام پر عمل پیرا ہونا لازم ہے اب انسانوں میں بہت سے لوگ تو ملحد و زندیق ہیں جو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہی نہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو خالق جل مجدہ کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور اس کے دین کو قبول نہیں کرتے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کا دین بھی قبول کرتے ہیں لیکن اس کے اوامر و نواہی پر عمل نہیں کرتے فرائض چھوڑتے رہتے ہیں اور گناہ کرتے رہتے ہیں اور جب کسی کے یاد دلانے سے خیال آجاتا ہے کہ گنہگاری کی زندگی اچھی نہیں ہے تو نفس اور شیطان

Marfat.com

یہ سمجھا دیتے ہیں کہ ارے میاں چلتے رہو مزے کرتے رہو تمہارا رب کریم ہے بخش دے گا بڑی زندگی پڑی ہے توبہ کر لینا وغیرہ وغیرہ حالانکہ جس ذات پاک کے اتنے بڑے بڑے احسانات اور انعامات ہیں اس کی تو ذرا سی نافرمانی کرنا بھی مقتضائے عقل کے خلاف ہے۔

بات یہ ہے کہ وفاداری کا مزاج نہیں ہے جس ذات پاک نے وجود بخشا ان گنت نعمتوں سے نوازا اس کی نافرمانی بڑی ہو یا چھوٹی (صغیرہ گناہ ہوں یا کبیرہ) سراسر بے وفائی ہے اگر گناہ پر عذاب نہ ہونا یقینی ہوتا اور بخش دیا جانا ہی متعین ہوتا تب بھی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا لازم تھا عذاب کے ڈر سے نافرمانی سے بچنا یہ نمک حرام غلام کا خاصہ ہے جو ڈنڈے کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ یہ آقا کا فرمانبردار نہیں، نمک حلال اور وفادار تو ذرا سی نافرمانی کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے۔ اس کے سامنے نعمتیں ہوتی ہیں جن کے استحضار سے وفاداری کا مزاج بنا ہوا ہوتا ہے وفادار کی نظر صرف حکم پر ہوتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ حکم نہ مانا تو مار پڑے گی یا معافی ہو جائے گی بلکہ نافرمانی کی زندگی ہی کو عذاب کے برابر سمجھتا ہے ڈنڈا لگنے سے تو بظاہر جسم کو تکلیف ہوتی ہے لیکن نافرمانی کی وجہ سے جو وفاداری میں فرق آ گیا اس کی ندامت میں پگھلنا وفادار بندہ کے لیے جسمانی عذاب سے زیادہ ہے۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿٩﴾ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿١٢﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿١٣﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿١٤﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿١٦﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿١٩﴾

ہرگز نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو اور بلاشبہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے ہیں جو عزت والے ہیں لکھنے والے ہیں وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو، بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشبہ بدکار دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں بدلہ کے دن داخل ہوں گے اور وہ اس سے غائب ہونے والے نہ ہوں گے اور اے مخاطب تجھے خبر ہے کہ بدلہ کا دن کیا ہے پھر تجھے کیا خبر ہے کہ بدلہ کا دن کیا ہے، وہ ایسا دن ہوگا جس میں کوئی شخص کسی شخص کے لیے نفع کا مالک نہ ہوگا اور اس دن ساری حکومت اللہ ہی کے لیے ہوگی۔

کَلَّا (ہرگز نہیں) یعنی نفس و شیطان کے دھوکہ میں نہ آئیں دھوکہ میں پڑنا اپنی خیرخواہی کے خلاف ہے اور اس سے بڑھ کر تمہارا اپنی جانوں پر یہ ظلم ہے کہ تم جزا اور سزا ہی کو جھٹلاتے ہو (اور یہ سمجھتے ہو کہ کوئی مواخذہ اور محاسبہ ہونا ہی نہیں ہے) حالانکہ تم پر نگراں مقرر ہیں جو معزز ہیں (اللہ کے نزدیک مکرم ہیں) اور تمہارے اعمال کو لکھنے والے ہیں اور تم جو کام کرتے ہو وہ ان کو جانتے ہیں (لہٰذا تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرو اور گناہوں سے بچو)۔

اس کے بعد قیامت کے دن کی جزا اور سزا کا اجمالی تذکرہ فرمایا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (بلاشبہ نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے) جن کی تفصیل دوسری آیات میں مذکور ہے۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ (اور بلاشبہ بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے)۔

يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ (وہ بدلہ کے دن اس میں داخل ہوں گے)۔

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ اور وہ اس سے باہر نہ جائیں گے یعنی دائماً ابداً سرمداً دوزخ ہی میں رہیں گے اس مضمون کو سورۃ المائدہ میں یوں بیان فرمایا: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (وہ چاہیں گے کہ اس میں سے نکلیں حالانکہ وہ اس میں سے نہ نکل پائیں گے اور ان کے لیے عذاب دائمی ہے)۔

Marfat.com

﴿وَمَا أَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ (اور اے مخاطب تجھے معلوم ہے کہ روز جزا کیا ہے)۔ ﴿ثُمَّ مَا أَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ (پھر تجھ سے سوال ہے کہ بتا روز جزا کیا ہے)۔ تجھے بار بار اس کے حالات بتائے گئے ہیں اور جزا و سزا کی تفصیل بیان کی گئی ہے ان سب کو جان کر سمجھ کر تجھے روز جزا کے لیے فکر مند ہونا چاہیے اس دن کا حال اجمالی طور پر پھر تجھے بتایا جا رہا ہے۔ ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا﴾ (یہ وہ دن ہو گا جس میں کسی جان کا کسی جان کے لیے کچھ بھی بس نہ چلے گا)۔

﴿وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾ (اور اس دن ساری حکومت اللہ ہی کے لیے ہو گی) دنیا میں جو مجازی حکومتیں ہیں بادشاہ ہیں اور حکام ہیں قاضی ہیں اور جج ہیں ان میں سے کسی کا کچھ بھی زور اس روز نہ چلے گا بلکہ یہ خود پکڑے ہوئے آئیں گے اور ان کی پیشیاں ہوں گی اپنے کفر یہ مظالم اور غیر شرعی فیصلوں کی سزا انہیں بھگتنی ہو گی۔

وهذا آخر تفسير سورة الانفطار والحمدلله العلي الغفار والصلوٰة على نبيه سيد الابرار وعلى آله وصحبه المهتدين الاخيار

○○○

Marfat.com

آیاتہا ۳۶ — ۸۳ سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ مَكِّيَّةٌ ۸۶ — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ المطففین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھتیس آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے جن کا طریقہ یہ ہے کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں، کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

یہاں سے سورۃ تطفیف شروع ہو رہی ہے، یہ لفظ طفف سے باب تفعیل کا مصدر ہے اور مطففین اسی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ تطفیف کا معنی ہے گھٹانا اور کم کرنا۔ لفظ کالوا کیل سے لیا گیا ہے ماضی معروف جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ عربی میں برتن کے بنائے ہوئے پیمانہ سے بھر کر دینے کو کیل کہتے ہیں اور اکتالوا لفظ کیل سے باب افتعال سے ماضی کا صیغہ ہے۔

اس آیت شریفہ میں ناپ تول میں کمی کرنیوالوں کی مذمت فرمائی ہے جو لوگ دوسروں کے ہاتھ مال بیچتے ہیں تو کم ناپتے ہیں یا کم تولتے ہیں۔ تولتے وقت ڈنڈی مار دیتے ہیں اور ایک طرف کسی ترکیب سے پلڑا جھکا دیتے ہیں اور لوگوں سے مال لیتے ہیں تو پورا تلواتے ہیں اور پورا نپواتے ہیں۔ ان لوگوں کو قیامت کے دن کی پیشی یاد دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ تطفیف کرنے والوں کے لیے اس دن بڑی خرابی ہوگی جس دن رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے ذرا سی حقیر دنیا کے لیے اپنے ذمہ حقوق العباد لازم کرتے ہیں اور دھوکہ فریب دے کر تجارت کرتے ہیں اس کا وبال آخرت میں بھی ہے اور دنیا میں بھی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئیں ہیں ان دونوں کے بارے میں گزشتہ امتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ناپ تول میں کمی کرنے کا رواج حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں تھا۔ انہوں نے ان کو بار ہا سمجھایا وہ نہ مانے بالآخر عذاب آیا اور ہلاک ہو گئے جیسا کہ سورۃ شعراء میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا یعنی ان کے رزق میں کمی کر دی جائے گی یا رزق کی برکت اٹھالی جائے گی، ناپ تول میں کمی کر کے دینا حرام ہے۔ ایسا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی برخلاف اس کے جھکا کر تولنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو مزدوری پر تول رہا تھا (یعنی بیچنے والے کا مال زیادہ مقدار میں تھا ایک شخص اس کی طرف سے تول رہا تھا اور اس نے اپنے اس عمل کی مزدوری طے کر لی تھی)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زن وارجح کہ تم تولو اور جھکا کر تولو۔

جس طرح ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے اسی طرح سے دیگر امور میں کمی کرنے سے کہیں گناہ ہوتا ہے اور کہیں ثواب میں کمی ہو

Marfat.com

جاتی ہے۔ مومن ہونے کے اعتبار سے جو ذمہ داری قبول کی ہے ہر شخص اسے پوری کرے۔ حقوق اللہ بھی پورے کرے اور حقوق العباد بھی، کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔ موطا امام مالکؒ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نماز عصر سے فارغ ہوئے تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی وہ نماز عصر میں حاضر نہیں ہوا تھا اس سے دریافت فرمایا کہ تم نماز عصر سے کیوں پچھڑ گئے؟ اس شخص نے کچھ عذر پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا طففت کہ تو نے اپنے حصے میں کمی کر دی، یعنی جماعت کا جو ثواب ملتا اس سے محروم رہ گیا اور اپنا نقصان کر بیٹھا۔ یہ روایت لکھ کر حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں ویقال لکل شي وفاء وتطفیف (کہ ہر چیز کے لیے پورا کرنا بھی ہے اور کم کرنا بھی ہے)۔ نماز کی ایک تطفیف اوپر مذکور ہوئی (جس شخص کو تنبیہ کی تھی کہ نماز با جماعت میں حاضر نہیں ہوا تھا)۔

نماز کی پانچ کی سنتیں چھوڑ دینا روزہ رکھنا لیکن اس میں غیبتیں کرنا، تلاوت کرنا لیکن غلط پڑھنا یہ سب طفف میں شامل ہے۔ یعنی ثواب میں کمی ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ تلاوت غلط ہونے کی وجہ سے نماز ہی نہیں ہوتی، اگر زکوٰۃ پوری نہ دے تو یہ بھی طفف ہے۔

جو لوگ حکومت کے کسی بھی ادارہ میں یا کسی انجمن یا مدرسہ وغیرہ میں ملازم ہیں انہوں نے معروف اصول و قواعد یا معاملہ اور معاہدہ کے مطابق جتنا وقت طے کیا ہے اس وقت میں کمی کرنا اور تنخواہ پوری لینا یہ سب طفف ہے۔

جو لوگ اجرت پر کسی کے ہاں کام کرتے ہیں ان کے ذمہ لازم ہے کہ جس کام پر لگا دیا گیا ہے اسے صحیح کریں اور پورا کریں۔ اگر غلط کریں گے یا پورا نہ کریں گے تو طفف ہوگا اور پوری اجرت لینا حرام ہوگا۔ یہ جو مزدوری کا طریقہ ہے کہ کام لینے والا دیکھ رہا ہے تو ٹھیک طرح کام کر رہے ہیں اگر وہ کہیں چلا گیا تو سگریٹ سلگا لی یا حقہ پینے لگے یا باتیں چھوڑنے لگے یا عالمی خبروں پر تبصرہ کرنے لگے یہ سب طفف ہے، ہر مزدور اور ملازم پر لازم ہے کہ صحیح کام کرے اور وقت پورا دے۔ جو شخص کسی کام پر مامور ہے اور اس کام کرنے کے لیے ملازمت کی ہے اگر مقررہ کام کے خلاف کرے گا اور رشوت لے گا تو یہ طفف ہے۔ رشوت تو حرام ہے ہی تنخواہ بھی حرام ہو گی۔ چونکہ جس کام کے لیے دفتر میں بیٹھایا گیا وہ کام اس نے نہیں کیا۔ (پورے مہینہ میں کتنی خلاف ورزی کی اسی حساب سے تنخواہ حرام ہو گی)۔

آیت شریفہ میں فکر آخرت کی طرف متوجہ فرمایا۔ ارشاد ہے ﴿اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (کیا یہ لوگ یہ یقین نہیں رکھتے کہ یہ ایک بڑے دن کے لیے اٹھائے جائیں گے جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ﴿یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ (رب العالمین کے حضور کھڑے ہونا) اس دن میں ہوگا جس میں یہ لوگ اتنے زیادہ پسینہ میں کھڑے ہوں گے جو (نیچے سے لیکر) آدھے کانوں تک ہوگا۔ (جیسے کوئی شخص نہر میں کھڑا ہو)۔

ہر مومن پر لازم ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر عمل میں اس بات کو سامنے رکھے کہ مجھے مرنا ہے قیامت کے دن حاضری دینا ہے، حساب دینا ہے، اعمال کی جزا و سزا ملنا ہے اگر اس بات کا مراقبہ کرتا رہے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ نہ حقوق اللہ ضائع ہوں گے نہ حقوق العباد، جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ان میں سب سے بڑا دخل اسی کا ہے کہ قیامت کے دن سے اور حساب کتاب کی طرف سے غفلت رہتی ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ﴿۷﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ﴿۸﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۹﴾ وَیْلٌ
یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا یُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ
اَثِیْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا
یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ یُقَالُ

Marfat.com

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾

ہرگز نہیں، بدکار لوگوں کا اعمالنامہ سجین میں رہے گا، اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے؟ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے اس روز جھٹلانے والوں کو بڑی خرابی ہوگی، جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا ہے مجرم ہے، جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ سب بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں، ہرگز ایسا نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے ہرگز ایسا نہیں، یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیئے جائیں گے پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

اہل کفر جو قیامت کے منکر ہیں ان کے بارے میں فرمایا: کلا (کہ ہرگز ایسا نہیں ہے) جیسا کہ تم خیال کرتے ہو بلکہ جزاء وسزا کا وقوع ضرور ہوگا اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرے اعمال تو ہوا میں اڑ گئے وہ کہاں محفوظ ہیں اور ان کی پیشی کا کیا راستہ ہے، کیونکہ بندوں کے سب اعمال محفوظ ہیں اور منضبط ہیں، کافروں کے اعمال نامے سجین میں ہیں، جو ساتویں زمین میں کافروں کی روحوں کے رہنے کی جگہ ہے یہ اعمال نامے محفوظ ہیں روز جزاء یعنی قیامت کے دن ہر ایک کا اپنا اپنا اعمال نامہ سامنے آ جائے گا جو عمل کرنے والے پر حجت ہوگا اور انکار کی گنجائش نہیں ہوگی۔

﴿وَمَا اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ﴾ (اور آپ کو معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہو اعمال نامہ کیا ہے؟)[1] (بحذف مضاف) ای ما کتاب السجین ﴿کتب مرقوم﴾ وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جس میں اعمال لکھے ہیں۔

بعض اہل تفسیر نے مرقوم بمعنی مختوم لیا ہے مطلب یہ ہے کہ اس اعمال نامہ پر مہر لگی ہوئی ہے جس میں کوئی تغیر وتبدل کا احتمال نہیں۔

اس کے بعد فرمایا ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔

واخرج عبد بن حمید عن مجاهد رضی الله عنه فی قوله کلا ان کتاب الفجار لفی سجین، قال تحت الارض السفلی، فیها ارواح الکفار واعمالهم اعمال السوء واخرج ابو الشیخ فی العظمة والمحاملی فی امالیه عن مجاهد رضی الله عنه قال سجین صخره تحت الارض السابعة فی جهنم تقلب، فیجعل کتاب الفجار تحتها اه وهناك حدیث مرفوع ذکره فی الدرر المنثور ایضاً وهو انه ﷺ قال ان الفلق جب فی جهنم مغطی واما سجین فمفتوح لکن یقول الحافظ بن کثیر فی تفسیره حدیث غریب منکر لا یصحه (صفحه ۴۲۵: ج ۴)

﴿اَلَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔ ﴿وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾ اور اسے نہیں جھٹلاتا مگر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا ہے گنہگار ہے۔ اس میں یہ بتا دیا کہ روز جزا کو وہی لوگ جھٹلاتے ہیں جو سرکشی میں آگے نکل گئے اور گناہگاری کو اپنا طریقہ بنا لیا۔

﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں)۔

اس کے بعد فرمایا: کلا (یعنی ہرگز نہیں کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب نہ ہو) ﴿بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (بلکہ ان کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے) برے اعمال میں کفر وشرک بھی ہے اور دیگر معاصی بھی ہیں اس زنگ کی وجہ سے حق بات کرنے اور حق سمجھنے سے بچتے ہیں اور عناد پر اصرار کرتے ہیں۔

گناہوں کا جو زنگ ہے وہ اہل ایمان کے قلوب کا بھی ناس کھو دیتا ہے۔ حضرت اغر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے

[1] فی الدر المنثور (صفحہ ۳۲۵ ج ۶)

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب مومن بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے پس اگر توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر توبہ و استغفار نہ کیا بلکہ گناہوں میں بڑھتا چلا گیا تو یہ (سیاہ داغ) بھی بڑھتا رہے گا یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آ جائے گا۔ پس یہ داغ وہ رَان ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے دل پر زنگ آ جاتا ہے۔ دل کا زنگ دور کرنے کے لیے حضور اقدس ﷺ نے استغفار کو تجویز فرمایا۔ دل کی صفائی ستھرائی کے لیے استغفار نسخہ کیمیا ہے۔ اس کو گناہوں کی آلائش سے صاف کرنا لازم ہے۔ لہٰذا اگر کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار کریں۔ جو لوگ توبہ و استغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے گناہوں کی وجہ سے ان کے دل کا ناس ہو جاتا ہے پھر نیکی بدی کا احساس تک نہیں رہتا اور اس احساس کا ختم ہو جانا بدبختی کی علامت ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

ہرگز نہیں نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا اور آپ کو معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا اعمال نامہ کیا چیز ہے، وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔

اس سے پہلے یہ بتایا تھا کہ فجار کا اعمال نامہ سجین میں رہے گا۔ اب یہاں یہ فرمایا کہ نیک بندوں کا اعمال نامہ علیین میں رہے گا اور یہ بھی فرمایا کہ جانتے ہو علیین کیا ہے پھر خود ہی فرمایا کہ وہ نشان کیا ہوا دفتر ہے جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں۔

سجین ساتویں زمین میں ایک مقام ہے جو ارواح کفار کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور علیین ساتویں آسمان میں مومنین کی روحوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ حضرات براء بن عازبؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں مومنین کی موت کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مومنین کی موت کے وقت فرشتے تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے روح اللہ کی مغفرت اور اس کی رضامندی کی طرف نکل کر چل، چنانچہ اس کی روح اس طرح سہولت سے نکل آتی ہے جیسے مشکیزہ میں سے (پانی کا) قطرہ بہتا ہوا باہر آ جاتا ہے۔ پس اسے حضرت ملک الموت علیہ السلام لے لیتے ہیں، ان کے ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے فرشتے (جو دور تک بیٹھے ہوتے ہیں) پل بھر بھی ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اسے لے کر اسی کفن اور خوشبو میں رکھ کر آسمان کی طرف چل دیتے ہیں، اس خوشبو کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمین پر جو بھی عمدہ سے عمدہ خوشبو مشک کی پائی گئی ہے اس جیسی وہ خوشبو ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اس روح کو لے کر فرشتے (آسمان کی طرف) چڑھنے لگتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی ان کا گزر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کون پاکیزہ روح ہے؟ وہ اس کا اچھے سے اچھا نام لے کر جواب دیتے ہیں جس سے دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے، اسی طرح پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ (اور وہ اس روح کو لے کر اوپر چلے جاتے ہیں) حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں، ہر آسمان کے مقربین دوسرے آسمان تک اسے رخصت کرتے ہیں (جب ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کو کتاب علیین میں لکھ دو اور کافر کی موت کے بارے میں فرمایا کہ بلاشبہ جب کافر بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کو ہوتا ہے تو سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اس کے پاس آتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں اور اس کے پاس اتنی دور تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! اللہ کی ناراضگی کی طرف نکل، ملک الموت کا یہ فرمان سن کر روح اس کے جسم میں ادھر ادھر بھاگی پھرتی ہے۔ لہٰذا ملک الموت اس کی روح کو جسم سے اس طرح نکالتے ہیں جیسے بوٹیاں بھوننے کی سیخ بھیگے ہوئے اون سے صاف کی جاتی ہے (یعنی کافر کی روح کو جسم سے زبردستی اس طرح سے نکالتے ہیں

Marfat.com

جس طرح بھیگا ہوا اون کانٹے دار سیخ پر لپٹا ہوا ہو اور اس کو زور سے کھینچا جائے) پھر اس کی روح کو ملک الموت اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کے برابر بھی ان کے پاس نہیں چھوڑتے، حتیٰ کہ فوراً ان سے لے کر اس کو ٹاٹوں میں لپیٹ دیتے ہیں (جو ان کے پاس ہوتے ہیں) اور ان ٹاٹوں میں ایسی بدبو آتی ہے جیسے کبھی کسی بدترین سڑی ہوئی مردہ نعش سے روئے زمین پر بدبو پھوٹی ہو، وہ فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی پہنچتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ اس کا برے سے برا وہ نام لے کر کہتے ہیں جس سے وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے حتیٰ کہ وہ اسے لے کر پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں اور کھلوانا چاہتے ہیں مگر اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (سورۃ الاعراف)۔ (ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھلے جائیں گے اور نہ کبھی جنت میں داخل ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ چلا جائے) اور اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہیں جا سکتا لہٰذا وہ بھی جنت میں نہیں جا سکتے۔

پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ اس کو کتاب سجین میں لکھ دو جو سب سے نیچی زمین میں ہے، چنانچہ اس کی روح (وہیں سے) پھینک دی جاتی ہے، پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (مشکوۃ المصابیح)

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

بلاشبہ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے، مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا، ان کو پینے کے لیے شراب خالص سربمہر ملے گی جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی اور حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیز میں حرص کرنا چاہیے اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پیتے ہوں گے۔

ان آیات میں ابرار یعنی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا انعام و اکرام ذکر فرمایا ہے (جن کی کتاب کے بارے میں اوپر والی آیت میں فرمایا کہ وہ علیین میں ہے)۔ ارشاد فرمایا کہ نیک بندے نعمتوں میں ہوں گے، مسہریوں پر (تکیے لگائے ہوئے) دیکھ رہے ہوں گے یعنی جنت کی نعمتیں اور وہاں کے مناظر ان کے پیش نظر ہوں گے۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے اگرچہ بعد مکانی ہوگا۔

مزید فرمایا کہ اے دیکھنے والے تو ان کے چہروں میں نعمت کی تروتازگی پہچان لے گا۔ یعنی ان کو دیکھنے ہی سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ حضرات اپنی نعمتوں میں خوب زیادہ خوش وخرم ہیں جیسا کہ سورۃ دہر میں فرمایا ﴿وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾ (کہ اللہ تعالیٰ انہیں تروتازگی اور خوشی عطا فرمائے گا) یہ خوشی حقیقی اور اصلی ہوگی۔ اندر کی خوشی سے چہروں پر تروتازگی ظاہر ہوگی۔

اس کے بعد نیک بندوں کو شراب کا تذکرہ فرمایا ﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ﴾ (انہیں خالص شراب میں سے پلایا جائے گا۔ وہ برتنوں میں لائی جائے گی ان پر مہر لگی ہوگی)۔ مزید فرمایا ﴿خِتٰمُهٗ مِسْكٌ﴾ (یہ مہر مشک کی ہوگی) اس مشک کی مہر کی وجہ سے اس کی لذت چند در چند دوبالا ہو جائے گی، یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ جس شراب کی مہر مشک کی ہوگی اور مشک بھی وہاں کا ہوگا۔ اس شراب کی اپنی لذت اور کیفیت کا کیا عالم ہوگا۔ وہاں کی شراب میں نہ نشہ ہوگا نہ اس سے سر میں درد ہوگا۔ جیسا کہ سورۃ واقعہ میں فرمایا ﴿لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾ (نہ اس کی وجہ سے سر میں درد ہوگا نہ عقل میں فتور آئے گا)۔ ابھی شراب کا وصف بیان کرنا باقی ہے۔ درمیان میں

Marfat.com

اہل ایمان کو ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ (اور حرص کرنے والوں کو اسی میں حرص کرنا چاہیے)۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا والے دنیا کی مرغوبات اور لذیذ چیزوں میں لگے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر ان چیزوں کو حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ ان چیزوں میں دنیا کی شراب بھی ہے جس کے پینے سے نشہ آتا ہے جو وجود سے عدم میں لے جاتا ہے اور اس کے گھونٹ بھی مشکل سے اترتے ہیں اور منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ جہالت کی وجہ سے لوگ اسی میں دل دیئے بیٹھے ہیں۔ وہ تو کوئی چیز رغبت کی ہے ہی نہیں جس میں رغبت اور منافست کی جائے دنیا کی شراب پی کر گنا ہگار نہ ہوں اور آخرت کی شراب سے محروم نہ ہوں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں یہ لوگ داخل نہ ہوں گے۔

(۱) شراب پینے کی عادت والا۔ (۲) قطع رحمی کرنے والا۔ (۳) جادو کی تصدیق کرنے والا۔

﴿وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ﴾ (تسنیم ایک ایسا چشمہ ہے جس میں مقرب بندے پئیں گے)۔

معالم التنزیل میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مقربین بندے خالص تسنیم پئیں گے اور دوسرے جنتیوں کی شراب میں اس کی آمیزش ہوگی (گو ان کی شراب بھی خالص ہوگی) مگر مقربین کو ان کی شراب میں بھی شراب ملے گی جو تسنیم کے چشمہ میں بہ رہی ہوگی۔ اس میں سے دوسرے جنتیوں کی شراب میں بھی اس میں سے کچھ حصہ ملا دیا جائے گا۔

وقوله تعالىٰ عيناً نصب على المدح وقال الزجاج على الحال من تسنيم والباء اما زائدة اى يشربها او بمعنى من اى يشرب منها او على تضمين يشرب معنى يروى اى يشرب الراوين بها۔ (من روح المعانی)

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

بلاشبہ جن لوگوں نے جرم کیے وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے تو آپس میں اشارہ بازی کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے لوٹتے تھے، اور جب ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں حالانکہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے، سو آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے۔ مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ واقعی بات یہ ہے کہ کافروں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا جائے گا۔

نیک بندوں کا ایمان اور خوشی کا انجام بیان فرمانے کے بعد مجرمین کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ جو لوگ اہل ایمان کے مخالف ہیں ان سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں دنیا میں ان کا یہ طریقہ تھا کہ جب کہیں اہل ایمان بیٹھے ہوتے اور یہ لوگ وہاں سے گزرتے تو اہل ایمان کا مذاق بنانے کے لیے آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے کہ دیکھو کہ یہ جا رہے ہیں پھٹیچر، جنت کے دعوے دار، تن پر کپڑا نہیں، پاؤں میں جوتا نہیں، بنتے ہیں بڑے اللہ کے پیارے وغیرہ وغیرہ۔ حضرت خباب، حضرت بلال اور دیگر فقراء مومنین رضی اللہ عنہم پر ایسی پھبتیاں کستے تھے اور جب یہ مجرمین اپنے گھروں کو جاتے تھے تو خوش ہوتے ہوئے جاتے تھے کہ دیکھو ہم نے بڑا کمال کیا، فقیروں کا مذاق بنایا۔

Marfat.com

مومنین کے سامنے اشاروں سے ان کا مذاق کیا کرتے تھے اور اہل ایمان کو دیکھتے تھے تو یوں کہتے تھے کہ یقینی طور پر یہ گمراہ ہیں۔ ﴿وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ﴾ (حالانکہ یہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے)۔یعنی ان کو اہل ایمان کا نگران نہیں بنایا گیا۔ قیامت کے دن ان کے بارے میں ان سے نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ گمراہ تھے یا ہدایت پر تھے، ان مجرموں کو خود اپنے بارے میں غور کرنا چاہیے کہ ہم ہدایت پر ہیں یا گمراہ ہیں آخرت میں معاملہ الٹ جائے گا کافر عذاب میں اور مصیبت میں ہوں گے اور اہل ایمان مسہریوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے دنیا میں اہل کفر اہل ایمان کا مذاق بناتے تھے اس روز اہل ایمان کافروں پر ہنسیں گے۔ اسی کو فرمایا ﴿فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ﴾ نیز اہل ایمان کی فضیلت اور شرف اور مرتبہ کی بلندی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔ ﴿عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ﴾ (یہ اہل ایمان مسہریوں پر دیکھتے ہوں) کافروں کی بدحالی ان کے سامنے ہوگی۔ ﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ (کافروں کو کفر کا اور اعمال بد کا جو بدلہ ملے گا وہ ان کے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہوگا) ان میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے دنیا میں اہل ایمان کا مذاق بنایا۔

Marfat.com

ایاتھا ۲۵ ۸۴ سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ مَکِّیَّۃٌ ۸۳ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الانشقاق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پچیس آیتیں ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝١ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٢ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝٣ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ
تَخَلَّتْ ۝٤ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝٥ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝٦
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝٧ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝٨ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ
مَسْرُوْرًا ۝٩ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝١٠ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝١١ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝١٢
اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝١٣ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝١٤ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝١٥

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی اور وہ سب کچھ ڈال دے گی جو اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے، اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کر رہا ہے پھر اس سے ملاقات ہو جائے گی۔ سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے متعلقین کی طرف خوش ہو کر لوٹے گا اور جس کا اعمال نامہ اس کی پشت سے دیا گیا سو یہ شخص ہلاکت کو پکارے گا اور دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا بیشک وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا، بیشک اس نے یہ خیال کیا کہ وہ واپس نہ جائے گا، ہاں ضرور واپس ہونا ہے بیشک اس کا رب اسے دیکھنے والا ہے۔

یہ سورۃ الانشقاق کی پندرہ آیات کا ترجمہ ہے۔ ان آیات میں اولاً آسمان و زمین کا حال بیان فرمایا ہے پھر انسان کے اعمال والی محنت اور حاصل محنت یعنی آخرت کے دن کی کامیابی اور ناکامیابی کو بتایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے حکم کو سن لے گا اور مان لے گا اور حکم ماننا اس کے لیے ضروری ہی ہے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے نافرمانی اور سرتابی کی مجال نہیں ہے اور جبکہ زمین کو پھیلا دیا جائے گا یعنی اس وقت جو اس کا انبساط اور پھیلاؤ ہے اس سے زیادہ پھیلا دی جائے گی اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو نکال کر باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی، جو اموات اس میں دفن ہیں اور ان کے علاوہ جو دفینے ہیں اس سے باہر آجائیں گے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوگا جیسے آسمان کو حکم کے مطابق انکار کرنے کی کوئی مجال نہیں ہے اسی طرح زمین کو بھی نافرمانی کی کوئی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اس کا حکم ہوگا اسے ماننا ہی لازم ہوگا، دونوں جگہ ﴿وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾ جو فرمایا ہے اس کا یہی مطلب ہے، حکم کے مطابق آسمان کو پھٹنا ہی پڑے گا زمین کو مزید بڑھایا جائے گا اور اسے بڑھنا ہی پڑے گا اور اسے خالی ہونے اور مردوں اور دفینوں کو باہر ڈالنے کا حکم ہوگا تو اسے حکم ماننا لازم ہی ہوگا دونوں جگہ جو لفظ ''اذا'' آیا ہے اس کی جزا محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ رأی الانسان عملہ مطلب یہ ہے کہ جس دن آسمان پھٹ پڑے گا اور زمین پھیلا دی جائے گی اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں اسے باہر ڈال دے گی اس دن انسان اپنے اعمال کو دیکھ لے گا۔

Marfat.com

سورۃ ابراہیم کی آیت ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ﴾ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آسمان زمین بدل دیئے جائیں گے بدلے بھی جائیں گے اور وہ صورت حال بھی ہو جائے جس کا یہاں سورۃ الانشقاق میں تذکرہ فرمایا ہے اس میں کوئی منافاۃ نہیں ہے۔

﴿يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ﴾ اس میں انسان کی زندگی کا حاصل اور خلاصہ بیان فرمایا دنیا میں رہتے بستے ہیں کچھ نہ کچھ محنت اور عمل کرتے ہی ہیں جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں فرشتے اسے لکھتے ہیں زندگی سب کی گزر رہی ہے اعمال بھی ہو رہے ہیں دنیا بھی ساتھ ساتھ چل رہی ہے قیامت قریب آتی جارہی ہے مرنے والے مر رہے ہیں اپنے اعمال ساتھ لے جارہے ہیں اسی طرح دنیا رواں دواں ہے حتیٰ کہ اچانک قیامت آ جائے گی، پہلا صور پھونکا جائے گا، تو اس سے لوگ بیہوش ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔

پھر جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے میدان حشر میں جمع ہوں گے حساب ہوگا اعمال نامے دیئے جائیں گے ہر شخص اپنے عمل سے ملاقات کرلے گا، اچھے لوگوں کے اعمال نامے سیدھے ہاتھ میں اور برے آدمیوں کے اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ سوۃ الحاقہ میں اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جانے کا ذکر ہے اور یہاں پشت کے پیچھے سے دینے کا تذکرہ فرمایا ہے دونوں آیات کے ملانے سے معلوم ہوا کہ برے لوگوں کو جو اعمال نامہ دیا جائے گا وہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

فَمُلٰقِيْهِ میں یہ بتا دیا کہ انسان جو عمل کرتا ہے اس کے سارے اعمال اس کے سامنے آجائیں گے اور ان سے ملاقات کرے گا۔ اعمال ناموں میں اعمال لکھے ہوئے ہوں گے جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور وہ سمجھ لے گا کہ میرے لیے خیر ہی خیر ہے اور میری نجات ہوگئی اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ نجات پا کر اپنے اہل وعیال کے پاس خوشی خوشی چلا جائے گا، سورۃ الحاقہ میں فرمایا ہے کہ جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ کہے گا ﴿هاؤم اقرء وا كتبيه﴾ (آؤ پڑھ لو میری کتاب) اور جس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ تو سمجھ لے گا کہ میں ہلاک ہو گیا اعمال نامہ ملتے ہی یوں کہے گا ﴿يليتني لم اوت كتبيه ولم ادرما حسابيه﴾ (ہائے کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا اور میں اپنا حساب نہ جانتا) اور اسی حال میں وہ اپنی ہلاکت کو پکارے گا یعنی یوں کہے گا کہ مجھے موت آجاتی تو اچھا تھا تاکہ حساب کتاب اور اس کا نتیجہ سامنے نہ آتا لیکن پچھتانے سے اور افسوس کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا ایسے شخص کو دوزخ میں جانا ہی ہوگا اسی کو فرمایا ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ يَدْعُوْ ثُبُوْرًا وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا﴾ (اور جس کو پشت کے پیچھے سے اعمالنامہ دیا گیا تو وہ ہلاکت کو پکارے گا اور دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا)۔

ایسے شخص کی بربادی کا سبب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾ (بیشک جب وہ دنیا میں تھا تو اپنے کنبہ خاندان میں خوش تھا) یعنی ایمان سے اور ایمان والے اعمال سے غافل تھا قیامت کو نہیں مانتا تھا اور وہاں کی حاضری کا یقین نہیں رکھتا تھا دنیا کی مستی اور مسرت اور اکڑ مکڑ میں زندگی گزارتا رہا، مزید فرمایا ﴿اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ﴾ (بے شک اس کا خیال تھا کہ اسے واپس نہیں ہونا ہے) یعنی میدان حساب میں نہیں جانا اسی غلط گمان کی وجہ سے وہ ایمان نہ لایا بلی (ہاں اس کو ضرور اپنے رب کی طرف لوٹنا ہو گا اور حساب کے لیے پیش ہوگا)۔

﴿بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا﴾ (بیشک اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے) وہ یہ سمجھے کہ میں آزاد ہوں جو چاہوں کروں بلکہ اس کو مرنا ہے پیشی ہونی ہے۔

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جس سے حساب لیا گیا وہ تو ہلاک ہی ہوگا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ (جس کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا گیا تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسان حساب سے مراد یہ ہے کہ صرف اعمال نامہ پیش کر دیا

Marfat.com

جائے اور پوچھ گچھ نہ کی جائے اور جس کے حساب میں چھان بین کی گئی وہ ضرور ہلاک ہوگا کیونکہ جواب نہیں دے پائے گا۔ (رواہ البخاری صفحہ ۷۲۶: ج ۲، صفحہ ۹۶۸: ج ۲)

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾
فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات نے سمیٹ لیا اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے تم ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچو گے سو ان لوگوں کو کیا ہوا جو ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے بلکہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ جمع کر رہے ہیں، سو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

اللہ جل شانہ نے ان آیات میں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی قسم کھائی جو آرام کرنے کے لیے رات کو اپنے اپنے ٹھکانے پر آ جاتی ہیں اور چاند کی قسم کھائی جبکہ وہ پورا ہو جائے یعنی بدر بن کر آشکارا ہو جائے، قسم کھا کر فرمایا تم ضرور ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچو گے یعنی احوال کے اعتبار سے مختلف طبقات سے گزرو گے ایک حال گزشتہ حال سے شدت میں بڑھ کر ہوگا پہلا حال موت کا اور دوسرا حال برزخ کا اور تیسرا حال قیامت کا ہوگا پھر ان حالات میں بھی تکثر و تعدد ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا ﴿فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (پھر کیا بات ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے) جب دنیا کے احوال سے گزر رہے ہیں اور انہیں مرنا بھی ہے اور مرنے کے بعد کے احوال سے بھی گزرنا ہے تو کیا مانع ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے)۔

﴿وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ﴾ (اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے) نہ ان کا قلب جھکتا ہے نہ ان کا سر جھکتا ہے۔ ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ﴾ (بلکہ بات یہ ہے کہ کافر لوگ جھٹلاتے ہیں) یعنی ایمان کی طرف رجوع کرنے کی بجائے تکذیب ہی پر جمے رہتے ہیں ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ﴾ (اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں) اپنے دلوں میں کفر و حسد، بغض اور بغاوت کو چھپائے ہوئے ہیں یہ ﴿بِمَا يُوْعُوْنَ﴾ کی ایک تفسیر ہے، صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے اعمال ناموں میں جو برے اعمال جمع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق انہیں سزا دے دے گا یہ معنی بعد کی آیت سے زیادہ اقرب و انسب ہے کیونکہ بعد میں فرمایا ہے ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (سو آپ انہیں عذاب الیم کی بشارت دے دیں) بشارت تو خوشی کی چیزوں کی ہوتی ہے لیکن عذاب کی خبر دینے کو بطور بشارت تعبیر فرمایا ہے، کیونکہ وہ لوگ اپنے کفر کو اپنے لیے کامیابی کا سبب سمجھتے تھے۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ (لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ لوگ عذاب سے محفوظ رہیں گے اور ایمان اور اعمال کی وجہ سے انہیں بڑا اجر ملے گا جو کبھی بھی ختم نہ ہوگا)۔

وھذا اخر سورۃ الانشقاق والحمد للہ العلی الخلاق

Marfat.com

آیاتها ۲۲ ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ البروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ③ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ⑥ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ⑦ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑧ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑨

قسم ہے برجوں والے آسمان کی، اور قسم ہے وعدہ کیے ہوئے دن کی، اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی، اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس آگ کے پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور سزاوار حمد ہے، ایسا کہ اسی کی سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

ان آیات میں اللہ جل شانہ نے آسمان کی قسم کھائی ہے اور اس کی صفت ذات البروج بتائی ہے (ان بروج سے بڑے بڑے ستارے مراد ہیں) نیز ﴿اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾ کی اور شاہد اور مشہود کی بھی قسمیں کھائی ہیں، سنن ترمذی (ابواب التفسیر من سورۃ البروج) میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿اَلْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾ سے یوم القیامۃ اور الیوم المشھود سے یوم عرفہ اور الشاھد سے یوم الجمعہ مراد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس پر سورج نکلتا چھپتا ہو جو یوم جمعہ سے افضل ہو، اس دن میں ایسی گھڑی ہے کہ جو بھی کوئی مومن بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کرے گا تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمائے گا اور جس چیز سے بھی اللہ کی پناہ طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ضرور پناہ دے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو قسمیں کھائی ہیں جس میں امکنہ وازمنہ دونوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام امکنہ وازمنہ کا مالک ہے ایسی ذات کی مخالفت کرنے والے بہر حال لعنت اور عقوبت کے مستحق ہیں۔ قسموں کے بعد ارشاد فرمایا کہ خندق والے ملعون ہوئے، یہ خندق سراپا آگ بنی ہوئی تھی خوب زیادہ ایندھن والی تھی جبکہ یہ لوگ اس خندق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اہل ایمان کے ساتھ جو حرکتیں کر رہے تھے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، اس خندق میں انہوں نے بہت زیادہ ایندھن ڈال رکھا تھا، آگ جل رہی تھی اور اس میں اہل ایمان کو ڈالتے جا رہے تھے، صحیح مسلم (صفحہ ۴۱۵، ج ۲) میں ہے کہ حضرت صہیب ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان میں سے ایک بادشاہ تھا اس کا ایک جادوگر تھا، وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میری عمر تو زیادہ ہو گئی میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دے اسے میں جادو سکھا دوں، بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے ایک لڑکا بھیج دیا، یہ لڑکا جادو سیکھنے جاتا تو راستہ میں ایک راہب کے پاس سے گزرتا تھا، ایک مرتبہ اس کے پاس بیٹھ گیا اس کی باتیں سنیں تو اسے پسند آئیں، اب اس کے بعد بھی جب

Marfat.com

جادوگر کی طرف جاتا تو راہب پر گزرتا اور اس کے پاس بیٹھ جاتا پھر جب جادوگر کے پاس جاتا تو وہ اس کی پٹائی کرتا تھا کہ دیر سے آیا اس نے اپنی یہ مصیبت راہب کو بتائی، راہب نے کہا کہ تو ایسا کر کہ جب جادوگر کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو یوں کہہ دیا کر کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں کی طرف سے پوچھ تاچھ کا اندیشہ ہو تو یہ کہہ دیا کر کہ جادوگر نے روک لیا تھا، اسی طرح سلسلہ چلتا رہا ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ راستے میں جاتے ہوئے ایک بڑا جانور سامنے آ گیا جو لوگوں کا راستے روکے ہوئے تھے اس لڑکے نے کہا کہ آج پتہ چل جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب، یہ سوچ کر اس نے ایک پتھر لیا اور یہ دعا کر کے اس جانور کو مار دیا کہ اللھم ان کان امر الراھب احب الیک من امر الساحر فاقتل ھذا الدابۃ حتی یمضی الناس (اے اللہ راہب کا طریق کار آپ کے نزدیک جادوگر کے طریق کار کے مقابلہ میں محبوب ہے تو اس جانور کو قتل کر دیجئے تا کہ لوگ گزر جائیں)۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس پتھر سے وہ جانور قتل ہو گیا اور جن لوگوں کا راستہ روکے ہوئے تھا وہ وہاں سے گزر گئے، اس کے بعد یہ ہوا کہ یہ لڑکا راہب کے پاس پہنچا اور اسے صورت حال کی خبر دی، راہب نے کہا اے پیارے بیٹے، اب تو تو مجھ سے افضل ہو گیا تو اس درجہ پر پہنچ گیا جو میں دیکھ رہا ہوں تو اگلی بات سن لے اور وہ یہ کہ اب تیرا امتحان لیا جائے گا (اور تو مصیبت میں مبتلا ہوگا) ایسی صورت پیش آئے تو میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔

اب اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے (مزید یوں نوازا) کہ وہ مادر زاد اندھے کو اور برص والوں کو اچھا کرتا تھا (یعنی ان کے حق میں دعا کر دیتا تھا اور ان کو شفا ہو جاتی تھی) اس کا یہ حال بادشاہ کے پاس بیٹھنے والے ایک شخص نے سن لیا جو نابینا ہو چکا تھا۔ یہ شخص لڑکے کے پاس بہت سے ہدایا لایا اور اس سے کہا کہ اگر تو مجھ کو شفا دے دے تو یہ سب تیرے لیے ہیں لڑکے نے کہا کہ میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر تو اللہ پر ایمان لائے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دوں گا وہ تجھے شفا دے دے گا۔ وہ شخص اللہ پر ایمان لے آیا، اللہ نے اسے شفا دے دی، اب وہ بادشاہ کے پاس پہنچا اور حسب دستور بادشاہ نے کہا کہ میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے، اس شخص نے کہا کہ میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے اس پر اس شخص کو پکڑ لیا اور اسے برابر تکلیف پہنچاتا رہا یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا نام بتا دیا۔

اب لڑکے کو لایا گیا اس بادشاہ نے کہا کہ اے بیٹا تیرا جادو اس درجہ کو پہنچ گیا کہ تو مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو اچھا کرتا ہے اور ایسے ایسے کام کرتا ہے، لڑکے نے کہا کہ میں تو کسی کو شفاء نہیں دیتا شفاء صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، اس پر بادشاہ نے اسے پکڑ لیا اور اسے برابر تکلیف دیتا رہا، حتیٰ کہ اس نے یہ بتا دیا کہ فلاں راہب سے میرا تعلق ہے (اور اس کے پاس آنے جانے کی وجہ سے مجھے یہ بات حاصل ہوئی ہے) اس کے بعد راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین کو چھوڑ دے اس نے انکار کر دیا، لہٰذا ایک آرہ منگایا گیا جو اس کے سر کے درمیان میں رکھ دیا گیا اور اسے درمیان سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا، دونوں ٹکڑے زمین پر گر گئے، اس کے بعد بادشاہ کے اسی ہمنشیں کو لایا گیا (جو اس لڑکے کے دعوت دینے سے ایمان قبول کر چکا تھا اور لڑکے کی دعا سے اس کی بینائی واپس آ گئی تھی) اس سے کہا گیا کہ تو ایمان سے پھر جا اس نے بھی انکار کر دیا لہٰذا اس کے سر کے درمیان آرہ رکھ کر چیر دیا گیا اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور وہ زمین پر گر پڑا، اس کے بعد اس لڑکے کو لایا گیا اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین کو چھوڑ دے (یعنی ایمان سے پھر جا جو راہب کی صحبت میں آنے جانے سے حاصل ہوا تھا) لڑکے نے بھی ایمان سے پھرنے سے انکار کر دیا، لہٰذا اسے بادشاہ نے اپنے چند آدمیوں کے حوالہ کیا اور ان سے کہا کہ اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ، اسے پہاڑ پر لیکر چڑھو جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو اس سے کہو کہ اپنے دین سے پھر جا، اگر یہ بات مان لے تو چھوڑ دینا ورنہ اسے وہیں سے نیچے پھینک دینا، وہ لوگ اس لڑکے کو پہاڑ پر لے کر چڑھے لڑکے نے دعا کی اللھم اکفنیھم بما شئت (اے اللہ تو جس طرح چاہے ان لوگوں (کے شر) سے میرے لیے کافی ہو جا) اس کا دعا کرنا تھا کہ پہاڑ میں زلزلہ آ گیا اور جو لوگ اسے لے کر گئے تھے وہ سب ہلاک ہو گئے اور لڑکا بچ گیا اور بادشاہ کے پاس چل کر آ گیا، بادشاہ

Marfat.com

نے پوچھا کہ ان لوگوں کا کیا ہوا جو تجھے لے کر گئے تھے، لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ فرمالیا۔

اس کے بعد چند دیگر افراد کے حوالہ کیا اور کہا اس لڑکے کو لے جاؤ اور ایک کشتی میں سوار کرو اور کشتی کو سمندر کے بیچ میں لے جاؤ اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو کوئی بات نہیں ورنہ اسے سمندر میں پھینک دینا وہ لوگ اسے لے گئے اور کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان پہنچ گئے اس لڑکے نے وہی دعا کی اللھم اکفنیھم بما شئت دعا کرنا تھا کہ کشتی الٹ گئی اور وہ لوگ غرق ہو گئے لڑکا بچ گیا اور بادشاہ کے پاس پہنچ گیا، بادشاہ نے کہا کہ ان لوگوں کا کیا ہوا جو تجھے لے گئے تھے، لڑکے نے کہا کہ اللہ میرے لیے کافی ہو گیا اس نے مجھے ان کے شر سے بچالیا۔

اس کے بعد لڑکے نے کہا کہ تو مجھے (اپنی تدبیر سے) قتل نہیں کر سکتا ہاں قتل کا ایک راستہ ہے وہ میں تجھے بتاتا ہوں، بادشاہ نے کہا وہ کیا طریقہ ہے؟ لڑکے نے کہا وہ یہ طریقہ ہے کہ تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر اور مجھے درخت کے تنے پر لٹکا دے اور میرے اس ترکش سے ایک تیر لے اور پھر اسے کمان میں رکھ کر بسم اللہ رب الغلام کہتے ہوئے میرے طرف پھینک دے (لڑکے نے یہ سمجھ کر کہ مجھے مرنا تو ہے ہی اپنی موت کو دعوت ایمان کا ذریعہ کیوں نہ بنا دوں لہٰذا اس نے یہ تدبیر بتائی کہ لوگوں کے سامنے میرا قتل ہو اور اللہ کا نام لے کر قتل کیا جاؤں، بادشاہ بدھو تھا اس تدبیر کو سمجھ نہ سکا) چنانچہ اس نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور لڑکے کو درخت کے تنے سے لٹکا دیا اور اس کے ترکش سے ایک تیر لیا اور کمان میں تیر رکھ کر بسم اللہ رب الغلام کہہ کر لڑکے کو تیر مار دیا، تیر اس کی کنپٹی پر لگا، لڑکے نے تیر کی جگہ ہاتھ رکھا اور مر گیا، لوگوں نے جو یہ ماجرا دیکھا تو امنا برب الغلام کی رٹ لگانے لگے (یعنی ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے)۔

اب بادشاہ کے پاس اس کے آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ تجھے جس بات کا خطرہ تھا (کہ اس لڑکے کی وجہ سے حکومت نہ چلی جائے) وہ تو اب حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ گلی کوچوں کے ابتدائی راستوں میں خندقیں کھودی جائیں، چنانچہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں خوب آگ جلائی گئی، بادشاہ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ جو شخص اپنے دین ایمان سے نہ لوٹے اسے آگ میں ڈال دو، چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا، اہل ایمان لائے جاتے رہے، ان سے کہا جاتا تھا کہ ایمان سے پھر جاؤ وہ انکار کر دیتے تو انہیں زبردستی جلتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ آگ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگی اس کے بچے نے کہا کہ اے امی آپ صبر کیجئے کیونکہ آپ حق پر ہیں۔

سنن ترمذی (ابواب التفسیر) میں بھی یہ واقعہ مروی ہے اس کے شروع میں یہ بھی ہے کہ بادشاہ کا ایک کاہن تھا جو بطور کہانت آئندہ آنے والی باتیں بتایا کرتا تھا (ان باتوں میں سے یہ بھی تھا کہ تیری حکومت جانے والی ہے) اور اسی کاہن نے یہ بھی کہا کہ کوئی سمجھدار لڑکا تلاش کرو، جسے اپنا علم سکھا دوں اور ختم کے قریب یہ بھی ہے کہ جب عامۃ الناس نومن برب الغلام کہہ کر مسلمان ہو گئے تو بادشاہ سے کہا گیا کہ تو تو تین آدمیوں کی مخالفت سے گھبرا اٹھا تھا (یعنی راہب اور لڑکا اور بادشاہ کا ہم نشین) دیکھ اب تو یہ سارا جہاں تیرا مخالف ہو گیا اس پر اس نے خندقیں کھدوائیں ان میں لکڑیاں ڈالیں اور اعلان کیا کہ جو شخص اپنے دین (یعنی اسلام) کو چھوڑ دے گا ہم اسے کچھ نہ کہیں گے اور جو اپنے دین سے واپس نہ ہو گا اسے ہم آگ میں ڈال دیں گے لہٰذا وہ اہل ایمان کو ان خندقوں میں ڈالتا رہا، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

سنن ترمذی میں قصہ کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس لڑکے کو دفن کر دیا گیا تھا پھر اسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نکالا گیا تو اس کی انگلی اسی طرح کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جیسا کہ اس نے قتل ہوتے وقت رکھی تھی۔

حافظ ابن کثیر نے مقاتل سے نقل کیا ہے کہ خندقوں کا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا ہے ایک مرتبہ یمن میں اور ایک مرتبہ شام میں اور ایک

Marfat.com

مرتبہ فارس میں شام میں جو بادشاہ تھا وہ الطنایوس رومی تھا اور فارس میں جو واقعہ پیش آیا وہ بخت نصر کے زمانہ میں تھا عرب کی سرزمین (یعنی یمن نجران) میں جو واقعہ پیش آیا وہ یوسف ذونواس بادشاہ کے زمانہ کا واقعہ ہے پہلے دو واقعوں کا قرآن مجید میں ذکر نہیں اور نجران والے واقعہ کے بارے میں سورۃ البروج کی آیات نازل ہوئیں، اس کے بعد بحوالہ ابن ابی حاتم، حضرت ربیع بن انس سے نقل کیا ہے کہ اصحاب الاخدود کا واقعہ زمانہ فترہ میں پیش آیا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ابن کثیر)

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ﴾ میں یہ بتایا کہ لوگوں نے جن اہل ایمان کو تکلیف دی آگ میں ڈالا انہوں نے کوئی چوری نہیں کی ڈاکہ نہیں ڈالا، کسی کا مال نہیں لوٹا، ان سے ناراض ہونے کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، ایمان لانا کوئی جرم کی بات نہیں ہے انسان کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک پر ایمان لائے اور اس کے بھیجے ہوئے دین کو قبول کرے، بجائے اس کے کہ خندقیں کھودنے والے خود ایمان لاتے، ایمان لانے والوں پر اپنا غصہ اتارا اور انہیں آگ میں ڈالا یہاں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد آ گیا جسے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں لکھا ہے اور یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو ایک لشکر کے ساتھ رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا ان حضرات کو رومیوں نے قید کیا اور ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اور بادشاہ سے کہا کہ ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہے یہ بادشاہ عیسائی تھا اس نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ سے گفتگو کی جس کے سوال و جواب اور پورا قصہ درج کیا جاتا ہے۔

عیسائی بادشاہ: میں تم کو اپنی حکومت اور سلطنت میں شریک کرلوں گا اگر تم عیسائی مذہب قبول کرلو۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ: تیری حکومت تو کچھ بھی نہیں اگر تو اپنی حکومت دے دے اور سارے عرب والے بھی مل کر مجھے اپنا ملک صرف اس شرط پر دینا چاہیں کہ پلک جھپکنے کے برابر جتنا وقت ہوتا ہے صرف اتنی دیر کے لیے بھی دین محمدیؐ سے پھر جاؤں تو میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا۔

عیسائی بادشاہ: اگر تم عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے تو میں تمہیں قتل کردوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ: تو چاہے تو قتل کر دے میں اپنی بات ایک مرتبہ کہہ چکا ہوں، نہ اس میں کسی ترمیم کی گنجائش ہے اور نہ سوچنے سے دوسری رائے بدل سکتی ہے بلکہ وہ ایسا حق ہے کہ اس کے خلاف سوچنا بھی مومن بندہ کبھی گوارا نہیں کرسکتا۔

یہ سن کر عیسائی بادشاہ نے ان کو صلیب (سولی) پر چڑھوا دیا اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں میں تیر مارو اور یہ سمجھ لو کہ اس کو قتل کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ تکلیف دے کر عیسائیت قبول کروانا مقصود ہے، چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، اللہ کا یہ بندہ صرف اس بات کا مجرم تھا کہ اللہ کو مانتا تھا اور اس کے بھیجے ہوئے دین حق کو ماننے والا تھا، بادشاہ کے آدمیوں نے تیر مارنے شروع کر دیئے، تیر مارتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اب بھی ہمارا مذہب مان لے اور دین محمدی کو چھوڑ اور وہ اللہ کا بندہ یہی کہتا جاتا تھا کہ جو مجھے کہنا تھا کہہ چکا اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

جب اس ترکیب سے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ایمان غارت کرنے میں ناکام ہو گئے تو اس عیسائی بادشاہ نے کہا کہ ان کو سولی سے اتار لو اور ایک دیگ میں خوب پانی گرم کرو اور ان کو دیگ کے پاس کھڑا کر کے ان کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کو ان کے سامنے اس دیگ میں ڈال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت عبداللہ بن حذافہ کے سامنے ان کا ایک ساتھی دیگ میں ڈالا گیا جس کی جان ان کے سامنے نکلی اور گوشت و پوست جلا اور ہڈیوں کے جوڑ جوڑ علیحدہ ہوئے، اس درمیان میں بھی حضرت عبداللہ بن حذافہ کو عیسائیت قبول کرنے کی ترغیب دیتے رہے اور جان بچانے کا لالچ دلاتے رہے۔

الحاصل جب وہ عیسائیت قبول کرنے پر راضی نہ ہوئے تو بادشاہ نے ان کو اس جلتی ہوئی دیگ میں ڈالنے کا حکم دیا، چنانچہ دیگ کے

Marfat.com

۔ ۔ ۔ اور سب ان کو ڈالنے لگے تو وہ رونے لگے۔ بادشاہ کو خبر دی گئی کہ وہ رو رہے ہیں، بادشاہ نے سمجھا کہ وہ موت سے گھبرا گئے اب تو ضرور عیسائی مذہب قبول کر لیں گے۔ چنانچہ ان کو بلا کر اس نے پھر عیسائی ہونے کی ترغیب دی مگر انہوں نے اب بھی انکار کیا۔

عیسائی بادشاہ: اچھا یہ بتاؤ کہ تم روئے کیوں؟

حضرت عبداللہ بن حذافہ: میں نے کھڑے کھڑے سوچا کہ اب میں اس وقت اس دیگ میں ڈالا جا رہا ہوں تھوڑی دیر میں جل بھن کر ختم ہو جاؤں گا اور ذرا دیر میں جان جاتی رہے گی۔ افسوس کہ میرے پاس صرف ایک ہی جان ہے کیا اچھا ہوتا کہ آج میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم میں بال ہیں وہ سب اس دیگ میں ڈال کر ختم کر دی جائیں۔ اللہ کی راہ میں ایک جان کی کیا حیثیت ہے۔

عیسائی بادشاہ: میرا ماتھا چوم لو گے تو تمہارے ساتھ سب ہی کو چھوڑ دوں گا۔

حضرت عبداللہ اپنی جان بچانے کے لیے اس پر بھی تیار نہ تھے کہ اس کا ماتھا چوم لیتے (کیونکہ اس سے کفر کی عزت ہوتی ہے) لیکن اس بات کا خیال کرتے ہوئے کہ میرے اس عمل سے سارے مسلمانوں کی رہائی ہو جائے گی اس کا ماتھا چومنے پر راضی ہو گئے اور قریب جا کر اس کا ماتھا چوم لیا۔ اس نے ان کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو رہا کر دیا۔

جب حضرت عبداللہ مدینہ منورہ پہنچے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا قصہ سنا اور پھر فرمایا کہ چونکہ انہوں نے مسلمانوں کی رہائی کے لیے ایک کافر کا ماتھا چوما ہے اس لیے ضروری ہے کہ اب ہر مسلمان ان کا ماتھا چومے، میں سب سے پہلے چومتا ہوں چنانچہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ماتھا چوما۔

اہل ایمان سے دشمنی رکھنے والے صرف اپنے اقتدار کو دیکھتے ہیں اور قادر مطلق جل مجدہ کی قدرت کی طرف نظر نہیں کرتے وہ قادر بھی ہے اور اسے ہر بات کا علم بھی ہے اس کے بندوں کے ساتھ جو بھی زیادتی کرے گا وہ اس کی سزا دے دے گا کوئی شخص یوں نہ سمجھے کہ میرا ظلم یہیں رہ جائے گا اس کی اللہ تعالیٰ کو خبر نہ ہوگی ایسا سمجھنا جہالت ہے۔ آیت کے ختم پر اس مضمون کو بیان فرما دیا ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (اور اللہ ہر چیز سے پورا باخبر ہے)۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿١٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾

بلاشبہ جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ بڑی کامیابی ہے۔

یہ دو آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی آیت میں ان لوگوں کے لیے وعید ہے جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف میں ڈالا الفاظ کا عموم اصحاب الاخدود کو بھی شامل ہے اور ان کے علاوہ دیگر دشمنان اہل ایمان کو بھی۔ ارشاد فرمایا: ان لوگوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے درمیان میں ﴿ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا﴾ بھی فرمایا، یعنی ان لوگوں کے لیے مذکورہ عذاب اس صورت میں ہے جبکہ موت سے پہلے توبہ نہ کی ہو، کسی بھی کافر نے کسی بھی مومن کو کچھ بھی اور کیسی بھی تکلیف دی ہو اور کیسے بھی گناہ کیے ہوں اگر توبہ کر لی، ایمان قبول کر لیا تو زمانہ کفر میں جو کچھ کیا وہ سب ختم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی مہربانی ہے ایمان لانے کے بعد کافر کا سب کچھ معاف ہو جاتا ہے چونکہ یہاں اصحاب اخدود کے قصہ کے بعد

Marfat.com

یہ مغفرت والی بات بیان فرمائی ہے اس لیے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ نے فرمایا: انظروا الی هذا الكرم والجود قتلوا اولياء وهو يدعوهم الى التوبة والمغفرة۔ (اللہ تعالیٰ کے کرم اور جود کو دیکھو ان لوگوں نے اس کے اولیاء کو قتل کر دیا اور اس کی طرف سے توبہ اور مغفرت کی دعوت دی جا رہی ہے)۔

دوسری آیت میں ایمان اور اعمال صالحہ والے بندوں کو بشارت دی ہے کہ ان لوگوں کو باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، آیت کو ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ﴾ پر ختم فرمایا ہے جس میں یہ بتا دیا کہ مذکورہ باغات کامل جانا بڑی کامیابی ہے۔ دنیا میں جیسی بھی کوئی تکلیف پہنچے وہ اس کامیابی کے سامنے ہیچ ہے اگر ایمان کی وجہ سے کوئی شخص آگ میں ڈالا گیا تو وہ ایک دو منٹ کی تکلیف ہوگی ﴿جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ دائمی اور ابدی نعمت ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ﴿۲۱﴾ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

بلاشبہ آپ کے رب کی پکڑ سخت ہے، بلاشبہ وہ پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور دوبارہ پیدا فرمائے گا، اور وہ بڑا بخشنے والا ہے بڑی محبت والا ہے۔ عرش کا مالک ہے۔ عظمت والا ہے وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور ثمود کی، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں ہیں اور اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی چند صفاتِ عالیہ بیان فرمائی ہیں۔ اول تو یہ فرمایا کہ آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے اقوام اور افراد تاخیر عذاب کی وجہ سے دھوکہ میں پڑے رہتے ہیں۔ عذاب اور ہلاکت کی میعاد اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنی حکمت کے مطابق مقرر فرما رکھی ہے اس کا وقت نہ آنے کی وجہ سے جو تاخیر اور ڈھیل ہوتی ہے اس کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ گرفت ہونے ہی کی نہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو نہیں چھوڑتا، اس کے بعد آپ نے سورۂ ہود کی آیت ﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ﴾ تلاوت فرمائی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۶۷۸)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت بیان فرمائی ﴿اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ﴾ (بلاشبہ وہ پہلی بار بھی پیدا فرماتا ہے اور دوبارہ بھی پیدا فرمائے گا)۔

اس میں منکرین بعث کا استبعاد دور فرما دیا جو کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ مر کھپ کر مٹی ہو کر جب ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے؟ ان کا جواب دے دیا کہ جس ذات پاک نے پہلے پیدا فرمایا وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ﴾ (اور وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے بڑی محبت والا ہے بڑے عرش والا عظمت والا ہے)۔ اس میں اللہ تعالیٰ شانہ کی شان غفاریت بتائی اور مودت کی شان بھی بیان فرمائی۔ وہ اپنے بندوں کو بخشتا بھی ہے اور مومنین صالحین سے محبت بھی فرماتا ہے، عرش کا مالک ہے، مجید ہے یعنی بڑی عظمت والا ہے ﴿فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ﴾ وہ جو کچھ چاہتا ہے پورے اختیار و اقتدار کے ساتھ اپنی مشیت اور ارادہ کے مطابق کرتا ہے بطش شدید (سخت پکڑ) ابتدائی تخلیق، پھر موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ فرمانا، گناہگاروں کو بخشنا اہل ایمان پر مودت اور رحمت کے ساتھ متوجہ ہونا یہ سب کچھ اس کی مشیت کے تابع ہے اور اس

Marfat.com

کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں۔

سورۃ الحج میں فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ایسے باغوں میں داخل فرما دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو بھی ارادہ فرماتا ہے)۔ پھر چند آیات کے بعد فرمایا:

﴿وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ (اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے)۔

﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ﴾ (الی آخر السورۃ) (کیا آپ کے پاس لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور ثمود کی، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں ہیں اور اللہ ان کو ادھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے)۔

ان آیات میں بعض بڑے بڑے کافروں باغیوں یعنی فرعون وثمود کا تذکرہ فرمایا ہے، ارشاد فرمایا کیا آپ کے پاس لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور اس کے لشکروں کا واقعہ اور قوم ثمود کا واقعہ آپ کو معلوم ہے؟ یہ استفہام تقریری ہے یعنی آپ کو ان لوگوں کے کبر نخوت اور غرور اور بغاوت پھر ان کی تعذیب اور ہلاکت کے واقعات معلوم ہو چکے ہیں آپ یہ واقعات موجودہ منکرین اور معاندین کو سنا چکے ہیں ان کو ان قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہیے لیکن اس کی بجائے کافر لوگ تکذیب میں لگے ہوئے ہیں آپ کو بھی جھٹلاتے ہیں اور قران کو بھی جھٹلاتے ہیں ان کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر ہے اسے ان کی سب حرکتوں کا علم ہے وہ ہر طرف سے انہیں گھیرے ہوئے ہے یعنی ان کے سب اعمال اور افعال احوال اور اشغال کا اسے پوری طرح علم ہے گزشتہ باغی قوموں کو جس طرح سزا دی گئی یہ بھی مبتلائے عذاب ہوں گے۔ ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾۔

ان کا عناد اور تکذیب ان کی حماقت اور گمراہی کی وجہ سے ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جس کی تکذیب کی جائے وہ تو ایک باعظمت قران ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس میں کسی تغیر وتبدل کا احتمال نہیں وہاں بھی محفوظ ہے اور جو فرشتہ لاتا ہے وہ بھی امین ہے۔ پوری حفاظت کے ساتھ لاتا ہے اگر کوئی شخص اس پر ایمان نہ لائے تو اس کی عظمت اور حفاظت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

وهذا آخر سورة البروج، والحمد لله العلي الخلاق

Marfat.com

آیاتها ۱۷ ۸۶ سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ۳۶ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الطارق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سترہ آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا
حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ
التَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہو، اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے، وہ روشن ستارہ ہے، کوئی شخص ایسا نہیں جس پر نگہبان مقرر نہ ہو، سو انسان غور کر لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا، وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے، بیشک وہ ضرور اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان کی اور چمکتے ہوئے ستارہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ دنیا میں جو لوگ بھی رہتے اور بستے ہیں ان کے اعمال کی نگرانی کے لیے ہم نے فرشتے لگا رکھے ہیں ہر جان کے ساتھ فرشتہ لگا ہوا ہے۔ یہ فرشتے انسانوں کے اعمال کو لکھتے ہیں اور اعمالنامہ کو محفوظ کر لیتے ہیں پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ اعمال نامے انسانوں کے سامنے آ جائیں گے۔ یہ حافظ (کی ایک تفسیر ہے جو آیت کریمہ ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾ کے مطابق ہے بعض مفسرین نے فرمایا ہے اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ہر انسان کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں جس کا سورۂ رعد کی آیت ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ میں ذکر ہے یعنی اللہ پاک نے ہر انسان کے لیے فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں جو رات دن آفات سے انسان کی حفاظت فرماتے ہیں البتہ جو تکلیف مقدر ہے وہ تو پہنچ کر ہی رہے گی۔ سیاق کلام کے اعتبار سے پہلا معنی مراد لینا ہی اظہر واقرب ہے کیونکہ قیامت کے دن کی آزمائش اور پیشی کا ذکر ہے چونکہ انسانوں کی موت کے بعد زندہ کرنے کے بارے میں شک وشبہ رہتا ہے اس لیے ان کے شبہ کو دور کرنے کے لیے یہ فرمایا، پھر فرمایا:
﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾ (سو انسان غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے)۔

پھر خود ہی اس کا جواب ارشاد فرمایا ﴿خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ﴾ وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

﴿يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾ (وہ پانی پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے)۔

اس میں یہ بتایا ہے کہ انسان نطفہ منی سے پیدا کیا گیا ہے جسے سورۂ الم سجدہ میں ماء مهين (ذلیل پانی) سے تعبیر فرمایا ہے۔

انسان جو قیامت کا منکر ہے اور یوں کہتا ہے کہ موت کے بعد کیسے اٹھائے جائیں گے اور مٹی میں ملے ہوئے ذرات آپس میں کیسے ملیں گے اس کا جواب دے دیا کہ تو دیکھ لے تیری اصل کیا ہے تجھے اپنی حقیقت اور نشوونما کا علم ہے پھر بھی ایسی باتیں کرتا ہے جس نے تجھے نطفہ سے پیدا فرمایا وہ دوبارہ بھی پیدا فرما سکتا ہے، اسی کو فرمایا: ﴿اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ﴾ (بلاشبہ وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے)۔

سورۃ القیامۃ میں فرمایا ﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ○ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ○ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ○ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى﴾ کیا انسان ایک قطرہ منی نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا، پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا پھر اس

Marfat.com

نے بنایا پھر اعضاء درست کیے پھر اس کی دو قسمیں کر دیں، مرد اور عورت۔ کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو زندہ کر دے۔

نطفہ منی کو ﴿مَّآءٍ دَافِقٍ﴾ (اچھلتے ہوئے پانی) سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ عربی میں الصلب پشت کو کہتے ہیں اور الترائب جمع ہے تریبۃ کی، سینہ کی ہڈیوں کو ترائب کہا جاتا ہے۔ بچہ کی تخلیق مرد عورت دونوں کی منی کے امتزاج سے ہوتی ہے اور ماء دافق کا مفرد کا صیغہ لانا اس اعتبار سے ہے کہ مرد کا نطفہ ہی اصل ہے اور وہ دافق یعنی اچھلنے والا ہے اس کے بغیر تخلیق نہیں ہوتی۔ صاحب بیان القرآن نے یہ توجیہ کی ہے کہ دونوں نطفے مل کر چونکہ شئی واحد ہو جاتے ہیں اس لیے مفرد کا صیغہ لایا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ عورت کی منی میں بھی قدرت اندفاق یعنی اچھال ہوتا ہے۔

قال صاحب الروح و وصفه بالدفق قيل باعتبار احد جزئيه وهو منى الرجل وقيل باعتبار كليهما ومنى المراة دافق ايضاً الى الرحم۔

عورت کی منی ہونا اور بچہ کی تخلیق میں اس کے مادہ منویہ کا شریک ہونا یہ تو حدیث شریف سے ثابت ہے۔

كما روى مسلم عن عائشة رضی اللہ عنہا ان امراة قالت لرسول الله ﷺ: هل تغتسل المراٗه اذا احتملت وابصرت الماء؟ فقال "نعم" فقالت لها عائشة: تربت يداك: قالت فقال رسول الله ﷺ دعيها۔ وهل يكون الشبه الامن قبل ذلك۔ اذا علا ماؤها ماء الرجل اشبه الولد اخواله واذا علاماء الرجل ماء ها اشبه اعمامه۔

مادہ منویہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے، یہاں اس طب جدید کی تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ اشکال کیا گیا ہے۔ اطباء کا کہنا ہے کہ نطفہ ہر عضو سے نکلتا ہے اور بچہ کا ہر عضو اس جز و نطفہ سے بنتا ہے جو مرد و عورت کے اسی عضو سے نکلا ہے۔ اگر اطباء کا کہنا صحیح ہو پھر بھی قرآن کی تصریح پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ قرآن مجید میں نہ مرد عورت کی کوئی تخصیص فرمائی ہے اور نہ کلام میں کوئی حرف حصر موجود ہے جو یہ بتاتا ہو کہ نطفہ صرف پشت اور سینہ سے ہی نکلتا ہے، اگر سارے بدن سے نکلتا ہو تو پشت اور سینہ کا ذکر اس کے معارض نہیں ہے۔

البتہ یہ سوال رہ جاتا ہے کہ تمام اعضاء میں سے صرف پشت اور سینہ ہی کو کیوں ذکر فرمایا اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سامنے اور پیچھے کے اہم اعضاء کو ذکر کر کے سارے بدن سے تعبیر کر دیا گیا۔

قال صاحب الروح وقيل لوجعل مابين الصلب والترائب كناية عن البدن كله لم يبعد وكان تخصيصها بالذكر لما انها كالوعاء للقلب الذى هو المضغة العظمى فيه۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝۱۵ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝۱۶ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۱۷

جس دن چھپے ہوئے بھیدوں کی جانچ کی جائے گی سو انسان کے لیے نہ کوئی قوت ہوگی نہ کوئی مددگار۔ قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے۔ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں، تو آپ ان کافروں کو مہلت دیجئے ان کو تھوڑے دنوں رہنے دیجئے۔

گزشتہ آیات میں انسان کی پیدائش بیان فرمائی اور یہ بھی بتایا کہ جس ذات پاک نے انسان کو ابتداءً ایسے ایسے پانی سے پیدا فرمایا

Marfat.com

وہ موت دینے کے بعد دوبارہ پیدا فرمانے پر بھی قادر ہے اس کے بعد دو آیتوں میں قیامت کے دن کی پیشی اور وہاں جو انسان کی مجبوری ہوگی اس کو بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ جس روز انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور محاسبہ کے لیے پیشی ہوگی اس وقت سری بھید کی چیزوں کی جانچ کر لی جائے گی۔ سارا کچا چٹھا سامنے آ جائے گا جو بھی کچھ کیا تھا وہ نظر کے سامنے ہوگا۔

﴿وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ (اور جو کچھ کیا تھا سب حاضر پائیں گے)۔

انسان کی بدحالی اور مجبوری کا یہ عالم ہوگا کہ نہ تو اسے عذاب کے دفعہ کرنے کی کوئی قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اس کے بعد آسمان اور زمین کی قسم کھائی اور قسم کھا کر قرآن کے بارے میں فرمایا کہ وہ فیصلہ کرنے والا کلام ہے فرمایا: قسم ہے آسمان کی جو بارش والا ہے اس کی طرف سے زمین پر بار بار بارش کا نزول ہوتا ہے اور قسم ہے زمین کی جو پھٹ جانے والی ہے (جب اس میں بیج ڈالا جاتا ہے تو پھٹ جاتی ہے اور اس سے پودے اور کھیتیاں نکل آتی ہیں)۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾ (بلاشبہ یہ قرآن ایک کلام ہے فیصلہ دینے والا) اس میں جو کچھ بتایا ہے سب صحیح ہے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ ﴿وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾ (اور یہ کوئی لغو چیز نہیں)۔ ﴿اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا﴾ (بلاشبہ یہ لوگ حق کو دبانے کے لیے قران سے خود دور رہنے اور دوسروں کو اس سے دور کرنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں آپ کو تکلیف بھی دے رہے ہیں مکہ معظمہ آنے والوں کے راستہ میں بیٹھ کر انہیں آپ کے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ قرآن کو شعر اور اساطیر الاولین بتاتے ہیں اہل ایمان کو مارتے پیٹتے ہیں۔

﴿وَاَكِيْدُ كَيْدًا﴾ (اور میں طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہوں) ان لوگوں کی تدبیروں کا کاٹ مجھے معلوم ہے ان کی تدبیریں فیل ہوں گی میری تدبیر غالب آئے گی۔ ﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سو کافروں کو چھوڑیئے) یعنی ان کی حرکتوں سے غمگین نہ ہو جایئے۔ ﴿اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾ (انہیں تھوڑے دنوں کے لیے مہلت دیجئے)۔

اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ آپ غمگین نہ ہوں آپ اپنا کام کر لیجئے تھوڑے دنوں بعد ہم ان پر عذاب نازل کریں گے، ہر کافر کو موت کے بعد عذاب تو ہونا ہی ہے۔ موت سے پہلے بھی عذاب ہو سکتا ہے جیسا کہ قریش مکہ غزوۂ بدر میں مبتلائے عذاب ہوئے۔

وهذا آخر سورة الطارق والحمد لله العلي الخلاق

○○○

Marfat.com

آیاتہا ۱۹ ۸۷ سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ ۸ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الاعلیٰ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝٦ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝٧ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝٨ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝١١ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝١٣ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝١٤ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝١٥ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝١٦ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝١٧ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝١٨ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝١٩

آپ اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح بیان کیجئے جس نے پیدا فرمایا، سوٹھیک طرح بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راستہ دکھایا اور جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا بنا دیا، ہم آپ کو پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے، بیشک وہ ظاہر کو اور پوشیدہ کو جانتا ہے اور ہم آسان شریعت کے لیے آپ کو سہولت دیں گے سو آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے، وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے، اور اس سے وہ شخص پرہیز کرے گا جو بڑا بدنصیب ہے، جو بڑی آگ میں داخل ہوگا، پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا، وہ شخص کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی کو اختیار کیا، اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی بلکہ تم لوگ دنیا والی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر ہے اور بہت زیادہ باقی رہنے والی ہے، بلاشبہ یہ اگلے صحیفوں میں ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

یہاں سے سورۃ الاعلیٰ شروع ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح بیان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی چند صفات بیان فرمائی ہیں، سب سے پہلے الاعلیٰ فرمایا یعنی برتر اور بلند تر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب آیت ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجعلوھا فی رکوعکم (کہ رکوع میں جاؤ تو اس پرعمل کرو) پھر جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ (نازل ہوئی تو فرمایا کہ سجدہ میں جاؤ تو اس پر عمل کرو) یعنی رکوع میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ﴾ کہو اور سجدہ میں ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى﴾ کہو۔ (رواہ ابوداؤد)

الاعلیٰ کا معنی ہے خوب زیادہ بلند اور برتر، یہ پروردگار عالم جل مجدہ کی صفت ہے، اس کو بیان کرنے کے بعد دوسری صفت بیان فرمائی۔

﴿اَلَّذِيْ خَلَقَ﴾ (جس نے پیدا فرمایا) اور تیسری صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿فَسَوّٰى﴾ (کہ اس نے بالکل ٹھیک بنایا) اور چوتھی صفت بیان فرمائی ﴿وَالَّذِيْ قَدَّرَ﴾ (اور جس نے جانداروں کے لیے ان کے مناسب حال چیزوں کو تجویز فرمایا۔

فَهَدٰى (پھر ان جانداروں کو راہ بتائی) یعنی ان کی طبیعتوں کو ایسا بنا دیا کہ وہ ان چیزوں کو چاہتی ہیں، جو ان کے لیے تجویز فرمائی

Marfat.com

ہیں۔ معالم التنزیل صفحہ ۴۷۵: ج ۴ میں والذی قدر فهدی کی تفسیر میں اور بھی چند اقوال لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ انسان کو خیر اور شر کا سعادت و شقاوت کا راستہ بتایا اور ایک معنی یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کو مقدر فرمایا پھر انسانوں کو رزق کے کمانے اور حاصل کرنے کے طریقے بتائے اور ایک قول یہ ہے کہ اشیاء میں منافع پیدا فرمائے پھر انسان کو ان سے مستفید ہونے کے طریقے بتائے۔ پانچویں صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى﴾ (اور وہ ذات جس نے چارہ نکالا)۔ اس چارہ کو انسانوں کے جانور کھاتے ہیں، پھر یہ جانور اس سے حاصل شدہ طاقت اور توانائی سے انسانوں کی خدمات بجالاتے ہیں۔

﴿فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى﴾ (پھر اسے سیاہ کوڑا بنا دیا) یعنی زمین سے جو چارہ نکلتا ہے اس میں سے بہت سا تو مویشی کھا لیتے ہیں اور بچا کھچا جورہ جاتا ہے وہ کوڑا کرکٹ بن جاتا ہے جو پڑے پڑے کالا ہو جاتا ہے۔

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى﴾ (ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے)۔

اس میں وعدہ فرمایا ہے کہ یہ قرآن جو آپ پر نازل ہو چکا ہے اور اس کے بعد مزید نازل ہوگا آپ اس قرآن کو بھولیں گے نہیں، یہ وہی مضمون ہے جسے سورۂ قیامہ کی آیت کریمہ ﴿ان علينا جمعه وقرانه﴾ میں بیان فرمایا ہے ﴿اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ (مگر اللہ جو چاہے) اس میں یہ بتا دیا کہ آپ پر جو وحی آئے اس میں سے آپ بعض چیزوں کو بھول جائیں گے اور آپ کا یہ بھولنا ہماری مشیت سے ہوگا حکمت کے مطابق ہوگا اس میں منسوخ التلاوۃ اور منسوخ الحکم دونوں کو بیان فرما دیا، سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾ (ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں)۔

﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى﴾ (بلاشبہ وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور چھپی ہوئی چیزوں کو بھی، یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر حالت کا اور بندوں کی ہر مصلحت کا علم ہے ظاہر ہو یا پوشیدہ ہو، وہ اپنے علم کے موافق اور حکمت کے مطابق قرآن کا جو حصہ چاہے بھلا دے گا۔

﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى﴾ (اور ہم آسان شریعت کے لیے آپ کو سہولت دیں گے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ فرمایا کہ ہم نے آپ کو جو شریعت دی ہے اس پر عمل کرنے کے لیے اور اس کو پھیلانے کے لیے آپ کو سہولت دیں گے۔

الیسریٰ: آسان کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ کو شریعت دی ہے اس پر عمل کرنا سہل اور آسان ہے، کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو بندوں کی استطاعت سے باہر ہو یا اس کی ادائیگی میں بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہو، مریض آدمی اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر رکوع سجدہ کے ساتھ ادا کرلے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اشارہ سے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کی نماز پڑھ لے۔

زکوٰۃ بھی صاحب نصاب پر فرض ہے جو کچھ واجب ہوتا ہے وہ بھی بہت تھوڑا سا ہے یعنی کل مال کا چالیسواں حصہ اور وہ بھی چاند کے حساب سے نصاب پر ایک سال گزر جانے کے بعد اسی طرح حج بھی ہر شخص پر فرض نہیں ہے۔

جس کے پاس مکہ معظمہ سواری سے آنے جانے کی استطاعت ہو سفر خرچ ہو۔ بال بچوں کا ضروری خرچہ بھی پیچھے چھوڑ جانے کے لیے ہو ایسے شخص پر حج فرض ہوتا ہے وہ بھی زندگی میں ایک بار۔

رمضان میں مریض اور مسافر اور حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لیے آسانی رکھ دی گئی ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں اس کی قضاء کرلے (جس کی شرائط اور تفاصیل کتب فقہ میں مذکور ہیں)۔

انہیں آسانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ شرعی مسافر کے ذمہ چار رکعت فرض والی نماز کی جگہ دو رکعت کی ادائیگی ذمہ کر دی گئی ہے، دیگر احکام میں بھی جو آسانیاں ہیں وہ بھی عام طور پر مشہور و معروف ہیں۔

Marfat.com

معالم التنزیل میں بعض حضرات سے ﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى﴾ کی تفسیر یوں نقل کی ہے۔ ای نهون علیك الوحی حتی تحفظه وتعلمه یعنی ہم آپ کے لیے وحی کو آسان کر دیں گے تاکہ آپ اسے یاد کر لیں اور دوسروں کو سکھا دیں۔ ﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ (سو آپ نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے) بظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت کرنا اسی صورت میں ہے جبکہ نفع مند ہو لیکن معالم التنزیل میں ہے کہ یہ من قبیل الاکتفاء ہے جس میں ایک چیز کے ذکر کرنے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے اور اس کے مخالف دوسری صورت کو ترک کر دیا جاتا ہے لہٰذا آیت کا معنی یہ ہوانفعت اولم تنفع ۔ یعنی آپ نصیحت کیا کریں نفع دے یا نہ دے۔

ولم یذکر العاله الثانیة کقوله: سرابیل تقیکم الحر'' واراد الحر والبرد جمیعا اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ دوسری آیت میں ﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر نفع دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت نفع کی چیز ہے لہٰذا آپ نصیحت کیا کیجئے۔

وقد سنح قلبی احتمال آخر وهو ان تكون ان مخففة من المثقلة وقد حذف اسمها، والمعنى انه نفعت الذکریٰ ، والله تعالیٰ اعلم۔

پھر فرمایا: ﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى﴾ (وہ شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے)۔ ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقٰى﴾ (اور اس نصیحت سے وہ شخص پرہیز کرے گا جو بڑا بدبخت ہے)۔

﴿الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى﴾ (جو بڑی آگ میں داخل ہوگا)۔ اس سے دوزخ کی آگ مراد ہے جس آگ کی حرارت دنیا کی آگ سے ستر درجہ زیادہ گرم ہے یعنی اگر دنیا والی آگ کی حرارت ستر بار جمع کر لی جائے تو اس سے جو حرارت کی ڈگری حاصل ہو وہ دوزخ کی آگ کی گرمی ہے۔

﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ (پھر وہ دوزخ کی آگ میں نہ مرے گا نہ جیے گا)۔ مرے گا تو اس لیے نہیں کہ وہاں موت آنی ہی نہیں ہے اور جیے گا اس لیے نہیں کہ وہ زندگی، زندگی کہنے کے قابل نہیں۔ بھلا وہ بھی کوئی زندگی ہے جو اتنی بڑی آگ میں گزر رہی ہو جس کا اوپر ذکر ہوا۔ سورۂ فاطر میں فرمایا ﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ﴾ (اور کافروں کے لیے دوزخ کی آگ ہے نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا عذاب ہلکا کیا جائے گا ہم اسی طرح ہر کافر کو سزا دیتے ہیں)۔ آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ نصیحت حاصل کرنا انہیں لوگوں کا طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، وہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جیے اور مرے تو اس کا انجام برا ہو گا۔

قیامت کے دن کافر ناکام ہوں گے دوزخ میں جائیں گے جنت سے محروم ہو جائیں گے ان کی ناکامی بتانے کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ (وہ شخص کامیاب ہوا جو پاک ہوا اور اس نے اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی) پاک ہونے میں عقائد باطلہ شرکیہ اور بدعیہ سے اور برے اخلاق اور برے اعمال سے پاک ہونا سب داخل ہے۔ اس میں لفظ تزکی باب تفعل سے لایا گیا ہے۔ جو مشقت پر دلالت کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ نفس راضی ہوا یا نہ ہوا بہرحال پاکیزہ زندگی اختیار کی اور سب سے بڑا تزکیہ نماز کے اہتمام سے حاصل ہوتا ہے اس لیے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ اس نے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی، نماز کا اہتمام کرنا برائی سے بچنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ سورۂ عنکبوت میں فرمایا ﴿ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر﴾ (بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے)۔

واستدل بالآية الكريمة الحنفية على ان لفظ التكبير ليست بشرط فى التحريمة بل لو قال الله الاجل او الاعظم او الرحمن اكبر اجزاه عندابى حنيفة كما ذكره صاحب الهدايه۔

Marfat.com

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ (بلکہ تم لوگ دنیا والی زندگی کو ترجیح دیتے ہو)۔

پہلے تو انسانوں کی کامیابی اس میں بتائی کہ انسان اپنے نفس کو پاک صاف رکھے کفر و شرک سے بھی اور دوسرے گناہوں سے بھی اور نمازوں کا اہتمام کرے جو تزکیہ نفس کا بہت بڑا ذریعہ ہے اس کے بعد انسانوں کی ناکامی کا سبب بتایا اور وہ دنیا کو ترجیح دینا اور آخرت سے غافل ہونا ہے۔ بہت سے لوگ اسلام کو حق جانتے ہوئے دنیاوی عہدوں اور مال و جائیداد کی وجہ سے کفر و شرک میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ جو مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں وہ فرائض و واجبات تک کو دنیا داری اور دکان داری اور نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں جبکہ مستحبات تک کا اہتمام کرنا چاہیے جس طرح فرائض و واجبات سے آخرت کے اجور اور رفع درجات سے تعلق ہے اسی طرح سنن و مستحبات سے بھی ہے، لوگ دنیا پر نظر رکھتے ہیں اور اس کے حقیر منافع کے لیے (حلال و حرام کا خیال کیے بغیر) آخرت کے اعمال کو چھوڑ بیٹھتے ہیں ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰي﴾ (حالانکہ آخرت بہتر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی بھی)۔ آخرت کا بہتر ہونا تو اسی سے سمجھ لیا جائے کہ ساری دنیا آخرت کے تھوڑے سے عمل کے سامنے بھی ہیچ ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: لغدوة فی سبیل الله او روحة خیر من الدنیا وما فیھا۔ (البتہ اللہ کے راستہ میں ایک صبح کو یا ایک شام کو چلا جانا ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے)۔

فجر کی دو سنتوں کے بارے میں یہی فرمایا: رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیھا کہ فجر کی دو سنتیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔

یاد رہے کہ دنیا میں رہنا اور حلال کمانا اور حلال کھانا حلال پہننا اور حلال پہال سے بیوی بچوں کی پرورش کرنا۔ یہ دنیا داری نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو اس سب میں بھی ثواب ہے، دنیا داری یہ ہے کہ آخرت سے غافل ہو جائے وہاں کام آنے والے اعمال کی طرف دھیان نہ دے اور دنیا ہی کو آگے رکھ لے اسی کے لیے مرے اور اسی کے لیے جیے گناہوں میں لت پت رہے۔

سورۃ القیامہ میں فرمایا: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ○ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾ (بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو) اور سورۃ الدھر میں فرمایا ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾ (بے شک یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں)۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾ (بلاشبہ یہ ان صحیفوں میں ہے جو پہلے نازل کیے گئے جو ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفے تھے)۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ ھذا کا ارشاد ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ سے لے کر ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ تک جو مضامین بیان ہوئے ان سب کی طرف ہے۔

صاحب روح المعانی نے بحوالہ ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ انہوں نے خدمتِ عالی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں سے آپ پر کچھ نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا: ہاں اس کے بعد آپ نے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ سے لیکر ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ تک آیات تلاوت فرمائیں۔

صاحب روح المعانی نے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ والله تعالٰی اعلم بصحة الحدیث۔

بعض حضرات نے پوری سورہ کے مضامین کو اور بعض حضرات نے مضامین قرآن کو ھذا کا مشار الیہ قرار دیا ہے۔ والعلم عند اللہ العلیم

آیت کریمہ ﴿اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى﴾ اور ان کے بعد کی چند آیات کی تفسیر دیکھ لی جائے۔

○○○

Marfat.com

ایاتھا ۲۶ — ۸۸ سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۸ — رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ الغاشیہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھبیس آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا
حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ
جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا
لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّ نَمَارِقُ
مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦

آپ کو ایسی چیز کی خبر پہنچی ہے جو چھا جانے والی ہے۔ اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے مصیبت جھیلنے والے دکھ تکلیف اٹھانے والے ہوں گے، جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے، انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا ان کے لیے خار دار جھاڑ کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا، وہ نہ فربہ کرے گا، نہ بھوک دور کرے گا اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے، اپنی کوشش کی وجہ سے خوش ہوں گے، بہشت بریں میں ہوں گے اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے، اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے، اس میں بلند کیے ہوئے تخت ہوں گے اور رکھے ہوئے آب خورے ہوں گے اور برابر برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے۔

یہاں سے سورۃ الغاشیہ شروع ہو رہی ہے۔ الغاشیہ سے قیامت مراد ہے جو غشہ غشی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ قرآن مجید میں قیامت کو بہت سے ناموں سے موسوم فرمایا ہے جن میں ایک نام الغاشیہ بھی ہے، اس کا معنی ہے ''ڈھانک دینے والی'' صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ قیامت کو الغاشیہ اس لیے فرمایا کہ وہ لوگوں پر اپنی سختیوں کے ساتھ چھا جائے گی اور اس کے دل ہلا دینے والے احوال واھوال (یعنی خوف زدہ کر دینے والے حالات ہر طرف سے گھیر لیں گے)۔ ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ میں جو لفظ ھل ہے اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ قد کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس قیامت کی خبر آ چکی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ھل اپنے معروف معنی میں ہے یعنی استفہام کے لیے لایا گیا ہے اور یہ استفہام تشویش کے لیے ہے پہلے استفہام سے شوق دلا دیا تاکہ سننے والا آئندہ بیان ہونے والے مضامین کو دھیان سے سنے پھر وہاں کے احوال بیان فرمائے ہیں۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ (اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے)۔ ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ (مصیبت جھیلنے والے دکھ تکلیف اٹھانے والے ہوں گے)۔ ﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾ (جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)۔

﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ (انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا)۔ ان آیات میں نافرمانوں کے احوال بیان فرمائے ہیں جو وہاں پیش آئیں گے۔

Marfat.com

اول تو یہ فرمایا کہ بہت سے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے۔ دنیا میں جوان سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کو اور اس کی مخلوق کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کو کہا جاتا تھا تو تکبر کرتے تھے اور ذرا سا جھکاؤ بھی انہیں گوارا نہ تھا۔ قیامت کے دن انہیں ذلت اٹھانی پڑے گی۔ سورۃ القلم میں فرمایا ﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوگی)۔ ﴿وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ﴾ (اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اس حال میں کہ وہ صحیح سالم تھے) نافرمانوں کی مزید بدحالی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ (بہت سے چہرے مصیبت جھیلنے والے دکھ تکلیف اٹھانے والے ہوں گے) صاحب روح المعانی نے حضرت ابن عباس اور حضرت حسن وغیرہما سے نقل کیا ہے کہ اس سے قیامت کے دن کے سلاسل و اغلال یعنی زنجیروں اور بیڑیوں کو لے کر چلنا اور دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھنا اور اترنا اور اس کے اثر سے خستہ ہونا مراد ہے اور حضرت عکرمہ سے اس کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ بہت سے لوگ دنیا میں عمل کرتے ہیں (دنیاوی اعمال بھی اور عبادت کے لائن کی ریاضتیں بھی کرتے ہیں اور اس میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں لیکن چونکہ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت پر نہیں اس لیے یہ سب کچھ ضائع ہوگا اور کفر پر موت آنے کی وجہ سے آخرت میں عذاب میں پڑیں گے اور وہاں کی بہت بڑی تکلیف اٹھائیں گے)۔

﴿تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً﴾ (جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)۔ لفظ حامیة کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کا معنی ہے ''انتہائی گرم'' جو حمیت النار سے ماخوذ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ آگ (جس کو تم جلاتے ہو) دوزخ کی آگ کا سترھواں حصہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا (جلانے کو تو) یہی بہت ہے، آپ نے فرمایا (وہاں اس کے باوجود) دنیا کی آگ سے دوزخ کی آگ گرمی میں ۶۹ درجہ بڑھی ہوئی ہے۔

﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ (انہیں کھولتے ہوئے چشموں سے پلایا جائے گا)۔

لفظ آنیہ انا یانی سے مشتق ہے جو خوب زیادہ گرم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا ہے ﴿یطوفون بینھا وبین حمیم ان﴾ (وہ لوگ دوزخ کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے)۔

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ﴾ (ان کے لیے ضریع کے سوا کوئی کھانا نہیں ہوگا)۔

گزشتہ آیت میں ان کے پینے کی چیز بتائی اور اس آیت میں ان کا کھانا بتایا۔ لفظ ضریع کا ترجمہ خاردار جھاڑ کیا گیا ہے۔

صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں ضریع حجاز میں ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے، جس کی خباثت کی وجہ سے جانور بھی پاس نہیں پھٹکتے۔ اس کو کھالے تو مر جائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: الضریع شیء فی النار شبه الشوك امر من الصبر و انتن من الجیفة واشد حراً من النار۔ (معالم التنزیل) یعنی ضریع دوزخ میں ایک ایسی چیز ہوگی جو کانٹوں سے مشابہ ہوگی ایلوے سے زیادہ کڑوی اور مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم ہوگی۔

﴿لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾ یہ ضریع نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک دفع کرے گا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دوزخیوں کو (اتنی زبردست) بھوک لگا دی جائے گی جو اکیلی ہی اس عذاب کے برابر ہوگی جو بھوک کے علاوہ ہوگا، لہٰذا وہ کھانے کے لیے فریاد کریں گے۔ اس پر ان کو ضریع کا کھانا دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک دفع کرے گا پھر دوبارہ کھانا طلب کریں گے تو ان کو ﴿طعاما ذا غصة﴾ (گلے میں اٹکنے والا کھانا) دیا جائے گا جو گلوں میں اٹک جائے گا، اس کے اتارنے کے لیے تدبیریں سوچیں گے تو یاد کریں گے کہ دنیا میں پینے کی چیزوں سے گلے کی اٹکی ہوئی چیزیں اتارا کرتے تھے، لہٰذا پینے کی چیز طلب کریں گے، چنانچہ کھولتا ہوا پانی لوہے کی سنڈاسیوں کے ذریعہ ان کے سامنے کر دیا جائے گا، وہ سنڈاسیاں جب ان کے قریب ہوں گے تو چہروں کو بھون ڈالیں گی، پھر جب پانی پیٹوں میں پہنچے گا تو پیٹ کے اندر

Marfat.com

کی چیزوں یعنی آنتوں وغیرہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ (الحدیث)

اہل کفر کے بعض عذابوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد اہل ایمان کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ (اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے)۔

یعنی خوب خوش وخرم ہوں گے۔ اپنی عمدہ حالت اور نعمتوں کی خوبی اور فراوانی کی وجہ سے ان کے چہروں میں روشنی کی وجہ سے چمک اور دمک دیکھنے میں آ رہی ہوگی، جیسے سورۃ تطفیف میں فرمایا ہے ﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾ (اے مخاطب تو ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی کو پہچان لے گا)۔

﴿لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ﴾ اپنی کوشش کی وجہ سے خوش ہوں گے یعنی دنیا میں جوانہوں نے اعمال صالحہ والی زندگی گزاری اور احکام الٰہیہ پر عمل کرنے کے سلسلہ میں جو محنت اور کوشش کی ان کی وجہ سے خوش ہوں گے کیونکہ دنیا میں جو اچھے اعمال کیے تھے وہ انہیں وہاں کی نعمتیں ملنے کا سبب بنیں گے۔

﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾ بہشت بریں میں ہوں گے۔

وہ جنت ارتفاع مکانی کے اعتبار سے بھی بلند ہوں گی اور نعمتوں کے اعتبار سے بھی۔

﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔ کیونکہ جنت ایسی جگہ ہے جہاں کسی قسم کی بھی ناگواری پیش نہ آئے گی۔ نہ آنکھیں ایسی چیز دیکھیں گی جس کا دیکھنا ناگوار ہو اور نہ کانوں میں ایسی چیز پڑے گی جس کا سننا گوارا نہ ہو، وہاں نہ چیخ نہ پکار، نہ لغو بات نہ فضول کلام، نہ کوئی گناہ کی بات، ہر طرح سے خیر ہی خیر اور آرام ہی آرام ہوگا۔ سورۃ الواقعہ میں فرمایا:

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ (نہ اس میں کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ، بس سلام ہی سلام سنیں گے)۔

﴿فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ﴾ اس بہشت میں چشمے جاری ہوں گے۔

محمول على الجنس لان فى الجنة عيون كثيرة كما قال تعالىٰ: ((ان المتقين فى جنات وعيون)) وفى سورة الذاريات (ان المتقين فى ظلال وعيون)۔

ان چشموں سے پئیں گے بھی جیسا کہ سورۃ الدہر میں اور سورۃ التطفیف میں گزر چکا اور ان کو دیکھنے سے بھی فرحت ہوگی۔ اس کے بعد اہل جنت کی دوسری نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ﴿فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ﴾ اس میں بلند کیے ہوئے تخت ہوں گے۔ ﴿وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ﴾ اور رکھے ہوئے آب خورے ہوں گے۔ ﴿وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ﴾ (اور قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے)۔ تختوں کا اور آب خوروں کا اور جام کا ذکر سورۃ الواقعہ میں بھی گزر چکا ہے۔ سورۃ الدہر میں اکواب یعنی آب خوروں کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ وہ شیشے کے ہوں گے اور شیشے چاندی کے ہوں گے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

کیا وہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے کھڑے کیے گئے، اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی۔

ان آیات میں چار چیزوں کی طرف نظر کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بلند کیے گئے اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح کھڑے کیے گئے اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ وہ

Marfat.com

کیسے بچھائی گئی۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں جنت کی نعمتوں کو بیان فرمایا تو اہل کفر کو اس پر تعجب ہوا انہوں نے اس کو جھٹلا دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اولاً اونٹوں کا ذکر فرمایا، اہل عرب کے سامنے ہر وقت اونٹ رہتے تھے اس سے کام لیتے تھے اور بار برداری اور کھیتی کے کام میں آتے تھے۔ اس سے بہت سے فوائد اور منافع حاصل ہوتے ہیں، پھر صابر بھی بہت ہے۔ خاری خورد و باری برد (کانٹے دار درخت کھاتا ہے اور بوجھ اٹھاتا ہے) اور ایک ہفتے کا پانی پی لیتا ہے اور فرمانبرداری اس قدر ہے کہ اگر ایک بچہ بھی نکیل پکڑ کر چلے تو اس کے ساتھ چل دیتا ہے پھر اس کی خلقت عجیب ہے۔ اردو کا محاورہ ہے ''اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی، یاروں کی پہلے گردن ہی دیکھ لو''۔

خاص طور سے اونٹ ہی کی خلقت کو کیوں بیان فرمایا گیا جبکہ اس سے بڑا جانور (فیل) یعنی ہاتھی بھی موجود ہے اس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ قرآن کے اولین مخاطبین یعنی عرب کے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی مال بھی وہی تھا۔

ثانیاً ارشاد فرمایا: ﴿وَإِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ﴾ (اور کیا آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا)۔

ثالثاً فرمایا: ﴿وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ﴾ (اور کیا پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کیسے کھڑے کیے)۔

رابعاً فرمایا: ﴿وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾ (اور کیا نہیں دیکھتے زمین کی طرف کیسے بچھائی گئی)۔

یہ سب عجائب قدرت ہیں نظروں کے سامنے ہیں جس ذات پاک نے ان چیزوں کو پیدا فرمایا اس کو اس پر بھی قدرت ہے کہ وہ جنت کو اور جنت کی نعمتوں کو پیدا کر دے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ ان چیزوں کو دیکھ کر قدرت الٰہیہ پر استدلال نہیں کرتے تاکہ اس کا بعث پر قادر ہونا سمجھ لیتے اور تخصیص ان چار چیزوں کی اس لیے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے رہتے تھے، اس وقت ان کے سامنے اونٹ ہوتے تھے اور اوپر آسمان اور نیچے زمین اور اطراف میں پہاڑ، اس لیے ان علامات میں غور کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا اور جب کہ یہ لوگ باوجود قیام دلائل کے غور نہیں کرتے۔

زمین کے لیے جو لفظ (سطحت) فرمایا ہے یہ زمین کے پھیلا ہوا ہونے پر دلالت کرتا ہے اس سے زمین کے کرہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ کرہ ہوتے ہوئے بھی اس پر بسنے والی چیزوں کے لیے پھیلا ہوا جسم معلوم ہوتی ہے۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿٢٦﴾

سو آپ نصیحت کیجئے آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے مگر جو روگردانی کرے اور کفر کرے تو اللہ اسے بڑا عذاب دے گا، بلاشبہ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے۔ پھر بلاشبہ ہمیں ان کا حساب لینا ہے۔

مخاطبین کو قیامت کے وقوع اور اس دن کی پریشانی اور اہل ایمان کی خوبی اور خوشحالی سے اور وہاں کی نعمتوں سے باخبر فرما دیا اور ان چیزوں کے بارے میں جو مخاطبین کو تعجب تھا اسے دور فرما دیا اس سب کے باوجود اگر کوئی نہیں مانتا اور ایمان نہیں لاتا تو اس کے نتیجے کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اپنے مخاطبین کو ہدایت پر لانے کا زیادہ فکر رہتا تھا۔ لوگ آپ کی دعوت کو قبول نہ کرتے تھے تو اس سے آپ رنجیدہ ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ان کو نصیحت کر دیا کریں۔ ان کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں آپ کا

Marfat.com

کام اتنا ہی ہے کہ ان کو بتا دیں۔ نصیحت فرما دیں، آپ پر مسلط نہیں کیے گئے کہ ان کو منوا کر ہی چھوڑیں، آپ نے بتا دیا سمجھا دیا، جو مان لے گا اس کے لیے بہتر ہو گا لیکن جو نہ مانے گا کفر پر ہی جما رہے گا، نصیحت سے روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بڑا عذاب دے گا اسے عذاب دینے پر پوری طرح قدرت ہے، کوئی اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ پھر فرمایا ﴿اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ﴾ (بلاشبہ ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے) ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ﴾ (بلاشبہ ہمارے ذمہ ان کا حساب لینا ہے)۔

وهذا آخر تفسير سورة الغاشية اعاذنا الله تعالىٰ من اهوال الغاشية وادخلنا فى الجنة العالية۔

OOO

Marfat.com

ایاتھا ۳۰ ۸۹ سورۃ الفجر مکیۃ ۱۰ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الفجر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ
حِجْرٍ ۝۵ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي
الْبِلَادِ ۝۸ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝۱۰ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي
الْبِلَادِ ۝۱۱ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝۱۲ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۳ اِنَّ رَبَّكَ
لَبِالْمِرْصَادِ ۝۱۴

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی، اور جفت کی اور طاق کی، اور رات کی، جب وہ چلنے لگے، کیا اس میں قسم ہے عقل والے کے لیے، اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا کیا قوم عاد کے ساتھ جو قوم ارم تھی یہ لوگ ستون والے تھے ان کے جیسے لوگ شہروں میں پیدا نہیں کیے گئے اور قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں پتھروں کو تراشا اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی، سو انہوں نے بہت فساد مچایا، سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے۔

ان آیات میں چند سابقہ قوموں کی بربادی کا تذکرہ فرمایا ہے جو امت حاضرہ کے لیے باعث عبرت و موعظت ہے، پہلے پانچ چیزوں کی قسم کھائی۔

اولاً فجر کی قسم کھائی جیسا کہ اسی طرح سورۃ التکویر میں ﴿وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾ فرما کر صبح کی قسم کھائی۔

ثانیاً دس راتوں کی قسم کھائی اور دس راتوں سے عشرہ اولیٰ ذی الحجہ کی راتیں مراد ہیں درمنثور میں بروایت حضرت جابر بن عبداللہؓ رسول اللہ ﷺ سے یہی نقل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ بعض احادیث میں ان دنوں کی بہت فضیلت آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں نیک عمل کرنا دوسرے تمام دنوں میں نیک عمل کرنے سے زیادہ محبوب ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ان دنوں کا عمل دوسرے دنوں میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جہاد کرنے سے بھی افضل ہے، الا یہ کہ کوئی شخص ایسی حالت میں نکلا کہ اس نے اپنی جان و مال کو دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے ختم کر دیا پھر کچھ بھی لے کر واپس نہ ہوا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۱۳۲: ج ۱)

ثالثاً: ﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾ جفت اور طاق کی قسم کھائی، جفت جوڑے کو اور طاق بے جوڑے کو کہتے ہیں سنن ترمذی (ابواب التفسیر) میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے الشفع والوتر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے نماز مراد ہے (کیونکہ) بعض نمازیں ایسی ہیں جو شفع ہیں یعنی دو یا چار رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں اور وتر سے وہ نمازیں مراد ہیں

Marfat.com

جن کی طاق رکعتیں ہوں یعنی مغرب اور وتر کی نماز۔ وفیہ راو مجھول۔

تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وتر اللہ کی ذات ہے اور تم سب لوگ شفع ہو پھر حضرت مجاہد تابعی سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا آسمان ہے اور زمین ہے خشکی ہے اور سمندر ہے، انسان ہیں اور جن ہیں، چاند ہے اور سورج ہے اور ذکور ہیں، اناث ہیں یعنی مرد اور عورت اور اللہ تعالیٰ وتر ہے یعنی تنہا ہے وفیہ اقوال آخر۔

رابعاً: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ﴾ فرمایا اس میں رات کی قسم کھائی، لفظ یسر مضارع کا صیغہ ہے۔ حضرت حفص کی قرأت میں ''ی'' حذف کردی گئی ہے سری یسری سرنا جانے کے معنی ہیں اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿اِذَا يَسْرِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کما قال فی الدر المنثور کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رات کی قسم ہے جب وہ چلی جائے سورۃ التکویر میں بھی یہ قسم گزری ہے وہاں ﴿وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ﴾ فرمایا ہے۔

چاروں قسموں کے بعد فرمایا ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾ کیا اس میں قسم ہے عقل والے کے لیے۔

یہ استفہام تقریری ہے جس سے تاکید کلام مقصود ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ قسمیں سمجھدار آدمی کے لیے کافی ہیں۔

قال صاحب الروح تحقیق وتقریر لفخامة الاشیاء المذکورة المقسم بها و کونها مستحقة لان تعظم بالاقسام بها فیدل علی تعظیم المقسم علیه و تاکیده من طریقه الکنایة۔

قسموں کے بعد جواب قسم محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ آپ مخاطبین میں جو لوگ منکر ہیں ان کا انکار پر اصرار کرنا عذاب لانے کا سبب ہے جیسا کہ ان سے پہلے مکذب اور منکر امتیں اور جماعتیں ہلاک ہوئیں اسی طرح یہ منکرین بھی ہلاک ہوں گے۔

اس کے بعد بعض گزشتہ اقوام کی بربادی کا تذکرہ فرمایا خطاب بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کے واسطہ سے تمام انسانوں کو ہے تاکہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں یہاں ان اقوام کی ہلاکت کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں دیگر مواقع میں ان کے تفصیلی حالات جگہ جگہ مذکور ہیں، فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا جو ارم نام کے ایک شخص کی نسل میں سے تھے اور ذات العماد تھے) ان کے بڑے بڑے قد تھے، مشہور ہے کہ ان کے قد بارہ بارہ ہاتھ کے تھے (کما ذکرہ فی الروح) یہ ذات العماد کا ایک معنی ہے اور بعض حضرات نے اس کا لغوی یہ معنی لیا ہے کہ وہ لوگ ستونوں والے تھے خیمے لیے پھرتے تھے جنگلوں میں جہاں سبزہ دیکھا وہیں خیمے لگا دیتے تھے اور خیموں کو ستونوں سے باندھ دیتے تھے پھر جب سبزہ ختم ہو جاتا تھا تو اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے تھے۔

﴿الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ اس قبیلہ کے لوگ ایسے تگڑے اور قوت والے تھے کہ ان جیسے شہروں میں پیدا نہیں کیے گئے اسی قوت کے زور پر انہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ﴿من اشد منا قوة﴾ کون ہے جو قوت کے اعتبار سے ہم سے زیادہ سخت ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کا عذاب بھیج دیا جو سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رہی اور سب ہلاک ہو کر رہ گئے۔

روح المعانی میں لکھا ہے کہ ارم حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام بن نوح کا بیٹا تھا اور عاد اور بن عاصی اس کا پوتا تھا۔

وهو عطف بیان لعاد للایذان بانهم عاد الاولی وجوز ان یکون بدلا ومنع من الصرف للعلمیة والتانیث باعتبار القبیلة وصرف عاد باعتبار الحیی وقد یمنع من الصرف باعتبار القبیلة ایضا۔

قرآن مجید میں کئی جگہ قوم عاد کی ہلاکت کا تذکرہ ہے سورۃ اعراف اور سورۂ ہود کی تفسیر کا مطالعہ کرلیا جائے۔

﴿وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ﴾ اور قوم ثمود کے ساتھ آپ کے رب نے کیا معاملہ کیا جنہوں نے وادی القریٰ میں پتھروں کو تراش لیا تھا، قوم ثمود کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا یہ لوگ حجاز اور شام کے درمیان رہتے تھے ان کے رہنے کی جگہ کو حجر کہا جاتا تھا اور وادی القریٰ بھی کہتے تھے۔ سورۃ الحجر میں فرمایا:

Marfat.com

﴿وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (اس میں شک نہیں کہ حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں اپنی نشانیاں دیں سو وہ ان سے روگردانی کرنے والے تھے اور وہ امن و امان سے رہتے ہوئے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے تھے سو صبح کی چیخ نے ان کو پکڑ لیا سو ان کے کچھ بھی کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے)۔

ان لوگوں کی ہلاکت اور بربادی کا قصہ سورۂ اعراف، سورۂ ہود اور سورۂ شعراء سورۂ نمل میں گزر چکا ہے، ان لوگوں نے جو پہاڑوں کو تراش کر گھر بنائے تھے۔ وہ ابھی تک باقی ہیں، رسول اللہ ﷺ تبوک تشریف لے جاتے وقت ان کی بستیوں سے گزرے تو سر ڈھانک لیا اور سواری کو تیز کر دیا اور فرمایا کہ روتے ہوئے یہاں سے گزر جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اوپر بھی عذاب آ جائے۔ (رواہ البخاری)

﴿وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ﴾ یہ بھی ماقبل پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے رب نے فرعون کو ہلاک کر دیا جو میخوں والا تھا۔ عاد و ثمود کی طرح وہ بھی ہلاک ہوا اور اس کی حکومت بھی اور ڈوبنے کے عذاب میں مبتلا ہوا۔ لفظ الاوتاد وتد کی جمع ہے وتد عربی میں میخ کو کہتے ہیں۔ فرعون کو جو ﴿ذِى الْاَوْتَادِ﴾ (میخوں والا) فرمایا اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کے بہت سے لشکر اور بہت سے خیمے تھے۔ لشکر جہاں جہاں ٹھہرتے تھے وہاں خیمے لگاتے تھے اور میخیں گاڑتے تھے اس لیے فرعون کے بارے میں ﴿ذِى الْاَوْتَادِ﴾ فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ فرعون جب کسی کو سزا دیتا تھا تو چار میخیں گاڑ کر ان میخوں سے اسے باندھ دیتا تھا، پھر اس کی پٹائی کرواتا تھا، یا دوسری سزا دیتا تھا۔

بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ اسے لٹا کر ہاتھوں میں کیلیں گڑواتا تھا۔ سورۃ ص کے پہلے رکوع میں بھی یہ بیان گزر چکا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ﴾ یہ قومیں جن کا اوپر ذکر ہوا (عاد اور ثمود اور فرعون) انہوں نے شہروں میں سرکشی کی اور نافرمانی میں بہت آگے بڑھ گئے۔

﴿فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ﴾ (سو ان لوگوں نے شہروں میں زیادہ فساد کر دیا)۔ کفر و شرک اور طرح طرح کی نافرمانیاں اللہ کے بندوں پر ظلم ان سب چیزوں میں منہمک ہو گئے اور بڑھ چڑھ کر برے اعمال و اشغال کو اختیار کیا۔

﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا)۔ لفظ صب کا اصل ترجمہ (ڈال دیا) ہے اور ترجمہ میں اردو کا محاورہ اختیار کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں پر برابر طرح طرح کا عذاب نازل کیا جاتا رہا۔ جب کسی کو زیادہ سخت سزا دینی ہو تو کثیر تعداد میں کوڑوں سے پٹائی کی جاتی ہے اسی طرح ان لوگوں پر مسلسل طرح طرح کا عذاب آتا رہا اور بالآخر صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (بلاشبہ آپ کا رب گھات میں ہے) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال اور احوال سے غافل نہیں ہے اسے سب کچھ خبر ہے جو نافرمان دنیا میں موجود ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ سابقہ اقوام ہی عذاب کی مستحق تھیں ہم عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ دنیا میں اگر کوئی شخص جرم کر کے بھاگنے لگے اور اس کے راستہ میں پکڑنے والے بٹھا دیئے جائیں جو خوب گہری نظروں سے دیکھتے رہیں اور گھات میں لگے رہیں کہ یہاں سے کب گزرے اور کب پکڑیں، اسی طرح سمجھ لیں کہ مجرمین پکڑے جائیں گے یہ نہ سمجھیں کہ ہم کہیں بھاگ کر بچ جائیں گے۔

ان ربك لبالمرصاد میں اس مضمون کو ادا فرمایا ہے۔ قال صاحب الروح والمرصاد المكان الذى يقوم به الرصد ويترقبون فيه، مفعال من رصده كالميقات من وقته وفى الكلام استعارة تمثيلية الى آخره۔

Marfat.com

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا
ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

سوانسان کو اس کا پروردگار جب آزماتا ہے سو اس کا اکرام فرماتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا اور جب وہ اس کو آزماتا ہے سو اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ شانہ نے ابتلاء اور امتحان کا تذکرہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی انسان کا مزاج بھی بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کا کبھی انعام واکرام کے ذریعہ امتحان لیتا ہے اور کبھی ان کے رزق میں تنگی فرما کر آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ مضمون، مضمون سابق سے متصل ہے اسی لیے مضمون کے شروع میں ''ف'' لائی گئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کے مخاطبین ہیں انہیں چاہیے تھا کہ سابقہ اقوام کے احوال سے عبرت لیتے اور نصیحت پکڑتے اور کفر و شرک اور نافرمانی سے توبہ کرتے لیکن انسانی مزاج کے مطابق انہوں نے اپنا وہی دنیاداری کا مزاج بنا رکھا ہے اور یہ دنیاداری کا مزاج اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر نہیں آنے دیتا، دنیا کی نعمتیں مل جانا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کی دلیل نہیں ہے اور دنیا کی چیزوں سے محروم ہونا، رزق کی تنگی ہونا، یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مردود ہے اسی لیے کافر بھی تنگ دست اور مالدار ہوتے ہیں اور اہل ایمان میں بھی دونوں طرح کے بندے پائے جاتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ انعام واکرام اور فقر و فاقہ اور تنگدستی ان احوال میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان لیا جاتا ہے انسان پر لازم ہے کہ نعمتیں مل جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اس کی نافرمانی نہ کرے اور تکبر کی شان اختیار نہ کرے اور اپنے مال پر نہ اترائے اور یہ پیش نظر رکھے کہ یہ چیزیں دے کر میرا امتحان کیا گیا ہے اور اگر تنگدستی کی حالت آ جائے پیسہ پاس نہ ہو مال چلا جائے نعمتیں جاتی رہیں تو صبر سے کام لے نہ اللہ تعالیٰ کی شکایت کرے نہ نافرمانی کرے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔

ان آیات میں اول تو انسان کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ مالدار ہونا اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ہونے کی اور تنگدست ہونا اللہ تعالیٰ کا مردود بندہ ہونے کی دلیل ہے اور اس کو کلا فرما کر بیان فرمایا یعنی ایسا ہرگز نہیں جیسا تم سمجھتے ہو۔

اس کے بعد انسانوں کی دنیاداری اور حب مال کا مزاج بیان فرمایا ﴿لَا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (بلکہ تم لوگ یتیم کا اکرام نہیں کرتے (جو مدد کا مستحق ہے) اور نہ صرف یہ کہ یتیم کا اکرام نہیں بلکہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین کا کھانا کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتے۔

﴿وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا﴾ (اور تم میراث کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو)۔ جب کوئی مرنے والا مر جاتا ہے تو مال کی محبت کی وجہ سے دوسروں کے حصوں کا مال بھی کھا جاتے ہو چھوٹے بچے جو یتیم ہوتے ہیں اور مرنے والوں کی بیویاں جو بیوہ ہو جاتی ہیں اور جو وارث غائب ہوتے ہیں ان سب کا مال جس کے ہاتھ لگ جاتا ہے لے اڑتا ہے اور اصحاب حقوق کو نہیں دیتا۔ ﴿وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا

Marfat.com

جَمًّا﴾ (اور تم مال سے بہت محبت رکھتے ہو) اس آخری جملہ میں جب مال کی مذمت فرما دی، جتنے طریقوں سے بھی مال حاصل کیا جاتا ہے ان سب طریقوں میں لگ کر جو لوگ مال کے کمانے میں منہمک ہو جاتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں اور احکام شرعیہ کا لحاظ نہیں رکھتے اور نماز سے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں آیت شریفہ کے الفاظ میں مجموعی طور پر ان سب کی مذمت بیان فرما دی، بلکہ جہاں جہاں وجوباً یا استحباباً مال خرچ کرنے کا حکم ہے وہاں خرچ نہ کرنا بھی اسی مذمت کی ذیل میں آ گیا، درحقیقت مال کی محبت انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے اور بہت سے گناہوں پر آمادہ کرنے کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الدنیا دار من لا دار له ومال من لا مال له ولها یجمع من لا عقل له (دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اس لیے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں)۔

ہر شخص اس دنیا کو چھوڑ کر جائے گا اور جو کمایا ہے اسے بھی یہیں چھوڑے گا پھر اس کا کیا رہا؟ بقدر ضرورت حلال مال کما لے اگر اللہ تعالیٰ شانہ زیادہ دے دے جو حلال ہو تو اسے اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے بندوں پر خرچ کر دے، حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو چیزیں ہیں جنہیں انسان مکروہ سمجھتا ہے موت کو مکروہ سمجھتا ہے حالانکہ موت مومن کے لیے بہتر ہے تاکہ فتنوں سے محفوظ رہے اور مال کی کمی کو مکروہ سمجھتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی کا ذریعہ ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۸)

كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِاْىٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۚ
يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى قَدَّمْتُ لِحَيَاتِى ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا
يُعَذِّبُ عَذَابَهُۥٓ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُۥٓ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يَٰٓأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِىٓ إِلَىٰ
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِى فِى عِبَٰدِى ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِى جَنَّتِى ﴿٣٠﴾

ہرگز ایسا نہیں، جب زمین کو پوری طرح چورا چورا کر دیا جائے گا، اور آپ کا پروردگار آ جائے گا اور فرشتے آ جائیں گے تو صفیں بنا لیں گے اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا اس دن انسان کی سمجھ میں آ جائے گا اور اب سمجھنے کا موقع کہاں رہا؟ کہے گا کاش میں اپنی زندگی کے لیے آگے بھیج دیتا سو اس دن اللہ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا اور اس کی جیسی بندش کوئی نہیں کرے گا۔ اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہو اور تجھ سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہے، سو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

کلا ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھتے ہو کہ میراث کا مال سمیٹنا اور مال سے محبت کرنا تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اس پر مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ یہ چیزیں تمہارے حق میں مضر ہیں اور باعث عذاب ہیں۔

اس کے بعد قیامت کے ہولناک مناظر کا تذکرہ فرمایا ﴿كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا﴾ (جب زمین کو توڑ پھوڑ کر چورا چورا کر دیا جائے گا) اور اس پر کوئی پہاڑ اور عمارت اور درخت باقی نہیں رہے گا اور برابر ہموار میدان ہو جائے گا۔

﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾ اور آپ کا پروردگار آ جائے گا یعنی اس کا حکم پہنچ جائے گا اور اس کے فیصلوں کا وقت آ جائے گا ﴿وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ معالم التنزیل میں حضرت عطا کا قول نقل کیا ہے کہ ہر آسمان کے فرشتے الگ الگ صف بنا لیں گے۔

﴿وَجِاْىٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ﴾ (اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس دن جہنم کو لایا جائے گا جس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ کر لا

Marfat.com

رہے ہوں گے۔

﴿یَوْمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ﴾ اس دن انسان کی سمجھ میں آ جائے گا۔ ﴿وَاَنّٰی لَهُ الذِّکْرٰی﴾ (اور سمجھنے کا موقع کہاں رہا) یعنی سمجھنے کا وقت تو دنیا میں تھا جہاں ایمان لانے اور عمل صالح کرنے کا موقع تھا اب تو دار الجزا میں پہنچ گئے۔ اب نہ سمجھنے کا موقع رہا نہ عمل کا، نہ توبہ کا۔ جب انسان اپنی محرومی کو دیکھ لے گا اور محاسبہ اور مواخذہ سامنے آئے گا۔

﴿یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ﴾ (حسرت اور افسوس کے ساتھ یوں کہے گا ہائے کاش میں اپنی زندگی کے لیے خیر اور عمل صالح آگے بھیج دیتا) وہاں پہنچ کر احساس ہوگا کہ دنیا میں نیک بندہ بن جاتا اور گناہوں سے بچ جاتا اور ایمان اور اعمال صالحہ آگے بھیج دیتا تو آج کے دن مصیبت سے چھٹکارا پائے ہوئے ہوتا اس دن کی زندگی کو زندگی سے تعبیر کرے گا کیونکہ وہ ایسی زندگی ہے کہ ختم نہ ہوگی اور اس کے بعد موت نہ ہوگی۔

﴿فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ﴾ (سو اس دن اللہ کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا)۔

﴿وَلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ﴾ (اور اس دن کی جیسی بندش کوئی نہ کرے گا) یعنی اس دن ایسی سخت سزا دی جائے گی کہ اس سے پہلے کسی نے کسی کو اتنی سخت سزا نہ دی ہوگی اور اس سے پہلے کسی نے ایسی سخت جکڑ بندی نہ کی ہوگی۔

سورۂ سبا میں فرمایا ﴿وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ (اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے)

اور سورۂ مومن میں فرمایا ﴿فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ﴾ (سو ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا جبکہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں) اس کے بعد اہل ایمان کو بشارتیں دیں اور فرمایا ﴿یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً﴾ (اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا تو راضی خوشی ہے اور تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے)۔ نفس مطمئنہ سے کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف یعنی اس کے ثواب کی طرف اور جو کچھ اس نے تیرے لیے اپنی جنت میں تیار کیا ہے اس کی طرف لوٹ جا (ذکرہ فی کنز العمال الادعیة المطلقه حدیث صفحه ۶۸۷ ج ۲ بمعه حلب وعزا فی الروح الی الطبرانی ایضاً)۔

راضیة (اس حال میں کہ تو اللہ سے راضی ہے اور جو نعمتیں اس نے تیرے لیے تیار فرمائی ہیں ان سے تو خوش ہے)۔ مرضیة مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ تیرا رب بھی تجھ سے راضی ہے۔ مفسر ابن کثیر نے لکھا کہ نفس مطمئنہ کو یہ خوشخبری موت کے وقت دی جاتی ہے اور قیامت کے دن بھی اسے یہ خوشخبری دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں اگر نیک بندہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ نفس جو پاکیزہ بدن میں تھی تو اللہ کی نعمت اور اللہ کے رزق پر خوش ہو جا اور اس بات پر خوش ہو جا کہ تیرا رب تجھ پر غصہ نہیں ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا بتائی (کہ اس کو پڑھا کرو) اللهم انی اسالك نفسا مطمئنة تومن بلقائك وترضی بقضآئك وتقنع بعطآئك (اے اللہ میں آپ سے نفس مطمئنہ کا سوال کرتا ہوں جو آپ کی ملاقات کا یقین رکھتا ہو اور آپ کی قضا پر راضی اور آپ کی عطا پر قناعت کرتا ہو)۔

اس دعا میں نفس مطمئنہ کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں اول تو یہ فرمایا کہ وہ اللہ کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے، یعنی یہی اصل چیز ہے اور یہ ہی اطمینان کا ذریعہ ہے جب کسی کو آخرت کے دن کی حاضری کا یقین ہوگا تو اپنی عبادات اور معاملات اور تمام امور اچھی طرح انجام دے گا اور یوم الحساب کی حاضری کا یقین ہوگا تو دینی کاموں کو اچھی طرح ادا کرے گا مثلاً نماز میں جلدی نہیں کرے گا اطمینان سے ادا کرے گا۔ نفس مطمئنہ کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی قضا یعنی اس کے فیصلہ پر راضی ہو وہ جس حال میں رکھے اس پر راضی رہے، یہ بھی اطمینان کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ نفس مطمئنہ کی تیسری صفت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کی عطا پر قناعت

Marfat.com

کرے، قناعت بھی بہت بڑی نعمت ہے اللہ نے جو کچھ عطا فرمایا اس پر قناعت کرتا رہے تو بڑے اطمینان میں رہتا ہے، مال زیادہ کمانے کی حرص نہیں رہتی، مال کمانے کے لیے نہ گناہوں میں ملوث ہونا پڑتا ہے اور نہ عبادات میں کوتاہی ہوتی ہے، خیانت کرنے سے کسی کا حق دبانے سے، غصب سے، چوری سے کمائی کے تمام حرام طریقوں سے حفاظت رہتی ہے۔

﴿فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ﴾ اے نفس مطمئنہ تو میرے بندوں میں داخل ہو جا۔

﴿وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾ (اور میری جنت میں داخل ہو جا)۔ اس میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفس مطمئنہ کو یہ خطاب بھی ہوگا کہ تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا یعنی جنت میں تنہا داخل ہونا نہیں ہے انسان مدنی الطبع ہے اسے انس اور الفت کے لیے دوسرے افراد بھی چاہئیں۔ آیت کریمہ میں یہ بھی بیان فرما دیا کہ جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہاں دوسرے اہل جنت سے بھی ملاقاتیں رہیں گی۔ سورۂ حجر میں فرمایا ﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ (اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے)۔

اور سورۂ طور میں فرمایا ﴿یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ﴾ (وہاں آپس میں جام وشراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس میں نہ کوئی لغو بات ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات) جنت میں آپس میں میل محبت سے رہیں گے کسی کے لیے کسی کے دل میں کوئی کھوٹ، حسد، جلن، بغض نہ ہوگا، اگرچہ وہاں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی لیکن بطور دل لگی مشروبات میں چھینا جھپٹی کریں گے اور ایک دوسرے سے پیالے چھینیں گے۔

جعلنا الله تعالٰی ممن رضی الله تعالٰی عنه وارضاه وجعل الجنة مثواه وهذا آخر سورة الفجر، والحمد لله اولا و آخرا والصلوة علی من ارسل طیبا وطاهرا

○○○

Marfat.com

آیاتھا ۲۰ ۹۰ سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ۳۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ البلد مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں بیس آیات ہیں۔
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ① وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ② وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ
فِيْ كَبَدٍ ④ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ⑤ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ⑥ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ
يَرَهٗٓ اَحَدٌ ⑦ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ⑧ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ⑨ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ⑩

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور آپ اس شہر میں حلال ہونے کی حالت میں داخل ہونے والے ہیں، اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی، یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا، کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا، وہ کہتا ہے کہ میں نے خوب زیادہ مال ہلاک کر دیا، کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا، کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دیے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے شہر مکہ مکرمہ کی اور انسان کے والد یعنی آدم علیہ السلام کی اور ان کی ذریت کی قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے، درمیان میں بطور جملہ معترضہ ﴿وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ بھی فرمایا جس وقت یہ سورت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں ہی تھے، وہاں مشرکین سے تکلیفیں پہنچتی رہتی تھیں۔

مکہ معظمہ حرم ہے اس میں قتل وقتال ممنوع ہے مشرکین مکہ بھی اس بات کو جانتے اور مانتے تھے، لیکن اللہ جل شانہ نے اول تو اس کی قسم کھا کر اس کی عزت کو بیان فرما دیا اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیشگی خبر دے دی کہ ایک دن آنے والا ہے جب آپ اس میں فاتحانہ داخل ہوں گے اور اس دن آپ کے لیے اس شہر میں قتال حلال کر دیا جائے گا چنانچہ ہجرت کے بعد ۸ ہجری میں آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ سے تشریف لائے اور مکہ میں اخل ہوئے اور بہت سے لوگوں کے بارے میں امان کا اعلان کر دیا جو اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن تھے اور بعض لوگوں کے قتل کا حکم دے دیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ پاک نے جس دن آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا مکہ معظمہ (میں قتل وقتال) کو حرام قرار دے دیا تھا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۲، از مسلم)

اور میرے لیے صرف دن کے تھوڑے سے حصے میں حلال کیا گیا ہے، لہٰذا وہ قیامت کے دن تک اللہ کے حرام قرار دینے سے حرام ہے یعنی اب قیامت تک اس میں قتل وقتال حلال نہیں ہوگا۔ ﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾ والد سے حضرت آدم علیہ السلام اور وَمَا وَلَدَ سے ان کی ذریت مراد ہے اس طرح حضرت آدم کی اور تمام بنی آدم کی قسم ہوگئی۔

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾ (یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا)۔

انسان اشرف المخلوقات اَحْسَنِ تَقْوِيْم میں پیدا فرمایا ہے وہ اپنے احوال میں مشقتوں تکلیفوں میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شرف بھی بخشا اور مشکلات اور مسائل میں بھی مبتلا فرما دیا، اس کی اپنی دنیاوی حاجات اور ضروریات جان کے ساتھ ایسی لگی ہوئی

Marfat.com

ہیں جو اس کے لیے مشقتوں کا باعث ہوتی ہیں، انسان کو کھانے پینے کو بھی چاہیے، پہننے کی بھی ضرورت ہے، رہنے کے لیے مکان بھی چاہیے ساتھ ہی بیماریاں بھی لگی ہوئی ہیں وہ خود تو مصیبت ہیں ہی ان کے علاج کے لیے تدبیریں بھی کرنی پڑتی ہیں اور مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے، مال آسانی سے حاصل نہیں ہوتا اس کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے۔ پہاڑ توڑنے پڑتے ہیں بوجھ ڈھونا پڑتا ہے نیند چھوڑ کر ڈیوٹی پر جانا پڑتا ہے، حالت مرض میں بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں جی نہیں چاہتا مگر ضرورتیں پوری کرنے کے لیے نفس کو دبا کر کام پر جانا ہوتا ہے، غذا کو زمین سے حاصل کرنا پڑتا ہے، زمین میں ٹریکٹر چلاؤ یا ہل کو ہلاؤ بیج ڈالو، پودے نکلیں تو پانی دیتے رہو کھیتی پک جائے تو اسے کاٹو، کاٹنے کے بعد بھوسے سے دانے کو نکالو پھر اسے پیسو پھر گوندھو، پھر روٹی پکاؤ چاول ہوں تو دیگچہ چڑھاؤ۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ کھاؤ بھی اور نکالو بھی۔ قبض ہو گیا تو دوا تلاش کرو، دست ہو گئے تو بار بار جاؤ، نکاح نہ ہو تو مشکل، نکاح ہو گیا تو بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش اور ان کے دکھ درد کا سامنا، یہ سب دنیاوی مسائل اور مشکلات کی چند مثالیں ہیں۔ غور کریں گے تو اور بہت سی چیزیں سامنے آئیں گی۔ یہ تو دنیاوی مشکلات کی طرف کچھ اشارہ ہوا دین پر عمل میں بھی نفس کو تکلیف ہوتی ہے۔ نیند چھوڑ کر نماز پڑھنی پڑتی ہے روزے رکھ کر بھوک پیاس برداشت کرنی پڑتی ہے نفس نہیں چاہتا پھر بھی زکوٰۃ دینی پڑتی ہے۔ حج میں پیسہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے اور تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے، وغیرہ وغیرہ یہ مشکلات انسان کی جان کے ساتھ ہیں، دوسری مخلوق ان چیزوں سے آزاد ہے۔

جو شخص کوئی بھی تکلیف اللہ کی رضا کے لیے برداشت کرے گا آخرت میں اس کا ثواب پائے گا اور جو شخص محض دنیا کے لیے عمل کرے گا اس کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر گناہ کرے گا (جن میں اپنے اعضاء کو اور مال کو استعمال کرے گا) تو اس کی سزا پائے گا۔

جب انسان مشقت اور دکھ تکلیف میں مبتلا ہوتا رہتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ جو میرے پاس ہے میرے خالق و مالک کا دیا ہوا ہے تو اسے اللہ جل شانہ کا مطیع اور فرمانبردار ہونا اور ہر حال میں اسی کی طرف متوجہ رہنا لازم تھا، اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرنا اور اس کی عبادتیں بھی کرنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا۔ لیکن انسان کا یہ طریقہ ہے کہ باغی بن کر رہتا ہے اپنے خالق اور مالک کے مواخذہ سے نہیں ڈرتا۔

﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ﴾ (کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قادر نہ ہو گا) یعنی انسان کا رویہ یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو آزاد سمجھتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے دنیا و آخرت میں مواخذہ ہو گا اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتا اس کا ڈھنگ یہ بتاتا ہے کہ وہ یہ سمجھ کر اپنے دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے کہ میں آزاد ہوں اور جو چاہوں کروں، مجھے کوئی پکڑنے والا نہیں اور مجھ پر کسی کو کوئی قدرت نہیں حالانکہ جس ذات پاک نے اس کو پیدا فرمایا ہے قوت اور طاقت بخشی ہے وہ اس پر پوری طرح قادر ہے انسان کے اعمال میں اموال کا خرچ کرنا بھی ہے۔ وہ بے فکری کے ساتھ مال خرچ کرتا ہے اور گناہوں میں خرچ کرتا چلا جاتا ہے۔ اسراف بھی کرتا ہے۔ حرام مواقع میں خرچ کرتا چلا جاتا ہے اور شیخی بگھارتے ہوئے شیخی کے ساتھ کہتا ہے کہ میں نے خوب زیادہ مال خرچ کر ڈالا، ان معصیت والے اخراجات میں خرچ کرنے پر جرات بھی کی اور شیخی بھی بگھاری اور یہ بالکل نہ سوچا کہ ان مواقع میں خرچ کرنا میرے خالق اور مالک کی رضا مندی کے خلاف ہے۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اسی کو فرمایا ﴿اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ﴾ (کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا) یعنی اس کا ایسا سمجھنا غلط ہے کہ اگر کسی کو پتہ نہیں تو اس کے خالق کو تو پتہ ہے اسی نے مال دیا اور وہی معصیت میں خرچ کرنے پر مواخذہ کرے گا۔ تفسیر جلالین سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کافروں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں خوب زیادہ مال خرچ کیا تھا اور بطور فخر یوں کہا تھا کہ میں نے بہت زیادہ مال خرچ کر دیا اس پر مذکورہ وعید نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ خیال کرنا غلط ہے کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ نے اسے خرچ کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور کتنا خرچ کیا ہے وہ بھی دیکھا ہے وہ اپنے علم کے مطابق مواخذہ فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا ﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ﴾ (الآیتین) (کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور ہونٹ نہیں

Marfat.com

بنائے) یہ استفہام تقریری ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو آنکھیں بھی دیں، زبان بھی دی، ہونٹ بھی دیئے، انسان کے یہ اعضاء اس کے لیے بہت بڑے مددگار ہیں، آنکھوں سے دیکھتا ہے، زبان سے بولتا ہے، ہونٹوں سے حروف بھی ادا ہوتے ہیں اور بہت بڑی خوبصورتی کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے۔ ان اعضاء کے ذریعے انسان اپنی دنیاوی زندگی بھی اچھی گزار سکتا ہے اوران کو اپنے خالق و مالک کی رضا مندی میں استعمال کر کے آخرت کی کامیابی حاصل کرسکتا ہے اسی لیے آخر میں ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ بھی فرما دیا یعنی ہم نے انسان کو دونوں راستے بتادیئے خیر وفلاح کا راستہ بھی بتادیا اور شر اور ہلاکت کا راستہ بھی دکھادیا، اب یہ انسان کی سمجھداری ہے کہ وہ اپنے اعضاء اپنی بصیرت و بصارت کو اپنے فکر وفہم کو اپنی کامیابی کے راہ پر خرچ کرے اپنے خالق و مالک کی شان خالقیت اورشان مالکیت اور شان ربوبیت کوتسلیم کرے اوراس کے مطابق زندگی کو بھی گزارے اپنا بھی بھلا کرے اور اللہ کی دوسری مخلوق سے بھی اچھا سلوک کرے ۔اس آخری بات کو آئندہ آیت میں بیان فرمایا ہے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾
يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ
تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ
الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

سو وہ گھاٹی سے ہو کر کیوں نہ آگے بڑھا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیا ہے؟ چھڑا دینا ہے گردن کا یا کھلا دینا ہے بھوک والے دن میں کسی یتیم کو جو رشتہ دار ہو، یا کسی مسکین کو جو مٹی والا ہو، پھر ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی، یہ داہنے ہاتھ والے لوگ ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں ہاتھ والے ہیں ان پر آگ ہوگی جسے بند کر دیا جائے گا۔

ایمان قبول کرنے کے بعد بہت سے تقاضے پورے کرنا لازم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر بھی نفس کو آمادہ کرنا پڑتا ہے اور مخلوق کے بھی حقوق ادا کرنے ہوتے ہیں ان میں حقوق واجبہ بھی ہوتے ہیں اور مستحب چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ اس بارے میں فرمایا کہ انسان اس گھاٹی سے کیوں نہ گزرا جس میں نفس پر قابو پایا جاتا ہے پھر تفخیم شان کے لیے فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ کیا گھاٹی ہے؟ پھر بطور مثال تین چیزیں ذکر فرمائیں۔

اول ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ (گردن کا چھڑانا) یعنی اللہ کی رضا کے لیے غلام اور باندی کا آزاد کرنا یہ آزاد کرنا کفارات واجبہ میں بھی ہوتا ہے اور مستحب بھی ہوتا ہے جس میں ایک صورت مکاتب بنانے کی ہے اور دوسری صورت مدبر کرنے کی بھی ہے۔ ان مسائل کو کتب فقہ میں کتاب العتاق کا مطالعہ کرنے سے یا کسی عالم سے معلوم کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے مسلمان شخص کو آزاد کر دیا اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض آزاد کرنے والے کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرمادے گا یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو بھی دوزخ سے بچادے گا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت میں داخل کردے، آپ نے فرمایا اعتق النسمة وفك الرقبة سائل نے کہا کیا دونوں کا ایک ہی مطلب نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں عتق نسمة یہ ہے کہ قیمت میں مدد کرے (مثلاً کسی مکاتب غلام کی قسطوں کی

Marfat.com

ادائیگی میں مدد کر دے) اور اعمال جنت میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی کو خوب دودھ دینے والے جانور ہبہ کر دے اور یہ کہ تو کسی ظالم رشتہ دار پر بھلائی کے ساتھ توجہ کرے اگر یہ نہ کر سکتا ہو تو بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پانی پلا اور اچھے کاموں کا حکم کر اور برے کاموں سے روک دے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کو اچھی باتوں کے علاوہ دوسری باتوں سے روکے رکھ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۲۹۴)

دوم بھوک کے دن میں کسی یتیم رشتہ دار کو کھانا کھلائے اور سوم مسکین کو کھانا کھلانا جو مٹی والا ہے یعنی ایسا مسکین ہے کہ اس کے پاس اپنی جان کے سوا کچھ نہیں ہے زمین میں اپنی جان کو لگائے ہوئے ہے ایسے مسکین کو کھانا کھلانا بھی ایمان کے تقاضوں میں سے ہے اور بڑے ثواب کا کام ہے۔

اس کے بعد فرمایا ثم کان من الذین امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمۃ کہ مذکورہ افعال خیر ایمان کے ساتھ ہونے چاہئیں کیونکہ ایمان کے بغیر آخرت میں کوئی عمل نافع نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ صفت ایمان اور دوسری صفات کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین بھی کرتے رہنا چاہیے نیکیوں پر جما رہنا اور گناہوں سے رکا رہنا اور مشکلات و مصائب پر جزع و شکوہ و شکایت نہ کرنا یہ سب کچھ صبر میں آ جاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو مرحمت یعنی مخلوق پر رحمت کرنے کی وصیت بھی کرتے رہنا چاہیے۔

﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾ جن مومن بندوں کا ذکر ہوا یہ اصحاب المیمنہ یعنی داہنے ہاتھ والے ہیں جن کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے اور جن سے جنت میں داخل ہونے کا وعدہ ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾ (اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا یہ بائیں ہاتھ والے ہیں) ان کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے اور انہیں دوزخ میں جانا ہوگا جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ﴾ (ان پر آگ ہوگی بند کی ہوئی) یعنی ان کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

قوله تعالٰى موصدة قال معالم التنزيل مطبقة عليهم ابوابها لا يدخل فيها روح ولا يخرج منها غم قرأ ابو عمرو و حمزة وحفص بالهمزة هاهنا وفى الهمزة المطبقة وغير الهمزة المغلقة۔ وهذا آخر تفسير سورة البلد والحمد لله الواحد الاحد الصمد والصلوٰة على من بعث الى كل والد وما ولد وعلى اصحابه فى كل يوم وغد۔

○○○

Marfat.com

آیاتھا ۱۵ ۹۱ سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ ۲۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ الشمس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس میں پندرہ آیات ہیں
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴
وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ
تَقْوٰهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝۱۱ اِذِ
انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ
عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی، اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے سے آ جائے، اور قسم ہے دن کی جب وہ اس کو خوب روشن کر دے اور قسم ہے رات کی جب وہ اسے چھپا لے، اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے بچھایا اور قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ اس کو القاء کر دیا، یہ یقینی بات ہے کہ وہ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے اسے دبا دیا، ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب جھٹلایا جبکہ اس کا سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھ کھڑا ہوا سو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اونٹنی سے اور اس کے پینے سے خبردار رہنا سو انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلا دیا پھر اس اونٹنی کو کاٹ ڈالا، سو ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پوری طرح ہلاک کر دیا۔ سو اس کو عام کر دیا اور وہ اس کے انجام سے اندیشہ نہیں رکھتا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ شانہ نے سورج کی اور اس کی روشنی کی قسم کھائی ہے اور چاند کی بھی قسم کھائی ہے اس میں اذا تلھا کا بھی اضافہ فرمایا یعنی چاند کی قسم جب وہ سورج کے پیچھے سے آ جائے یعنی سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہو جائے اس سے مہینوں کی درمیان یعنی تیرہ چودہ پندرہ تواریخ کی راتیں مراد ہیں ان راتوں میں جیسے ہی سورج غروب ہوتا ہے چاند نکل آتا ہے اور خوب زیادہ روشن رہتا ہے اور پوری رات اس کی روشنی کامل رہتی ہے جس طرح وضحھا فرما کر آفتاب کی کامل روشنی کی طرف۔ اشارہ فرمایا اسی طرح چاند کے کمال نور کی طرف اذا تلھا فرما کر اشارہ فرما دیا اس کے بعد دن کی قسم کھائی اور فرمایا ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلَّاهَا﴾ (قسم ہے دن کی جب وہ سورج کو روشن کر دے) یہ اسناد مجازی ہے چونکہ دن میں آفتاب کی روشنی ہوتی ہے اس لیے روشنی کو دن کی طرف منسوب فرما دیا۔

پھر فرمایا ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشَاهَا﴾ (اور قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو چھپا لے) یہ بھی اسناد مجازی ہے اور مطلب یہ ہے کہ قسم ہے رات کی جب خوب اچھی طرح تاریک ہو جائے اور دن کی روشنی پر چھا جائے۔ ﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنَاهَا﴾ (اور قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا) ﴿وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا﴾ (اور قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا)۔ ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا

Marfat.com

سَوّٰهَا﴾ (اور قسم ہے جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو اچھی طرح بنایا)۔

ان تینوں آیتوں میں جو ما موصولہ ہے یہ من کے معنی میں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی بھی قسم کھائی اور اپنی ذات کی بھی کیونکہ وہ ہی آسمان کو بنانے والا اور نفس کو بنانے والا ہے۔ نفس یعنی جان کی قسم کھاتے ہوئے ﴿وَمَا سَوّٰهَا﴾ بھی فرمایا مفسرین نے اس سے نفس انسانی مراد لیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو بنایا اور اسے جس قالب میں ڈھالا اس کے اعضا کو خوب ٹھیک طرح مناسب طریقہ پر بنا دیا اس کے اعضاء ظاہرہ بھی خوب اچھی طرح کام کرتے ہیں اور اعضاء باطنہ بھی عقل وفہم تدبر وتفکر ان سب نعمتوں سے نواز دیا۔

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ (پھر نفس کو اس کے فجور اور تقویٰ کا الہام فرما دیا) جب اسے عقل وفہم سے اور اعضاء صحیحہ ظاہرہ و باطنہ سے نواز دیا تو اسے احکام کا مکلّف بھی بنا دیا وہ اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کا بھی اہل ہے اور اس کے اعضاء معبود حقیقی کی عبادت کرنے کی بھی قوت رکھتے ہیں، پھر چونکہ امتحان بھی مقصود تھا اس لیے انسان کے لیے دونوں راستے واضح فرما دیئے جسے ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ میں بیان فرمایا نفس انسانی میں فجور کے جذبات بھی ابھرتے ہیں یعنی معاصی کی طرف بھی ابھار ہوتا ہے اور خیر کے جذبات بھی امنڈتے ہیں خیر اور شر دونوں چیزیں نفس انسانی میں پیدا ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس میں ڈالی ہیں اب انسان کی یہ سمجھداری ہے کہ وہ معاصی سے بچے اور خیر کے کاموں میں آگے بڑھے۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ یہ جواب قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں چند چیزوں کی قسم کھائی جن کا وجود انسان کے سامنے ہے اور بہت واضح اور ظاہر ہے آسمان کو سب دیکھتے ہیں، زمین پر سب بستے ہیں اور سب پر رات دن گزرتے ہیں چاند سورج دونوں بڑی روشنی والی چیزیں ہیں۔ اور نفس انسانی تو سب کے ساتھ لگا ہی ہوا ہے ان سب چیزوں کی تخلیق اور ان کے تصرفات سب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ ہے انسان پر لازم ہے کہ اپنے خالق کو پہچانے اس کے احکام پر عمل کرے گناہوں سے بچے، طاعات میں لگے اگر ایمان قبول کیا۔ گناہوں سے بچا، نفس کو سنوارا اور سدھارا اور گناہوں کی آلائش اور گندگی سے بچایا تو وہ کامیاب ہو گیا اس کی دنیا بھی اچھی ہے اور آخرت بھی۔ سورۃ النور میں فرمایا ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (اور جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور اللہ سے ڈرا اور اس کے ڈر سے گناہوں سے بچا تو یہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں)۔

﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ (اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے اسے میلا کیا)۔

یہ سابقہ آیت پر معطوف ہے گزشتہ آیت میں یہ بتایا کہ جس نے اپنے نفس کو پاک اور صاف ستھرا کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور اس آیت میں یہ بتایا کہ جس نے اپنے نفس کو دبا دیا یعنی اس کو کفر وشرک و معاصی میں لگایا وہ ناکام رہا یہ لفظ تدسیس سے ماضی کا صیغہ ہے اصل میں دسسہا تھا مضاعف کے آخری حرف کو حرف علت سے بدل دیتے ہیں۔ یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا ہے تدسیس لغت میں چھپانے کو کہتے ہیں یہاں چونکہ من زکھا کے مقابلہ میں وارد ہوا ہے اس لیے مفسرین نے یہ معنی لیے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو کفر و معصیت میں دبا کر چھپا دیا اسے انوار ایمان انوار طاعات سے چمکدار نہ بنایا وہ تزکیہ سے محروم رہا لہٰذا ہلاک ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں یہ بھی تھا۔

اللھم اٰت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکھا انت ولیھا ومولاھا۔

''اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما دے اور اس کو پاک کر دے تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے تو اس کا ولی ہے اس کا مولیٰ ہے''۔

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ﴾ (قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے جھٹلایا) یعنی ان کی سرکشی نے انہیں اس پر آمادہ کر دیا کہ اللہ کے رسول کی تکذیب کر دی اور اللہ کی توحید اللہ کی عبادت کی طرف جو انہوں نے بلایا اس میں انہوں نے ان کو جھوٹا بتا دیا، وہ لوگ حضرت

Marfat.com

صالح علیہ السلام سے جھگڑتے رہے ان سے کہا کہ اگر تم نبی ہو تو پہاڑ سے اونٹنی نکال کر دکھاؤ۔ جب پہاڑ سے اونٹنی برآمد ہوگئی تو اب اس کے قتل کرنے کے لیے مشورے کرنے لگے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بتا دیا تھا کہ دیکھو ایک دن تمہارے کنویں کا پانی یہ اونٹنی پیے گی اور ایک دن تمہارے جانور پئیں گے اور یہ بھی بتا دیا کہ اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا ورنہ عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے، لیکن وہ باز نہ آئے اور ایک شخص اس پر آمادہ ہوگیا کہ اس اونٹنی کو کاٹ ڈالے۔ اسی کو فرمایا ﴿اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا﴾ (جبکہ قوم کا سب سے بڑا بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا) تاکہ اس اونٹنی کو قتل کردے۔

﴿فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقۡيٰهَا﴾ (تو اللہ کے رسول یعنی صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی سے دور رہنا اس کے پانی پینے کو چھوڑے رکھو)۔

یعنی اس اونٹنی کو کچھ نہ کہو اس کی باری کا جو دن ہے اس میں پانی پینے دو لیکن ان لوگوں نے نہ مانا ﴿فَكَذَّبُوۡهُ فَعَقَرُوۡهَا﴾ (سو وہ برابر تکذیب پر جمے رہے اور اونٹنی کو کاٹ ڈالا) ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ اونٹنی کو کاٹ ڈالا بلکہ حضرت صالح علیہ السلام سے یوں بھی کہا ﴿يٰصٰلِحُ ائۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ (اے صالح لے آ وہ عذاب جس کی ہمیں تو دھمکی دیتا ہے اگر تو پیغمبروں میں ہے) لہٰذا ان لوگوں پر عذاب آ ہی گیا۔ ﴿فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسَوّٰهَا﴾ (سو ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پوری طرح ہلاک کر دیا اور ہلاکت کو ایسا عام کیا کہ کوئی شخص بھی نہیں بچا)۔

ان لوگوں کی ہلاکت زلزلہ سے اور آسمان سے چیخ آنے کی وجہ سے ہوئی تھی ان کا واقعہ سورۂ اعراف، سورۂ ہود، سورۂ شعراء اور سورۂ نمل میں گزر چکا ہے۔

﴿وَلَا يَخَافُ عُقۡبٰهَا﴾ اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا یعنی اللہ تعالیٰ جس کسی کو ہلاک فرمائے کچھ بھی سزا دینا چاہے وہ اپنی مشیت و ارادہ کے مطابق سزا دے سکتا ہے وہ دنیا والے ملوک اور اصحاب اقتدار کی طرح نہیں جو مجرمین سے اور مجرمین کی اقوام سے بعض مرتبہ ڈر جاتے ہیں اور سزا نافذ کرنے میں تامل کرتے ہیں اور یہ سوچتے کہ اگر ہم سزا دینے کا اقدام کریں تو کہیں یہ اقوام بغاوت پر نہ اتر آئیں اور ہمارا اقتدار کھٹائی میں نہ پڑ جائے۔

وهذا آخر تفسير سورة الشمس ولله الحمد

قوله تعالى ''والشمس وضحاها'' اى ضوء ها كما اخرجه الحاكم وصححه عن ابن عباس والمراد اذا اشرقت وقام سلطانها ''والقمر اذا تلها'' اى تبعها فقيل باعتبار طلوعه وطلوعها اى اذا تلا طلوعه طلوعها وذلك اول الشهر فان الشمس اذا طلعت من الافق الشرقى فى اول النهار يطلع بعدها القمر لكن لا سلطان له فيرى بعد غروبها هلالًا وقيل باعتبار طلوعه وغروبها اى اذا تلا طلوعه غروبها وذلك فى ليلة البدر رابع عشر الشهر وقال الحسن والفراء كما فى البحر اى تبعها فى كل وقت لانه يستضيئ منها فهو يتلوها لذلك وقال الزجاج وغيره تلاها معناه واستدار فكان تابعاً لها فى الاستدارة و كمال النور ''والنهار اذا جلاها'' اى جلى النهار الشمس اى اظهر ها فانها تنجلى وتظهر اذا انبسط النهار فالا ستناد مجازى كالا سناد فى نحو صام نهاره وقيل الضمير المنصوب يعود على الارض وقيل على الدنيا والمراد بها وجه الارض وما عليه وقيل يعود على الظلمة ووجلاها بمعنٰى ازالها وعدم ذكر المر　على هذه الاقوال للعلم به والاول اولٰى لذكر المرجع واتساق الضمائر ''والليل اذا يغشاها'' اى الشمس يغطى ضوء ها وقيل اى الارض وقيل اى الدنيا وجيئى بالمضارع هنادون الماضى كما فى السابق قال ابو حيان رعاية للفاصلة ولم يقل غشاها لانه يحتاج الٰى حذف احد المفعولين اليها۔

''والسماء وما بنها'' ا ، ومن بنها ولقادر العظيم الشان الذى بناها ودل علٰى وجوده و كمال قدرته بناء هما۔

Marfat.com

''والارض وما طحاها'' ای بسطها من کل جانب ووطئها کدحاها ''ونفس وما سواها'' ای انشاها وابدعها مستعدة لکما لها وذلك بتعديل اعضائها وقواها الظاهرة والباطنة والتنكير للتكثير وقيل للتفخيم على ان المراد بالنفس آدم عليه السلام والاول انسب بجواب القسم الآتی وذهب الفراء والزجاج والمبرد وقتادة وغيرهم الٰی ان ما فی المواضع الثلاث مصدرية ای وبناء ها وطحوها وتسويتها وجوز ان تكون ما عبارة عن الامر الذی له بنيت السماء وطحيت الارض وسويت النفس من الحكم والمصالح التی لا تحصٰی ويكون اسناد الافعال اليها مجازاً۔

''فالهمها فجور ها وتقواها'' الفجور والتقویٰ علی ما اخرج عبد بن حميد وغيره عن الضحاك المعصية والطاعة مطلقا قلبين كانا او قالبيين والها مهما النفس علی ما اخرج هو وابن جرير وجماعة عن مجاهد تعر يفهما اياها بحيث تميز رشدها من ضلالها وروی ذلك عن ابن عبا س كما فی البحر وقريب منه قول ابن زيد فجورها وتقواها بينهما لهما والاية نظير قوله تعالٰی ''وهديناه النجدين''۔

''قد افلح من زكها وقد خاب من دسها'' هذا جواب القسم وحذف الكلام كثير لا سيما عند طول الكلام المقتضی للتخفيف والتزكية التنمية والتدسيس الاخفاء واصل دسی دس فابدل من ثالث التما ثلاث ياء ثم ابدلت الفاً لتحركها وانفتاح ما قبلها ای لقد فاز بكل مطلوب ونجامن كل مكروه من انمٰی نفسه واعلاها بالتقوی علما وعملا ولقد خسر من نقصها واخفاها بالفجور جهلا وفسوقاً۔ (من روح المعانی)

''فدمدم'' قال الراغب فی مفرداته ای اهلكهم وازعجهم وقال المحلی اطبق عليهم ''ولا يخاف عقبها'' ای عاقبتها قال الحسن معناه لا يخاف الله احدا تبعة فی اهلاكهم وهی رواية عن ابن عباسؓ كما فی معالم التنزيل۔

OOO

Marfat.com

ایاتہا ۲۱ ۹۲ سُوْرَةُ الَّیْلِ مَکِّیَّةٌ ۹ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ اللیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اکیس آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰی ؕ﴿۴﴾
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ
وَاسْتَغْنٰی ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ؕ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ؕ﴿۱۱﴾
اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی ۚ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ﴿۱۳﴾

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے، اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے اس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں، سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور الحسنٰی کو سچا جانا تو ہم اس کے لیے راحت والی خصلت کو آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور الحسنٰی کو جھٹلایا تو ہم اس کے لیے مصیبت والی خصلت اختیار کرنا آسان کر دیں گے اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا۔

یہ سورۃ اللیل کی تیرہ آیتوں کا ترجمہ ہے پہلی تین آیات میں قسم ہے اور چوتھی آیت میں جواب قسم ہے، اولاً رات کی قسم کھائی جب کہ وہ دن پر چھا جائے پھر دن کی قسم کھائی جب وہ روشن ہو جائے پھر اپنی قسم کھائی اور فرمایا

﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی﴾ (اور قسم ہے اس کی جس نے نر کو اور مادہ کو پیدا کیا)۔ پھر بطور جواب قسم ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰی﴾ (بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں)۔

انسان کی عام طور سے دو ہی صنفیں ہیں ایک مذکر اور مؤنث (نر اور مادہ) اور عمل کرنے والے انسان ان ہی دو جماعتوں پر منقسم ہیں اور اعمال دن میں ہوتے ہیں یا رات میں زمانہ کے دونوں حصوں کی اور بنی آدم کی دونوں قسموں کی قسم کھا کر فرمایا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں دنیا میں اہل ایمان بھی ہیں اور اہل کفر بھی، اچھے لوگ بھی ہیں اور برے لوگ بھی گناہوں پر جمنے والے بھی ہیں اور توبہ کرنے والے بھی۔ اعمال حسنہ اور سیئہ کے اعتبار سے قیامت کے دن فیصلے ہوں گے۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صبح ہوتی ہے تو ہر شخص کام کاج کے لیے نکلتا ہے اور اپنے نفس کو مشغول کرتا ہے پھر اپنے نفس کو آزاد کر لیتا ہے (یعنی دوزخ کے کاموں سے بچتا ہے) یا اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ (رواہ مسلم ص ۱۱۸)

اس کے بعد اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کا تذکرہ فرمایا

ارشاد فرمایا: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی﴾ (سو جس نے دیا اور حسنٰی یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تصدیق کی سو ہم اس کے لیے آرام والی خصلت اختیار کرنا آسان کر دیں گے) ﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی﴾ (اور جس نے کنجوسی کی اور بے پروائی اختیار کی اور حسنٰی یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کو جھٹلایا سو ہم اس کے

Marfat.com

لیے مصیبت والی خصلت اختیار کرنا آسان کر دیں گے)۔

یعنی دنیا میں مصیبتوں میں پڑے گا اور آخرت میں دوزخ میں جائے گا۔ بعض حضرات نے دونوں جگہ الحسنیٰ سے جنت مراد لی ہے یعنی ایمان لانے والے جنت پر ایمان لائے ہیں اور ان کے مخالف دوسرے فریق یعنی کافروں نے اس کو جھٹلایا۔

انسان جو دنیا میں آیا ہے کچھ نہ کچھ عمل کرتا ہے اور دنیا دار الامتحان ہے اس میں مومن بھی ہیں کافر بھی ہیں نیک بھی ہیں بد بھی ہیں پھر موت کے بعد انجام کے اعتبار سے بھی مختلف ہوں گے، انسانوں کے احوال مختلف ہیں دنیا کے حالات اور مجلسیں اور صحبتیں بدلتی رہتی ہیں اچھے لوگ برے اور برے لوگ اچھے بن جاتے ہیں۔ مومن ایمان چھوڑ بیٹھتے ہیں اور کافر ایمان لے آتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانہ لکھا ہوا ہے۔ دوزخ میں بھی اور جنت میں بھی (یعنی کسی کا دوزخ میں جانا لکھا ہے اور کسی کا جنت میں جانا نوشتہ ہے)۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو کیا ہم اس پر بھروسہ نہ کرلیں جو ہمارے بارے میں لکھا جا چکا ہے اور کیا عمل کو نہ چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص کے لیے وہی چیز آسان کر دی جائے گی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے جو شخص اہل سعادت میں سے ہے یعنی نیک بخت ہے اس کے لیے سعادت والے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہے اس کے لیے بدبختی والے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے اس کے بعد آپ نے آیات کریمہ ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی﴾ (الآیات) کی تلاوت فرمائیں۔ (رواہ البخاری صفحہ ۷۳۷: ج ۲، صفحہ ۷۳۸: ج ۲) آیت کریمہ میں الیسریٰ سے ایمان اور اعمال صالح اختیار کرنا مراد ہے جس کا ترجمہ راحت والی خصلت کیا گیا ہے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سب کچھ مقدر ہے لیکن انسان عمل میں اپنی سمجھ اور فہم کو استعمال کرے ایمان قبول کرے اعمال صالحہ میں لگا رہے۔ کفر و شرک سے دور رہے اور معاصی سے پرہیز کرتا رہے بندہ کا کام عقل و فہم کا استعمال کرنا اور ایمان قبول کرنا اور اچھے کاموں میں لگنا ہے۔ ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی﴾ میں ایمان کو اور ﴿كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی﴾ میں کفر کو بیان فرما دیا اور ﴿اَعْطٰی وَاتَّقٰی﴾ میں اعمال صالحہ کی طرف اشارہ فرما دیا۔

اعطی میں مال کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنے اور اتقی میں تمام گناہوں سے بچنے کی تاکید فرما دی اور بخیل کا تذکرہ کرتے ہوئے جو واستغنی فرمایا ہے اس میں یہ بتا دیا کہ بخل کرنے والا دنیا والے مال سے تو محبت کرتا ہے اور جمع کر کے رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے خرچ کرنے پر جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب ملنا ہے اس سے استغناء برتتا ہے گویا کہ اسے وہاں کی نعمتوں کی ضرورت ہی نہیں۔

﴿وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی﴾ (اور اس کا مال اسے نفع نہیں دے گا جب وہ ہلاک ہوگا)۔

﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی﴾ (بیشک ہمارے ذمہ ہدایت ہے)۔

بندوں کو عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔ عبادت کے طریقے بتا دیئے ہدایت کے راستے بیان فرما دیئے رسولوں کو بھیج دیا کتابیں نازل فرما دیں اس کے بعد جو کوئی شخص راہ ہدایت کو اختیار نہ کرے گا، مجرم ہوگا اور اپنا ہی برا کرے گا۔

﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی﴾ (اور بلاشبہ ہمارے ہی لیے آخرت اور اولیٰ ہے)۔

دنیا کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کا اختیار ہے جیسا چاہے اپنی مخلوق میں تصرف فرمائے اور آخرت میں بھی اسی کا اختیار ہوگا وہ اپنے اختیار سے اہل ہدایت کو انعام دے گا اور اہل ضلالت کو عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں خود مختار ہوں اور آخرت میں میرا کچھ نہ بگڑے گا۔

Marfat.com

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِىْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا
الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

تو میں تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیز گار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔

گزشتہ آیات میں ایمان اور کفر اور اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کے نتائج کا فرق بیان فرمایا جس میں یہ بھی تھا کہ کفر عذاب میں مبتلا کرنے والی چیز ہے چونکہ یہ جلنے کا عذاب ہوگا کافر دوزخ میں داخل ہوں گے ان پر آگ مسلط ہوگی اس لیے دوزخ کے عذاب کی حقیقت بتا دی اور فرمایا کہ میں تمہیں ایسی آگ سے ڈراتا ہوں جو خوب اچھی طرح جلتی ہوگی۔ مزید فرمایا کہ اس میں صرف وہی داخل ہوگا جو سب سے بڑا بد بخت تھا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی، آیت کے الفاظ سے جو حصر معلوم ہوتا ہے اس سے بظاہر فاسق مسلمانوں کے دوزخ میں داخلے کی نفی ہوتی ہے، صاحب روح المعانی نے یہ اشکال کیا ہے پھر یوں جواب دیا ہے کہ سخت ترین عذاب سب سے بڑے بد بخت یعنی کافر ہی کو ہوگا اور فاسق مسلم کا عذاب کافر کے عذاب سے بہت کم ہوگا۔

قولہ: تلظی اصلہ تتلظی بالتائین حذفت احداھما کما فی تنزل الملئکۃ اس کے بعد فرمایا ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى﴾ (اور عنقریب بہت زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا شخص اس آگ سے بچالیا جائے گا) الاتقیٰ مبالغہ کا صیغہ ہے جو کفر سے اور دوسرے معاصی سے بچنے پر دلالت کرتا ہے دوزخ سے بچائے جانے والے متقی کی صفت بتاتے ہوئے ﴿الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى﴾ فرمایا۔ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ اللہ کے نزدیک وہ پاک بندوں میں شمار ہو جائے۔ یہ ترجمہ اس صورت میں ہے جب یتزکی مال خرچ کرنے والے سے متصل ہو اور اگر مال سے متعلق ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اپنے بارے میں اللہ سے امید رکھتا ہے کہ اجر و ثواب بڑھتا چڑھتا رہے اور خوب زیادہ ہو کر ملے جبکہ مال صرف اللہ کی رضا کے لیے خرچ کیا جائے۔ دکھاوا اور شہرت مقصود نہ ہو، اس وقت رضائے الٰہی مطلوب ہوتی ہے۔

مزید فرمایا ﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى﴾ (اللہ کے لیے مال خرچ کرنے والے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں کسی کا ان پر کچھ چاہنا نہیں ہے جس کا بدلہ اتار رہے ہیں ﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى﴾ ان لوگوں کا خرچ کرنا صرف اللہ تعالیٰ رضا حاصل کرنے کے لیے ہے۔

وھو منصوب علی الاستثناء المنقطع من نعمۃ لان الا بتغاء لا یندرج فیھا فالمعنی لکنہ فعل ذلک لا بتغاء وجہ ربہ سبحانہ وطلب رضاءہ عزوجل لا لمکافئۃ نعمۃ ﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰى﴾ (اور یہ مال خرچ کرنے والا عنقریب راضی ہوگا) یعنی موت کے بعد جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اس کو وہ نعمتیں ملیں گی جن سے خوش ہوگا۔

مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ آخری آیات ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى﴾ سے لے کر آخیر تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ساتھ دیا جان سے بھی اور مال سے بھی ہجرت سے پہلے بھی اور ہجرت کے بعد بھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایمان قبول کرنے کے بعد مشرکین کی طرف سے بہت زیادہ تکلیف دی جاتی تھی ان کی اذیت اور مار پیٹ انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ حضرت بلال ایک مشرک امیہ بن خلف کے غلام تھے اور حبشہ کے رہنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ پا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ مشرکوں کو جب اس بات کا پتہ چلا تو کہنے لگے کہ ابوبکر نے بلال کو خرید کر اس لیے آزاد کیا ہے کہ بلال کا ابوبکر پر کوئی احسان تھا اس کی تردید کی اور فرمایا ﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى﴾۔

Marfat.com

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے مجھے اپنے کاموں میں مشغول رکھنے کے لیے خریدا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں مشغول رہنے کے لیے خریدا ہے، حضرت بلال نے کہا بس تو مجھے اللہ کے اعمال کے لیے چھوڑ دیجئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں آزاد چھوڑ دیا اور وہ پورے اہتمام کے ساتھ دین کے کاموں میں لگے رہے پھر ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بن گئے اور آپ کی حیات طیبہ کے آخر عمر تک یہ عہدہ ان کے سپرد رہا چونکہ مکہ معظمہ کی زندگی میں اسلام کے بارے میں مارے پیٹے جاتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے انہیں دنیا میں یہ سعادت نصیب فرمائی کہ امن وامان کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن رہے اور اذان واقامت کا کام ان کے سپرد رہا اس طرح اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بڑے بڑے فضائل ہیں جن میں سے مال خرچ کرنے میں مسابقت کرنا بھی ہے، عموماً اللہ کی راہ میں تو مال خرچ کرتے ہی رہتے تھے ایک مرتبہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو سارا ہی مال لے کر آگئے اور خدمت عالی میں پیش کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا؟ عرض کیا ان کے لیے اللہ اور رسول ہی کافی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیال کر رہے تھے کہ اس مرتبہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ جاؤں گا وہ اپنا آدھا مال لے کر آگئے جب یہ دیکھا کہ ابوبکر اپنا پورا ہی مال لے آئے ہیں تو کہنے لگے کہ میں ان سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے جو بھی کوئی احسان ہمارے ساتھ کیا ہے ہم نے ان سب کا بدلہ دے دیا، سوائے ابوبکرؓ کے ان کے جو احسانات ہیں اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن ان کا بدلہ دے گا اور مجھے کسی کے مال سے کبھی اتنا نفع نہیں ہوا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے مجھے نفع دیا اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل (یعنی ایسا دوست) بناتا (جس میں کسی کا ذرا بھی شرکت نہ ہو) تو ابوبکر کو خلیل بنا لیتا خوب سمجھ لو کہ میں اللہ کا خلیل ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور میرا مال آپ ہی کے لیے ہے۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۰)

فائدہ: سورۃ واللیل کے آخر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ﴿وَلَسَوْفَ یَرْضٰی﴾ فرمایا اور اس کے بعد والی سورت یعنی سورۃ الضحیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا۔ ﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی﴾ دیکھو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دوست اور معاون خاص یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہے لیکن روافض (شیعہ) نہ اللہ تعالیٰ سے راضی جس نے یہ مرتبہ دیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی جنہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق خاص اور رفیق غار بنایا اور نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سارا مال پیش کر دیا اور ہر طرح سے سفر وحضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

فائدہ: جو کوئی شخص کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا دھیان رکھنا چاہیے جب کبھی موقع ہو اس کی مکافات کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صنع الیکم معروفا فکافئوہ فان لم تجدوا ما تکافئوہ فادعوا له حتی تروا انکم قد کافأتموہ۔ (جو شخص تمہارے ساتھ کوئی حسن سلوک کر دے تو تم اس کا بدلہ دے دو اور اگر بدلہ دینے کو کچھ نہ ملے تو اس کے لیے اتنی دعا کرو کہ تمہارا دل گواہی دے دے کہ اس کا بدلہ اتر گیا)۔

یاد رہے کہ احسن طریق سے اس کا بدلہ اتار دو اس سے یوں نہ کہے کہ یہ تمہارے فلاں احسان کا بدلہ ہے اس سے دل رنجیدہ ہوگا اور شریف سخی آدمی بدلہ کے نام سے قبول بھی نہیں کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے احسان کی مکافات کرنا بھی اچھی بات بلکہ مامور بہ ہے لیکن اپنی طرف سے احسان کرنا جو احسان کے بدلہ میں نہ ہو اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی﴾ جو فرمایا ہے اس میں اسی بات کی فضیلت بیان فرمائی ہے یہ مطلب نہیں کہ بطور مکافات کسی کے ساتھ احسان کیا جائے تو اس میں ثواب نہ ہو۔

Marfat.com

آیاتھا ۱۱ — ۹۳ سُوْرَۃُ الضُّحٰی مَکِّیَّۃٌ ۱۱ — رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ الضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ﴿۴﴾ وَ
لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ﴿۵﴾ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ﴿۶﴾ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی ﴿۷﴾ وَ
وَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ
رَبِّکَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

قسم دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ دشمنی کی اور آخرت آپ کے لیے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکیے اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

اوپر سورۃ الضحیٰ کا ترجمہ لکھا گیا ہے یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس کے سبب نزول کے بارے میں معالم التنزیل میں ایک تو یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی وجہ سے دو تین رات نماز نہیں پڑھی یعنی نماز تہجد ناغہ ہو گیا، ایک عورت (فتح الباری میں ہے کہ یہ بات ابولہب کی بیوی ام جمیل نے کہی تھی) نے کہا کہ بس جی سمجھ میں آ گیا کہ جو شیطان ان کے پاس آتا تھا اس نے ان کو چھوڑ دیا، دو تین رات سے قریب نہیں آیا اور ایک بات یہ لکھی ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذوالقرنین، اصحاب کہف اور روح کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کل کو بتاؤں گا انشاء اللہ کہنا رہ گیا تھا لہٰذا چند دن تک وحی نازل نہیں ہوئی اس پر مشرکین نے کہا کہ محمد کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور اس سے بغض کر لیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے دن کی قسم کھائی اور رات کی قسم کھائی اور قسم کھا کر فرمایا ﴿مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی﴾ (آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ دشمنی کی)۔ رات اور دن کی قسم کھائی ہے مقسم بہ سے اس کی مناسبت بیان فرماتے ہوئے صاحب بیان القرآن لکھتے ہیں کہ وحی کا تتابع اور ابطاء مشابہ لیل و نہار کے تبدل کے ہے اور دونوں متضمن حکمت کو ہیں پس جیسا ایک تبدل دلیل تو دیع و عداوت کی نہیں اسی طرح دوسرا تبدل بھی۔ اور دوسری بشارات مکمل ہیں اسی عدم تودیع کی پس مقسم بہ کو بواسطہ اس کے سبب سے مناسبت ہوئی۔

﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ (اور آخرت آپ کے لیے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے)۔ اس میں آپ کو مزید تسلی دی اور بتا دیا کہ دشمنوں کی باتوں سے دلگیر نہ ہوں۔ دنیا والوں کی باتیں اعراض اور اعتراض سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جو کچھ آخرت میں عطا فرمائے گا بہت زیادہ ہوگا، دائمی ہوگا، اس دنیا سے بہت ہی زیادہ ہوگا۔

﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی﴾ (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے)۔
یعنی دنیا والی زندگی میں جو کچھ مال کی کمی ہے اس کا خیال نہ فرمائیں آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو

Marfat.com

جائیں گے کسی چیز کی کوئی کمی محسوس نہ کریں گے۔

عموم الفاظ میں دنیاوی اموال کی کمی کی طرف اشارہ ہے۔ مخالفین جو آپ کو یہ دیکھ کر آپ کے پاس دولت نہیں ہے نامناسب کلمات کہنے کی جرأت کرتے ہیں یہ کوئی قابل توجہ چیز نہیں ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش کا پوری طرح آخرت ہی میں مظاہرہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کو مقام محمود عطا کیا جائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا جو دنیا میں آپ کو دی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد کی وفات ہوگئی (اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کی پیدائش کے بعد ان کی وفات ہوئی)۔ آپ یتیم تو تھے ہی جب پانچ سال کی عمر ہوئی آپ کی والدہ بھی وفات پا گئیں اور وہ بھی مقام ابواء میں جو جنگل بیابان تھا وہاں سے آپ کی باندی ام ایمن رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ لے گئیں۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی پھر چند سال بعد ان کی بھی وفات ہوگئی تو آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری لی اور بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پرورش کی، اسی کو فرمایا: ﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی﴾ (کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے آپ کو یتیم پایا پھر ٹھکانہ دیا)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ شفقت کے ساتھ پرورش کرائی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم اور انعام ہے۔ ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴾ (اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتا دیا)۔ اس میں دوسرا انعام بیان فرمایا اور وہ یہ کہ آپ امی تھے پڑھے لکھے نہیں تھے۔ جن لوگوں نے آپ کی کفالت کی ان کو بھی خیال نہ آیا کہ آپ کو کچھ پڑھائیں باہر کے لوگوں سے بھی کوئی میل جول نہ تھا جو کچھ علم حاصل کر لیتے اور خاص کر دینی علوم و معارف اور احکام و مسائل کے جاننے کا تو کوئی طریقہ تھا ہی نہیں، جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا ہے۔ ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾۔

اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا آپ کو نبوت اور رسالت سے نوازا، کامل اور جامع شریعت عطا فرمائی، اپنی معرفت بھی عطاء کی، ملائکہ سے متعلق علوم بھی دیئے۔ حضرت گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے احوال بھی بتائے، آخرت کی تفصیلات سے بھی آگاہ فرمایا، اصحاب جنت اور اصحاب جہنم کے احوال سے بھی باخبر فرمایا اور وہ علوم نصیب فرمائے جو کسی کو نہیں دیئے۔

سورۃ النساء میں فرمایا ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا﴾ (اور اللہ نے آپ کو وہ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے)۔

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا﴾ (بلاشبہ اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے)۔

(۱) قال القرطبی ای غافلا عما یراد بك من امر النبوة فهداك ای ارشدك والضلال هنا بمعنی الغفلة كقوله جل ثناء ه لا یضل ربی ولا ینسی ای لا یغفل وقال فی حق نبیه وان كنت من قبله لمن الغفلین وقال قوم ضالا لم تكن تدری القران والشرائع فهداك الله الی القرآن، وشرائع الاسلام)۔

پھر فرمایا ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی﴾ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مال پایا سو آپ کو غنی کر دیا)۔ آپ کی کفالت آپ کے چچا ابو طالب کرتے رہے لیکن وہ مالدار آدمی نہیں تھے انہیں کے ساتھ گزر بسر کرنا ہوتا تھا جو ان کا حال تھا وہی آپ کا حال تھا، آپ کی امانتداری کی صفت مشہور تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تجارت کے لیے اپنا مال ملک شام بھیجا کرتی تھیں (جیسا کہ اہل مکہ کا طریقہ تھا) جب آنحضرت ﷺ کی عمر پچیس سال ہوئی تو انہوں نے آپ کی صفات سن کر آپ کو بطور مضاربت تجارت کا مال دے کر ملک شام جانے کی درخواست کی، آپ نے منظور فرمالی۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کے ساتھ اپنا ایک غلام بھی بھیج دیا آپ ملک شام سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ کے غلام نے آپ کی بڑی بڑی صفات بیان کیں اور وہ باتیں بتائیں جن کا ظہور عموماً نہیں ہوا کرتا نیز مال تجارت میں نفع بھی بہت زیادہ ہوا حضرت خدیجہ بیوہ عورت تھیں پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں ان سے اولاد بھی تھی انہوں نے آپ

Marfat.com

کو نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔ ابو طالب آپ کے چچا اور خاندان کے دیگر افراد آپ کے ساتھ گئے اور حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہو گیا۔
حضرت خدیجہ مالدار عورت تھیں انہوں نے اپنے مال میں آپ کو تصرف کرنے کا حق دے دیا (جیسا کہ میاں بیوی کے درمیان ہوا کرتا ہے اسی لیے مفسرین نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ''ای فاغناك بمال خديجة''۔

﴿فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ (سو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے)۔ چونکہ آپ نے یتیمی کا زمانہ گزارا ہے اور آپ کو معلوم تھا کہ ماں باپ کا سایہ اٹھ جانے سے کیسی زندگی گزرتی ہے اس لیے آپ کو خطاب کر کے فرمایا کہ یتیم پر سختی نہ کرنا گو خطاب آپ کو ہے لیکن اس میں ساری امت کو تلقین فرما دی کہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کریں یتیم کی پرورش کرنے اور اس کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے کی احادیث شریفہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ ہاتھ پھیرنا صرف اللہ کی رضا کے لیے تھا تو ہر بال جو اس کے ہاتھ کے نیچے آئے اس کے بدلہ میں بہت سی نیکیاں دی جائیں گی اور جس نے کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ اچھا سلوک کیا میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے لفظ ''اس طرح'' فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ساتھ ملایا۔ (رواہ احمد والترمذی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۲۳)

﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (اور سوال کرنے والے کو مت جھڑکیے) جس طرح یتیم بچہ بے یار و مددگار ہوتا ہے اس کے لیے رحمت اور شفقت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بعض مرتبہ غیر یتیم بھی حاجت مند ہو جاتا ہے اور حاجت مندی اسے سوال کرنے پر مجبور کر دیتی ہے جب کوئی سوال کرنے آئے تو اسے کچھ دیکر خوش کر کے رخصت کیا جائے اگر اپنے پاس کچھ دینے کے لیے نہ ہو تو کم از کم اس سے نرمی سے بات کر لیں تاکہ اس تکلیف پر اضافہ نہ ہو جس نے سوال کرنے پر مجبور کیا، سائل جو جھڑکنا ظلم و زیادتی کی بات ہے ایک تو اس کو کچھ دیا نہیں اور پھر اوپر سے جھڑک دیا، یہ اہل ایمان کی شان کے خلاف ہے۔ ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے: ردوا السائل ولو بظلف محرق (سوال کرنے والے کو کچھ دیکر واپس کیا کرو اگرچہ جلا ہوا کھر ہی ہو)۔

بہت سے پیشہ ور سائل ہوتے ہیں جو حقیقت میں محتاج نہیں ہوتے، ایسے لوگوں کو سوال نہیں کرنا چاہیے ہر شخص کو اپنی اپنی ذمہ داری بتا دی گئی۔ مانگنے والا مانگنے سے پرہیز کرے اور جس سے مانگا جائے وہ سائل کی مجبوری دیکھ کر خرچ کر دے سائل کو جھڑکے بھی نہیں کیا معلوم مستحق بھی ہو اور غور و فکر بھی کرے حاجت مندوں کو تلاش بھی کرے۔

﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (اور آپ اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے)۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑی تعداد میں نعمتیں عطا فرمائیں، دنیا میں بھی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، مال بھی دیا، شہرت و عظمت بھی دی اور سب سے بڑی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے سرفراز فرمایا وہ نبوت اور رسالت کی نعمت ہے، آپ کے کروڑوں امتی گزر چکے ہیں اور کروڑوں موجود ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کروڑوں قیامت تک آئیں گے اور ہر وقت آپ پر کروڑوں درود بھیجے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان نعمتوں کی قدر دانی کریں اس قدر دانی میں یہ بھی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان فرمائیں۔ اس میں آپ کی امت کو بھی تعلیم دے دی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کیا کریں۔ (البتہ تحدیث بالنعمت کے نام پر ریاکاری اور خودستائی اور فخر و مباہات نہ ہو)۔

حضرت ابو الاحوص رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی (جس کا نام مالک بن نضر تھا) کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں گھٹیا درجے کے کپڑے پہنے ہوئے تھا، آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کون سے اموال میں سے ہے؟ میں نے کہا ہر قسم کا مال اللہ نے مجھے دیا ہے اونٹ، گائے، بکری اور گھوڑے اور غلام سب موجود ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر تجھ پر نظر آئے۔ (رواہ احمد

Marfat.com

والنسائی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۳۷۵)

معلوم ہوا تحدیث بالنعمت اپنے حال اور مال اور قال تینوں سے ہونی چاہیے شرط وہی ہے کہ صرف اللہ کی نعمت ذکر کرنے کی نیت ہو بڑائی بگھارنا اور ریا کاری مقصود نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کل ماشئت والبس ماشئت ما اخطلك اثنتان سرف ومخيلة (کھا جو چاہے اور پہن جو چاہے جب تک کہ دو چیزیں نہ ہوں، ایک فضول خرچی دوسرے تکبر)۔ (رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب کما فی المشکوٰۃ)

فائدہ: سورۃ والضحیٰ سے لے کر آخری سورت سورۃ والناس کے ختم تک ہر سورۃ کے ختم پر تکبیر پڑھنا حضرات قراء کرام کے نزدیک سنت سے ثابت ہے جسے وہ اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ امام القراء حضرت شیخ ابن جزری رحمۃ اللہ نے اپنی معروف کتاب النشر فی القراءات العشر کے آخر میں صفحہ ۴۰۵ سے لے کر صفحہ ۴۳۸ تک اس پر بہت لمبی بحث کی ہے اور حصر کے صیغے اور حضرات قراء کرام کا عمل اور حدیث کی سند پر خوب جی کھول کر لکھا ہے اور مستدرک حاکم کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرات محدثین کرام حدیث مسلسل بالقراء بھی نقل کرتے ہیں جو قاری مقری عبداللہ بن کثیر مکی (احد القرء السبعۃ) کے راوی ابوالحسن محمد بن احمد البزی رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اپنی مسلسلات میں ذکر کیا ہے چونکہ حضرت امام بزی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے راوی ہیں اس لیے ان کے نزدیک تو تکبیر پڑھنا مشروع اور مسنون ہے ہی دیگر قراء سے بھی اس کا پڑھنا مروی ہے پھر بعض قراء صرف اللہ اکبر پر اکتفاء کرتے ہیں اور بعض قراء سے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر دونوں لفظ کہنا منقول ہے جن سورتوں کے درمیان تکبیر پڑھی جائے وقف اور وصل کے قواعد کا خیال رکھا جائے سورت کو ختم کر کے اللہ اکبر کہہ کر آئندہ سورت کے شروع کرنے کے لیے ﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾ پڑھے اور ایک ہی سانس میں پڑھ لے یہ بھی درست ہے یہ وصل کل کی صورت ہے اور اگر تینوں پر قطع کرے تو یہ بھی درست ہے جو فصل تم کی صورت ہے البتہ وصل اول اور وصل ثانی کے ساتھ فصل ثالث نہ کرے کیونکہ اس صورت میں بسملہ آنے والی سورت سے منفصل ہو جائے گی۔ جب کہ ﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾ اوائل سور کے لیے مشروع ہے یہ جو کہا کہ وصل اور وقف کے قواعد کا خیال رکھا جائے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ساکن کو حرکت دیتے ہوئے اور ہمزہ وصل کو ساقط کرتے ہوئے پڑھتے چلے جائیں مثلاً سورۃ والضحیٰ ختم کر کے یوں پڑھے ﴿فحدث الله اكبر﴾ اور سورۃ العادیات کو ختم کر کے یوں پڑھا جائے ﴿لخبير الله اكبر بسم الله الرحمن الرحيم القارعة﴾۔

اسی طرح سورۃ ہمزہ کے ختم پر نون تنوین کو کسرہ دے کر اللہ اکبر کے لام سے ملا دیا جائے یہ بات حضرات اساتذہ کرام سے سمجھنے اور مشق کرنے سے متعلق ہے حافظ ابو عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التیسیر کی عبارت نقل کر دی گئی ہے اہل علم ملاحظہ فرمالیں۔

(قال ابو عمرو فاعلم ايدك الله تعالى ان البزى روى عن ابن كثير باسناده انه كان يكبر من أخر والضحى مع فراغه من كل سورة الى اخر قل اعوذ برب الناس يصل التكبير باخر السورة وان شاء القارى قطع عليه وابتداء بالتسمية موصولة باول السورة التى بعدها وان شاء وصل التكبير بالتسمية باول السورة ولا يجوز القطع على التسمية اذا وصلت بالتكبير وقد كان بعض اهل الاداء يقطع على اواخر السور ثم يبتدى بالتكبير موصولا بالتسمية وكذا روى النقاش عن ابى ربيعة عن البزى وبذلك قرات على الفارسى عنه والاحاديث الواردة عن للكيين بالتكبير دالة على ما ابتدانا به لان فيها مع وهى تدل على الصحة والاجتماع واذا كبر فى اخر سورة الناس قراء فاتحة الكتاب وخمس ايات من اول سورة البقرة على عدد الكوفيين الى قوله تعالى ((اولئك هم المفلحون)) ثم دعا بدعاء الختمة وهذا يسمى الحال المرتحل وفى جميع ما قدمناه احاديث مشهورة يرويها العلماء يؤيد بعضها بعضا تدل على صحة ما فعله ابن كثير ولها موضع غير هذا قد ذكرنا ها فيه

Marfat.com

واختلف اهل الاداء فی لفظ التکبیر فکان بعض هم یقول الله اکبر لا غیر و دلیلهم علی صحة ذلك جمیع الاحادیث الواردة بذلك من غیر زیادة کما حدثنا ابو الفتح شیخنا قال حدثنا ابو الحسن المقری قال حدثنا احمد بن سالم قال حدثنا الحسن بن مخلد قال حدثنا البزی قال قرات علی عکرمة بن سلیمان وقال قرأت علی اسماعیل بن عبدالله بن قسطنطین فلما بلغت والضحٰی کبر حتی تختم مع خاتمة کل سورة فانی قرات علی عبدالله بن کثیر فامرنی بذلك واخبرنی ابن کثیر انه قراء علی مجاهد فامره بذلك واخبره مجاهد انه قرا علی عبدالله بن عباس رضی الله عنهما فامره بذلك واخبره ابن عباس انه قرأ علی ابی بن کعب رضی الله عنه فامره بذلك واخبره ابی انه قرأ علی رسول الله ﷺ فامره بذٰلك وکان اخرون یقولون لا اله الا الله والله اکبر فیهللون قبل التکبیر واستدلوا علی صحة ذلك بما حدثنا فارس بن احمد المقری قال حدثنا عبد الباقی بن الحسن قال حدثنا احمد بن سلم الختلی واحمد بن صالح قالا حدثنا الحسن بن الحباب قال سالت البزی عن التکبیر کیف هو فقال لی لا اله الا الله والله اکبر قال ابو عمر و ابن الحباب هذا من اهل الاتقان والضبط وصدق اللهجة بمکان لا یجهله احد من علماء هذه الصنعة وبهذا قرأت علی ابن الفتح وقرأت علی غیره بماتقدم۔

واعلم ان القاری اذا وصل التکبیر باخر السورة فان کان اخرها ساکنا کسره لا لتقاء الساکنین نحو فحدث الله اکبر فارغب الله اکبر وان کان منونا کسره ایضا کذلك سواء کان الحرف المنون مفتوحا او مضموماً اور مکسوراً نحو توّابًا نِ الله اکبر ولخبیرُ نِ الله اکبر ومن مسد نِ الله اکبر وشبهه وان کان آخر السورة مفتوحا فتحه وان کان اخر السورة مکسورا کسره وان کان مضموما ضمه نحو قوله تعالٰی اذا حسدَ الله اکبر والناسِ الله اکبر والابتر الله اکبر وشبهه وان کان اخر السورة هاء کنایة موصولة بو او حذف صلتها للساکنین نحوربه الله اکبر وشرایره الله اکبر قال ابو عمرو واسقطت الف الوصل التی فی اول اسم الله تعالٰی فی جمیع ذلك استغناء عنها۔ فاعلم ایدك الله تعالٰی ذلك موفقا لطریق الحق ومنهاج الصواب والیه المرجع والماب۔

Marfat.com

آیاتھا ۸ ﴿۹۴ سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَکِّیَّۃٌ ۱۲﴾ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ الانشراح مکی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ﴿۲﴾ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَہْرَکَ ﴿۳﴾ وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا، اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی اور ہم نے آپ کی خاطر ذکر آپ کا بلند کیا، سو بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے، سو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے اور اپنے رب کی طرف توجہ رکھیے۔

یہ پوری سورۃ الم نشرح کا ترجمہ ہے (جو سورۃ الانشراح کے نام سے معروف ہے) اس میں بھی اللہ تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ ﷺ پر اپنے بڑے بڑے انعامات کا امتنان فرمایا ہے۔

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ﴾ (کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا)۔ یہ استفہام تقریری ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا سینہ کو نور نبوت سے بھی بھر دیا اور علم و معرفت سے بھی ایمان کی دولت سے بھی، صبر و شکر سے بھی، کتاب و حکمت سے بھی، قوت برداشت سے بھی، وحی کی ذمہ داری اٹھانے سے بھی، دعوت ایمان پر اور دعوت احکام پر استقامت سے بھی، اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر انعام فرمائے ان میں ایک بہت بڑا انعام شرح صدر بھی ہے آپ کی برکت سے آپ کی امت کو بھی شرح صدر کی نعمت حاصل ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ کی تلاوت کی پھر فرمایا بیشک جب نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو پھیل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی نشانی ہے فرمایا ہاں اس کی یہ نشانی ہے کہ دار الغرور (دھوکہ والا گھر یعنی دنیا) سے بچتا رہے اور دار الخلود (یعنی ہمیشہ رہنے کے گھر) کی طرف توجہ رکھے اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری رکھے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۴۶)

بعض حضرات نے یہاں ان روایات کا بھی ذکر کیا ہے جن میں آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک کو چاک کر کے علم اور حکمت سے بھر دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے یہ کام کیا۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں بچپن میں رہتے تھے اور ایک مرتبہ معراج کی رات میں پیش آیا۔ (کما رواہ المسلم و بخاری)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے درمنثور میں صفحہ ۳۶۳ ص ج ۶ میں نقل کیا ہے اس وقت آپ کی عمر بیس سال چند ماہ تھی صاحب درمنثور نے یہ واقعہ زوائد مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

﴿وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ○ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَہْرَکَ﴾ (اور ہم نے آپ کا وہ بوجھ اٹھا دیا یعنی دور کر دیا جس نے آپ کی کمر توڑ دی) اس بوجھ سے کون سا بوجھ مراد ہے، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۃ فتح کی آیت ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ کے ہم معنی ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ چھوٹے موٹے اعمال جو آپ سے لغزش کے طور پر بلا ارادہ یا خطاء اجتہادی کے طور

Marfat.com

پر صادر ہوئے ان کا جو بوجھ آپ محسوس کرتے تھے اور اس بوجھ کا اس قدر احساس تھا کہ اس احساس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی یعنی خوب زیادہ بوجھل بنا دیا تھا، وہ بوجھ ہم نے ہٹا دیا یعنی سب کچھ معاف کر دیا۔

احقر کے خیال میں اس آیت کو سورۂ فتح کی آیت میں لینے کے بجائے یہ معنی لینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو علامہ قرطبیؒ نے عبدالعزیز بن یحییٰ اور حضرت ابو عبیدہ سے نقل کیا، یعنی خففنا عنك اعباء النبوة والقيام بها حتى لا تثقل عليك۔ یعنی ہم نے نبوت سے متعلقہ ذمہ داریوں کو ہلکا کر دیا تاکہ آپکو بھاری معلوم نہ ہوں، درحقیقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت بھی بہت دی اور کام بھی بہت دیا مشرکین کے درمیان توحید کی بات اٹھانا بڑا سخت مرحلہ تھا۔ آپ کو تکلیفیں بہت پہنچیں جن کو آپ برداشت کرتے چلے گئے اللہ تعالیٰ نے صبر دیا اور استقامت بخشی پھر ایمان کے راستے کھل گئے، آپ کے صحابہ بھی کار دعوت میں آپ کے ساتھ لگ گئے اور عرب و عجم میں آپ کی دعوت عام ہوگئی۔ فصلى الله عليه وعلى اله وعلى من جاهد معه۔

﴿وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ﴾ (اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا) اس کی تفصیل بہت بڑی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا اذان میں، اقامت میں، تشہد میں، خطبوں میں، کتابوں میں، وعظوں میں، تقریروں میں، تحریروں میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم بالا میں بلایا آسمانوں کی سیر کرائی، سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا جب کسی آسمان تک پہنچتے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام دروازہ کھلواتے تھے، وہاں سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ کون ہیں؟ وہ جواب دیتے تھے کہ میں جبرائیل ہوں پھر سوال ہوتا تھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے، وہ جواب دیتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس طرح سے تمام آسمانوں میں آپ کی رفعت شان کا چرچا ہوا۔ علامہ قرطبی نے بعض حضرات سے اس کی تفسیر میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ کا تذکرہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ آپ کی تشریف لانے کی بشارت دیں اور آخرت میں آپ کا ذکر بلند ہو گا۔ جبکہ آپ کو مقام محمود عطا کیا جائے گا اور اس وقت اولین و آخرین رشک کریں گے۔ آپ کو کوثر عطا کر دیا جائے گا۔ دنیا میں اہل ایمان تو محبت اور عقیدت سے آپ کا ذکر کرتے ہی ہیں اہل کفر میں بھی بڑی تعداد میں ایسے لوگ گزرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جنہوں نے دنیا داری کی وجہ سے ایمان قبول نہیں کیا لیکن آپ کی رسالت و نبوت اور رفعت و عظمت کے قائل ہوئے آپ کی توصیف و تعریف میں کافروں نے مضامین بھی لکھے ہیں اور نعتیں بھی کہی ہیں اور سیرت کے جلسوں میں حاضر ہو کر آپ کی صفات اور کمالات برابر بیان کرتے رہتے ہیں۔

﴿فَإِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝ إِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا﴾ (بے شک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بیشک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے)۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ جو مشکلات درپیش ہیں یہ ہمیشہ نہیں رہیں گی اور اسے مستقل ایک قانون کے طریقہ پر بیان فرما دیا کہ بیشک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے بے شک مشکلات کے ساتھ آسانی ہے اس کلمہ کو دو مرتبہ فرمایا جو آپ کے لیے بہت زیادہ تسلی کا باعث ہے، آپ کے بعد آنے والے آپ کی امت کے افراد و اشخاص جب آپ کے بتائے ہوئے کاموں میں لگیں اور دینی دعوت میں مشغول ہوں تو مشکلات سے پریشان نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ان کے دور ہونے کی امید رکھیں، ابتدا میں مشکلات ہوتی ہیں پھر ایک ایک کر کے چھٹتی چلی جاتی ہیں۔

تفسیر درمنثور میں بحوالہ عبدالرزاق و ابن جریر و حاکم و بیہقی حضرت حسن سے (مرسلاً) نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوشی کی حالت میں ہنستے ہوئے باہر تشریف لائے، آپ فرما رہے تھے لن يغلب عسر يسرين (کہ ایک مشکل دو آسانیوں پر غالب نہیں ہوگی) اور آپ یہ پڑھ رہے تھے۔ ﴿فَإِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝ إِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا﴾

دوسری روایت میں یوں ہے جو بحوالہ طبرانی اور حاکم و بیہقی (فی شعب الایمان) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مشکل آئے جو اس پتھر میں اندر داخل ہو جائے تو آسانی بھی آئے گی جو اس کے پیچھے سے داخل ہو گی اور اس کو نکال دے گی اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے آیت کریمہ ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ نازل فرمائی۔

حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جب کسی اسم کو معرف باللام ذکر کیا جائے پھر اسی طرح دوبارہ اس کا اعادہ کیا جائے تو دونوں ایک ہی شمار ہوں گے اور اگر کسی اسم کو نکرہ لایا جائے اور پھر اس کا بصورت نکرہ اعادہ کر دیا جائے تو دونوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھا جائے گا۔ جب آیت کریمہ میں عسر کو دوبار معرفہ لایا گیا اور یسر کو دوبار نکرہ لایا گیا تو ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہو گیا اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ پوری دنیا ایک ہی ہے اس میں جو مشکلات ہیں ان کا مجموعہ شئی واحد ہے مشکلات کے بعد دنیا ہی میں آسانی آتی رہتی ہے ایک آسانی تو یہ ہوئی، اور دوسری آسانی وہ ہے جو اہل ایمان کو آخرت میں نصیب ہو گی جس کا ﴿فسنیسرہ للیسری﴾ میں وعدہ فرمایا ہے اور وہ بہت بڑی نعمت ہے یہ دنیا کی تھوڑی سی مشکلات جن کے بعد دنیا میں اور آخرت میں بڑی بڑی آسانیاں نصیب ہو جائیں اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔

اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمایا ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ (جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کے کام میں لگ جائیں) یعنی داعیانہ محنت میں آپ کا اشتغال خوب زیادہ ہے آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دین حق کی دعوت دیتے ہیں اللہ کے احکام پہنچاتے ہیں اس میں بہت سا وقت خرچ ہو جاتا ہے یہ خیر ہے اللہ تعالیٰ شانہ کے حکم سے ہے اس میں مشغول ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہے لیکن ایسی عبادت جس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہو بندوں کا توسط بالکل ہی نہ ہو ایسی عبادت کرنا ضروری ہے جب آپ کو دعوت اور تبلیغ کے کاموں میں فرصت مل جایا کرے تو آپ اپنی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جایا کریں، تاکہ اس عبادت کا کیف بھی حاصل ہو اور وہ اجر و ثواب بھی ملے جو براہِ راست عبادت اور انابت میں ہے۔ اور حقیقت میں یہ جو بلاواسطہ ہے یہی اصل عبادت ہے بندوں کو جو توحید اور ایمان کی دعوت دی جاتی ہے اس کا حاصل بھی تو یہی ہے کہ سب لوگ ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں جس کے لیے ان کی تخلیق ہوئی ہے جیسے سورۂ والذاریات کی آیت ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ میں بیان فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ اس پر عمل کرتے تھے فرائض بھی ادا کرتے تھے ان کے ساتھ عبادات میں بھی مشغول رہتے تھے آپ راتوں رات نماز میں کھڑے رہتے تھے جس سے آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے۔

﴿وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے)۔ یعنی نماز، دعا، مناجات، ذکر، تضرع، زاری میں مشغول ہو جائیں۔

فانصب کا ترجمہ ''محنت کیا کیجئے'' کیا گیا ہے کیونکہ یہ نصب بمعنی مشقت سے مشتق ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ عبادات میں اس قدر لگنا چاہیے کہ نفس تھکن محسوس کرنے لگے، نفس کو آسانی پر نہ چھوڑیئے اگر نفس کا آرام اور رضا مندی دیکھی جائے تو وہ فرض بھی ٹھیک طرح سے ادا نہ کرنے دے گا۔

وهذا آخر تفسير سورة الانشراح والحمد لله العليم العلي الفتاح، والصلوٰة على سيد رسله صاحب الانشراح ومروح الارواح وعلى اله وصحبه اصحاب النجاح والفلاح وعلى من قام بعدهم بالصلاح والاصلاح

○○○

Marfat.com

ایاتہا ۸ ۹۵ سُورَۃُ التِّینِ مَکِّیَّۃٌ ۲۸ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ والتین مکی ہے اس میں آٹھ آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ⑥ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ⑦ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ⑧

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی، اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو سب سے اچھے سانچے میں پیدا کیا ہے، پھر ہم اس کو اسفل السافلین کی طرف لوٹا دیتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ سوان کے لیے ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا، پھر کون سی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

اوپر سورۂ والتین کا ترجمہ لکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ شانہ نے تین اور زیتون اور البلد الامین (شہر مکہ مکرمہ) اور طور سینین کی قسم کھا کر انسان کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اسے احسن تقویم میں پیدا کیا پھر اسے پست ترین حالت میں لوٹا دیا۔ تین انجیر کو کہتے ہیں اور زیتون ایک مشہور درخت ہے جس کے پھلوں سے تیل نکالتے ہیں جسے سورۃ النور میں شجرۃ مبارکۃ سے تعبیر فرمایا ہے۔ تیسرا مقسم بہ (جس کی قسم کھائی گئی) ﴿طُوْرِ سِیْنِیْنَ﴾ ہے۔ اسی کو سورۂ مومنون میں ﴿طور سیناء﴾ فرمایا ہے یہ وہی پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ تین اور زیتون کثیر البرکت اور کثیر المنافع درخت ہیں اور کوہ طور کا مشرف ہونا تو واضح ہی ہے۔ چوتھا مقسم بہ البلد الامین یعنی مکہ معظمہ ہے، اس کا کثیر البرکت ہونا بھی معلوم ہی ہے وہاں کعبہ مکرمہ ہے۔ جسے سورۃ آل عمران میں مبارکا وھدی للعالمین فرمایا ہے ان چاروں چیزوں کی قسم کھانے کے بعد فرمایا کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم (سب سے اچھے سانچہ) میں پیدا فرمایا ہے، درحقیقت انسان اللہ تعالیٰ کی بہت ہی عجیب مخلوق ہے اس کی روح عقل، شعور، ادراک، فہم وفراست تو بے مثال ہیں ہی، جسمانی ساخت، حسن و جمال، اعضاء و جوارح، قد و قامت، شیریں گفتگو، سمع و بصر، دیکھنے کی ادائیں، رفتار و گفتار کے طریقے، قیام و وجود کے مظاہر، سب ہی عجیب و حسین ہیں جن میں مجموعی حیثیت سے کوئی بھی اس کا شریک اور سہیم نہیں ہے۔ انسان قد و قامت والا ہے اس کے دو پاؤں ہیں دو ہاتھ ہیں، پاؤں سے سر تک لمبا قد ہے پھر اس کے سر میں چہرہ ہے جس میں منہ اور آنکھیں اور ناک کان ہیں۔ آنکھوں کی پتلیوں کی چمک، کنکھیوں کے اشارے، ہونٹوں کی مسکراہٹ، دانتوں کی جگمگاہٹ کو بھی ذہن میں لاؤ، دماغ میں مغز ہے سینے میں قلب ہے، دونوں علوم و معارف کا مخزن و مظہر ہیں ہر چیز حسن و جمال کا پیکر ہے۔ سر پر جو بال ہیں سراپا زینت ہیں اور داڑھی کے جو بال ہیں وہ بھی زینت ہیں (داڑھی مونڈنے والوں کو برا تو لگے گا لیکن بحکم حدیث سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب ہم نے لکھ ہی دیا، حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ پاک ہے جس نے مردوں کو داڑھیوں کے ذریعہ اور عورتوں کے سر کے بالوں کے ذریعہ زینت دی۔ (والحدیث ذکرہ المناوی فی کنوز الحقائق وعزاہ الی الحاکم) سر کے نیچے سینہ ہے اس میں دل ہے جو تدبر کی جگہ ہے پھر اس کے نیچے پیٹ ہے جو خالی ہے اس کو بھرنا پڑتا ہے۔ انسان کے

Marfat.com

ہاتھوں کو دیکھو، دس انگلیاں ہیں ہر ایک میں تین تین پورے ہیں، پھر ہتھیلی ہے جس میں انگوٹھا بھی لگا ہوا ہے سب انگلیاں مڑتی ہیں، موڑنے سے ہتھیلی میں بھی گہراؤ پیدا ہو جاتا ہے پھر پہنچے پر موڑ ہے اوپر کو دیکھو تو کہنیاں بھی مڑتی ہیں اور اوپر نظر ڈالو تو مونڈھوں کے قریب بغلوں میں بھی موڑ ہے وہاں سے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے جا سکتے ہیں اور عام حالات میں نیچے لٹکے رہتے ہیں۔ دونوں انگوٹھے جو دونوں ہاتھوں میں ہیں بڑے کمال کی چیزیں ہیں۔ اگر انگوٹھا نہ ہوتا تو اشیاء کے پکڑنے سے عاجز ہوتے اس کے بغیر کسی چیز کو اٹھا نہیں سکتے، منہ میں دانت ہیں جو چبانے کا کام دیتے ہیں اور ان کی سفیدی میں سراپا حسن و جمال ہے، منہ میں زبان بھی ہے بات بھی کرتی اور چیزوں کا مزہ بھی چکھتی ہیں۔ سر میں کان جوڑے ہوئے ہیں، سننے کا کام تو سوراخوں ہی سے ہو جاتا ہے لیکن کانوں سے چہرہ اور سر میں ایک عجیب حسن آ گیا ہے اور ایک بات اور مزیدار ہے وہ یہ کہ اگر کان ابھرے ہوئے نہ ہوتے تو چشمہ کہاں لگاتے، کانوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ چشمہ ان پر ٹھہرا رہتا ہے۔ حروف کی ادائیگی پر بھی نظر ڈالیے، اقصائے حلق سے لے کر ہونٹوں کے باہری حصہ تک حروف کی ادائیگی ہوتی ہے۔ خالق کائنات جل مجدہ نے جس حرف کا جو مخرج مقرر فرما دیا ہے اس کے علاوہ اور کسی جگہ سے نہیں نکل سکتا۔

انسانی قد و قامت کا نیچے والا نصف حصہ کمر کے نیچے سے شروع ہوتا ہے اس میں ٹانگیں ہیں جو رانوں اور پنڈلیوں اور گھٹنوں پر مشتمل ہیں، ان کے درمیان شہوت کی چیز ہے اور ناپاکی کے نکلنے کا راستہ بھی ہے۔ کمر کا موڑ جھکنے کے لیے ہے جو رکوع کرنے میں اور نیچے کی چیزیں اٹھانے میں کام دیتا ہے، پھر گھٹنوں کا موڑ ہے اس کے ذریعے اکڑوں بیٹھتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں اور کرسی پر بیٹھتے ہیں تو پنڈلیاں لٹکا لیتے ہیں، اگر گھٹنوں کا موڑ نہ ہوتا تو کرسی پر بیٹھنا مشکل ہو جاتا، پھر ابھرے ہوئے ٹخنوں کا حسن دیکھو اور انگلیوں کا تناسب اور تناسق دیکھو ساتھ ہی ناخنوں کے حسن و جمال پر بھی نظر ڈالو، اور ہاں پاؤں کا پھیلاؤ بھی تو دیکھنا چاہیے اگر پاؤں پھیلے ہوئے نہ ہوتے صرف ایڑیوں پر ٹانگیں ختم ہو جاتیں تو میاں صاحب یہاں گرتے اور وہاں گرتے، نہ چلتے نہ پھرتے نہ دوڑتے نہ بھاگتے وغیرہ وغیرہ، یہ انسان کی جسمانی ساخت ہے جو کمال و جمال کا آئینہ ہے اور اعضائے انسانی کی حرکات میں جو ادائیں ہیں ان کے حسن کو بھی انسان ہی سمجھ پاتا ہے جسمانی کمال و جمال کے علاوہ اللہ جل شانہ نے انسان کو جو عقل و ادراک نصیب فرمایا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسری مخلوقات پر حکمران ہے بحر و بر پر اس کی حکومت ہے اور جو کچھ اس نے اپنے آرام و راحت کی چیزیں ایجاد کی ہیں عمارتیں بنائی ہیں طیارے سیارے چلائے ہیں۔ ان سب میں اس کے ظاہری اعضاء اور فہم و ادراک دونوں چیزوں کا دخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فضیلت اور فوقیت دی ہے۔ سورۃ الاسراء میں اس کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾

(اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سے مخلوقات پر فوقیت دی) کسی شاعر نے انسان کو خطاب کر کے کہا ہے۔

وتزعم انك جرم صغير ۔ وفيك انطوى العالم الاكبر

انسان کے احسن تقویم ہونے کا ایک بہت بڑا مظاہرہ اس میں بھی ہے کہ کسی بھی بدصورت سے بدصورت انسان سے سوال کیا جائے کہ تو فلاں خوبصورت حیوان کی صورت میں داخل ہونے کو تیار ہے تو وہ ہرگز قبول نہیں کرے گا، نہ کر سکتا ہے۔

﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾ (پھر ہم انسان کو نیچے درجہ والوں سے بھی نیچی حالت میں لوٹا دیتے ہیں)۔ بعض مفسرین کرام نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ شانہ نے اچھی صورت میں پیدا فرمایا اچھے سے اچھے سانچے میں ڈھال دیا حسن و جمال کا پیکر بنا دیا، وہ قوت اور طاقت کے ساتھ جیتا رہا اور اپنے ناز و انداز دکھاتا رہا پھر جب اللہ تعالیٰ نے بڑھاپا دیا تو بہت گئی گزری حالت میں ہو گیا، نظر بھی کمزور، کان بھی بہرے، دل میں خفقان اور بھول و نسیان، دماغ بیکار، شعور اور ادراک ختم، قد جھک گیا، کمر کمان بن گئی، ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں، دوسروں پر وبال، خدمت کا محتاج، یہ بدحالی بڑھاپے میں انسان کو لاحق ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

سورۂ یٰسین میں اسی کو فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (اور ہم جس کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں اس کو سابقہ طبعی حالت پر لوٹا دیتے ہیں)۔

اس کے بعد فرمایا ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (الآیۃ) (مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے بڑا ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا)۔

اوپر جو ﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾ کی تفسیر کی گئی اس کے مطابق مفسرین نے اس استثناء کا یہ مطلب بتایا ہے کہ مومنین اور صالحین بندے بڑھاپے کی حالت کو پہنچ کر بھی ناکام نہیں رہتے وہ ایمان پر جمے رہتے ہیں ان کے ایمان اور اعمال کی وجہ سے ان کا ثواب جاری رہتا ہے اور یہ اجر موت کے بعد انہیں مل جائے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا (مطلب یہ ہوا کہ کافر اپنی قوت اور طاقت اور جوانی سے دھوکہ کھا کر ایمان اور اعمال صالحہ سے دور رہتا ہے پھر اسے دوہرا خسران اور نقصان لاحق ہو جاتا ہے اول تو دنیا میں بڑھاپے کی بدحالی دوم موت کے بعد دوزخ کا داخلہ اور وہاں کے عذاب کی فراوانی) اور اہل ایمان ہر حال میں ایمان اور اعمال صالحہ پر جمے رہتے ہیں آخرت میں ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ تفسیر میں تکلف ہے استثناء کا جوڑ اطمینان بخش طریقے پر نہیں بیٹھتا۔ علمائے تفسیر میں سے جن حضرات نے ﴿اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾ سے دوزخ مراد لی ہے ان کی بات دل کو زیادہ لگتی ہے۔ صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے: وقال الحسن وقتادة ومجاهد يعني ثم رددناه الى النار يعني الى اسفل السافلين لان جهنم بعضها اسفل من بعض۔

یعنی حضرت حسن و قتادہ و مجاہد نے فرمایا ہے کہ اسفل السافلین سے دوزخ مراد ہے اس کے مختلف طبقات ہیں بعض بعض سے نیچے ہیں اس صورت میں دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انسان کو سب سے اچھے سانچہ میں ڈھالا، حسن قامت اور اور حسن اعضاء کا جمال دے کر اس پر احسان فرمایا سارے انسانوں کو اس انعام کے شکریہ میں شکر گزار ایماندار اور اعمال صالحہ والا ہونا لازم تھا لیکن انسانوں کی دو قسمیں ہو گئیں بعض مومن ہو گئے بعض کافر اور کافروں میں بھی فرق مراتب ہے ان مراتب کے اعتبار سے جہنم کے طبقات میں داخلہ ہوگا ان میں بہت سے وہ بھی ہوں گے جو اسفل السافلین میں جائیں گے جیسا کہ سورۃ النساء میں ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ فرمایا ہے۔ انسانوں کی یہ جماعت یعنی کافر جو دنیا میں حسن و جمال اور اچھے قد و قامت والے تھے دوزخ میں جائیں گے یہ دنیا کی خوبصورتی اور چال ڈھال اور ناز و انداز کی رفتار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئے گا۔ بنی آدم کا دوسرا گروہ یعنی مومنین صالحین دوزخ سے بچ جائیں گے انہیں جنت نصیب ہوگی اور اعمال صالحہ کا اجر و ثواب ہمیشہ ملتا رہے گا۔

صاحب روح المعانی نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔ حیث قال ثم المتبادر من السياق الاشارة الى حال الكافر يوم القيامة وانه يكون على اقبح صورة وابشعها بعد ان كان على احسن صورة وابدعها لعدم شكره تلك النعمة وعمله بموجبها۔

یاد رہے کہ لفظ الانسان سے جنس انسان مراد ہے لہٰذا انسان کا خوبصورتی میں ایک ہی طرح ہونا پھر اسفل السافلین میں داخل ہونا لازم نہیں آتا۔

﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ﴾ (سوائے انسان اس کے بعد تجھے کیا چیز قیامت کا جھٹلانے والا بنا رہی ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ اے انسان تجھے اپنی تخلیقی حالت معلوم ہے کہ کس طرح پیدا کیا گیا اور تجھے کیسی حسین تقویم میں وجود بخشا گیا تو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتا رہا۔ یہ سب دیکھتے ہوئے اور خالق کائنات جل مجدہ کی قدرت کو سمجھتے ہوئے اس بات کا کیسے منکر ہو رہا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھائے جائیں گے اور ایمان اور کفر اور اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ یہ سب تخلیقی احوال دیکھ کر تجھے اللہ کی قدرت کا یقین نہیں آتا جسے ان چیزوں پر قدرت ہے جو تیرے سامنے ہیں اسے دوبارہ زندہ کر کے محاسبہ اور مواخذہ پر بھی قدرت ہے۔

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾ (کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟) یہ استفہام تقریری ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات میں دیکھنے سے یہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ سب حاکموں کا حاکم ہے سب پر اسی

Marfat.com

کی حکومت ہے تکوینی طور پر بھی سب اسی کے اختیارات ہیں اور تشریعی طور پر بھی سب اسی کے بھیجے ہوئے دین کے پابند ہیں جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے یہاں دنیا میں بھی اسی کا حکم نافذ ہے اور آخرت میں بھی اسی کے فیصلے نافذ ہوں گے۔ ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سورۃ والتین والزیتون پڑھنا شروع کرے پھر ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾ پر پہنچے تو یوں کہے بلی وانا علی ذلك من الشهدين (واقعی اللہ احکم الحاکمین ہے اور میں اس پر گواہ ہوں) اور جو شخص ﴿لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ پڑھنا شروع کرے پھر ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى﴾ پر پہنچے تو یوں کہے بلی (واقعی یہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے) اور جو شخص سورۃ المرسلات پڑھنا شروع کرے پھر ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ پر پہنچے تو یوں کہے امنا باللہ یعنی ہم اللہ پر ایمان لائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۱)

وھذا آخر تفسیر سورۃ التین، والحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی من ارسل بالقرآن المبین و علی اصحابه اصحاب الهدی والتقی والیقین وعلی من تبعهم باحسان الی یوم الدین۔

ooo

Marfat.com

ایاتها ۱۹ | ۹۶ سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۱ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ العلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں انیس آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ⑤

اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے پیدا کیا، اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، آپ قرآن پڑھا کیجیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی، انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا

یہاں سے سورۃ العلق شروع ہو رہی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرمایا ہے کہ آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھیے جس نے سب کچھ پیدا فرمایا ہے تعمیم کے لیے مفعول محذوف فرما دیا، نیز رعایت فاصلہ بھی مطلوب ہے اس کی وجہ سے بھی مفعول حذف کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ فرشتے کی آمد سے پہلے رسول اللہ ﷺ غار حرا میں تنہا وقت گزارا کرتے تھے یہ تنہائی آپ کو محبوب تھی متعدد راتیں وہاں گزار کر اپنے گھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تھے وہ مزید چند دن کے لیے کھانے پینے کا سامان تیار کر دیتی تھیں یہ سامان لے کر آپ غار حرا میں واپس چلے جاتے تھے ایک دن آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ اچانک فرشتہ آ گیا۔ فرشتہ نے کہا ﴿اِقْرَاْ﴾ (پڑھیے) آپ نے فرمایا: ما انا بقاری (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) فرشتے نے آپ کو پکڑ کر خوب اچھی طرح بھینچ دیا، پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے، آپ نے پھر وہی فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، فرشتے نے دوبارہ اسی زوردار طریقے پر بھینچ دیا پھر چھوڑ دیا اور وہی بات کہی کہ پڑھیے، آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، فرشتے نے تیسری بار پھر آپ کو بھینچ دیا، پھر چھوڑ دیا اور اس مرتبہ اس نے یہ پورا پڑھا دیا: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ آپ نے ان الفاظ کو دہرایا اور غار حرا سے گھبرائے ہوئے واپس تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے ان سے فرمایا کہ مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ، انہوں نے کپڑا اوڑھا دیا۔ یہاں تک کہ جب خوف و پریشانی کی کیفیت دور ہوگئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پوری بات بتائی۔ (حدیث طویل ہے جو صحیح بخاری صفحہ ۳،۴ ج ۱ اور صحیح مسلم صفحہ ۸۸: ج ۱ پر مذکور ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی اس میں آیت مذکورہ بالا ہی تھیں۔ قال النووي في شرح صحيح المسلم هذا هو الصواب الذى عليه الجماهير من السلف والخلف اس کے کچھ عرصے کے بعد آیات ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ نازل ہوئیں اور برابر وحی نازل ہونے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۳: ج ۱)

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت ﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾ سے شروع کرنا چاہیے اور سورۂ اعراف کی آیت ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ سے معلوم ہوا کہ پہلے اعوذ باللہ پڑھا جائے، پہلے استعاذہ پھر بسم اللہ دونوں پر امت کا عمل ہے رسول اللہ ﷺ کا اور صحابہؓ اور تابعینؒ کا یہی معمول رہا ہے۔

سورت کے شروع میں اولاً مخلوق کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا کیونکہ ساری مخلوق اللہ جل شانہ کی ربوبیت کا مظہر ہے پھر خصوصی طور پر

Marfat.com

انسان کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا اور وہ یہ کہ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا فرمایا لہٰذا انسان کو اپنے رب کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہونا چاہیے اپنے خالق اور پروردگار کے ذکر میں اور اس کی نعمتوں کے شکر میں لگا رہے گو دوسرے حیوانات بھی نطفہ منی سے پیدا ہوتے ہیں لیکن ان میں وہ عقل اور شعور وادراک نہیں ہے جو کہ انسان کو عطا فرمایا گیا ہے۔

﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾ (آپ پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑا کریم ہے) ﴿الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ (جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا)۔ ﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾ (اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا)۔ ارشاد فرمایا کہ آپ پڑھیے، اس کا خیال نہ کیجئے کہ آپ نے مخلوق سے نہیں پڑھا۔ آپ کا رب سب سے بڑا کریم ہے اسے علم دینے کے لیے اسباب کی حاجت نہیں ہے اس نے قلم کے ذریعہ سکھایا اور جسے چاہا بغیر قلم کے بھی سکھا دیا انسانوں کے پاس جو علم ہے سارا استاد اور کتاب اور قلم ہی سے تو نہیں ہے جس ذات پاک نے اسباب کے ذریعہ علم دیا اسے بلا اسباب بھی علم دینے پر قدرت ہے آپ کو جو علم دیا ہے بغیر قلم عطا فرمایا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿۸﴾ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ
يَنْهٰى ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ
كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ
كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ السجدة

یہ واقعی بات ہے کہ بلاشبہ انسان سرکشی کرتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے اے مخاطب بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے اے مخاطب تو اس شخص کا حال بتا دے جو بندہ کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے اے مخاطب یہ بتا دے کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا وہ تقویٰ کا حکم کرتا ہو، اے مخاطب تو بتا دے اگر وہ جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو، خبردار کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بیشک اللہ دیکھتا ہے، ہرگز نہیں اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم ایسی پیشانی کو جو جھوٹی ہے خطاکار ہے پکڑ کر گھسیٹیں گے، سو چاہیے کہ اپنی مجلس کو بلا لے ہم عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانیے اور نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے۔

روایت احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ابوجہل کو رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ دشمنی تھی رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں تشریف لاتے تھے اور نماز ادا فرماتے تھے ایک دن ابوجہل نے لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد (ﷺ) مٹی میں اپنا چہرہ ملائیں گے (یعنی سجدہ میں جائیں گے) تو میں ان کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اس نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھنے کے لیے آگے بڑھا فوراً الٹے پاؤں پیچھے ہٹا اور وہ ہاتھوں کو اس طرح ہلا رہا تھا جیسے کسی چیز سے بچاؤ کر رہا ہو، لوگوں نے کہا کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ میرے اور محمد (ﷺ) کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ڈراؤنی حالت ہے اور بازوؤں والی مخلوق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ مجھ سے قریب ہو جاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو کر کے اُچک لیتے۔ اس پر آیت کریمہ ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى﴾ سے آخر سورت تک نازل ہوئیں۔ (رواہ مسلم صفحہ ۳۷۲: ج ۲)

اب سبب نزول جاننے کے بعد آیات کا مطلب اور ترجمہ سمجھ لیجئے ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى﴾ (یہ تحقیقی بات ہے کہ انسان ضرور ضرور سرکشی اختیار کر لیتا ہے) یعنی آدمیت کی حد سے نکل جاتا ہے اور اپنے کو بڑا سمجھنے لگتا ہے اپنے خالق کی نافرمانی اور سرکشی میں لگ جاتا ہے۔ ﴿اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ (اس کا یہ سرکشی پر اتر آنا اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی دیکھتا ہے) یعنی مال اور دولت کی وجہ

Marfat.com

سے یوں سمجھتا ہے کہ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے میں ہی سب کچھ ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کچھ دیا ہے وہ دے بھی سکتا ہے اور چھین بھی سکتا ہے۔ سرکش انسان پیدا کرنے والے، مال دینے والے کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا۔

﴿اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی﴾ (اے مخاطب بے شک تجھے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے) یہ سرکشی کرنے والا بھی اپنے رب کی طرف واپس ہوگا، دنیاوی مالداری کو نہ دیکھے اور اموال دنیا پر نظر کر کے اپنے رب کو نہ بھولے کیونکہ ہر حال میں مرنا ہے مر کر جہاں جائے گا وہاں مال و اولاد کوئی کسی کے کام نہ آئیں گے۔

﴿اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ○ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی﴾ (اے مخاطب تو بتا کہ جو شخص بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے اس کا کیسا عجیب اور قبیح حال ہے)۔

﴿اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰٓی﴾ (مخاطب تو ہی بتا کہ بندہ ہدایت پر ہے اور تقویٰ کا حکم دیا ہے اس کو نماز سے روکنا کتنی بڑی قبیح اور شنیع بات ہے)۔

﴿ارأیت ان کذب وتولی﴾ (اے مخاطب تو بتا دے کہ اگر یہ نماز سے روکنے والا شخص حق کو جھٹلاتا ہو اور حق سے اعراض کرتا ہو تو اس کا کیا انجام ہوگا) ہر شخص غور کر لے، صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں، وتقدیم نظم الایة ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی وھو علی بالھدی وامر بالتقوی والناھی مکذب متول عن الایمان فما اعجب من ھذا، اھ

عربی میں لفظ ارایت محاورہ کے اعتبار سے اخبرنی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہاں تین جگہ لفظ ارایت وارد ہوا ہے جو ہر صاحب فہم و بصیرت کو خطاب ہے، ہر سمجھنے والا بتائے کہ جو شخص نماز پڑھنے والے کو نماز سے روکتا ہے اور یہ نماز پڑھنے والا خود ہدایت پر رہتے ہوئے دوسروں کو تقویٰ کا حکم دیتا ہے اس کو نماز سے روکنے والے کا عمل کیسا ہے اور اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہیے؟ جو شخص جھٹلانے والا اور اعراض کرنے والا ہے پھر اوپر سے نماز پڑھنے والے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے اس کا انجام سوچ لیا جائے پھر اس انجام کو اجمالی طور پر یوں بیان فرمایا کہ ﴿اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی﴾ (کیا اسے معلوم نہیں ہے بیشک اللہ دیکھتا ہے) جب اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے اور اسے نماز پڑھنے والے اور نماز سے روکنے والے کی حالت کا علم ہے تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدل دے دے گا۔ نمازی کو نماز کا ثواب ملے گا اور نماز سے روکنے والے کو روکنے کی سزا ملے گی اور عذاب ہوگا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا تو آپ نے ابوجہل کو جھڑک دیا۔ اس پر ابوجہل نے کہا (کہ مجھے جھڑکتے ہو) میں پوری وادی کو گھوڑوں سے اور فوجی لوگوں سے بھر دوں گا اس پر آیات ذیل نازل ہوئیں۔

﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ (خبردار اگر یہ شخص اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کو پکڑ کر گھسیٹ لیں گے جو پیشانی جھوٹی ہے خطا کار ہے)۔ ﴿فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ﴾ (سو جب وہ عذاب میں مبتلا ہوا اپنی مجلس والوں کو بلا لے) ﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ﴾ (ہم عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے) جن کے سامنے اس کا کوئی بس نہیں چل سکتا۔ معالم التنزیل میں زجاج سے نقل کیا ہے کہ زبانیة سے دوزخ کے فرشتے مراد ہیں جنہیں سورۃ التحریم میں ﴿غلاظ شداد﴾ فرمایا ہے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ابوجہل اپنی مجلس والوں کو بلا لیتا تو اللہ تعالیٰ کے زبانیہ فرشتے اسے پکڑ لیتے۔ لفظ زبانیہ زبن سے ماخوذ ہے جو دفع کرنے کے معنی میں آتا ہے چونکہ دوزخ پر مقررہ فرشتے دوزخیوں کو دھکے دے دے کر دوزخ میں ڈالیں گے اس لیے ان کو زبانیہ فرمایا۔ کلا اس شخص کا ایسی حرکتیں کرنا اچھا نہیں ہے ان سے باز آ جائے۔

لَا تُطِعْهُ اے رسول ﷺ آپ اس کی بات نہ مانیے نماز نہ چھوڑیے اور ایمان اور اعمال خیر سے جو یہ روکتا ہے اس میں اس کی اطاعت نہ کیجئے وَاسْجُدْ (اور اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے رہو) وَاقْتَرِبْ (اور اپنے رب کا قرب حاصل کرتے رہیے) اس میں خوب زیادہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا جس میں تکثیر سجدات کا حکم بھی آ جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب سجدہ کی حالت میں ہو لہٰذا تم خوب زیادہ دعا کیا کرو۔ (رواہ مسلم صفحہ ۱۹۱: ج ۱) حضرت ربیعہ بن کعب نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارا کرتا تھا ایک مرتبہ (نماز تہجد کے لیے) میں نے آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دوسری ضرورت کی چیزیں حاضر کر دیں، آپ نے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو میں نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں، اپ نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے کہا کہ میرا تو یہی مطلوب ہے آپ نے فرمایا اچھا تو اپنے نفس کے مقابلہ میں میری مدد کرو خوب سجدے کیا کرو۔ (رواہ مسلم صفحہ ۱۹۳: ج ۱) مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس آگے بڑھنے نہیں دیتا اور صرف دعا پر بھروسہ کرنا چاہیے تم بھی محنت کرو میں بھی دعا کروں گا نفس سستی کرے تو اس کی بات نہ ماننا خوب ہمت اور محنت کے ساتھ سجدوں کی کثرت کرتے رہنا، بندہ کے پاس اپنا عجز و نیاز اور تذلل اور شان عبدیت کا عملی اقرار ظاہر کرنے کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنے اشرف الاعضاء یعنی سر کو ارذل العناصر یعنی مٹی پر رکھ دے اور اپنے رب کریم کے حضور اپنی ذات کو بالکل ذلیل کر کے پیش کر دے۔ اسی لیے حضرات اکابر نے فرمایا ہے کہ نماز کے ارکان میں سب سے بڑا رکن سجدہ ہی ہے اسی لیے ہر رکعت میں قیام اور رکوع ایک ایک بار اور سجدہ دو بار ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ آیات بالا ابو جہل لعین کی بے ادبی اور بدتمیزی اور گستاخی پر نازل ہوئیں اس کے بارے میں جو ﴿لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ﴾ فرمایا ہے اس سے اس کی دنیا کی ذلت بھی مراد لی جاسکتی ہے بدر کی لڑائی میں وہ دیگر مشرکین مکہ کے ساتھ بڑے طمطراق اور فخر و غرور کے ساتھ آیا اور بری طرح مقتول ہوا۔ اگر آیت کریمہ سے یہ دنیا والی سزا مراد لی جائے تو پیشانی پکڑ کر گھسیٹنے سے ذلیل کرنا مراد ہوگا اور روح المعانی میں یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جنگ بدر کے موقعہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب اس کا سر کاٹ دیا اور خدمت عالی میں حاضر کرنے کے لیے اٹھانا چاہا تو اٹھا نہ سکے لہٰذا انہوں نے ابو جہل کے کان میں سوراخ کیا اور اس میں دھاگہ ڈال کر کھینچتے ہوئے لے گئے۔

اور آخرت کا عذاب اور وہاں کی ذلت مراد لی جائے تو وہ بھی مراد لے سکتے ہیں۔ سورۃ المومن میں فرمایا ہے ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾ (سو عنقریب جان لیں گے جبکہ طوق ان کے گردنوں میں ہوں گے کھولتے ہوئے پانی میں کھینچے جائیں گے پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے)۔

اور سورۃ الرحمٰن میں فرمایا ہے ﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ﴾ (مجرمین کو ان کی پیشانیوں سے اور قدموں سے پکڑ لیا جائے گا)۔

نَاصِيَةٍ (پیشانی) کو كَاذِبَةٍ سے موصوف فرمایا اس سے پوری شخصیت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا ہر ہر جزو ہر ہر عضو جھوٹا اور خطاکار ہے۔

قال صاحب الروح ويفيد انه لشدة كذبه خطائه كان كل جزء من اجزائه يكذّب ويخطی

اس سورت میں ﴿كلا﴾ تین جگہ آیا ہے عربی زبان میں یہ لفظ ردع یعنی جھڑکنے اور روکنے کے لیے آتا ہے اور کبھی کبھی حقاً کے معنی میں بھی آتا ہے پہلی جگہ حقًا کے معنی میں اور دوسری اور تیسری جگہ زجر و توبیخ کے لیے لایا گیا ہے یعنی جس شخص کی یہ حرکتیں ہیں اسے ان حرکتوں سے بچنا لازم ہے۔

لنسفعًا مصاحف میں الف کے ساتھ مکتوب ہے جو صیغہ جمع متکلم بالام تاکید و نون خفیفہ ہے سفع یسفع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے شدت کے ساتھ کھینچنا نون خفیفہ کو الف کے ساتھ لکھا گیا ہے اس پر وقف کریں گے تو الف ہی کے ساتھ وقف کیا جائے گا یعنی نون واپس نہیں آئے گا جیسا کہ ﴿وليكونا من الصغرين﴾ میں نون خفیفہ کو تنوین کی صورت میں لکھا گیا ہے اس کے آخر میں بھی الف ہے، اس پر بھی الف کے ساتھ وقف کیا جائے گا۔

Marfat.com

فائدہ: آیت کریمہ ﴿ أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴾ سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے سے روکنا مسلمان کا کام نہیں ہے، یہ کام رسول اللہ ﷺ کے دشمن ابو جہل نے کیا تھا جس پر سورۃ العلق کی آیات نازل ہوئیں۔ بہت سے لوگ جو مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں اپنی اولاد کو فرض نماز تک پڑھنے سے روکتے ہیں اور ایسے کاموں میں لگا دیتے ہیں جس میں نماز فرض کے اوقات آ جاتے ہیں اور محکمے والے یا کمپنی والے نماز پڑھنے کا موقع نہیں دیتے اگر کسی لڑکے کو اس کا احساس ہو کہ فرائض ضائع ہو رہے ہیں اور ماں باپ سے کہے کہ میں اس کام کو چھوڑتا ہوں تو کہتے ہیں ایک تو ہی رہ گیا ہے ملاں بننے کے لیے؟ کتنی دنیا ہے جو نماز نہیں پڑھتی تو نے ہی نہ پڑھی تو کیا ہو جائے گا؟ (یہ نہیں سمجھتے کہ فرض نماز چھوڑنے والوں کے لیے دوزخ کا داخلہ ہے) اسی طرح کمپنیوں کے ذمہ دار بڑے بڑے تاجر نہ خود نماز پڑھتے ہیں نہ ملازمین کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اگر کوئی شخص نماز کی بات کرے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا نقصان ہوگا قضاء نماز گھر جا کر پڑھ لینا اول تو ایسی جگہ ملازمت کرنا ہی حرام ہے جہاں فرائض ضائع ہوتے ہیں اور ایسی کمپنیوں کا ذمہ دار بننا جن میں نماز پڑھنے کا موقع نہ دیا جائے یہ بھی حرام ہے لوگ دنیا کے نقصان کو دیکھتے ہیں نماز کی دینی و دنیاوی برکات، آخرت کے فوائد اور عذاب سے نجات اور بے انتہا اجر و ثواب کو نہیں دیکھتے۔

بندہ مومن کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں فریضوں کو انجام دے نہ یہ کہ نماز پڑھنے والوں کو نماز سے روک دے ایک نماز ہی پر کیا منحصر ہے شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہر گناہ سے روکنا لازم ہے ہر گناہ سے بھی روکیں اور نیکیوں کا بھی حکم کرتے رہیں اگر کوئی شخص حرام روزی کماتا ہو اور کوئی عالم بتا دے کہ یہ پیشہ حرام ہے اور فلاں کاروبار کی آمدن حرام ہے اور کوئی نوجوان اس کو چھوڑنے لگے اور حلال کے لیے فکر مند ہو جائے تو ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار اور دوست احباب اس سے کہتے ہیں کہ تجھے تقویٰ کا ہیضہ ہو گیا ہے۔ دنیا میں کون ہے جو حلال کھا رہا ہے وغیرہ وغیرہ، حالانکہ دوسروں کے حرام کھانے سے اپنے لیے حرام کھانا حلال نہیں ہو جاتا فتفكروا يا اهل الاسلام

فائدہ: اس سورت کی آخری آیت سجدہ تلاوت کی آیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر سجدہ فرمایا تھا:

كما روى مسلم (صفحه ۲۱۵: ج ۱) عن ابى هريرة قال سجدنا مع النبى ﷺ فى اذا السماء انشقت واقرا باسم ربك۔

وهذا آخر تفسير سورة العلق، والحمد لله الذى خلق والصلوٰة
والسلام على رسوله الذى صدع بالحق، من امن به اطمئن من البخس والرهق

○○○

Marfat.com

ایاتہا ۵ ۹۷ سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ ۲۵ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ القدر مکہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں، وہ سراپا سلامتی ہے وہ فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

اوپر سورۃ القدر کا ترجمہ کیا گیا ہے جس میں قرآن مجید نازل فرمانے کا اور شب قدر کی برکات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اول تو یوں فرمایا کہ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا) قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے تئیس سال میں نازل ہوا ہے پھر شب قدر میں نازل فرمانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کے بارے میں حضرات مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے اتار کر آسمان دنیا یعنی قریب والے آسمان میں اتار دیا گیا، وہاں بیت العزت میں رکھ دیا گیا پھر جبرائیل علیہ السلام حسب الحکم تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی کے طور پر لاتے رہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم ماہ رمضان میں نازل ہوا، چونکہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے اس لیے اس میں کوئی تعارض نہیں۔

شب قدر کی فضیلت بتاتے ہوئے اول تو سوال کے پیرایہ میں اس کی اہمیت بتائی اور فرمایا ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ (اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟) اس کے بعد ارشاد فرمایا ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ (شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ہزار مہینے تک اعمال صالحہ میں مشغول رہے جن میں شب قدر نہ ہو اور کوئی شخص شب قدر میں مشغول عبادت رہے تو اس کا یہ عمل ہزار ماہ اعمال صالحہ میں لگے رہنے والے شخص سے افضل ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو فی سبیل اللہ ہزار ماہ تک اپنے کندھے پر جہاد کے ہتھیار اٹھائے رہا، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند آئی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار آپ نے میری امت کو دوسری امتوں کے مقابلہ میں عمریں کم دی ہیں اور عمریں کم ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال بھی کم ہیں (ان کے لیے بھی زیادہ ثواب کی کوئی سبیل ہونی چاہیے) اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۂ قدر نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (معالم التنزیل صفحہ ۵۱۳ ج ۴)

ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ مہینے ہوتے ہیں، پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا کس قدر بہتر ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ مومن بندوں کے لیے شب قدر بہت خیر و برکت کی چیز ہے، ایک رات جاگ کر عبادت کر لیں اور ہزار

Marfat.com

مہینوں سے زیادہ عبادت کا ثواب پالیں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اسی لیے تو حدیث شریف میں فرمایا من حرمها فقد حرم الخیر کله ولا یحرم خیرها الا کل محروم (یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا گویا پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو (ابن ماجہ)۔

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کر لینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو، تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا، اگر کوئی شخص ایک پیسہ تجارت میں لگا دے اور بیس کروڑ روپیہ کا نفع پائے اس کو کتنی خوشی ہوگی اور جس شخص کو اتنے بڑے نفع کا موقعہ ملا پھر اس نے توجہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔ اس امت کی عمر بہت سے بہت ۷۰، ۸۰ سال ہوتی ہے اللہ پاک نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرما دی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا، محنت کم ہوئی، وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی تکبر والی امتوں سے بڑھا دیا اس امت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام ہے۔ فللہ الحمد علی ما اعطی وانعم واکرم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو (یعنی ان راتوں میں محنت کے ساتھ لگو، ان میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر ہوگی)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۲) کیونکہ بعض روایات میں ستائیسویں شب کا خصوصی ذکر آیا ہے اس لیے اس میں شب بیداری کرنا یعنی نماز اور تلاوت اور ذکر میں لگے رہنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھتے ہوئے نمازوں میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے شب قدر میں قیام کیا یعنی نمازیں پڑھتا رہا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

قیام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں کھڑا رہے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے عبادت میں مشغول نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے عبادت میں لگا رہے، علماء نے فرمایا کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشت قلب سے کھڑا ہو بوجھ سمجھ کر بد دلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے، ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت زیادہ سرزد ہوتے ہیں، عبادت کا ثواب ملے اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس میں کون سی دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا یوں دعا مانگنا ﴿اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنی﴾ (اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں، لہٰذا مجھے معاف فرما دیجئے)۔

دیکھیے کیسی دعا ارشاد فرمائی، نہ زر مانگنے کو بتایا نہ زمین، نہ دھن نہ دولت، کیا مانگا؟ معافی۔ بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب

Marfat.com

سے زیادہ کٹھن ہے وہاں اللہ کے معاف فرمانے سے کام چلے گا، اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دنیا کی ہر نعمت اور دولت و ثروت بیکار ہوگی، اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے۔

لڑائی جھگڑے کا اثر:

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اس لیے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرما دیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا کہ تمہیں شب قدر کی اطلاع دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین میرے ذہن سے اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ (رواہ البخاری)

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر برا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم ﷺ کے قلب مبارک سے شب قدر کی تعیین اٹھالی یعنی کس رات کو شب قدر ہے مخصوص کر کے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اٹھالیا گیا۔ اگر چہ بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کا فائدہ ہو گیا، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی ذکر کریں گے، لیکن سبب آپس میں جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا پتہ چلا۔

شب قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح:

علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کر کے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں۔

اول: یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور موجودہ صورت میں اس احتمال پر شاید آج ہی شب قدر ہو، متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

دوسری: یہ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو معاصی یعنی گناہ کیے بغیر نہیں رہتے۔ تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندیشہ ناک تھی۔

تیسری: یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا، اور بشاشت کے ساتھ رمضان کی چند راتوں کی عبادت شب قدر کی تلاش میں نصیب ہو جاتی ہے۔

چوتھی: یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں اس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلا دی گئی اور اس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین چھوڑ دی گئی۔ اس میں بھی امت کے لیے خیر ہی ہے۔

﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ﴾ (اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں) الملائکہ کے ساتھ الرُّوح بھی فرمایا جس سے جمہور علماء کے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ اسی لیے ترجمہ میں لفظ القدس اختیار کیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے روح کا ترجمہ رحمت بھی کیا ہے۔ من کل امر کی تفسیر کے بارے میں روح المعانی میں چند اقوال لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ فرشتے اللہ کی طرف سے ہر طرح کی خیر و برکت لے کر نازل ہوتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت میں نازل ہوتے ہیں اور ہر وہ بندہ جو کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کر رہا ہو ان سب پر رحمت بھیجتے ہیں پھر جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بطور فخر ان بندوں کو پیش فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزاء ہے جس نے اپنا عمل پورا کر دیا ہو، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کا اجر پورا دے دیا جائے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جوان پر لازم تھا اور اب گڑگڑانے کے لیے نکلے ہیں، قسم ہے میری عزت وجلال وکرم کی اور میرے علو وارتفاع کی کہ میں ضروران کی دعا قبول کروں گا۔ پھر بندوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا لہٰذا اس کے بعد (عید گاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی شعب الایمان)

سَلٰمٌ یہ رات سراپا سلامتی ہے پوری رات فرشتے ان لوگوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں جو اللہ کے ذکر وعبادت میں لگے رہتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا کہ شب قدر پوری کی پوری سلامتی اور خیر والی ہے اس میں شر نام کو نہیں ہے اس میں شیطان کسی کو برائی پر ڈال دے یا کسی کو تکلیف پہنچادے اس کی طاقت سے باہر ہے۔ (ذکرہ فی معالم التنزیل)۔

﴿هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ (یہ رات فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے) اس میں یہ بتا دیا کہ لیلۃ القدر رات کے کسی حصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے شروع حصے سے لے کر صبح صادق ہونے تک برابر شب قدر اپنی خیرات اور برکات کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

فائدہ: وجہ تسمیہ لیلۃ القدر اس نام سے کیوں موسوم کی گئی؟ اس کے بارے میں بعض حضرات نے تو یہ فرمایا ہے کہ چونکہ اس رات میں عبادت گزاروں کا شرف بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے اعمال کی قدردانی بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے شب قدر کہا گیا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چونکہ اس رات میں تمام مخلوقات کا نوشتہ آئندہ سال کے اسی رات کے آنے تک ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لیے مامور ہیں اس لیے اس کو لیلۃ القدر کے نام سے موسوم کیا گیا اس میں ہر انسان کی عمر اور مال اور رزق اور بارش وغیرہ کی مقادیر مقررہ فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہیں۔ محققین کے نزدیک چونکہ سورۃ دخان کی آیت ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ کا مصداق شب قدر ہی ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ شب قدر میں آئندہ سال پیش ہونے والے امور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے یعنی لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

شعبان کی پندرھویں شب جسے لیلۃ البرأت کہا جاتا ہے کہ اس کی جو فضیلتیں وارد ہوئی ہیں جن کی اسانید ضعیف ہیں ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ بھی ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات کو لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال میں کونسا بچہ پیدا ہوگا اور کس آدمی کی موت ہوگی اور اس رات میں بنی آدم کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اسی میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۱۵ میں یہ حدیث کتاب الدعوات للامام البیہقی سے نقل کی ہے جسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے شب قدر اور شب برأت کے فیصلوں کے بارے میں یہ توجیہ کی ہے کہ ممکن ہے کہ واقعات شب برأت میں لکھ دیئے جاتے ہوں اور شب قدر میں فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہوں۔ صاحب بیان القرآن نے سورۂ دخان کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ احتمال کے لیے ثبوت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: چونکہ شب قدر رات میں ہوتی ہے اس لیے اختلاف مطالع کے اعتبار سے مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف اوقات میں ہو تو اس سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ بمشیت الٰہی ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر ہوگی وہاں اس رات کی برکات حاصل ہوں گی۔

فائدہ: جس قدر ممکن ہو سکے شب قدر کو عبادت میں گزارے، کچھ بھی نہیں تو کم از کم مغرب اور عشاء فجر کی نماز تو جماعت سے پڑھ ہی لے اس کا بھی بہت زیادہ ثواب ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لی گویا اس نے آدھی رات نماز میں قیام کیا اور جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھ لی گویا اس نے پوری رات نماز پڑھ لی۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۳۲: ج ۱)

وهذا آخر تفسير سورة القدر والحمد لله الذى اكرم هذه الامة بها وانعم عليها والصلوٰة والسلام على سيد الرسل الذى انزلت عليه وجاء بها وعلى اله وصحبه ومن تلاها عمل بها

Marfat.com

آیاتہا ۸ | ۹۸ سورۃ البینۃ مدنیۃ ۱۰۰ | رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سورۃ بینہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۙ﴿۱﴾
رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۙ﴿۲﴾ فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ﴿۳﴾ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ
اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ؕ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ
حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ ؕ﴿۵﴾

جو لوگ کافر تھے اہل کتاب اور مشرکوں میں سے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی، اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے جن میں درست مضامین لکھے ہوں، اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہو گئے حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خاص رکھیں یکسو ہو کر، اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا۔

یہاں سے سورۃ البینہ شروع ہو رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے دنیا میں مشرکین بھی بہت تھے اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ بھی تھے۔ یہ سب جماعتیں اپنے اپنے دین پر مضبوطی سے جمی ہوئی تھیں ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ شانہ نے خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ یہ لوگ اتنے اڑیل تھے کہ اپنے کفر کو اس وقت تک چھوڑنے والے نہ تھے جب تک کوئی مضبوط واضح دلیل سامنے نہ آ جائے، اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مضبوط واضح دلیل بھیجی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ پر قرآن نازل ہوا، لوگوں نے اپنی آنکھوں سے آپ کے معجزات دیکھے اور برکات کا ظہور ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کیا یعنی اہل کتاب اور مشرکین وہ اپنے کفر سے جدا ہونے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس بینہ یعنی گواہ آ گئے ان گواہوں نے ثابت کر دیا کہ تم لوگ کفر و شرک پر ہو تمہاری نجات کا راستہ اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو یہ گواہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی بھی ہے اور وہ صحیفے بھی ہیں (یعنی انبیائے متقدمین علیہم السلام کی کتابیں) جن پر قرآن مجید مشتمل ہے نیز ان سے قرآن مجید کی سورتیں بھی مراد ہو سکتی ہیں، ان صحیفوں کی تعریف میں ﴿مطھرۃ﴾ بھی فرمایا ہے کہ وہ ہر طرح کے کذب اور جھوٹ سے پاک ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان صحیفوں میں کتب قیمہ یعنی آیات اور احکام ہیں جو اس میں مکتوب ہیں اور یہ صحف قیمہ عدل و انصاف والے احکام اور صراط مستقیم والے قوانین ہیں جیسا کہ سورۃ الزمر میں فرمایا: ﴿قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ لَّعَلَّہُمۡ یَتَّقُوۡنَ﴾ (عربی قرآن میں ذرا کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں)۔

قرآن کے جن مخاطبوں کو ہدایت قبول کرنا تھا انہوں نے ہدایت قبول کر لی (ان میں اہل کتاب بہت کم تھے) اور جنہیں ہدایت قبول کرنا نہ تھا وہ لوگ رسول اللہ ﷺ پر اور قرآن پر ایمان نہ لائے۔ کھلی ہوئی دلیل سامنے آنے کے باوجود اپنی جگہ منکر ہی رہ گئے اور ان میں دو جماعتیں ہو گئیں آپ کی تشریف آوری سے پہلے یہود و نصاریٰ دونوں اس بات پر متفق تھے کہ آپ کی بعثت ہونے والی ہے

Marfat.com

اور ہم آپ پر ایمان لائیں گے لیکن جب آپ تشریف لے آئے تو متفرق ہو گئے یعنی ایک جماعت آپ پر ایمان لے آئی جن کی تعداد تھوڑی سی تھی اور دوسرا فریق جو کثیر تعداد میں تھا وہ لوگ انکار پر ہی جمے رہے۔

وَمَا اُمِرُوْا (الآیة) اور مشرکین اور کفار کو صرف یہی تعلیم دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور اسی کے لیے توحید میں بھی مخلص رہیں اور دیگر عبادات میں بھی اور دین اسلام کے علاوہ تمام ادیان سے بچ کر اور ہٹ کر رہیں ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کیا کریں اور یہ جو کچھ انہیں حکم دیا گیا وہ دین قیمۃ ہے یعنی ایسی شریعت کے احکام ہیں جو بالکل سیدھی ہے اس میں کوئی کجی نہیں۔ یہی دین سارے انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ہے سب نے اسی کی تعلیم دی۔ یہود و نصاریٰ خود بھی اس بات کو جانتے تھے اور جانتے ہیں لیکن ضد و عناد کی وجہ سے حق کو حق جانتے ہوئے قبول نہ کیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۟ؕ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۟ؕ ⑦ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۟ ⑧

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ بدترین خلائق ہیں، بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے، یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

شرک و کفر کی مذمت اور توحید کا حکم بیان فرمانے کے بعد آخر کی تین آیتوں میں ہر دو فریق کا انجام بتایا۔ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾۔

اس میں یہود و نصاریٰ و مشرکین کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے آگ میں جلیں گے ساتھ ہی ان کے بارے میں ﴿شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ بھی فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق پیدا فرمائی یہ ان میں سب سے بدترین مخلوق ہیں۔

انسانوں میں بہت بڑی تعداد میں وہ لوگ بھی گزرے ہیں اور اب بھی ہیں جو نہ اہل کتاب ہیں اور نہ مشرک ہیں یعنی وہ کسی معبود کے قائل ہی نہیں ہیں نہ موحد ہو کر اور نہ مشرک بن کر، اور ان میں وہ بھی ہیں جو خالق تعالیٰ شانہ کے وجود ہی کے قائل نہیں اور ملحد اور زندیق بھی ہیں جن کا کوئی دین نہیں یہ سب لوگ بھی ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کا مصداق ہیں یعنی کافر ہیں ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی نبی پر ایمان نہ لایا یا خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لایا یہ سب لوگ بھی کافر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام کے علاوہ کوئی دین مقبول نہیں ہے اور دین اسلام کا ہر منکر کافر ہے۔ سورۂ نساء میں فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ (اے لوگو تمہارے پاس رسول آ گیا حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تم اس پر ایمان لاؤ اور اپنی جانوں کے لیے خیر کا ارادہ کرو اور اگر تم کفر اختیار کرو تو بیشک اللہ کے لیے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے)۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ حال لوگوں میں سے ہو گا)۔

Marfat.com

پھر سورۂ آل عمران میں چند آیات کے بعد فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ﴾ (بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اس حالت میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ان میں سے کسی سے زمین بھر کر بھی سونا قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ جان چھڑانے کے لیے دینا چاہے، یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا)۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ دین اسلام کا ہر منکر کافر ہے اسلام کے جھوٹے دعوے دار منافق بھی کافر ہیں کیونکہ دل سے اسلام کے منکر ہیں یہ لوگ اگر کفر پر مر گئے تو ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہوگا اس میں ہمیشہ رہیں گے جو حال منکرین اسلام اہل کتاب اور مشرکین کا ہوگا وہی دوسرے کافروں کا بھی ہوگا، دوزخ میں ہمیشہ کے لیے جانے والوں کو ﴿شر البریۃ﴾ سب سے زیادہ بدترین مخلوق بتایا ہے کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے خالق اور مالک کو نہ پہچانا اور اس کے بھیجے ہوئے دین کو قبول نہ کیا وہ لوگ آخرت میں بدترین عذاب میں ہوں گے جس سے کبھی بھی چھٹکارہ نہ ہوگا اپنے عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے بھی بدترین اور انجام کے اعتبار سے بھی بدترین ہوں گے۔

پھر اہل ایمان اور اعمال صالحہ والے بندوں کے لیے فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ﴾ (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کی یہ لوگ خیر البریہ ہیں یعنی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں)۔

﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا﴾ (ان لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس ایسے باغ ہیں جو رہنے کے باغ ہیں، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)۔

﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ (اللہ تعالیٰ ان سے اس وقت بھی راضی تھا جب دنیا میں تھے اور عالم آخرت میں بھی ان سے راضی ہوگا)۔

وَرَضُوْا عَنْهُ (اور جو بندے جنت میں داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے) انہیں اتنا ملے گا کہ ان کے تصور سے باہر ہوگا اور وہ اس سب پر بہت بڑی خوشی کے ساتھ راضی ہوں گے کوئی طلب اور تمنا باقی نہ رہے گی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے کہ اے جنت والو! وہ کہیں گے کہ اے رب ہم حاضر ہیں اور فرمانبرداری کے لیے موجود ہیں اور ساری خیر آپ ہی کے قبضے میں ہے؟ پھر ان سے اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا کیا تم راضی ہوگئے؟ وہ عرض کریں گے کہ اے رب ہم کیوں راضی نہ ہوں گے آپ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو کسی کو بھی نہیں دیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کیا میں تمہیں اس سے افضل عطا نہ کردوں، وہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ خبردار میں تم پر ہمیشہ کے لیے اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں، اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔
(رواہ البخاری صفحہ ۹۶۹: ج ۲)

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ﴾ (یہ نعمتیں اس کے لیے ہیں جو اپنے رب سے ڈرا)۔ یعنی اس نے اپنے رب کی شان خالقیت اور شان ربوبیت اور شان انتقام کو سامنے رکھا اور اس بات کو بھی سامنے رکھا کہ قیامت کا دن ہوگا اس دن ایمان اور کفر کے فیصلے ہوں گے رب تعالیٰ شانہ منکرین کا مواخذہ فرمائے گا اور عذاب میں داخل کرے گا لہٰذا مجھے اسی دنیا میں رہتے ہوئے صاحب ایمان اور صاحب اعمال صالحہ ہونا چاہیے جب دنیا میں فکر مند ہوا اور اپنے رب سے ڈرتا رہا تو قیامت میں جا کر وہ نعمتیں پالے گا جن کا اوپر ذکر ہوا۔

والله المستعان علی کل خیر

○○○

Marfat.com

آیاتھا ۸ ﴿۹۹ سُورَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ ۹۳﴾ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الزلزال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا ﴿۳﴾
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا
اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

جب زمین میں زوردار زلزلہ آ جائے گا اور زمین اپنے بوجھوں کو نکال دے گی، اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا اس دن وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی اس وجہ سے کہ بیشک تیرا رب اس کو حکم فرما دے گا، اس دن لوگ واپس ہوں گے مختلف جماعتیں بن کر تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں، سو جس نے ایک ذرہ کے برابر خیر کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور وہ جس نے ایک ذرہ کے برابر شر کا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

یہ سورۃ الزلزال کا ترجمہ ہے لفظ زلزال اور زلزلہ دونوں سخت جھٹکا کھانے اور سخت حرکت کرنے کے معنی میں آتے ہیں دونوں باب فعللہ (رباعی مجرد) کے مصادر ہیں زلزالھا مفعول مطلق ہے جو تاکید اور بیان شدت کے لیے لایا گیا ہے جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں فرمایا: ﴿وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا﴾ یہاں بھی قیامت کے زلزلہ کو بیان فرمایا ہے، یہ زلزلہ بہت سخت اور شدید ہوگا۔ جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ (اے لوگو! بے شک اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت زلزلہ بہت بڑی چیز ہے) وہ زلزلہ دنیا والے زلزلوں جیسا نہیں کہ دو چار شہروں میں آ گیا وہ تو پوری زمین کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گا، اس وقت کی سخت مصیبت کو سورۃ الحج میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ (جس روز تم اس کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانے والیاں اپنی دودھ پیتے کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل ڈال دیں گی، اور وہ لوگ تجھے نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے، اور لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز) اتنے بڑے سخت زلزلہ کے بعد میدان حشر میں حاضری ہوگی، سب قبروں سے نکل کر حساب کتاب کے لیے جمع کیے جائیں گے، اب زمین اپنے اندر کے دفینوں کو نکال دے گی جسے ﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾ میں بیان فرمایا ہے، مردے بھی باہر آ جائیں گے اور اموال بھی، یہ سب اموال کسی کے کچھ کام نہ آئیں گے جن پر دنیا میں لڑائیاں لڑا کرتے تھے اور لوگوں کی جانیں لیتے تھے میدان حشر میں لوگ جمع ہوں گے اعمال نامے پیش ہوں گے۔ گواہیاں ہوں گی انہی گواہیاں دینے والوں میں زمین بھی ہوگی جسے ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ میں بیان فرمایا ہے۔

انسان یہ حالت دیکھ کر حیران رہ جائے گا اور کہے گا کہ مالھا ہائے ہائے اس زمین کو کیا ہوا یہ تو بے جان چیز تھی نہ بولتی تھی نہ کسی سے بات کرتی تھی آج تو باتیں کر رہی ہے۔ ﴿بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا﴾ زمین کا یہ بات کرنا اس لیے ہے کہ اس کے رب نے اُسے حکم دیا ہے اور بولنے کی قوت اور طاقت دے دی ہے۔ (جیسے انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے ایسی ہی زمین گواہی دے دے

Marfat.com

گی جس پر سکونت اختیار کیے ہوئے تھے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ تلاوت فرمائی، پھر صحابہ سے خطاب کر کے فرمایا تم جانتے ہو اس کا خبر دینا کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا اس کا خبر دینا یہ ہے کہ ہر بندہ اور بندی کے بارے میں ان اعمال کی گواہی دے گی۔ جو اعمال اس کی پشت پر کیے تھے وہ کہے گی کہ فلاں دن فلاں کام کیا تھا، زمین کی خبریں دینے کا یہ مطلب ہے۔ (رواہ الترمذی فی اواخر ابواب التفسیر)

﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ﴾ (الآیۃ) قیامت کے دن پیشیوں اور حساب کتاب سے فارغ ہو کر لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس ہوں گے۔ متفرق جماعتوں میں بٹ کر چلیں گے ان میں سے جنت والے داہنے ہاتھ کو روانہ ہو جائیں گے اور دوزخ والے بائیں طرف کے راستہ پر چل پڑیں گے لفظ اشتاتا میں مختلف جماعتیں بیان کرنا مقصود ہے، یہ شتیت کی جمع ہے جو متفرق کے معنی میں آتا ہے اس کو سورۃ الروم میں ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ﴾ میں بیان فرمایا ہے اور سورۃ الزمر کی آیات ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ اور ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ﴾ میں بیان فرمایا ہے وہ دن کیسا ہیبت ناک ہوگا جب ایمان و کفر کی بنیاد پر بٹوارہ ہوگا، دنیا میں جو مومن اور کافر، فاجر اور متقی ملے جلے رہتے تھے یہ مل جل کر رہنے کی حالت ختم کر دی جائے گی اور ارشاد ہوگا ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ﴾ (اور اے مجرمو! آج جدا ہو جاؤ)۔

﴿لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ﴾ میں بتا دیا کہ میدان حشر سے آگے اپنے مقام میں جانے کے لیے جو روانگی ہوگی وہ اپنے اپنے اعمال کی جزا سزا دیکھنے کے لیے ہوگی۔

پھر اس اجمال کی تفصیل بیان فرمائی (گو وہ تفصیل بھی اجمال کو لیے ہوئے ہے جو بڑی محکم اور فیصلہ کن بات کرنے والی ہے) ارشاد فرمایا ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ (سو جو شخص ذرہ برابر بھی کوئی خیر کا کام کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جنت میں نعمتوں سے نوازا جائے گا)۔

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ (اور جس شخص نے ایک ذرہ برابر کوئی شر (یعنی برائی) کا کام کیا وہ اس کو دیکھ لے گا) یعنی اس کی سزا پالے گا اور اپنے کیے کا انجام دیکھ لے گا۔

ان دونوں آیتوں میں خیر اور شر اور اصحاب خیر اور اصحاب شر کے بارے میں دوٹوک فیصلہ فرمایا ہے ایمان ہو یا کفر، اچھے اعمال ہوں یا برے اعمال سب کچھ سامنے آ جائے گا، لہٰذا کوئی سی بھی نیکی کو نہ چھوڑے خواہ کتنی بھی معمولی معلوم ہو اور کسی بھی برائی کا ارتکاب نہ کرے خواہ کتنی ہی معمولی ہو۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال زکوٰۃ کے نصاب بیان فرمائے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کا قیامت کے دن کا عذاب بتایا آخر میں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایئے اگر کسی کے پاس گدھے ہوں، اور ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں کیا تفصیل ہے؟ آپ نے فرمایا گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم (خصوصی) نازل نہیں کیا گیا۔ یہ آیت جو اپنے مضمون میں منفرد اور جامع ہے نازل کی گئی ہے یعنی ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ (رواہ البخاری صفحہ ۱۴۱ او مسلم صفحہ ۳۱۹: ج ۱)

مومن بندوں کو کسی موقع پر بھی ثواب کمانے سے (اگرچہ تھوڑا ہی سا عمل ہو) غفلت نہیں برتنی چاہیے جیسا کہ گناہ سے بچنے کا فکر کرنا بھی لازم ہے، آخرت کی فکر رکھنے والے بندوں کا ہمیشہ یہی طرز رہا ہے۔ جس قدر بھی ممکن ہو جانی اور مالی عبادت میں لگے رہیں۔ اللہ کے ذکر میں کوتاہی نہ کریں۔ اگر ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کا موقع مل جائے تو کہہ لیں۔ ایک چھوٹی سی آیت تلاوت کرنے کا موقع ہو تو اس کی تلاوت کرنے سے دریغ نہ کریں۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اتقوا النار ولو

Marfat.com

بشق تمرة فمن لم یجد فبکلمة طیبة (دوزخ سے بچو اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دو، سو اگر وہ بھی نہ پاؤ تو بھلی بات ہی کہہ دو)۔ (رواہ البخاری صفحہ ۹۷۱: ج ۲)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور خطبے میں فرمایا خبردار! یہ دنیا ایسا سامان ہے جو سامنے حاضر ہے اس میں سے نیک اور بد سب کھاتے ہیں پھر فرمایا خبردار آخرت (اگر چہ ادھار ہے اس) کا وعدہ سچا ہے اس میں وہ بادشاہ فیصلے فرمائے گا جو قدرت والا ہے، پھر فرمایا خبردار ساری خیر پوری کی پوری جنت میں ہوگی اور خبردار شر یعنی برائی پوری کی پوری دوزخ میں ہو گی۔ پھر فرمایا کہ خبردار عمل کرتے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ تم اپنے اعمال پر پیش کیے جاؤ گے۔

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (سو جس نے ایک ذرہ کے برابر خیر ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ کے برابر شر کا کام کیا ہوگا وہ اس کو دیکھ لے گا)۔ (رواہ الشافعی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۴۵)

ہر مومن کے سامنے سورۃ الزلزال کی آخری دونوں آیات پیش نظر رہنی چاہئیں خیر میں کوئی کوتاہی نہ کریں اور ہلکے سے ہلکے کسی نگاہ کا بھی ارتکاب نہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ معمولی گناہوں سے بھی پرہیز کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بارے میں بھی مطالبہ کرنے والے ہیں (یعنی اعمال کے لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ بعض ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے زیادہ باریک ہیں یعنی انہیں تم معمولی سا گناہ سمجھتے ہو اور ہمارا یہ حال تھا کہ ہم انہیں ہلاک کرنے والی چیزیں سمجھتے تھے۔ (رواہ البخاری صفحہ ۹۶۱: ج ۲)

فضیلت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۃ ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (رواہ الترمذی فی ابواب فضائل القرآن)

وهذا آخر تفسير سورة الزلزال والحمد لله الكبير المتعال والصلوة والسلام على من جاء بالحسنات والصالح من الاعمال، وعلى من صحبه وتبعه باحسان الى يوم المآل

○○○

Marfat.com

آیاتھا ۱۱ — ۱۰۰ سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ ۱۴ — رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورة العادیات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ
بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ
لَشَدِيْدٌ ۭ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ
يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے والے ہیں ہانپتے ہوئے پھر ٹاپ مار کر آگ جلانے والے ہیں پھر صبح کے وقت غارت گری کرنے والے ہیں پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں، بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے اور بے شک وہ اس بات پر گواہ ہے اور بے شک وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور جو کچھ سینوں میں ہے اسے ظاہر کیا جائے گا، بیشک ان کا رب ان سے اس دن پوری طرح ضرور باخبر ہو گا۔

یہ سورۃ العادیات کا ترجمہ ہے اس میں گھوڑوں کی پانچ حالتوں کی قسم کھا کر انسان کا ناشکرا ہونا بتایا ہے۔ عادیات سے دوڑنے والے گھوڑے ضبحا سے وہ گھوڑے مراد ہیں جو دوڑتے وقت ہانپتے ہیں یہ لفظ فعل محذوف تضبح کا مفعول مطلق ہے، اور الموریات اوری یوری سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی آگ جلانے کا ہے اور قدحا اس کا مفعول ہے چقماق کو ایک دوسرے پر مار کر آگ لگانے کو قدح کہا جاتا ہے۔ دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہوا کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہوئے ہانپنے والے ہیں اور جو چلتے ہوئے آگ جلانے والے ہیں یعنی جس طرح چقماق سے آگ نکلتی ہے اسی طرح ان کے پاؤں مارنے سے آگ نکلتی ہے (خاص کر جن میں لوہے کے نعل لگے ہوئے ہوتے ہیں)۔

﴿فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا﴾ (پھر یہ گھوڑے صبح صبح غارت گری ڈالنے والے ہیں پھر اپنے کھروں سے غبار اڑانے والے ہیں۔ اثرن اثار یثیر سے ماضی معروف جمع مؤنث کا صیغہ ہے اور نقعا اس کا مفعول ہے مطلب یہ ہے کہ گھوڑے دوڑتے ہوئے جاتے ہیں تو ان کے پاؤں سے غبار اڑتا ہے۔

﴿فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا﴾ (پھر یہ گھوڑے کسی جگہ پہنچتے ہیں تو اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں) اہل عرب کے نزدیک گھوڑوں کی بڑی اہمیت تھی ان کا تو کام ہی یہی تھا کہ باہم لڑتے رہتے تھے اور بڑے قبیلے چھوٹے قبیلوں پر صبح صبح کو غارت گری ڈالتے تھے یعنی رات کو رکے رہتے تھے اور جب صبح ہوتی تھی تو جہاں حملہ کرنا ہوتا وہاں حملہ کر دیتے تھے اموال لوٹ لیتے تھے اور جو کوئی سامنے آتا اسے قتل کر دیتے تھے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی قسم کھائی اور انہیں یاد دلایا کہ دیکھو ہم نے تم کو جو نعمتیں دی ہیں ان میں ایسے جاندار، جاندار جگوں میں کام آنے والے گھوڑے بھی دیئے ہیں دوسری نعمتوں کی طرح ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا بھی لازم ہے اس شکر میں یہ بھی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی ﷺ کو بھیجا ہے اس پر ایمان لاؤ (آپ پر ایمان لانے سے پہلے گھوڑوں کو غلط استعمال کرتے رہے ہو، اب اس کا رخ بھی بدل جائے گا اور یہ گھوڑے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں استعمال ہونے لگیں گے)۔ هذا ما سنح في قلبي في ربط القسم به والمقسم به والله تعالىٰ اعلم باسرار كتابه۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ان سے جہاد فی سبیل اللہ کے گھوڑے مراد ہیں (کمافی روح المعانی) اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ان سے حج میں کام آنے والے گھوڑے مراد ہیں جو عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منیٰ لے جاتے تھے۔ (واعترض على هذين القولين بان السورة مكيه ولم يكن في ذلك الحين جهاد ولا حج فلم يفرض اى واحد منهما في مكة المكرمه۔

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ﴾ (بلاشبہ انسان اپنے رب کا واقعی بڑا ناشکرا ہے۔ لفظ کنود کا ترجمہ کفور (یعنی بہت ناشکرا کیا) گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی بعض تفسیریں کی گئی ہیں ابوعبیدہ نے اس کا مطلب قتيل الخير بتایا ہے اور حضرت حسن نے فرمایا کہ کنود وہ شخص ہے جو مصیبتوں کو شمار کرتا ہے نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ (من معالم تنزیل صفحہ ۵۱۸: ج ۴)

﴿وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ﴾ (اور بلاشبہ انسان اس پر گواہ ہے) یعنی وہ اپنی ناشکری کے حال سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے میں کیسا ہوں اور کیا کیا کرتا ہوں۔

﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾ (اور بے شک وہ حب الخیر یعنی مال کی محبت میں بڑا سخت اور مضبوط ہے) مال دینے سے اور خرچ کرنے سے اس کا دل دکھتا ہے ہاتھ ہاتھ کا ایک ہونے کے لیے بڑھتا ہی نہیں ہے اور مال جمع کرنے میں بہت تیز اور آگے آگے ہے۔

﴿اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ﴾ (کیا انسان کو اس وقت کا علم ہے جب قبروں والے اٹھائے جائیں گے)۔

یعنی مردے زندہ ہو کر باہر نکلیں گے ﴿يخرجون من الاجداث سراعا﴾ اور دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر کر دیا جائے گا انسان کو یہ وقت جان لینا چاہیے اور نہیں جانتا تو اب جان لے اور یہ سمجھ لے کہ مالک کے بارے میں خالق کائنات جل مجدہ نے بہت سے احکامات عطا فرمائے اور ان کی خلاف ورزی پر پکڑ ہو گی۔

﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ اور سینوں میں جو کچھ چھپا رکھا ہے وہ سب ظاہر کر دیا جائے گا جو کوئی گناہ بری نیت مال کی محبت، دنیا کی الفت دل میں چھپائے ہوئے تھے قیامت کے دن سب کو ظاہر کر دیا جائے گا، یوں تو آج بھی اسی دنیا میں ہر ایک کے احوال اور اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہ پوری طرح سب حالات سے باخبر ہے چونکہ وہ حساب کا دن ہو گا اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کو اس دن پوری طرح بندوں کے حالات کی خبر ہو گی۔ نیز بندوں پر بھی ان کے اعمال واضح ہو جائیں گے جیسے گزشتہ سورت کے آخر میں واضح فرما دیا ہے۔

والحمد لله تعالىٰ على ما انعم واكرم من الآلاء والنعم

○○○

Marfat.com

ایاتہا ۱۱ ۱۰۱ سُورَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۳۰ رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سورۃ القارعہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ
الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ
عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ﴿۱۰﴾
نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾

وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیا ہے، وہ کھڑکھڑانے والی چیز؟ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز، جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہوں جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے، پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ خوشی والی زندگی میں ہوگا جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ ہاویہ کیا چیز ہے وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

یہ سورۃ القارعۃ کا ترجمہ ہے، القارعہ قرع یقرع اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ ہے کھڑکھڑانے والی چیز، جب قیامت قائم ہو گی تو لوگ اپنے اپنے مشغلوں میں کاروباری دھندوں میں لگے ہوں گے۔ کوئی سو رہا ہوگا، کوئی جاگ رہا ہوگا وہ بغتۃ یعنی اچانک آ جائے گی۔ ساری زمین میں جو زندہ لوگ ہوں گے اور زمین کے اندر جو مردے ہوں گے سب ہی کو کھڑا کر دے گی، ذہنوں میں اس کی اہمیت بڑھانے کے لیے اول فرمایا القارعۃ (کھڑکھڑانے والی) اس میں بظاہر خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے اور حقیقت میں سب انسان اس کی مخاطب ہیں۔

قیامت کی کھڑکھڑاہٹ بیان کرتے ہوئے انسانوں کے اور پہاڑوں کے بعض حالات بیان فرمائے ارشاد فرمایا ﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾ یعنی قیامت کا ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ انسان حیرانی اور پریشانی کی وجہ سے ایسے بکھرے ہوئے نظر آئیں گے جیسے پروانے روشنی کے آس پاس منتشر نظر آتے ہیں، ان میں کوئی ٹھہراو اور جماؤ نہیں ہوتا، یہاں سورۃ القارعہ میں ﴿كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾ اور سورۃ القمر میں ﴿کانھم جراد منتشر﴾ اور پہاڑ جو زمین پر سب سے بڑی اور بوجھل اور بھاری چیز سمجھے جاتے ہیں قیامت کے دن ان کا یہ حال ہوگا کہ وہ اون کی طرح اڑتے ہوئے پھریں گے۔ اور اون بھی وہ جسے کسی دھننے والے نے دھن دیا ہو، جب پہاڑوں کا یہ حال ہوگا تو زمین پر بسنے والی دوسری مخلوق کا کیا حال ہوگا اسی کو سورۃ الواقعہ میں فرمایا ﴿وبست الجبال بسا فکانت ھباء منبثا﴾ (اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے وہ پھیلا ہوا غبار بن جائیں گے) اور سورۃ التکویر میں فرمایا ہے ﴿واذ الجبال سیّرت﴾ (اور جبکہ پہاڑوں کو چلا دیا جائے گا)۔

لفظ العھن رنگین اون کے لیے بولا جاتا ہے یہ قید احترازی نہیں ہے بلکہ پہاڑوں کے حسب حال یہ لفظ لایا گیا ہے کیونکہ وہ عموماً رنگین ہوتے ہیں اور یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ اون جانوروں کے پشتوں سے کاٹ کر حاصل کیا جاتا ہے اور وہ عموماً کالے یا لال یا

Marfat.com

مختلف رنگ کے ہوتے ہیں اس لیے جانب مشبہ بہ کی حالت کے مطابق لفظ العھن (رنگین اون) لایا گیا انسانوں اور پہاڑوں کی حالت بیان کرنے کے بعد (جو قیامت کے دن ہوگی) میدان حشر میں حاضر ہونے والوں کے حساب کتاب اور حساب کتاب کے نتائج کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ (پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا یعنی جنت میں جائے گا) ایسے حضرات کو ایسی زندگی ملے گی جس سے راضی اور خوش ہوں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ راضية بمعنی مرضية ہے جیسا کہ ورضوا عنه کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ اہل جنت اپنی نعمتوں سے پوری طرح دل و جان سے راضی ہوں گے اور وہ اپنی زندگی کو بہت ہی عمدہ طیبہ جانتے اور مانتے ہوں گے کسی قسم کی کوئی بھی تکلیف اور ناگواری انہیں محسوس نہ ہوگی اپنے احوال اور نعمتوں میں خوش اور مگن ہوں گے۔

﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ﴾ (اور جن لوگوں کے وزن ہلکے پڑ گئے یعنی برائیاں نیکیوں پر بھاری ہوگئیں ان کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا)۔ ہاویہ کے بارے میں سوال فرمایا اور فرمایا ﴿وَمَا اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ﴾ (اور اے مخاطب تجھے کیا معلوم ہے ہاویہ کیا ہے؟ یہ سوال دوزخ کی عظیم مصیبت ظاہر کرنے کے لیے فرمایا، پھر خود ہی جواب میں فرمایا ﴿نَارٌ حَامِيَةٌ﴾ (کہ یہ وہ آگ ہے خوب گرم تیز) وزن اعمال کے بارے میں سورۃ الاعراف کی آیت ﴿والوزن يومئذ الحق﴾ کے ذیل میں ہم پوری تفصیل لکھ چکے ہیں (انوار البیان، ج ۱)۔ مختلف علمائے تفسیر کے اقوال بھی وہاں لکھ دیئے ہیں مطالعہ کرلیا جائے۔ سورۂ کہف کی آیت ﴿فلا نقيم لهم يوم القيمة وزنا﴾ اور سورۃ المومنون کی آیت ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ کی بھی مراجعت کرلی جائے۔

سورۃ القارعہ میں جو وزن اعمال کا ذکر ہے اگر اس سے ایمان اور کفر کا وزن مراد لیا جائے (جیسا کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے) کہ پہلے ایمان اور کفر کو تولا جائے گا۔ پھر جب مومن اور کفار کا امتیاز ہو جائے گا تو خاص مومنین کے اعمال کا وزن ہوگا۔ تو اس صورت میں ﴿عيشة راضية﴾ والوں سے اہل ایمان اور ﴿فامه هاوية﴾ والوں سے اہل کفر مراد ہوں گے۔ بظاہر آیت سے یہی متبادر ہوتا ہے یہ ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جنہوں نے ﴿فلا نقيم لهم يوم القيمة وزنا﴾ کا یہ مطلب لیا ہے کہ کفار کے اعمال بالکل تولے ہی نہ جائیں گے اور اگر اہل ایمان کے اوزان مراد لیے جائیں تو مطلب یہ ہوگا جن مومنین کے اعمال صالحہ بھاری ہوں گے۔ گناہوں کا پلہ ہلکا رہ جائے گا وہ امن اور چین کی زندگی میں ہوں گے اور جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا (اور برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے مقابلے میں بھاری ہو جائے گا) وہ دوزخ میں جائیں گے۔ پھر اللہ کی مشیت کے مطابق سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس کی نیکیاں غالب ہوں گی وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ برائیوں کے مقابلہ میں ایک ہی نیکی زیادہ ہو اور جس کی برائیاں زیادہ ہوں گی وہ دوزخ میں جائے گا اگرچہ ایک ہی گناہ زیادہ نکلے اس کے بعد انہوں نے سورۃ الاعراف کی دونوں آیتیں ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آخر تک) تلاوت کیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ترازو ایک حبہ کے برابر بوجھ کے ذریعہ بھی بھاری اور ہلکی ہو جائے گی پھر فرمایا جس کی نیکیاں اور برائیں برابر ہوں وہ اصحاب اعراف میں سے ہوں گے ان کو اعراف میں روک دیا جائے گا (پھر یہ اعراف والے بھی بعد میں جنت میں چلے جائیں گے) اور جو لوگ گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے دوزخ میں چلے جائیں گے وہ بھی شفاعت سے یا سزا بھگت کر یا محض اللہ کے فضل سے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے کیونکہ کوئی مومن ہمیشہ نہ دوزخ میں رہے گا نہ اعراف میں کما هو المقرر عند اهل السنة والجماعة۔

اہل دوزخ کے لیے ﴿فامه هاوية﴾ فرمایا یعنی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا ﴿ام﴾ عربی میں ماں کو کہتے ہیں اس میں یہ بتا دیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ذوق رکھنے والے دنیا میں گناہوں سے ہی چپکے رہتے ہیں جیسے ماں اپنے بچوں سے چمٹی رہتی ہے اسی طرح دوزخ ان سے چمٹ جائے گی لفظ ھاویہ ھوی یھوی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے گہرائی میں گرنے والی چیز دوزخ کی

Marfat.com

گہرائی میں تو انسان گریں گے لیکن دوزخ کو ہاویہ سے تعبیر فرمایا یہ استعمال مجازی ہے جو ظرف کے معنی میں ہے۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ پتھر کو دوزخ کے منہ سے اندر پھینکا جائے گا تو وہ ستر سال تک گرتا رہے گا پھر بھی اس کی آخری گہرائی کو نہ پہنچے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۹۷ از مسلم)

﴿وَمَآ اَدْرٰكَ ماهِيَة﴾ یہ اسم فاعل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ ماھی میں ہائے سکتہ ملحق کر دی گئی ہے اور ﴿نَارٌ حَامِيَة﴾ جو فرمایا ہے یہ ﴿حمی یحمی﴾ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو سخت گرمی پر دلالت کرتا ہے۔

ادخلنا اللہ تعالٰی جنتہ واعاذنا من نارہ

○○○

Marfat.com

آیاتہا ۸ ۱۰۲ سُورَۃُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۶ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ تکاثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨

تم کو کر دیا کثرت کے مقابلہ نے غافل، یہاں تک کہ تم نے قبرستانوں کی زیارت کر لی، ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لو گے، پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لو گے۔ ہرگز نہیں اگر تم علم الیقین کے طور پر جان لیتے۔ تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر یہ ضروری بات ہے کہ تم اسے عین الیقین کے طریقہ پر دیکھ لو گے، پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور ضرور سوال کیا جائے گا۔

یہ سورۃ التکاثر کا ترجمہ ہے لفظ تکاثر کثرت سے تفاعل کا مصدر ہے۔ یہ باب دونوں طرف سے مقابلہ کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسے تقاتل دونوں نے آپس میں مل کر قتال کیا اور تقابل دونوں آپس میں ایک دوسرے کے سامنے آئے، یہاں پر مال کی کثرت میں مقابلہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ اہل دنیا کا طریقہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کے لیے کوششیں کرتے ہیں اور جس کے پاس زیادہ مال ہو جائے وہ اس پر فخر کرتا ہے پھر دوسرا شخص اس کے مقابلے میں اپنے مال کی کثرت بیان کرتا ہے اور اگر بیان نہ کرے تو ذہنی مقابلہ تو رہتا ہی ہے اس کو سورۃ الحدید میں یوں بیان فرمایا ہے ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ (جان لو کہ دنیا والی زندگی لعب اور لہو ہے اور سجاوٹ ہے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کرنا ہے اور اموال و اولاد میں آپس میں اپنے کو دوسرے سے بڑھ کر بتانا ہے)۔

مال کی طلب اور کثرت مال کی مقابلہ بازی لوگوں کو اللہ کی رضا کے کاموں کی طرف سے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے فکر مند ہونے سے غافل رکھتی ہے اسی طرح دنیا گزارتے ہوئے مر کر قبروں میں پہنچ جاتے ہیں غفلت کی زندگی گزاری تھی وہاں کے لیے کچھ کام نہ کیا تھا۔ جب وہاں کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں تو یہ چھوڑا ہوا مال کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہوتا اس غفلت کی زندگی کو بیان کرتے ہوئے انسانوں کی عمومی حالت بیان کی اور فرمایا ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (تم کو مال کی کثرت کی مقابلہ بازی نے غافل رکھا یہاں تک کہ تم قبروں میں چلے گئے)۔

معالم التنزیل صفحہ (۵۲۰ ص ج ۴) میں اس موقع پر عرب کی مقابلہ بازی کا ایک قصہ بھی لکھا ہے اور وہ یہ کہ بنی عبد مناف بن قصی اور بنی سہم بن عمرو میں وہی دنیاداری والا تفاخر چلتا رہتا تھا۔ ایک دن آپس میں اپنے افراد کی تعداد میں مقابلہ ہوا دیکھو کن کے سرداروں اور اشراف کی تعداد زیادہ ہے، ہر فریق نے اپنی اپنی کثرت کا دعویٰ کیا جب شمار کیا تو بنو عبد مناف تعداد میں زیادہ نکلے، بنی سہم نے کہا کہ ہمارے مردوں کو بھی تو شمار کرو وہ بھی ہم ہی میں سے تھے، ان کے بعد قبروں کو شمار کیا تو بقدر تین گھروں کی آبادی کے بنو سہم کے چند گنتی میں بڑھ گئے، اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے ﴿الهكم التكاثر﴾ نازل فرمائی۔ تفسیر ابن کثیر میں بھی اسی طرح مقابلہ بازی کے بعض

Marfat.com

قصے ذکر کیے ہیں اور انصار کے مقابلہ کے ذیل میں بنی حارثہ اور بنوالحارث کا نام ذکر کیا ہے۔ سبب نزول کے بارے میں جو باتیں نقل کی گئی ہیں کوئی بھی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں اور نہ کسی صحابی کی طرف ان واقعات کے تذکرہ کو منسوب کیا اور آیت شریفہ کی تفسیر اور توضیح ان واقعات کے جاننے پر موقوف بھی نہیں ہے۔ آیت شریفہ کا جو مفہوم ذہن میں متبادر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تم تفاخر و تکاثر میں ایسے لگے کہ قبروں میں پہنچ گئے اس کے بعد تین مرتبہ لفظ ﴿کلا﴾ لاکر متنبہ فرمایا، یہ لفظ جھڑکنے، ڈانٹنے اور تنبیہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا ترجمہ ''ہرگز نہیں'' کیا گیا ہے۔ فرمایا ﴿کلا﴾ (ہرگز یہ بات نہیں ہے کہ مالوں کا جمع کرنا اور ان کی کثرت پر مقابلہ کرنا تمہارے لیے مفید ہوگا) دنیا میں تو ہمیشہ نہیں رہنا مرنا بھی تو ہے۔ ﴿سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ (عنقریب ہی تم جان لوگے) مکرر فرمایا ثم کلا (پھر اس بات کو خوب سمجھ لو کہ عنقریب جان لوگے) تیسری بار پھر تاکیداً فرمایا ﴿كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ﴾ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ جواب شرط محذوف ہے اور مطلب یوں ہے لشغلکم ذلك عن التکاثر یعنی اگر تم پوری صورت حال خوب یقین والے علم کے ساتھ جان لیتے تو یہ جو تم نے زندگی کا طریقہ بنا رکھا ہے کہ اموال جمع کرتے ہو اور اس کی کثرت پر مقابلہ کرتے ہو اس شغل میں نہ لگتے ﴿عِلْمَ الْيَقِيْنِ﴾ میں موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف ہے اور بمعنی العلم الیقین ہے کیونکہ کبھی کبھی علم کا اطلاق غیر یقین کے لیے بھی آجاتا ہے اس کے لیے یہ لفظ لایا گیا جو ﴿لَوْ تَعْلَمُوْنَ﴾ کا مفعول مطلق یا مفعول بہ ہے۔

پھر فرمایا ﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ﴾ یہ جواب قسم ہے اور قسم محذوف ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قسم تم لوگ دوزخ کو ضرور ضرور دیکھو گے ﴿ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ﴾ پھر دوبارہ قسم ہے کہ تم ضرور ضرور دوزخ کو دیکھو گے یہ دیکھنا عین الیقین ہوگا اس کا دیکھنا ہی اس کے یقین کا سبب ہو جائے گا اور یہ دیکھنا تمام انکشافات سے بڑھ کر ہوگا۔ صاحب روح المعانی نے بعض اکابر سے نقل کیا ہے کہ ہر عاقل کو اس بات کا یقین ہونا کہ مجھے مرنا ہے یہ علم الیقین ہے اور جب وہ موت کے فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے تو یہ عین الیقین ہے اور جب واقعی موت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو یہ حق الیقین ہے۔ (روح المعانی صفحہ ۲۶۰: ج ۳۰)

قرآن مجید میں تمام ایسے لوگوں کو تنبیہ فرمادی جو دنیا میں ڈوبے رہتے ہیں کمانا بھی دنیا کے لیے اور مقابلہ بھی دنیا کی کثرت میں دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا آگے بھی دنیا پیچھے بھی دنیا۔ دنیا ہی کے لیے مرتے ہیں اور دنیا ہی کے لیے جیتے ہیں۔ اس غفلت کی زندگی کا جو انجام ہوگا اس سے باخبر فرمادیا کہ اس سب کا نتیجہ دوزخ کا دیکھنا ہے اور دوزخ میں داخل ہونا ہے۔ یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے اس کے بعد موت اور آخرت بھی ہے اور نافرمانوں کے لیے دوزخ ہے۔

﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ صاحب روح المعانی نے یہاں طویل مضمون لکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ نعمتوں کا سوال کس سے ہوگا اور کب ہوگا؟ چونکہ یہ آیت بھی ماسبق پر معطوف ہے اور اس میں بھی جمع مذکر حاضر کا صیغہ لایا گیا ہے اس لیے سیاق کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب بھی انہی لوگوں سے ہوگا جو دوزخ کو دیکھیں گے اور دوزخ میں داخل ہوں گے اور یہ سوال بطور سرزنش اور ڈانٹ کے ہوگا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کس کام میں لگایا؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں لگانے کی بجائے دنیا میں منہمک رہے، اللہ کی یاد سے اور آخرت سے غافل ہو گئے۔

قال صاحب الروح قد روی عن ابن عباس انه صرح بان الخطاب فی لترون الجحیم للمشرکین وحملوا الرؤیة علی رؤیة الدخول وحملوا السؤال هنا علی سوال التقریع والتوبیخ لما انهم لم یشکروا ذلك بالایمان به عزوجل۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کو قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا گویا کہ وہ بھیڑ کا بچہ ہے (یعنی ذلت کی حالت میں لایا جائے گا) اور اسے اللہ تعالیٰ شانہ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اللہ شانہ کا سوال ہوگا کہ میں نے تجھے نعمتیں دی تھیں اور تجھ پر انعام کیا تھا سو تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ اے میرے رب میں نے مال جمع کیا اور خوب بڑھایا اور

Marfat.com

اس سے زیادہ چھوڑ کر آیا جو پہلے تھا سو مجھے واپس لوٹا دیجئے میں سارا مال آپ کے پاس لے آتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ تو مجھے وہ دکھا جو تو نے پہلے بھیجا تھا، ابن آدم پھر وہی بات کہے گا کہ میں نے مال جمع کیا خوب بڑھایا اور اس سے خوب زیادہ چھوڑ کر آیا جتنا پہلے تھا آپ مجھے واپس لوٹا دیجئے سارا مال لے کر آپ کے پاس واپس آ جاتا ہوں (نتیجہ یہ ہوگا) اس شخص نے ذرا سی خیر بھی آگے نہ بھیجی ہوگی، لہٰذا اسے دوزخ کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۴۳)

گو بظاہر متبادر یہی ہے کہ یہ خطاب ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ﴾ بھی انہی لوگوں کو ہے جو شروع سورت سے مخاطب ہیں لیکن عمومی الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان سے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سوال ہوگا، متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کے قدم (حساب کی جگہ سے) نہیں ہٹیں گے، جب تک اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے۔ (۱) عمر کو کہاں فنا کیا۔ (۲) جوانی کو کن کاموں میں ضائع کیا۔ (۳) مال کہاں سے کمایا۔ (۴) اور کہاں خرچ کیا۔ (۵) علم پر کیا عمل کیا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ سے نعمتوں کے بارے میں جو سب سے پہلا سوال کیا جائے گا، وہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کیا ہم نے تیرے جسم کو تندرست نہیں رکھا تھا، کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟ (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ التکاثر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا دھیان رکھتے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے تھے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ہمراہ لے کر ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے انہوں نے کھجوروں کا خوشہ پیش کیا جن میں تین قسم کی کھجوریں تھیں، تر کھجوریں بھی اور خشک بھی اور کچی پکی کے درمیان بھی۔ صاحب خانہ انصاری نے ایک بکری بھی ذبح کی آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھجوریں کھائیں اور کھانا کھایا اور پانی پیا جب سیر ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا (کہ نعمت کا کیا حق ادا کیا اور اس سے جو قوت حاصل ہوئی اس کو کس کام میں لگایا شکر ادا کیا یا نہیں؟) تم کو بھوک نے گھروں سے نکالا، ابھی تم واپس نہیں لوٹے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمت عطا فرما دی۔ (رواہ مسلم)

ایک حدیث میں اسی طرح کا قصہ مروی ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں یعنی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، انہوں نے کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس میں سے کھایا پھر ٹھنڈا پانی طلب فرمایا پانی پی کر آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کا خوشہ ہاتھ میں لے کر زمین پر مارا جس سے کھجوریں بکھر گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا قیامت کے دن ہم سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں ہر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا۔ سوائے تین چیزوں کے (۱) اتنا چھوٹا سا کپڑے کا ٹکڑا جس سے آدمی اپنی شرم کی جگہ کو لپیٹ لے۔ (۲) (روٹی کا) ٹکڑا جس سے اپنی بھوک کو دفع کر دے۔ (۳) اتنا چھوٹا سا گھر جس میں گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے بتکلف داخل ہو سکے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۶۹، از احمد و بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لیے تین چیزوں کے سوا کسی چیز میں حق نہیں ہے (وہ تین چیزیں یہ ہیں) (۱) رہنے کا گھر۔ (۲) اتنا کپڑا جس سے اپنے شرم کی جگہ چھپا لے۔ (۳) روکھی روٹی بغیر سالن کے اور اس کے ساتھ پانی۔ (رواہ الترمذی فی ابواب الزھد)

حضرت عبداللہ بن شخیر نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﴿الھکم التکاثر﴾ پڑھ رہے تھے اور یوں فرما رہے تھے کہ انسان کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال (انسان تو سمجھ لے کہ تیرا کون سا مال ہے؟) تیرا مال بس وہ ہے جو تو

Marfat.com

نے کھالیا اور فنا کر دیا یا وہ ہے جو تو نے پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا۔ یا وہ ہے جو صدقہ دے دیا اور پہلے سے آگے بھیج دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ ان تینوں اموال کے علاوہ جو کچھ ہے اسے لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۴۰)

سنن ترمذی میں ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ نازل ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے کون سی نعمت کا سوال ہوگا ہم تو کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا عنقریب نعمتیں مل جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز انسان کے تین دفتر ہوں گے۔ ایک دفتر میں اس کے نیک عمل لکھے ہوں گے دوسرے دفتر میں اس کے گناہ درج ہوں گے، اور ایک دفتر میں اللہ کی وہ نعمتیں درج ہوں گی جو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں دی گئی تھیں۔ اللہ عزوجل سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائیں گے کہ اپنی قیمت اس کے نیک اعمال میں سے لے لے۔ چنانچہ وہ نعمت اس کے تمام اعمال کو اپنی قیمت لگا لے گی اور اس کے بعد عرض کرے گی کہ (اے رب) آپ کی عزت کی قسم (ابھی) میں نے پوری قیمت وصول نہیں کی ہے، اب اس کے بعد گناہ باقی رہے اور نعمتیں بھی باقی رہیں (جن کی قیمت ادا نہیں ہوئی ہے) رہے نیک عمل سو وہ سب ختم ہو چکے ہوں گے، کیونکہ سب سے چھوٹی نعمت اپنی قیمت میں تمام نیک اعمال کو لگا چکی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر رحم کرنا چاہیں گے (یعنی مغفرت فرما کر جنت عطا فرمانا چاہیں گے) تو فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تیری نیکیوں میں اضافہ کر دیا اور تیرے گناہوں سے درگزر کیا۔ راوی کہتے ہیں غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر خدائے پاک کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ میں نے تجھے اپنی نعمتیں (یوں ہی بغیر عوض کے) بخش دیں۔ (الترغیب والترہیب صفحہ ۳۹۷ ج ۴)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی عنایت فرمایا ہے بغیر کسی استحقاق کے دیا ہے۔ اس کو یہ حق ہے کہ اپنی نعمت کے بارے میں سوال کرے اور مواخذہ کرے کہ تم میری نعمتوں میں رہے ہو، بولو ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ اور میری عبادت میں کس قدر لگے؟ اور ان نعمتوں کے استعمال کے عوض کیا لے کر آئے؟

یہ سوال بڑا کٹھن ہوگا، مبارک ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکریہ میں عمل صالح کرتے رہتے ہیں اور آخرت کی پوچھ سے لرزتے اور کانپتے ہیں، برخلاف ان کے وہ بدنصیب ہیں جو اللہ کی نعمتوں میں پلتے بڑھتے ہیں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو ذرا دھیان نہیں اور اس کے سامنے جھکنے کا ذرا خیال نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے ﴿وان تعدوا نعمت الله لا تحصوها﴾ پھر ساتھ ہی یوں فرمایا ﴿ان الانسان لظلوم كفار﴾ (اور اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے، بلاشبہ انسان بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے)۔

بلاشبہ یہ انسان کی بڑی نادانی ہے کہ مخلوق کے ذرا سے احسان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے اور جس سے کچھ ملتا ہے اس سے دبتا ہے اور اس کے سامنے با ادب کھڑا ہوتا ہے حالانکہ یہ دینے والے مفت نہیں دیتے بلکہ کسی کام کے عوض یا آئندہ کوئی کام لینے کی امید میں دیتے دلاتے ہیں خداوند کریم خالق و مالک ہے، غنی و مغنی ہے وہ بغیر کسی عوض کے عنایت فرماتا ہے لیکن اس کے احکام پر چلنے اور سربسجود ہونے سے انسان گریز کرتا ہے، یہ بڑی بدبختی ہے، اللہ کی نعمتوں کو کوئی کہاں تک شمار کرے گا جو نعمت ہے ہر ایک کا محتاج ہے ایک بدن کی سلامتی اور تندرستی ہی کو لے لیجئے، کیسی بڑی نعمت ہے جب پیاس لگتی ہے تو غٹا غٹ ٹھنڈا پانی پی جاتے ہیں، یہ پانی کس نے پیدا کیا ہے؟ اس پیدا کرنے والے کے احکام پر چلنے اور شکر گزار بندہ بننے کی بھی فکر ہے یا نہیں؟ یہ غور کرنے کی بات ہے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ ایک ہزار آیت پڑھ لو، صحابہ نے عرض کیا روزانہ ایک ہزار آیت پڑھنے کی کسے طاقت ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ﴿الهكم التكاثر﴾ پڑھ لو (اس کے پڑھنے سے ہزار آیت پڑھنے کا ثواب ملے گا)۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۰ از شعب الایمان)

Marfat.com

آیاتھا ۳ ۱۰۳ سورۃ العصر مکیۃ ۱۳ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ العصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تین آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

قسم ہے زمانے کی بلاشبہ انسان ضرور بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

اوپر سورۃ العصر کا ترجمہ لکھا گیا ہے اس میں انسان کی ناکامی اور کامیابی کا اجمالی طور پر ایک خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ والعصر (قسم ہے زمانہ کی) اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے زمانہ کو پیش فرمایا، زمانہ اس بات کا گواہ ہے (جو اس کی زندگی کی انمول پونجی بھی ہے) کہ دنیا میں جو لوگ ہیں عموماً خسارہ ہی میں ہیں، دنیا میں جو کچھ کماتے ہیں اسے تو چھوڑ ہی جاتے ہیں اور چونکہ ایمان اور اعمال صالحہ سے خالی ہوتے ہیں اس لیے آخرت میں ان کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہے، انسان اگر گزشتہ اقوام کی تاریخ پڑھے اپنے سامنے جو انقلابات جہاں ہیں ان کو دیکھے تو اس کی سمجھ میں اچھی طرح یہ بات آ جائے گی کہ عام انسانوں کے عمومی حالات ایسے ہی ہیں کہ وہ آخرت کے اعتبار سے بڑے خسارہ میں ہیں۔ دنیا میں برے لوگ بھی جی رہے ہیں اور مومن بھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ زندگی بخشی ہے انسان اگر صحیح طریقہ پر چلے تو کامیاب ہوگا اور اگر غلط طریقہ پر زندگی گزارے تو نقصان اٹھائے گا اور خسارہ میں پڑے گا۔

سب سے بڑا مقابلہ ایمان اور کفر کا ہے چونکہ اکثر انسان کفر ہی کو اختیار کیے ہوئے ہیں اس لیے جنس کے طور پر فرمایا کہ انسان خسارہ میں ہیں۔ پھر اہل ایمان کو مستثنیٰ فرما دیا کافروں کا خسارہ بتاتے ہوئے سورۂ زمر میں فرمایا ﴿قل ان الخسرين الذين خسروا انفسهم واهليهم يوم القيامة﴾ (آپ فرما دیجئے کہ نقصان والے لوگ وہ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں کا نقصان کر بیٹھے اور اپنے اہل وعیال کا بھی)۔

اپنی جانیں بھی دوزخ میں گئیں اور اہل عیال بھی جدا ہوئے۔ کچھ کام نہ آئے۔ ﴿الا ذلك هو الخسران المبين﴾ (خبردار یہ کھلا ہوا خسارہ ہے)۔

کافروں سے بڑھ کر کسی کا بھی خسارہ نہیں ہے۔ دنیا میں جو کچھ کمایا وہ بھی چھوڑا اور آخرت میں پہنچے تو ایمان پاس نہیں اور دنیا میں واپس لوٹنے کی کوئی صورت نہیں۔ لہٰذا ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جانا ہوگا اور اس سے بڑا کوئی خسارہ نہیں ہے۔

خسارہ والوں سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے) ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (اور آپس میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی) جو حضرات ان صفات سے متصف ہیں وہ نقصان والے نہیں ہیں پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ انجام دینے والے ہیں اور دوسری صفت یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں یعنی خود تو اچھے اعمال کرتے ہی ہیں (جن میں گناہوں کا چھوڑنا بھی شامل ہے) اپنے آپس کے ملنے جلنے والوں، پاس اٹھنے والوں مجلس کے ساتھیوں ہمسفر اصحاب اور دیگر احباب

Marfat.com

اور گھر کے لوگ سب آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں کہ حق قبول کریں حق کے ساتھ چلیں اور انہی اعمال کو اختیار کریں جو حق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں صحیح ہوں اور تیسری صفت یہ ہے کہ آپس میں یہ بھی وصیت کریں کہ جو دنیا میں تکلیفیں آئیں انہیں برداشت کریں اور گناہوں سے بچتے رہیں اور نیکیوں پر لگے رہیں (یہ تینوں صبر کے اجزاء ہیں) اور صبر کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کو حق کی دعوت دی جائے ان کی بر طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو بھی برداشت کیا جائے۔

انسان کو سوچنا چاہیے کہ میری زندگی کے لیل و نہار کس طرح گزر رہے ہیں؟ نقصان والی زندگی ہے یا فائدہ والی؟ جو لوگ اہل ایمان ہیں اپنے ایمان کی پختگی اور مضبوطی کی طرف دھیان دیں کہ کس درجہ کا ایمان ہے اعمال صالحہ میں بڑھتے چلے جائیں۔ عمر کا ذرا سا وقت بھی ضائع نہ ہونے دیں، ذرا ذرا سے وقت کو آخرت کے کاموں میں خرچ کریں جب اللہ تعالیٰ شانہ نے سب سے بڑے خسارہ یعنی کفر سے بچا دیا ایمان کی دولت سے نواز دیا تو اب اس کے لیے فکر مند ہوں کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائیں اور آخرت میں بلند درجات حاصل کریں۔ لوگوں کو نہ اپنے آخرت کے منافع کی فکر ہے نہ دین اسلام کی قدردانی ہے۔ خود بھی نیک بنیں دوسروں کو بھی نیک بنائیں گناہوں سے روکیں اور جو کوئی تکلیف پہنچے اس پر صبر کریں اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کریں۔ رات دن میں ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں ان میں سے عام طور پر تجارت یا سروس اور محنت مزدوری میں ۸ گھنٹے خرچ ہوتے ہیں کچھ وقت سونے میں گزرتا ہے باقی گھنٹے کہاں جاتے ہیں؟

ان میں سے مجموعی حیثیت ۳، ۴ گھنٹے نماز کے اور کھانے کے، باقی وقت ضائع ہو جاتا ہے اور یہ ضائع بھی ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو گناہوں میں مشغول نہ ہوں کیونکہ جو وقت گناہوں میں لگا وہ تو وبال ہے اور باعث عذاب ہے۔ مسلمان آدمی کو آخرت کی نجات کے لیے اور وہاں کے رفع درجات کے لیے فکر مند ہونا لازم ہے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ملازمتوں سے ریٹائرڈ ہو گئے، کاروبار لڑکوں کے سپرد کر دیئے دنیا کمانے کی ضرورت بھی نہیں رہی بہت کرتے ہیں فرض نماز پڑھ لیتے ہیں پوتی پوتا کو گود میں لے لیتے ہیں اس کے علاوہ سارا وقت یوں ہی گزر جاتا ہے حالانکہ یہ وقت بڑے اجر و ثواب میں لگ سکتا ہے۔ ذکر میں تلاوت میں، درود شریف پڑھنے میں، اہل خانہ کو نماز سکھانے اور دینی اعمال پر ڈالنے اور تعلیم و تبلیغ میں سارا وقت خرچ کریں تو آخرت کے عظیم درجات حاصل ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ پچاس پچپن سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہوتے ہیں کاروبار سے فارغ ہو جاتے ہیں اس کے بعد برس ہا برس تک زندہ رہتے ہیں۔

بہت سے لوگ ۸۰ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر پاتے ہیں ریٹائر ہونے کے بعد یہ ۲۵۔ ۳۰ سال کی زندگی لایعنی فضول باتوں بلکہ غیبتوں میں، تاش کھیلنے میں، ٹی وی دیکھنے میں وی سی آر سے لطف اندوز ہونے میں گزار دیتے ہیں نہ گناہ سے بچتے ہیں نہ لایعنی باتوں اور کاموں سے پرہیز کرتے ہیں یہ بڑی محرومی کی زندگی ہے۔ گناہ تو باعث عذاب اور وبال ہیں ہی ہوش مند وہ ہے جو اپنی زندگی کو نیک کاموں میں خرچ کرے تاکہ اس کی محنت اور مجاہدہ دوزخ میں جانے کا ذریعہ نہ بنے، آخرت کی عظیم اور کثیر نعمتوں کے نقصان اور خسران اور حرمان کی راہ اختیار نہ کرے۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مومن کے لیے خود اپنا نیک بننا ہی کافی نہیں ہے دوسروں کو بھی حق اور صبر کی نصیحت کرتا رہے اور اعمال صالحہ پر ڈالتا رہے خاص کر اپنے اہل و عیال کو اور ماتحتوں کو بڑے اہتمام اور تاکید سے نیکیوں پر ڈالے اور گناہوں سے بچنے کی تاکید کرتا رہے۔ ورنہ قیامت کے دن یہ پیار و محبت سے پالی ہوئی اولاد وبال بن جائے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ۔ (یعنی تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت (جس کی نگرانی سپرد کی گئی) کے بارے سوال کیا جائے گا)۔ (رواہ البخاری)

آج کل اولاد کو دین دار بنانے کی فکر نہیں ہے، ان کو خود گناہوں کے راستے پر ڈالتے ہیں، حرام کمانا سکھاتے ہیں ایسے ممالک میں لے کر جا کر انہیں بساتے ہیں جہاں ہر گناہ کرنے کا ماحول مل جاتا ہے اور اس کا نام ترقی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

والله المستعان وهو والى الصالحين والصابرين

Marfat.com

ایاتھا ۹ ۱۰۴ سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۲ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ ہمزہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں نو آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا
لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى
الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۧ﴿۹﴾

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو عیب نکالنے والا ہو، طعنہ دینے والا ہو، جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا، وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں، وہ ضرور ضرور بھروسہ بنانے والی چیز میں ڈال دیا جائے گا اور کیا آپ کو معلوم ہے وہ بھوسہ بنا دینے والی چیز کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے جو جلائی گئی ہے جو دلوں پر چڑھ بیٹھنے والی ہے، بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں۔

اوپر سورۃ الہمزہ کا ترجمہ لکھا گیا ہے اس میں هُمَزَة اور لُمَزَة کی ہلاکت بتائی ہے یہ دونوں فُعَلَةٌ کے وزن پر ہیں۔ پہلے لفظ کے حروف اصلی ہ م ز، اور دوسرے کلمہ کے حروف اصلی ل، م، ز ہیں۔ یہ دونوں کلمے عیب نکالنے اور عیب دار بتانے پر دلالت کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی وارد ہوئے ہیں اور سورۃ القلم میں ہے۔

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾ اور سورۃ توبہ میں فرمایا ﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ﴾ اور سورۃ الحجرات میں فرمایا ﴿وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ﴾۔

حضرات مفسرین کرام نے دونوں کلموں کی تحقیق میں بہت کچھ لکھا ہے۔ خلاصہ سب کا یہی ہے کہ دونوں کلمے عیب لگانے، غیبت کرنے، طعن کرنے، آگے پیچھے کسی کی برائی کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔ زبان سے برائی بیان کرنا یا ہاتھوں سے یا سر سے یا بھوؤں کے اشارہ سے کسی کو برا بتانا ہنسی اڑانا مجموعی حیثیت سے یہ دونوں کلمے ان چیزوں پر دلالت کرتے ہیں۔ (راجع تفسیر القرطبی صفحہ ۱۸۱، صفحہ ۱۸۴ ج ۱۰)

مفسرین نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے یہ ایات اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئیں یہ لوگوں پر طعن کرتا تھا، ابن جریج کا قول ہے کہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئیں، جو غیر موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کی غیبت کرتا تھا اور سامنے بھی آپ کی ذات گرامی کا عیب نکالتا تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ابی بن خلف کے بارے میں اور چوتھا قول یہ ہے کہ جمیل بن عامر کے بارے میں ان کا نزول ہوا۔ سبب نزول جو بھی ہو مفہوم اس کا عام ہے، جو لوگ بھی غیبت کرنے اور عیب لگانے اور بدزبانی اور اشارہ بازی کا مشغلہ رکھتے ہیں اور وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں قرآن کریم میں ان لوگوں کے لیے ویل یعنی ہلاکت بتائی ہے۔ جن لوگوں کو اپنی عمر کی قدر نہیں ہوتی وہ دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور عیب لگانے اور غیبت کرنے اور تہمتیں باندھنے میں اپنی زندگی برباد کرتے ہیں۔ ذکر و فکر اور عبادت میں وقت لگانے کی بجائے ان باتوں میں وقت لگاتے ہیں اور اپنی جان کو ہلاک کرتے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۱۱)۔ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم

Marfat.com

اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے سب سے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی کو لیے پھرتے ہیں دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں جو لوگ برائیوں سے بری ہیں انہیں مصیبت میں ڈالنے کے طلب گار رہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے صفیہ کا قد بیان کرتے ہوئے یوں کہہ دیا کہ صفیہ اتنی سی ہیں (ان کا قد چھوٹا بتا دیا اور وہ بھی ازواج مطہرات میں سے ہیں) آپ نے فرمایا تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر وہ سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی بگاڑ کے رکھ دے (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۱۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طعنے دینے والا لعنت بکنے والا اور فحش کام میں لگنے والا مومن نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۱۳)

غیبت کے بارے میں مستقل مضمون سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع کی تفسیر میں گزر چکا ہے اس کا مراجعہ کر لیا جائے۔

﴿الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ﴾ دنیا سے محبت کرنے والے اسی کو سب کچھ سمجھنے والے جہاں دوسروں کی غیبت و بدگوئی اور عیب تراشی میں وقت گزارتے ہیں وہاں مال سے محبت کرنا بھی ان کا خاص مزاج ہوتا ہے، مال کی محبت کے مظاہرے کئی طرح سے ہوتے ہیں، اولاً مال کو جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا، جسے ﴿الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ﴾ میں بیان فرمایا ہے جب مال جمع کرنے کا ذہن ہوتا ہے تو نہ حلال حرام کا خیال رہتا ہے اور نہ لوگوں کے حق مارنے کو برا سمجھا جاتا ہے اور نہ مال کمانے میں فرائض اور واجبات کے ضائع کرنے سے دکھ ہوتا ہے اور نہ نیکیاں کرنے کی توفیق ہوتی ہے ثانیاً مال جمع کرنے والے مال ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان کا خیال ہوتا ہے کہ مال ہی سب کچھ ہے یہ ہمیں دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا (موت کا یقین ہوتے ہوئے رنگ ڈھنگ ایسا ہوتا ہے جیسے مرنا نہیں ہے اور یہ مال ہمیشہ کام دیتا رہے گا)۔

ان لوگوں کے اس مزاج کی تردید کرتے ہوئے فرمایا كَلَّا (ہرگز ایسا نہیں ہے) نہ یہ شخص ہمیشہ دنیا میں رہے گا نہ اس کا مال باقی رہے گا اور اسی پر بس نہیں کہ صرف دنیا میں جان و مال ہلاک ہوں گے بلکہ اس کے آگے بھی مصیبت ہے اور وہ یہ کہ ﴿لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ﴾ (اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا) دوزخ کے لیے لفظ حطمة استعمال فرمایا ہے جو اس چیز کے لیے بولا جاتا ہے جو کوٹ پیٹ کر بھوسہ بنا کر رکھ دے۔ کما فی آیۃ اخری: ﴿یجعله حطاما﴾

پھر فرمایا ﴿وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾ (اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ حطمہ کیا چیز ہے) نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (وہ اللہ کی آگ ہے جو جلائی گئی ہے) ﴿الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ﴾ (جو دلوں پر چڑھ جائے گی) یعنی سارے جسموں کو جلا دے گی یہاں تک کہ دلوں پر چڑھ جائے گی) دنیا میں جب دل جلنے لگے لامحالہ انسان مر جاتا ہے دوزخی لوگ جلیں گے مگر مریں گے نہیں دلوں پر بھی آگ چڑھے گی مگر موت نہ آئے گی۔ سورۃ النساء میں فرمایا ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ (جب بھی ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ عذاب ہی بھگتے رہیں)۔ سورۃ اعلیٰ میں فرمایا ﴿لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی﴾ (نہ اس میں مر ہی جائے گا اور نہ جیے گا)۔

پھر اس آگ کی صفت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ﴾ (بیشک وہ آگ ان پر بند کی ہوئی ہوگی یعنی وہ اندر دوزخ میں ہوں گے، باہر سے دروازے بند کر دیئے گئے ہوں گے)۔ ﴿فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ (وہ ایسے ستونوں میں بند ہوں گے جو دراز یعنی لمبے لمبے بنائے ہوئے ہوں گے)۔

معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا یہ مطلب نقل کیا ہے کہ ان لوگوں کو ستونوں کے اندر داخل کر دیا جائے گا یعنی ستونوں کے ذریعہ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ﴿عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ سے مراد وہ طوق ہیں جو دوزخیوں کے گلے میں ڈال دیئے جائیں گے اور بعض اکابر نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ دوزخی

Marfat.com

آگ کے بڑے بڑے شعلوں میں ہوں گے جو ستونوں کی طرح ہوں گے اور وہ لوگ اس میں مقید ہوں گے۔

فائدہ: ﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ﴾ (اللہ کی آگ جو جلائی ہوئی ہوگی) اس سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ دوزخ کی آگ دوزخیوں کے داخل ہونے سے پہلے ہی سے جلائی ہوئی ہوگی ایسا نہیں ہوگا جیسا دنیا میں پہلے ایندھن تیار کرتے ہیں پھر اس ایندھن میں آگ لگاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ میں آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی لہٰذا اب وہ سیاہ ہے اندھیری ہے۔ (رواہ الترمذی)

اعاذنا الله تعالٰی من سائر انواع العذاب وهو الغفور الوهاب الرحيم التواب

○○○

Marfat.com

ایاتھا ۵ ۱۰۵ سورۃ الفیل مکیۃ ۱۹ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۃ الفیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ① اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ② وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ③ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا، کیا ان کی تدبیر کو سرتا پا غلط نہیں کر دیا، اور ان پر پرندے بھیج دیئے غول درغول وہ ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے، سو اللہ نے ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہو۔

اس سورت میں اصحاب فیل کا واقعہ بیان فرمایا ہے لفظ فیل فارسی کے لفظ پیل سے لیا گیا ہے۔ عربی میں چونکہ (پ) نہیں ہے اس لیے اسے (ف) سے بدل دیا گیا۔ اصحاب فیل (ہاتھی والے لوگ) ان سے ابرہہ اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ یہ شخص شاہ حبشہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا، ابرہہ اپنے ساتھیوں کو ہاتھیوں پر سوار کر کے لایا تھا اور مقصد ان لوگوں کا یہ تھا کہ کعبہ شریف کو گرا دیں تا کہ لوگوں کا رخ ان کے اپنے بنائے ہوئے گھر کی طرف ہو جائے۔ جسے انہوں نے یمن میں بنایا تھا اور اسے کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ یہ لوگ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے مگر خود ہی برباد ہوئے وہ بھی پرندوں کی پھینکی ہوئی چھوٹی چھوٹی کنکریوں کے ذریعہ۔ واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ یمن پر اقتدار حاصل ہونے کے بعد ابرہہ نے ارادہ کیا کہ یمن میں ایک ایسا کنیسہ بنائے جس کی نظیر دنیا میں نہ ہو اس کا مقصد یہ تھا کہ یمن کے عرب لوگ جو حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں یہ لوگ اس کنیسہ کی عظمت وشوکت سے مرعوب ہو کر کعبہ کی بجائے اس کی طرف آنے لگیں۔ چنانچہ اس نے اتنا اونچا کنیسہ تعمیر کیا کہ اس کی بلندی پر نیچے کھڑا ہوا آدمی نظر نہیں ڈال سکتا تھا اور اس کو سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع کیا اور پوری مملکت میں اعلان کرا دیا کہ اب یمن سے کوئی شخص مکہ والے کعبہ کے حج کے لیے نہ جائے اس کنیسہ میں عبادت کرے۔ عرب میں اگرچہ بت پرستی غالب تھی مگر کعبہ کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں پیوست تھی اس لیے عدنان اور قحطان اور قریش کے قبائل میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی یہاں تک کہ مالک بن کنانہ کے ایک شخص نے رات کے وقت ابرہہ والے کنیسہ میں داخل ہو کر اس کو گندگی سے آلودہ کر دیا۔ ابرہہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ کسی قریشی نے ایسا کیا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ میں ان کے کعبہ کو گرا کر چھوڑوں گا۔ ابرہہ نے اس کی تیاری شروع کر دی اور اپنے بادشاہ نجاشی سے اجازت مانگی اس نے اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا بھیج دیا کہ وہ اس پر سوار ہو کر کعبہ پر حملہ کرے۔ ان کا پروگرام تھا کہ بیت اللہ کے ڈھانے میں ہاتھیوں سے کام لیا جائے اور تجویز یہ کیا کہ بیت اللہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط اور لمبی زنجیریں باندھ کر ان زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھیں اور ان کو ہنکا دیں تا کہ سارا بیت اللہ (معاذ اللہ) زمین پر آ گرے۔

عرب میں جب اس حملہ کی خبر پھیلی تو سارا عرب مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ یمن کے عربوں میں ایک شخص ذونفر نامی تھا اس نے عربوں کی قیادت اختیار کی اور عرب لوگ اس کے گرد جمع ہو کر مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اور ابرہہ کے خلاف جنگ کی مگر اللہ تعالیٰ کو تو یہ منظور تھا نہ ابرہہ کی شکست انسانوں کے ذریعہ نہ ہو لہٰذا عرب سے مقابلہ ہوا اور عرب اس کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ابرہہ نے ان کو شکست دے دی اور ذونفر کو قید کر لیا۔ اس کے بعد جب وہ قبیلہ خثعم کے مقام پر پہنچا تو اس قبیلہ کے سردار نفیل بن حبیب نے پورے

Marfat.com

قبیلہ کے ساتھ ابرہہ کا مقابلہ کیا مگر ابرہہ کے لشکر نے ان کو بھی شکست دے دی اور نفیل بن حبیب کو بھی قید کر لیا ارادہ تو اس کے قتل کا تھا لیکن یہ خیال کر کے کہ اس سے راستوں کا پتہ معلوم کریں گے اس کو زندہ چھوڑ دیا اور ساتھ لے لیا۔ اس کے بعد جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو چونکہ طائف کے باشندے قبیلہ ثقیف پچھلے قبائل کی جنگ اور ابرہہ کی فتح کے واقعات سن چکے تھے اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا ہم اس سے مقابلہ نہ کریں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ طائف میں جو ہم نے ایک بت خانہ لات کے نام سے بنا رکھا ہے یہ اس کو چھیڑ دے انہوں نے ابرہہ سے مل کر یہ بھی طے کر لیا کہ ہم تمہاری امداد اور رہنمائی کے لیے اپنا ایک سردار ابو رغال تمہارے ساتھ بھیج دیتے ہیں، ابرہہ اس پر راضی ہو گیا۔ ابو رغال کو ساتھ لے مکہ مکرمہ کے قریب ایک مقام مغمس پر پہنچ گیا جہاں قریش مکہ کے اونٹ چر رہے تھے، ابرہہ کے لشکر نے سب سے پہلے حملہ کر کے اونٹ گرفتار کر لیے جن میں دو سو اونٹ رسول اللہ ﷺ کے دادا جان عبدالمطلب رئیس قریش کے بھی تھے۔ ابرہہ نے یہاں پہنچ کر اپنے ایک سفیر حناطہ حمیری کو شہر مکہ میں بھیجا کہ وہ قریش کے سرداروں کے پاس جا کر اطلاع کر دے کہ ہم تم سے جنگ کے لیے نہیں آئے ہمارا مقصد کعبہ کو ڈھانا ہے اگر تم نے اس میں رکاوٹ نہ ڈالی تو تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ حناطہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو سب نے اس کو عبدالمطلب کا پتہ دیا کہ وہ قریش کے سب سے بڑے سردار ہیں۔ حناطہ نے عبدالمطلب سے گفتگو کی اور ابرہہ کا پیغام پہنچا دیا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ ہم بھی ابرہہ سے جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، نہ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔ البتہ میں یہ بتائے دیتا ہوں کہ یہ اللہ کا گھر ہے اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ اللہ سے جنگ کا ارادہ ہے تو جو چاہے کر لے، پھر دیکھئے کہ اللہ کا کیا معاملہ ہوتا ہے۔ حناطہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ابرہہ سے ملاتا ہوں۔ ابرہہ نے جب عبدالمطلب کو دیکھا کہ بڑے وجیہہ آدمی ہیں تو ان کو دیکھ کر اپنے تخت سے نیچے اتر کر بیٹھ گیا اور عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھایا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب سے پوچھے کہ وہ کس غرض سے آئے ہیں، عبدالمطلب نے کہا کہ میری ضرورت تو اتنی ہے کہ میرے اونٹ جو آپ کے لشکر نے گرفتار کر لیے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ ابرہہ نے ترجمان کے ذریعہ عبدالمطلب سے کہا کہ جب میں نے آپ کو اول دیکھا تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت و عزت ہوئی مگر آپ کی گفتگو نے اس کو بالکل ختم کر دیا کہ آپ مجھ سے صرف اپنے دو سو اونٹوں کی بات کر رہے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ میں آپ کے کعبہ کو ڈھانے کے لیے آیا ہوں اس کے متعلق آپ نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ اونٹوں کا مالک تو میں ہوں مجھے ان کی فکر ہوئی اور بیت اللہ کا میں مالک نہیں ہوں اس کا جو مالک ہے وہ اپنے گھر کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ ابرہہ نے کہا کہ تمہارا خدا اس کو میرے ہاتھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ اور بعض روایات میں ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ اور بھی قریش کے چند سردار گئے تھے، انہوں نے ابرہہ کے سامنے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ بیت اللہ پر دست اندازی نہ کریں اور واپس لوٹ جائیں تو ہم پورے تہامہ کی ایک تہائی پیداوار آپ کو بطور خراج ادا کرتے رہیں گے مگر ابرہہ نے ماننے سے انکار کر دیا۔ عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ نے واپس کر دیئے وہ اپنے اونٹ لے کر واپس آئے تو بیت اللہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کر دعا میں مشغول ہوئے۔ آپ کے ساتھ قریش کی ایک بڑی جماعت بھی تھی۔ سب نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ ابرہہ کے عظیم لشکر کا مقابلہ ہمارے بس میں نہیں ہے، آپ ہی اپنے بیت کی حفاظت کا انتظام فرمائیں، الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرنے کے بعد عبد المطلب مکہ مکرمہ کے دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر مختلف پہاڑوں پر چلے گئے کیونکہ ان کو یہ یقین تھا کہ اس کے لشکر پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا، اسی یقین کی بنا پر انہوں نے ابرہہ سے خود اپنے اونٹوں کا تو مطالبہ کیا بیت اللہ کے متعلق گفتگو کرنا اس لیے پسند نہ کیا کہ خود اس کے مقابلے کی طاقت نہ تھی اور دوسری طرف یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بے بسی پر رحم فرما کر دشمن کی قوت اور اس کے عزائم کو خاک میں ملا دے گا۔ صبح ہوئی تو ابرہہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تیاری کی اور اپنے ہاتھی محمود نامی کو آگے چلنے کے لیے تیار کیا۔ نفیل بن حبیب جن کو ابرہہ نے راستہ میں گرفتار کر لیا تھا اس وقت آگے بڑھے اور ہاتھی کا کان پکڑ کر کہنے لگے تو جہاں سے آیا ہے وہیں صحیح

Marfat.com

سالم لوٹ جا کیونکہ تو اللہ کے بلد امین (محفوظ شہر) میں ہے یہ کہہ کر اس کا کان چھوڑ دیا، ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا، ہاتھی بانوں نے اس کو اٹھانا چلانا چاہا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا، اس کو بڑے بڑے آہنی تیروں سے مارا گیا اس نے اس کی بھی پروانہ کی، اس کی ناک میں لوہے کا آنکڑا ڈال دیا پھر بھی وہ کھڑا نہ ہوا۔ لوگوں نے اس کو یمن کی طرف لوٹانا چاہا تو فوراً کھڑا ہو گیا۔ پھر شام کی طرف چلانا چاہا تو چلنے لگا پھر مشرق کی طرف چلایا تو بیٹھ گیا۔ دوسری طرف دریا کی طرف سے کچھ پرندوں کی قطاریں آتی دکھائی دیں جن میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین کنکریاں چنے یا مسور کے برابر تھیں۔ (ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں)۔

واقدی کی روایت میں ہے کہ یہ پرندے عجیب طرح کے تھے جو اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے۔ جثہ میں کبوتر سے چھوٹے تھے ان کے پنجے سرخ تھے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ یہ سبز رنگ کے پرندے تھے جن کی چونچیں پیلے رنگ کی تھیں اور حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ یہ پرندے دریا سے نکل کر آئے تھے جن کے سر چوپایوں کی طرح تھے، ہر پنجے میں ایک کنکر اور ایک چونچ میں لیے ہوئے آتے دکھائی دیئے اور فوراً ہی ابرہہ کے لشکر پر چھا گئے ہر ایک کنکر نے وہ کام کیا جو بندوق کی گولی بھی نہیں کر سکتی کہ جس پر پڑتی اس کے بدن سے پار ہوتی ہوئی زمین میں گھس جاتی تھی۔ یہ عذاب دیکھ کر سب ہاتھی بھاگ کھڑے ہوئے صرف ایک ہاتھی رہ گیا تھا جو اس کنکر سے ہلاک ہوا۔ نیز لشکر کے سب آدمی اس موقع پر ہلاک نہیں ہوئے بلکہ مختلف اطراف میں بھاگے۔ ان سب کا یہ حال ہوا کہ راستہ میں مر مر کر گر گئے۔ وہ ابرہہ جسے راستہ کے قبائل شکست نہ دے سکے اسے اللہ نے پرندوں سے شکست دلوائی، اس نے شکست بھی کھائی اور بد ترین مرض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔ اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا اسی حال میں اس کو واپس یمن لایا گیا، دارالحکومت صنعاء پہنچ کر اس کا سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہہ گیا اور وہ مر گیا۔ ابرہہ کے ہاتھی محمود کے ساتھ دو ہاتھی بان یہیں مکہ مکرمہ میں رہ گئے مگر اس طرح کہ دونوں اندھے اور اپاہج ہو گئے تھے، ان کو مکہ معظمہ میں بھیک مانگتے ہوئے دیکھا گیا (ابن کثیر صفحہ ۵۴۹: صحیح و معالم التنزیل صفحہ ۵۲۵: ج ۴)۔ اس وقت بہت سے آنکھوں سے دیکھنے والے موجود تھے فسبحان الله من جلت قدرته وعظمت حكمته۔

ہاتھی والوں کا کعبہ شریف پر حملہ کرنے کے لیے آنا پھر شکست کھانا اور ناکام ہونا یہ ایک عجیب اور اہم واقعہ تھا، اس کے بعد اہل عرب جب تاریخی واقعات بیان کیا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ یہ عام الفیل کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا بھی یہی سال ہے جس سال اصحاب الفیل برا ارادہ لیکر آئے تھے۔ اصحاب فیل کے واقعہ کے پچاس دن بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ جس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اصحاب فیل کے واقعہ سے مکہ معظمہ کے رہنے والے بلکہ عرب کے سب ہی لوگ واقف تھے۔ اس لیے ﴿اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ﴾ (اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا) فرمایا جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کا کام شروع کیا تو قریش نے آپ کی تکذیب کی، اللہ تعالیٰ شانہ نے انہیں اپنا احسان یاد دلایا کہ دیکھو اس کعبہ کی وجہ سے سارا عرب تمہارا احترام کرتا ہے عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہو اس کعبہ پر دشمن چڑھائی کرنے آ گئے تھے اور دشمن بھی ایسے قوی تھے کہ ان سے مقابلہ کرنا تمہارے بس سے باہر تھا، تمہارے پروردگار نے ان کی تدبیر ناکام بنادی، سوچا انہوں نے کیا تھا اور ہوا کیا؟ ذرا ذرا سے پتھروں سے پورے ہاتھی اور ہاتھی والے ایسے ہلاک ہوئے کہ صرف مرے ہی نہیں بلکہ ان کے جسم ایسا بھوسہ بن کر رہ گئے جسے گائے بیل نے کھا کر اُگل دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی بھی حفاظت فرمائی اور نبی امی خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی یہیں مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت سے اس کعبہ کی مزید عظمت ہو گئی لہٰذا قریش کو دونوں نعمتوں کا شکر گزار ہونا لازم ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ نبوت سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ جو ایسی چیزیں پیش آتی ہیں جن سے انسان عاجز ہوتے ہیں انہیں ارہاص کہا جاتا ہے اور نبوت کے بعد ان کو معجزہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اصحاب فیل کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے ارہاصات میں سے ہے گویا اس میں یہ بتا دیا کہ اس شہر میں ایک ایسی شخصیت کا ظہور ہونے والا ہے جس کا اس کعبہ شریف سے خاص تعلق ہوگا۔ اس کی

Marfat.com

آمد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی فضل سے اس کی حفاظت ہوگئی۔ وقال القرطبی قال علماؤنا کانت قصة الفیل فیما بعد من معجزات النبی ﷺ وان کانت قبل التحدی لانها کانت توکیداً لامره وتمهیداً لشانه ولما تلا علیهم رسول الله ﷺ هذه السورة کان بمکة عدد کثیر ممن شهد تلك الواقعة۔

طیر: عربی میں پرندہ کو کہتے ہیں جس کی جمع طیور ہے اور چونکہ یہاں اسم جنس واقع ہوا ہے اس لیے ابابیل اس کی جمع لائی گئی ہے بہت زیادہ پرندے تھے جو جھنڈ کے جھنڈ غول درغول آ موجود ہوئے تھے۔ لہٰذا طیراً کے ساتھ ابابیل بھی فرمایا۔ ابابیل کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ معنی کے اعتبار سے جمع ہے اس کا واحد نہیں ہے اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ اس کا واحد ابول یا ابال یا ابیل ہے (کماذکرہ فی الجلالین) پرندوں کا جماعت در جماعت آنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ابرہہ کے ساتھی بہت بڑی تعداد میں تھے اگرچہ ہاتھیوں کی تعداد آٹھ یا بارہ ہی بتائی جاتی ہے، عام طور سے ایک خاص چھوٹے سے پرندہ کو جو لوگ ابابیل کہتے ہیں قرآن مجید میں وہ مراد نہیں ہے۔ ابرہہ اور اس کے ساتھیوں پر جن پرندوں نے بارش برسائی ان کے بارے میں مفسرین نے کئی طرح کی باتیں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے کہ اپنی جس مخلوق سے جو چاہے کام لے۔

پرندوں نے جو پتھر پھینکے تھے ان کے بارے میں ﴿حِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ﴾ فرمایا ہے یعنی سجیل کے پتھر، یہ لفظ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کے تذکرہ میں بھی آیا ہے لفظ سجیل سنگ اور گل سے معرب ہے فارسی میں سنگ پتھر کو اور گل مٹی کو کہتے ہیں مٹی کا گارہ بنا کر اس کی ذرا بڑی بڑی گولیاں بنا کر جو آگ میں پکالی جائیں وہ سجیل کا مصداق ہیں ان میں زیادہ وزن بھی نہیں ہوتا اور پہاڑ والے پتھروں کی طرح ان کی مار بھی نہیں ہوتی۔ اس لفظ کے لانے سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ان میں ذاتی طور پر کوئی ایسی طاقت نہ تھی جس سے آدمی مرجائے۔ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ لوگ ہلاک کیے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کے لیے ظاہری انتظام کے طور پر سجیل کو استعمال فرمایا، مفسر قرطبی نے ابو صالح سے نقل کیا ہے کہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے گھر میں میں نے ان کنکریوں میں سے دو قفیر کنکریاں دیکھی تھیں جو اصحاب فیل پر پھینکی گئی تھیں ان کا رنگ کالا تھا سرخ رنگ کی لکیریں پڑی ہوئی تھیں نیز یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ پرندوں کی پھینکی ہوئی پتھریاں اصحاب فیل پر گرتی تھیں تو ان کے جسم پر چھوٹے چھوٹے چھالے بن جاتے تھے اور دنیا میں سب سے پہلے چیچک کی ابتدا یہیں سے ہوئی۔

والله تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب

○○○

Marfat.com

اٰیاتہا ۴ ۱۰۶ سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ مَّکِّیَّۃٌ ۲۹ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ② فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ③ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

قریش کی الفت رکھنے کی وجہ سے ان کی وہ الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کرنے سے ہے۔ سوان کو چاہیے کہ اس بیت کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام سے کعبہ تعمیر کرایا اور اس کا حج مشروع فرمایا زمانہ اسلام سے پہلے بھی اہل عرب اس کا حج کرتے تھے اگر چہ مشرک تھے اور چونکہ مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف واقع تھا جسے بیت اللہ کے نام سے لوگ جانتے اور مانتے تھے اس لیے قریش مکہ کی پورے عرب میں بڑی عزت تھی اہل عرب لوٹ مار کرنے کا مزاج رکھتے تھے لیکن اہل مکہ پر کبھی کوئی حملہ نہیں کرتے تھے اسی کو سورۃ العنکبوت میں فرمایا: ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ یَكْفُرُوْنَ﴾ (کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو پرامن بنا دیا اور لوگوں کو ان کے اردگرد سے اچک لیا جاتا ہے کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں)۔

یوں تو گزشتہ زمانہ ہی سے اہل عرب اہل مکہ کا اکرام واحترام کرتے تھے، جب اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا اور عرب میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے محفوظ فرمایا تو اور زیادہ ان کے قلوب میں اہل مکہ کی عظمت بڑھ گئی، یہ جو ان کی حرمت مشہور ومعروف تھی اس کی وجہ سے پورے عرب کے علاوہ دوسرے علاقے کے لوگ بھی ان کا احترام کرتے تھے، مکہ معظمہ چٹیل میدان تھا اس میں پہاڑ تھے پانی کی بھی کمی تھی، نہ باغ تھے نہ کھیتی باڑی تھی، زندگی گزارنے کے لیے ان کے پاس ذرائع معاش عام طور پر نہیں پائے جاتے تھے، زندگی کے مقاصد پورا کرنے کے لیے یہ لوگ ملک شام اور یمن جایا کرتے تھے۔ ایک سفر سردی کے زمانہ میں اور ایک سفر گرمی کے زمانہ میں کیا کرتے تھے، سردی میں یمن جاتے تھے اور گرمی میں شام جایا کرتے تھے اور دونوں ملکوں سے غلہ لاتے تھے جو ان کی غذا میں کام آتا تھا۔ دیگر اموال بھی لاتے اور فروخت کرتے اور دوسرے کاموں میں بھی لاتے تھے۔ ابوسفیان کو بلا کر ہرقل نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال جواب کیے وہ اسی تجارت کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ کفار قریش کا قافلہ تجارت کے لیے بیت المقدس میں پہنچا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے لیے سردی اور گرمی کے سفروں کو ان کے کھانے پینے اور پہننے کا اور کعبہ شریف کی عظمت اور حرمت کو ان کے امن وامان کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔ سورۃ الفیل میں کعبہ شریف کی حفاظت کا ذکر ہے جس کی وجہ سے قریش کو امن وامان حاصل تھا اس لیے اس کے متصل ہی سورۃ الفیل کے بعد ہی سورۃ القریش لایا گیا جس میں قریش مکہ کو یاد دلایا کہ دیکھو تم سردی اور گرمی میں تجارت کے لیے سفر کرتے ہو اور ان دونوں سفروں سے تمہیں دیگر مالوفات کی طرح خاص الفت ہے۔ سفروں میں جاتے ہو جن کے منافع اور مرابح سے فائدہ اٹھاتے ہو اور چونکہ تم مکہ معظمہ کے رہنے والے ہو اس لیے اپنے اسفار میں جن قبائل پر گزرتے ہو تمہارا احترام کرتے ہیں تم مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے بھی امن وامان میں ہو اور بلا خوف وخطر زندگی گزارتے ہو اور اسفار میں بھی مکہ

Marfat.com

معظمہ کی نسبت سے امن و امان کا فائدہ اٹھاتے ہو۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں لگو جو اس بیت یعنی کعبہ شریف کا رب ہے وہ تمہیں کھانے پینے کو بھی دیتا ہے اور امن و امان سے بھی رکھتا ہے یہ خالق جل مجدہ کی ناشکری ہے کہ اس کی نعمتوں میں زندہ رہیں، پلیں اور بڑھیں اور عبادت میں کسی مخلوق کو شریک کر دیں۔ قال القرطبی ناقلاً عن الفراء: هذه السورة متصلة بالسورة الاولى لانه ذكر اهل مكة عظيم نعمته عليهم فيما فعل بالحبشة ثم قال (لايلف قريش) اى فعلنا ذلك باصحاب الفيل نعمة منا على قريش وذلك ان قريشا كانت تخرج فى تجارتها فلا يغار عليها فى الجاهلية يقولون هم اهل بيت الله عزوجل

ترکیب نحوی کے اعتبار سے اقرب الی الفہم یوں کہا جاتا ہے کہ ایلاف اول مبدل منہ ہے اور ایلافهم اس سے بدل ہے اور جار مجرور مل کر لیعبدوا سے متعلق ہے سمجھنے کے لیے عبارت یوں ہوگی لیعبدو ارب هذا البيت لاجل ايلافهم رحلة الشتاء والصيف، والفاء زائدة والا يلاف افعال من الالفة مهموز الفاء (راجع روح المعانی صفحہ ۳۶۷ ج ۳۰)

فائدہ: سورۃ القریش میں قریش کے سالانہ دو سفروں کا ذکر ہے یہ قریش کون شخص تھا جس کے نام سے قریش کا قبیلہ ملقب ہوا؟ اول یہ سمجھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ ہاشمی بھی تھے اور قریشی بھی آپ کے دادا کا لقب عبدالمطلب اور نام شیبہ تھا اور ان کے والد کا نام عمرو بن عبد مناف اور لقب ہاشم تھا اس وجہ سے آپ بنی ہاشم میں شمار ہوتے ہیں اور عبد مناف کا نام مغیرہ بن قصی تھا اس کے بعد نسب یوں ہے قصی بن کلاب بن مرة بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ (الی آخر ماذکرہ اہل الانساب)

اس میں اختلاف ہے کہ قریش کس کا لقب تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ فہر بن مالک اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں دونوں قول نقل کیے ہیں اور دونوں کی دلیلیں بھی لکھی ہیں پھر دوسرے قول کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ نضر بن کنانہ کا لقب قریش تھا اور اس سلسلہ میں مسند احمد اور سنن ابن ماجہ سے ایک حدیث مرفوع بھی نقل کی ہے پھر لکھا ہے کہ وهذا اسناد جيد قوى وهو فيصل فى هذه المسئلة فلا التفات الى قول من خالفه والله اعلم والحمد منه۔

اب رہی یہ بات کہ لفظ قریش کا معنی کیا ہے اور قریش کو یہ لقب کیوں دیا گیا اس بارے میں بھی کئی اقوال ہیں اصل لفظ قرش ہے اور قریش اس کی تصغیر ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ قریش ایک دریائی جانور کا نام ہے جو بڑا قوی ہیکل ہوتا ہے اور چھوٹے بڑے دریائی جانوروں کو کھا جاتا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے قریش کی وجہ تسمیہ دریافت کی تو انہوں نے یہی بات بتلائی گویا قوت اور طاقت میں اس بڑے دریائی جانور کے مشابہ ہونے کی وجہ سے قریش کو قریش کا لقب دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ حارث بن یخلد بن نضر بن کنانہ کو اس لقب سے یاد کیا جاتا تھا وہ باہر سے غلے لاتا تھا اور عرب کہا کرتے تھے قد جاءت عير قريش، یوں بھی کہا جاتا ہے کہ بدر میں جس کنویں کے قریب جنگ ہوئی تھی اسے بدر بن قریش نے کھودا تھا اور اسی لیے اس جگہ کا نام بدر معروف ہوا۔

یوں بھی کہا جاتا ہے کہ لفظ قریش مجتمع ہونے پر دلالت کرتا ہے قصی بن کلاب سے پہلے یہ لوگ منتشر تھے اس نے انہیں حرم میں لا کر اور بلا کر جمع کیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ قصی ہی کا لقب قریش تھا اور ایک قول یہ ہے کہ تقرش تکسب (یعنی مال کمانے) اور تجارت کرنے کے معنی میں آتا ہے اسی وجہ سے قریش اس لقب سے معروف اور مشہور ہوئے۔ نضر بن کنانہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ غریبوں کی حاجات کی تفتیش کرتا اور ان کی مدد کرتا تھا اور اس کے بیٹے موسم حج میں لوگوں کی حاجات کی تفتیش کرتے تھے پھر انہیں اس قدر مال دیتے تھے کہ اپنے شہروں تک پہنچ جائیں۔ اس عمل کی وجہ سے وہ قریش کے لقب سے مشہور ہوا قالوا و التقريش هو التفتيش واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

رسول اللہ ﷺ قریشی بھی تھے اور ہاشمی بھی (کیونکہ بنی ہاشم قریش ہی کی ایک شاخ ہے) اور آپ کے چچا عباسؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بھی بنی ہاشم میں تھے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور تمام بنی امیہ قریش میں سے تھے، ہاشمی نہیں تھے۔ حضرت واثلہ بن اسقع نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اسماعیل

Marfat.com

کی اولاد سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو چن لیا اور مجھے بنی ہاشم سے چن لیا۔ (رواہ مسلم)

قریش مکہ نے بہت دیر سے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیفیں بھی بہت پہنچائیں حتیٰ کہ آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی اور خدمت اسلام کی توفیق دی ان حضرات نے بڑے بڑے ممالک فتح کیے۔ حضرت عمرو بن عاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما انہی حضرات میں سے تھے سنن ابی داؤد طیالسی صفحہ ۴۰ میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: اللھم انك اذقت اولھا عذابا او وبالا فاذق اخرھا نوالا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۵) (اے اللہ آپ نے قریش کے پہلے لوگوں کو عذاب اور دبال چکھایا سو ان کے آخر کے لوگوں کو بخشش عطا فرما) اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ان کو بہت کچھ عطا فرمایا اور ان سے دین کی بڑی خدمت لی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خلافت میرے بعد قریش میں ہوگی۔

جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ چہرہ کے بل اس کو اوندھے منہ کر ڈال دے گا جب تک یہ لوگ دین کو قائم رکھیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۵) اور یہ بھی فرمایا کہ بارہ خلفاء تک دین اسلام غالب رہے گا اور یہ بارہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۵)

رسول اللہ ﷺ نے تو یہی فرما دیا تھا کہ خلافت برابر قریش میں رکھی جائے لیکن ملوکیت کا مزاج جب دنیا میں آ گیا اور اس کے بعد جمہوریت کی جہالت نے جگہ پکڑ لی تو دوسرے لوگ اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے ملوک اور امراء بن گئے اور بنتے رہے۔

جو لوگ اپنے ناموں کے ساتھ ہاشمی، قریشی، صدیقی، عثمانی، علوی، رضوی، نقوی لکھتے ہیں یہ صرف نام بتانے تک ہے۔ بے عملی میں، شکل وصورت میں نمازیں چھوڑنے میں، دیگر معاصی میں دوسروں سے کم نہیں ہیں دوسری قوموں کے افراد علوم و معارف و اعمال میں ان سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ جب انہوں نے اپنی ساکھ خود ہی کھودی تو امت میں بھی ان کی وہ حیثیت نہیں رہی جو ہونی چاہیے تھی جب ان کا یہ حال ہے تو خلافت کون ان کے سپرد کرے گا جہاں کہیں ان کی کوئی حکومت باقی ہے اس میں بھی ملوک اور وزراء دین داری کا خیال نہیں کرتے، دشمنوں کے اشاروں پر گناہگاری کے اصول پر حکومت چلاتے ہیں اسلامی قوانین کی بڑھ کر مخالفت کرتے ہیں۔

فالی اللہ المشتکی وھو المستعان وعلیہ التکلان۔

○○○

Marfat.com

آیاتہا ۷ — ۱۰۷ سورۃ الماعون مکیۃ ۱۷ — رکوعہا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سورۃ الماعون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں سات آیات ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۱﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ؕ﴿۳﴾ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ وَ یَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ﴿۷﴾

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے، سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا، سوایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں، جو ایسے ہیں ریاکاری کرتے ہیں اور ماعون سے منع کرتے ہیں۔

اوپر سورۃ الماعون کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ماعون ایسی چیز کو کہتے ہیں جو معمولی سی چیز ہو اگر کسی کو استعمال کے لیے دے دی جائے تو دینے والے کے مال میں کوئی خاص کمی نہ آئے چونکہ اس سورت کے آخر میں ماعون سے منع کرنے والوں کی مذمت وارد ہوئی ہے اس لیے سورۃ الماعون کے نام سے معروف اور مشہور ہے۔

اس سورت میں چھ چیزوں کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ اولاً فرمایا ﴿اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ﴾ اے نبی کیا آپ نے اسے دیکھا جو دین یعنی جزاء کو جھٹلاتا ہے یعنی قیامت کے دن کا اور اس بات کا انکار کرتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے اور اعمال کی جزا سزا ملے گی۔

ثانیاً: اس شخص کی بے رحمی کا ذکر کیا اور فرمایا ﴿فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ﴾ (سو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے) ثالثاً یوں فرمایا: ﴿وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ﴾ (کہ یہ شخص مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا) اس میں اس منکر قیامت کی کنجوسی کی انتہا بتا دی کہ یہ خود تو کسی مسکین پر کیا خرچ کرتا، دوسروں کو بھی خرچ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ یتیم کو بھی دھکے دیتا ہے اور مسکین پر بھی رحم نہیں کھاتا، روز جزاء کی تکذیب کرنے والے کی یہ دونوں صفات بیان فرمائی ہیں جس میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ایمان ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے دل نرم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر مومن بندے رحم کرتے ہیں اور ترس کھاتے ہیں اور یوم آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اس کی جزا ملنے کی امید رکھتے ہیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور روز جزاء کے واقع ہونے کا انکار کرتے ہیں ان میں رحم دلی نہیں ہوتی اگر کسی پر کچھ خرچ کرتے ہیں تو وہ بھی اپنے دنیوی مطلب سے کرتے ہیں اور یوم جزاء میں ثواب ملنے کی امید نہیں رکھتے۔ جب آخرت ہی کو نہیں مانتے تو ثواب کی کیا امید رکھیں گے۔ سورۃ الحاقۃ میں کافروں کا عذاب بتانے کے بعد فرمایا ﴿اِنَّہٗ کَانَ لَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ﴾ (بیشک وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا)۔ منکر قیامت کی بعض صفات بیان فرمائیں، جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دعوے کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو منافق ہیں۔ (ان کا دعوائے ایمان جھوٹا ہے) اور وہ لوگ بھی ہیں جو ملت اسلامیہ سے تو خارج نہیں لیکن اعمال کے اعتبار سے ان کا طرز زندگی اوامر اسلامیہ کے

Marfat.com

خلاف ہے، فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (سو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا دینے والے ہیں)۔ (یہ پہلی صفت ہوئی) ﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾ جو دکھلاوا کرتے ہیں (یہ دوسری صفت ہوئی) ﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ اور معمولی چیز کو منع کر دیتے ہیں (یہ تیسری صفت ہوئی)۔

پہلی صفت میں یہ بیان کیا کہ کہنے کو نمازی بھی ہیں لیکن نماز سے غفلت برتتے ہیں، یہ لفظ ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو نماز کو بالکل ہی نہیں پڑھتے اور ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو وقت سے ناوقت کر کے پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو اس کو ارکان اور شروط کے مطابق اداء نہیں کرتے اور ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو خشوع کی طرف دھیان نہیں دیتے اور اس کے معانی میں غور نہیں کرتے۔ مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ الفاظ کا عموم ان سب کو شامل ہے اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو شخص ان صفات میں سے کسی بھی ایک صفت سے متصف ہوگا اسی درجہ میں آیات کا مضمون اس کو شامل ہوگا، پھر لکھا ہے کہ جس میں یہ سب صفات موجود ہوں وہ پوری طرح آیت کی وعید کا مستحق ہوگا اور اس میں پوری طرح نفاق عملی پایا جائے گا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے ان میں اللہ کو بس ذرا سا یاد کرتا ہے۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ یہ لوگ ریاکاری کرتے ہیں بعض لوگ سستی کی وجہ سے بعض کاروباری دھندوں کی وجہ سے نماز کو بے وقت کر کے پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کے دل نماز پڑھنے کا حقیقی جذبہ ہی نہیں ہوتا، دل تو چاہتا نہیں مگر یہ بھی خیال ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اس لیے وقت نکلتے ہوئے کھڑے ہو کر جلدی سے جھوٹے دل سے ٹکریں مار لیتے ہیں۔

ریاکاری بہت بری بلا ہے سورۂ نساء میں منافقین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (بے شک منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ ان کے دھوکے کی جزا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر ذرا سا)۔

بات یہ ہے کہ جسے اللہ سے ثواب لینا ہو وہ خوب اچھی طرح دل کے ساتھ عبادت میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو زبان پر جاری کرتا ہے اور دل میں بساتا ہے اس کے لیے خلوت اور جلوت برابر ہے وہ مخلوق کو اس لائق سمجھتا ہی نہیں کہ ان کے لیے کوئی ایسا عمل کرے جو عبادات میں سے ہو، اور جسے مخلوق کو راضی کرنا ہے وہ برے دل سے تھوڑا سا عمل کرتا ہے وہ بھی لوگوں کے سامنے (تنہائی میں نہیں کر سکتا) ذرا سا عمل کیا اس کا ڈھنڈورہ پیٹ دیا، تہجد پڑھا لوٹا بجا دیا، صبح ہوئی تو لوگوں کے سامنے ترکیب سے بیان کر دیا کہ میاں آج رات کو اٹھا تو سردی کے مارے لرزہ چڑھ گیا، قرآن شریف پڑھا، لوگوں کو معتقد بنانے کے لیے، اگر چند قاری جمع ہو گئے تو مجلس منعقد کرنے والوں سے ناراض ہو گئے کہ تم نے میرے بعد دوسرے کی تلاوت کیوں رکھی، میرا جو رنگ جما تھا اسے خراب کر دیا، مقرر صاحب اسٹیج پر تشریف لائے، تقریر فرمائی نہ اپنے گلے سے اتری نہ سننے والوں کے کانوں سے آگے بڑھی، مقرر داد لینے والے اور سننے والے کانوں کو غذا دینے والے عمل کا ارادہ کسی کا نہیں ہے۔

﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾ کو مستقل آیت قرار دے کر اور ﴿يُرَآءُوْنَ﴾ کا مفعول حذف فرما کر ہر قسم ریاکاروں کی مذمت بیان فرما دی۔ بدنی عبادات کے علاوہ مالیات خرچ کرنے میں بھی ریاکاری ہوتی ہے۔ مسجد بنا دی تو شہرت کے لیے اپنے نام پر مسجد کا نام رکھنے کی ضد، کسی مدرسہ میں کوئی حجرہ بنوا دیا اس پر اپنے نام کا کتبہ لگانے کا اصرار، کوئی کتاب چھپوا کر تقسیم کر دی اس پر اپنے نام کی تشہیر، زکوٰۃ دے دی تو اس کا اشتہار، مدارس کے سفراء سے رسید لے کر اپنے ہاتھ سے اپنے القاب و آداب کے ساتھ نام لکھنا تاکہ روئیداد میں

Marfat.com

القاب کے ساتھ نام چھپے۔ یہ چیزیں دیکھنے میں آتی رہتی ہیں اور بہت سے لوگ کسی کی مالی امداد کرتے ہیں تو احسان جتاتے ہیں اور دکھ دیتے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان دھر کے اور ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتا)۔

یاد رہے کہ اللہ نے جو عبادت کی توفیق دی اس سے دل میں مسرت اور خوشی آ جانا، یہ ریاکاری نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے عمل کرنے کا نام بھی ریاکاری نہیں۔ ریاکاری یہ ہے کہ لوگوں کو معتقد بنانے کا اور شہرت اور جاہ کا ارادہ ہو بعض جاہل مسجد میں جماعت سے نماز نہیں پڑھتے شیطان نے انہیں یہ پٹی پڑھائی ہے کہ لوگوں کے سامنے عمل کروں گا تو ریاکاری ہو جائے گی حالانکہ ریاکاری دل کے اس ارادہ کا نام ہے کہ لوگ میری تعریف کریں اور میرے معتقد بنیں۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ﴾ (اگر تم صدقات کو ظاہر کر کے دو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے)۔

دیکھو صدقات ظاہر کر کے دینے کو بھی اچھی بات بتا دی، مومن بندے کے لیے لازم ہے کہ خلوت میں ہو یا جلوت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرے۔ مخلوق سے نہ جاہ کا امیدوار ہو نہ مال کا طالب۔

تیسری صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ (کہ یہ لوگ ماعون سے روکتے ہیں) ماعون کے بارے میں مفسر ابن کثیر نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں، سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز استعمال سے نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے نہ بدلتی ہے نہ خراب ہوتی ہے اس کے دینے میں کنجوسی کرنا یہ ماعون کا روکنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ماعون کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ جو لوگ آپس میں مانگنے کے طور پر دے دیتے ہیں جیسے ہتھوڑا، ہانڈی، ڈول، ترازو اور اسی طرح کی چیزیں ماعون ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا متاع البیت یعنی گھر کا استعمالی سامان ماعون ہے حضرت عکرمہ نے ماعون کی مثال دیتے ہوئے چھلنی، ڈول اور سوئی کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ بعض حضرات نے ﴿وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ کا یہ مطلب بتایا ہے کہ زکوٰۃ فرض ہوتے ہوئے بھی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر نقل کی گئی ہے۔ (ابن کثیر صفحہ ۵۵۵، ۵۵۶: ج ۴)

اگر ریاکاری کے طور پر اچھی نماز پڑھے چونکہ وہ اللہ کے لیے نہیں اس لیے خالق جل مجدہ کے حق کی ادائیگی میں وہ بھی کنجوسی ہے اس کنجوسی کو ذکر کرنے کے بعد مال کی کنجوسی ذکر کی اس میں مانگنے پر استعمالی چیز نہ دینے کا تذکرہ فرماتے ہوئے ﴿وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ فرمایا جو مانگنے پر کوئی چیز صرف استعمال کے لیے نہ دے۔ جو استعمال سے نہ گھٹے وہ بالکل کوئی چیز کسی کو کیا دے سکتا ہے جو بالکل ہاتھ سے نکل جائے۔

زکوٰۃ نہ دینا بھی کنجوسی کی ایک شق ہے ایک آدمی کے پاس مال جمع ہو گیا اس میں قواعد شرعیہ کے مطابق زکوٰۃ فرض ہو گئی۔ جو کل مال کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے وہ بھی پورا ایک سال گزرنے پر فرض ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کی تو یہ بہت بڑی کنجوسی ہے۔ کوئی شخص استعمال کی چیز ذرا بہت دیر کے لیے دینے سے منکر ہو جائے جیسے یہ کنجوسی ہے اسی طرح معمولی چیز نہ دینا بھی کنجوسی ہے کسی کو آگ دے دی ماچس کی تیلی دے دی، تلاوت کرنے کے لیے قرآن مجید دے دیا یا نماز پڑھنے کے لیے چٹائی دے دی۔ ان سب چیزوں میں ثواب بہت زیادہ مل جاتا ہے اور روک لینے سے کوئی اپنے پاس مال زیادہ جمع نہیں ہو جاتا جن لوگوں کا مزاج کنجوسی کا ہوتا ہے وہ کسی کو کچھ دینے یا ذرا سی مدد کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا چیز ہے جس کا منع کرنا حلال نہیں؟ فرمایا پانی، نمک اور آگ، عرض کیا یا رسول اللہ پانی کی بات تو سمجھ میں آ گئی نمک اور آگ میں کیا بات ہے۔ فرمایا جس نے کسی کو آگ دے دی گویا اس سارے مال کا صدقہ کر دیا جسے آگ نے پکایا اور جس نے نمک دے دیا گویا اس نے سارے مال کا صدقہ کر دیا جسے نمک نے مزیدار بنایا اور جس نے کسی مسلمان کو پانی پلایا جہاں پانی نہیں ملتا، گویا اس نے ایک جان کو زندہ کر دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۶۰ از ابن ماجہ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کے سامنے تیرا مسکرا دینا صدقہ ہے اور امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے جو شخص راستہ گم کیے ہوا سے راہ بتا دینا صدقہ ہے کمزور بینائی والے کی مدد کر دینا صدقہ ہے اور راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی ہٹا دینا صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۱۶۹)

فائدہ: لفظ حض (مضاعف) قرآن مجید میں صرف تین جگہ آیا ہے اور تینوں جگہ یتیم کو کھانا نہ کھلانے کی شکایت کے تذکرہ میں وارد ہوا ہے، دو جگہ مجرد ہے ایک جگہ سورۃ الحاقہ میں اور ایک جگہ سورۃ الماعون میں، تیسرا جو سورۃ الفجر میں ہے یہ باب تفاعل سے ہے۔

والله المستعان وعليه التكلان في كل حين وآن

Marfat.com

ایاتہا ۳ ۱۰۸ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ ۱۵ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الکوثر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی سو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

یہ سورۃ الکوثر کا ترجمہ ہے بعض حضرات نے اسے مدنی سورت بتایا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں اور تعداد آیات کے اعتبار سے یہ قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورت ہے۔ لفظ کوثر فوعل کے وزن پر ہے جس کا معنی خیر کثیر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے اسی خیر کثیر میں سے نہر کوثر بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائی۔ سورت کے سبب نزول کے بارے میں کئی روایات تفسیر کی کتابوں میں لکھی ہیں جنہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم آخری آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھیں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ (ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے نوازا، سید الانبیاء والرسل بنایا، قرآن عطا فرمایا، بہت بڑی امت آپ کے تابع بنائی۔ آپ کا دین سارے عالم اور ساری اقوام میں پھیلایا اور آخرت میں آپ کو بہت بڑی خیر سے نوازا۔ مقام محمود بھی عطا فرمایا۔ نہر کوثر بھی خیر کثیر میں ایک حصہ ہے۔ خیر کثیر اسی پر منحصر نہیں۔ احادیث شریفہ میں نہر کوثر کی بھی بہت عظیم صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں (شب معراج) میں جنت میں چل پھر رہا تھا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہر ہے اس کے دونوں جانب موتیوں کے بنائے ہوئے ایسے قبے ہیں کہ موتیوں کو اندر سے تراش کر ایک ایک موتی کا ایک ایک قبہ بنا دیا گیا ہے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ اس کے اندر کی مٹی بہت تیز خوشبودار مشک ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے حوض کا طول اور عرض اتنا زیادہ ہے کہ اس کے ایک طرف سے دوسری طرف جانے کے لیے ایک ماہ کی مدت درکار ہے اور اس کے گوشے برابر ہیں۔ (یعنی طول وعرض دونوں برابر ہیں) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ ہے اور اس کے لوٹے اس قدر ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں، جو اس میں سے پیے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۴۸۷ از بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا حوض اس قدر عریض وطویل ہے کہ اس کی دو طرفوں کے درمیان اس فاصلہ سے بھی زیادہ فاصلہ ہے جو ایلہ سے عدن تک ہے۔ سچ جانو وہ برف سے زیادہ سفید اور اس شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو دودھ میں ملا ہوا ہو، اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور میں (دوسری امتوں کو) اپنے حوض پر آنے سے ہٹاؤں گا، جیسے (دنیا میں) کوئی شخص دوسرے کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس روز آپ ہم کو پہچانتے ہوں گے؟ ارشاد فرمایا ہاں (ضرور پہچان لوں گا اس لیے کہ) تمہاری ایک علامت ہوگی جو کسی اور امت کی نہ ہوگی۔ اور وہ یہ کہ تم حوض پر میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ وضو کے اثر سے تمہارے چہرے روشن ہوں گے اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے۔ (مشکوۃ

Marfat.com

المصابیح صفحہ ۴۸۷ از مسلم)

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان کے ستاروں کی تعداد میں حوض کے اندر سونے چاندی کے لوٹے نظر آ رہے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۸۷ از مسلم)

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس حوض میں دو پرنالے گر رہے ہوں گے جو جنت (کی نہر) سے اس کے پانی میں اضافہ کر رہے ہوں گے، ایک پرنالہ سونے کا دوسرا چاندی کا ہوگا (مشکوٰۃ المصابیح) احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہر کوثر جنت میں ہے۔ میدان قیامت میں اس میں سے ایک شاخ لائی جائے گی جس میں اوپر سے پانی آتا رہے گا اور اہل ایمان اس میں سے پیتے رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا عدن اور عمان کے درمیان فاصلہ ہے (حوض کی وسعت کئی طرح ارشاد فرمائی ہے کہیں ایک ماہ کی مسافت کا فاصلہ اس کی طرفوں کے درمیان فرمایا کہیں ایلہ اور عدن کے درمیان فاصلہ سے بھی اس کی وسعت کو تشبیہ دی کہیں کچھ اور فرمایا۔ ان مثالوں کا مقصد حوض کی وسعت کو سمجھانا ہے۔ ناپی ہوئی مسافت بتانا مراد نہیں ہے۔ اہل مجلس کے لحاظ سے وہ مسافت اور فاصلہ ذکر فرمایا ہے جسے وہ سمجھ سکتے تھے۔ حاصل سب روایات کا یہ ہے کہ اس حوض کی مسافت سینکڑوں میل ہے)۔ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور مشک سے بہتر اس کی خوشبو ہے۔ اس کے پیالے آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ جو اس میں سے ایک مرتبہ پی لے گا اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہ ہو گا۔ سب سے پہلے اس پر مہاجر فقراء آئیں گے۔ کسی نے (اہل مجلس میں سے) سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ان کا حال بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں (دنیا میں) جن کے سروں کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے (بھوک اور محنت و تھکن کے باعث) بدلے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے (بادشاہوں اور حاکموں) کے دروازے نہیں کھولے جاتے تھے اور عمدہ عورتیں ان کے نکاح میں نہیں دی جاتی تھیں، اور (ان کے معاملات کی خوبی کا یہ حال تھا کہ) ان کے ذمہ جو (کسی کا) حق ہوتا تھا سب چکا دیتے تھے اور ان کا حق جو (کسی پر) ہوتا تھا تو پورا نہ لیتے تھے (بلکہ تھوڑا بہت) چھوڑ دیتے تھے۔ (الترغیب والترہیب)

یعنی دنیا میں ان کی بدحالی اور بے مائیگی کا یہ حال تھا کہ بال سدھارنے اور کپڑے صاف رکھنے کا مقدور بھی نہ تھا اور ظاہر کے سنوارنے کا ان کو ایسا خاص دھیان بھی نہ تھا نہ بناؤ سنگار کے چونچلوں میں وقت گزارتے، اور آخرت سے غفلت برتتے۔ ان کو دنیا میں افکار و مصائب ایسے درپیش رہتے تھے کہ چہروں پر ان کا اثر ظاہر تھا، اہل دنیا ان کو ایسا حقیر سمجھتے تھے کہ مجلسوں اور تقریبوں اور شاہی درباروں میں ان کو دعوت دے کر بلانا تو کیا معنی ان کے لیے ایسے مواقع میں دروازے ہی نہ کھولے جاتے تھے اور وہ عورتیں جو ناز و نعمت میں پلی تھیں ان خاصان خدا کے نکاحوں میں نہیں دی جاتی تھیں۔ مگر آخرت میں ان کا یہ اعزاز ہوگا کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے پہنچیں گے، دوسرے لوگ ان کے بعد اس مقدس حوض سے پی سکیں گے۔ (بشرطیکہ اہل ایمان ہوں اور اس میں سے پینے کے لائق ہوں)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے پہنچنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے سر کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے رہتے تھے اور جن سے عمدہ عورتوں کے نکاح نہ کیے جاتے تھے اور جن کے لیے دروازے نہیں کھولے جاتے تھے تو اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سن کر (گھبرا گئے) اور بے ساختہ فرمایا کہ میں تو ایسا نہیں ہوں، میرے نکاح میں عبدالملک کی بیٹی فاطمہ (شہزادی) ہے اور میرے لیے دروازے کھولے جاتے ہیں لامحالہ اب تو ایسا کروں گا کہ اس وقت تک سر کو نہ دھوؤں گا جب تک بال بکھر نہ جایا کریں گے اور اپنے بدن کو اس وقت تک نہ دھوؤں گا جب تک میلا نہ ہو جایا کرے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض (کوثر) پر تمہارے پلانے کا انتظام کرنے

Marfat.com

کے لیے پہلے سے پہنچا ہوا ہوں گا۔ جو میرے پاس سے گزرے گا پی لے گا اور جو اس میں سے پی لے گا کبھی اسے پیاس نہیں لگے گی پھر فرمایا بہت سے لوگ میرے پاس سے گزریں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ لگادی جائے گی۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے آدمی ہیں جواب میں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں نکال لی تھیں اس پر میں کہوں گا دور ہوں، دور ہوں، جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

دین میں پچر لگانے والوں کا اس وقت کیسا برا حال ہوگا جبکہ قیامت کے دن پیاس سے بیتاب اور عاجز و بے کس ہوں گے اور حوض کوثر کے قریب پہنچ کر دھتکار دیئے جائیں گے، اور رحمۃ اللعالمین ﷺ ان کی ایجادات کا حال سن کر ''دور دور'' فرما کر پھٹکار دیں گے۔

قرآن و حدیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسی پر چلنے میں بھلائی ہے کامیابی ہے لوگوں نے سینکڑوں بدعتیں نکال رکھی ہیں اور دین میں ادل بدل کر رکھا ہے جن سے ان کی دنیا بھی چلتی ہے اور نفس کو مزہ بھی آتا ہے اور مختلف علاقوں میں مختلف بدعتیں رواج پا گئی ہیں۔ ایسے لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے تو الٹا سمجھانے والے ہی کو برا کہتے ہیں۔ ہم سیدھی اور موٹی سی ایک بات کہے دیتے ہیں کہ جو کوئی کام کرنا ہو آنحضرت ﷺ نے جیسے فرمایا اسی طرح کریں اور جس طرح آپ نے کیا اسی طرح عمل کریں اور اپنے پاس سے کوئی عمل تجویز نہ کریں۔

دنیا دار پیر فقیر یا علم کے جھوٹے دعویدار اگر کہیں کہ فلاں کام میں ثواب ہے اور اچھا ہے تو ان سے ثبوت مانگو اور پوچھو کہ بتاؤ آنحضرت ﷺ نے کیا ہے یا نہیں؟ اور حدیث شریف کی کس کتاب میں لکھا ہے، آنحضرت ﷺ کو ایسا کرنا پسند تھا؟

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (سو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے) جب آپ کے رب نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما دی تو عبادت کی طرف زیادہ توجہ کیجئے، نمازیں پڑھتے رہا کریں، فرائض بھی اور نوافل بھی اور جانوروں کی قربانی کرتے رہیں ان کے ذبح کے وقت اپنے رب کا نام لیں۔

پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو کوثر یعنی دنیا و آخرت میں خیر کثیر عطاء فرمانے کی خوش خبری دی اب اس آیت میں اس کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا اور دو کاموں میں مشغول ہونے کی خاص تلقین فرمائی۔ ایک نماز، دوسری قربانی، نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے اور قربانی مالی عبادتوں میں سے ہے اور اس بنا پر خاص امتیاز اور اہمیت رکھتی ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا بت پرستی کے خلاف ایک جہاد ہے مشرکین بتوں کے نام سے قربانی کرتے تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے نبی ﷺ اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کو حکم دیا کہ اللہ کے نام سے قربانی کیا کریں۔

لفظ نحر عربی زبان میں اونٹوں کو ذبح کرنے کے لیے استعمال ہوتا تھا، اہل عرب کے نزدیک اونٹ بڑا قیمتی مال سمجھا جاتا تھا اس آیت میں اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ گائے اور بکری کی قربانی بھی مشروع ہے جو احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔ ایام حج میں منیٰ میں اور پورے عالم میں ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخوں میں اللہ کی رضا کے لیے قربانیاں کی جاتی ہیں۔ چونکہ لفظ لربک بھی ساتھ ہی لایا گیا ہے اس لیے مطلق ذبح کرنا مراد نہیں ہے قربانی وہی ہے جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔

بعض لوگوں نے وانحر کا ترجمہ کیا ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنے چاہئیں اور اسے حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا ہے یہ صحیح نہیں۔ (ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ صفحہ ۵۵۸، ج ۴)

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ (بے شک آپ سے بغض رکھنے والا ہی ابتر ہے)۔

تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عاص بن وائل (جو کہ معظمہ میں رسول اللہ ﷺ کا ایک دشمن تھا) جب رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتا تھا تو کہتا تھا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑو ان کی آل و اولاد تو ہے نہیں موت کے بعد ان کا ذکر و فکر ختم ہو جائے گا اس پر سورۃ الکوثر نازل ہوئی اس میں بتا دیا کہ آپ کا ذکر اللہ تعالیٰ بہت بڑھائے گا، جو شخص آپ سے دشمنی کرنے والا ہے وہی بے نام و نشان رہ جائے گا۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کعب بن اشرف (جو مدینہ منورہ کے رہنے والے یہودیوں میں ایک مالدار شخص تھا) ایک مرتبہ مکہ معظمہ پہنچا اس سے قریش مکہ نے کہا کہ تو سردار آدمی ہے تو اس نوعمر لڑکے کو دیکھ، بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے ہم لوگ حجاج کی خدمت کرتے ہیں انہیں پانی پلاتے ہیں کعبہ شریف کے متولی ہیں (کیا ہم اس سے بہتر نہیں ہیں؟) اس پر کعب بن اشرف نے کہا کہ تم لوگ اس سے بہتر ہو، اس پر آیت کریمہ ﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ نازل ہوئی۔ (رواہ البزار قال ابن کثیر ہو اسناد صحیح)

اور حضرت ابن عباس سے یوں مروی ہے کہ یہ سورت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی، جب رسول اللہ ﷺ کے ایک صاحبزادہ کی وفات ہوگئی تو ابولہب مشرکین کے پاس گیا اور کہا کہ ان کی نسل ختم ہوگئی۔ اب ان کا ذکر وفکر کچھ نہیں ہوگا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، آپ کے دشمنوں نے یہ خیال کیا کہ آل اولاد ہی سے انسان کا ذکر اور چرچا باقی رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نرینہ اولاد میں سے کوئی باقی نہیں لہٰذا ان کا ذکر تھوڑے ہی سے دن ہے یہ ان لوگوں کی جہالت اور حماقت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کا ذکر خوب بلند کیا، آسمانوں میں بھی بلایا، فرشتوں میں متعارف کرایا، پوری دنیا میں آپ پر ایمان لانے والے پیدا فرمائے۔ سلام بھیجنا مشروع فرمایا، آپ پر کتاب نازل فرمائی، کروڑوں افراد کو پورے عالم میں آپ کی امت اجابت میں شامل فرمایا، ہر وقت لاکھوں کی تعداد میں آپ پر امت کا صلاۃ وسلام پہنچتا ہے اور دشمنان اسلام بھی آپ کا ذکر خیر کرتے ہیں۔

حضرت سرور عالم ﷺ کی نسل (جو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے) لاکھوں کی تعداد میں گزر چکی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں اب بھی موجود ہے اور آپ پر ایمان لانے والے کروڑوں گزر چکے ہیں اور کروڑوں موجود ہیں، جن لوگوں نے آپ سے دشمنی رکھی اور یوں کہا کہ ان کا ذکر فکر کچھ نہ رہے گا خود یہ دشمن بے نام ونشان ہوگئے آج ان کا نام لیوا کوئی نہیں ہے۔ دنیا سے خود بھی گئے نسل بھی ختم ہوگئی۔ فلعنه الله علی من عادی انبیاء الله تعالیٰ۔

لفظ شانئ صیغہ اسم فاعل ہے اس کا مصدر شنئان ہے سورۃ مائدہ میں فرمایا ہے ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ اور لفظ ابتر اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس کا مادہ بتر ہے جو کاٹنے کے معنی میں آتا ہے یہاں مبتور کے معنی میں ہے جس کا ذکر منقطع ہوگیا ہو آگے پیچھے کوئی نہ رہا ہو ایسے شخص کو ابتر کہتے ہیں اردو والے اس کو بدتر کے معنی میں لیتے ہیں یہ ان کی وضع ہے عربی میں ابتر کا یہ معنی نہیں ہے۔

سقانا الله من حوض نبيه المجتبیٰ ورسوله المصطفیٰ ﷺ دائما ابدا

○○○

Marfat.com

آیاتہا ۶ ۱۰۹ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۸ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الکافرون مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبودوں کی پرستش کرتے ہو، اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے، تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔

یہ سورۂ کافرون کا پورا ترجمہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل مکہ مشرک تھے کعبہ معظمہ تک کے اندر بت رکھ چھوڑے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایمان کی دعوت دی اور شرک چھوڑنے کی تبلیغ کی تو ان کو یہ بات بہت کھلی، پہلے تو آپ سے محبت رکھتے تھے اور آپ کو صادق الامین کہتے تھے۔ جب آپ نے بت پرستی چھوڑنے کا حکم فرمایا تو سخت ترین دشمن ہو گئے اور طرح طرح کی باتیں بنانے لگے، ایک دن ایسا ہوا کہ ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل اور اسود بن المطلب اور اُمیہ بن خلف آپس میں مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد آؤ ہم اور تم ساجھا کر لیں اور آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں اس طرح سے ہمارا اور آپ کا دین مشترک ہو جائے گا، آپ کو بھی ہمارے دین میں سے کچھ حصہ مل جائے گا۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ قریش مکہ میں جو بہت سرکش لوگ تھے انہوں نے کہا اے محمد آؤ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ کے سوا کسی کی عبادت کروں، کہنے لگے کہ آپ اتنا کیجئے ہمارے بعض معبودوں کو بوسہ دے دیجئے ہم آپ کی تصدیق کر لیں گے اور ہم آپ کے معبود کی عبادت کرنے لگیں گے۔ اس پر سورۃ الکافرون نازل ہوئی۔ آپ مسجد الحرام تشریف لے گئے وہاں قریش کی ایک جماعت موجود تھی۔ وہیں کھڑے ہو کر آپ نے برملا بلا خوف وخطر یہ سورت ان لوگوں کو سنا دی اسے سن کر یہ لوگ آپ کی طرف سے بالکل نا امید ہو گئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا یہ کبھی ذرا بھی نہیں جھک سکتے اور ہمارا دین قبول نہیں کر سکتے۔ (ذکرہ صاحب الروح)

دوسری اور تیسری آیت بظاہر چوتھی پانچویں کے ہم معنی ہے اس لیے بعض حضرات نے بعد والی دونوں آیتوں کو پہلی دو آیتوں کی تاکید قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ ان چاروں میں پہلی آیت چونکہ جملہ فعلیہ ہے جو وقت موجودہ میں کسی کام کے کرنے پر دلالت کرتا ہے اس لیے وہ اور اس کے بعد والا جملہ یہ بتا رہا ہے کہ وقت موجودہ میں نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرتے ہو، اور اس کے بعد جو ﴿وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ﴾ فرمایا ہے یہ جملہ اسمیہ ہے اس کی دلالت کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں لہٰذا یہ آئندہ زمانہ پر محمول ہے اور مطلب یہ ہے کہ آئندہ بھی کبھی میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں اور تم بھی آئندہ میرے معبود کی عبادت کرنے والے نہیں ہو۔

Marfat.com

یہاں جو یہ اشکال ہوتا ہے کہ ﴿وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ﴾ دو جگہ ہے۔ دونوں جگہ ایک ہی معنی ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ لفظی اعتبار سے تو یہی سمجھ میں آتا ہے لیکن چونکہ پہلی جگہ صیغہ مضارع کے ساتھ منسلک ہے اسی لیے اسی کے ہم معنی لیا گیا اور چونکہ تاسیس اولیٰ ہے تاکید سے اس لیے پہلی تصریح کو حال پر اور دوسری تصریح کو استقبال پر محمول کیا گیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم باسرار کتابہ)

یہاں یہ جو اشکال پیدا ہوتا ہے اس زمانے کے کافروں میں سے بہت لوگ مسلمان ہو گئے تھے پھر یہ کیسے فرمایا کہ تم لوگ آئندہ بھی میرے معبود کی عبادت کرنے والے نہیں ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص موحد ہوتے ہوئے مشرک نہیں ہو سکتا اور مشرک ہوتے ہوئے موحد نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا خطاب کافروں سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب تک تم مشرک ہو میرے معبود کی عبادت نہیں کر سکتے جو اس کے ہاں مقبول ہے۔

آخر سورۃ میں ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ فرمایا اس کے بارے میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ پہلی بات کی تاکید ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارا دین شرک ہے جس پر تم جمے ہوئے ہو اور میرا دین توحید ہے جس پر میں پختگی سے جما ہوا ہوں نہ تم میرا دین قبول کرنے والے ہو نہ میں تمہارے دین پر آنے والا ہوں، اور بعض مفسرین نے یہ مطلب بتایا ہے کہ تم میرا دین قبول نہیں کرتے تو تم جانو میں دعوت حق دے چکا، نجات کا راستہ بتا چکا، تم دعوت حق کو قبول نہیں کرتے تو میرا پیچھا چھوڑو، مجھے تو شرک کی دعوت نہ دو، اور تیسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے عقیدہ اور عمل کی جزا ملے گی تمہیں تمہارے شرک و کفر کا بدلہ ملے گا اور مجھے توحید پر رہنے اور جمنے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا بدلہ ملے گا۔ تم تو حق قبول نہیں کرتے اور مجھے باطل کی دعوت دے کر باطل کی جزا میں مبتلا کرنا چاہتے ہو میں اپنے رب کی طرف سے ملنے والی جزائے خیر کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔

بعض حضرات نے سورۃ الکافرون کا یہ مطلب لے کر کہ کافروں سے صلح نہیں کی جا سکتی یوں کہا ہے کہ یہ مضمون سورۃ منسوخ ہے کیونکہ شریعۃ مطہرہ میں بعض مواقع میں کفار و مشرکین سے صلح کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود مدینہ سے صلح کر لی تھی، بات یہ ہے کہ سورۃ الکافرون میں اس خاص قسم کی صلح سے برأت ظاہر فرمائی ہے جس میں مسلمانوں کو کفر اختیار کرنا پڑے یا اصول اسلام کے خلاف کسی شرط کو قبول کر لیا جائے یا کسی ایسے عمل کو اختیار کرنا لازم آئے جو اصول اسلام کے خلاف ہو۔ عمومی احوال میں جو شریعت کے مطابق مصالحت کرنے کی اجازت ہے سورۃ الکافرون کی آیات کریمہ میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا لہٰذا منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں۔

تنبیہ: بعض ایسے فرقے جو اسلام کے مدعی ہیں لیکن اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں جب انہیں کوئی شخص حق کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ خود ساختہ دین کو چھوڑو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ عقائد اور اعمال کو قبول کرو تو ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ سنا کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو پورے قرآن مجید میں بس یہی ایک آیت ملی ہے وہ بھی حق سے دور بھاگنے کے لیے یاد کر رکھی ہے۔ آیت کریمہ کا یہ مطلب نہیں کہ ایمان و کفر سے کوئی بحث نہیں اور جو شخص جو بھی دین اختیار کر لے کفر ہو یا ایمان اسے اس کی اجازت ہے۔ (العیاذ باللہ)

شروع سورت میں کافروں کو کافر کہہ کر خطاب فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اعلان کروایا ہے کہ تمہارا دین الگ ہے اور میرا دین الگ ہے پھر بھلا اس دین کے اختیار کرنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے جو قرآن کی تصریحات کے اور رسول اللہ ﷺ کی ارشادات کے خلاف ہو، گمراہ فرقوں کے قائدوں نے (جنہیں یہ لوگ امام کہتے ہیں) انہیں یہ آیت بتا دی ہے یہ ان کی گمراہی کی بات ہے۔

فائدہ: احادیث شریفہ میں سورۃ الکافرون کے پڑھنے کی فضیلت اور اس کی تلاوت کے مواقع جگہ جگہ مذکور ہیں۔ سورۃ الزلزال کی تفسیر میں حدیث گزر چکی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ اذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۃ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی دو سنتوں میں ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾

Marfat.com

پڑھی۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز میں ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے تھے۔ (رواہ ابن ماجہ) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نہیں شمار کرسکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مغرب کے بعد والی دو رکعتوں میں اور فجر سے پہلے دو رکعتوں میں ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔ (الاحادیث من المشکوٰۃ صفحہ ۸۰)

حضرت فروہ بن نوفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جسے میں اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا کہ سورت ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھ لیا کرو کیونکہ اس میں شرک سے بیزاری ہے۔ (رواہ الترمذی ابوداؤد، الدارمی)

بعض روایات میں ہے کہ اس کو پڑھ کر سو جاؤ (سوتے وقت جو آخری چیز تمہاری زبان سے نکلے وہ سورۃ الکافرون ہونی چاہیے)۔ (رواہ ابوداؤد)

نسال اللہ تعالٰی الدوام علی الایمان
وھو المستعان وعلیہ التکلان

○○○

Marfat.com

ایاتہا ۳ ۱۱۰ سُوْرَۃُ النَّصْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۴ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سورۂ نصر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں تین آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ③

جب آجائے اللہ کی مدد اور فتح اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے جس کے ساتھ حمد بھی ہو اور اس سے مغفرت طلب کیجیے بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اوپر سورۂ نصر کا ترجمہ کیا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ فوج در فوج، جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کرنے میں مشغول ہو جائیں اور تسبیح کے ساتھ اللہ کی حمد بھی بیان کریں مثلاً یوں کہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کریں اور آخر میں یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ تو ہمیشہ ہی تسبیح و تحمید و استغفار میں لگے رہتے تھے اس سورت میں جو ان چیزوں میں مشغول رہنے کے لیے خطاب فرمایا ہے اس خطاب کی وجہ سے آپ نے اور زیادہ تسبیح و تحمید اور استغفار کی کثرت شروع فرما دی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ آپ اپنی آخر عمر میں سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ (ذکرہ ابن کثیر وعزاہ الی الامام احمد)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرتے تھے میں نے جو اس بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، پھر آپ نے ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ﴾ کو آخر تک تلاوت فرمایا۔ (ذکرہ ابن کثیر ایضاً وعزاہ الی ابن جریر)

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں الفتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے دو سال پہلے یہ سورت نازل ہوئی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی ہے کہ میری موت قریب ہے یہ سن کر وہ رونے لگیں پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ میرے گھر والوں میں سے تم مجھے سب سے پہلے آکر ملو گی یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ (ابن کثیر عن البیہقی صفحہ ۵۶۱ ج ۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مشائخ بدر کی مجلس میں بٹھایا کرتے تھے۔ بعض حضرات کو ناگوار ہوا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلس میں کیوں بٹھاتے ہیں (حالانکہ نوعمر ہیں) اور ان جیسے ہمارے لڑکے بھی ہیں انہیں ہمارے ساتھ مجلس میں کیوں نہیں بٹھاتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ایک دن ان حضرات کی موجودگی میں حضرت ابن عباسؓ کو بلایا اور ان حضرات سے پوچھا کہ بتاؤ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ﴾ میں کیا بات بتائی گئی ہے ان میں سے بعض نے تو خاموشی اختیار کی اور بعض نے جواب دیا کہ اس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور ممالک فتح ہو جائیں تو اللہ کی حمد کریں اور استغفار میں مشغول رہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کیا بات اسی طرح ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا نہیں۔ فرمایا تو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ اس میں رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی اس سورت کا مطلب یہی سمجھتا ہوں۔ (تفرد بہ البخاری)

چونکہ اس سورت میں آپ کی وفات کی خبر دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ آپ دنیا سے جلدی تشریف لے جانے والے ہیں اور تسبیح اور تحمید اور استغفار میں مشغول ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے آخر عمر میں آپ تینوں چیزوں کی مشغولیت کے ساتھ دیگر امور متعلقہ آخرت میں بھی پہلے کی بنسبت اور زیادہ کوشش فرماتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ پوری سورت الفتح پڑھی اور آخر میں کہا فاخذ باشد ما کان قط اجتھاداً فی امر الاخرۃ (ابن کثیر عن الطبرانی)۔

رسول اللہ ﷺ کسی وقت بھی اعمال آخرت سے غافل نہیں رہتے تھے اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے اور سورۃ النصر نازل ہونے کے بعد اس طرف اور زیادہ متوجہ ہو گئے، جو دعوت کا کام آپ کے ذمہ تھا یعنی لوگوں کو دین اسلام اور احکام اسلام پہنچانا یہ بھی بہت بڑا کام ہے اور بہت بڑی عبادت ہے لیکن اس کے انجام دینے میں مخلوق کی طرف بھی توجہ دینی پڑتی ہے لہٰذا آپ کو حکم دیا گیا کہ خصوصیت کے ساتھ ایسی عبادت کا بھی اہتمام کریں جس میں بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو اسی کو ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ میں ارشاد فرمایا ہے اور اس سورت میں فرمایا کہ اب جب کہ اس دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے تو اور زیادہ تسبیح و تحمید اور استغفار میں لگے رہیں آپ نے اس پر عمل فرمایا اور آیت کریمہ کے نازل ہونے کے دو سال بعد آپ کی وفات ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے دعوت تبلیغ کے کام میں بہت محنت کی، بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں مکہ والوں میں سے چند ہی آدمیوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کو ہجرت پر مجبور کیا، پورے جزیرۂ عرب میں آپ کی بعثت کی خبر پھیل گئی تھی اور آپ کی دعوتِ حق کا علم ہو گیا تھا لیکن ایمان نہیں لاتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ ابھی انتظار کرو، دیکھتے رہو ان کا اپنی قوم کے ساتھ کیا انجام ہوتا ہے جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تب بھی قریش مکہ ایمان نہ لائے اور بدر اور احد میں جنگ کرنے کے لیے چڑھ آئے اور غزوۂ احزاب میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، پھر جب رمضان المبارک ۸ ہجری میں مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو مکہ والے بھی مسلمان ہو گئے اور عرب کے دوسرے قبائل نے بھی اسلام قبول کر لیا، یہ لوگ جوق در جوق فوج در فوج مدینہ منورہ میں آتے تھے اور اسلام قبول کر کے واپس جاتے تھے اسی کی ﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ میں پیشگی خبر دے دی تھی۔

حضرات مشائخ نے فرمایا کہ جو حضرات کسی بھی طرح سے دین کی خدمت کرتے ہیں جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور موت قریب معلوم ہونے لگے تو حسب ہدایت قرآنیہ ذکر و تلاوت اور عبادت میں خوب زیادہ مشغول ہو جائیں۔

فضیلت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے دریافت فرمایا کیا تم نے نکاح نہیں کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، کیسے نکاح کروں؟ فرمایا کیا سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ نہیں، عرض کیا، ہاں ہے، فرمایا وہ تہائی قرآن ہے، پھر فرمایا کہ کیا تیرے پاس ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ نہیں ہے، عرض کیا ہاں وہ میرے پاس ہے۔ فرمایا وہ چوتھائی قرآن ہے۔ پھر فرمایا کیا تیرے پاس سورۂ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ﴾ نہیں ہے۔ عرض کیا ہاں ہے، فرمایا وہ نصف قرآن ہے۔ تم نکاح کر لو۔ ان سورتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارا نکاح کر دے گا۔ (ذکرہ ابن کثیر فی تفسیر سورۃ زلزال وعزاہ الی سنن الترمذی)

○○○

Marfat.com

ایاتھا ۵ ۱۱۱ سُورَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ ٦ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سورۂ لہب مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ① مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ ② سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ ③

وَّ امۡرَاَتُہٗ ؕ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ ④ فِیۡ جِیۡدِہَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ⑤

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے والد کے دس بھائی تھے جو عبدالمطلب کے بیٹے تھے ان میں ایک شخص ابولہب بھی تھا اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا تو قریش مکہ میں سے جن لوگوں نے بہت زیادہ آپ کی دشمنی پر کمر باندھی ان میں ابولہب بھی تھا۔ یہ بہت زیادہ مخالفت کرتا تھا اور اس کی بیوی بھی آپ کی مخالفت میں بہت آگے بڑھی ہوئی تھی، جب سورۃ الشعراء کی آیت کریمہ ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ صفا پہاڑ پر تشریف لے گئے اور قریش کے قبیلوں کو نام لے لے کر پکارتے رہے اے بنی عدی ادھر آؤ اور اے بنی فہر ادھر آؤ، آپ کے بلانے پر قریش جمع ہو گئے اور انہوں نے اتنا اہتمام کیا کہ جو شخص خود نہیں آ سکتا تھا اس نے اپنی جگہ کسی دوسرے شخص کو بھیج دیا جو وہاں حاضر ہو کر بات سن لے، حاضر ہونے والوں میں ابولہب بھی تھا آپ نے فرمایا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ یہاں قریب ہی وادی میں گھوڑ سوار دشمن ٹھہرے ہوئے ہیں جو تم پر غارت گری والے حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا کہ ہاں ہم تصدیق کریں گے ہم نے آپ کے بارے میں یہی تجربہ کیا ہے کہ آپ ہمیشہ سچ ہی بولتے ہیں۔ آپ نے نام لے لے کر سب کو موت کے بعد کے لیے فکر مند ہونے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اپنی جانوں کو خرید لو یعنی ایسے اعمال اختیار کرو جن کی وجہ سے دوزخ کے عذاب سے بچ جاؤ، میں تمہیں اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے بارے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا، اے بنی عبد مناف میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکتا۔ اے عباس عبدالمطلب کے بیٹے میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکتا۔ اے صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکتا اور آپ نے تمام حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے یوں بھی فرمایا ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (میں تمہیں پہلے سے عذاب شدید سے ڈرا رہا ہوں اگر تم نے میری بات نہ مانی تو سخت عذاب میں مبتلا ہو گے)۔ یہ سن کر ابولہب بول پڑا اور اس نے کہا تبالک ساعر الیوم الھذا جمعتنا (ہمیشہ کے لیے تیرے لیے ہلاکت کیا تو نے اس بات کے لیے ہمیں جمع کیا ہے) اس پر ﴿تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ﴾ نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۰۲: ج ۲)

صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اس میں یہ لفظ ہے کہ فعم وخص کہ آپ نے عمومی خطاب بھی فرمایا اور الگ الگ نام لے کر بھی بات کی، بنی کعب بن لوی اور بنی مرہ بن کعب بن عبد شمس اور بنی عبد مناف اور بنی ہاشم سے فرمایا کہ اپنی جانوں کو دوزخ سے بچا لو، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، اس پر ابولہب بول پڑا اس نے وہی بات کہی جو اوپر مذکور ہے اور تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّتَبَّ نازل ہوئی۔ (مسلم صفحہ ۱۱۴: ج ۱)

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس کا چہرہ سرخ تھا اس لیے ابولہب کے لقب سے معروف تھا (لہب آگ کی لپٹ کو کہتے ہیں) خوبصورتی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی اس کا یہ لقب مشہور تھا جب اس نے آپ کے خطاب

Marfat.com

کے جواب میں گستاخی والے الفاظ زبان سے نکالے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دنیا و آخرت والی رسوائی اور تکلیف اور عذاب کی خبر دی تو لہب یعنی آگ کی لپٹ کی مناسبت سے (جس میں اس کے جلنے کی پیشگی خبر دی ہے) لفظ ابولہب استعمال فرمایا جو آگ میں جلنے پر دلالت کرتا ہے پرانا لفظ جو اس کے لیے خوشی کا لقب تھا اب اس کی مذمت اور قباحت اور دنیا و آخرت کی رسوائی اور عذاب شدید میں مبتلا ہونے کی خبر پر دلالت کرنے والا بن گیا۔

تَبَّ ماضی مذکر غائب کا صیغہ ہے اس کا فاعل ضمیر ہے جو ابولہب کی طرف راجع ہے اور تبت واحد مونث غائب کا صیغہ ہے اور ﴿یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ﴾ اس کا فاعل ہے (اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ گر گیا) یہ لفظ تباب سے ماخوذ ہے تباب ہلاکت کو کہا جاتا ہے کما فی سورۃ المومن ﴿وما کید فرعون الا فی تباب﴾ یہ جو فرمایا کہ ابولہب کے ہاتھ ہلاک ہوں اور وہ خود بھی ہلاک ہو اس میں ہاتھوں کا ذکر کیوں لایا گیا؟ اس کے بارے میں علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنے ہاتھوں سے پتھر پھینکا تھا جس سے آپ کی پاؤں مبارک کی ایڑی خون آلودہ ہوگئی تھی لہٰذا اس کے ہاتھوں کی ہلاکت کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا۔

ترجمہ میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں، یہ اردو کے محاورے میں ہے اردو میں کہا جاتا ہے کہ فلاں کے ہاتھ ٹوٹیں یعنی پوری طرح ہلاک اور برباد ہو۔

ابولہب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو پیشگی خبر دی کہ وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ جلنے والی آگ میں داخل ہوگا ان میں پہلی بات کا مظاہرہ دنیا ہی میں ہوگیا اور وہ اس طرح سے کہ اس کے جسم میں بہت خطرناک قسم کی چیچک نکل آئی جس کی وجہ سے لوگ اس سے گھن کرنے لگے اور اپنے عقیدہ کی وجہ سے اس کے پاس جانے سے ڈرنے لگے کہ کہیں یہ مرض ہمیں نہ لگ جائے لہٰذا اپنے اور پرائے اس سے دور ہو گئے، ایک گھر میں علیحدہ ڈال دیا گیا اور وہ بے بسی اور بے کسی کی حالت میں مر گیا تین روز تک اس کی نعش یوں ہی پڑی رہی جب سڑنے لگی تو لوگوں نے اس کے بیٹوں کو عار دلائی کہ دیکھو تمہارا باپ کس حال میں پڑا ہے اس پر انہوں نے ایک شخص کی مدد سے ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور اس کے بعد اس کو برابر پتھر مارتے رہے یہاں تک کہ وہ ان میں دب گیا۔ (البدایہ صفحہ ۳۰۹: ج ۳) اور الروض الانف میں ہے کہ اس کو ایک لکڑی کے گڑھے میں ڈال دیا پھر اس پر پتھر برسا دیئے گئے۔ مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ ہے اس کے بارے میں مشہور ہے کہ ابولہب کو اسی پر ڈال دیا گیا تھا اور یہ پہاڑ جبل ابولہب کے نام سے معروف ہے۔

﴿مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾ (ابولہب کو اس کے مال نے اور جو کچھ اس نے کمایا اس نے کچھ فائدہ نہ دیا)۔ ابولہب کثیر المال تھا تجارت کے منافع سے مالا مال تھا اور اولاد بھی اس کی خاصی تعداد میں تھی۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے ﴿مَا كَسَبَ﴾ سے اولاد مراد ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ ان اولادکم من کسبکم یعنی انسان کی اولاد اس کے کسب میں سے ہے (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۹۲)۔ لہٰذا آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ ابولہب کو اس کے مال نے اور اس کی اولاد نے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا دنیا میں بھی بدحالی کے ساتھ مرا اور آخرت میں تو دوزخ میں جانا ہی ہے۔

معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش کو ایمان کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ اپنی جانوں کو دوزخ سے چھڑا لو۔ اس پر ابولہب نے کہا کہ اگر وہ بات صحیح ہے جو میرا بھتیجا بتا رہا ہے (کہ ایمان نہ لائے تو عذاب میں مبتلا ہوں گے) تو میں اپنی جان کے بدلہ میں اپنا مال اور اولاد دے کر چھوٹ جاؤں گا اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے آیت کریمہ ﴿مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾ نازل فرمائی۔

﴿سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ (عنقریب یعنی قیامت کے دن لپٹ مارنے والی آگ میں داخل ہوگا)۔

وامراتہ (اور اس کی بیوی بھی) اس کی بیوی کا نام اروی اور کنیت ام جمیل تھی جو ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اپنے شوہر کی طرح یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی بہت سخت دشمن تھی میاں بیوی دونوں کو لپٹیں مارنے والی آگ میں داخل ہونے کی خبر دنیا ہی میں دے دی گئی۔ یوں تو سبھی کافر دوزخ میں داخل ہوں گے لیکن ان دونوں کا خصوصی نام لے کر نار کی خبر دے دی جو مزید مذمت اور قباحت کا باعث بن

Marfat.com

گئی۔ رہتی دنیا تک یہ سورت پڑھی جاتی رہے گی اور قارئین کی زبان سے نکلتا رہے گا کہ یہ دونوں دوزخ میں داخل ہوں گے۔

﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ (بالنصب فی قراۃ عاصم) اس کا عامل محذوف ہے جو اَذُمُّ ہے یعنی اس کی مذمت بیان کرتا ہوں، وہ لکڑیاں اٹھائی پھرتی تھی، اس کی دوسری مذموم حرکتیں تو تھیں ہی ان میں سے یہ حرکت بھی تھی کہ کانٹے دار لکڑیاں جمع کر کے اٹھائے پھرتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے راستے میں ڈال دیتی تھی آپ تو اس پر آسانی سے گزر جاتے تھے لیکن اس عورت کی شقاوت اور بدبختی کا مظاہرہ ہوتا رہتا تھا، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ میں اس کی کنجوسی بیان کی گئی ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کو تنگ دستی کا طعنہ دیا اس کے مقابلہ میں اس عورت کی کنجوسی ظاہر کی گئی کہ پیسے والی ہوتے ہوئے اپنی کمر پر لکڑی کی گٹھڑیاں اٹھا کر لاتی ہے۔ حضرت مجاہد تابعی نے حمالۃ الحطب کا یہ مطلب بتایا ہے کہ وہ چغلی کھاتی تھی چغلی کھانے والا چونکہ لوگوں کے درمیان آگ جلاتا ہے اس لیے چغلی کھانے کو ہیزم کش لکڑیاں جلانے والا کہا جاتا ہے اس کی تفسیر میں چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے گناہوں کا بوجھ لاد کر لے جانا مراد ہے۔ اور پانچویں تفسیر یوں کی گئی ہے کہ وہ جس طرح دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں اپنے شوہر کی مدد کرتی تھی اسی طرح دوزخ میں وہ اپنے شوہر پر لکڑیاں ڈالتی رہے گی تا کہ اس کو اور زیادہ عذاب ہو۔ (ذکرہ ابن کثیر)

﴿فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ (اس کی گردن میں رسی ہے کھجور کی چھال کی) بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ پہلی بات سے متعلق ہے یعنی لکڑیاں لانے اور اٹھانے کے لیے اپنے گلے میں رسی باندھ لیتی تھی (یہ بات دل کو نہیں لگتی کیونکہ گٹھری اٹھانے کے لیے گلے میں رسی نہیں ڈالی جاتی)۔ حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا ہے کہ اس کے گلے میں ایک قیمتی ہار تھا وہ کہتی تھی کہ میں اس ہار کی قیمت کو محمد ﷺ کی دشمنی میں خرچ کر دوں گی اس کے عوض دوزخ کی ایک رسی اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی جو آگ کی رسی ہوگی جس طرح کھجور کی چھال سے رسی بناتے ہیں اسی طرح وہ رسی آگ سے بنائی ہوئی ہوگی۔

لفظ مَسَد کا ایک ترجمہ وہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے یعنی کھجور کی چھال اور بعض حضرات نے اس کو بٹنے کے معنی میں لیا ہے یعنی اس کی گردن میں رسی ہوگی جو خوب بٹی ہوئی ہوگی۔ بیان القرآن میں اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں اور سب سے چھوٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان دونوں کے درمیان حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ چونکہ حضرت رسول اکرم ﷺ کو نبوت سے سرفراز ہونے سے پہلے ہی تینوں بڑی لڑکیوں کی شادی کی ضرورت کا احساس ہو گیا تھا اس لیے آپ نے حضرت زینب کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے اور حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ کا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا تھا، ابھی صرف نکاح ہی ہوا تھا رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ سورۂ ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ نازل ہوئی لہٰذا ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم دونوں محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دو ورنہ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں، اس پر وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک نے تو صرف طلاق دے دی اور دوسرے نے گستاخی کے الفاظ بھی زبان سے نکال دیئے، آپ نے اس کو بددعا دے دی اللهم سلط علیه کلبا من کلابك (کہ اے اللہ اس پر اپنے پھاڑنے والے جانوروں میں سے ایک جانور مسلط فرما دے)۔

اس وقت آپ کے چچا ابو طالب بھی موجود تھے وہ خود مسلمان نہ ہونے کے باوجود یہ بددعا سن کر سہم گئے اور اس لڑکے سے کہا کہ اس بددعا سے تجھے خلاصی نہیں ہو سکتی، ابولہب کو آنحضرت ﷺ سے بڑی دشمنی تھی مگر وہ بھی یہ سمجھتا تھا کہ میرے لڑکے کو آپ کی بددعا ضرور لگ کر رہے گی جب ایک مرتبہ شام کے سفر کے لیے مکہ والوں کا قافلہ روانہ ہوا تو ابولہب نے اپنے اس لڑکے کو بھی ساتھ لے لیا، ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ مجھے محمد ﷺ کی بددعا کی فکر ہے۔ سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ چلتے چلتے ایک منزل پر پہنچے، وہاں درندے بہت تھے۔ لہٰذا حفاظتی تدبیر کے طور پر یہ انتظام کیا کہ تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کر کے ایک ٹیلہ سا بنا دیا اور پھر اس کے اوپر اس لڑکے کو سلا دیا اور باقی تمام آدمی اس کے چاروں طرف سو گئے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو کون بدل سکتا ہے؟ تدبیر ناکام ہوئی اور رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے اور سب کو چھوڑتا چلا گیا۔ پھر اس زور سے زقند لگائی کہ سامان کے ٹیلہ پر جہاں وہ لڑکا سو رہا تھا وہیں پہنچ گیا اور پہنچتے ہی اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس نے ایک آواز بھی دی مگر ساتھ ہی ختم ہو چکا تھا نہ کوئی مدد کر سکا نہ مدد کا فائدہ ہو سکتا تھا۔

ولم تکن له فئة ینصرونه من دون الله وما کان منتصرا

جمع الفوائد میں اس (شیر والے واقعہ) کو عتیبہ کے متعلق لکھا ہے اور اسی کو حضرت ام کلثومؓ کا شوہر بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شام کو جاتے ہوئے جب اس قافلہ نے مقام زرقاء میں منزل کی تو ایک شیر آکر ان کے گرد پھرنے لگا، اس کو دیکھ کر عتیبہ نے کہا کہ ہائے ہائے یہ تو مجھے کھائے بغیر نہ چھوڑے گا جیسا کہ محمد ﷺ نے بد دعا دی تھی "محمد ﷺ نے بیٹھے بیٹھے مجھے یہاں قتل کر دیا" اس کے بعد وہ شیر چلا گیا اور جب مسافر سو گئے تو دوبارہ آکر اس کو قتل کر دیا۔

دلائل النبوت میں بھی اس واقعہ کو درج کیا ہے مگر مقتول کا نام عتبہ بتایا ہے۔ سلسلہ بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ قافلہ شام میں داخل ہو گیا تو ایک شیر زور سے بولا۔ اس کی آواز سن کر اس کے لڑکے کا جسم تھرتھرانے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ تو کیوں کانپتا ہے جو ہمارا حال وہی تیرا حال۔ اس قدر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ محمد ﷺ نے مجھے بد دعا دی تھی۔ خدا کی قسم! آسمان کے نیچے محمد ﷺ سے سچا کوئی نہیں اس کے بعد رات کا کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو ڈر کی وجہ سے اس لڑکے کا ہاتھ کھانے تک نہ گیا پھر سونے کا وقت آیا تو سب قافلہ والے اس کو گھیر کر اپنے درمیان میں لے کر سو گئے شیر بہت معمولی آواز سے بھنبھناتا ہوا آیا اور ایک ایک کو سونگھتا رہا حتیٰ کہ اس لڑکے تک پہنچ گیا اور اس پر حملہ کر دیا، آخری سانس لیتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ محمد ﷺ سب سے زیادہ سچے ہیں۔ یہ کہہ کر مر گیا۔ ابولہب نے بھی کہا کہ میں پہلے سمجھ چکا تھا کہ محمد ﷺ کی بد دعا سے اس لڑکے کو چھٹکارہ نہیں۔
(دلائل النبوت صفحہ ۱۶۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد)

لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عتیبہ کے ساتھ پیش آیا۔ کیونکہ عتبہ کے متعلق الاصابہ، اور الاستیعاب اور اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ فتح کے موقع پر مکہ معظمہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی (ابولہب) کے بیٹے عتبہ معتب کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دونوں مکہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں آپ نے فرمایا ان کو لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو عرفات سے جا کر لے آئے۔ وہ دونوں عجلت کے ساتھ آگئے اور اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچا کے ان دونوں لڑکوں کو اپنے رب سے مانگ لیا ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ عتبہ مکہ ہی میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ غزوۂ حنین کے موقعہ پر یہ دونوں بھائی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔

کتنی بڑی شقاوت اور بدبختی ہے کہ ابولہب اور خود اس کا لڑکا جان رہے ہیں اور دل سے مان رہے ہیں کہ محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں اور ان کی بد دعا ضرور لگے گی اور خداوند عالم کی طرف سے ضرور عذاب دیا جائے گا۔ مگر پھر بھی دین حق قبول کرنے اور کلمہ اسلام پڑھنے کو تیار نہ ہوئے۔ جب دل میں ہٹ اور ضد بیٹھ جاتی ہے تو اچھا خاصا سمجھدار انسان باطل پر جم جاتا ہے اور عقل کی رہنمائی کو قبول کرنے کی بجائے نفس کا شکار بن کر اللہ رب العزت کی ناراضگی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابو العاص بن ربیع سے ہوا تھا وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئی تھیں۔ ۸ ہجری میں وفات پائی اور رسول اللہ ﷺ دفن کرنے کے لیے خود ان کی قبر میں اترے اور جب عتبہ اور عتیبہ نے اپنی اپنی منکوحہ کو طلاق دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔ دونوں میاں بیوی نے دو مرتبہ حبشہ کو اور تیسری مرتبہ مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں ۲ ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ اس وقت غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے گئے تھے آپ کے پیچھے ہی ان کی وفات ہو گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا۔

جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو آنحضرت سرورِ عالم ﷺ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا چونکہ ان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں رہیں اس لیے وہ ذوالنورین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (یعنی دونور والے) ۹ ہجری میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بھی وفات ہو گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی (بے بیاہی) ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔

رسول اللہ ﷺ کی چوتھی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا اور اولاد بھی ہوئی اور انہیں سے رسول اللہ ﷺ کی نسل چلی، آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ نے وفات پائی۔ (تفصیلات کے لیے الاصابہ، اسد الغابہ کا مطالعہ کیجئے)۔

OOO

Marfat.com

ایاتہا ۴ ۱۱۲ سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ ۲۲ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ اخلاص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چار آیات ہیں
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے اس کی اولاد نہیں، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

اس سورت میں اللہ جل شانہ کی ذات اور صفات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ الفاظ اگرچہ مختصر ہیں لیکن واضح طور پر یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ بالکل تنہا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے نہ ذات میں نہ صفات میں اور کوئی بھی ذرا بھی کسی طرح اس کا برابر نہیں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے رب کا نسب بیان کر دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، اور حضرت ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عامر نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس کی طرف ہمیں دعوت دیتے ہیں آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں عامر نے کہا کہ اللہ کی توصیف کیجئے ہمیں بتا دیجئے کہ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا یا لوہے کا ہے یا لکڑی کا (ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہودیوں نے سوال کیا تھا کہ اللہ کس چیز کا بنا ہوا ہے۔ کیا وہ کھاتا ہے اور پیتا ہے؟) اس پر سورۃ الاخلاص نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اربد کو بجلی سے ہلاک فرما دیا اور عامر بن طفیل طاعون میں ہلاک ہو گیا۔ (ذکرہ البغوی فی معالم التنزیل)

چونکہ اس سورت میں خالص توحید ہی بیان کی گئی ہے اس لیے اس کا نام سورۃ الاخلاص معروف ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس سورت کا نام سورۃ الاخلاص مروی ہے۔ (کما ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور صفحہ ۴۱۴: ج ۶)

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان تھے اور سب سے پہلے نبی بھی تھے ان سے اور ان کی بیوی حوا سے انسان دنیا میں پھیلے اور ان کی بتائی ہوئی تعلیم پر چلتے رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم خالص توحید پر مشتمل تھی۔ بہت سی قرنیں اسی طرح گزر گئیں پھر شیطان ابلیس اور اس کی ذریت نے لوگوں کو شرک پر ڈال دیا، خالق و مالک جل مجدہ کے وجود کا انکار کرانا تو اس زمانے کے اعتبار سے ناممکن کے درجہ میں تھا البتہ شرکیہ عقائد اور شرکیہ عبادات پر ڈالنے میں وہ کامیاب ہو گیا، جو شرکیہ عقائد ابلیس نے بنی آدمی کے دلوں میں ڈالے ان میں سے ایک یہ تھا کہ خالق تعالیٰ شانہ کی ذات ایسی ہی ہے جیسے تم لوگوں کی ہے۔ اس کا وجود بھی تمہاری طرح سے ہے، اس کی اولاد بھی ہے اور اسے چیزوں کی حاجت بھی ہے، اور یہ بھی بتایا کہ اس کی طرح مخلوق میں بھی معبود ہیں اور معبود تمہیں تمہارے خالق تک پہنچا دیں گے ان کی سفارش سے تمہیں اس کا قرب حاصل ہو گا، شیطان نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتایا اور حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو اس کا بیٹا بتایا اور بتوں کو سجدے کرائے اور ان پر نیازیں چڑھوائیں۔ دنیا میں ان چیزوں کا بہت زیادہ رواج ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے ہی میں بلکہ ان سے پہلے ہی بت پرستی شروع ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرات انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے کتابیں بھی نازل فرمائیں، صحیفے بھی اتارے لیکن عموماً بنی آدم نے توحید کی دعوت کو قبول نہ کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی عرب اور عجم میں کفر اور شرک کا دور دورہ تھا۔ آپ نے توحید کی دعوت دی تو مشرکین کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾ (کیا اس نے بہت سے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ بیشک یہ تو

Marfat.com

بڑے تعجب والی بات ہے)۔

جب کوئی چیز رواج میں آ جائے خواہ کیسی ہی بری ہو اس کے خلاف جو بھی کچھ کہا جائے تعجب سے سنا جاتا ہے اور رواج کی وجہ سے لوگ اچھائی کی طرف پلٹا کھانے کو تیار نہیں ہوتے۔ عرب میں شرک کا یہ حال تھا کہ داعی توحید سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا انہی کی نسل کے لوگوں نے کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے تھے اور عرب کے مختلف علاقوں میں بڑے بڑے بت اور بت خانے تھے ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور ان سے مدد مانگتے تھے اور ان کے نام کے نعرے لگاتے تھے۔

جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اپنے رب کا نسب بیان کیجئے تو سورۂ اخلاص نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ شانہ کی توحید خالص بیان فرما دی۔ ارشاد فرمایا ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (آپ فرما دیجئے کہ وہ اللہ تنہا ہے (فالله خبر هو واحد بدل منه ـ او خبر ثان) اس آیت میں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے تنہا ہے متوحد اور متفرد ہے اس کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات سوچنا یا کوئی بھی ایسا سوال کرنا جس سے مخلوق کی کسی بھی مشابہت کی طرف ذہن جاتا ہو غلط ہے۔ (لفظ احد اصل میں وحد ہے ہمزہ واؤ سے بدلا ہوا ہے)۔

﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ (اردو میں اس کا ترجمہ بے نیاز کیا جاتا ہے یعنی جو محتاج نہیں) روح المعانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے هو المستغني عن كل احد المتحاج اليه كل احد نقل کیا ہے لفظ بے نیاز اس کا آدھا ترجمہ ہے اس کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیے کہ جس کے سب محتاج ہیں، لفظ الصمد میں بہت بڑی معنویت ہے۔ صاحب روح المعانی نے ابن الانباری سے نقل کیا ہے کہ اہل لغت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ الصمد کا معنی یہ ہے انه السيد الذى ليس فوقه احد الذى يصمد اليه الناس فى حوائجهم وامورهم (یعنی صمد وہ سردار ہے جس سے برتر و بالا کوئی نہیں جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں اور تمام کاموں میں متوجہ ہوتے ہیں)۔

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے هو السيد الذى قد كمل فى سودده والشريف الذى قد كمل فى شرفه والعظيم الذى قد كمل فى عظمته والحليم الذى قد كمل فى حلمه والعليم الذى قد كمل فى علمه والحكيم الذى قد كمل فى حكمته وهو الذى قد كمل فى انواع الشرف والسودد (یعنی صمد وہ سید ہے جس کی سرداری مکمل ہے اور وہ شریف ہے جس کا شرف کامل ہے وہ عظیم ہے جس کی عظمت کامل ہے وہ حلیم ہے جس کا حلم پورا ہے اور وہ علیم ہے جسکا علم کامل ہے وہ حکیم ہے جس کی حکمت پوری ہے اور وہ ذات ہے جو شرف اور سرداری کے تمام انواع میں کامل ہے) یہ معنی بہت اشمل واکمل ہے۔

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ (نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے) اس میں ان لوگوں کا جواب ہو گیا جنہوں نے کہا تھا کہ اپنے رب کا نسب بیان کریں ان میں واضح طور پر بتا دیا کہ کسی خاندان کی طرف اس کی نسبت نہیں ہے والد اور مولود میں مشابہت ومجانست ہوتی ہے وہ تو بالکل تنہا ہے ہر اعتبار سے واحد اور متوحد ہے وہ کسی کی اولاد ہو یہ بھی محال ہے اور اس کے کوئی اولاد ہو یہ بھی ناممکن ہے۔ سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا: ﴿وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَ مَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ (اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کر لی ہے تم نے یہ ایسی سخت حرکت کی ہے اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے) اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے ہے اس کا وجود ازلی وابدی ہے وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا اور اس کی اولاد ہونا اس کی شانِ احدیت کے خلاف ہے لہٰذا مشرکین نے اس کے لیے جو اولاد تجویز کی ہے جیسا کہ عرب کے مشرکوں نے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بتایا اور یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت مسیح ابن مریم کو اللہ کا بیٹا بتایا۔ یہ سب باطل اور جھوٹ ہے یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا والد بنے۔

Marfat.com

﴿ذلك قولهم بافواههم يضاهئون قول الذين كفروا من قبل قاتلهم الله انى يوفكون﴾
اس میں ہر طرح کی برابری کی نفی فرما دی کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا مثل نہیں اور برابر نہیں، نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں وہی معبود وحدہ لاشریک ہے صرف وہی حاجتیں پوری فرماتا ہے وہی علیم ہے قدیر ہے حکیم ہے حی لا یموت ہے سب اسی کی طرف متوجہ ہوں اسی سے مانگیں اور اسی کی عبادت کریں۔ سورۃ الاخلاص اور سورۃ الشوریٰ کی آیت ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ کو سامنے رکھا جائے، ان دونوں میں بہت جامع طریقے پر اللہ تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی ہے اثبات المحامد بھی اور معایب اور نقائص سے تنزیہہ کا بیان بھی ہے، تجسیم تشبیہ تعطیل سب اس کی شان عالی کے خلاف ہے۔

ولم يكن له كفوا احد (اخر احد وهو اسم يكن) عن خبرها رعاية للفاصلة قرء حفص كفواً بضم الفاء وفتح الواو من غير همزة وحلف ويعقوب ياء سكان الفاء مع الهمزة فى الوصل فاذا وقف همزة ابدل الهمزة واواً مفتوحة اتباعاً للخط والقياس ان يلقى حركتها على الفاء والباقون بضم الفاء مع الهمزة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ آپس میں برابر یہ سوال کرتے رہیں گے کہ یہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا جب لوگ ایسا سوال کریں تو یوں کہو ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ برابر آپس میں یہ سوال کرتے رہیں گے کہ یہ مخلوق ہے اس کو اللہ نے پیدا فرمایا۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا، جب کوئی شخص اپنے اندر یہ بات محسوس کرے تو یوں کہہ دے: آمنت بالله ورسله کہ میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا اور وہیں رک جائے۔ (البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا اس کو ایسا کرنا نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اسے ایسا کرنا نہ تھا، اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ یوں کہتا ہے کہ اللہ مجھے موت کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے مجھے پہلے کیا تھا حالانکہ یہ بات نہیں ہے کہ میرے لیے پہلی بار پیدا کرنے کی نسبت دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہو (میرے لیے ابتداء پیدا کرنا اور دوبارہ پیدا کرنا دونوں برابر ہیں۔ جب یہ بات ہے تو دوبارہ پیدا کرنے کو مشکل سمجھنا اور بعث پر ایمان نہ لانا یہ مجھے جھٹلانا ہوا) اور انسان کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اولاد بنائی ہے حالانکہ میں احد ہوں صمد ہوں میں نے کسی کو نہیں جنا اور نہ میں کسی سے جنا گیا اور میرا کوئی ہمسر نہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۳)

فضائل: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے سورۂ قل ھو اللہ احد سنی وہ اسے بار بار پڑھ رہا تھا اور سائل کا انداز بیان ایسا تھا کہ جیسے اس عمل کو وہ کم سمجھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (رواہ البخاری صفحہ ۷۵۰ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہیں تہائی قرآن پڑھ کر سناتا ہوں اس کے بعد آپ نے سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ ختم تک پڑھ کر سنائی۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۷۱: ج ۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (فوجی) دستہ روانہ فرمایا اور ایک شخص کو اس کا امیر بنا دیا یہ شخص اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تھا تو ہر رکعت کو سورۂ قل ھو اللہ احد پر ختم کرتا تھا، جب یہ حضرات واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا اس سے دریافت کرو ایسا کیوں کرتا تھا۔ اس سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ رحمٰن کی صفت ہے اور میں اس بات کو محبوب جانتا ہوں کہ اس کو پڑھا کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے خبر دے دو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۷۱: ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی حدیث مروی ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سورۂ قل ھو

Marfat.com

اللہ احد سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس سورت سے تیری جو محبت ہے اس نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ لی اس کے لیے جنت میں ایک محل بنا دیا جائے گا اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لیے جنت میں دو محل بنا دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم اپنے بہت زیادہ محل بنا لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ بہت بڑا داتا ہے جتنا عمل کرلو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام ہے۔ (رواہ الدارمی صفحہ ۳۴۰ ج ۳ وھو حدیث مرسل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دو سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامہ سے مٹا دیئے جائیں گے، ہاں اگر اس کے اوپر کسی کا قرض ہو تو وہ معاف نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۸ عن الترمذی)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ لے قیامت کے دن اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندے تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھتے ہوئے سن لیا۔ آپ نے فرمایا (اس کے لیے) واجب ہوگئی میں نے پوچھا کیا؟ فرمایا جنت؟ ان احادیث کو سامنے رکھ کر فضائل پر عمل کریں۔

والله الموفق والمعین

نسال الله الواحد الاحد الصمد ان یوفقنا لما یحب ویرضی

○○○

Marfat.com

ایاتها ۵ | ۱۱۳ سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۲۰ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سورۃ الفلق مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں پانچ آیات ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

آپ یوں کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی اور اندھیرے کے شر سے جب وہ آ جائے اور گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

ایاتها ۶ | ۱۱۴ سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ ۲۱ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سورۃ الناس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیات ہیں
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶

آپ یوں کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں جو لوگوں کا بادشاہ ہے لوگوں کا معبود ہے وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ جانے والا ہے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جنات میں سے اور انسانوں میں سے

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس یہ دونوں سورتیں معوذتین کے نام سے معروف و مشہور ہیں بعض یہود نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اس کی وجہ سے آپ کو بڑی تکلیف پہنچی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر بنی زریق کے یہودیوں میں سے ایک شخص نے جادو کر دیا تھا جسے لبید بن اعصم کہا جاتا تھا اس کے اثر سے آپ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ میں نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ وہ کام ہوا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ جب ایک رات رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی پھر فرمایا کہ عائشہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے جو کچھ میں نے اپنے مرض کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا تھا میرے پاس (خواب میں) دو آدمی آئے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے دریافت کیا کہ ان کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے، پھر اس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے جادو کیا ہے، پھر دریافت کیا کہ کس چیز پر کیا ہے؟ جواب دیا کہ کنگھی سے نکلے ہوئے بالوں پر اور کھجور کے پٹھوں پر جادو کیا ہے، پھر سائل نے دریافت کیا کہ یہ چیزیں کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ ذی اروان نامی کنوئیں میں ہیں۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس خواب کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے وہاں جا کر دیکھا کہ اس کنوئیں کا پانی ایسا رنگین ہو چکا ہے جیسے اس میں مہندی ڈال دی گئی ہو اور وہاں جو کھجور کے درخت تھے وہ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے شیاطین کے سر ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ نے ان چیزوں کو نکالا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب مجھے اللہ تعالیٰ نے عافیت دے دی تو مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ لوگوں میں شر پھیلاؤں (یعنی مجھے اس کا چرچا ہونا پسند نہیں) لہٰذا میں نے اس کو دفن کر دیا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۸۵۸: ج ۲ و صحیح مسلم صفحہ ۲۲۱: ج ۱)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اس کی وجہ سے چند دن آپ کو تکلیف رہی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے، اس نے بالوں میں گرہیں لگا دی ہیں جو فلاں فلاں کنوئیں میں ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو بھیجا، انہوں نے اس میں سے ان بالوں کو نکالا جب آپ کی خدمت میں ان کو لایا گیا تو آپ اپنے مرض سے اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے کوئی شخص رسی میں بندھا ہوا ہو پھر اس کو کھول دیا جائے اس یہودی سے اس بات کا تذکرہ نہیں فرمایا اور نہ اس کے بعد کبھی اسے اپنے سامنے دیکھا۔ (سنن نسائی تحت عنوان سحرة اہل الکتاب)

تفسیر روح المعانی میں مذکور کنوئیں سے جب کھجوروں کا گچھا نکالا گیا تو اس میں رسول اللہ ﷺ کی کنگھی بھی تھی اور مبارک بال بھی تھے اور رسول اللہ ﷺ کی صورت شریفہ بھی جو موم سے بنائی گئی تھی اس میں سوئیاں گڑی ہوئی تھیں اور ان بالوں میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ﴿قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس﴾ دونوں سورتیں لے کر حاضر خدمت ہوئے (ان دونوں سورتوں میں مجموعی طور پر گیارہ آیات ہیں) آپ ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھولتے گئے اور سوئیاں بھی نکالتے گئے۔ آپ کو پوری طرح شفا حاصل ہو گئی۔

روح المعانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ جادو کا عمل کرنے میں لبید بن اعصم کے ساتھ اس کی بیٹیاں بھی شریک تھیں اس اعتبار سے ﴿النفثت﴾ مؤنث کا صیغہ لایا گیا۔ جو نفاثہ کی جمع ہے اور وہ نفاث کی تانیث ہے اور نفاث نافث کا صیغہ مبالغہ ہے جو دم کرنے والے کے معنی میں آتا ہے اگرچہ صاحب روح المعانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ نفاثات نفوس کی صفت ہے اور یہی مراد لینا بہتر ہے تاکہ مردوں کے نفوس خبیثہ اور ارواح شریرہ کو بھی شامل ہو جائے۔ اور ﴿العقد﴾ عقدة کی جمع ہے جو گرہ کے معنی میں آتا ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ ناقلا عن دعاء موسیٰ علیہ السلام (واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی)۔

مفسر ابن کثیر نے تفسیر ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ یہودیوں میں سے ایک لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، یہودیوں نے اسے آمادہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی کنگھی سے نکلے ہوئے بال اور کنگھی کے کچھ دندانے حاصل کر کے یہودیوں کو دے دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ان بالوں اور کنگھی کے دندانوں پر یہودیوں نے جادو کر دیا۔ (چونکہ جادو کرنے کے لیے کسی ایسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے جس کا اس شخص سے تعلق رہا ہو جس پر جادو کرنا ہے اس لیے ان لوگوں نے اس لڑکے سے بال طلب کیے)۔

اس ساری تفصیل کے بعد اب سورۃ الفلق کا ترجمہ اور مطلب سمجھیں ارشاد فرمایا ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (آپ اپنے رب کی پناہ لیتے ہوئے یوں کہیے کہ میں فلق یعنی صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں) ﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ (ہر اس چیز کے شر سے جو میرے رب نے پیدا فرمائی ہے)۔

لفظ فلق عربی میں پھاڑنے کے معنی میں آتا ہے ومنہ قولہ تعالیٰ ﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰی﴾ عموماً مفسرین کرام نے یہاں فلق سے صبح مراد لی جب صبح ہوتی ہے تو اندھیرا چھٹ جاتا ہے اور صبح اس طرح ظاہر ہوتی ہے جیسے اندھیرے کو پھاڑ کر روشنی ظاہر ہو گئی۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ﴿رَبِّ الْفَلَقِ﴾ فرما کر قیامت کے دن کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس طرح دنیا میں صبح ہونے پر لوگ اپنے مختلف اعمال و اشغال کے لیے نکلتے ہیں کوئی خوش ہے کوئی رنجیدہ ہے کوئی آرام میں ہے کوئی تکلیف میں ہے اسی طرح جب قیامت قائم

Marfat.com

ہو گی اور لوگ قبروں سے نکلیں گے تو مختلف احوال میں ہوں گے۔
بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ فلق مخلوق کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں ساری مخلوق کے رب کی پناہ لیتا ہوں، کچھ بھی وجود میں نہ تھا اس نے سب کو عدم سے نکال کر وجود بخش دیا اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ رب الفلق جل مجدہ کے حکم سے جس طرح صبح ہوتی ہے اس کی وجہ سے اندھیرا چھٹ جاتا ہے اور روشنی آ جاتی ہے اسی طرح اللہ جل شانہ ان تمام ضرر دینے والی چیزوں سے محفوظ فرماتا ہے۔

﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ رب الفلق کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی اس کے عموم میں ساری مخلوق داخل ہو گئی۔ انسان، جنات، حیوانات، جمادات، پھاڑنے والے جانور، ڈسنے والے سانپ بچھو، جلانے والی آگ، ڈبونے والا پانی، اڑانے والی ہوا اور ہر وہ چیز اس کے عموم میں داخل ہے جس سے کسی کو کوئی بھی تکلیف جسمانی یا روحانی پہنچ سکتی ہے حتیٰ کہ اپنے نفس سے شر پہنچ سکتا ہو اس کو بھی شامل ہے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾ (اور صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں غاسق سے جب وہ داخل ہوتا ہے)۔
لفظ ﴿غَاسِقٍ﴾ غسق سے لیا گیا ہے جو تاریکی پر دلالت کرتا ہے اور ﴿وَقَبَ﴾ ماضی کا صیغہ ہے وقوب سے، یہ لفظ داخل ہونے کے معنی پر دلالت کرتا ہے ﴿ای اذا دخل ظلامه في كل شي﴾۔
مفسر ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ غاسق سے رات مراد ہے جب وہ اندھیرے کے ساتھ آ جائے اس کے علاوہ دوسرے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ چونکہ رات کے وقت میں جنات اور شیاطین اور حشرات الارض اور موذی جانور پھیل پڑتے ہیں اور چور ڈاکو بھی عموماً رات کی تاریکی میں اپنا کام کرتے ہیں اور جادو کی تاثیر بھی رات میں زیادہ ہوتی ہے اس لیے رات کی اندھیری سے پناہ مانگی۔

غسق کا معنی تاریکی اور غاسق کا معنی اندھیرے والی چیز ہے اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غاسق کو رات کے معنی میں لیا ہے۔
یہاں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا یا عائشة استعیذی بالله من شر هذا فانه هذا هو الغاسق اذا وقب (کہ اے عائشہ! اس سے اللہ کی پناہ مانگ کیونکہ یہ غاسق ہے جبکہ وہ داخل ہو جائے)۔

اس میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ چاند تو روشن ہوتا ہے اسے تاریک کیوں فرمایا گیا؟ صاحب قاموس نے تو یوں لکھ دیا ہے کہ الغاسق القمر او اللیل اذا غاب الشفق ومن شر غاسق اذا وقب ای اللیل اذا دخل پس اگر لفظ غاسق مشترک ہو چاند اور رات دونوں اس کا مدلول ہوں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چاند جب چھپ جاتا ہے یا گرہن ہوتا ہے اس وقت جو تاریکی آ جاتی ہے اس تاریکی کی وجہ سے اس کو غاسق فرمایا اس میں شرور کے وہ سب احتمالات سامنے آ جاتے ہیں جو رات کے اندھیرے میں پیش آتے ہیں اور آ سکتے ہیں۔ قال القاضی الغاسق اللیل اذا غاب الشفق واعتکر ظلامه من غسق یغسق اذا اظلم واطلق ههنا علی القمر لانه یظلم ووقوبه دخوله في الکسوف والسواد وانما استعاذ من کسوفه لانه من ایات الله الدالة علی حدوث بیته ونزول نازلة (ذکرہ فی التعلیق صفحہ ۱۵۷ ج ۳)

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ﴾ (اور رب الفلق کی پناہ لیتا ہوں گرہوں پر دم کرنے والیوں کے شر سے) اس کی پوری تفصیل سبب نزول کے بیان میں گزر چکی ہے۔

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾ (اور صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے) حسد بری بلا ہے انسان کا ناس کھو دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو علوم سے اعمال سے یا جمال سے یا اموال اور کمال سے نواز دیتا ہے تو دیکھنے والے

Marfat.com

اس سے جلنے لگتے ہیں اور چاہتے کہ یہ نعمت اس کے پاس نہ رہے بعض لوگ تو صرف اتنی آرزو ہی سے اپنے نفس کی خواہش کا کام چلا لیتے ہیں اور بعض لوگ اس میں اضافہ کر لیتے ہیں اور وہ یہ کہ اس کے پاس نہ رہے بلکہ ہمیں مل جائے اور بعض لوگ صرف آرزو ہی پر بس نہیں کرتے۔ صاحب نعمت کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں اسے پریشانی مین مبتلا کرتے ہیں اس کے مقابل کسی کو کھڑا کر دیتے ہیں لوگوں کو اس کی دشمنی پر ابھارتے ہیں۔ حکام اور اصحاب اقتدار کو اس کی مخالفت پر آمادہ کرتے ہیں اور حسد اور جلن میں ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں جن کے جائز ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ حسد کرنے والے جنات بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی اپنے بھی اور پرائے بھی مسلم بھی اور کافر بھی، رسول اللہ ﷺ پر لبید بن اعصم یہودی نے جو جادو کیا تھا وہ حسد ہی کی وجہ سے تھا۔ حسد دل و دماغ کا ناس کھو دیتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے الحسد حسك من تعلق به هلك (حسد ایک کانٹا ہے جس نے اسے پکڑا اہلاک ہوا)۔

حسد کرنا حرام ہے اس کے حرام ہونے کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کچھ دیا ہے حکمت کے بغیر نہیں دیا ہے اب جو حسد کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت فلاں شخص کے پاس نہ رہے تو درحقیقت یہ اللہ پر اعتراض ہے کہ اس نے اس کو کیوں نوازا اور حکمت کے خلاف اس کو اس حال میں کیوں رکھا، ظاہر ہے کہ مخلوق کو خالق کے کام میں دخل دینے کا کچھ حق نہیں ہے اور نہ مخلوق اس لائق ہے کہ اس کو یہ حق دیا جائے ہم اپنے دنیاوی انتظام میں اور خانگی امور میں روزانہ ایسے کام کر گزرتے ہیں جو ہمارے بیوی بچوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں اگر ہمارے بیوی بچے ہمارے کام میں دخل دیں تو ہمیں کس قدر برا معلوم ہوتا ہے پھر اللہ رب العزت فعال لما یرید کی تقسیم میں کسی کو دخل دینے کا کیا حق ہے؟ جب کسی کو حسد ہو جاتا ہے تو جس سے حسد کرتا ہے اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے اس کی غیبت کرتا ہے اور اس کو جانی و مالی نقصان پہنچانے کے فکر میں رہتا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں میں گھر جاتا ہے پھر اول تو نیکی کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا اور اگر کوئی نیکی کر گزرتا ہے تو چونکہ وہ آخرت میں اسے ملے گی جس سے حسد کیا ہے تو نیکی کرنا نہ کرنا برابر ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسد سے بچو کیونکہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے (ابو داؤد) اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ پہلی امتوں کا مرض یعنی حسد تم تک آ پہنچا ہے اور بغض تو مونڈ دینے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔ (رواہ احمد والترمذی کمافی المشکوٰۃ صفحہ ۴۲۸)۔

آنحضرت سید عالم ﷺ نے بغض کو دین کو مونڈنے والا فرمایا۔ تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح استرہ ہر بال کو مونڈتا چلا جاتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے بال کو علیحدہ کر دیتا ہے اسی طرح بغض کی وجہ سے سب نیکیاں ختم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ حاسد دنیا و آخرت میں اپنا برا کرتا ہے نیکیوں سے بھی محروم رہتا ہے اور کوئی نیکی ہو بھی جاتی ہے تو حسد کی آگ اسے راکھ بنا کر رکھ دیتی ہے۔ دنیا میں حاسد کے لیے حسد ایک عذاب ہے۔ حسد کی آگ حاسد کے سینہ میں بھڑکتی رہتی ہے اور جس سے حسد کیا ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا و نعم ما قیل

دع الحسود وما يلقاه من كمده — كفاك منه لهيب النار في كبده

اذا لمت ذا حسد نفثت كربته — وان سكت فقد عذبته بيده

کیسا اچھا کلمہ حکمت ہے جو کسی نے کہا ہے۔

کفی بالحاسد انه یغتم وقت سرورك حاسد سے انتقام لینے کے خیال میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہی انتقام کافی ہے کہ تمہاری خوشی کی وجہ سے اسے رنج پہنچتا ہے۔

حسد ایسی بری بلا ہے جو انسان کو جانتے بوجھتے ہوئے حق بول کرنے سے روک دیتا ہے۔ یہودی اسی مرض میں مبتلا ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن اس وجہ سے ایمان قبول نہیں کیا کہ ہمارے علاوہ دوسری قوم

Marfat.com

میں نبی کیوں آیا انہیں ناگوار تھا کہ بنی اسماعیل میں سے اللہ نے رسول بھیجا اور یہ بات اپنے طور پر بنالی تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی ذریت میں سے کوئی نہ کوئی نبی ضرور رہے گا۔ (کمارواہ النسائی)

﴿ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم﴾ یہ سورۂ آل عمران میں ہے اور سورۂ نساء میں فرمایا ﴿ام یحسدون الناس علی ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ﴾ (بلکہ وہ لوگوں سے یعنی نبی اکرم ﷺ سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے عطا فرمایا)۔ یہودی نہ صرف یہ کہ خود ایمان نہیں لاتے تھے بلکہ یوں چاہتے تھے کہ جنہوں نے اسلام قبول کرلیا وہ بھی مرتد ہو جائیں (العیاذ باللہ) اسی کو سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ﴿ود کثیر من اھل الکتب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسھم من بعد ماتبین لھم الحق﴾ (بہت سے اہل کتاب نے یہ آرزو کی کہ کاش تم لوگوں کو ایمان قبول کرنے کے بعد واپس لوٹا کر کافر بنادیں اپنی جانوں کی طرف سے حسد کرتے ہوئے اس کے بعد کہ ان کے لیے حق ظاہر ہوگیا)۔ جس طرح یہودی حسد میں برباد ہوگئے حق کو قبول نہیں کیا اسی طرح بہت سے مشرکین بھی اسی مصیبت میں مبتلا تھے جب ایک مرتبہ اخنس بن شریق نے ابوجہل سے تنہائی میں کہا کہ اس وقت یہاں ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے تو اپنے دل کی بات سچ بتا کہ محمد ﷺ صادق ہیں یا کاذب ہیں، اس پر ابوجہل نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم وہ سچے ہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن بات یہ ہے کہ بنوقصی ہی جھنڈے کے ذمہ دار ہیں اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی انہی کے سپرد ہو چکی ہے اور کعبہ کے چابی بردار بھی وہی ہیں اور نبوت بھی ان ہی میں چلی جائے تو باقی قریش کے لیے کیا بچے گا، اس پر آیت کریمہ:

﴿فانھم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایت اللہ یجحدون﴾ نازل ہوئی۔ منکرین کو حسد کھائے جارہا تھا کہ فلاں فلاں خدمات تو بنوقصی کو مل گئیں اب ان کے کسی آدمی کے لیے ہم نبوت کیسے تسلیم کریں۔ ان لوگوں نے کفر پر مرنا گوارا کرلیا اور دوزخ میں جانے کے لیے تیار ہوگئے لیکن حسد کی پوٹلی کو اپنے دلوں سے نہیں نکال سکے۔ اعاذنا اللہ من شر الحساد ولا جعلنا اللہ منھم۔

آج بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض خاندانوں پر حسد کی مصیبت سوار ہو جاتی ہے فلاں شخص کیوں علم حاصل کر رہا ہے فلاں شخص کے پاس کیوں اٹھیں بیٹھیں، وہ تو ایسے خاندان کا فرد ہے جسے دنیا والے اپنی نظروں میں گھٹیا سمجھتے ہیں اور وہ مال کے اعتبار سے بھی کمزور ہے اور فلاں شخص کے پاس باغ نہیں مال نہیں جائیداد نہیں اس کو علم کیسے مل گیا، اور عجیب بات یہ ہے کہ علوم اسلامیہ اور اعمال صالحہ کی طرف نہ خود بڑھتے ہیں اور نہ قوم وقبیلہ کو بڑھاتے ہیں اور اس جلن کی وجہ سے کہ فلاں شخص جو نسب اور نسل میں ہم سے کم ہے اس کے پاس کیوں جائیں جاہل رہنے کو پسند کر لیتے ہیں اور جاہل ہی رہ جاتے ہیں۔

اولاً: ﴿من شر ما خلق﴾ فرمایا جس سے تمام مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی پھر تین چیزوں کے شر سے محفوظ ہونے کے لیے مزید دعا فرمائی اول تاریکی سے جس کا شر عموماً سامنے آتا رہتا ہے، دوسرے جادو کرنے والوں کے شر سے کیونکہ اس شر سے خاص تکلیف ہوتی ہے اور اس کے دفاع کی طرف ذہن نہیں جاتا جسمانی مرض سمجھ کر علاج کرتے رہتے ہیں جس سے فائدہ نہیں ہوتا اور جادو کی تکلیف بڑھتی رہتی ہے۔ اور تیسری چیز جس سے پناہ مانگی وہ حسد کرنے والے کا حسد ہے۔ حاسدین اپنے حسد کی وجہ سے خفیہ حرکتیں کرتے ہیں بعض مرتبہ ان کا پتہ نہیں چلتا اور محسود (جس سے حسد کیا) ان کا دفاع کرنے سے عاجز رہ جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من شر جمیع خلقہ۔

سورۃ الناس میں بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تین صفات ذکر کی ہیں ﴿رب الناس دوم ملک الناس سوم الہ الناس﴾ چونکہ وسوسہ ڈالنے والے انسانوں ہی کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں اس لیے رب اور ملک اور الہ کی اضافت الناس ہی کی طرف کی گئی جس میں یہ بتادیا کہ وسوسہ ڈالنے کے شر سے انسانوں کا رب ہی بچا سکتا ہے اور ان وسوسوں کے اثر سے محفوظ رکھ سکتا ہے وہ لوگوں کا رب ہے بادشاہ بھی ہے اور معبود بھی، نفوس انسانیہ میں جو برے وسوسے آتے ہیں عموماً ایسے وساوس ہوتے ہیں جن پر عمل کرنے

Marfat.com

سے دین و ایمان کی تباہی ہو جاتی ہے اس لیے اہل معرفت نے فرمایا ہے کہ سورۃ الفلق میں دنیاوی آفات و مصائب سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے اور سورۃ الناس میں اخروی آفات سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے، شیاطین ایمان میں بھی وسوسے ڈالتے ہیں اور کفر و شرک کے خیالات بنی آدم کے سینوں میں ڈالتے ہیں اور گناہوں پر بھی ابھارتے ہیں اس لیے شیاطین کے وسوسہ سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ سورۃ المومنون میں فرمایا ہے ﴿وقل رب اعوذبك من همزات الشياطين واعوذبك رب ان يحضرون۝﴾ (اور آپ اللہ کی بارگاہ میں یوں عرض کیجئے کہ اے رب میں شیطان کے وسوسوں سے آپ کی پناہ لیتا ہوں اور اس بات سے آپ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس شیطان آئے گا اور وہ یوں کہے گا کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ سوال اٹھاتے اٹھاتے وہ کہے گا کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا۔ سو جب یہاں پہنچ جائے گا تو اللہ کی پناہ لے اور وہیں رک جا (یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے) اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ جب لوگوں میں اس طرح کے سوالات اٹھیں تو تم (ان کے جوابات کے خیال میں نہ لگو بلکہ) یوں کہو۔ ﴿الله احد ، الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد﴾۔

اس کے بعد تین بار اپنی بائیں طرف تھتکار دے اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے۔ حدیث میں یہ جو فرمایا کہ شیطان تمہارے پاس آکر یوں سوال اٹھائے گا کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا یہ ایمانیات میں وسوسے ڈالنے کی ایک مثال ہے۔ وساوس شیطانیہ کی ایسی مثال ہے جیسے بھڑوں کا چھتہ ہو اگر اسے چھیڑ دیا جائے تو بھیڑیں لپٹ جاتی ہیں۔ اور پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وسوسہ آئے تو اس کو وہیں چھوڑ دے اور آگے نہ بڑھائے اگر آگے بڑھاتا رہا تو مصیبت میں پڑ جائے گا اور چھٹکارہ مشکل ہو گا یہ مشورہ بہت کامیاب ہے اور مجرب ہے۔

شیطان ایمان کا ڈاکو ہے۔ ایمان کی دولت سے محروم کرنے کے لیے وسوسے ڈالتا ہے۔ کافروں کے بارے میں شیطان کی یہ کوشش رہتی ہے کہ وہ کفر اور شرک پر جمے رہیں۔ اور اہل ایمان کے بارے میں اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ایمان سے پھر جائیں، ان کا بہت پیچھا کرتا ہے اور مختلف طریقوں سے ستاتا ہے۔ ایمانیات اور اعتقادیات کے بارے میں شک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور برے برے وسوسے ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات (علم و قدرت وغیرہ) کے بارے میں شیطان طرح طرح کے سوالات اٹھاتا ہے جب کہ ان سوالات اور ان کے جوابات پر ایمان موقوف نہیں پھر جب بندہ ان سوالات کے جوابات نہیں دے پاتا تو شیطان کہتا ہے کہ تو تو کافر ہو گیا۔ لہٰذا سارے سوالات کے جوابات نہیں پاتا تو شیطان سے کہہ دے کہ بھاگ تو تو خود ہی کافر ہے تجھے میرے اسلام کی کیا فکر پڑی ہے۔ اگر شیطان کے ساتھ ساتھ چلتا رہے اور اس کے شکوک و شبہات اور وسوسوں کا ساتھ دیتا رہے تو وہ کافر ہی بنا کر چھوڑتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان وسوسوں کا علاج بتا دیا کہ وسوسہ آئے، تو وہیں رک جائے اور بائیں طرف کو تین بار تھوک دے اور ﴿اعوذ بالله من الشيطن الرجيم﴾ پڑھ لے۔ یہ تھوکنا شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے ہے۔

شیطان جس طرح اہل ایمان کے دل میں کفریہ وسوسے ڈالتا ہے اسی طرح گناہوں پر بھی ابھارتا ہے۔ چوری، خیانت، حرام خوری، زنا کاری کے وسوسے ڈالتا ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان بھی موجود ہوتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

اس میں نامحرم عورتوں کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کی ممانعت فرمائی کیوں کہ شیطان مرد عورت کے جذبات کو بڑھاتا ہے اور برا کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

Marfat.com

ایک حدیث میں ہے کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک میں لگ جاتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

عورت باہر نکلی اور شیطان نے اسے تاکنا نظریں اٹھا کر دیکھنا اور گزرنے والوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا۔ شیطان ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی کے وسوسے بھی ڈالتا ہے جو انسانوں میں اثر کر جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے آپ کی ازواج میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اعتکاف کی جگہ میں زیارت کرنے کے لیے آئیں کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد جب واپس ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں تو آپ بھی ان کے ساتھ اٹھے تا کہ ان کو (مسجد کے حدود میں رہتے ہوئے) رخصت کر دیں۔ اسی وقت وہاں سے دو انصاری صاحب نکلے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو تیزی سے چلنے لگے، آپ نے فرمایا تم ٹھیک اپنی رفتار کے موافق چلتے رہو یہ (میری بیوی) صفیہ ہے وہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ! اللہ کے رسول ﷺ (کیا آپ کے بارے میں کوئی بدگمانی کر سکتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح چلتا ہے مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں کوئی برا خیال نہ ڈال دے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۲۶۴: ج ۱)

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ میں وسوسہ ڈالنے والے شیطان کی ایک صفت الخناس بیان فرمائی کہ وہ وسوسے ڈالتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان اپنی سونڈ کو انسان کے دل پر جمائے ہوئے ہے اگر وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو اس کے دل کا لقمہ بنا لیتا ہے اس کو الوسواس الخناس بتایا ہے۔ (حصن حصین)

آخر میں ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ فرمایا اور یہ بتا دیا کہ یہ وسوسہ ڈالنے والے صرف جنات ہی نہیں ہوتے انسان بھی ہوتے ہیں انسانوں کا وسوسے ڈالنا اندر داخل ہو کر تو نہیں ہوتا البتہ باہر ہی سے زبانی طور پر اقوال کے ذریعہ اور جسمانی حرکات اور اعمال کے ذریعہ وسوسے ڈالتے ہیں یعنی انسان کو راہ حق سے ہٹانے اور کفر و شرک اور معاصی میں فوائد بتانے اور دنیوی منافع سمجھانے اور بتانے کی کوشش کرتے ہیں آج کل تو انسانی وسوسوں اور گمراہی کے آلات کی کثرت ہوگئی ہے زبانی باتیں لیڈروں کی تقریریں، بے شرمی پھیلانے والے اخبار و رسالے ٹیلی ویژن اور اس کے پروگرام، وی سی آر، انٹرنیٹ جیسی چیزیں انسان میں برائی کے جذبات داخل کرتی ہیں جن کے جراثیم و اثرات سے انسان برے اعمال اور بری حرکات میں مبتلا ہو جاتا ہے وسوسہ ڈالنے والے انسان کی شرارتیں اور حرکات بعض مرتبہ جنات کے وسوسوں سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے کہ انسان انسان کا ہم جنس ہے اور آپس میں میل جول بھی زیادہ رہتا ہے اور انسان، انسان کو اپنا ہمدرد بھی سمجھتا ہے، شریر انسانوں کے مشورے اور وسوسے انسان کو زیادہ متاثر کر دیتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ شیطان وسوسے ڈالنے والا نظر نہیں آتا، وسوسہ ڈال کر چپکے سے اپنا کام کر جاتا ہے۔ شیاطین کے وسوسے زیادہ شدید ہو جاتے ہیں۔ سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا: ﴿یٰبنی ادم لا یفتننکم الشیطن کما اخرج ابویکم من الجنة ینزع عنهما لباسهما لیریهما سواتهما انه یرکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم انا جعلنا الشیطین اولآء للذین لا یومنون﴾ (اے بنی آدم! تمہیں ہرگز شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جیسے کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا جو ان سے ان کے لباس کو علیحدہ کر رہا تھا تاکہ انہیں ان کی شرم کی جگہ دکھا دے، بیشک وہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھتے بے شک ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے)۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ جنات میں بھی شیاطین ہیں اور انسانوں میں بھی۔ اور یہ دونوں انسانوں کی بدخواہی میں لگے رہتے ہیں سورۃ الانعام میں فرمایا ﴿وکذلك جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا﴾ (اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کیے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن جن میں سے بعض دوسرے بعضوں

Marfat.com

کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تا کہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں)۔
اللہ تعالیٰ شانہ ہر طرح کے شیاطین سے محفوظ فرمائے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ پر جو جادو کا اثر ہوا بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں جس سے صحیحین کی روایات کی تکذیب لازم آتی ہے۔ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جادو سے متاثر ہونا شان نبوت کے خلاف ہے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بشر تھے اور بشریت کے اثرات ان پر بھی طاری ہو جاتے تھے اور ان کے اجسام تکالیف سے متاثر ہوتے تھے۔

بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو تو ان کی قوموں نے قتل کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو تیز بخار آ جاتا تھا۔ آپ ایک مرتبہ سواری سے گر گئے تو آپ کی ایک جانب چھل گئی، اس زمانہ میں آپ نے بیٹھ کر نمازیں پڑھائیں، صاحبزادے کی وفات پر آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ بچھو نے بھی آپ کو ڈس لیا آپ نے اس کا علاج کیا آپ کو بھوک بھی لگتی تھی اور پیاس بھی۔ یہ امور طبعیہ ہیں جن سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مستثنیٰ نہیں تھے اور جادو کا اثر بھی اس قسم کے اثرات میں سے ہے اس سے متاثر ہو جانا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

استعاذہ کی ضرورت:

دنیا میں ایسی چیزیں بھی بے شمار ہیں جو انسانوں کے حق میں نافع اور مفید ہیں اور بہت ساری چیزیں ایسی بھی ہیں جو انسان کے لیے ضرر رساں ہیں اور تکلیف دینے والی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے بہت سی چیزوں سے پناہ مانگنا ثابت ہے حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سنن کے ختم کرنے سے چند صفحات پہلے کتاب الاستعاذہ کا عنوان قائم کیا ہے اور اچھی خاصی تعداد میں ضرر دینے والی چیزوں سے پناہ مانگنے کا ذکر کیا ہے مثلاً بخل، بزدلی، سینہ کا فتنہ (کفر اور شرک) قبر کا عذاب سمع وبصر، لسان وقلب، بہت زیادہ بڑھاپا، عاجزی، مرض، سستی، غم زندگی اور موت کا فتنہ، دجال، تنگ دستی، ذلت، کفر، عذاب النار، خیانت بھوک، شقاق، نفاق، سوء الاخلاق، لغزش کھانا، گمراہ ہونا، ظالم ہونا، دشمن کا غالب ہونا، دشمنوں کا خوش ہونا، بدبختی کا پالینا، برے امراض مثلاً جنون، جذام اور برص کا لاحق ہونا، مظلوم کی بددعا شیاطین الجن والانس، احیاء اور اموات کا فتنہ، زمین میں دھنس جانا، اوپر سے گر پڑنا، کسی چیز کے نیچے دب جانا، غرق ہونا، جل جانا، موت کے وقت شیطان کا پچھاڑنا، جہاد میں پشت پھیر کر بھاگتے ہوئے مر جانا، کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے مرنا، علم کا نفع نہ دینا، دل میں خشوع نہ ہونا، نفس کا پیٹ نہ بھرنا، دعا کا مقبول نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

جن احادیث میں ان چیزوں سے پناہ مانگنا مذکور ہے ان میں سے انتخاب کر کے استعاذہ کی دعائیں بعض علماء نے علیحدہ بھی لکھ دی ہیں (مناجات مقبول میں بھی مذکور ہے) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنات اور انسان کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب معوذتین یعنی سورۂ قل أعوذ برب الفلق و قل أعوذ برب الناس نازل ہوئیں تو آپ نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور ان کے سوا (استعاذہ کی) باقی دعاؤں کو چھوڑ دیا۔

بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورۂ قل اعوذ برب الفلق پڑھتا ہے تو ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہے جو اللہ نے پیدا کی ہے اور رات کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور گرہوں میں دم کرنے والی عورتوں کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے جو جادو کرتی ہیں اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور قل اعوذ برب الناس پڑھنے والا سینوں میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ لیتا ہے اتنی چیزوں کے شر سے بچنے کے لیے دعا کی جاتی ہے اسی لیے ان دونوں سورتوں کا پڑھنا ہر طرح کے شر اور بلا مصیبت اور جادو ٹونہ ٹوٹکہ سے محفوظ رہنے کے لیے مفید اور مجرب ہیں ان کو سورۂ اخلاص کو صبح شام تین تین بار پڑھے اور دیگر اوقات میں بھی ورد رکھے کسی بچے کو تکلیف ہو، نظر لگ جائے تو ان دونوں کو پڑھ کر دم کرے بچوں کو یاد کرا دیں۔ دکھ تکلیف میں ان سے بھی پڑھوائیں۔

Marfat.com

پریشانی کے وقت: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا کہ اچانک آندھی آئی اور سخت اندھیرا ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے ذریعہ اس مصیبت سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے یعنی ان کو پڑھنے لگے اور فرمایا کہ عقبہ ان سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ ان جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ کوئی پناہ لینے والا پناہ حاصل کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن خبیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایسی رات میں جس میں بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیری بھی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لیے نکلے چنانچہ ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو میں نے عرض کیا، کیا کہوں، فرمایا جب صبح ہو اور شام ہو سورۂ قل ھو اللہ احد اور سورۂ قل اعوذ برب الفلق اور سورۂ قل اعوذ برب الناس تین بار پڑھ لو۔ یہ عمل کر لو گے تو ہر ایسی چیز سے تمہاری حفاظت ہو جائے گی جس سے پناہ لی جاتی ہے (یعنی ہر موذی سے اور ہر بلا سے محفوظ ہو جاؤ گے)۔ (ترمذی)

فرض نمازوں کے بعد: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ، کیا میں تمہیں ایسی دو سورتیں نہ بتا دوں جو پناہ مانگنے کے لیے سب سے بہتر سورتیں ہیں، پھر آپ نے مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس دونوں سورتیں سکھائیں، آپ کو اندازہ ہوا کہ مجھے زیادہ خوشی نہیں ہوئی جب فجر کی نماز کے لیے اترے تو آپ نے ان دونوں سورتوں کی نماز میں تلاوت فرمائی اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا بولو اے عقبہ، تم نے کیسا دیکھا؟ (یہ فرما کر آپ نے ان دونوں کی فضیلت جتائی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا اے عقبہ کیسا دیکھا؟ ان دونوں کو پڑھا کرو جب سونے لگو اور سو کر اٹھو۔ (مشکوۃ المصابیح)۔

رات کو سوتے وقت کرنے کا ایک عمل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ روزانہ رات کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو سورۂ قل ھو اللہ احد اور سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور سورۂ قل اعوذ برب الناس پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں اس طرح پھونک مارتے تھے کہ کچھ تھوک بھی پھونک کے ساتھ نکل جاتا تھا۔ پھر دونوں ہتھیلیوں کو پورے بدن پر جہاں تک ممکن ہوتا پھیر لیتے تھے یہ ہاتھ پھیرنا سر اور چہرے سے اور سامنے کے حصہ سے شروع فرماتے تھے اور یہ عمل تین بار فرماتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۷۵۰ ج ۲)

بیماری کا ایک عمل: نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اپنے جسم پر سورۂ قل اعوذ برب الفلق اور سورۂ قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کیا کرتے تھے (جس کا طریقہ ابھی اوپر گزرا ہے) پھر جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی اس میں میں یہ کرتی تھی کہ دونوں سورتیں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دم کر دیتی تھی پھر آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیر دیتی تھی۔ (بخاری صفحہ ۷۵۰: ج ۲)

دم صرف پھونکنے کو نہیں کہتے دم یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ تھوک بھی کچھ نکل جائے۔

الحال المرتحل: حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (قبیل ابواب تفسیر القرآن) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے، فرمایا الحال المرتحل یعنی اس شخص کا عمل جو منزل پر نازل ہو کر پھر سفر شروع کر دے اس کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند سے حدیث نقل کی ہے اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام نہیں ہے (اور روایت کرنے والا زرارہ بن اوفی (تابعی کو بتایا ہے) اس اعتبار سے حدیث مرسل ہوئی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وھذا عندی اصح یعنی یہ حدیث مرسل میرے نزدیک حدیث متصل کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہے۔ امام ترمذی کے علاوہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شعب الایمان صفحہ ۴۴۸: ج ۱ میں ذکر کیا ہے اس میں یوں ہے کہ زرارہ بن اوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ سب اعمال میں کون سا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا تم حال اور مرتحل والے شخص کا عمل اختیار کرو، صحابہؓ نے

Marfat.com

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حال اور مرتحل کا کیا مطلب ہے فرمایا اس سے صاحب قرآن مراد ہے وہ قرآن کو پڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آخر تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اول پر پہنچ جاتا ہے جب بھی ٹھہرتا ہے پھر سفر شروع کر دیتا ہے۔ امام ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے النشر۔ میں اس مضمون کی حدیث طبرانی سے بھی نقل کی ہے۔ اور عموماً یہ روایات حضرت ابن عباس سے ہی مروی ہیں اور النشر میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

ان روایات کے جمع کرنے سے الحال المرتحل کا مطلب واضح ہو گیا یعنی یہ کہ قرآن پڑھتے پڑھاتے جب ختم کرے تو دوبارہ اول سے پھر شروع کر دے (الحال) نازل ہونے والا یعنی سفر پورا کر کے ٹھہر جانے والا اور (المرتحل) سفر شروع کرنے والا۔

ان روایات کی وجہ سے حضرات قراء کرام کا اور خاص کر قاری ابن کثیر مکی (احد القراء سبعہ) کی قرأت پڑھنے والوں اور روایت کرنے والوں کا یہ معمول رہا ہے قرآن کریم آخیر تک ختم کر کے سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں۔ پھر ﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾ پڑھ کر سورۃ البقرہ شروع کرتے ہیں اور ﴿واولئك هم المفلحون﴾ تک پڑھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید ختم کرتے ہی دوبارہ شروع کر دیا ایسا کرنے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مذکورہ بالا پر عمل ہو جاتا ہے۔ ایسا کرنا مستحب ہے کوئی فرض واجب نہیں ہے بہر حال قراء کا معمول ہے حافظ ابن الجزری رحمہ اللہ میں لکھتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے سائل نے جب سوال کیا ای الاعمال افضل گویا آپ نے فرمایا عمل الحال المرتحل۔

ضروری تنبیہ: بعض علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن مجید کی سورتوں میں شمار نہیں کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ یہ دونوں پناہ مانگنے کے لیے تعلیم دی گئی ہیں۔ بعض علماء نے ان کے قول کی تاویل بھی کی ہے لیکن تاویل ایسی نہیں ہے جس سے اطمینان حاصل ہو جائے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس بارے میں جتنی بھی روایات ہیں (گو صحیح السند ہیں) اخبار آحاد ہیں اور اخبار احاد ظنی ہوتی ہیں تواتر کے مقابلہ میں ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا اسی لیے تحقیق نے ان روایات کو تسلیم نہیں کیا۔ حافظ ابن حزم المحلی میں لکھتے ہیں:

وكل ماروى عن ابن مسعود من ان المعوذتين وام القرآن لم تكن في مصحفه فكذب موضوع لا يصح وانما صحت عنه قراءة عاصم عن زربن حبيش عن ابن مسعود فيها ام القرآن والمعوذتان۔ (المحلى صفحه ۱۲ ج۱)

اور امام نووی نے شرح مہذب میں فرمایا ہے۔

اجمع المسلون على ان المعوذتين والفاتحة من القرآن وان من جحد منها شيئا كفر وما نقل عن ابن مسعود باطل ليس بصحيح۔

اور مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں:

فلعله لم يسمعها من النبي ﷺ ولم يتواتر عنده ثم قد رجع عن قوله ذلك الى قول الجماعة فان الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم اثبتوهما في المصاحف الائمة ونفذوها الى سائر الافاق كذلك فلله الحمد والمنة۔

حضرت امام عاصم کی قرأت جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حضرت زربن حبیش کے واسطے سے ماثور ہے۔ اس میں معوذتین تواتر کے ساتھ محفوظ اور مروی ہیں یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو یہ مروی ہے کہ معوذتین قرآن کریم کی سورتیں نہیں ہیں یہ نقل صحیح نہیں اور یہ روایت ہی غلط ہے اور اگر انہوں نے ایسا کہا تھا تو فوراً رجوع فرما لیا تھا۔ چونکہ قراء سبعہ کی قرأت متواتر ہیں اس لیے قرآن مجید کی کسی بھی سورۃ یا کسی بھی آیت کا انکار کرنا کفر ہے۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: وانت تعلم انه قد وقع الاجماع على قرآنيتهما وقالو ان انكار ذلك اليوم كفر ولعل ابن مسعود رجع عن ذلك۔

Marfat.com

چونکہ حضرت امام عاصم کی قرأت متواتر ہے اور معوذتین ان کی قرأت میں مروی ہیں اور تمام مصاحف میں مکتوب اور منقول ہیں اور جو مصاحف حضرات صحابہ نے آفاق میں بھیجے تھے ان سب میں یہ دونوں سورتیں بھی تھیں اس لیے ان کا قرآن ہونے کا انکار کرنا کفر ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رجوع فرمالیا تھا تو کوئی سوال باقی نہیں رہتا اور بالفرض رجوع نہ کیا ہوتو جو بات ان سے بطور خبر واحد منقول ہے (جوظنی ہے) اجماع امت اور تواتر کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ صاحب روح المعانی نے شرح المواقف سے نقل کیا ہے۔

ان اختلاف الصحابة فی بعض سور القرآن مروی بالآحاد المفیدة للظن ومجموع القرآن منقول بالتواتر المفید للیقین الذی یضمحل الظن فی مقابلته فتلك الآحاد مما لا یلتفت الیه ثم ان سلمنا اختلافهم فیما ذکر قلنا انهم لم یختلفوا فی نزوله علی النبی ﷺ ولا فی بلوغه فی ابلاغه بل فی مجرد کونه من القرآن وهو لا یضر فیما نحن بصدده۔ انتهی۔

آج کل بہت سے ملحد اور زندیق ایسے نکلے ہیں جو بہانے بنا بنا کر قرآن کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں شک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور جن روایات کو ائمہ اسلام نے رد کر دیا ہے ان کو اپنے کتابچوں میں درج کر کے مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کھرچنا چاہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کافر کہتے ہو تو ابن مسعود صحابی کو بھی کافر کہو۔ یہ ان لوگوں کی جہالت اور ضلالت ہے۔ مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے ہم نے یہ سطور حوالہ قرطاس کر دی ہیں۔

اعاذنا الله تعالٰی من شر اعداء الاسلام الذین یوسوسون فی صدور المسلمین سواء کانوا من الجنة او من الناس

OOO

Marfat.com